حیات
خدمات
تعلیمات
مجاہد ملت
مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ
محمد صادق قصوری

مجاہد ملّت

مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ

حیات۔ خدمات۔ تعلیمات

مُصنّف

محمّد صادق قصوری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور — کراچی — پاکستان

نام کتاب	مجاہد ملت
مصنف	محمد صادق قصوری
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تاریخ اشاعت	مئی 2002ء
تعداد	پانچ سو
کمپیوٹر کوڈ	1Z324
قیمت	-/400روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

فیکس:۔ 042-7238010

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

آئینہ

عرض ناشر

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہوتی ہیں۔ تحریک پاکستان اور اہلسنت والجماعت کے لئے خدمات کے حوالے سے آپ کا کردار زندہ جاوید رہے گا۔ تحریک پاکستان سے تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ تک کا سفر آپ کی بھرپور شخصیت کا آئینہ دار ہے۔

زیر نظر کتاب میں محمد صادق قصوری صاحب نے اس مرد مجاہد اور مرد غازی کی زندگی کے حالات و واقعات اور ملک و قوم کے لئے ان کی خدمات اور تعلیمات کو قلم بند کرنے کی جو سعی کی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔

ضیاء القرآن پبلی کیشنز اس حسین کتاب کو فخر کے ساتھ ہدیۂ قارئین کر رہا ہے توقع ہے کہ قارئین ہماری اس کاوش کو تحسین کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

طالب دعا
محمد حفیظ البرکات شاہ

انتساب

سنوسئ ہند امیر ملت سیدی وسندی، مُرشدی ومولائی حضرت الحاج حافظ پیر سیّد محمد جماعت علی شاہ صاحب محدثؒ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ....جن کے مشن کی تکمیل کے لئے ضیغم اسلام مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی وقف رکھی اور ان کا ہر لمحہ مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی عملی کوشش میں گذرا۔

محمد صادق قصوری

عرضِ مؤلف

حق وباطل کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انسانیت کے وجود کی۔ ہر دور میں نیکی اور بدی کا ٹکراؤ رہا ہے، اچھائی اور برائی کی جنگ رہی ہے، ظلم وستم کے مقابلے پر حق وصداقت برسر پیکار رہا ہے۔ کبھی ہابیل کے مقابلے پر قابیل، کبھی ابراہیم علیہ السلام کے مقابلے پر نمرود، کبھی موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے پر فرعون، کبھی حضور سید عالم ﷺ کے مقابلے پر ابوجہل اور ابولہب، کبھی حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر یزید، کبھی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے پر شہنشاہ اکبر، کبھی سراج الدولہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے پر میر جعفر، کبھی ٹیپو سلطانؒ کے مقابلے پر میر صادق، کبھی علی برادرانؒ کے مقابلے پر انگریز، کبھی امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے پر ہندو، کبھی علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے پر متحدہ قومیت کے پجاری، کبھی قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے پر گاندھی جی اور کبھی مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کے مقابلے پر جابر وآمر حکمران۔

تاریخ شاہد ہے کہ حق وباطل کی اس جنگ میں آخر کار حق وصداقت ہی کو نصرت وکامیابی حاصل ہوئی اور ظلم وستم اور جبر واستبداد کو ذلیل وخوار ہونا پڑا۔ بندگان حق پرست نے کسی بھی جابر سلطان، مطلق العنان بادشاہ اور آمر حکمران کے سامنے گردن خم نہیں کی بلکہ حق گوئی وبیباکی کا جھنڈا بلند کر کے حضور سید عالم ﷺ کے اس ارشاد کی عملی تفسیر پیش کی کہ:

''بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا ہے۔''

ضیغم اسلام مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کا شمار بھی انہیں اللہ والوں میں ہوتا ہے جنہوں نے تمام عمر جابر حکمرانوں، باطل نظریوں اور اسلام دشمن طاقتوں سے معرکہ آرائی کی اور ہر دور کے آمر کو للکارا۔

جیتا ہوں نگہبانی اسلام کی خاطر
فاق ہیں مری تلخ نوائی سے گلہ مند

ہر دور کے شداد مرے پاؤں کے نیچے
ساتھی ہیں مرے دینِ پیمبرؐ کے جگر بند

مولانا نیازی چونکہ نقشبندی مجددی سلسلے میں شرف بیعت رکھتے ہیں بدیں وجہ ان میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کی حق گوئی و بیباکی، کردار وعمل اور روحانی فیوضات کی گہری چھاپ ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ تحریک پاکستان کے دور میں سنوسئ ہند امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدثؒ علی پوری قدس سرہٗ کی زیر کمان وزیر قیادت کام کر کے جرأت ومردانگی کا عملی درس بھی لیا اور حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بااصول، صاف ستھری اور مثبت سیاست سیکھ کر مولانا نیازی نابغہ روزگار شخصیت اور فرد فرید بن گئے۔

مولانا نیازی نے مذہب، سیاست اور ادب کے میدان میں ہمیشہ اصول پرستی کا مظاہرہ کیا۔ ہر حکومت نے انہیں خریدنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ ہر حکومت نے انہیں نیچا دکھانے کی سعی مذموم کی مگر ذلیل وخوار ہوئی، ہر حکمران نے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے مگر مولانا نیازی نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی۔ ظالم وجابر حکومتوں نے ان پر قاتلانہ حملے کرائے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے محفوظ ومامون رہے۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

مولانا نیازی کو دولت کا لالچ دیا گیا مگر انہوں نے دولت عشق مصطفیٰ ﷺ کو ترجیح دی، حکومتی عہدوں کی پیشکش کی گئی مگر انہوں نے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا سپاہی بننا پسند کیا، انہیں کاروں اور کوٹھیوں کی پیشکش کی گئی مگر انہوں نے پیدل چلنا اور سادہ مکان میں رہنا پسند کیا۔ غرض ان کی زندگی کا ہر لمحہ ہر لحظ شریعت وطریقت کا حسین امتزاج ہے۔

مجھے یہ تو یاد نہیں کو مولانا نیازی کا نام سب سے پہلے کب سنا، یا کب پڑھا، البتہ ان کی تقریر دلپذیر سننے اور ان کی زیارت کا اتفاق ۱۹۷۳ء میں بسلسلہ "یوم رضا" نوری مسجد بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور میں ہوا۔ پھر یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہیں کتنی بار دیکھا اور کتنی بار سنا۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ وہ میرے دل ودماغ اور رگ وپے میں سما گئے۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

دسمبر ۱۹۷۴ء میں ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" کراچی میں مولانا نیازی پر میرا تفصیلی مضمون شائع ہوا جس میں ان کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ اس مضمون کو ہر خاص وعام نے بنظر تحسین دیکھا تو میری ہمت بڑھی اور میں نے حضرت مولانا پر ایک جامع کتاب لکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چنانچہ مواد اکٹھا کرنا شروع کر دیا اور اب آپ کی خدمت میں "مجاہد ملت" کی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں مزید کتابیں بھی پیش کی جائیں گی۔

میری پچیس سالہ محنت وکاوش آپ کے سامنے ہے، اب یہ فیصلہ کرنا آپ حضرات کا کام ہے کہ میں اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہو سکا ہوں لیکن اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں مجھے ذرہ بھر بھی تامل نہیں کہ میں اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ نہ کر سکا جو چاہتا تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے طفیل مجھے اس کام میں سرخرو فرمایا۔

مولانا نیازی کی شخصیت اتنی بلند وبالا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ مجھ میں اتنی ہمت، طاقت اور جرأت کہاں کہ ایسی نابغہ روزگار ہستی پر قلم اٹھا سکتا مگر حضرات یہ عشق تھا، محبت تھی اور عقیدت تھی جس نے دیوانہ وار یہ مرحلہ طے کرا دیا۔ اب معلوم نہیں کہ یہ حقیر کاوش ان کے حضور شرف قبولیت حاصل کر سکتی ہے یا نہیں؟

محبت کی گلی میں سر کے بل جانا بھی ہوتا ہے
صنم کے آستاں پر سر کا ٹکرانا بھی ہوتا ہے
جگر میں ٹیس کا رہ رہ کے اٹھنا بھی ہے شرط اس کی
تڑپنا بھی یہاں ہوتا ہے تڑپانا بھی ہوتا ہے
مقدر عشق بازی کا ہے جھڑکی یار کی سہنا
اور اس پر مدعی کی گالیاں کھانا بھی ہوتا ہے

مولانا نیازی کی زندگی ایک کھلی کتاب ہے جسے ہر شخص پڑھ سکتا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ جو

شخص بھی خلوص دل سے ان کی سیرت کا مطالعہ کرے گا اس میں حق وصداقت، جرأت ومردانگی، دیانت وامانت، عبادت وریاضت، تقویٰ وپرہیزگاری، ظالم سے نفرت اور مظلوم سے محبت، باطل کے خلاف جہاد، کردار وعمل، عقیدت اولیاء اور عشق مصطفیٰ ﷺ کا ایسا جذبہ پیدا ہوگا کہ وہ اس جذبے کے تحت اپنا سامان آخرت تیار کرلے گا اور اس کی عاقبت بخیر ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

بڑی ناشکری ہوگی اگر میں استاذی حکیم ملت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری مدظلہ، کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی وساطت سے مولانا نیازی سے میرا تعارف ہوا اور پھر یہ تعارف محبت، عقیدت اور ارادات میں بدل گیا۔ اور اب یہ سب کچھ صفحہ قرطاس پر بکھر کر آپ کے سامنے ہے۔ یہاں اس بات کا اظہار بھی ضروری ہے کہ یہ سب کچھ حضرت حکیم صاحب قبلہ (1) کی کرامت ہے کہ میں کچھ لکھنے کے قابل ہوسکا۔

اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ میں جب بھی قلم اٹھاتا ہوں، عالم تصور میں حضور سید عالم ﷺ سے نظر کرم کی بھیک مانگتا رہتا ہوں۔ سیدی وسندی، مرشدی ومولائی سنوسئی ہند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ محمد جماعت علی شاہ محدثؒ علی پوری قدس سرہ کی روحانی امداد مجھے ہر وقت اور ہر آن میسر رہتی ہے اور میرے والدین کی دعائیں شب وروز میرے شامل حال رہتی ہیں تو پھر کہیں جا کر کچھ لکھنے کے قابل ہوتا ہوں۔

نامور مفکر، بین الاقوامی شہرت یافتہ صاحبِ قلم حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب قبلہ کراچی کا بھی ممنون احسان ہوں کہ ان کی رہنمائی میرا سرمایہ حیات ہے۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر آف کوئٹہ بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں کہ ان کی غیر متزلزل محبت اور شفقت میرے لئے خضر راہ ہے۔ پروفیسر محمد اشفاق چغتائی (اسلام آباد) حضرت صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی (لاہور) اور قابل صد احترام بہن بشریٰ رحمٰن (لاہور) کا بھی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اپنے اپنے رنگ میں اس کتاب پر تاثرات تحریر فرما کر اس کی افادیت واہمیت کو دوچند فرما دیا ہے۔

آخر میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی قبلہ کا بھی شکرگزار ہوں کہ جنہوں نے اپنی مسلسل نوازشوں، عنایتوں اور کرم فرمائیوں سے مجھے سرفراز رکھا، میری ہر مشکل کو سلجھایا اور خصوصی دعاؤں سے نوازا، تب کہیں جا کر یہ منزل ہفت خواں طے ہوئی۔

1۔ افسوس کہ ۱۷ نومبر ۱۹۹۹ء کو آپ کا وصال ہوگیا۔ (قصوری)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان سب بزرگوں کا سایہ ہما پایہ تا ابد میرے سر پر سلامت رکھے تاکہ میں مذہب وملت کی کچھ نہ کچھ خدمت کرتا رہوں اور اپنی عاقبت سنوارتا رہوں۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

محمد صادق قصوری

صدر مجاہد ملت فاؤنڈیشن

بُرج کلاں ضلع قصور

جانِ سخن

(پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر سابق سیکرٹری ایجوکیشن بلوچستان، کوئٹہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کچھ کہئے، سنئے اور اپنائیے

وطن عزیز پاکستان کے ممتاز اور نامی گرامی محقق جناب محمد صادق قصوری کی ''مجاہد ملت'' مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مدظلہ، کی سوانح اور خدمات پر مبنی ہے۔ آپ نے بڑی جانفشانی، لگن اور ولولے کے ساتھ مواد کو یکجا کر کے اسے متاثر کن انداز میں پیش کیا ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

یہ تحقیقی و علمی کام ایک معتبر چراغ کی مانند ہے۔

جس کو بجھا سکیں نہ بگولے نہ آندھیاں
ضامن جلاؤ ایسا کوئی معتبر چراغ

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی، تحریک پاکستان کے ایک نامور، بے باک اور نڈر رہنما ہیں۔ آپ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے پکے اور سچے جانثار سپاہی بنے۔ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن لاہور کے قیام میں نمایاں حصہ لیا۔ قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد آپ رات دن دیہاتوں، قصبوں اور شہروں میں گھومے اور پاکستان کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ جب دیہاتی پراپیگنڈہ سب کمیٹیاں قائم ہوئیں تو آپ ان کے سربراہ منتخب ہوئے۔ آپ نے اپنے شب و روز اسی نصب العین کے لئے وقف کئے اور براہ راست قائداعظم کو کارکردگی کی رپورٹ بھجواتے رہے۔ ۱۹۴۱ء میں حکومت پنجاب کی شدید مخالفت کے باوجود لائل پور (فیصل آباد) میں ''دوسری جوابی پاکستان کانفرنس'' کا منعقد کرانا آپ اور آپ کے ساتھیوں کی بصیرت اور عزم کا واضح ثبوت ہے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے نفاذ شریعت کے لئے ہمیشہ مجاہدانہ کردار ادا کیا ہے۔ متعدد بار قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کر چکے ہیں مگر دیوانگی اور فرزانگی میں کمی نہیں آئی۔ کبھی کلمہ حق

کہنے سے گریز نہیں کیا۔ آپ کے قول و فعل میں کسی قسم کا تضاد نہیں۔ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ کمر بستہ رہتے ہیں۔ منافقت اور ریا سے دور بھاگتے ہیں۔ درحقیقت آپ نے اپنے آپ کو نفاذ نظام مصطفوی اور تحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ کے لئے وقف کیا ہوا ہے۔

رحمت دو عالمؐ کے شہر سے جب جب بھی گزرا ہوں
کچھ ابھرا ہوں، کچھ سنورا ہوں، کچھ ستھرا ہوں، کچھ نکھرا ہوں

امام الانبیاء خاتم النبیین اور رحمۃ اللعالمین آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ دو قطرے اللہ کے ہاں بہت جلد مقبول ہوتے ہیں۔ ایک قطرہ خون جو انسان میدان جنگ میں اللہ کی خاطر بہاتا ہے۔ دوسرا قطرہ ''آنسو'' ہے جو مرد مومن اپنے گناہوں پر نادم ہو کر بہاتا ہے۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں:۔

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے

گویا ندامت کے یہ آنسو ہمارے لئے تطہیر کا باعث بھی بنتے ہیں۔ اس کیفیت میں اگر اللہ کی طرف رجوع کیا جائے اور دعا مانگی جائے تو بہت فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ دل ہی دل میں دعا سے پہلے درود پاک پڑھیے، پھر گزارش پیش کیجئے اور بعد ازاں درود پاک پر ختم کیجئے۔ یہ لمحہ یا لمحات بڑے قیمتی اور ناقابل فراموش ہوتے ہیں کیونکہ فرشتے ان لمحات میں اس مرد مومن پر رحمت کی چادر تان لیتے ہیں۔

یہ کیفیت مختلف صورتوں (جیسے حرم شریف اور مسجد نبویؐ، تلاوت قرآن مجید، نعت گوئی اور نعت خوانی اور سیرت طیبہ میں جذب ہونا، پاکیزہ دینی محفلوں، بزرگوں کی صحبتوں اور اپنے آپ کے محاسبے کے دوران..........) میں پیدا ہوتی ہے۔

مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند ہے۔ جہاں سے جی چاہے پڑھیے، پرکھئے اور اپنائیے۔ ہر مقام پر دیکھنے، پڑھنے اور پرکھنے والے کو ایک مجاہدانہ شان ملے گی۔ ان کے دل پسیج جائیں گے اور وہ اشکبار ہوئے بغیر نہیں رہیں گے۔

افسردہ دلوں کو کسی بجلی سے لڑا دو
شاید کہ اسی طور سے ہو خدمت وطن کی

سعی عمل کو اور ذرا تیز کیجئے
اپنے نفس نفس کو شرر خیز کیجئے
تخلیق کائنات پر بھی غور کیجئے
اور اپنے دل کی روشنی بھی تیز کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے جو باعث ایجاد عالم ہیں، ہمارے بجھے بجھے دلوں کی روشنیوں کو تیز کرے کہ یہی ہمارے دکھوں، دردوں اور مصیبتوں کا مداوا ہے، آمین۔

سیرت اکادمی بلوچستان (رجسٹرڈ)
۲۷۲، اے۔او، بلاک III
سٹیلائٹ ٹاؤن، کوئٹہ
۲۱ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ
۱۸ ستمبر ۱۹۹۵ء

محمد انعام الحق کوثر
(پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر)
سابق ناظم تعلیمات
ادارہ نصابیات و مرکز توسیع تعلیم
بلوچستان، کوئٹہ

مقدمہ

(پروفیسر محمد اشفاق چغتائی............اسلام آباد)

"اگر پاکستان میں کوئی ایک شخص محض اپنے کردار کی بناء پر قومی قیادت کے مقام پر فائز ہے تو میرے خیال میں وہ حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی ہیں جو گزشتہ نصف صدی سے کسی قسم کی خاندانی جاگیرداری اور سرمایہ کاری کی بیساکھیوں کے بغیر محض اپنے بے داغ کردار کی بناء پر ایک قومی قائد کی حیثیت سے جادۂ عمل پر گامزن ہیں۔"

"مجاہد ملت" کا مقدمہ لکھتے ہوئے راقم کو مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے بارے میں عظیم صحافی میاں محمد شفیع (م ش) مرحوم کے مندرجہ بالا الفاظ یاد آرہے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ اس قحط الرجال میں "مجاہد ملت" کا دم غنیمت ہے۔ مولانا محمد عبدالستار خان نیازی، مادہ پرستی کے اس دور میں عظمت کردار کی اکلوتی مثال ہیں:

میر کو کیوں نہ مغتنم جانوں
اگلے لوگوں میں اک بچا ہے یہ

"اس وقت پورے عالم اسلام میں اگر کوئی شخص اپنے کردار کی بناء پر ملی قیادت کے مقام پر فائز ہونے کا اہل ہے تو وہ حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی ہیں جو گزشتہ نصف صدی سے محض اپنی عظمت کردار کی بناء پر ایک ملی قائد کی حیثیت سے جادۂ استقامت پر گامزن ہیں۔"

مولانا کی شخصیت عصر حاضر کے سب سے بڑے اسلامی انقلابی مفکر کی انقلاب آفریں فکر سے مستنیز ہے۔ انہیں اس حکیم الامت، دانائے راز، صاحب ضرب کلیم، مرد خود آگاہ کی براہِ راست شاگردی کا شرف حاصل ہے جس نے عصر حاضر کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہوئے اہل عالم کو دعوتِ انقلاب دی اور فرمایا:

من درون شیشہ ہائے عصر حاضر دیدہ ام
آنچناں زہرے کہ از وے مارہا درپیچ و تاب

انقلاب! انقلاب! اے انقلاب!

مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کی دینی وجاہت اور شخصی عظمت علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت کا فیضان ہے۔ مجاہد ملت کی اقبال مندی کا ایک زمانہ معترف ہے مگر راقم کو ان سے جو خاص تعلق خاطر ہے اس کا قوی ترین حوالہ ''فکر اقبال'' ہی ہے۔

مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے، میں نے علامہ رحمتہ اللہ علیہ کا پہلا شعر مولانا نیازی کی زبان سے سنا اور علامہ رحمتہ اللہ علیہ کی معنوی شاگردی اور روحانی ارادت کا معتبر ذریعہ ''مجاہد ملت'' ہی کی ذات بنی۔ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی کارگاہ فکر میں بننے والے اپنے مقدر کے ستارے کو پہچاننے میں اگر مولانا نیازی کی ذات میرا وسیلہ ورہنما نہ ہوتی تو شاید میں فکر و آگہی کی اس نعمت بے پایاں سے محروم ہوتا۔

جناب محترم محمد صادق قصوری نے ''مجاہد ملت'' کی سراپا جہاد زندگی کے لمحہ لمحہ کی روداد بڑی تلاش و تحقیق و جستجو سے مرتب کر کے ایک بڑا کام کیا ہے، وہ اس پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ مولانا نیازی ایک تاریخ ساز شخصیت ہیں ان کی ساٹھ سالہ جدوجہد پاکستان کی سیاسی تاریخ ہے جسے قصوری صاحب نے نہایت محنت کے ساتھ مرتب کیا ہے۔

میرے نزدیک مولانا نیازی پوری امت کا اثاثہ ہیں۔ انہیں ہمارے ہاں کی علاقائی انتخابی سیاست میں الجھا کر ان کے ملی کردار کو سبوتاژ کرنے کی سازش کی گئی مگر اس کے باوجود انہوں نے امت مرحومہ کے احیاء کے لئے اپنے استاد محترم علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے مشن کو جاری رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ لیبیا کے کرنل قذافی کو ان میں سید جمال الدین افغانی رحمتہ اللہ علیہ کی جھلک نظر آئی اور اس نے مولانا سے ایک ملاقات میں کہا کہ وہ عالم اسلام کو سامراجوں کے چنگل سے نکالنے کے لئے سید جمال الدین افغانی کا کردار ادا کریں۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ نو آبادیاتی نظام ختم ہو جانے کے باوجود عالم اسلام استعمار کی مکارانہ گرفت سے آزاد نہ ہو سکا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ امت نے سامراجی سازشوں کے زیر اثر اپنا نصب العین فراموش کر دیا بلکہ یہ لخت لخت قوم خود فراموشی اور از خود رفتگی کے عالم میں اپنا تشخص

ہی بھلا بیٹھی۔

نو آبادیاتی نظام کے چنگل سے آزاد ہونا ہماری آخری منزل اور منتہائے مقصود نہ تھا بلکہ یہ ہماری جدوجہد کا اولین ہدف اور منزل تک پہنچنے کے لئے آغاز سفر تھا۔ ہمیں اس سے بہت آگے جانا تھا۔ ہماری منزل احیائے امت یعنی امت مسلمہ کی شوکت کی بحالی، عالم اسلام کی ریاست واحدہ کی بازیابی تھی۔ ہم نے منزل کو بھلا دیا اور راستوں میں کھو گئے۔

اسلامیان ہند نے اسلامی تصور قومیت ہی کی بنیاد پر ہندوؤں سے الگ ہونے کا فیصلہ کیا اور تحریک پاکستان اپنے ارفع مقاصد کے اعتبار سے تحریک احیاء امت تھی۔ پاکستان اس تحریک کا پہلا پڑاؤ تھا مگر افسوس کہ آج تک ہم اسی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں بلکہ ترقی معکوس کر کے آدھا پاکستان بھی گنوا بیٹھے ہیں۔ مجاہد ملت جو تحریک پاکستان کے روح رواں تھے، اس تحریک کے اعلیٰ و ارفع مقاصد سے پورے طور پر آگاہ ہیں، وہ برملا اس بات کا اظہار و اعلان کرتے ہیں کہ:

''خرابی اس وقت پیدا ہوئی جب قیام پاکستان کے بعد تحریک پاکستان کے آئندہ مقاصد کی وضاحت نہیں ہوئی۔''

استعمار نے مسلمانوں کی مرکزیت اور وحدت کو فنا کر کے انہیں پچاس سے زیادہ ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ عالم اسلام ایک عظیم وحدت تھا جسے استعمار کی کھینچی ہوئی لکیروں نے چھوٹی چھوٹی کمزور وطنی ریاستوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا اور اب انہیں کمزور تر کرنے کے لئے 190 نسلی ریاستوں میں تقسیم کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔

لمحہ موجود کسی جمال الدین افغانی کے انتظار میں ہے جو استعمار کی ان گھناؤنی سازشوں کا تار و پود بکھیر دے اور عالم اسلام کو وحدت ملی کی بنیاد پر ایک عظیم الشان مملکت اسلام میں بدل دے۔

ایسے میں مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کی ذات ہماری امیدوں کا مرکز ہے۔ ملی وحدت کی بازیابی کے لئے مولانا نیازی کی بے تابیاں اور بے قراریاں ان کی تحریر و تقریر سے پوری طرح آشکار ہوتی رہتی ہیں۔ ''اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت'' کے عنوان سے مولانا نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان اتحاد و یگانگت کے لئے قابل عمل فارمولا پیش کیا۔

فرقہ واریت بھی ملوکیت و استعمار کی پیداوار ہے۔ عالم اسلام اور پاکستان بظاہر ملوکیت و استعمار سے نجات حاصل کر چکے ہیں مگر فرقہ واریت کے چنگل سے آزاد نہیں ہو سکے۔ فرقہ واریت

سے نجات حاصل کرنے کے لئے مولانا نیازی کی سفارشات اور عملی کاوشیں نہایت قابل قدر ہیں مگر سیاسی وحدت کے حصول کے بغیر مذہبی وحدت اور یگانگت کا حصول ناممکن ہے۔ امت کا اصل مسئلہ سیاسی ہے۔ سیاسی لامرکزیت اور عدم وحدت ہی ہمارے جملہ مسائل اور مصائب و آلام کا سبب ہے۔

مذہبی اتحاد کے ضمن میں مجاہد ملت کے افکار وتجاویز نہایت صائب اور قابل عمل ہیں۔ معروف سکالر ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ کے تجزیہ کے مطابق:

''فاضل مصنف کے ان افکار سے واضح ہوتا ہے کہ وہ روح عصر سے ہم آہنگ ہیں۔''

ڈاکٹر گورایہ کے نزدیک، اس وقت مسلمانوں کو اگر مذہبی طور پر متحد کیا جا سکتا ہے تو صرف اجتماعی اجتہاد کے ذریعے ممکن ہے اور عہد حاضر میں اجتماعی اجتہاد کا ذریعہ سوائے مسلم پارلیمنٹ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ مسلم پارلیمنٹ پورے عالم اسلام ہی کی ہو سکتی ہے جو امت کی سیاسی وحدت کی بازیابی کے بغیر تشکیل نہیں پا سکتی۔ یہی حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا پیغام ہے:

ربط و ضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دیں میں ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر

حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور احیاء واستحکام امت کا جو خواب دیکھا تھا اسے عمل کا جامہ پہنانے کا وقت آ گیا ہے:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈھ کر اسلاف کا قلب و جگر

اس وقت عالم اسلام میں احیائی تحریکیں زوروں پر ہیں اور بیداری کی ایک لہر دوڑ رہی ہے۔

بفرمودہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ:

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا گیا دور گراں خوابی
عروق مردۂ مشرق میں خون زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کی سینا و فارابی
کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

مولانا عبدالستار خان نیازی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے امریکہ کے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے جواب میں ''اسلامی عالمی نظام''......"The Islamic World Order" یعنی ''نظم اسلامی جہان'' امت کے حضور پیش کر کے اسے بھولا ہوا سبق یاد کرایا اور بتلایا کہ:

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی انامت کا
یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی
بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی و افغانی

امید ہے کہ مجاہد ملت، ''نظم اسلامی جہان'' کے قیام کے لئے اپنی عمر عزیز کی باقی ماندہ ساعتیں بھی اسی عزم جواں اور حوصلہ و استقامت کے ساتھ صرف کریں گے۔ حق تعالیٰ ان کی صحت و ہمت و استقامت میں اضافہ فرمائے اور امت مرحوم پر اس کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم)

محمد اشفاق چغتائی

8/ اکتوبر 1996ء

”میں سر بکف ہوں لڑا دے کسی بلا سے مجھے“

(صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی..........لاہور)

نظیر اکبر آبادی کا ایک خوبصورت مگر ولولہ انگیز شعر ہے:

وہ تری گلی کی قیامتیں کہ لحد سے مردے نکل پڑے
یہ مری جبین نیاز تھی کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

یہ شعر جب کبھی میرے قلم یا میری زبان کی نوک پر آتا ہے تو آنکھوں کے سامنے ان لوگوں کے چہرے آجاتے ہیں کہ جن کے دم سے کردار کی روایت زندہ اور وفا کی حکایت لذیذ چلی آرہی ہے۔

دنیا کی تاریخ شاہوں اور شاہ نوازوں سے بھری پڑی ہے، ہر عہد میں ظالم اور ظلمات فروش بکثرت نظر آتے ہیں، ہر دور حدیث خواب کہنے والے شب پرستوں سے معمور نظر آتا ہے اور کوئی زمانہ ضمیر کے تاجروں اور وفا کے سوداگروں سے خالی دکھائی نہیں دیتا، لیکن پہلو بہ پہلو وہ لوگ بھی ملتے ہیں جنہوں نے قرب شاہی پر خودآگاہی کو ہمیشہ فوقیت دی اور جنہوں نے ضمیر کو جنس دکاں اور وفا کو متاع ارزاں نہیں بننے دیا، یہی وہ دیوانے ہیں جن کے سامنے ہر صدی کے فرزانے پانی بھرتے نظر آتے ہیں اور یہی وہ سودائی ہیں جن کے وجود پر چمنستان فکر وعمل کی زیبائی و رعنائی موقوف ہے، خدا معلوم یہ لوگ نہ ہوتے تو کردار کا تسلسل کیسے قائم رہتا اور وفا کی آبرو کیوں کر بچتی؟

ہمارے مخدوم ومحترم مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کا شمار ایسے سخت کشان عشق میں ہوتا ہے جو طبعاً مشکل پسند واقع ہوئے ہیں، اگر انہیں کوئی دشوار مرحلہ درپیش ہو تو وہ اپنا سفینہ ڈبو دینے پر آجاتے ہیں کبھی طوفان سے مفاہمت کر کے ساحل پر پہنچنے کی آرزو نہیں کرتے، انہیں ابتلاؤں اور جفاؤں کے ہچکولوں میں لطف آتا ہے، کبھی ایوان حکومت کے ہنڈولوں میں جھولنے کی خواہش نہیں کی، وہ کڑکتی بجلیوں سے نباہ کرنے میں تنگ دل نہیں ہوتے مگر مصلحتوں کے نشیمن میں پناہ لینے کو عار سمجھتے ہیں۔

سچ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے اعتبار وفا قائم ہے، ورنہ مرغان بادنما تو آبروئے اہل نظر کو لے

ڈوبے تھے۔

مولانا نیازی نے 1915ء میں جنم لیا اور آج 2001ء کو ختم ہونے والا ہے۔ چودہ برس کم ایک صدی کی عمر کوئی کم عرصہ نہیں کہ کوئی شخص اس عمر میں سے ساٹھ برس ایک نقطہ نظر، ایک دستور حیات، ایک اصول زندگی اور ایک نصب العین کے لئے کھپا دے، اور ساٹھ برس کی شعوری زندگی کے ایک ایک روز وشب پر کسی لمحے ندامت نہ ہو اور وہ اس بڑھاپے میں بھی جوانوں کا سا آہنگ رکھتا اور فخر وتشکر کے ملے جلے جذبات کے ساتھ سینہ پھلا کر کہتا ہو:

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

مولانا نے 1936ء میں میانوالی میں صوفی اللہ داد مرحوم کے ساتھ مل کر ”مجلس اصلاح قوم“ کی بنیاد رکھی، اور یہ سطور لکھتے وقت 1996ء ختم ہونے کو آرہا ہے، جو خطیب جذبہ اصلاح اور قوم کی فلاح کے لئے منبر پر چڑھا تھا آج ساٹھ برس گزرنے کے بعد اسی جگہ پر کھڑا ہے، نہ اس کا جذبہ سرد پڑا ہے، نہ الفاظ ختم ہوئے ہیں نہ لہجہ بدلا ہے، نہ حوصلہ پست ہوا ہے، اور نہ رشتہ امید ٹوٹا ہے۔

ان ساٹھ برسوں میں کیا کیا کچھ نہیں ہو گیا، ایک عالمی جنگ عظیم گزر گئی، برصغیر سے انگریز رخصت ہو گیا، پاکستان وجود میں آگیا، عالم اسلام فرنگی اور فرانسیسی تسلط سے خلاصی پا گیا، روسی استعمار شکست کھا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ مناظر عالم بدل گئے، روایات خرافات میں کھو گئیں، قدر ومنزلت کے نئے پیمانے وجود میں آگئے، عروج وزوال کی نئی داستانیں لب ہستی پر آگئیں، غازی غدار اور غدار رونق اقتدار ہو گئے، گھوڑوں کے سائیس نیا جنم لے کر رئیس اور اقلیم عشق کے سفیر پابہ زنجیر اور اسیر بن گئے، کل تک جو کسی کی اترن پہنتے تھے آج ان کی پھبن دیکھنے کے لائق ہے، کل تک جو در پر پڑے رہتے تھے آج گھر کے مالک نظر آتے ہیں، کل تک جن کے ہاتھ میں کاسہ گدائی تھا آج وہ ملبوس خلعت شاہی ہیں، جنہیں کل تک بات کرنے کا سلیقہ نہ تھا آج رونق بزم بنے ہوئے ہیں، کل تک جن کے ماتھے پر داغ رسوائی تھا آج وہ دنیا کو آداب کجکلاہی سکھلاتے پھر رہے ہیں، کل تک جن کے دامن میں سوچھید تھے آج ان کی پارسائی کے قصیدے لکھے اور پڑھے جارہے ہیں، غرضیکہ ہر صاحب نظر محو حیرت ہے کہ دنیا کیا سے کیا ہو گئی ہے مگر مولانا نیازی نے ان قیامت خیز تبدیلیوں میں نہ تو اپنے دامان توکل کا کوئی پیوند کسی کے پاس گروی رکھا

اور نہ کسی سے داغ دل کا معاوضہ وصول کیا۔

ہونہار بروا کے ایسے ہی چکنے پات دیکھ کر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے 1941ء میں مولانا نیازی کے بارے میں کہا تھا (جبکہ مولانا ابھی چھبیس برس کے تھے)

''جس قوم کے پاس عبدالستار خان نیازی جیسے پیکران یقین وصداقت اور صاحبان عزم وہمت ہوں اس کے پاکستان کو کون روک سکتا ہے۔''

جن لوگوں کے بارے میں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے برملا کہا تھا کہ یہ میری جیب کے کھوٹے سکے ہیں، انہوں نے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے پاکستان سے اتنا کچھ وصول کیا ہے کہ انہیں انگریز کی سچی اور کھری نوکری سے بھی اس قدر حصہ نہیں ملا تھا، وزارتیں، سفارتیں، پرمٹ، لائسنس، تمغے مگر مولانا نیازی نے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی نظر میں یقین وصداقت اور عزم وہمت کا پیکر ہوتے ہوئے بھی خود کو پاکستان کا ''چوکیدار'' سمجھا، اس کے وسائل میں اپنے آپ کو ''حصہ دار'' نہیں جانا، بانی پاکستان کے کلمات تحسین کو حصول زر اور زمین کا ذریعہ نہیں بنایا اور صداقت وہمت کے عوض حکومت اور دولت لینے کی خواہش سینے میں نہیں پالی، پاکستان میں ہلدی کی گانٹھ ملنے پر پنسار کی دکان سجا کر بیٹھنے والے ہر قدم پر ملتے ہیں، لیکن مولانا نیازی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے قیام سے لے کر 1940ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری تک اور تشکیل پاکستان سے لے کر قرارداد مقاصد کی جدوجہد تک، تحریک ختم نبوت میں مرحلہ دار ورسن سے لے کر ایوبی آمریت تک، رنگیلے جرنیل کی ''یحیٰی خانی'' سے لے کر ذوالفقار علی بھٹو کی ''پھنے خانی'' تک، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ سے لے کر ضیاء الحق کے مارشل لاء تک، ہر جگہ اور ہر قدم پر:

چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

مولانا نیازی رکن اسمبلی بھی رہے ہیں اور جیل کے قیدی بھی، نہ زرق برق ایوان میں خوئے قناعت چھوڑی اور نہ گوشہ زنداں میں آبروئے استقامت داغدار ہونے دی، ورنہ ترہیب میں بڑے بڑے طرہ دار بھٹک گئے اور ترغیب میں نامی گرامی پرہیزگار بہک گئے، عیش میں یاد خدا اور طیش میں خوف خدا ہمیشہ مردان خدا کا خاصہ رہا ہے، عقیدے میں جس سلامتی، کردار میں جس پختگی، گفتار میں جس راستی اور فکر میں جس پاکیزگی کا مولانا نیازی نے ہمیشہ اہتمام روا رکھا ہے اگر وہ صاحب سجادہ ہوتے تو ان کی کرامت کے دفتر تیار ہو چکے ہوتے، اگر سیاست میں اصول پسندی

اور جبر سے عدم مفاہمت واحد معیار حکومت ہوتا تو آج مولانا ملک کے سب سے بڑے سیاسی و حکومتی عہدے پر فائز ہوتے، لیکن جن کا نصب العین جدوجہد ہو انہیں آسودگی ساحل اور قربت منزل کبھی راس نہیں آتی، بلکہ وہ تو قافلہ سالار کو درخواست کرتے ہیں کہ:

اس وقت مجھے بھٹکا دینا جب سامنے منزل آ جائے

یہاں ایک اور پہلو موجب حیرت ہے کہ مولانا نیازی کا طرہ دیکھیں تو ہر وقت کلف لگا ہوا، گردن ہر لحہ اٹھی ہوئی، لباس سلوٹ سے پاک، چال میں نام کو خم نہیں، اعصاب مضبوط اور آہنی، لہجہ لوچ سے ناآشنا، آواز میں طنطنہ، یہ شخص جب ملک امیر محمد خان سے مخاطب ہو تو شیر کی طرح دھاڑتا ہے، یحیٰی خان کے خلاف بولے تو انگارے برساتا ہے، بھٹو سے ہمکلام ہو تو شمشیر بے نیام بن جاتا ہے، ضیاء الحق سامنے ہو تو غصہ تھامنے میں وقت لگے مگر یہی شخص جب خدا کے حضور کھڑا ہوتا ہے تو بید کی لکڑی کی طرح لرز رہا ہوتا ہے، رسول اکرم ﷺ کا ذکر آئے یا محفل میں نعت پڑھی جائے تو یہ سراپا آہن وآتش شخص دھوئیں کی طرح تحلیل ہوتا دکھائی دیتا ہے، خوانین اور نوابوں سے جرأت کے ساتھ آنکھیں ملانے والا ذکر رسول ﷺ پر بچوں کی طرح بلبلانے لگتا ہے، اور جب بھی اس 86 سالہ بوڑھے سے عمر پوچھی جائے تو کہتا ہے کہ میں کیا اور زندگانی کی بہاریں کیا، حاصل عمر جاوداں صرف وہی روز وشب ہیں جو میں نے 1953ء میں اینٹی قادیانی موومنٹ کے دوران حرمت رسول ﷺ کے تحفظ کے عوض ملنے والی سزائیں موت کے حوالے سے جیل کی کال کوٹھڑی میں بسر کئے تھے یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں وجیہ السیماء عرفانی مرحوم نے کہا تھا:

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

اس پیکر عزم وہمت اور مرد خود آشنا وخدا آگاہ کی سوانح اور خدمات کو ابنائے قوم کے سامنے پیش کرنے کا خوشگوار فریضہ ہمارے محترم دوست، علم پرور اور ہر دم نکات ومعارف کی جستجو میں لگے رہنے والے جناب محمد صادق قصوری نے انجام دیا ہے، قبل ازیں قصوری صاحب سنوسئی ہند حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت پر کام کر چکے ہیں اور ''قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مجاہد ملت'' کی تاریخی خط وکتابت کی ترتیب وتدوین بھی کی ہے، اس کے علاوہ ''اکابر تحریک پاکستان'' کے نام سے ایک وقیع اور دستاویزی کتاب تالیف کر چکے ہیں جس میں انہوں

نے یقینی مصادر اور صحیح معلومات کے حوالے سے ان بزرگان اہل سنت کا چہرہ اجالا ہے جنہیں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان چلانے کا لازوال اور یادگار شرف حاصل ہے۔ اب مولانا نیازی کی حیات وخدمات پر انہوں نے ''مجاہد ملت'' قلمبند کی ہے۔

جناب صادق قصوری اگرچہ علم وفضل کے مراکز سے بہت دور برج کلاں (قصور) میں رہتے ہیں لیکن کسی کا ذوق اگر علمی ومطالعاتی ہو تو زمینی فاصلے اس کے لئے بے معنی ہو جاتے ہیں، چنانچہ موصوف دیہات میں رہنے کے باوجود علم وفکر کی لذت سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں، اس طرح جس محکمے میں وہ کام کرتے ہیں اس کا قرطاس وقلم اور کتاب ومطالعہ سے کوئی رشتہ نہیں، لیکن خدا کسی کو ذہن رسا اور ذوق مصفا عطا کر دے تو وہ شخص مور کی طرح چمنستان رنگ و حسن اپنے جسم میں سجائے رکھتا ہے، جب چاہا پر کھول دیئے اور رنگوں کا سیلاب آ گیا، ایسے چمن بدوش لوگ ہر عہد میں اور ہر جگہ پائے جاتے ہیں:

جائیے کس واسطے اے درد میخانہ کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانہ کے بیچ

مؤلف موصوف نے بڑی محنت لیکن جذبات عقیدت کے ساتھ ''مجاہد ملت'' کو مرتب کیا ہے جس میں انہوں نے واقعات کی صحت، تسلسل کا اہتمام کیا ہے، ادھر ادھر سے بات کو جوڑنے کے بجائے تواریخ وسنین کی ترتیب کے ساتھ حالات کو قلم بند کیا ہے۔

کتاب کو دیکھ کر نہ تو یہ رائے قائم کی جائے کہ مؤلف نے اپنے ممدوح کی قصیدہ خوانی کی ہے اور نہ ہی راقم الحروف کو مولانا کے ایک عقیدت مند کا الزام دیا جائے بلکہ اسے ایک خوشگوار آغاز سمجھا جائے کہ کسی اچھے انسان کی تعریف بغیر خوف اور لوث کے کی جا سکتی ہے ورنہ ہمارے ہاں زیادہ تر یا تو ارباب اقتدار کے قصیدے مرتب کئے جاتے ہیں یا قارون کے ورثاءِ اصحاب زرو جاگیر پر تعریف کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں، لیکن وہ لوگ جنہوں نے کسی اعلیٰ نصب العین کے لئے جینے کا حوصلہ دکھایا اور تہی دامنی کو اپنی سب سے بڑی دولت قرار دیا ان کے بارے میں لکھا بھی جاتا ہے تو اس وقت جب وہ اس دنیا میں نہیں ہوتے ان کی کسی بات کی تصدیق بھی نہیں ہو پاتی اور تردید بھی ممکن نہیں رہتی اپنا سب کچھ قوم وملک کے لئے تج دینے والوں کا اتنا حق تو بنتا ہے کہ ان کے جیتے جی ان پر لکھا جائے جس سے ان کو تو کوئی غرض شائد نہ ہو لیکن معاصرین کے

لئے ان کے نقوش حیات دلیل راہ بن سکتے ہیں۔

زندگی صرف حکومت کرنے اور دولت سمیٹنے کا نام نہیں اس کے علاوہ بھی زندگی کا کوئی مفہوم ہوتا ہے، جو صرف ان پر منکشف ہوتا ہے جو زندگی کو صرف سانس کی آمدورفت نہیں بلکہ استقامت وحمیت کا مرقع سمجھ کر بسر کرتے ہیں مجھے ''مجاہد ملت'' پر کچھ لکھنے میں تامل تھا کیونکہ جو شخص عافیت کا ایک لمحہ بھی گنوانے کو تیار نہ ہو وہ عشق کی وادی بلاخیز کے انتھک مسافر کے بارے میں کیا رائے دے سکے گا؟ لیکن یہ سوچ کر کہ شائد اپنے قلم سے نکلے ہوئے لفظوں کی لاج رکھنے کو اپنے اندر کوئی تبدیلی لا سکوں یہ چند سطریں لکھنے کا حوصلہ کر لیا۔ بعض لمحے اور لفظ زندگی کا رخ موڑ دیتے ہیں۔

(صاحبزادہ) سید خورشید احمد گیلانی
22۔ ایچ مرغزار کالونی لاہور
18/نومبر 1996ء

حرفِ چند

(بلبل پاکستان بشریٰ رحمٰن............لاہور)

مجاہدِ ملت پیکرِ عظمت و عزائم، نقشِ اسلاف وحمیت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی صرف ایک شخص کا نام نہیں، یہ ایک پورے عہد کا نام ہے جو دوسری جنگ عظیم کے اختتام سے شروع ہوتا ہے۔ مسلمانان برصغیر کے اندر آزادی وخودی کا ایک شعلہ جوالہ بھڑکاتا ہے اور تخلیق پاکستان تک آکے ایک دوسرے اور نئے دور کا آغاز کرتا ہے۔

بیسویں صدی نے مسلم امہ کو بہت سی عہد ساز شخصیات سے مالا مال کیا ہے۔ انہی میں سے ایک بہت بڑا اور اجلا نام محترم مجاہد ملت کا بھی ہے۔ دنیا میں نت دن اربوں کھربوں لوگ پیدا ہوتے ہیں لیکن کچھ خوش نصیب ماؤں کے لعل ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں روز اول سے نجات و راست بازی کی گھٹی لگا دی جاتی ہے۔ صداقت اور نیابت ان کے ماتھے پہ لکھ دی جاتی ہے اور راہبر آشنائی کی رمز ان کی ہتھیلی کی انمٹ لکیروں میں پرو دی جاتی ہے۔

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی مجاہدانہ اور عارفانہ روداد حیات روشنی کے منارے کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ بچپن ہو، عنفوان شباب ہو یا عہد پیری، ان کی زندگی کا کوئی دور مقصدیت سے عاری نظر نہیں آتا۔ خوشا وہ بندے............جو اللہ ہی کے لئے اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں اور تقوے کی بنیاد پر ہر جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں روز جیتے ہیں اور مرتے ہیں۔

ایک حدیث مبارکہ ہے۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ طَلَبَنِیْ وَجَدَنِیْ۔

جو مجھے طلب کرتا ہے پالیتا ہے۔

وَمَنْ وَجَدَنِیْ عَرَفَنِیْ۔

اور جو پالیتا ہے وہ مجھے پہچان لیتا ہے۔

وَمَنْ عَرَفَنِیْ اَحَبَّنِیْ۔

جو مجھے پہچان لیتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔

وَمَنْ اَحَبَّنِیْ عَشَقَنِیْ۔

جو مجھ سے محبت کرتا ہے میرا عاشق ہو جاتا ہے۔

وَمَنْ عَشَقَنِیْ قَتَلْتُهٗ۔

اور جو میرا عاشق ہو جاتا ہے میں اسے مار ڈالتا ہوں۔

وَمَنْ قَتَلْتُهٗ فَعَلَیَّ لَازِمٌ دِیَتُهٗ۔

اور جس کو میں مار ڈالتا ہوں اس کی دیت مجھ پر لازم آتی ہے۔

اس کی راہ میں قتل ہو جانے والوں کی ایک کہکشاں سامنے آتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت داتا گنج بخش فیض عالم رحمتہ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ، حضرت بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ......علیٰ ھذا القیاس......کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، وہ انہیں لوگوں میں محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا عبدالستار نیازی جیسے لوگ بھی پیدا کر دیتا ہے کیونکہ یہ اللہ کو پہچان کر اس سے محبت کرنے والوں میں شامل ہو جاتے ہیں مگر ان کا راستہ اور منزل خدمت بنی نوع انسان سے ہو کر گزرتی ہے۔ خدا تک جانے کے لئے کئی راستے ہیں مگر یہ کہ جس کے لئے، خدا جو راستہ معین فرمائے۔

یہ درست ہے کہ قومیں اپنے ارتقائی تدبر اور ریاستی وسیلوں سے ناپی اور تولی جاتی ہیں مگر میں سمجھتی ہوں، قومیں بڑے آدمیوں سے بنتی ہیں۔ قوم کا سب سے بیش قیمت اثاثہ اس قوم کی شخصیات ہوتی ہے۔ جس ملت کے پاس ماضی میں قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے رفقائے کار تھے اور جس ملک میں آج مجاہد ملت اور ان کے ہم عصر بستے ہیں، وہ قوم لاچار نہیں کہلا سکتی، وہ ملک غریب نہیں ہو سکتا۔ انہی کی وجہ سے دولت فکر و آگہی اور تدبیر ریاست و سیاست کی پاس ہے۔ انہی اللہ والوں اور شعور شریعت اور روحانی و اخلاقی قدروں کا پاس ہے اور دین متین کی اعلیٰ روایات کا احساس ہے۔

یہی وہ چراغ ہیں جو مجاہد ملت کی سوانح عمری کے صفحات میں جگمگاتے ہوئے ملتے ہیں۔ مجھ

ناچیز اور کم علم کے لئے حضرت شفیق محترم مولانا عبدالستار خان نیازی کی ہمالہ صفت شخصیت کا احاطہ تحریر میں لانا گویا چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مترادف ہے۔ اس ضمن میں صادق قصوری مبارکباد کے مستحق ہیں کہ بیسویں صدی کی ایک عہد آفرین شخصیت کا سوانحی خاکہ ترتیب دے رہے ہیں۔ یہ بہت خوب کام ہے۔ اللہ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

وقت کا تقاضا ہے کہ اپنے محسنوں کے کارناموں کو از بر کرنے کے لئے ایسی تمام کتب کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ جن لوگوں کے لئے حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

تو نڑیں جو دریا نوش ہن
مدہوش تھی خاموش ہن
اسرار دے سرپوش ہن
صامت رہن سارن نہ بک!

بشریٰ رحمٰن
8۔سی، احمد پارک
نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

"ایک نہایت ہی محترم رائے"

(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کراچی)

حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی زید لطفہ، کی شخصیت اس قابل تھی کہ اس پر سیر حاصل لکھا جائے۔ الحمدللہ، آپ نے ملت اسلامیہ کی طرف سے یہ فرض ادا کر دیا.......... مولانا محترم کی سچی اور کھری زندگی ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے اور ان کی مساعی جمیلہ کا دارین میں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
ہمسایہ جبریل امیں، بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن، نہ بخارا نہ بدخشان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
فطرت کا سرود ازلی، اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا، صفت سورۂ رحمان

(اقبالؒ)

مجاہد ملت کے ماہ وسال

نمبر	واقعہ	تاریخ
1	ولادت باسعادت	یکم اکتوبر 1915ء
2	والد ماجد جناب ذوالفقار خان نیازی کا انتقال	1919ء
3	دادی جان فتح خاتون کا انتقال	1920.21ء
4	والدہ ماجدہ مہرالنساء کا انتقال	1923ء
5	نانا جان صوفی محمد خان نیازی کا انتقال	1932ء
6	گورنمنٹ ہائی سکول عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں لائبریری سیکرٹری	1931.32ء
7	گورنمنٹ ہائی سکول عیسیٰ خیل میانوالی سے میٹرک میں کامیابی	1933ء
8	اشاعت اسلام کالج لاہور میں داخلہ	1933ء
9	اشاعت اسلام کالج لاہور میں ''مجلس دعوت وارشاد'' کی نظامت	1933-34ء
10	اکلوتی ہمشیرہ زینب کا انتقال	1934ء
11	اشاعت اسلام کالج لاہور سے دو سالہ ماہر تبلیغ کورس میں اولین پوزیشن اور علامہ اقبالؒ کے دست مبارک سے سند کامیابی	جنوری 1935ء
12	منشی فاضل کے امتحان میں اعلیٰ پوزیشن میں کامیابی	1935ء
13	وفات تایا جان محمد ابراہیم خان نیازی	1935-36ء
14	انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں نمایاں کامیابی	1936ء
15	مجلس اصلاح قوم میانوالی کی بنیاد	1936ء
16	اسلامیہ کالج لاہور میں تھرڈ ایئر میں داخلہ	ستمبر اکتوبر 1936ء
17	دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی بنیاد	1936ء
18	چچا جان احمد خاں کی وفات	1937ء
19	بی اے کے امتحان میں نمایاں کامیابی	1938ء

نمبر	واقعہ	تاریخ
20	مجلس اصلاح قوم میانوالی کا نام بدل کر ''انجمن اصلاح المسلمین'' رکھنا	1938ء
21	ضلع مسلم لیگ میانوالی کا کنوینر وصدر منتخب ہونا	1938-1940ء
22	اسلامیہ کالج لاہور میں ایم اے (عربی) میں داخلہ	1938ء
23	دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا صدر منتخب ہونا	1939-1940ء
24	بابائے قوم حضرت قائداعظمؒ سے دہلی میں پہلی ملاقات	اکتوبر 1939ء
25	ڈسٹرکٹ میانوالی مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن پنجاب یونیورسٹی کا صدر منتخب ہونا	1939-1940ء
26	پمفلٹ ''نقاب الٹ جانے کے بعد'' کی اشاعت	1939ء
27	مسلم لیگ کے اجلاس قرارداد لاہور میں سرگرم شرکت	مارچ 1940ء
28	دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام حبیبیہ ہال لاہور میں ''خلافت پاکستان کانفرنس'' کا شاندار انعقاد	مارچ 1940ء
29	ایم اے (عربی)	1940ء
30	دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام اسلامیہ کالج لاہور میں قائداعظمؒ کی زیر صدارت ''پاکستان کانفرنس'' سے خطاب، قائداعظم کا خراج تحسین اور ''پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی'' کا سیکرٹری منتخب ہونا	فروری، مارچ 1941ء
31	بابائے قوم حضرت قائداعظمؒ سے بھرپور خط وکتابت	مئی 1941 تا اگست 1941ء
32	لائل پور (حال فیصل آباد) میں طلباء کی تاریخ ساز ''پاکستان کانفرنس'' کا انعقاد واہتمام	جولائی 1941ء
33	قائداعظمؒ کے مخالف اخبارات کے خلاف بھرپور احتجاج اور لاہور میں اخبارسوزی کے ناقابل فراموش مناظر	جولائی 1941ء

نمبر	واقعہ	تاریخ
34	سر سکندر حیات خان وزیر اعظم پنجاب کے خلاف کامیاب سیاسی مہم	جولائی، اگست 1941ء
35	قائداعظمؒ سے دہلی میں دوسری ملاقات	ستمبر اکتوبر 1941ء
36	آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا جائنٹ سیکرٹری منتخب ہونا	1941ء
37	ایم اے (فارسی)	1941ء
38	ضلع مسلم لیگ میانوالی کا دوبارہ صدر منتخب ہونا	1942ء
39	''اقبال ڈے کمیٹی'' کا سیکرٹری منتخب ہونا	1942-43ء
40	حضرت قائداعظمؒ سے تیسری ملاقات	1942ء
41	اسلامیہ کالج لاہور میں بطور ''ڈین آف اسلامک سٹڈیز'' تقرری	1942 تا 1946ء
42	پنجاب مسلم لیگ کے پہلے سالانہ اجلاس لائل پور (فیصل آباد) کا اہتمام اور قائداعظمؒ کا شاندار استقبال	نومبر 1942ء
43	انجمن نعمانیہ ہند لاہور کا ڈپٹی سیکرٹری جنرل اور سیکرٹری تعلیمات منتخب ہونا	1943-1947ء
44	انجمن اسلامیہ پنجاب کا سیکرٹری تنظیم مساجد منتخب ہونا	1943-44ء
45	پنجاب مسلم لیگ کا پروپیگنڈا سیکرٹری و سیکرٹری آرگنائزیشن منتخب ہونا	1943ء
46	پنجاب مسلم لیگ اور آل انڈیا مسلم لیگ کا کونسلر منتخب ہونا	1943-47ء
47	پنجاب مسلم لیگ کے سالانہ سہ روزہ اجلاس منعقدہ سیالکوٹ میں شرکت اور مجاہدانہ خطاب	اپریل 1944ء
48	مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن پنجاب کی دو روزہ ڈویژنل کانفرنس امرتسر میں شرکت اور باطل سوز خطاب	اکتوبر 1944ء
49	اسلامیہ کالج لاہور میں تقسیم انعامات کی تقریب میں قائداعظمؒ کی تشریف آوری اور مجاہد ملت کا ولولہ انگیز خطاب	1944ء
50	پنجاب مسلم لیگ کونسل سے یہ تجویز منظور کرانا کہ ''پاکستان کا آئین شریعت اسلامیہ پر مبنی ہوگا۔''	1944ء

نمبر	واقعہ	تاریخ
50-A	پنجاب مسلم لیگ کا چھ ماہ کے لئے قائم مقام سیکرٹری جنرل بننا	1944ء
51	کتاب ''پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا؟'' کی تصنیف و اشاعت	1945ء
52	انجمن نعمانیہ ہند لاہور اور انجمن اسلامیہ پنجاب کا سیکرٹری منتخب ہونا	1945ء
53	اسلامیہ کالج لاہور میں صدر شعبہ علوم اسلامیہ کی آسامی پر فائز ہونا	1945ء
54	میانوالی سے پنجاب اسمبلی کا رکن منتخب ہونا	1946-51ء
55	وزیر اعظم پنجاب سر خضر حیات ٹوانہ کیخلاف تحریک کی قیادت اور تاریخی ٹکر	1946ء
56	عربک کالج دہلی میں تاریخ ساز ''مسلم لیگ لیجسلرز کنونشن'' میں شرکت، خطاب اور حضرت قائداعظمؒ سے ملاقات	اپریل 1946ء
57	امپیریل ہوٹل دہلی میں کیبنٹ مشن پلان کے سلسلہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں قائداعظمؒ کی زیر صدارت باطل شکن خطاب	جون 1946ء
58	سید الاحرار مولانا حسرت موہانی سے دہلی میں یادگار ملاقات	جون 1946ء
59	قائداعظمؒ کے حکم پر اسلامیہ کالج لاہور سے استعفیٰ اور راست اقدام کی سرگرمیوں کے لئے خود کو وقف کرنا	جولائی 1946ء
60	پنجاب میں سول نافرمانی کی تحریک کی صدارت و ڈکٹیٹرشپ اور قید و بند کی صعوبتیں	جنوری 1947ء
61	آل انڈیا مسلم لیگ میں ''خلافت پاکستان گروپ'' کے داعی	1947ء
62	قائداعظمؒ کے نام آخری خط	مارچ 1947ء
63	آل پاکستان مسلم لیگ میں ''خلافت پاکستان گروپ'' کے نام سے پہلی اپوزیشن کا قیام	1948-1951ء
64	امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کی زیر سرپرستی ''تحریک نفاذ شریعت'' کا آغاز	1947ء
65	دربار عالیہ علی پور سیداں میں امیر ملتؒ کی خدمت میں پہلی حاضری	1947ء

66	لاہور سے ہفت روزہ ''خلافت پاکستان'' کا اجراء	1948ء
67	اشاعت پمفلٹ ''مسلم لیگ یا مجرم لیگ''	1948ء
68	اشاعت پمفلٹ ''ففتھ کالمسٹ کون ہے؟''	1948ء
69	اشاعت پمفلٹ '' آج پاکستان کے مسائل کیا ہیں؟''	1948ء
70	ضبطی پمفلٹ ''ففتھ کالمسٹ کون ہے؟''	1949ء
71	دربار عالیہ علی پور سیداں میں امیر ملتؒ کی خدمت میں دوسری حاضری	1949ء
72	لاہور میں '' آل پاکستان مسلم لیگ ورکرز کنونشن کا انعقاد''	مارچ 1950ء
73	'' آل پاکستان عوامی لیگ'' کا قیام وسیکرٹری جنرل منتخب ہونا	مارچ 1950ء
74	اشاعت '' خطبہ استقبالیہ آل پاکستان مسلم لیگ'' ورکرز کنونشن	مارچ 1950ء
75	کتابچہ '' آل پاکستان مسلم لیگ ورکرز کنونشن کے فیصلے''	1950ء
76	سید حسین شہید سہروردی سے اختلافات اور جدا راہیں	1951ء
77	''تحریک خلافت پاکستان'' کے نام سے نئی سیاسی جماعت کا قیام و صدر منتخب ہونا	1951-1970ء
78	میانوالی سے دوبارہ ممبر پنجاب اسمبلی منتخب ہونا	1951-1956ء
79	لاہور میں ''کل پاکستان مؤتمر تعلیمات اسلامیہ عربیہ'' کا انعقاد	مارچ 1952ء
80	وزیراعلیٰ پنجاب میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ سے معرکہ آرائی	1952ء
81	سرہند شریف میں حاضری، ہندوؤں کے سامنے حق گوئی و بیباکی کا عدیم المثال مظاہرہ اور بھارت میں تازیست داخلہ پر پابندی	1952ء
82	تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ اور سرفروشانہ کردار، سزائے موت کی سزا جو بعد میں عمر قید میں تبدیل ہوگئی	1953ء
83	دو سال کی زندانی کے بعد ضمانت پر رہائی	اپریل 1955ء
84	مقدمہ ختم اور باعزت رہائی (بفضل خدا)	مئی 1955ء

85	پیرومرشد حضرت فقیر قادر بخش آف میبل شریف ضلع بھکر کا انتقال	ستمبر 1955ء
86	حکومت کی طرف سے مقدمے ہی مقدمے	1956ء
87	پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طرف سے ''بین الاقوامی اسلامی کالوکیم'' کے انعقاد کے موقعہ پر اسلام دشمن قوتوں اور سر ظفر اللہ خاں قادیانی کی سرکوبی	دسمبر 1957ء
88	''مجلس تحفظ اسلام'' کا قیام اور تمام مسالک کے علماء کا اتفاق رائے سے صدر منتخب کرنا	دسمبر 1957ء
89	کتاب ''تحریک ختم نبوت 1953ء'' کی اشاعت	1957ء
90	پمفلٹ ''پاکستان کو بچانے کے لئے تحریک کی ضرورت'' کی اشاعت	1957ء
91	''بین الاقوامی سیرت النبی کانفرنس کراچی'' میں مجاہدانہ خطاب اور صدر کانفرنس جنرل محمد ایوب خان کا کانفرنس سے فرار	مارچ 1959ء
92	کتابچہ ''پیغمبر اسلام'' (مقام رسول عقل کی روشنی میں) کا پہلا ایڈیشن	1959ء
93	جگری دوست اور رفیق حمید نظامی کا انتقال	فروری 1962ء
94	قومی اسمبلی کے الیکشن میں میانوالی سے بطور آزاد امیدوار حصہ، گورنر امیر محمد خان سے معرکہ آرائی، دھونس و دھاندلی سے جبری شکست	1962ء
95	نواب کالاباغ ملک امیر محمد خان کا پہلا قاتلانہ حملہ بمقام داؤدخیل	جون 1962ء
96	نواب کالاباغ ملک امیر محمد خان کا دوسرا قاتلانہ حملہ بمقام موسیٰ خیل	اکتوبر 1962ء
97	''کتابچہ شہریت اور ملت'' (مسلمان کی تعریف) کی اشاعت	1963ء
98	نواب کالاباغ کا تیسرا قاتلانہ حملہ بمقام لکشمی چوک لاہور	ستمبر 1964ء
99	نواب کالاباغ کا چوتھا قاتلانہ حملہ لاری اڈا کالاباغ	دسمبر 1964ء

100	1965ء کی پاک بھارت جنگ میں عوام کا مورال بلند کرنا	ستمبر 1965ء
101	اعلان تاشقند کے خلاف تحریک کا آغاز اور سلسلہ قید و بند	1966ء
102	انتہائی پیارے اور بزرگ دوست مولانا محمد ابراہیم علی چشتی کا لاہور میں انتقال	جولائی 1968ء
103	حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارک	1968-69ء
104	مشرقی پاکستان کا دس روزہ دورہ خیر سگالی	1969ء
105	''تحریک خلافت پاکستان'' کا ''جمعیت علماء پاکستان'' میں ادغام	1970ء
106	جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر میانوالی سے قومی اسمبلی کے الیکشن میں حصہ اور نوابزادگان کالا باغ کی طرف سے دھاندلی کی وجہ سے ناکامی	دسمبر 1970ء
107	کتاب ''خلافت پاکستان'' کی اشاعت	فروری 1970ء
108	پمفلٹ ''سوشلزم'' کی اشاعت	1970ء
109	پمفلٹ ''نظریہ پاکستان اور ہم'' کی اشاعت	1970ء
110	پمفلٹ ''مسلم لیگ خلافت پاکستان گروپ کے اغراض مقاصد'' کی اشاعت	1970ء
111	پمفلٹ ''اسلام یا سوشلزم'' کی اشاعت	1970ء
112	کتاب ''مسودہ آئین خلافت پاکستان'' کی اشاعت	1971ء
113	جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کی کنوینر شپ	مارچ 1972ء
114	جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کا صدر منتخب ہونا	ستمبر 1972ء
115	بنگلہ دیش نامنظور تحریک کی قیادت اور قید و بند	نومبر 1972ء
116	پہلا حج مبارک و زیارت روضہ اقدس	جنوری 1973ء
117	جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی سیکرٹری جنرل منتخب ہونا	مئی 1973ء
118	دوسرا حج مبارک و زیارت مدینہ منورہ	دسمبر 1974ء
119	تحریک ختم نبوت 1974ء میں مرکزی کردار	جون 1974ء

120	آل پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت کی تشکیل اور مرکزی نائب صدر منتخب ہونا	جون 1974ء
121	قادیانیوں کا غیر مسلم قرار دیا جانا	ستمبر 1974ء
122	ورلڈ اسلامک مشن (بریڈفورڈ) کی دعوت پر یورپ کا چھ ماہ کا طویل دورہ اور ورلڈ اسلامک مشن کا سینئر نائب صدر منتخب ہونا	دسمبر 1974ء تا مارچ 1975ء
123	حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنیؒ سے جمیع سلاسل تصوف کی خلافت	اپریل 1975ء
124	جمعیت علماء پاکستان کا دوبارہ سیکرٹری جنرل منتخب ہونا	مئی 1975ء
125	کل پاکستان قومی کنونشن لاہور کے کنوینر کی حیثیت سے گرفتاری	جون 1975ء
126	میانوالی کے تفصیلی دورہ کے نتیجہ میں گرفتاری	نومبر 1975ء
127	بھٹو دور میں شدید قاتلانہ حملہ	اپریل 1976ء
128	تایازاد، جانثار بھائی حکیم محمد عمر خان نیازی کا انتقال	1976ء
129	اشاعت کتاب Divine Values of Islam	1976ء
130	پیغمبر اسلام (مقام رسول عقل کی روشنی میں) کا دوسرا ایڈیشن	1976ء
131	کتاب نعرہ حق کا پہلا ایڈیشن	دسمبر 1976ء
132	''پاکستان قومی اتحاد'' کی تشکیل میں قائدانہ کردار	جنوری 1977ء
133	انتہائی پیارے دوست حکیم محمد انور بابری کا انتقال	فروری 1977ء
134	بھٹو دور میں میانوالی سے قومی اسمبلی کے الیکشن میں حصہ، دھاندلی کی اپیل منظور	مارچ 1977ء
135	آغاز تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ	مارچ 1977ء
136	راولپنڈی سے مجاہدانہ شان سے گرفتاری	مارچ 1977ء
137	صوبہ سرحد کا شاندار تنظیمی دورہ	دسمبر 1977ء
138	پیغمبر عالم (مقام رسول عقل کی روشنی میں) کا تیسرا ایڈیشن	1977ء
139	کتاب نعرہ حق کا دوسرا ایڈیشن	جون 1978ء
140	کل پاکستانی سنی کانفرنس ملتان سے ولولہ انگیز خطاب	اکتوبر 1978ء

141	''کل پاکستان میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس'' رائیونڈ سے مجاہدانہ خطاب	مارچ1979ء
142	جمعیت علماء پاکستان سمندر پار کے زیر اہتمام برمنگھم میں نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس سے خطاب	جولائی1979ء
143	جمعیت علماء پاکستان کی رجسٹریشن	1979ء
144	صدر جنرل ضیاء الحق سے ملاقات کے دوران مطالبات نفاذ اسلام و جمہوریت	اپریل1980ء
145	ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) میں ورلڈ اسلامک مشن کی چوتھی عالمی کانفرنس میں شرکت وخطاب	جون1980ء
146	شرائط کی منظوری کے بغیر صدر جنرل ضیاء الحق سے ملاقات سے انکار	مارچ1981ء
147	مسلم لیگ اور جمعیت علماء پاکستان کا سیاسی اتحاد	مارچ1981ء
148	''اتحاد بین المسلمین'' کا قابل عمل فارمولا	جنوری1983ء
149	کنزالایمان کے خلاف سازش اور اس کا مثبت جواب	جنوری1983ء
150	ہالینڈ، برطانیہ، حجاز مقدس اور عراق کا تفصیلی دورہ	فروری، مارچ 1983ء
151	ضیاء حکومت کے خلاف راست اقدام کا اعلان اور حکومت کی بوکھلاہٹ	اگست1983ء
152	دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں تاریخی یا رسول اللہ ﷺ کانفرنس سے خطاب	اپریل1984ء
153	جمعیت علماء پاکستان کے بار سوم بلا مقابلہ سیکرٹری جنرل	نومبر1984ء
154	ہائیڈ پارک لندن میں پہلی میلاد کانفرنس سے ایمان افروز خطاب	دسمبر1984ء
155	جنرل ضیاء کے نام نہاد ریفرنڈم پر سخت گرفت	دسمبر1984ء
156	کتاب ''اتحاد بین المسلمین'' کا پہلا ایڈیشن	دسمبر1984ء
157	کتاب ''اتحاد بین المسلمین'' کا دوسرا ایڈیشن	مئی1985ء

158	مسجد داتا دربار لاہور میں تاریخی حجاز کانفرنس سے خطاب	نومبر1985ء
159	جمعیت علماء پاکستان کی دوبارہ رجسٹریشن	جنوری1986ء
160	مسلمان کی تعریف کے بارے میں روزنامہ جنگ لاہور کو خصوصی انٹرویو	فروری1986ء
161	نشتر پارک کراچی میں جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام عظیم الشان جلسہ سے خطاب	فروری1986ء
162	اتحاد بین المسلمین کا تیسرا ایڈیشن	مارچ1986ء
163	موچی دروازہ لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کے تاریخ ساز جلسہ سے خطاب	اپریل1986ء
164	لیاقت باغ کراچی میں جمعیت علماء پاکستان کے تاریخ ساز جلسہ سے خطاب	اپریل1986ء
165	عزیز دوست مولوی عبدالقدیر نعمانی گجراتی کا انتقال	اپریل1986ء
166	اقبال پارک لاہور میں نماز عید الفطر کے عظیم الشان اجتماع سے خطاب	جون1986ء
167	امریکی وروسی جارحیت کی مذمت	جون1986ء
168	کتاب ''تحریک پاکستان کی اہم دستاویز'' اشاعت	اگست1986ء
169	جمعیت الوحدۃ الاسلامیہ العالمیہ لیبیا کی تیسری کانگریس کے پانچ روزہ اجتماع منعقدہ طرابلس میں شرکت، ایک سیشن کی صدارت، خطاب، قراردادیں، کرنل قذافی کو جے یو پی کی طرف سے ایک لاکھ رضا کاروں کی پیشکش، قذافی کا اظہار مسرت، عوام کے لئے مولانا کا طرہ مرکز توجہ	ستمبر1986ء
170	ہالینڈ، ناروے، فرانس، بلجیم کا پانچ ہفتے کا تبلیغی دورہ	نومبر، دسمبر 1986ء

171 سوئٹزرلینڈ، یورپ، روم، لیبیا کا دورہ، تبلیغی اجتماعات، پریس کانفرنس اور عام جلسوں سے خطاب، لیبیا کے دسویں جشن استقلال جمعیت سے خطاب، کرنل قذافی سے ملاقات — فروری، مارچ 1987ء

172 وزارت اوقاف وشیون دینیہ حکومت عراق کی دعوت پر دورہ عراق، بغداد شریف، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، مدائن (سلمان پاک) موصل، کوفہ، سامرہ میں مزارات پر حاضری، دینی علمی اداروں اور وزارت کی عمومی سرگرمیوں کا معائنہ — جولائی 1987ء

173 تحریک پاکستان میں گرانقدر خدمات کے اعتراف کے طور پر حکومت پنجاب کی طرف سے گولڈ میڈل — اگست 1987ء

174 برطانیہ، ہالینڈ اور لیبیا کا ایک ماہ کا دورہ، الدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ طرابلس (لیبیا) کے مراکز کا معائنہ، کرنل قذافی سے ملاقات برطانیہ، ہالینڈ میں تبلیغی جلسوں سے خطاب، مسجد کا سنگ بنیاد — اکتوبر، نومبر 1987ء

175 کتاب اتحاد بین المسلمین کا چوتھا ایڈیشن — جنوری 1988ء

176 ''اتحاد بین المسلمین'' کی فلیٹیز ہوٹل لاہور میں تقریب رونمائی — مئی 1988ء

177 جمعیت علمائے پاکستان کے چودہ نکاتی منشور کا اعلان — جون 1988ء

178 اشاعت کتاب ''فلسفہ شہادت حسینؓ'' — جولائی 1988ء

179 جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام شاہی عید گاہ ملتان میں یک روزہ علماء کنونشن سے خصوصی خطاب — اگست 1988ء

180 حلقہ این اے 53 میانوالی سے قومی اسمبلی کے الیکشن مین شاندار کامیابی — نومبر 1988ء

181 سلمان رشدی کی توہین رسالت پر مبنی کتاب شیطانی آیات کے خلاف اسلام آباد میں ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت، پولیس کی فائرنگ، آنسو گیس کے بے تحاشا استعمال سے بے ہوشی — فروری 1989ء

182 وزیراعظم بے نظیر کی طرف سے وفاقی وزارت کی پیشکش مسترد کرنا — جولائی 1989ء

183 متحدہ حزب اختلاف کی طرف سے وزیراعظم بے نظیر کے خلاف تحریک عدم اعتماد کے نوٹس پر دستخط — اکتوبر 1989ء

184 پمفلٹ ''تحریک عدم اعتماد 89ء کے موقعہ پر نقطہ نظر'' — دسمبر 1989ء

185 اسلام آباد میں پاکستان ٹی وی کے نامناسب رویئے کے خلاف ستر سے زائد ارکان قومی اسمبلی کے احتجاجی مظاہرہ کی قیادت — جنوری 1990ء

186 جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر لاہور میں کل پاکستان خادمین کنونشن کا انعقاد، مولانا شاہ احمد نورانی کی صدارت سے معزولی و برطرفی، مجاہد ملت کا بطور صدر انتخاب — فروری 1990ء

187 جامعہ نعیمیہ لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کا کل پاکستان علماء و مشائخ کنونشن، مولانا نورانی کی برطرفی اور مجاہد ملت کی صدارت کی بھرپور تائید وتوثیق — مارچ 1990ء

188 جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی شوریٰ وعاملہ کا مشترکہ اجلاس، اتفاق رائے سے تین سال کے لئے مجاہد ملت کو صدر منتخب کرنا — مئی 1990ء

189 قومی اسمبلی کے الیکشن میں میانوالی 53 سے شاندار کامیابی — اکتوبر 1990ء

190 وفاقی وزارت بلدیات، دیہی ترقی، خصوصی تعلیم وسماجی بہبود کا حلف — نومبر 1990ء

191 عراق کویت جنگ پر وزیراعظم نواز شریف کی عراق دشمنی پر اختلاف اور وزارت سے استعفیٰ — مارچ 1991ء

192 شریعت بل کی منظوری — مئی 1991ء

193 تیسرا حج، پاکستانی حج وفد کی قیادت، شاہ فہد سے ملاقات — جون، جولائی 1991ء

نمبر	واقعہ	تاریخ
194	وزیراعظم نواز شریف کی سابقہ غلطیوں پر معذرت، منت وسماجت اور نفاذ شریعت کے وعدہ پر دوبارہ وزارت میں شمولیت اور وفاقی وزارت مذہبی امور کا حلف	ستمبر 1991ء
195	چوتھا حج	جون 1992ء
196	O.I.C کی چھٹی کانفرنس ڈاکر (سنی گال) میں شرکت اور دورہ	1992ء
197	ورلڈ اسلامک کانفرنس قاہرہ (مصر) میں شرکت، ایک سیشن کی صدارت، شیخ الازہر اور مصری صدر حسنی مبارک سے ملاقات	مارچ 1993ء
198	ریڑھ کی ہڈی میں تکلیف کا آغاز	دسمبر 1993ء
199	انتہائی بزرگ دوست میاں محمد شفیع (م ش) کا انتقال	دسمبر 1993ء
200	چھ سال کے لئے پاکستان سینٹ کا رکن منتخب ہونا	مارچ 1994ء
201	پاکستان میں علاج نہ ہونے کی وجہ سے لندن میں ریڑھ کی ہڈی کا آپریشن	جنوری 1995ء
202	تحریک تحفظ ناموس رسالت کا صدر منتخب ہونا	مارچ 1995ء
203	ناروے اور برطانیہ میں ڈیڑھ ماہ کا تبلیغی دورہ، واپسی پر عمرہ اور مدینہ شریف حاضری	اگست، ستمبر 1995ء
204	جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام موچی دروازہ لاہور میں تاریخی سنی کنونشن سے تاریخی خطاب	اکتوبر 1995ء
205	ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں یادگار ضلعی علماء کنونشن سے خطاب	جنوری 1996ء
206	صوبائی علماء ومشائخ کانفرنس لاہور سے ایمان افروز خطاب	جنوری 1996ء
207	مؤتمر عالم اسلامی کی لائبریری اسلام آباد میں راولپنڈی اور اسلام آباد کے علماء سے خطاب	اپریل 1996ء
208	جمعیت علماء پاکستان کے نظام مصطفیٰ کنونشن لاہور سے خطاب	مئی 1996ء
209	انجمن طلباء اسلام پنجاب کے تین روزہ ریفریشر کورس اسلام آباد سے خطاب	جون 1996ء

نمبر	واقعہ	تاریخ
210	برطانیہ کا ایک ماہ کا کامیاب تبلیغی دورہ	جولائی، اگست 1996ء
211	قاضی حسین احمد اور مولانا نورانی کی طرف سے ملی یکجہتی کونسل کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنے پر بطور احتجاج علیحدگی کا اعلان	ستمبر 1996ء
212	اپوزیشن جماعتوں کی طرف سے پاکستان بچاؤ ریلی لاہور میں قائدانہ شرکت وشمولیت	اکتوبر 1996ء
213	کل پاکستان سنی کانفرنس مینار پاکستان لاہور کے تاریخی اجتماع سے ولولہ انگیز خطاب	اکتوبر 1996ء
214	تاحیات صدارت کا اعزاز	جولائی 1997ء
215	شریعت بل کی منظوری	اگست 1998ء
216	کولہے کی ہڈی کا ٹوٹنا	نومبر 1998ء
217	انٹرنیشنل سنی کانفرنس ملتان سے خطاب	اپریل 2000ء
218	توہین رسالت کے قانون میں تبدیلی کے خلاف تحریک	اپریل 2000ء
219	آل پارٹیز کانفرنس لاہور میں شرکت وخطاب	اگست 2000ء
220	جمعیت علماء پاکستان کا اتحاد	اکتوبر 2000ء
221	دفاع افغانستان کونسل کا اجلاس لاہور	جنوری 2001ء
222	انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس اسلام آباد	فروری 2001ء
223	وفات حسرت آیات	مئی 2001ء
224	ختم قل شریف	مئی 2001ء
225	چہلم شریف	جون 2001ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ولادت

ضیغم اسلام بطل حریت قائد تحریک ختم نبوت مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی یکم اکتوبر ۱۹۱۵ء میں مطابق ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ بروز جمعۃ المبارک اٹک پنیالہ تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی کے ممتاز نیازی خاندان میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم مبارک جناب ذوالفقار خان (ف ۱۹۱۹ء) تھا جن کا شجرہ نسب شیر شاہ سوری کی افواج کے کمانڈر انچیف عیسیٰ خاں نیازی سے جاملتا ہے۔

نیازی گھرانہ

مولانا نیازی نے اپنے ماحول میں آنکھ کھولی جہاں ہر وقت دین کا چرچا رہتا تھا اور گھر کے تمام افراد تہجد گزار تھے۔ مولانا کے والد ماجد انتہائی پاکباز بزرگ تھے، لوگ ان کی پاکبازی کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ آپ کے نانا جان صوفی محمد خان (ف ۱۹۴۳ء) بھی بہت نیک اور بزرگ آدمی تھے۔ چنانچہ اسی پاکیزہ ماحول کا نتیجہ ہے تہجد گزاری حضرت نیازی صاحب کی عادت ثانیہ بن چکی ہے۔ آپ کے نانا جان کو تاریخ اسلام سے بڑی دلچسپی تھی چنانچہ آپ نے ان کی تربیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجاہدانہ کارناموں سے قلبی وابستگی پیدا کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت فقیر قادر بخش رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۵۵ء) آستانہ عالیہ میبل شریف ضلع بھکر کے دست اقدس پر سعادت بیعت حاصل کی۔ نیز اسی تربیت کا اثر تھا کہ سکول و کالج میں آپ ہمیشہ مستشرقین کی ایسی نگارشات پر سیخ پا ہو جاتے جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کے بارے میں اشارتاً یا کنایتاً بے ادبی کا پہلو نکلتا ہو(1)۔

ابتدائی تعلیم

مولانا کے گاؤں کے قریب ایک پہاڑی موڑ پر واقع کنڈل نامی گاؤں میں گورنمنٹ پرائمری سکول تھا جہاں آپ کو داخل کرا دیا گیا۔ سکول جانے سے قبل اور سکول سے واپسی پر اپنے گاؤں کی مسجد کے مولوی صاحب سے قرآن پاک کا سبق لیتے، اس طرح آپ نے تین چار ماہ میں قرآن پاک پڑھ لیا۔ دوسری جماعت کے طالب علم تھے کہ پہلی بار رمضان شریف کے دوران روزے

رکھے اور انہی دنوں نماز پڑھنا شروع کی۔ چوتھی جماعت کے امتحان میں آپ نے سکالرشپ حاصل کیا اور پھر گورنمنٹ ہائی سکول عیسیٰ خیل میں داخل کرا دیا گیا۔ چھٹی جماعت میں نماز تہجد پڑھنا شروع کر دی۔ مڈل کے امتحان میں ضلع میں اول پوزیشن حاصل کر کے سکالرشپ کے حقدار ٹھہرے اور پھر ۱۹۳۳ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا(2)۔

لاہور میں آمد

میٹرک پاس کرنے کے بعد ۱۹۳۳ء میں ہی لاہور تشریف لے آئے اور حکیم الامت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۳۸ء) کے قائم کردہ اشاعت اسلام کالج میں داخل ہو گئے۔ یہاں قرآن، حدیث، فقہ، سیرت النبی ﷺ، تاریخ اسلام، مذاہب کے تقابلی مطالعہ، اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی تحریکات کے دوسالہ نصاب کی تکمیل کر کے ۱۹۳۵ء میں امتحان دیا۔ اسی سال ہی کالج کے کسی مسئلے پر علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ جنوری ۱۹۳۵ء میں رزلٹ نکلا تو آپ نے "ماہر تبلیغ" کی حیثیت سے کالج میں ٹاپ کیا اور حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ کے دستخط سے مزین سند حاصل کی۔

عربی پڑھنے کے بعد آپ کو فارسی پڑھنے کا شوق چرایا اور چھ ماہ کے اندر اندر منشی فاضل کا امتحان بھی دے دیا اور اعلیٰ پوزیشن میں پاس ہو گئے۔ بعد ازاں اپریل ۱۹۳۶ء میں ایف اے کا امتحان بھی دے دیا۔ انہی دنوں حمید نظامی (ف ۱۹۶۲ء) سے آپ کا تعارف ہوا جو دائمی دوستی میں ڈھل گیا(3)۔

۳۶،۱۹۳۵ء میں جب تقریباً تمام کاروبار ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا اور سیاسی طور پر ہندو، متحدہ قومیت کا فتنہ برپا کر رہے تھے۔ مولانا نیازی نے ان حالات میں صوفی اللہ داد خاں مرحوم کے ساتھ مل کر ۱۹۳۶ء میں میانوالی کے اندر "مجلس اصلاح قوم" کی بنیاد رکھی اور ملت اسلامیہ کی خدمت کے لئے شب و روز کام کیا، ہندوؤں کی سازشوں اور چالوں کو ناکام بنانے کی مقدور بھر کوشش کرتے رہے۔ تجارت میں مسلمانوں کو دخیل کیا اور جداگانہ ملی [illegible] کا احساس دلایا نیز اسلامی شریعت کے نفاذ کی خاطر عوام کو منظم کیا اور غریبوں کی امداد کے لئے بیت المال قائم کیا اور مقدمات کے فیصلہ کے لئے دارالافتاء اور دارالقضاء قائم کیا۔

پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی بنیاد

۱۹۳۶ء میں لاہور میں کانگریس اور مسلم لیگ کا بڑا چرچا تھا۔ انہی دنوں میں یہاں طلباء کی ایک تنظیم نیشنل سٹوڈنٹس یونین ہوا کرتی تھی جس کے روح رواں نوابزادہ مظہر علی خاں اور ایک ہندو پربودھ کمار تھے۔ یہ سب نیشنلسٹ تھے۔ اسی دوران ستمبر اکتوبر ۱۹۳۶ء میں مولانا نیازی نے مزید تعلیم کے حصول کے لئے اسلامیہ کالج لاہور میں تھرڈ ایئر میں داخلہ لیا اور محسوس کیا کہ مسلمان نوجوانوں کے لئے ایک الگ تنظیم ہونی چاہئے۔ چنانچہ حکیم الامت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے دولت کدے پر مولانا نیازی اپنے دردمند ساتھیوں میاں محمد شفیع (م ش)، جسٹس انوار الحق، مولانا محمد ابراہیم علی چشتی، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اور حمید نظامی کے ساتھ حاضر ہوئے اور ان کی منظوری سے ''دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کی بنیاد رکھی جس کے پہلے صدر حمید نظامی (ف ۱۹۶۲ء) اور دوسرے صدر یکے بعد دیگرے میاں محمد شفیع (م ش) اور شیخ انوار الحق (ریٹائرڈ چیف جسٹس سپریم کورٹ) منتخب ہوئے جب کہ ۱۹۳۹ء میں تیسرے صدر مولانا نیازی چنے گئے۔

آپ نے فیڈریشن کا نیا دستور مرتب کرایا جس کا عنوان قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تھی:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران:110)

''تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر کی جا چکی ہیں کیونکہ تم نیکی کی تعلیم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پہلے منشور میں اس کا نصب العین یہ تھا کہ ہندوستان کے مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ایک الگ خطہ ہو جس میں مسلمانوں کی حکومت ہو۔ مولانا نیازی نے اس میں امپروومنٹ یہ کی کہ خلافت پاکستان کا مطالبہ پیش کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا منشور بھی پیش کیا یعنی پاکستان بن جائے تو اس کے اندر نظام حکومت ''خلافت'' ہونا چاہئے (4)۔

برصغیر کی دو قومیں

جون ۱۹۳۷ء میں [illegible] جواہر لعل نہرو (ف ۱۹۶۴ء) نے بحیثیت صدر نیشنل کانگریس اعلان کیا کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں موجود ہیں، ایک انگریز اور دوسری کانگریس۔ اس کے جواب میں حضرت قائداعظم نے فرمایا تھا:

''نہیں، ہندوستان میں ایک تیسری طاقت بھی ہے وہ ہے مسلم انڈیا کی نمائندہ مسلم لیگ۔''

اس موقعہ پر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے لندن کے اخبار ''ٹائم اینڈ ٹائیڈ'' (TIME AND TIDE) میں ایک مفصل مضمون لکھ کر ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے جداگانہ قومیت کا تصور پیش کیا اور کہا کہ ہندوستان میں ایک تیسری طاقت بھی ہے اور وہ مسلمانوں کی طاقت ہے جس کی نمائندہ ''مسلم لیگ'' ہے۔ مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں نے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی مکمل تائید وحمایت کی اور اپنے مکمل تعاون اور سردھڑ کی بازی لگا دینے کے عہد کا یقین دلایا۔

۱۹۳۸ء میں مولانا نیازی نے بی اے پاس کیا۔ ایام تعطیلات میں ضلع میانوالی کے اندر اصلاحی کام میں دوبارہ منہمک ہو گئے۔ ''انجمن اصلاح قوم'' کی جنرل کونسل میں ایک مستقل قرارداد کے ذریعے انجمن کا نام تبدیل کر کے اسے ''انجمن اصلاح المسلمین'' بنا دیا گیا۔

وطن اور قوم

انہی ایام میں مولوی حسین مدنی دیوبندی (ف ۱۹۵۷ء) نے دہلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ''قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔'' یہ حکیم الامت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے اس تقریر پر ایک مفصل بیان دیا جو ۸ مارچ ۱۹۳۸ء کو روزنامہ ''احسان'' لاہور میں طبع ہوا۔ کانگرس اور مسلم لیگ میں زبردست کشمکش شروع ہو گئی اور نیشنلسٹ مسلمان بھی مسلم لیگ کے خلاف ہو گئے۔ ہندو اکثریت کے غلبے سے مسلمانوں کو محفوظ کرنے اور انہیں بحیثیت قوم معزز و باوقار بنانے کے لئے ان کی علیحدہ تنظیم مسلم لیگ ضلع میانوالی کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس مقصد کے لئے پہلے ''انجمن اصلاح المسلمین'' کی ڈسٹرکٹ جنرل کونسل کا اجلاس بلایا گیا، کونسل میں آل انڈیا پیمانے پر مسلمانوں کے تحفظ وبقاء کی علیحدہ تنظیم میں شمولیت کے سوال کو ایجنڈا میں رکھا گیا، کافی بحث وتمحیص کے بعد قرار پایا کہ انجمن اصلاح المسلمین کو بحیثیت جماعت ''مسلم لیگ'' میں شامل ہونا چاہئے۔ اسی وقت ضلع میں مسلم لیگ کی تنظیم کے لئے آرگنائزنگ کمیٹی بنائی گئی جس کے کنوینر مولانا نیازی منتخب ہوئے اور باضابطہ تنظیم کے بعد صدر بنا دیئے گئے اور اسی سال ہی اسلامیہ کالج لاہور میں ایم اے عربی میں داخلہ لے لیا۔

قائداعظم سے عقیدت

۱۹۳۹ء میں مسلمانوں میں ایک الگ مملکت کا احساس شدت اختیار کر چکا تھا اور مختلف

حلقوں کی طرف سے ہندوستان کے آئینی مستقبل کے بارے میں تجاویز پیش کی جا رہی تھیں۔ مولانا نیازی نے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نصب العین ''خلافت پاکستان'' کو کتابی شکل میں مرتب کیا۔ ان دنوں دہلی میں آل انڈیا مسلم کانسٹی ٹیوشن کے اجلاس ہو رہے تھے۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں مولانا نیازی کو آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کونسل اور ورکنگ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ عربک کالج دہلی میں بحیثیت صدر پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن شرکت کا موقعہ ملا تو وہاں نوابزادہ لیاقت علی خاں (ف ۱۹۵۱ء) سے ملاقات ہوئی جو دہلی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر کی حیثیت سے شریک اجلاس تھے۔ شام کو عربک کالج ہال میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مولانا نیازی نے خلافت پاکستان سکیم کے اہم نکات کی وضاحت کی۔ جلسہ کے بعد نوابزادہ لیاقت علی خاں کی زبانی انہیں معلوم ہوا کہ کل ان کی کوٹھی ''گل رعنا'' ہارڈنگ روڈ نئی دہلی میں کانسٹی ٹیوشن کا اجلاس منعقد ہو رہا ہے اگر آپ اس کمیٹی میں پیش ہو کر اپنے یہی خیالات ارکان کمیٹی کے گوش گزار کریں تو بہتر ہوگا۔ مولانا نیازی اس سے قبل سکیم کا ایک نسخہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نام بصیغہ رجسٹری ارسال کر چکے تھے۔ چنانچہ دوسرے روز نیازی صاحب دس بجے ''گل رعنا'' میں پہنچے اور پہلی بار قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ جب قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں سکیم کا ایک نسخہ پیش کیا تو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد کیا کہ تمہاری سکیم ہمارے زیر غور ہے پھر فرمایا: YOUR SCHEME IS VERY HOT (تمہاری سکیم بہت گرم ہے) اس پر نیازی صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ:

MY SCHEME IS HOT BECAUSE IT HAS COME OUT FROM A BOILING HEART.

(میری سکیم اس لئے گرم ہے کہ یہ خوفناک طوفان خیز قلب سے نکلی ہے)

اس پر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ ہنس دیئے اور نیازی صاحب سے فرمایا کہ: ''تم نے مسلمان کو سپرمین بنا دیا ہے۔'' قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا اشارہ غالباً اس اسکیم میں ''انصاف کا تصور'' کے عنوان سے لکھے گئے کلمات کی طرف تھا۔ ان تمام کلمات کو یہاں نقل کرنا ممکن نہیں ہے البتہ اختصار کے طور پر ان میں سے چند فقرات پیش کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہوں:

''ایک ناکارہ مسلمان، ایک جاہل اور بیوقوف مسلمان، حتیٰ کہ ہندوستان کا

موجودہ نالائق مسلمان بھی ہماری نگاہوں میں واردھا اور لندن کے بہترین غیر مسلموں پر ترجیح رکھتا ہے کیونکہ مسلمان کی فطرت کو صرف تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے لیکن غیر مسلم ابھی حیوانیت کے اس درجہ میں ہے جہاں انسانیت کا مرتبہ حاصل کرنے کے لئے قبول اسلام کی کسر باقی رہتی ہے۔''

''امت مسلمہ کا یہ خیر الامم ہونا ہمارے عقیدے کی وہ آخری بنیاد ہے جہاں تسلسل دلائل ختم ہو جاتا ہے۔ اسلام کا مذہب ہونا اور مکمل انسان بننے کے لئے قبول اسلام کا لازمی ہونا ہمارے استدلال کی وہ ابتدا ہے جسے منطق سے نہیں بلکہ عمل کی قوت سے منوایا جاتا ہے۔ خود منطق کو اپنی اس کمزوری کا اقرار ہے کہ آخری دلیل کسی دلیل سے نہیں منوائی جا سکتی۔ اگر کوئی سوال کرے کہ نیکی کیوں اچھی ہے اور برائی کیوں بری۔ تو اس کا جواب منطق سے نہیں بلکہ عمل سے دیا جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس مسلمان کی کافر پر فضیلت کسی لیجسلیٹو ہال میں یا کسی گول میز کانفرنس پر ثابت نہیں کی جا سکتی بلکہ اس قسم کے مناظرے پانی پت کے وسیع میدان میں طے ہو چکے ہیں اور اب بھی بالآخر کسی ایسی ہی جگہ طے پائیں گے۔

مومنے بالائے ہر بالا ترے
غیرت او بر نتابد ہمسرے''

(صفحہ ۲۱)

القصہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اس تجویز کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس کے بعض اہم نکات کو تسلیم کیا۔ چنانچہ سر عبداللہ ہارون (ف ۱۹۴۲ء) کی سربراہی میں قائم شدہ مسلم لیگ کی سفارشات کمیٹی میں اس سکیم کو پیش کیا گیا۔ یہ سب سے پہلی سکیم تھی جس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان کاری ڈور کے لئے علاقے کا مطالبہ شامل تھا۔ مولانا نیازی نے خوب خوب زور دیا تھا کہ اگر ''کاری ڈور'' کے حصول کی کوئی صورت نہ نکالی گئی، تو ایک وقت آئے گا کہ بھارت، مشرقی اور مغربی حصوں کو الگ الگ کر دے گا۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ''قرارداد لاہور'' کے موقع پر ۱۹۴۰ء میں پہلی بار ''کاری ڈور'' کا ذکر بھی فرمایا تھا۔ (5)

پاکستان کے ممتاز دانشور اور صحافی ڈاکٹر عبدالاسلام خورشید (ف ۱۹۹۵ء) نے مولانا نیازی کی اس خلافت پاکستان اسکیم کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:

''مولانا عبدالستار خاں نیازی اور مولوی محمد ابراہیم علی چشتی نے خلافت پاکستان اسکیم تجویز کی، جس کا باقاعدہ پمفلٹ چھپا، اس میں سارا شمالی ہند، پاکستان میں شامل کرنا مقصود تھا اور یہ ایک طرح کا پورا منشور تھا جس میں مجوزہ خالص اسلامی مملکت کے خدوخال بیان کئے گئے تھے اور بعض ایسے امور بھی شامل تھے جو آج بھی ریڈیکل (انقلابی) لگتے ہیں۔'' (6)

مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس

مارچ ۱۹۴۰ء میں اقبال پارک لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا چھبواں سالانہ اجلاس منعقد ہوا جہاں ۲۳ مارچ کو'' قرارداد پاکستان'' منظور کی گئی تو اس وقت مولانا نیازی ایم اے فائنل ایئر میں تھے۔ اس تاریخی اجلاس میں فخر اہلسنت مولانا عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) اور شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی (ف ۱۹۷۰ء) و دیگر بہت سے علماء اسٹیج پر موجود تھے۔ اس کے ساتھ ہی مولانا نیازی کی سرکردگی میں'' دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کے زیر اہتمام '' خلافت پاکستان کانفرنس'' منعقد ہوئی، جس میں سرکردہ مسلم لیگی رہنماؤں نے شرکت کی۔ مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں نے اس کانفرنس کے انعقاد کے لئے پہلے مسلم لیگ کانفرنس کے پنڈال میں ایک نشست منعقد کرنے کی منتظمین کانفرنس سے اجازت حاصل کر لی تھی۔ منتظمین نے خصوصاً نواب سر شاہنواز خاں آف ممدوٹ (ف ۱۹۴۲ء) اور اس کی مجلس استقبالیہ نے مولانا نیازی سے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نام خطبہ استقبالیہ کی ایک نقل ملاحظہ کرنے کے لئے طلب کی چونکہ خطبہ استقبالیہ نہایت ہی گرم اور انقلابی تھا، مسلم لیگ کی سست عناصر قیادت پر تنقید کی گئی تھی اور حصول پاکستان کے لئے ایک متحرک انقلابی پروگرام پیش کیا گیا تھا، اس لئے وہ گھبرا گئے اور مولانا نیازی کو خطبہ استقبالیہ میں مناسب تبدیلیوں کا مشورہ دیا۔ انہوں نے ان کے نقطہ نگاہ سے قابل قبول معتدل خطبہ استقبالیہ مرتب کر کے پیش کیا مگر یہ لوگ اور زیادہ خائف ہو گئے کہ کہیں یہ نوجوان معتدل خطبہ استقبالیہ ایک طرف رکھ کر فی البدیہہ خطبہ ہی شروع نہ کر دیں اور اس طرح ہماری بے عمل قیادت کے پرخچے اڑا کر رکھ دیں۔ لہٰذا انہیں کسی قیمت پر اجازت نہ دیں۔ مولانا

نیازی اور ان کے ساتھیوں نے مجبوراً اپنا اجلاس اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں منعقد کیا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ پہلے سے طے شدہ مصروفیات کی وجہ سے کانفرنس میں نہ آ سکے۔ مولانا نیازی اس وقت پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر اور مولانا محمد ابراہیم چشتی (ف ۱۹۶۸ء) سیکرٹری جنرل تھے۔ سابق وزیراعظم صوبہ سرحد سردار اورنگ زیب خاں (ف ۱۹۵۷ء)، چوہدری خلیق الزمان (ف ۱۹۷۳ء) اور راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (ف ۱۹۷۳ء) نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ مولانا نیازی نے اس کانفرنس میں خلافت پاکستان کا تصور اجاگر کیا اور پاکستان کا نقشہ بھی شائع کیا۔ یہ نقشہ اس کانفرنس کے انعقاد سے تین برس پیشتر مولانا محمد ابراہیم علی چشتی نے انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ میں بھی شائع کیا تھا۔ ۱۹۳۹ء میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے اس نقشے کے مطابق قیام پاکستان کو اپنا نصب العین قرار دیا تھا۔ لاہور ریزولیشن اس نقشے کی اشاعت کے تین سال بعد پیش کیا گیا۔

خلافت پاکستان

مولانا نیازی کی عقابی نگاہ اور انقلابی پروگرام کا اندازہ کیجئے کہ جب اکابر مسلم لیگ، پاکستان کا نام لئے بغیر لاہور ریزولیشن پیش کر رہے تھے تو ہ '' خلافت پاکستان کانفرنس'' منعقد کر رہے تھے اور یہ سعادت بھی مولانا نیازی ہی کو نصیب ہوئی کہ اس کانفرنس میں ڈیڑھ لاکھ نفوس کی موجودگی میں لاہور ریزولیشن پیش ہونے پر انہوں نے اس قرارداد کو پاکستان کی تعبیر سمجھ کر پوری طاقت کے ساتھ'' پاکستان زندہ باد'' کا نعرہ لگایا۔ اگرچہ اس جلسہ سے خطاب کرنے والے تمام مقررین کا مدعا قیام پاکستان ہی تھا مگر کسی نے بھی پاکستان کا نام نہیں لیا۔ (7)

تحریک پاکستان میں حصہ

قرارداد لاہور میں حصول پاکستان، ملت کا نصب العین قرار پایا تو مولانا نیازی ایم اے کرنے کے بعد گویا اسی کام کے لئے وقف ہو گئے۔ آپ قریہ قریہ، بستی بستی، نگر نگر اور شہر شہر گھومے اور پاکستان کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔

اجلاس لاہور کے فوراً بعد اکناف و اطراف ہند میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام جلسوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا تا کہ عوام کو حصول پاکستان کی منزل کو حاصل کرنے کے لئے کمربستہ کیا جائے۔ ایک ایسا ہی جلسہ شہری مسلم لیگ سیالکوٹ کے زیر اہتمام پرانی سبزی منڈی میں انعقاد

پذیر ہوا جس میں مولانا نیازی نے ولولہ انگیز خطاب کر کے نہ صرف مسلم لیگ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا بلکہ عوام وخواص کے قلب وجگر کو اک ولولہ تازہ بخشا۔ سیالکوٹ کے مسلم لیگی کارکن خواجہ محمد طفیل اپنی کتاب ''تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار'' میں لکھتے ہیں:۔

''شہری مسلم لیگ کے ایک اور جلسہ میں مولانا عبدالستار خاں نیازی نے خطاب کیا۔ یہ جلسہ پرانی سبزی منڈی میں منعقد ہوا۔ آپ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سابق رہنما تھے۔ ایم اے کا امتحان پاس کر کے مسلم لیگ کے فعال کارکن بن گئے۔ جواں سال، جواں فکر اور جواں ہمت تھے۔ مسلمانوں کی منتشر قوم کی شیرازہ بندی کرنے کی لگن میں اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ میدان میں کودے تھے۔ بے خوف وخطر اپنے موقف کا برملا اظہار کرتے۔ آپ کی گرم گفتار اور تند وتیز لہجہ دلوں کو گرما دیتا تھا۔ نوجوانوں اور طالب علموں میں بہت مقبول تھے۔''(8)

سکندر حیات اور مولانا نیازی

۲۸ فروری تا یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کی گراؤنڈ میں ''پاکستان کانفرنس'' منعقد ہوئی جس کی صدارت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمائی۔ مولانا نیازی نے پاکستان کی حمایت میں تقریر کرنے کے بعد مرکزی ریزولیشن پیش کیا۔ اس اجلاس کے ساتھ ایک دلچسپ بلکہ روح پرور یہ یاد وابستہ ہے کہ چند روز قبل سر سکندر حیات خاں وزیراعظم پنجاب (ف ۱۹۴۲ء) نے اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں تقسیم انعامات کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کی مخالفت کی تھی اور پنجابیوں کی حکومت کا نعرہ لگایا تھا۔ سر سکندر نے اعلان کیا تھا:۔

''ہم ہندوستان کی تقسیم کی مخالفت کرتے ہیں، پنجاب اپنا مستقل وجود رکھتا ہے وہ کسی سکیم میں شامل نہ ہوگا اور پنجاب میں صرف پنجابیوں کی حکومت ہوگی، یہ نوجوان سوائے پرجوش نعروں کے کچھ نہیں۔''

سر سکندر حیات خاں کے ان الفاظ سے فضا میں ایک زبردست تلخی موجود تھی، یہ جملے نوجوان نسل کے لئے تیر ونشتر کا کام کر گئے اور وہ سخت برافروختہ تھے۔ مولانا نیازی نے حضرت قائداعظم

رحمتہ اللہ علیہ کی صدارت اور موجودگی میں اس سے اختلاف کرتے ہوئے اور قرارداد پیش کرتے وقت فرمایا تھا:۔

''ہم پاکستان کے اندر ایک ایسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں جو رنگ، نسل، قومیت، وطنیت، علاقائیت اور دیگر تعصبات سے پاک ہو۔ اس میں حاکمیت اعلیٰ کا حق ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا نہیں مانتے کیونکہ:

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری

حاکمیت مطلقہ اور ملکیت مطلقہ میں ہم نیابت وامانت کے اصول کو تسلیم کر کے خلافت علیٰ منہاج نبوت کا نقشہ دماغ میں رکھتے ہیں۔ ہمارا اللہ، رب الناس ہے، ملک الناس ہے، الہ الناس ہے۔ اس لئے پنجاب میں پنجابی کی حکومت، ہندوستان میں ہندوستانی کی حکومت اور بلوچستان میں بلوچی کی حکومت کے تصور کو مسترد کر کے ربانی خلافت کے اصول کو اپنے مجوزہ خطہ پاکستان میں نافذ العمل کرنا چاہتے ہیں۔ سر سکندر کی یہ بھول ہے کہ پنجاب میں پنجابیوں کی حکومت ہوگی۔ خوشامدیوں نے اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔ ورنہ جہاں تک ملت اسلامیہ ہند کا تعلق ہے ہم انگریز کے اس کاسہ لیس وزیراعظم کی حیثیت ایک ٹکے سے زیادہ نہیں سمجھتے اور وہ وقت بالکل قریب ہے کہ سوائے قائداعظم کی جوتیوں میں بیٹھنے کے اسے کسی دوسری جگہ پناہ نہیں ملے گی۔''

اس کے بعد مولانا نیازی نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

''قرارداد پاکستان کی منظوری ہماری زندگی میں ایک زبردست انقلابی موڑ ہے، تم لوگ پاکستان کی تائید کرنے سے پہلے ان خطرات اور محرکات کا بھی اندازہ کر لو جو تمہارے راستے میں سنگ گراں بن کر رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ میں اس موقعہ پر بیعت عقبیٰ اولیٰ کے ان گیارہ مجاہدین کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ جب مدینہ طیبہ سے آنے والے گیارہ عشاق

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کر لی تو ان کے قائد حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے رفقاء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''جانتے ہو کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مطلب کیا ہے؟ یہ جن و انس کے خلاف اعلان جنگ ہے، تمام دنیا سے لڑائی ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ تمہاری مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے گا۔ اگر تم ان سب مشکلات کا مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتے ہو تو پھر ضرور بیعت کرو وگرنہ اپنے آپ کو فریب نہ دو۔'' سب نے جواب دیا کہ ''ہم خوب سوچ سمجھ کر بیعت کر رہے ہیں اور بیعت کے بعد سب کچھ قربان کر دیں گے۔'' بعینہ آپ لوگ بھی نظریہ پاکستان سے متفق ہونے کے بعد ان تمام قربانیوں کے لئے تیار ہو تو بے شک اس قرارداد کی تائید کرو بصورت دیگر نہ اپنے آپ کو دھوکہ دو اور نہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو دھوکہ دو۔ ہمیں ادھورے مقلدین کی ضرورت نہیں، بے عمل لوگوں کی پاکستان کو ضرورت نہیں، منافقین کی ضرورت نہیں کیونکہ:

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور تیر کے جانا ہے

جہاں تک ہمارے رفقاء کا تعلق ہے ہم اس بھرے مجمع میں بانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ ہم قیام پاکستان کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے، جب تک پاکستان نہیں بن جاتا، زندگی کی تمام لذتیں، راحتیں اور آسائشیں تیاگ کر ہم سربکف میدان عمل میں سرگرم عمل رہیں گے۔ نہ خود چین سے بیٹھیں گے اور نہ کسی کو چین سے بیٹھنے دیں گے۔ اے حاضرین! آپ اسی جذبے کے تحت قرارداد پاس کریں۔''

اس پر کم و بیش ایک لاکھ کے مجمع نے ہاتھ لہرا لہرا کر قرارداد کی تائید کی اور نعرہ ہائے تکبیر و رسالت بلند کیے۔(9)

جب نیازی صاحب تقریر کر رہے تھے تو بقول مرزا عبدالحمید داعی الی الحق (ف ۱۹۷۲ء)

قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ ہمہ وقت نیازی صاحب کی طرف متوجہ رہے۔ تحریک پاکستان کے نامور کارکن، مصنف اور صحافی چوہدری حبیب احمد (ف ۱۹۸۰ء) کے الفاظ میں:۔

''نیازی صاحب خطبہ استقبالیہ کے لئے سٹیج پر جلوہ نما ہوئے، بھرپور شباب، سرخ و سفید چہرہ، سفید لٹھے کی شلوار، سیاہ اچکن، دبدبہ و طنطنہ اور تمکنت سے مالا مال آواز، تلوار مارکہ باریک مونچھیں، بال انگریزی، یہ پیکر جمال و جلال، حسن و رعنائی کا مجسمہ جب اپنے خلوص و ایثار، جان رفتگی اور جان سپردگی کے بیتاب جذبوں کو نمایاں کر رہا تھا اور جوانوں کو زندگی کی خو پیدا کرنے کی تلقین و ہدایت کے ساتھ ساتھ اپنا عشق اور اپنی نظر بخش رہا تھا، اور بزرگوں کے دلوں کو احساس ملی سے گرما اور ان کی ذمہ داریوں سے ان کو باخبر کر رہا تھا تو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہیں بار بار اس پر شکوہ چہرے اور پیکر عزم و استقلال کی طرف اٹھتی رہیں۔ بالآخر جوش ایمان و مسرت سے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے شگفتہ اور متین و مدبر رخ زیبا پر اظہار خوشی و مسرت کی حسین لکیریں ابھریں اور انہوں نے متبسم انداز اور پروقار لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ ''جس قوم کے پاس عبدالستار خاں نیازی جیسے پیکران یقین و صداقت ہوں، اس کے پاکستان کو کون روک سکتا ہے۔'' یہ ایک عظیم المرتبت شخصیت کی طرف سے عظیم اعتراف و خراج تھا۔''(10)

پنجاب کے دیہات میں تحریک پاکستان

اس موقعہ پر مولانا نیازی نے مسلم لیگ کا پیغام دیہات اور دور افتادہ مقامات تک پہنچانے کے لئے ''پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی'' کے قیام کی تجویز پیش کی۔ مولانا نیازی کو اس کمیٹی کا سیکرٹری بنایا گیا۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی زیر صدارت اس کمیٹی کے قیام کا ریزولیشن پاس ہوا۔ یہ اجلاس ۲۸ فروری ۱۹۴۱ء کو منعقد ہوا۔ یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے نوجوانوں کو پیغام دیا۔ "MARCH ON" (آگے بڑھو)۔

مولانا نیازی آل انڈیا سٹوڈنٹس فیڈریشن کی ورکنگ کمیٹی اور کونسل کے ممبر تو پہلے ہی تھے،

اب ''رورل پروپیگنڈا کمیٹی'' کا سیکرٹری بھی بنا دیا گیا۔ آپ نے پنجاب اور سرحد کے تفصیلی دورے کر کے مسلم لیگ کا پیغام قریہ قریہ، شہر شہر اور گلی گلی پہنچایا اور مسلم لیگ کو ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بنا دیا۔(11)

• ۳۰ مئی ۱۹۴۱ء جمعۃ المبارک کی شام کو لاہور میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں حاضرین کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ مقررین نے منقسم وفاداریوں کے حامل رہنماؤں کی شدید مذمت کی۔ اجلاس میں تصور پاکستان کو مقبول عام بنانے کے لئے ''پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن'' کے ذریعے تحریک چلانے کی ایک ابتدائی تقریب ہوئی۔ ملک برکت علی (ف ۱۹۴۶ء) اور کے ایل گابا (ف ۱۹۸۱ء) بھی موجود تھے۔

اس موقعہ پر مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے اپنی زوردار اور مؤثر تقریر کے دوران کہا:۔

> ''مسلمانوں کے لئے یہ مناسب وقت ہے کہ وہ ان مسلم رہنماؤں سے کنارہ کش ہو جائیں جنہوں نے ان کی آزادی رائے کو غیر مسلموں کے ہاتھ گروی رکھ دیا ہے۔'' پاکستان ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے'' اور وہ ہر داخلی اور خارجی مخالفت کے باوجود اسے حاصل کرنے کا پابند ہے۔ پاکستان کے قیام کا مقصد خدا کی حاکمیت ہے۔ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو دو محاذوں پر لڑنا ہوگا، خارجی دشمنوں کے خلاف اور داخلی دشمنوں کے خلاف، بے اصول اور مطلب پرست مسلمان رہنما داخلی دشمن ہیں جو اپنی ذات کو ہر چیز سے مقدم سمجھتے ہیں۔ نوجوان مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی قوت کو مجتمع کر کے ان لوگوں کے خلاف شدید جدوجہد کریں جو قائداعظم کی حمایت پر آمادہ نہیں ہیں۔'' (11۔الف)

جولائی ۱۹۴۱ء میں دوسری عالمگیر جنگ کے دوران ہندوستان کے لیڈروں اور عوام کا تعاون حاصل کرنے کے لئے وائسرائے نے ایک ''نیشنل ڈیفنس کونسل'' تشکیل دی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ دوران جنگ تعاون کے لئے ہندو کانگریس کا یہ نعرہ تھا کہ ''ہندوستان چھوڑ دو'' جب کہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا نعرہ یہ تھا کہ سارا ملک ہندو کانگریس کے سپرد کر کے ملک چھوڑنے کی

بجائے آپ دس کروڑ مسلمانوں کے حق خودارادیت کو تسلیم کرتے ہوئے پہلے ملک کو تقسیم کرو، پھر چھوڑ دو (FIRST DEVIDE AND THEN QUIT)۔

انگریز حکومت نے ہندوستانی اور عالمی رائے عامہ کی تائید و حمایت حاصل کرنے کے لئے ''نیشنل ڈیفنس کونسل'' قائم کر کے سر سکندر حیات وزیراعظم پنجاب (ف ۱۹۴۲ء) مولوی اے کے فضل الحق وزیراعظم بنگال (ف ۱۹۶۲ء)، سر سعد اللہ وزیراعظم آسام (ف ۱۹۵۵ء)، سر سلطان احمد ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ (ف ۱۹۶۳ء) اور بیگم جہاں آراء شاہنواز (ف ۱۹۷۹ء) کو ممبر نامزد کیا۔ نیشنل ڈیفنس کونسل کا قیام براہ راست قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے موقف سے انحراف تھا، بغاوت تھی، غداری تھی۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی پرواہ کئے بغیر غالب مسلم اکثریت کے صوبوں سے حکومت نے سربرآوردہ لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا ہے۔

صوبہ مسلم لیگ پنجاب، سر سکندر کی پاکٹ میں تھی اور دوسری تنظیمیں، جاگیردار اور سرمایہ دار ان کے زیر اثر تھے۔ بدیں وجہ کسی طرف سے بھی حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ کی تائید و حمایت آواز بلند نہ ہوئی۔ حالانکہ یہ صرف قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی ذات کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ دس کروڑ مسلمانوں کی عزت و وقار اور غیرت کو چیلنج کیا گیا تھا۔ جب ہر طرف سے خاموشی کی فضا قائم ہوگئی تو '' آل پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی'' کے نوجوان جو بقول حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ:

دیوانہ باگفتارم فرزانہ باکردارم
از بادۂ شوق تو ہشیارم و مستم من

مولانا نیازی کی قیادت میں آگے بڑھے اور انہوں نے حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مؤقف کی تائید و حمایت میں سارے صوبے میں جلسوں اور کانفرنسوں کی بھرمار کر دی۔ لاہور میں سکندر حیات کا جنازہ نکال دیا گیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جو نوجوان دن کو تانگے میں بیٹھ کر جلسے کی منادی کر رہے تھے وہی رات کے جلسہ میں اسٹیج کے منتظم تھے۔ مولانا نیازی بتاتے ہیں کہ میں نے خود ایک ٹیکسی پر لاؤڈ سپیکر فٹ کر کے جلسہ کی منادی کی اور رات کو تیس ہزار کے جلسہ کی صدارت بھی کی۔ (12)

سر سکندر سے جھڑپ

مولانا نیازی نے اس سلسلہ میں لائل پور (فیصل آباد) میں ایک کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا مگر سر سکندر حیات نے "آل پاکستان رورل پروپیگنڈہ کمیٹی" کے بعض کارکنوں کو لالچ دے کر اغواء کر لیا اور ان کے زیر اہتمام ۵ جولائی ۱۹۴۱ء کو دسہرہ گراؤنڈ فیصل آباد میں طلباء کی ایک "سپانسرڈ کانفرنس" منعقد کی۔ جس میں پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے سر سکندر حیات نے کہا:۔

> "پاکستان لغوستان ہے، ہم اسے نہیں بننے دیں گے۔ ایک ضدی اور خود سر پٹھان (مولانا نیازی) نے ہمارے نوجوانوں کو تباہ کر دیا ہے اور اس کے اکسانے پر میرے خلاف مظاہرے کئے جا رہے ہیں۔ نوجوانو! تم اپنے مستقبل کی سوچو، تم اس کے پیچھے کیوں لگ گئے ہو۔ آج جو تم نعرے لگاتے پھر رہے ہو، جلسے کرتے پھرتے ہو، کل تعلیم سے فارغ ہو کر پچاس پچاس روپے کی نوکری کے لئے ہمارے دفتروں میں جوتیاں چٹخاتے پھرو گے۔ پاکستان ایک دیوانے کا خواب ہے، مجذوب کی بڑ ہے۔ اس لئے اے نوجوانو! میں تمہیں بروقت انتباہ کرتا ہوں کہ وقتی اور ہنگامی نعروں سے گمراہ نہ ہو جانا، اپنے مستقبل کی فکر کرو۔"

سر سکندر کا جلسہ الٹ گیا

سر سکندر حیات کی تقریر کے دوران پنڈال سے "مسلم لیگ زندہ باد"، "پاکستان زندہ باد" اور "قائداعظم زندہ باد" کے فلک شگاف نعرے لگے تو سر سکندر غصے سے لال پیلا ہو گیا اور کہا کہ "ہم تمہارے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ اور تم سب سے نپٹ لیں گے۔"

مولانا نیازی نے سکندر حیات کی لائل پور کی تقریر کے اخباری تراشے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو بھیجے اور ساتھ ہی خط لکھا کہ ہم:۔

> سر سکندر حیات کی کانفرنس کے جواب میں لائل پور میں طلباء کی کانفرنس کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ملک برکت علی ایڈووکیٹ (ف ۱۹۴۶ء) کو اس کانفرنس سے خطاب کرنے کے لئے آمادہ کیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ اسی جگہ ۱۸۔۱۹ جولائی ۱۹۴۱ء کو جوابی کانفرنس ہو گی.......... مولانا

نیازی کی ایجی ٹیشن کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ سر سکندر حیات نے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت سے بغاوت کی ہے، اس کا واحد حل یہ ہے کہ وہ "نیشنل ڈیفنس کونسل" سے فی الفور استعفیٰ دے اور قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے معافی مانگے۔

اس کانفرنس کی صدارت ملک برکت علی ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ (ف ۱۹۴۶ء) جیسے مشہور قانون دان اور ہر دلعزیز مسلم لیگی رہنما کر رہے تھے۔ مولانا ظفر علی خاں (ف ۱۹۵۶ء) بھی اس میں خطاب کر رہے تھے۔ اس دوران سر سکندر حیات نے مولوی غلام محی الدین قصوری ایڈووکیٹ (ف ۱۹۶۳ء) اور میر مقبول محمود امرتسری (ف ۱۹۴۸ء) چیف پارلیمانی سیکرٹری حکومت پنجاب (سر سکندر حیات کے بیٹے سردار شوکت حیات خاں کے ماموں وخسر) کے ذریعے مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ مذاکرات شروع کئے، ہر قسم کے لالچ دیئے، اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں مثلاً ڈپٹی کمشنر وغیرہ کی پیشکش کی گئی اور ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ نقد پیش کرنے پر آمادہ تھے مگر مولانا نیازی جیسے اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے مرد مومن کا جواب یہ تھا کہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے نہ عہدے کی اور نہ سیم و زر کی۔ ہمارا مطالبہ صرف اور صرف یہ ہے کہ سر سکندر نیشنل ڈیفنس کونسل سے استعفیٰ دے کر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے معافی مانگے ہم تمہاری پیشکش پر تھوکتے بھی نہیں۔

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے!

فیصل آباد کا ایک تاریخی جلسہ

مذاکرات ناکام ہو گئے۔ مولانا نیازی نے اپنی مہم جاری رکھی ۱۸۔۱۹ جولائی کو کانفرنس کے انعقاد کے مصمم ارادے کو عملی جامہ پہنانے پر تل گئے۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ مسلمان دکانداروں نے جلسے کے لئے میز، کرسیاں، شامیانے اور لاؤڈ سپیکر کرایہ پر دینے سے انکار کر دیا۔ لائل پور کے ڈپٹی

کمشنر شیخ نور محمد (ف ۱۹۶۵ء) نے سر سکندر حیات کے حکم پر گراؤنڈ میں پانی چھوڑ دیا۔ ایک سکھ دکاندار کو ڈبل کرایہ دے کر سارا سامان حاصل کیا گیا۔ میاں نور اللہ (ف ۱۹۸۴ء) (جو اس وقت ایم ایل اے پنجاب تھے) کی کوٹھی پر جا کر ان کی کار حاصل کر کے اس پر لاؤڈ سپیکر فٹ کر کے منادی شروع کر دی۔ سوئے اتفاق کہ زبردست بارش شروع ہو گئی اور دیر تک جاری رہی جس سے رات کی نشست نہ ہو سکی۔ دوسرے دن بروز اتوار ۱۹ جولائی کو پھر منادی شروع کر دی گئی۔ نو بجے کا جلسہ بارہ بجے دن شروع ہوا۔ ساری انتظامیہ مخالف تھی، مقامی مسلم لیگ قدم قدم پر رکاوٹیں ڈال رہی تھی مگر مولانا نیازی اور ان کے جیالے ساتھی مردانہ وار اپنے نصب العین کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ساڑھے بارہ بجے دن جلسہ شروع ہوا۔ صدر مجلس استقبالیہ چوہدری مختار احمد المعروف پریمیر کو سر سکندر نے اغوا کر لیا تھا، اس کی عدم موجودگی کی مولانا نیازی نے یہ توجیہ کی کہ ''صورت مبیں حالش مپرس'' کے مصداق در و دیوار خطبہ استقبالیہ پڑھ رہے ہیں۔ ہم خود اس کانفرنس کی اہمیت جانتے ہیں۔ ہماری ٹکر وزیر اعظم سے ہے، ظاہر ہے کہ سوائے عوام کے کسی کی تائید کی توقع نہیں ہے۔ اس لئے خطبہ صدارت ہو گا جو ملک برکت علی (ف ۱۹۴۶ء) پیش کریں گے۔ رات کی نشست بعد نماز عشاء شروع ہو گئی جس میں ہم عہد حاضر کے میر جعفر سر سکندر حیات کی غداریوں کو بے نقاب کریں گے۔

رات کو جلسہ ہوا اور خوب ہوا۔ مسٹر ابو سعید انور (ف ۱۹۸۴ء) مولانا ظفر علی خاں (ف ۱۹۵۶ء) اور مولانا نیازی نے خطاب کیا اور ملک برکت علی نے خطبہ صدارت دیا۔ مولانا نیازی کی تقریر بڑی شعلہ بار تھی۔ انہوں نے جب یہ برسرعام اور ڈنکے کی چوٹ کہا کہ:

''مسمی سکندر حیات ولد محمد حیات ذات کھٹڑ ساکن موضع واہ (واہ کینٹ) ضلع کیمبل پور (حال اٹک) جو نکلسن کے اردلی کے بیٹا ہے، اس کو میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ غیر پاکستان جو سر سکندر حیات بزعم خویش اپنی خود غرضیوں، مکاریوں، عیاریوں اور ستم رانیوں کی خاطر بنائے گا یقیناً وہ ''لغوستان'' ہو گا لیکن جو پاکستان کتاب و سنت کی بالا دستی اور شریعت کی سیادت و قیادت قائم کرنے کے لئے وجود میں آئے گا وہ بن کر رہے گا۔ کتے بھونکتے رہتے ہیں اور کارواں چلا جاتا ہے۔ سر سکندر کو معلوم ہونا

چاہئے کہ مسلم نوجوان آگ کے شعلے ہیں، ان سے ٹکرانے والا جل کر راکھ ہو جائے اور پاکستان بن کر رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔''

تو تیس ہزار کا مجمع جھوم جھوم اٹھا اور فضا چھٹ گئی۔

اس جلسے کا اہتمام کرنے والوں مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (ف ۱۹۶۸ء)، حکیم محمد انور بابری (ف ۱۹۷۷ء)، مولوی عبد القدیر نعمانی (ف ۱۹۸۶ء)، ابو سعید انور (ف ۱۹۸۴ء)، ڈاکٹر محمد الیاس مسعود (ف ۱۹۸۵ء)، ظہور عالم شہید (ف ۱۹۸۸ء)، شیخ محمد اقبال اور حمید نظامی (ف ۱۹۶۲ء) نے بڑی ہمت، جرأت، جوانمردی اور استقامت سے کانفرنس کو کامیاب کیا۔ جلسہ بے حد کامیاب ہوا حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی روئیداد بھیجی گئی۔ بہت خوش ہوئے اور مولانا نیازی کے نام جو خط لکھا خاص طور پر اس کا یہ فقرہ قابل توجہ تھا:

"YOU YOUNG MEN AREDOING A GREAT WORK.
I AM WITH YOU. YOU WILL SUCCEED
ULTIMATLEY, ANSHA ALLAH."

اس کانفرنس کا زبردست اثر ہوا، سر سکندر بوکھلا گیا۔ (13)

اسی دوران لاہور کے دو اخبارات (روزنامہ انقلاب اور شہباز) نے سر سکندر کی حمایت اور قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بڑی شد و مد کے ساتھ پروپیگنڈہ شروع کر رکھا تھا۔ ان میں سے ایک نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ مسٹر جناح محض ایک سیاسی جماعت کے سربراہ ہیں اور سر سکندر حیات پنجاب کے منتخب وزیر اعظم ہیں۔ اس سے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ سر سکندر کی حیثیت زیادہ مضبوط ہے۔

''پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی'' نے ان اخبارات کے خلاف احتجاج کا پروگرام بنایا۔ ان اخبارات کے بہت سے پرچے خریدے گئے اور ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء کو دو بجے دن سے شام کے ساڑھے سات بجے تک لاہور کے ہر قابل ذکر چوک میں کھڑے ہو کر ان اخبارات کو نذر آتش کیا گیا۔ اخبار سوزی کی یہ رسم پورے لوازم کے ساتھ ادا کی جاتی۔ چوک میں پہنچ کر تانگے والے کھڑے کر لئے جاتے۔ ''پاکستان زندہ باد'' اور ''قائد اعظم زندہ باد'' کے نعروں کے بعد ڈاکٹر محمد الیاس مسعود قریشی (ف ۱۹۸۵ء) ترنم کے ساتھ ترانہ ملی پڑھتے۔ اتنے میں دو چار سو راہ گیر اور

دکاندار جمع ہو جاتے۔ پھر مولانا نیازی اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرماتے۔ جس کے اختتام پر اخبار جلائے جاتے۔ اخبار جلانے کے بعد شام کے جلسے کا اعلان کیا جاتا۔ رات کو دہلی دروازے کے باہر جلسہ ہوا۔ تلاوت کے بعد ڈاکٹر محمد الیاس مسعود (ف ۱۹۸۵ء) نے ترانہ ملی سنایا۔ پھر مولانا نیازی نے اپنی شعلہ نوائی سے حاضرین کے قلب وجگر کو گرمایا۔ آپ کے علاوہ چوہدری نصر اللہ خاں ایڈووکیٹ (ف ۱۹۵۷ء)، پروفیسر چوہدری محمد صادق (ف ۱۹۸۷ء)، ظفر اللہ خاں ملک (ف ۱۹۹۲ء) اور پروفیسر منظور الحق صدیقی نے تائیدی تقریریں کیں۔ مجلس احرار کے گڑھ میں پاکستان کے حق میں پہلا جلسہ تھا جسے منعقد کرنے کی جرأت اور کوئی نہ کر سکتا تھا۔ اس مظاہرے سے دونوں اخبارات کی فروخت پر خاصا اثر پڑا اور قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو بیسیوں انجمنوں کی طرف سے تار دیئے گئے!

EXPEL SAKANDAR. FINISH THE TRAITOR. KILL THE WEATHER COCK. DO A WAY THE JUDAS. BURY THE MIR, JAFFAR OF THE PUNJAB.

"سکندر کو نکال دو، غدار کو نیست و نابود کرو۔ اس مرغ بادنما کو ختم کرو، اس یہودا اسکریوطیوں کو نکال پھینکو۔ پنجاب کے اس میر جعفر کو بزور نکال کر دفن کر دو۔" (14)

مولانا نیازی کے خطاب کے بارے میں تحریک پاکستان کے نامور کارکن پروفیسر منظور الحق صدیقی رقمطراز ہیں کہ:

> "نیازی صاحب عوامی نفسیات کو خوب سمجھتے تھے۔ خود طویل القامت اوپر طرے دار پگڑی پھر آواز میں گھن گرج، الفاظ پر شکوہ، ہر خوف کو پاؤں کے نیچے رگیدتے اور ہر مصلحت کو ٹھوکر مارتے ہوئے بیباکانہ تقریر کی۔ ازلی کاسہ لیس، غدار ابن غدار مسمی سکندر حیات ولد محمد حیات قوم کھٹر ساکن واہ.......... ایسے بیباکانہ الفاظ کسی پبلک جلسے میں ہم نے ان کی زبان سے نہ سنے۔" (14۔الف)

عنقارا بلند است آشیانہ

مولانا نیازی کی ان سرفروشانہ سرگرمیوں سے سر سکندر کی نیند حرام ہوگئی اور اس نے ایک دفعہ

پھر نیازی صاحب کو رام کرنے کی کوشش کی۔ ان کی فوری طور پر "محکمہ دیہات سدھار" کا ڈویژنل ڈائریکٹر مقرر کرنے اور بعد میں باقاعدہ سول سروس میں لینے کی پیشکش کی اور میر مقبول محمود (ف ۱۹۴۸ء) نے دو لاکھ روپے بھی پیش کرنے چاہے مگر آپ نے دونوں پیشکشوں کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر سر سکندر کے طلسم فریب کو توڑ دیا۔ (15)

برو ایں دام بہ مرغ دگر نہ
کہ عنقارا بلند است آشیانہ

لاہور میں مولانا نیازی کا پہلا انتخابی معرکہ

اسی دوران ۱۹۴۱ء میں بعض قانونی وجوہ کی بناء پر حلقہ اندرون لاہور (مسلم سیٹ) سے خالد لطیف گابا المعروف کے ایل گابا (ف ۱۹۸۱ء) کے دیوالیہ قرار پا جانے کی وجہ سے ضمنی انتخاب کا اعلان ہوا تو سوال پیدا ہوا کہ پنجاب کے دارالسلطنت سے، جو صوبے بھر میں مسلمانوں کا سب سے بڑا مرکز تھا، کس کو کھڑا کیا جائے۔ سر سکندر حیات خاں (ف ۱۹۴۲ء) اور نواب شاہنواز خاں ممدوٹ (ف ۱۹۴۲ء) کی خواہش تھی کہ یہ ٹکٹ میاں امیر الدین (ف ۱۹۸۹ء) کو دیا جائے لہٰذا پنجاب مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے اسے ٹکٹ دیا۔ نوجوان سر سکندر کے اس خاص الخاص گماشتے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا مخلص و جان نثار کارکن میدان میں آئے اور قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ اس کی مدد کریں چنانچہ اس سلسلہ میں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو متوجہ کیا گیا تاکہ برٹش گورنمنٹ پر واضح ہو جائے کہ قوم کس کے ساتھ ہے بہرحال نوجوان مسلم لیگی کارکنوں کی خواہش تھی کہ یہ ٹکٹ مولانا نیازی کو دیا جائے کیونکہ ان کی خدمات جلیلہ سے پنجاب میں مسلم لیگ کو بہت تقویت حاصل ہوئی تھی اور اس کا احساس حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو بھی تھا۔ چنانچہ مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں نے حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو اس ضمنی انتخاب کی طرف متوجہ کیا کہ یہاں پر آپ اپنا نمائندہ کھڑا کریں اور دوران الیکشن تشریف بھی لائیں، لاہور کے غیور مسلمان آپ کے ساتھ ہیں۔ اسی موقع پر ہی سر سکندر حیات (ف ۱۹۴۲ء) کی اوقات کھل کر سامنے آ جائے گی۔ آپ کا نمائندہ لازمی کامیاب ہوگا اور اس کا بالواسطہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ نیشنل ڈیفنس کونسل کے رکن رکین سر سکندر حیات کے اثر و رسوخ، مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا بھرم کھل جائے گا۔

قائداعظم کی تائید

قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اس تجویز کی تائید وحمایت کی اور مولانا نیازی کو خط لکھا کہ آپ میں سے کوئی شخص اپنے کاغذات نامزدگی داخل کر دے۔ خط ٹائپ شدہ تھا۔ نیچے POST SCRIPT (مکرر آنکہ) لکھ کر انہوں نے اس قدر تاکید کی کہ ۲۱ راگست ۱۹۴۱ء تک کاغذات نامزدگی داخل کرنے کی آخری تاریخ ہے، ۲۲ کو پڑتال ہوگی اور ۲۳ راگست کو دستبرداری از انتخاب کا موقعہ دیا جائے گا۔ آپ میں سے کوئی شخص آگے بڑھ کر اپنے کاغذات نامزدگی داخل کرے اور مقابلے کے لئے ڈٹ جائے لیکن جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں کوئی پابندی قبول نہیں کرتا۔

حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا خیال تھا کہ مولانا نیازی ضمنی انتخاب میں اپنی تجویز کے مطابق ضرور کھڑے ہوں گے مگر مولانا اس زبردست معرکہ میں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی واضح تائید چاہتے تھے، ایک دو دن توقف کیا۔ اس کے فوراً بعد قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے پرائیویٹ سیکرٹری مسٹر مطلوب الحسن سید (ف ۱۹۸۴ء) کا خط موصول ہوا، جس میں وہ رقمطراز تھے" کہ میں یہ خط آپ کو اردو میں لکھ رہا ہوں، ٹائپ نہیں کر رہا تاکہ کسی دوسرے کو پتہ نہ چل سکے۔" حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی خواہش ہے کہ آپ خود میدان عمل میں آجائیں، مقابلہ کریں۔ آپ چپکے سے کاغذات نامزدگی داخل کر دیجئے، قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی تائید وحمایت آپ کے ساتھ ہے۔ آخر میں یہ بھی لکھا کہ یہ خط مجھے بجنسہ واپس کر دیجئے، آپ کا مشکور وممنون ہوں گا۔ اس اہم مسئلہ سے حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ملک برکت علی صاحب ایڈووکیٹ کو بھی آگاہ کیا اور اس کی اہمیت ونزاکت کی طرف توجہ مبذول کرائی۔

مولانا نیازی نے مسٹر مطلوب الحسن سید (ف ۱۹۸۴ء) کے خط کی نقل اپنے پاس رکھ لی اور اصل خط انہیں بجنسہ واپس کر دیا۔ مولانا نے یہ خیال کیا کہ ہم قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر الیکشن لڑ رہے ہیں، لہٰذا ان کے ہر حکم کی تعمیل ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے کاغذات نامزدگی داخل کر دیئے۔ سرسکندر حیات خاں کے امیدوار میاں امیر الدین (ف ۱۹۸۹ء) تھے۔ مولانا نیازی کے پیچھے ملک برکت علی جیسے ہردلعزیز مسلم لیگیوں اور پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی طاقت تھی۔ سرسکندر گھبرا گیا اور سردار اورنگ خاں سابق وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد (ف ۱۹۵۷ء) اور ابوسعید انور

(ف ۱۹۸۴ء) مسلم لیگی کارکن ومشہور صحافی آف لاہور کو میاں امیر الدین کی طرف سے نیازی صاحب کے پاس بھیجا کہ جو چاہو لے لو، ہم دینے کو تیار ہیں اور ہمارے مقابلہ سے دستبردار ہو جاؤ۔ بیس ہزار روپیہ نقد ودیگر مراعات کی پیشکش کی۔ مگر مولانا نیازی نے یہ پیشکش پائے استحقار سے ٹھکرا دی اور کہا کہ بکنے اور جھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے میدان میں اترا ہوں۔ جب تک سرسکندر حیات، قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے معافی نہیں مانگے گا اور نیشنل ڈیفنس کونسل سے استعفیٰ نہیں دے گا، ہماری جنگ جاری رہے گی۔

سرسکندر نے قائداعظم سے معافی مانگ لی

مولانا نیازی نے اپنی انتخابی مہم شروع کر دی اور ہر جلسے کی کارروائی قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو پہنچنا شروع ہوگئی۔ حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ بھی اس سے کمتر چیز پر راضی نہ تھے کہ سرسکندر حیات نیشنل ڈیفنس کونسل سے استعفیٰ دے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔ اس ساری جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرسکندر اس ضمنی انتخاب میں حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مقابلے سے گھبرا گیا اور گورنر بمبئی کے ذریعے اس کا یہ موقف بھی مسترد ہو گیا کہ اسے بحیثیت "چیف مسلم"، نہیں بلکہ بحیثیت وزیر اعظم، ڈیفنس کونسل میں لیا گیا ہے کیونکہ وائسرائے کے خط نے اس حقیقت کو واشگاف کر دیا کہ اس کو بحیثیت وزیر اعظم نہیں بلکہ بحیثیت "مسلم چیف" لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا نیازی اور ان کے نوجوان کی لاج رکھ لی، سکندر حیات نے ۲۴ راگست ۱۹۴۱ء کو "آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی" کے اجلاس منعقدہ بمبئی میں نیشنل ڈیفنس کونسل سے استعفیٰ دے دیا اور قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے معافی مانگ لی۔

اس کے بعد مولانا نیازی کے ساتھیوں "آل پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی" کے نوجوانوں اور "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے کارکنوں نے مجلس مشاورت منعقد کر کے یہ فیصلہ کیا کہ ہماری جدوجہد کامیاب ہوگئی۔ سرسکندر قوم کے سامنے جھک گیا، اس لئے ہمیں ضمنی انتخابات میں حصہ لینے پر اصرار نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا نیازی کی دستبرداری کا اعلان کر دیا گیا۔ دستبرداری کے بعد میاں امیر الدین نے دوبارہ ابوسعید انور (ف ۱۹۸۴ء) کو مولانا نیازی کے پاس بھیجا اور پیشکش کی کہ ضمنی انتخاب کے سلسلے میں آپ کا جو خرچ ہوا ہے، وہ ہم دینے کو تیار ہیں۔ بیس پچیس ہزار تک دینے کو تیار ہیں۔ مولانا نیازی نے اس کے جواب میں کہا:

''ہمارا انتخاب کے لئے کھڑا ہونا کسی ذاتی غرض، مفاد یا لالچ کے لئے نہیں تھا بلکہ ہم یہ چاہتے تھے کہ سر سکندر، قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا وفادار بن جائے اور دس کروڑ مسلمانوں کے موقف سے آگاہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے جو خرچ کیا ہے، ملی غیرت اور ذاتی کردار کی استقامت کی خاطر کیا ہے، ہم اس کا اجر کسی سے نہیں لیتے۔ فرض کی ادائیگی کا شوق اور ولولہ تھا جو ہم نے پورا کر دکھایا۔''(16)

مولانا نیازی قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے حضور

اس ضمنی انتخاب میں سر سکندر حیات کو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت تسلیم کرنے پر مجبور کرنے کے بعد مولانا نیازی اور ان کے ساتھی حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتے تھے کہ اب ہمارا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے۔ چند خطوط کے تبادلہ کے بعد حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا نیازی کو لکھا کہ یہ بات خطوط کے ذریعے نہیں ہو سکتی۔ آپ لوگ میرے پاس آئیں، بالمشافہ گفتگو ہوگی۔

چنانچہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۴۱ء میں مولانا نیازی اور مولانا محمد ابراہیم علی چشتی رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۶۸ء) دہلی میں ان کی رہائش گاہ ۱۰۔ اورنگ زیب روڈ پر حاضر ہوئے۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ کسی کو اپنے ہاں نہیں ٹھہراتے تھے، صرف چند لوگ ایسے تھے جنہیں ان کے پاس قیام کا شرف حاصل رہا۔ ان میں سے ایک راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (ف ۱۹۷۳ء) تھے۔

قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو نوجوانوں سے بہت محبت تھی۔ فرماتے تھے کہ ان سے میری توقعات وابستہ ہیں۔ مولانا نیازی نے دہلی پہنچ کر انہیں فون کیا تو انہوں نے فرمایا: ''فوراً تشریف لے آئیں یہیں میرے پاس۔''

مولانا نیازی نے کہا ''ہم ادھر کسی دوست کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں'' تو انہوں نے فرمایا میں آپ کا دوست نہیں ہوں کیا؟ مولانا نیازی نے کہا: ''آپ تو ہمارے بزرگ بھی ہیں۔'' چنانچہ مولانا نیازی اور مولانا محمد

ابراہیم علی چشتی دونوں حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس گئے۔ انہوں نے لاہور کے ضمنی انتخاب کے سلسلہ میں دونوں کو مبارکباد دی اور فرمایا! ''نوجوانو! تم بہت بڑی قوت ہو۔'' پھر ارشاد کیا ''یہ تمہاری کامیابی ہے، میری کامیابی تمہاری وجہ سے ہے، مجھے تم پر فخر ہے'' دونوں حضرات نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آئندہ پروگرام کا پوچھا تو انہوں نے کہا:

''آپ لوگ مسلم لیگ کو مقبول عام بنائیں۔''

مولانا نیازی اور مولوی محمد ابراہیم علی چشتی نے عرض کیا کہ مسلم لیگ کو مقبول عام بنانے کے ساتھ ساتھ ہم لوگوں نے نوجوانوں کو ایک نئی فکر دی ہے، ایک تصور حیات۔ ہماری سکیم یہ ہے کہ ''خلافت کا نظریہ'' جسے مغربی دنیا اگرچہ بدنام کر چکی ہے مگر خلافت کا لفظ سن کر اب بھی مغرب والوں پر سلطنت عثمانیہ کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور پاک اسلام ازم کا تصور انہیں خوفزدہ کر دیتا ہے۔ اس لفظ میں بے پناہ قوت موجود ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ خلافت کا تصور اپنے صحیح معانی میں جلوہ گر ہو۔ آپ اس نظریئے کو اپنی پولیٹیکل لینگوئج (سیاسی زبان) میں پیش کریں۔ جہاں ہمیشہ میجارٹی از اتھارٹی کے اصول کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اور جس کے مطابق قوم وطنیت سے بنتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ قوم عقیدے اور ایمان پر بنتی ہے وطنیت پر نہیں بنتی۔ اس لئے کیوں نہ نظام خلافت کو پاکستان کا سیاسی نظام قرار دیا جائے۔ ہم یہ کیوں نہ کہیں کہ ہم عقیدے اور ایمان کی برتری پر یقین رکھنے والی قوم ہیں اور ہمارے ہاں اگر کسی مسئلے پر سو میں سے ننانوے آدمی مخالف ہوں مگر ایک شخص اس مسئلے کے بارے میں قرآن حکیم کی آیت کا حوالہ اپنی رائے کے حق میں پیش کرے تو اس کی بات بلاچون وچرا تسلیم کر لی جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں نظریہ خلافت کو اب دنیا سے منوانے کا وقت ہے، کیوں نہ اس کے لئے جدوجہد کی جائے۔ ہم مسلمان حاکمیت میں نیابت اور دولت میں امانت چاہتے ہیں۔ نیابت اور امانت کے ملنے سے خلافت کا نظام حکومت قائم ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت خلافت الٰہیہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا نیابت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب پر فائز ہوتا ہے اور وہ خلیفۃ الرسول ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کسی نے یا خلیفۃ اللہ کہا تو انہوں نے جواب دیا: ''نہیں میں تو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں۔'' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت چلتے چلتے

ساری امت کو یہ نیابت حاصل ہو جاتی ہے، ساری امت نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب پر فائز ہے۔ جب تک امت کتاب وسنت کے مطابق چلے گی تو ٹھیک ہے ورنہ وہ اس نیابت سے محروم ہو جائے گی۔ تو گزارش یہ ہے کہ اس نظریہ (خلافت) کو عام کیا جانا چاہئے۔"

"حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے یہ گفتگو نہایت تحمل اور توجہ سے سننے کے بعد فرمایا: "اس چیز (نظریہ خلافت کا پرچار) سے ہمارے دشمن اور بھڑک اٹھیں گے۔ آپ لوگ نہیں جانتے کہ اگلے روز مسٹر جیکار (ایک ہندولیڈر) کہہ چکا ہے کہ اگر انقرہ (ترکی) سے ایک تیر چلایا جائے تو وہ سیدھا دہلی تک پہنچ جاتا ہے، دنیا کے مسلمان ایک ہیں۔" اس لئے میں ان لوگوں (غیر مسلم عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں) کو اور زیادہ تند و تلخ نہیں بنانا چاہتا۔"

بہرحال اس موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ وہ مولانا نیازی کی جوانی کا زمانہ تھا۔ بات کا کوئی ایسا پہلو نکل آیا جس پر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ گرم سے ہو گئے۔ مولانا نیازی نے کہہ دیا: "سر، آپ اپنا فرض ادا نہیں کر رہے ہیں۔"

قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے یہ بات کہنا آسان نہ تھا۔ انہوں نے اپنی گرج دار آواز میں فرمایا: "ایسا مت کہو کہ میں اپنا فرض ادا نہیں کر رہا ہوں۔ تمہاری عمر کیا ہے؟"

مولانا نیازی نے کہا: پچیس سال۔

قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: "تمہاری عمر ابھی میری مشکلات کا اندازہ لگانے کے لئے بہت چھوٹی ہے۔"

مولانا نیازی نے کہا: "سر، میں خوش قسمت ہوں کہ عمر کے اس حصے ہی میں میں صحیح نتیجے پر پہنچ چکا ہوں۔"

اس پر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ٹھیک ہے۔ اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کیجئے۔"

چنانچہ مولانا نیازی نے خلافت پاکستان سکیم پر ان سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کی۔ تقریباً دو گھنٹے تک قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات رہی۔ اس دوران دوسرے موضوعات پر بھی باتیں

ہوئیں، جب واپس آنے لگے تو وہ مولانا نیازی اور مولوی محمد ابراہیم علی چشتی کو کوٹھی کے دروازے تک چھوڑنے آئے۔ مولوی محمد ابراہیم علی چشتی رحمتہ اللہ علیہ، قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ تھے جب کہ مولانا نیازی ذرا پیچھے تھے۔ چشتی صاحب نے زندگی میں کبھی داڑھی نہیں منڈوائی۔ ان کے چہرے پر سچی داڑھی تھی۔ وہ اس وقت لاء کالج لاہور کے سٹوڈنٹ تھے، ایل ایل بی میں ان کا فائنل ایئر تھا۔ باہر نکلتے ہوئے انہوں نے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے کہا: "سر! آپ مسلمانوں کے رہنما ہیں آپ داڑھی کیوں نہیں رکھ لیتے؟" اس پر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے قہقہہ لگایا اور فرمایا!

"مولوی صاحب! اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مصطفیٰ کمال پاشا (اتاترک) کے چہرے پر داڑھی نہیں تھی اس کے باوجود وہ ہم سے بہتر مسلمان تھے۔"

قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی بات سن کر مولانا نیازی آگے آ گئے اور کہا: "اس سے فرق تو پڑتا ہے۔"

اس پر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"لیکن آپ خود تو بغیر داڑھی کے ہیں، یہاں آپ کا موقف کمزور ہو جاتا ہے۔"

مولانا نیازی نے جواب دیا: "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ داڑھی کے تقدس یا اس کے اسلامی شعائر ہونے کو ہم بہرحال مانتے ہیں۔ پھر یہ کہ آدمی جس قدر زیادہ ذمہ دار عہدے پر فائز ہو، اس کو اسلامی شعائر کا اتنا ہی زیادہ مظاہرہ کرنا چاہئے۔ مصطفیٰ کمال کی بات اور تھی۔ اس کا نعرہ تھا کہ ترکی، ترکوں کے لئے ہے مگر آپ کہتے ہیں کہ اسلام مسلمانوں کے لئے ہے۔ ہندوستان میں رہتے ہوئے بھی ہمارا الگ کلچر ہے، الگ تہذیب ہے، ہمارے قوانین الگ ہیں، سیاست الگ ہے یعنی ہر چیز جداگانہ ہے۔ اس لئے آپ کو اسلام، اس کے کلچر اور اپنی تہذیب کے مطابق رہنا چاہئے۔ آپ کو اپنی سیاست کے مطابق چلتے ہوئے مسلمانوں کی قیادت کا مقدس فریضہ انجام دینا چاہئے۔"

اس پر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ فرق نہیں دیکھتے، میں نے لباس بدل لیا ہے۔ میری مادری زبان سندھی ہے اور سکول میں گجراتی پڑھی ہے مگر ذاتی محنت سے اردو میں اپنا مطلب بیان کر سکتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں ان شاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔(17)

سرسکندر کی سرزنش

۱۹۴۲ء میں پنجاب پراونشل مسلم لیگ کونسل کا اجلاس برکت علی اسلامیہ ہال بیرون موچی دروازہ لاہور میں نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف ۱۹۶۹ء) کی صدارت میں ہوا۔ سرسکندر حیات بحیثیت وزیراعظم پنجاب اجلاس میں شرکت کے لئے آئے تو تمام لوگ کھڑے ہو گئے مگر نیازی صاحب اپنی جگہ پر بیٹھے رہے کیونکہ ان کی نظروں میں سرسکندر حیات ابھی تک صحیح مسلم لیگی نہیں تھا اور اس کی وفاداریاں مسلم لیگ اور قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مشکوک تھیں۔

تمام لوگ حیران و پریشان کھڑے تھے کہ نیازی صاحب نے یہ کیا کیا ہے اور اب دیکھئے کہ سرسکندر کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟ سرسکندر نے جب نیازی صاحب کی جرأت و بیباکی اور اپنے اصولوں کی پابندی اور پاسداری کا یہ عالم دیکھا تو وہ خود نیازی صاحب کے پاس گیا، خیریت دریافت کی اور پھر اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا اور پھر تمام لوگ بھی اپنی اپنی سیٹوں پر براجمان ہو گئے۔(18)

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

میانوالی مسلم لیگ کے دوبارہ صدر

۱۹۴۲ء میں ہی مولانا نیازی، ضلع میانوالی مسلم لیگ کے دوبارہ صدر منتخب ہو گئے اور ساتھ ہی ساتھ انہیں صوبائی کونسل اور آل انڈیا مسلم لیگ کا رکن بھی چن لیا گیا۔ اب آپ نے اپنا تمام وقت مسلم لیگ کے لئے وقف کر دیا۔ جون، جولائی (۱۹۴۲ء) میں جب آپ تحریک پاکستان کے سلسلے میں صوبہ سرحد کا دورہ کر رہے تھے تو ایک دن قرم ایجنسی کے مشہور مقام پاراچنار میں اپنے ایک عزیز خان محمد خان نیازی مرحوم ڈپٹی ڈائریکٹر ایگریکلچر فرنٹیئر گورنمنٹ کی ملاقات کے لئے گئے۔ ان کے ہاں صبح و شام قبائل توری خیل، مہمند کے سردار معززین کی آمدورفت رہتی تھی۔ توری خیل قبیلے میں اکثریت اہل تشیع کی ہے اور مہمند تمام کے تمام اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ڈپٹی ڈائریکٹر ایگریکلچر کے پاس دونوں قبائل کے سردار آتے تھے اور مولانا نیازی کو ان سے تبادلہ خیال کا موقعہ ملتا رہتا تھا۔ مولانا نے ان کے سامنے کانگرس اور سرخ پوشوں کے تصور متحدہ قومیت کے مقابلے میں نظریہ پاکستان کی فوقیت ثابت کی۔ چند دنوں میں یہ سب مولانا نیازی کے ہم نوا بن گئے اور تجویز پیش کی کہ آئندہ جمعہ پر مولانا نیازی، تحریک پاکستان کے اغراض و مقاصد

اور آئندہ مفصل پروگرام پیش کریں۔ چنانچہ قرار پایا کہ نماز جمعہ سے قبل اہل سنت کی مسجد میں حضرت مولانا کا خطاب ہوگا اور بعد نماز جمعہ، جامع اہل تشیع میں تقریر کی جائے۔

پروگرام کے مطابق مولانا نیازی نے نماز جمعہ سے قبل اہل سنت کے مرکز میں خطاب کیا اور جمعہ کی نماز کے بعد اہل تشیع کے ہاں تشریف لے گئے۔ ان کے امام جمعہ نے حضرت مولانا نیازی کا استقبال کیا اور دعوت تقریر دی۔ دوران تقریر مولانا نے مجمع کو مسجد کے صحن میں آنے کے لئے کہا، جب سب صحن میں جمع ہو گئے۔ مولانا نے سامعین سے دریافت کیا کہ اپنے دائیں بائیں بلند و بالا سلسلہ کوہ کی چوٹیوں پر نگاہ دوڑاؤ، کیا تمہیں یہاں حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نظر آتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تیرہ سو سال ہو گئے وہ شہید ہو چکے ہیں، یہاں کیسے نظر آئیں گے۔ حضرت مولانا نے فرمایا، اچھا اگر وہ نظر نہیں آتے تو دائیں بائیں پہاڑ کی چوٹیوں پر نگاہ دوڑاؤ اور مجھے بتاؤ کہ کیا تمہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نظر آ رہے ہیں تو وہ سب ہنس پڑے اور حضرت مولانا سے کہنے لگے کہ آپ پڑھے لکھے عالم دین ہو، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ بھی عرصہ تیرہ سو سال سے فوت ہو چکے ہیں۔ تو جواب سننے کے بعد مولانا نیازی نے حاضرین سے پوچھا کہ خلافت کس کے پاس ہے، بنو ہاشم کے پاس ہے یا بنوامیہ کے پاس۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان دونوں میں سے کسی کے پاس نہیں۔

اس پر حضرت مولانا نے انہیں بتایا کہ آج حکومت نہ بنوامیہ کے پاس ہے اور نہ ہی بنو ہاشم کے پاس، بلکہ بنوانگلینس (یعنی انگریزوں) کے پاس ہے۔ جو چیز تمہارے پاس نہیں، غیر کے پاس ہے، اس کے لئے مقابلہ، مناظرہ اور مشاجرہ سراسر نادانی ہے۔ آؤ ہم سب مل کر پہلے بنو انگلینس سے اپنی سلطنت واپس لیں، اس کے بعد اسلامی اصول سیاست:

ان اکرمکم عنداللہ اتقکم۔ (الحجرات:۱۳)

''خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔''

کی بنیاد پر ملت کے بہترین فرد کو قیادت کے لئے منتخب کر لیا جائے۔ اگر دو امیدوار میدان میں ہوں اور علم، تجربہ، امانت، دیانت، تقویٰ اور طہارت کے اعتبار سے دونوں برابر ہوں، مگر ایک کا اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خونی رشتہ ہے تو لامحالہ ملت اسے ترجیح دے گی۔ بہرحال اس وقت تمہیں متحدہ و متفق ہو کر قیام پاکستان کو حقیقت ثابتہ بنانا ہوگا۔

اس تقریر کے بعد اہل تشیع نے تجویز پیش کی کہ کل ہم سنی بھائیوں کے ساتھ مل کر پارا چنار بلکہ ساری قرم ایجنسی میں تحریک پاکستان کو آگے بڑھائیں گے۔ جب سنی قبائل کے عمائدین کو اس تجویز کا علم ہوا تو انہوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور دوسرے روز مولانا نیازی کی قیامگاہ پر تمام نمائندہ سرداران قبائل کے اجتماع کی سکیم منظور ہو گئی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ جب انگریز پولیٹکل ایجنٹ کو مولانا نیازی کی ان مساعی کا علم ہوا تو اس نے دوسرے روز اجلاس کے انعقاد سے قبل آدھی رات کو مولانا نیازی کو گرفتار کر کے قرم ایجنسی سے ضلع کوہاٹ میں پہنچا دیا اور یوں اس وقت کے سی آئی اے کے گماشتوں نے اسلام دشمنی کا بھرپور مظاہرہ کر دیا۔(19)

۱۹۴۲ء میں ہی مولانا نیازی بحیثیت سیکرٹری ''اقبال ڈے کمیٹی'' حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوم اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی صدارت کے لئے دعوت دی۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ پہلے سے بعض مقامات پر اپنے دورے کا پروگرام طے کر چکے تھے، اس لئے معذرت کی۔ البتہ اقبال ڈے کے لئے ایک مفصل پیغام ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا جو بعد میں انہوں نے پورا بھی کیا۔ اس پیغام کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

''علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ برصغیر میں مسلمانوں کے استقلال اور عروج کے لئے علیحدہ ہوم لینڈ کا مطالبہ اپنے خطبہ الہ آباد میں فرما چکے ہیں۔ ہم نے اقبال ڈے کے موقعہ پر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اسلامی نظام حیات کو برپا کرنے کے لئے قوت عمل سے جلد از جلد وہ خطہ اراضی حاصل کر لیں۔
اقبال رحمتہ اللہ علیہ ملت کے عزائم کا ترجمان ہے اور نوجوانوں کو سرگرم عمل دیکھنا چاہتا ہے۔ میں اس کے خواب کی تعبیر کے لئے مصروف کار ہوں اور ہر مسلمان کو اس پاکیزہ مقصد کے حصول کے لئے ہر ممکن ایثار و قربانی کی دعوت دیتا ہوں۔''

مولانا نیازی کے بیٹھے بیٹھے مولانا ظفر علی خان (ف ۱۹۵۶ء) بھی قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آ گئے اور راجگوپال اچاریہ فارمولا کے متعلق قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے گفتگو کرنے لگے۔ مولانا ظفر علی خان اس فارمولے سے متاثر معلوم ہوتے تھے لیکن قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اس فارمولے کا اس انداز سے تجزیہ کیا کہ مولانا ظفر علی خان کو اپنی رائے تبدیل کرنا پڑی۔

دوران گفتگو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دلچسپ مثال پیش کی جو انہی کے الفاظ میں بیان کی جا رہی ہے:

''آپ کہتے ہیں کہ منزل بہت دور ہے، وسائل محدود ہیں۔ ہم مقصود کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ میرا جواب یہ ہے کہ وسائل و ذرائع کے مقابلے میں انسان کا عزم مصمم اور یقین کامل زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ جب نصب العین کے لئے انسان میں تڑپ پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اپنے ماحول سے خود آگے بڑھ کر ساز و سامان پیدا کر لیتا ہے۔ مثلاً آپ سامنے روشندان تک پہنچنا چاہتے ہیں، سیڑھی موجود نہیں ہے اور بھی کوئی ذریعہ آس پاس نظر نہیں آتا، اس وقت کیا کرو گے؟ دیکھو! یہ میز موجود ہے، اس پر چڑھ جاؤ۔ اس سے کام نہیں چلتا تو اس پر چھوٹی میز رکھ دو۔ یہ بھی ناکافی ہے تو اس پر سٹول رکھ دو۔ اس سے بھی مطلب حل نہیں ہوتا تو ادھر ادھر دیکھو کہیں اینٹیں پڑی مل جائیں، ان سے کام لو۔ بہر حال اگر آپ نے اپنے ٹارگٹ تک پہنچنے کے لئے عزم بالجزم کر لیا ہے تو آپ بالآخر کامیاب ہو جائیں گے۔ ان حالات میں میں کسی فارمولے یا پلان کو حرف آخر نہیں سمجھتا۔ حرف آخر صرف پاکستان قومی ہوم لینڈ کو سمجھتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے لئے یقیناً اسباب و وسائل پیدا ہوں گے۔''

قائداعظم کی شخصیت

مولانا نیازی فرماتے ہیں کہ اس تقریر کے بعد مجھ پر منکشف ہوا کہ یہ دبلا پتلا انسان کس فولادی عزم کا مالک ہے اور اپنے مقصد کی صحت و صداقت پر اسے کتنا اعتماد ہے۔ مولانا ظفر علی خاں اس گفتگو کے بعد اٹھ کر چلے گئے تو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے نیازی صاحب سے ہنس کر فرمایا:۔

''نیازی! تمہاری کیا رائے ہے؟''

مولانا نیازی نے جواب دیا:

''حضرت! ہمارے بزرگوں نے تو بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیئے تھے، خشکی پر بحری جہاز چلا دیئے تھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اسی جوش کے ساتھ

اپنی منزل کی جانب بڑھتے چلے جائیں گے۔''

یہ سن کر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور نیازی صاحب کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے فرمایا:

''مجھے نوجوانان اسلام سے یہی توقع ہے۔''(20)

۱۹۴۲ء کے آخر میں اسلامیہ کالج لاہور میں ''ڈین آف اسلامک سٹڈیز'' کی حیثیت سے مولانا نیازی کا تقرر ہوا اور جولائی ۱۹۴۶ء تک یہ فریضہ انجام دیتے رہے۔ نومبر ۱۹۴۲ء میں پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے پہلے سالانہ اجلاس کے سلسلے میں حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ لائل پور (فیصل آباد) تشریف لائے اور ۱۷ رنومبر تا ۱۹ رنومبر یہاں مقیم رہے۔ مولانا نیازی نے اس کانفرنس کی کامیابی وکامرانی کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی۔

۶ رنومبر ۱۹۴۲ء کو نوابزادہ رشید علی خاں (ف ۱۹۷۴ء) صدر سٹی مسلم لیگ لاہور کی تحریک پر لاہور کے نمائندہ مسلمانوں کا اجتماع ''محمڈن ہال'' میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے اپیل کی کہ لائل پور (فیصل آباد) جاتے وقت لاہور ریلوے اسٹیشن پر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال استقبال کیا جائے۔(21)

۱۷ رنومبر ۱۹۴۲ء کو قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے عازم لائل پور (فیصل آباد) ہوئے تو ٹرین کے انجن کے ساتھ دو سبز پرچم آخری بوگی پر لہرا رہے تھے جس میں حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سوار تھے۔ باقی ٹرین میں اکابرین مسلم لیگ مثلاً نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف ۱۹۶۹ء)، خواجہ ناظم الدین (۱۹۶۴ء)، آغا محمد جان بیرسٹر راولپنڈی، سید بہاء الدین گیلانی آف بٹالہ (ف ۱۹۴۷ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء)، مولانا جمال میاں فرنگی محلی وغیرہم کے ساتھ مولانا نیازی بھی سوار تھے۔(22)

۱۹۴۳ء میں آپ کو انجمن نعمانیہ ہند کا ڈپٹی سیکرٹری جنرل بنا دیا گیا۔ اس سے قبل آپ اقبال ڈے سوسائٹی کے سیکرٹری بنائے جا چکے تھے۔ اس کے علاوہ انجمن اسلامیہ لاہور کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے جس کے زیرانتظام برکت علی اسلامیہ ہال، شاہی مسجد، مسجد شاہ چراغ اور دوسری کئی مساجد تھیں پھر صوبائی مسلم لیگ کے پروپیگنڈا سیکرٹری بنا دیئے گئے۔

اسی سال پنجاب مسلم لیگ کے تحت ایک کانفرنس ہوئی۔ اسی طرح کی ایک اور کانفرنس جو آل انڈیا مسلم لیگ سطح کی تھی، دہلی میں منعقد ہوئی۔ مولانا نیازی نے ان دونوں کانفرنسوں میں

شرکت کی اور ریزولیشن بھی پیش کئے۔ یہ ریزولیشن ''پاکستان جنرل سٹاف ریزولیشن'' کے نام سے پیش کیا گیا تاکہ جب پاکستان قائم ہو جائے تو اس کا تنظیمی ڈھانچہ کیا ہو؟ یہ ریزولیشن مسلم لیگ کے ایجنڈے پر آیا اور اس پر تقریریں وغیرہ ہوئیں۔ اس پر غور کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی بھی بنائی گئی۔ اس میں مولانا نیازی نے پاکستان کی آئندہ انتظامیہ کے بارے میں تفصیلی تجاویز پیش کی تھیں کہ سول انتظامیہ کیسے چلے گی، فوجی جنرل سٹاف تیار کئے جائیں گے، دفاع کے لئے اسلحہ ساز فیکٹریاں ہوں گی، دوسرے ملکوں میں سفارت کے لئے کیا انتظامات کئے جائیں گے؟ اور اسی طرح کے دوسرے انتظامات جو ملک کو چلانے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ مولانا نیازی کے جگری دوست مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (ف ۱۹۶۸ء) پراونشل مسلم لیگ کونسل کے بھی رکن تھے۔ پھر صوبہ مسلم لیگ میں ''مشائخ کمیٹی'' بنی تھی، جس کے وہ سیکرٹری تھے۔ مولانا نیازی نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل میں اسلامی تہذیب و معاشرت کے نفاذ کا ریزولیشن پیش کیا تھا تاکہ ہمارے معاشرے کی اصلاح ہو جائے، بے پردگی کی حوصلہ شکنی ہو، لوگوں کو ارکان اسلام کا پابند بنایا جائے۔ القصہ پراونشل مسلم لیگ میں مولانا نیازی کے پاس جو عہدے تھے، انہیں انہوں نے پاکستان میں اعلیٰ اسلامی مقاصد کے حصول کے لئے پوری طرح استعمال کیا۔(23)

سیالکوٹ کا ایک تاریخی اجتماع

۲۸، ۲۹، ۳۰ راپریل ۱۹۴۴ء کو سیالکوٹ میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۴۸ء)، نوابزدہ لیاقت علی خاں (ف ۱۹۵۱ء)، سردار عبدالرب نشتر (ف ۱۹۵۸ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء)، راجہ غضنفر علی خاں (ف ۱۹۶۳ء)، ملک برکت علی (ف ۱۹۴۶ء)، شیخ صادق حسین امرتسری (ف ۱۹۵۹ء)، سردار محمد حسین گنجیانوالہ (ف ۱۹۶۹ء)، رانا نصر اللہ خاں (ف ۱۹۸۱ء)، نواب افتخار حسین ممدوٹ صدر پنجاب مسلم لیگ (ف ۱۹۶۹ء)، میر غلام بھیک نیرنگ (ف ۱۹۵۲ء)، سید قاسم رضوی (ف ۱۹۷۵ء)، قاضی محمد عیسیٰ (ف ۱۹۷۶ء)، حکیم آفتاب احمد قرشی (ف ۱۹۸۱ء)، ابوسعید انور (ف ۱۹۸۴ء)، مولانا بشیر احمد اخگر (ف ۱۹۹۴ء)، سردار شوکت حیات، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (ف ۱۹۹۵ء)، سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی (ف ۱۹۸۹ء)، مولانا عبدالستار خاں نیازی و دیگر بہت سے مذہبی وسیاسی رہنماؤں نے شرکت کی اور اپنے خطابات سے سیالکوٹ کی فضاؤں کو

گرما کے رکھ دیا اور پنجاب مسلم لیگ کو اک ولولہ تازہ بخشا۔

افتتاحی نشست ۲۸/اپریل ۱۹۴۴ء کو بعد نماز عشاء تالاب شیخ مولا بخش کے وسیع و عریض پنڈال میں ہوئی۔ نو بجے شب سے پیشتر ہی مرکزی و صوبائی رہنما اور قائدین سٹیج پر تشریف فرما ہو گئے تھے۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ، نوابزادہ لیاقت علی خاں اور سردار عبدالرب نشتر جب تشریف لائے تو حاضرین فرط تعظیم سے کھڑے ہو گئے۔ اطراف سے نعروں کا غلغلہ اٹھا جس سے پورا پنڈال گونج گونج اٹھا۔

اجلاس کی صدارت سردار عبدالرب نشتر نے کی۔ مولانا عبدالحامد بدایونی نے تلاوت کلام پاک کی۔ شاعر مسلم لیگ ظہیر نیاز بیگی نے اپنی نظم پڑھی۔ اس کے بعد استقبالیہ کمیٹی کے چیئرمین چوہدری نصیر احمد ملہی (ف ۱۹۹۱ء) نے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ اس کے بعد مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا عبدالستار خاں نیازی نے تقاریر کیں۔ مولانا نیازی نے دلائل و براہین سے مطالبہ پاکستان کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل کی کہ عصر حاضر کے تقاضوں کا بنظر عمیق اندازہ کریں اور اس حقیقت کو سمجھیں کہ قومی تشخص کو اجاگر کر کے کامل اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت درپیش ہے، اس لئے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اور باہمی اختلافات کو ختم کر دیں۔ اپنی اجتماعی کاوشوں سے پاکستان دشمن طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ یہ جنگ اسلامیان ہند کی دینی اور سیاسی جنگ ہے۔ آزاد اور خودمختار اسلامی مملکت کے قیام کی جنگ ہے۔ جس کی کامیابی سے مسلمانوں کو ایک ایسا خطہ زمین ہاتھ آئے گا جہاں وہ آزاد فضا میں اپنے دینی شعائر سے عہدہ برآ ہونے کے لئے شریعت اسلامیہ کو جاری و ساری کرنے کے مکمل طور پر مختار و مجاز ہوں گے۔ (24)

راولپنڈی کانفرنس

۱۷، ۱۸، ۱۹/ جون ۱۹۴۴ء کو مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن راولپنڈی کے زیر اہتمام اسلامیہ ہائی سکول مری روڈ راولپنڈی میں سردار شوکت حیات خان (ف ۱۹۹۸ء) کی زیر صدارت ایک شاندار کانفرنس منعقد ہوئی، جس سے نوابزادہ لیاقت علی خاں (ف ۱۹۵۱ء)، جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ، قاضی محمد عیسیٰ (ف ۱۹۷۶ء) صدر بلوچستان مسلم لیگ، نواب صدیق علی خاں (ف ۱۹۷۴ء) سالار اعلیٰ آل انڈیا مسلم لیگ، مسٹر جی ایم سید (ف ۱۹۹۵ء) صدر سندھ مسلم

لیگ، سردار اورنگ زیب (ف ۱۹۵۷ء) وزیر اعلیٰ سرحد، سردار عبدالرب نشتر (ف ۱۹۵۸ء) وزیر مال سرحد، مولانا ظفر علی خاں (ف ۱۹۵۶ء) ایم ایل اے سنٹرل، راجہ غضنفر علی خاں (ف ۱۹۶۳ء) ایم ایل اے، نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف ۱۹۶۹ء) صدر پنجاب مسلم لیگ، مسٹر ممتاز محمد خاں دولتانہ (ف ۱۹۹۵ء) ایم ایل اے، خان بہادر محمد اسمٰعیل، مولانا محمد اسحاق مانسہروی (ف ۱۹۶۲ء) سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی (ف ۱۹۸۹ء) آف راولپنڈی اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی آرگنائزنگ سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ نے شرکت کی۔ مولانا نیازی نے اپنے حقائق افروز اور باطل سوز خطاب میں مخالفین پاکستان کی دھجیاں بکھیر دیں۔ آپ نے نظریہ پاکستان کے موضوع پر اپنی ولولہ انگیز اور فکر خیز تقریر میں سامعین کے قلب وجگر میں آگ لگا دی اور تمام پنڈال نعرۂ ''تکبیر ورسالت'' اور ''قائداعظم زندہ باد'' کے نعروں سے گونج اٹھا۔ (24۔الف)

۱۴، ۱۵/ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو امرتسر میں ''مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن پنجاب'' کی دوروزہ ڈویژنل کانفرنس ہوئی۔ پہلا اجلاس ۱۴/ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو بعد نماز عشاء راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (ف ۱۹۷۳ء) کی زیر صدارت ہوا جس میں مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اسلامی نظام حیات کی خصوصیات پر روشنی ڈالی۔ سیاست حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے کہا:

> ''دور ماضی میں کفر کئی رنگ بدل کر آیا مگر اسلام کو سرنگوں نہ کر سکا۔ اب پھر مسلمانوں کو ''ہم رنگ زمین'' دام فریب میں پھنسانے کی کوشش کی گئی لیکن مرد مومن قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی فراست نے اس جال میں بھی پھنسنا پسند نہ کیا۔ مسلمان نوجوانوں کے ولولے بڑھ چکے ہیں، وہ نہ ہندو پر اعتماد کرتے ہیں نہ انگریز پر اس لئے کہ اللہ والوں کو ہمیشہ اللہ پر بھروسہ ہوتا ہے۔''

گاندھی پر تنقید

مولانا نیازی نے واضح کیا کہ مسلمان اس امر کے خلاف نہیں کہ ہندو اپنی اکثریت والے علاقوں میں اپنی آزاد ریاست قائم نہ کریں۔ انہوں نے مذہب اور سیاست کو دو مختلف چیزیں ثابت کرنے والوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ:

> ''اسلام کسی حالت میں یہ اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان کسی ''غیر اسلامی

آئین'' کے سامنے سر جھکائے۔ مسلمان کے سامنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہی مشعل راہ ہے۔ ہمارے سامنے دین کی مکمل تشریح اور پورا سوشل آرڈر موجود ہے۔ اسلام نے نسل، قومیت، رنگ، وطنیت تمام بتوں کو مٹا دیا ہے۔ مسلمانوں کی سیاست مذہب ہے اور مذہب سیاست ہے۔''

مولانا نیازی نے گاندھی پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ:

''وہ مکار ہندوستان کی آزادی کے بارے میں مخلص نہیں وگرنہ وہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے ضرور معاہدہ طے کر لیتا۔''

''گاندھی کبھی بھی یہ اعلان نہیں کرے گا کہ وہ ہندوؤں کا لیڈر ہے، حالانکہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ واضح طور پر اعلان کر چکے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے لیڈر ہیں۔''(25)

۱۹۴۴ء میں ہی جب مولانا نیازی، صوبہ مسلم لیگ (پنجاب مسلم لیگ) کے سیکرٹری اور اسلامیہ کالج لاہور میں صدر شعبہ علوم اسلامیہ تھے تو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ، تقسیم انعامات کی تقریب کے موقعہ پر لاہور تشریف لائے۔ رات کو جلسہ عام منعقد ہوا۔ ''مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کے کارکنوں نے مولانا نیازی کو بھی تقریر کے لئے مدعو کیا۔ نیازی صاحب نے نہایت ہی تند و تیز لہجہ میں حکومت وقت پر تنقید کی اور حصول پاکستان کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے سامعین کو ابھارا۔ جلسہ کے بعد جب حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ: "YOU ARE STIL VERY HOT."

''تم تاحال بہت گرم ہو۔''

نیازی صاحب نے جواب دیا، اس لئے کہ ماحول کو پگھلانا ہے۔ اس پر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے قہقہہ لگایا اور فرمایا: "GO AHEAD CAUTIOUSLY."

''محتاط انداز میں بڑھے چلو۔''(26)

اسی سال (۱۹۴۴ء) میں مولانا نیازی نے پنجاب مسلم لیگ کی کونسل سے یہ تجویز پاس کرائی:

''پاکستان کا آئین شریعت اسلامیہ پر مبنی ہوگا۔''

صوبائی کونسل کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی یہ تجویز منظور کر لی۔(27)

پہلی تخلیق

۱۹۴۵ء میں مولانا نیازی نے معروف صحافی اور نامور مسلم لیگی کارکن میاں محمد شفیع (م ش) کے ساتھ مل کر ''پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا؟'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں زندگی کے ہر مسئلہ پر نظریہ خلافت کے نقطہ نظر سے روشنی ڈالی گئی تھی، یہ وہ زمانہ تھا جب قیام پاکستان کی منزل قریب آ رہی تھی اور مسلم لیگ میں ابن الوقت قسم کے سیاستدان مختلف حربوں سے شامل ہو رہے تھے، کمیونسٹ بھی ایک سازش کے تحت اس میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ نیازی صاحب نے اپنے احباب کے تعاون سے پنجاب مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں کمیونسٹوں کو لیگ سے نکالنے کی قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی اور مسلم لیگ سے دانیال لطیفی (ف 2000ء)، ڈاکٹر ذاکر مشہدی، شیر محمد بھٹی اور دیگر کمیونسٹوں کو نکال دیا گیا۔(28)

عجیب اسیری

۱۹۴۵ء میں جب مولانا نیازی ضلع مسلم لیگ میانوالی کے صدر، صوبائی مسلم لیگ کے سیکرٹری، انجمن نعمانیہ ہند کے سیکرٹری، انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور کے سیکرٹری اور شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ کالج لاہور کے صدر تھے، تو میانوالی میں مولانا کے سیاسی حریفوں نے آپ کی روز افزوں مقبولیت سے خائف ہو کر ایک سازش کے تحت آپ کو گرفتار کرا دیا۔ وہ آپ کو سیاسی طور پر بلیک میل کرنا چاہتے تھے۔ اس گرفتاری کا پس منظر یہ تھا کہ مولانا نیازی کے چچازاد اور پھوپھی زاد بھائیوں کے درمیان اراضی کا تنازعہ تھا۔ مولانا ان کے ثالث بنے۔ وہ لوگ کچھ باتیں مانتے تھے اور کچھ نہیں مانتے تھے۔ جب آپ ان دونوں فریقوں کو لیکر مصالحت کی بات مشترکہ بیان لکھوانے کی غرض سے عیسیٰ خیل تھانہ میں آئے تو وہاں کے نوابوں اور امراء کے پالتو تھانیدار نے فریقین کے ساتھ آپ کو بھی گرفتار کر لیا۔ آپ نے تھانیدار سے اپنی گرفتاری کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ بس میں آپ کو گرفتار کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں بتا سکتا۔ اس طرح آپ ایک رات حوالات میں رہے۔ اتفاقاً دوسرے روز میانوالی سے مجسٹریٹ کی عیسیٰ خیل آمد پر آپ ضمانت پر رہا ہوئے اور آپ کے چچازاد اور پھوپھی زاد بھائیوں میں صلح ہوگئی۔

آپ کی گرفتاری کی وجہ اس وقت کے ایم ایل اے نواب خان غلام قادر خان کے دباؤ کا

نتیجہ تھی جو یونینسٹ پارٹی سے تعلق رکھتا تھا اور وہ مولانا نیازی کو خوفزدہ کر کے آئندہ انتخابات میں حصہ لینے سے روکنا چاہتا تھا۔ اس نے پولیس کے ساتھ مل کر یہ سازش تیار کی۔(29)

مگر شاید اسے معلوم نہیں تھا کہ:

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

انتخابی مہم

۱۹۴۵ء ہی میں ''کیبنٹ کمیشن'' کی ناکامی کے بعد جب قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے مجموعی انتخابات کے ذریعے مسلمانوں کی نمائندگی کا فیصلہ کرنا چاہا تو اسلامیان ہند بالخصوص مسلم طلباء سے امداد طلب کی کہ وہ مسلم لیگ کو کامیاب بنائیں تا کہ پاکستان کا حصول یقینی بن جائے۔ مولانا نیازی اس وقت بھی اسلامیہ کالج لاہور میں صدر شعبہ علوم اسلامیہ (DEEN OF ISLAMIC STUDIES) تھے۔ انہوں نے طلباء کو اکٹھا کر کے اس پیغام کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ مسلمان نوجوانوں نے دیوانہ وار کام کیا اور سارے صوبے میں پھیل گئے بلکہ علی گڑھ کے طلبہ تو صوبہ سرحد کے پہاڑوں اور جنگلوں مین دورے کرتے نظر آتے تھے۔ اس مہم میں نیازی صاحب کے شاگردوں میں سے جن نوجوانوں نے صف اول میں کام کیا، ان میں سید قاسم رضوی سی ایس پی (ف ۱۹۷۵ء)، حکیم آفتاب احمد قرشی (ف ۱۹۸۱ء) اور اقبال سنبل سابق ڈی آئی جی حال ممبر فیڈرل پبلک سروس کمیشن وغیرہم نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس سے قبل ''پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی'' کی تحریک میں مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (ف ۱۹۶۸ء)، چوہدری نصر اللہ خاں ایڈووکیٹ (ف ۱۹۵۷ء)، مولوی عبدالقدیر نعمانی (ف ۱۹۶۸ء)، حکیم محمد انور بابری (ف ۱۹۷۷ء)، حمید نظامی (ف ۱۹۶۲ء)، ابوسعید انور (ف ۱۹۸۴ء)، پروفیسر چوہدری محمد صادق (ف ۱۹۸۷ء)، ظفر اللہ خاں ملک المعروف زیڈ کے ملک (ف ے ۱۹۹۲ء)، خواجہ اشرف احمد (ف ۱۹۹۵ء)، پروفیسر منظور الحق صدیقی، میاں محمد شفیع (م ش) (ف ۱۹۹۳ء)، ظہور عالم شہید (۱۹۸۸ء)، شیخ محمد اقبال، ڈاکٹر ضیاء الاسلام اور میاں کفائت علی (ف ۱۹۹۴ء) نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔(30)

ایک یادگار کانفرنس

۹، ۱۰، ۱۱/ جنوری ۱۹۴۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں حضرت امیر ملت پیر سید

جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف ۱۹۵۱ء) کی زیر صدارت جمعیت علماء اسلام پنجاب کی ایک شاندار کانفرنس منعقد ہوئی جس کا مقصد پنجاب میں مسلم لیگ کے کام کو تیز تر کرنا تھا تا کہ اگلے ماہ آنے والے الیکشن میں مسلم لیگ بھاری اکثریت سے کامیاب و کامران ہو۔ اس کانفرنس سے اکابر اہلسنت، مولانا ابوالحسنات قادری (ف ۱۹۶۱ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء)، مولانا عبدالغفور ہزاروی (ف ۱۹۷۰ء)، خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (ف ۱۹۸۱ء)، مخدوم سید محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی (ف ۱۹۴۹ء)، خواجہ غلام محی الدین گولڑوی (ف ۱۹۷۴ء)، پیر صاحب مانکی شریف (ف ۱۹۶۰ء)، مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے علاوہ مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے بھی خطاب کیا۔(30۔الف)

1946ء کا الیکشن

۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں مسلم لیگ نے آپ کو ضلع میانوالی سے صوبائی سیٹ کے لئے ٹکٹ جاری کیا تو اس موقعہ پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا مگر حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ''نیازی ڈیز روکرتا ہے۔'' قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو ۱۹۴۱ء والی بات یاد تھی۔ انہوں نے فرمایا: نیازی نے ایثار کیا تھا، اس لئے اسے ٹکٹ ضرور ملنا چاہئے۔ کسی نے اعتراض کیا کہ اس کی حمایت میں زیادہ ووٹر نہیں ہیں۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ''نیازی خواہ اپنا ووٹ بھی نہ ڈالے، تب بھی ٹکٹ اس کو دو۔'' پھر مولانا نیازی کے خلاف اس ٹکٹ کے سلسلے میں پٹیشن آئی تو اس کی سماعت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے نوابزادہ لیاقت علی خاں رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۵۱ء)، نواب محمد اسمٰعیل خاں (ف ۱۹۵۸ء) اور چوہدری خلیق الزمان (ف ۱۹۷۳ء) کے سپرد کی۔ وہ پٹیشن میانوالی سے ریٹائرڈ کرنل محمد اسلم خاں نیازی نے کی تھی کہ مسلم لیگ کی اس صوبائی نشست کے لئے ٹکٹ اسے ملنا چاہئے۔ اس نے کہا کہ میانوالی میں مولانا نیازی کا کوئی اثر نہیں ہے جب کہ میرا بہت اثر ورسوخ ہے۔

اس دوران مولانا نیازی کے دیوانوں کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں مولانا کو ٹکٹ سے محروم ہی نہ کر دیا جائے کیونکہ مولانا درویش خدا مست ہیں جب کہ کرنل اسلم نیازی صاحب جاہ وحشم ہے اور پھر ایسے امیروں، جاگیرداروں اور لینڈ لارڈوں کو مولانا نیازی اینگلو محمڈن نواب کے القاب سے موسوم کیا کرتے تھے، کہیں ایسا نہ ہو کہ پٹیشن کا فیصلہ کرنے والے غلط فیصلہ ہی کر ڈالیں۔ چنانچہ

سید قاسم رضوی (ف ۱۹۷۵ء) اور حکیم آفتاب احمد قرشی (ف ۱۹۸۱ء) مرکزی پارلیمانی بورڈ سے ملے اور اس پر زور دیا کہ مولانا نیازی طلبہ کے محبوب لیڈر ہیں، قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے فدائی ہیں، طالب علمی کے دور سے ہی تحریک پاکستان سے وابستہ ہیں، انہیں ضرور ٹکٹ دیا جائے۔

ان دنوں مولانا نیازی خود تو لاہور میں موجود نہیں تھے۔ لیاقت علی خاں اور ان کے ساتھی کی ساری باتیں سنتے رہے۔ مولانا نیازی کے جگری دوست حکیم محمد انور بابری (ف ۱۹۷۷ء) ان کا کیس پارلیمانی ٹیم کے سامنے پلیڈ کر رہے تھے۔ انہیں بھی خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے مگر کرنل اسلم خاں نیازی کی باتیں سننے کے بعد نواب اسمٰعیل خاں نے اس سے کہا:

"تم جو بات بھی کرو ٹکٹ ہم نیازی ہی کو دیں گے، خواہ وہ اپنا ووٹ بھی نہ ڈالے۔ ہمیں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی یہی ہدایت ہے۔"

چنانچہ مولانا نیازی کو ٹکٹ ایشو کر دیا گیا۔ (31)

اس نشست پر مولانا نیازی کے مقابلہ میں ایک ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر خالق داد میدان میں آیا۔ اسے اپنے مال و دولت، شان و شوکت اور یونینسٹ پارٹی پر بڑا ناز تھا مگر مولانا کے پاس نظریہ پاکستان کا لازوال جذبہ تھا۔ چنانچہ اس حلقہ (میانوالی شمالی) کے عوام وخواص نے ان کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کیا اور ہر سو اس نغمے کی گونج سنائی دی۔

دھر رگڑے تے رگڑا مستانہ
ایہہ ووٹاں دا جھگڑا مستانہ
جیہڑا لیگ توں کنڈ کریسی
اوہ ہرگز جنت نہ وسی
اوہندا ہوسی جہنم ٹھکانہ
دھر رگڑے تے رگڑا مستانہ

الیکشن کا نتیجہ نکلا تو مولانا نیازی نے ۸۳۱۰ ووٹ حاصل کئے جب کہ یونینسٹ امیدوار کو ۴۰۸۱ ووٹ ملے اور اس کا غرور و تکبر خاک میں مل گیا۔ (32)

غرور و لعب مٹ جاتا ہے سب مال والوں کا
خدا ساتھی ہوا کرتا ہے استقلال والوں کا

پنجاب میں غیر مسلم وزارت

۱۹۴۶ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کو عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی۔ کانگرس کو تو یہ کامیابی ناقابل برداشت تھی ہی لیکن امام الہند ابوالکلام آزاد (ف ۱۹۵۸ء) پر مسلم لیگ کی یہ سربلندی برق بن کر گری۔ وہ لاہور آئے، فلیٹیز ہوٹل میں قیام کے دوران خضر حیات ٹوانہ (ف ۱۹۷۵ء) سے ملاقاتیں کر کے مسلم لیگ کی اکثریت ہوتے ہوئے بھی کانگریس، یونینسٹ اور اکالی دل کے اتحاد سے سیحر وزارت بنوا دی۔ خضر حیات ٹوانہ جیسے ملت فروش کو پنجاب کا وزیراعظم بنا دیا گیا۔ پنجاب کے اکثریتی صوبہ میں چند مسلمان غداروں کے تعاون سے کانگریس اور اکالی دل نے اپنی وزارت قائم کر لی اور مسلم لیگ کو حزب مخالف کا رول ادا کرنا پڑا۔ ہندوؤں اور سکھوں کو بے دریغ مسلح کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں بعد میں مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ اگر مسلمان زعماء کے ہاتھوں یہ غیر مسلم وزارت نہ بنتی تو پنجاب اس بے دردی سے تقسیم نہ ہوتا۔ یہ مولانا آزاد کا ہی سنہری کارنامہ ہے کہ مسلم کاز کو یہ ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف ۱۹۶۹ء) نے گورنر پنجاب کے اس غیر آئینی اقدام کو چیلنج بھی کیا مگر بے سود۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی اس عظیم الشان کامیابی (پنجاب میں غیر مسلم وزارت کی تشکیل) پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور اپنی کتاب "انڈیا ونز فریڈم" میں لکھا کہ "ملک کے اطراف و جوانب سے مبارکبادی کے تاروں کی مجھ پر بھرمار ہو گئی ہے۔ یوپی کانگریس کے ترجمان اخبار "نیشنل ہیرالڈ" نے مجھے مبارکباد دی ہے۔"

مولانا آزاد کے اس کارنامے پر جناب رئیس احمد جعفری (ف ۱۹۶۸ء) نے کیا شاندار تبصرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"مولانا کو اپنے جس کارنامہ پر فخر ہے، جس کی داد "نیشنل ہیرالڈ" اور دوسرے کانگریسی اخبارات نے دی، اس طرح کا فخر "نظام حیدرآباد" کو بھی تھا، جب اس نے انگریزوں کا ساتھ دے کر "ٹیپو سلطان" کی حکومت ختم کرائی تھی۔ حکیم احسن اللہ خاں کو اور میر رجب علی اور مرزا الٰہی بخش کو بھی تھا، جنہوں نے بہادر شاہ ظفر کی حکومت ختم کرائی۔ علی نقی کو بھی تھا، جس نے واجد علی شاہ کا تختہ ڈبویا۔ حیرت ہے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ

اور مسلم لیگ کے خلاف مولانا آزاد اتنے آگے جا پہنچے کہ وہ یہ سب کچھ کرنے پر تیار ہو گئے؟ انہوں نے ذرا نہ سوچا کہ ملت اسلامیہ تو ممکن ہے انہیں معاف کر دے لیکن تاریخ جس سے ہمیشہ سہمے رہتے تھے کبھی معاف نہیں کرے گی۔" (33)

چھ مربعے نہیں ہم پاکستان کے چھ صوبے چاہتے ہیں

مسلم لیگ کی اس حق تلفی اور بے مثال زیادتی کے خلاف "تحریک سول نافرمانی" چلی تو مولانا نیازی نے پنجاب میں طوفانی دورہ کر کے مسلمانوں کو منظم کیا۔ خضر حیات جہاں جاتا آپ اس کا تعاقب کرتے، میاں چنوں ضلع ملتان میں تصادم ہوتے ہوتے بچا۔ خضر حیات (ف ۱۹۷۵ء) نے تنگ آ کر آپ کو لالچ دینا چاہا اور منہ مانگی مراد پانے کی پیشکش کی تو مولانا نے فرمایا:

"میرے لئے دولت ایمان ہی کافی ہے۔"

زمین دینا چاہی تو فرمایا:

"تم چند سو ایکڑ کی بات کرتے ہو ہم چھ صوبوں کا پاکستان مانگتے ہیں۔"

شریک اقتدار ہونے کا لالچ دیا تو آپ نے فرمایا:

"اسلام کی دی ہوئی عزت ہی کافی ہے۔"

جب خدا کا یہ شیر طرح طرح کے دام ہائے فریب میں نہ پھنسا تو خضر حیات مجبوراً خاموش ہو گیا اور آپ پاکستان کا پرچم بلند فرماتے ہوئے دورے کرتے رہے۔ (34)

قائد اعظمؒ سے ایک گفتگو

سی سال (۱۹۴۶ء) میں جب عمومی انتخابات کے بعد "مسلم لیگ اسمبلی پارٹی" کا پہلا اجلاس ہوا تو اس کے چند دنوں بعد حضرت قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے اور حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج میں ایک لنچ کا اہتمام کیا گیا۔ اتفاقاً مولانا نیازی کی نشست ایک ہی میز پر قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مقابل آ گئی۔ کھانا کھاتے وقت وہ گفتگو کرتے رہے۔

راجہ غضنفر علی خاں (ف ۱۹۶۳ء) نیازی صاحب کی بائیں طرف موجود تھے۔ مولانا نیازی فرماتے ہیں کہ اس گفتگو کا صرف ایک تاریخی جملہ یاد رہ گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا:

"قیام پاکستان سے قبل وزارت سے کچھ فائدہ ضرور پہنچ سکتا ہے مگر ناکام رہنے کی صورت میں ہماری جدوجہد میں کمی نہیں آنی چاہئے۔ اس صورت میں تصادم کے لئے ہمت بڑھ جاتی ہے۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا، وزارت بنانے میں مسلم لیگ ناکام رہی مگر ملی وحدت واستحکام کے جوش و خروش نے بالآخر سول نافرمانی کی شکل اختیار کر لی اور خضر وزارت کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔

قائد اعظمؒ نے حلف لیا

۱۰ را پریل ۱۹۴۶ء کو قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے عربک کالج دہلی میں "مسلم لیگ لیجسلرز کونشن" طلب کیا، جس میں سارے ہندوستان سے صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے ارکان کے علاوہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ممبر بھی شامل تھے۔ قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دولت کدہ ۱۰، اورنگ زیب روڈ نیو دہلی میں تمام ممبران کو ہلکے مشروب کی پارٹی دی اور تمام ارکان سے ایک "میثاق" پر دستخط کروائے گئے۔ ہر رکن کے سامنے ایک پرچہ لایا جاتا تھا جس پر "میثاق" کی عبارت درج تھی۔ مولانا نیازی کو بھی یہ حلف پیش کیا گیا، اس کے الفاظ یہ تھے:

مورخہ ۷ را پریل ۱۹۴۶ء

حلف نامہ

(جس پر سب سے پہلے قائد اعظمؒ نے دستخط کئے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران: ۱۰۳)

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔"

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ

(الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

"اے میرے محبوب ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو دونوں

جہان کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔"

میں......رکن مسلم لیگ اسمبلی پارٹی صوبائی لیجسلیٹو اسمبلی کونسل......صوبہ......اپنے اس پختہ عقیدے کا اعلان کرتا ہوں کہ "برکوچک ہند" میں بسنے والی مسلم قوم کی نجات، اس کی سلامتی، اس کا تحفظ اور اس کا مستقبل، حصول پاکستان میں مضمر ہے اور پاکستان ہی اس وسیع تر "برکوچک" کے پیچیدہ دستوری مسائل کا باوقار اور معقول حل ہے اور اسی کے ذریعے یہاں بسنے والی تمام قوموں اور فرقوں کو امن، آزادی اور خوشحالی نصیب ہوسکتی ہے۔

میں بصمیم قلب اقرار کرتا ہوں کہ اس مقصد عظیم یعنی پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے "آل انڈیا مسلم لیگ" کی طرف سے جو تحریک بھی روبہ عمل لائی جائے گی اور اس سلسلہ میں جو ہدایات اور احکامات جاری کئے جائیں گے، میں بلاپس و پیش اس امر کا کامل یقین رکھتے ہوئے کہ میرا مقصد و مدعا حق و انصاف پر مبنی ہے، عہد کرتا ہوں کہ اس راہ میں جو خطرات اور آزمائشیں پیش آئیں گی اور جن قربانیوں کا مطالبہ ہوگا، انہیں برداشت کروں گا۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ:۲۵۰)

"اے رب ہمارے، ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں (لڑائی میں) ثابت قدم رکھ اور (لشکر) کفار پر فتح یاب کر۔"

دستخط

مورخہ............

مولانا نیازی یہ فارم پر کر کے سیدھے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے قریب چلے گئے اور دریافت کیا "کیا آپ نے بھی یہ فارم پر کیا ہے؟" قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ:

"میں کسی ایسے کام کے لئے اپنے ارکان سے مطالبہ نہیں کرتا جس پر خود عمل نہ کرلوں۔ اس لئے میں نے سب سے پہلے اس فارم پر دستخط کئے ہیں۔"

یہ منظر بڑا روح پرور منظر تھا۔ کچھ آیت کریمہ کا تاثر، پھر ماحول کی کیفیت اور آخر میں دعا نے ایک وجد آفرین سماں باندھ دیا۔ صاف نظر آرہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کی دعاؤں کو ضرور شرف

قبولیت بخشے گا۔ اس اجتماع کی تعداد ساڑھے چھ سو سے زیادہ تھی۔(35)

کیبنٹ مشن پلان

۱۹۴۶ء ہی میں کیبنٹ مشن پلان کے تحت ہندوستان کے لئے ایک گروپنگ سکیم سامنے آئی۔ اس میں کہا گیا تھا کہ ہندوستان میں تین گروپ بنائے جائیں گے۔

اے گروپ:۔ اس میں ہندو اکثریت والے صوبے شامل ہوں گے۔

بی گروپ:۔ اس میں مسلم اکثریت والے صوبے شامل ہوں گے۔ (اس میں وہ علاقے تھے جو بعد میں مغربی پاکستان میں شامل ہوئے)۔

سی گروپ:۔ اس میں آسام اور بنگال وغیرہ کو شامل کیا جانا تھا۔

سکیم یہ تھی کہ ان تینوں گروپوں کی الگ الگ حکومتیں قائم کی جائیں اور ان تینوں کو ملا کر ایک "یونین گورنمنٹ" بنائی جائے گی اور خارجہ، فنانس اور دفاع و مواصلات کے سوا باقی تمام تر اختیارات ان گروپوں کو دیئے جائیں گے۔ سکیم میں یہ بات بھی شامل تھی کہ یہ گروپ دس سال تک برقرار رہیں گے۔ دس سال تک کوئی صوبہ اس یونین سے الگ نہیں ہوسکتا۔ یونین گورنمنٹ میں کانگریس اور مسلم لیگ کے علاوہ اقلیتوں کی بھی نمائندگی ہوگی۔ پروگرام یہ تھا کہ کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق خاص طور پر مسلمانوں سے ہو یا انہیں متاثر کر رہا ہو وہ "مسلم اکثریت" طے کرے گی۔ اسی طرح ہندوؤں سے متعلق مسئلے کو یونین میں "ہندو اکثریت" طے کرے گی۔ اس کو ہندوؤں نے سمجھا کہ یہ ایک لحاظ سے ویٹو ہے۔ اس سکیم کے ساتھ انگریزوں نے شرط رکھی کہ جو فریق اس سکیم کو قبول کرے گا، حکومت اسے منتقل کر دی جائے گی۔ اس پر غور کرنے کے لئے امپیریل ہوٹل دہلی میں ۹ رجون ۱۹۴۶ء کو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس طلب کیا۔

مولانا نیازی دیر سے دہلی پہنچے تھے لہٰذا سیدھے جلسہ گاہ میں چلے گئے اور ایک چٹ کے ذریعے حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ (جو صدر جلسہ تھے) سے تقریر کرنے کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے فوراً بلالیا۔ نیازی صاحب نے سکیم کی پرزور مخالفت کی اور کہا:

"اگر کیبنٹ مشن پلان منظور کرلیا جائے اور تین گروپوں کی تجویز کو قبول کر لیا جائے تو پاکستان کے قیام کا مطالبہ دس سال کے لئے ملتوی ہو جائے گا۔ دوسرے اگر اس گروپنگ کو مان لیا جائے تو جداگانہ قومیت کا تصور جو

ہم لے کر اٹھے ہیں، دس سال کے اندر اسے بری طرح نقصان پہنچے گا۔

تیسرے پنجاب، سندھ، سرحد اور بنگال میں کسی بھی جگہ ہماری مضبوط وزارت نہیں بن سکے گی کیونکہ مسلمان ان علاقوں میں زیادہ سے زیادہ ۶۸ فیصد بنتے ہیں۔ پنجاب میں ہم ۵۶ فیصد ہیں اور سندھ میں اس سے ذرا زیادہ ہیں۔

جب ہم اس گروپنگ میں آئیں گے تو ''بی'' اور ''سی'' گروپوں میں بھی ہماری حکومت کے قیام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تو ہندو واضح اکثریت رکھتے ہیں۔ پھر یہ کہ دفاع، مواصلات اور خزانہ کے امور یونین گورنمنٹ کے پاس رہیں گے۔ اس طرح وہ ہم پر حاوی ہو جائیں گے۔ جس سے آہستہ آہستہ پاکستان کا تصور غارت ہو جائے گا۔''

ستم ظریفی دیکھئے کہ ووٹنگ پر ساڑھے چھ سو کے ہاؤس میں بمشکل سولہ سترہ آدمی نیازی صاحب کے ہم نوا بن سکے۔ نیازی صاحب کے بعد سید الاحرار مولانا فضل الحسن حسرت موہانی رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۵۱ء) نے تقریر کی اور انہوں نے بھی اس سکیم کی مخالفت کی مگر ہاؤس کو وہ بھی قائل نہ کر سکے۔ سکیم کے خلاف بدستور وہی سولہ سترہ اراکین رہے۔ چنانچہ یہ سکیم مسلم لیگ کی جانب سے بھاری اکثریت سے منظور کر لی گئی۔

تشکیل پاکستان کا پہلا قدم

یہ سکیم صرف اس لئے قبول کر لی گئی تھی کہ اکثریت کے خیال میں ''بی'' اور ''سی'' گروپ عملاً پاکستان بن گئے تھے اور دس سال کے اندر مسلمان اس پاکستان کو قبول کر سکتے تھے چنانچہ ان دلائل کے حق میں فضا سازگار ہوئی اور ''کیبنٹ مشن پلان'' قبول کر لیا گیا۔

اجلاس کے بعد کچھ لوگ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے ملے اور ان سے استفسار کیا کہ آپ کے پاس نیازی کی ان دلیلوں کا کوئی جواب ہے جو اس نے مخالفت میں دی ہیں؟ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہر بات میں ہی مسترد کر دوں؟ کانگریس خود اسے مسترد کر دے گی۔''

قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا راست اقدام

چنانچہ واقعی کانگریس نے اس پلان کو مسترد کر دیا اور اس طرح حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ

کی بصیرت (FORESIGHT) کی دھاک بیٹھ گئی۔ انگریزوں نے اس سکیم کو پیش کرتے ہوئے شرط رکھی تھی کہ جو فریق (کانگریس اور مسلم لیگ میں سے) اسے تسلیم کرے گا؟ اسے اقتدار منتقل کر دیا جائے گا۔ عبوری حکومت بھی وہی فریق بنائے گا مگر جب مسلم لیگ نے اس سکیم کو مان لیا تو کانگریس نے سکیم کے دوسرے حصے یعنی یونین میں اختیارات کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ مسلمانوں کی اکثریت ان سے خصوصی تعلق کے معاملات میں فیصلہ کن حیثیت رکھے گی، کو ایک طرح کا ویٹو قرار دیا اور اسے مسترد کر دیا اور انگریز باوجود پیشکش کے بدعہدی پر اتر آیا اور قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے کہنا شروع کر دیا کہ آپ نہرو سے ملیں۔ اس پر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم نہرو سے کیوں ملیں؟ نہرو کون ہے؟ تم اپنا وعدہ پورا کرو، تم لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ چنانچہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ساری سکیم مسترد کرتے ہوئے ۲۹ر جولائی ۱۹۴۶ء کو ''راست اقدام'' (DIRECT ACTION) کا فیصلہ کیا اور قومی خدام سے فعال جدوجہد کا مطالبہ کیا۔ (36)

مولانا نیازی راست اقدام کے ہراول دستے میں

مولانا نیازی نے اس فیصلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسلامیہ کالج لاہور میں بحیثیت ''صدر شعبہ اسلامیات'' اپنی مصروفیات کو خیرباد کہہ دیا اور ہمہ تن ''راست اقدام'' کی سرگرمیوں کے لئے وقف ہو گئے۔ پروگرام تیار کیا اور فضا سازگار کی۔ ۱۹۴۶ء اسی کشمکش میں گزرا۔ کلکتہ میں ''ڈائریکٹ ایکشن'' کی کامیابی کا سہرا حسین شہید سہروردی (ف ۱۹۶۳ء) کے سر تھا ان کے بغیر ''ڈائریکٹ ایکشن'' وہاں کامیاب نہ ہوتا اور نہ پاکستان بنتا۔ اس سے انگریزوں کو پتہ چل گیا کہ اب وہ مسلمانوں کو دبا کر نہیں رکھ سکتے۔ انہیں دنوں نیوی میں بھی بغاوت ہوئی۔ حالات ایسے ہوتے چلے گئے کہ متحدہ ہندوستان کا وجود برقرار رکھنا مشکل ہو گیا۔

پنجاب میں تحریک سول نافرمانی

اسی زمانے میں پنجاب میں ''سول نافرمانی کی تحریک'' چل رہی تھی جس نے پریشان ہو کر خضر حکومت نے جنوری ۱۹۴۷ء میں ''مسلم لیگ نیشنل گارڈز'' پر پابندی لگا دی اور ''پبلک سیفٹی ایکٹ'' نافذ کر دیا گیا اور پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے دفتر (رائل پارک) کی تلاشی لی گئی۔

۲۴، ۲۵ر جنوری ۱۹۴۷ء کی درمیانی رات جب پولیس مسلم لیگ کے دفتر کی تلاشی کے لئے

"رائل پارک میکلوڈ روڈ لاہور" میں آئی تو مولانا نیازی ایم ایل اے ہونے کی حیثیت سے اس وقت "پیپلز ہاؤس" میں قیام پذیر تھے۔ جب پولیس نے تلاشی کی غرض سے دفتر پر چھاپہ مارا تو میاں افتخار الدین (ف ۱۹۶۲ء) دفتر کے آگے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں تلاشی نہیں لینے دوں گا۔ انہیں پولیس نے گرفتار کر لیا۔ اسی طرح نواب افتخار حسین ممدوٹ صدر صوبہ مسلم لیگ پنجاب (ف ۱۹۶۹ء)، بیگم شاہنواز (ف ۱۹۷۹ء)، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (ف ۱۹۹۵ء) اور سردار شوکت حیات خاں نے مزاحمت کی اور ان سب کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

ان گرفتاریوں پر ۲۵/جنوری ۱۹۴۷ کو لاہور میں تحریک سول نافرمانی شروع ہوگئی۔ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کا اجلاس ہوا۔ مولانا نیازی نے اس سے خطاب کیا۔ شیخ صادق حسن امرتسری ایم ایل اے (ف ۱۹۵۹ء) نائب صدر مسلم لیگ پنجاب نے تجویز پیش کی کہ ہر روز پانچ ایم ایل اے دفعہ ۱۴۴ اور سیفٹی ایکٹ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گرفتاری پیش کریں۔ کل ۸۵ ایم ایل ہیں، لہٰذا سترہ دن اس طرح کام چل سکتا ہے۔ مولانا نیازی نے اس تجویز سے اختلاف کیا کہ "روزانہ پانچ گرفتاریاں دینے سے بھی کبھی تحریکیں چلی ہیں؟ یہ تو پچاس ہزار کا جلوس ہو تب تحریک چلے گی ورنہ سب کے سب پکڑے جائیں گے اور جماعت کا خاتمہ ہو جائے گا۔"

شیخ صادق حسن (ف ۱۹۵۹ء) نے بحیثیت قائم مقام صوبائی صدر و ڈکٹیٹر تحریک کی قیادت کی اور گرفتار ہوئے۔ ان کی جگہ میاں عبدالباری (ف ۱۹۶۸ء) نے قیادت سنبھالی اور برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں جلسہ کیا جہاں پولیس نے اشک آور گیس پھینک کر لوگوں کو منتشر کر دیا۔ میاں عبدالباری نے مولانا نیازی سے کہا آج رات میں تو گرفتار ہو جاؤں گا۔ میرے بعد تم پارٹی ڈکٹیٹر (احکام جاری کرنے والا) ہو گے۔ انہوں نے باقاعدہ تحریری طور پر مولانا نیازی کی نامزدگی کی۔ ڈکٹیٹر خود بخود صدر کے فرائض بھی ادا کرتا تھا۔ اس طرح میاں عبدالباری (ف ۱۹۶۸ء) کے بعد مولانا نیازی نے کام سنبھالا اور آرگنائز کیا۔ پنجاب مسلم لیگ کے پاس اس وقت کل سات سو روپیہ تھا۔ مولانا نیازی نے وہ بنک سے نکلوا لیا۔ کالج کے طلباء کو بلا کر انہیں اپنے ساتھ شامل کر لیا اور سارے صوبے میں ان سے کام لینے کا پروگرام مرتب کیا۔

تحریک سول نافرمانی کا بے باک ڈکٹیٹر

مولانا نیازی سے پہلے سول نافرمانی کا طریق کار یہ تھا کہ پانچ ممبران اسمبلی کو لے کر ڈکٹیٹر

سڑک پر باہر آتا تھا اور سیفٹی ایکٹ کے خلاف نعرے لگا کر اپنے آپ کو بمعہ رفقاء گرفتاری کے لئے پیش کر دیتا تھا۔ مولانا نیازی نے اس طریق کار کو بدل دیا۔ انہوں نے طلباء کو سمجھایا کہ "آپ نے تحریک چلانی ہے، جلوس نکالنے ہیں، گرفتاریاں پیش کرنی ہیں، لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے جائیں، سلوگن منفی نہیں مثبت ہونے چاہئیں۔ اس طرح آپ نے گورنمنٹ کے دفاتر کا کام معطل کرنا ہے۔ ڈپٹی کمشنر ہو یا سیکرٹری، کسی بھی سرکاری دفتر میں کام نہیں ہونا چاہئے، ایڈمنسٹریٹر کو جام کر کے رکھ دو۔" مقصد یہ تھا کہ جب تک حکومت کے کاروبار کو معطل نہ کر دیا جائے اور ساری قوم پرامن طریقے پر جلوس کی شکل میں مظاہرہ نہ کرے، ہماری تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔

سول نافرمانی اور اسلامیہ کالج کے طلباء

متحدہ پنجاب کے انتیس اضلاع تھے۔ مولانا نیازی نے اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء (جو ان کے شاگرد تھے) کو ہدایات دے کر تمام ضلعی مراکز میں بھیجا کہ ہر ضلع میں جلسے کئے جائیں، جلوس نکالے جائیں۔ سیفٹی ایکٹ کے خلاف قراردادیں پاس کی جائیں اور خضر وزارت کی برطرفی کا مطالبہ کیا جائے۔ اس طرح یہ تحریک سارے پنجاب میں بیک وقت پھیل گئی اور پورے صوبے میں حکومت کا کاروبار روک دیا گیا۔ مولانا کی گرفتاری کسی وقت بھی عمل میں آسکتی تھی چنانچہ انہوں نے اپنے بعد مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (ف ۱۹۶۸ء) ممبر پروانشل مسلم لیگ کونسل و سیکرٹری مشائخ کمیٹی کو اپنی جگہ ڈکٹیٹر پریذیڈنٹ نامزد کر دیا۔

در زنداں کھلا

مولانا نیازی پیپلز ہاؤس کے اے بلاک کے کمرہ ۸ میں مقیم تھے۔ ۲۸/جنوری ۱۹۴۷ء کو رات دو بجے ان کے کمرے کے دروازہ پر دستک ہوئی تو انہوں نے جواب دیا۔ "میں جاگ گیا ہوں، تم جاؤ!" کیونکہ ان کا خادم ان کو تہجد کی نماز کے لئے جگایا کرتا تھا۔ پھر دستک ہوئی، تو مولانا نے کہا، "جاؤ جاؤ۔ بے وقوف۔ کہہ تو دیا میں جاگ گیا ہوں۔" تیسری بار پھر دستک ہوئی تو مولانا نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ دیکھا تو باہر ایک ایڈیشنل ایس پی بھاری پولیس فورس ہمراہ لئے کھڑا تھا۔ مولانا کو دیکھتے ہی بولا، معاف کیجئے۔ آپ کی گرفتاری کا ناخوشگوار فرض مجھے انجام دینا ہے۔"

مولانا نے کہا: ٹھیک ہے۔ میں اپنا بستر وغیرہ باندھ لوں۔ اس پر اس نے کہا: "بستر میں آپ کا باندھتا ہوں۔" وہ بستر باندھنے لگ گیا اور مولانا کتابیں وغیرہ سمیٹنے لگ گئے۔ مولانا نے اپنے

خادم کو بلایا اور اسے ضروری ہدایات دیں۔ اس طرح رات اڑھائی بجے مولانا کو گرفتار کر کے پولیس گاڑی میں بٹھا کر تھانہ سول لائن میں لے گئے۔ یاد رہے کہ گرفتاری سے قبل پولیس نے ٹیلی فون تار کاٹ دیئے تھے۔

سردار شوکت حیات کی درویشی

تھانہ سول لائنز میں مولانا نے دیکھا کہ وہاں ایک اور آدمی کمبلوں میں سکڑا سمٹا بیٹھا ہے۔ مولانا نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ جواب ملا: ''میں شوکت حیات ہوں!'' مولانا چونکہ اپنا بستر ساتھ لے گئے تھے، سردار شوکت حیات کی حالت دیکھ کر فرمانے لگے: ''میں آپ کو اپنا کمبل دے دوں؟'' سردار صاحب نے جواب دیا! ''ہم نے انگریز کی نوکری کی ہے، وہاں ہم جنگلوں میں زمین پر سوتے تھے۔ تو کیا پاکستان کے لئے نہیں سو سکتے؟'' سردار صاحب انگریز کی فوج میں رہے تھے۔

سینہ چاکان چمن

مولانا بستر بچھانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ پولیس والے نے کہا۔ یہاں بستر مت بچھاؤ۔ ہم آپ لوگوں کو یہاں سے منتقل کرنے والے ہیں۔ مولانا اپنا سامان لے کر سول لائنز تھانے سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جس پولیس ویگن میں انہیں بٹھایا جا رہا ہے اس میں ملک فیروز خان نون (ف ۱۹۷۰ء)، نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف ۱۹۶۹ء)، ڈاکٹر عمر حیات ملک (ف ۱۹۸۲ء)، پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور اور ڈاکٹر عبدالوحید آف فیروز سنز (ف ۱۹۸۴ء) وغیرہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ پولیس سب کو فیروز پور جیل میں لے گئی۔ وہاں سب کو جیل کی انیکسی میں رکھا۔ سب لوگ نظر بند تھے اس لئے سب کو جیل میں اے کلاس مل گئی۔ نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۶۹ء) کی چونکہ وہاں جلال آباد ممدوٹ ریاست تھی لہٰذا کھانا وغیرہ باہر ہی سے آتا تھا۔ جیل کے اندر درس قرآن و دوسری بحث و مباحثہ کی سرگرمیاں بھی ہوا کرتی تھیں۔ بعد میں علامہ علاء الدین صدیقی (۱۹۷۷ء) اور ملک لال خاں (ف ۱۹۷۶ء) بھی وہاں لائے گئے۔ تحریک ایک ماہ تک جاری رہی اور مولانا نیازی اور ان کے ساتھی فیروز پور جیل میں بند رہے۔ ۲۸ر فروری کو مولانا اور دوسرے لیڈروں کی رہائی ہوئی۔ یکم مارچ ۱۹۴۷ء کو گورنمنٹ نے نیشنل گارڈ سے پابندی واپس لے لی۔ ۳ر مارچ کو خضر وزارت مستعفی ہوگئی۔ پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات کا آغاز ہوگیا۔ یہ حالات تھے جب مولانا نیازی نے ۲۰ر مارچ ۱۹۴۷ء کو قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نام

ایک مفصل مکتوب ارسال کیا جس میں ''آل انڈیا مسلم لیگ لیجسلرز کنونشن'' کے موقع پر پیش کردہ ''پاکستان جنرل سٹاف'' کی تجاویز کی روشنی میں انقلابی پروگرام مرتب کرنے کی درخواست کی۔ سنگین خطرات ظاہر کر کے انہیں متوجہ کیا کہ پنجاب کی موجودہ قیادت کی بے عملی اور کوتاہ اندیشی سے مہلک ترین نتائج سامنے آ رہے ہیں۔ آپ فوری توجہ مبذول فرمائیں۔ ۳۰ر مارچ ۱۹۴۷ء کو ''صوبہ مسلم لیگ کونسل'' کے اجلاس میں مولانا نے اپنی ان تجاویز کو دہرایا مگر اس وقت صوبائی قیادت کی آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ پس جو کچھ پنجاب میں ہوا، اس کے ذکر سے روح لرز جاتی ہے اور دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی صحت پر ان فسادات کا بہت اثر ہوا۔(37)

صبح آزادی کی روشنی

خضر حیات (ف ۱۹۷۵ء) کے استعفیٰ کے بعد آئین کی دفعہ ۹۳ کے تحت پنجاب میں گورنر راج نافذ ہوگیا۔ ۳ر جون ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کا حتمی فیصلہ ہوگیا۔ بالآخر ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آ گیا، اس روز رمضان المبارک کی ۲۷ تاریخ تھی۔

پاکستان قائم ہوگیا تو پنجاب میں بھی نئی وزارت بن گئی۔ مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی کے اجلاس سے مولانا نیازی نے بھی خطاب کیا۔ پاکستان بننے کے بعد مولانا نیازی کو دو موقعوں پر حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ایک اس موقعہ پر جب کہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو خالق دینا ہال کراچی میں ''آل انڈیا مسلم لیگ'' اور ''آل پاکستان مسلم لیگ'' کو علیحدہ کیا گیا اور ''آل پاکستان مسلم لیگ'' وجود میں آئی۔ دوسرا اجلاس جس میں ''آل پاکستان مسلم لیگ'' کے کنوینز کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ وہ ۲۶ر فروری ۱۹۴۸ء کو فریئر ہال کراچی میں منعقد ہوا اور چوہدری خلیق الزمان (ف ۱۹۷۳ء) کو مسلم لیگ کا کنوینر منتخب کیا گیا۔ اس موقعہ پر حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام ممبران کونسل کو دعوت دی۔ جس میں مولانا نیازی کی ان سے ملاقات ہوئی اور مختصراً اُن کی صحت کی بابت دریافت کیا، وہ بے حد کمزور نظر آ رہے تھے۔ صرف اتنا کہا کہ:

''مصیبت زدہ مہاجرین کی آبادکاری میں ہر ممکن تعاون کرو۔''(38)

خلافت پاکستان گروپ

پاکستان بننے کے بعد انگریز کے کاسہ لیسوں، سرمایہ داروں اور کمیونسٹوں نے ''نظریہ پاکستان'' کو الجھانے اور ملک میں فکری انتشار و بے دینی پھیلانے کی سازشیں شروع کر دیں اور پنجاب کے وہ جاگیردار اور رئیس جو قیام پاکستان کے قبل اسلام، اسلام کے نعرے لگاتے تھے اب وہ اسلام سے راہ فرار اختیار کرنے لگے تو مولانا نیازی نے اپنے مخلص ساتھیوں اور کارکنوں کے تعاون سے مسلم لیگ کے اندر ۱۹۴۸ء میں ایک اپوزیشن ''خلافت پاکستان گروپ'' کی تشکیل کی۔ یہ گویا پاکستان کی پہلی اپوزیشن تھی جس کے قیام کا سہرا مولانا نیازی کے سر بندھا۔ اسی دوران میاں افتخار الدین (ف ۱۹۶۲ء) نے اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگایا تو آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ حتیٰ کہ حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ:

> ''کمیونسٹ، ملک میں انتشار پیدا کر رہے ہیں، یاد رکھئے کہ پاکستان میں اسلامی شریعت ہی نافذ ہوگی۔''

خلافت پاکستان گروپ کے دس نکات

مولانا نیازی نے ''خلافت پاکستان گروپ'' کے تحت ایک ۱۰ نکاتی پروگرام تشکیل دیا۔ جو ذیل میں درج ہے:۔

(۱) پاکستان کی مجلس آئین ساز ملک کو شرعی خلافت بنانے کا غیر مشروط اعلان کرے۔

(۲) سود کے ساتھ ساتھ غیر اسلامی سرمایہ داری کا خاتمہ کیا جائے گا۔

(۳) ذمی، حلیف یا مملوک غیر مسلموں کے سوا کسی کافر کو پاکستان میں کسی بھی قسم کے حقوق و اختیارات نہیں دیئے جائیں گے۔

(۴) ''خلافت پاکستان گروپ''، مسلم لیگ کے لائق اور وفادار کارکنوں کو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کرے گا۔ کسی وزیر یا افسر کی تنخواہ دو ہزار روپے سے زائد نہیں ہوگی۔

(۵) ۱۹۳۵ء کے ترمیم شدہ ایکٹ کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام قوانین کا خاتمہ کر کے ''شریعت محمدی'' جلد از جلد نافذ کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔

(۶) ترک وطن کرنے والے ہندوستانی شہریوں کی تمام جائیداد بھی بیت المال میں ضبط کر کے

نئے شہر، تازہ بستیاں، جدید پیشے اور شرعی معاشرے قائم کر کے مہاجرین کی آباد کاری کے مسئلے کو قدرت کے قوانین کے مطابق نمٹایا جائے گا۔

(۷) مساجد، خانقاہوں، مکاتب، اوقاف، قاضیوں، مفتیوں، خطیبوں، واعظوں اور پیران طریقت کا نظام شرعی اصولوں کے مطابق درست کر کے پاکستان میں سیکولر (بے دین) دنیاداری ختم کرائی جائے گی۔

(۸) ''خلافت پاکستان'' کے ہر شہری کو روزگار مہیا کرنا حکومت کا فرض ہے۔ بے روزگاری حکومت کی نااہلیت کا ثبوت ہے۔

(۹) راشن اور کنٹرول کے قوانین کو شریعت کے مطابق بنایا جائے گا۔ شرعی اقتصادیات میں قلت اجناس کی تقسیم کے نظام میں بہتری اور پیداوار میں اضافہ سے کیا جاتا ہے نہ کہ اس کے استعمال پر پابندیاں عائد کر کے۔

(۱۰) موجودہ رنگیلی لیڈر شپ ملک میں عسکری تربیت، سامان حرب کی فراہمی اور ہر قسم کے کارخانے اور صنعتیں لگانے سے غافل ہے۔ ''خلافت پاکستان گروپ'' نے عزم کیا ہے کہ پاکستان کو اقتصادی اور عسکری لحاظ سے اسلام کا مرکز بنا کر تسخیر عالم کا مذہبی پروگرام شروع کیا جائے گا۔

مشائخ وقت اور مولانا نیازی

مولانا نیازی نے ''خلافت پاکستان گروپ'' کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے پیر صاحب مانکی شریف (ف ۱۹۶۰ء) کے ساتھ ملک کے طوفانی دورے کئے۔ سنوسئ ہند امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۵۱ء) نے ''خلافت پاکستان گروپ'' کی سرپرستی فرماتے ہوئے دامے درمے قلمے قدمے سخنے تائید وحمایت فرمائی اور انتہائی ضعیف العمری کے باوجود اکناف و اطراف ملک کے دورے بھی کئے۔ مولانا نیازی نے اسمبلی کے اندر بھی سرگرمی دکھائی۔

انہی دنوں ''خلافت پاکستان گروپ'' کی جانب سے ایک پمفلٹ شائع کیا گیا جس کا عنوان تھا:۔

> ''پاکستان کی لاج رکھنی ہے تو مسلم لیگ سے اینگلو محمڈن نوابوں کا راج ختم

کردو۔"

یہ پمفلٹ بڑی خوفناک چیز تھا جس نے مسلم لیگ کے نوابوں، امراؤں اور رئیسوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ ایک اور پمفلٹ "ففتھ کالم کون ہے؟" شائع کیا جو حکومت نے ضبط کرلیا مگر مولانا نیازی نے عدالت سے واگزار کرالیا اور جدوجہد جاری رکھی۔ پنجاب کے ہر ضلع میں "خلافت پاکستان گروپ" (مسلم لیگ) کے کارکن موجود تھے۔ مولانا نیازی "خلافت پاکستان گروپ" کے کنوینر تھے۔ مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (ف ۱۹۶۸ء)، حکیم محمد انور بابری (ف ۱۹۷۷ء)، شیخ نسیم حسن ایڈووکیٹ (ف ۱۹۹۵ء) اور دوسرے لوگ اس کے سرگرم رکن تھے۔ ان لوگوں نے میانوالی، سرگودھا اور ساہیوال اضلاع کے دورے کئے ہر ضلع میں باقاعدہ گروپ بنائے تا کہ مسلم لیگ کو شکست دی جا سکے۔ اسی زمانے میں مسلم لیگ کے مرکز میں اجلاس ہوئے جن کے دوران مسلم لیگ میں اختلافات پیدا ہوئے۔ مولانا نیازی نے اپنی اکثر تقریروں میں کہا:

> "انقلابی عوام کو ضرورت تھی محمد بن قاسم کی اور پالا پڑ گیا محمد شاہ رنگیلوں سے،
> ہم منتظر تھے احمد شاہ ابدالی کے اور مل گئے ہمیں واجد علی شاہ، یاقوتیاں
> کھانے والے، (مولانا کا اشارہ نواب افتخار حسین ممدوٹ کی طرف تھا)
> ضرورت تھی ہمیں اورنگ زیب عالمگیر یا بابر کی سیاست کی اور پلے پڑ گئے
> ہم مہابلی اکبر اعظم کے پجاریوں کے، دوغلی سیاست کے پرستاروں کے۔"

پنجاب اسمبلی میں مولانا نیازی کی تقریریں

ان تقریروں کے علاوہ اسمبلی میں مولانا نیازی کی تقریریں بڑے معرکہ کی ہوتی تھیں۔ مہاجرین کی آبادکاری کے متعلق مولانا کی تقریریں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کی آبادکاری کے بارے میں مولانا کی پالیسی یہ تھی کہ انہیں ضلع وار آباد کیا جائے، اس کے حق میں تقریریں بھی کیں۔ پہلے مہاجرین کو کیمپوں میں رکھا گیا، پھر وزارت کے لالچیوں نے انہیں مغربی پاکستان میں بکھیر دیا تا کہ ان کی کہیں بھی مضبوط اور مستحکم سیٹ نہ بن سکے۔ اس دوران پنجاب میں ممدوٹ (نواب افتخار حسین) اور دولتانہ (میاں ممتاز محمد خاں) کے درمیان جھگڑا پیدا ہوگیا۔ اسی زمانے میں ضلع ساہیوال میں راجپوت مہاجرین پر فائرنگ ہوئی تھی، یہ راؤ خورشید علی (ف ۱۹۸۵ء) سابق ممبر مغربی پاکستان اسمبلی کے قبیلہ کے لوگ تھے۔ فائرنگ کے واقعہ کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی

تشکیل دی گئی۔ نواب ممدوٹ پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے اور صوبہ مسلم لیگ کا صدر میاں دولتانہ تھا۔ مولانا نیازی بھی اس کمیٹی کے رکن تھے۔(39)

۱۹۴۸ء میں مولانا نیازی نے لاہور سے ایک پرچہ ہفت روزہ "خلافت پاکستان" نکالا۔ اس کے ذریعے سرکاری درباری مسلم لیگ کا پردہ چاک کیا گیا۔ ایک پمفلٹ شائع کیا جس کا عنوان تھا "مسلم لیگ یا مجرم لیگ؟" اس میں دولتانہ (ف ۱۹۹۵ء) اور ممدوٹ (ف ۱۹۶۹ء) وغیرہ پر سخت تنقید کی گئی تھی۔ اس پر حمید نظامی (ف ۱۹۶۲ء) نے مولانا نیازی اور ان کے گروپ کے خلاف "ففتھ کالمسٹ" کے عنوان سے ایک شذرہ لکھا۔ اس کے جواب میں مولانا نیازی نے "ففتھ کالمسٹ کون ہے؟" کے نام سے ایک اور پمفلٹ شائع کیا اور بتایا دراصل "ففتھ کالمسٹ" کون ہے۔ ایک اور پمفلٹ "آج پاکستان کے مسائل کیا ہیں؟" کے عنوان سے شائع کیا۔ "ففتھ کالمسٹ کون ہے؟" پمفلٹ کو حکومت پنجاب نے ۱۹۴۹ء میں ضبط کر لیا۔ مولانا نیازی نے حکومت کے اس اقدام کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کر کے لاہور ہائی کورٹ کے حکم کے ذریعہ اس پمفلٹ کو واگزار کرالیا۔ ان حالات میں مولانا نیازی اور حمید نظامی کے تعلقات ایک حد تک کشیدہ ہوگئے۔ جو بعد میں دونوں کے مشترکہ دوست اور ہم جماعت نسیم حجازی کی مساعی جمیلہ سے روبا صلاح ہوگئے اور وفات سے قبل وہ ان سے راضی رہے۔

مسلم لیگ کی حکومت نے درزندان کھول دیا

اسی سال (۱۹۴۸ء) میں مسلم لیگ خلافت پاکستان گروپ کے متعدد ورکروں کو ممدوٹ حکومت کے ایماء پر گرفتار کیا گیا۔ جھنگ کے غلام فرید کپلانہ کو گرفتار کیا گیا اور بہت ستایا گیا، دیگر بہت سارے کارکنوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ مرکزی دفتر لاہور کی تلاشی لی گئی، ڈرایا دھمکایا گیا مگر مولانا نیازی اور ان کے سرفروش ساتھی قلندرانہ عزم کے ساتھ اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔

۱۹۴۸ء میں ہی مولانا نیازی نے مسلم لیگ کے کرتا دھرتا لوگوں سے مطالبہ کیا کہ جماعت کی ممبر شپ کھولی جائے اور نئے لوگوں کو جماعت میں شامل کیا جائے مگر لیگ کے اعلیٰ عہدیداروں نے ایک نہ سنی۔ مولانا نیازی نے واضح کیا کہ پرانی ممبر شپ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء کو ختم ہورہی ہے، نئی ممبر شپ جنوری ۱۹۴۹ء سے شروع ہوگی۔ پرانے رکن تو ۳۱ مارچ ۱۹۴۹ء تک اپنی رکنیت کی تجدید کرا سکتے ہیں، اس لئے نئے لوگوں کے لئے فوراً ممبر شپ کھول دی جائے مگر مولانا کی بار بار

کی یاددہانیوں اور احتساب کے باوجود میاں عبدالباری (ف ۱۹۶۸ء) اور میاں ممتاز دولتانہ (ف ۱۹۹۵ء) وغیرہ نے نئی ممبر شپ کی جانب کوئی توجہ نہ دی۔ چنانچہ جب ۳۱/ مارچ ۱۹۴۹ء کو مولانا نیازی نے مسلم لیگ میں اپنی رکنیت کی تجدید کے لئے فارم مانگا تو پتہ چلا کہ رکنیت فارم تو چھپوائے ہی نہیں گئے۔ اس پر مولانا نیازی نے اعلان کیا کہ یکم اپریل ۱۹۴۹ء سے کوئی شخص مسلم لیگ کا رکن نہیں رہا۔ کیونکہ رکنیت کی تجدید زیادہ سے زیادہ ۳۱/ مارچ ۱۹۴۹ء تک ہی کرائی جاسکتی تھی مگر فارم نہ ملے نہ کسی نے تجدید رکنیت کرائی۔ اس پر مولانا نیازی نے مطالبہ کیا کہ ایک ”آل پاکستان مسلم لیگ ورکرز کنونشن“ بلایا جانا چاہیے۔ چنانچہ مولانا نے سید حسین شہید سہروردی (ف ۱۹۶۳ء) اور پیر صاحب مانکی شریف (ف ۱۹۶۰ء) کے ساتھ مل کر ۱۸، ۱۹/ مارچ ۱۹۵۰ء کو لاہور میں یہ کنونشن منعقد کرایا جس میں ”آل پاکستان عوامی مسلم لیگ“ کا قیام عمل میں آیا۔ حسین شہید سہروردی (ف ۱۹۶۳ء) اس کے صدر اور خود نیازی صاحب سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے .... شیخ مجیب الرحمٰن (ف ۱۹۷۵ء) جائنٹ سیکرٹری تھے۔ مولانا نیازی نے شب و روز دورے کر کے ملک بھر میں اپنی اس جماعت کو آرگنائز کیا۔ (40)

جناح مسلم لیگ کی بنیاد

جب ۱۹۵۱ء کا الیکشن قریب آیا تو سیاسی جوڑ توڑ شروع ہوا۔ نواب ممدوٹ (ف ۱۹۶۹ء) اور میاں عبدالباری (۱۹۶۸ء) نے مل کر ”جناح مسلم لیگ“ کی بنا رکھی۔ پاکستان بننے کے بعد یہ پہلے عام انتخابات ہو رہے تھے۔ انتخابات کے سلسلے میں مولانا نیازی اور سہروردی نے ملک بھر میں دورے کئے۔ الیکشن قریب آیا تو سیاسی جماعتوں کے درمیان مذاکرات شروع ہو گئے۔ جماعت اسلامی کے ساتھ مولانا کی جماعت کے مذاکرات اس حد تک آگے بڑھے کہ ”عوامی مسلم لیگ“ اور ”جماعت اسلامی“ کا ایک مشترکہ پارلیمانی بورڈ بھی بن گیا۔ پھر خاکسار تحریک اور جناح مسلم لیگ والوں نے تعاون کی بات کی۔ اس وقت مولانا نیازی کا موقف یہ تھا کہ ان سے انتخابی اتحاد بے شک کیا جائے مگر عوامی مسلم لیگ کا تشخص برقرار رکھا جانا چاہیے۔ آل پاکستان عوامی مسلم لیگ کا دفتر شاہ دین بلڈنگ مال روڈ (متصل نوائے وقت بلڈنگ) میں تھا۔ صاحبزادہ محمودہ بیگم، خواتین عوامی مسلم لیگ کی صدر تھیں۔ پیر الٰہی بخش (ف ۱۹۷۵ء) عوامی مسلم لیگ سندھ کے صدر تھے۔ پیر مانکی شریف (ف ۱۹۶۰ء) اور پیر زکوڑی شریف (ف ۱۹۷۸ء) سرحد میں مولانا نیازی

کے اہم ستون تھے۔ الیکشن سر پر آ گیا تو مولانا نیازی نے اس بات پر زور دیا کہ دوسری جماعتوں کے ساتھ صرف انتخابی اتحاد کیا جائے مگر نواب ممدوٹ نے سکیم یہ بنائی کہ عوامی مسلم لیگ اور جناح مسلم لیگ دونوں کو مدغم کر دیا جائے۔ مولانا نیازی اس سکیم کے خلاف تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر سہروردی نے کہا: ”آپ تو بدستور جنرل سیکرٹری رہیں گے اس لئے ادغام کو مان لیا جائے۔“

مولانا نیازی نے جواب دیا: ”ادغام کا فیصلہ نہ آپ کر سکتے ہیں اور نہ میں کر سکتا ہوں بلکہ یہ جو میں نے آپ کے گرد غریب مسکین لوگ جمع کئے ہیں یہ مسلم لیگ میں شامل جاگیرداروں کی حرکتوں سے تنگ تھے۔ نواب، کیمونسٹ، سرمایہ دار، شریعت فروش مولوی، ان سب کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم نے عوامی مسلم لیگ بنائی تھی۔ اگر ان لوگوں کو بھی اس میں شامل کرنا تھا تو پھر اس کے قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس لئے ان حالات میں عوامی مسلم لیگ کی جنرل کونسل کا کنونشن بلایا جائے اور وہ فیصلہ کرے کہ جناح مسلم لیگ اور عوامی مسلم لیگ کو مدغم کیا جائے یا نہیں؟ تاہم اس ادغام کا مطلب خودکشی کے سوا کچھ نہیں۔“

شہید سہروردی کا ایک غلط سیاسی فیصلہ

سہروردی چونکہ ادغام کا فیصلہ کر چکے تھے، انہوں نے مولانا نیازی سے کہا کہ ”ہم تو ادغام کریں گے۔“ انہوں نے مادر ملت فاطمہ جناح (ف ۱۹۶۷ء) سے بات کی۔ اس ادغام میں نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف ۱۹۶۹ء)، میاں عبدالباری (ف ۱۹۶۸ء)، سہروردی (ف ۱۹۶۳ء)، راجہ حسن اختر (ف ۱۹۶۴ء)، خواجہ عبدالرحیم (ف ۱۹۷۴ء) اور حمید نظامی (ف ۱۹۶۲ء) پیش پیش تھے۔ چنانچہ ادغام کر لیا گیا اور اس کے نتیجے میں ”آل پاکستان جناح عوامی مسلم لیگ“ بن گئی۔ مولانا نیازی نے اس ادغام کو تسلیم نہیں کیا اور اس کے خلاف ایک زوردار بیان دیا کہ ”عوام کے مسترد کردہ مدبرین، بے کار سیاستدانوں اور عیار لوگوں نے مل کر ایک گھناؤنا اتحاد قائم کر لیا ہے جس کا نام انہوں نے ”عوامی جناح مسلم لیگ“ رکھا ہے۔ مجھے ازحد افسوس ہے۔ اس اتحاد میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے کیونکہ یہ اتحاد عوامی مسلم لیگ کی خواہشات اور ان کے پروگرام کے خلاف ہے۔“ اس کے ساتھ ہی مولانا نیازی کا راستہ سہروردی سے الگ ہو گیا۔

خان لیاقت علی کی پیشکش

ان حالات میں لیاقت علی خاں (ف ۱۹۵۱ء) لاہور آئے اور ابو سعید انور (ف ۱۹۸۴ء) کو نیازی صاحب کے پاس بھیجا کہ سہروردی (ف ۱۹۶۳ء) سے آپ کی لڑائی ہوگئی ہے، ہم آپ کے دوست ہیں۔ مسلم لیگ میں ہم پہلے بھی اکٹھے کام کرتے رہیں ہیں۔ آپ اپنی اصلی جماعت میں واپس آجائیں۔ آپ جو چاہئیں گے ہم کریں گے۔ دو لاکھ روپے نقد، ایک جیپ اور میانوالی سے اسمبلی کا ٹکٹ (بلکہ بلا مقابلہ کامیابی) کی پیشکش کرتے ہوئے وزارت میں لینے کی یقین دہانی بھی کرائی۔

مولانا نیازی نے ابو سعید انور سے کہا: "جاؤ! لیاقت علی خاں سے کہہ دو کہ پہلے آپ غلط تھے کہ آپ نے مسلم لیگ کی ممبر شپ ہی نہیں کھولی اور نہ ہی اس کی تجدید کرنے کی ضرورت سمجھی۔ اگر سہروردی آج غلط ہوگیا ہے، تو آپ کہاں صحیح ہوگئے ہیں! مجھے نہ ممبری کی ضرورت ہے اور نہ وزارت کی۔" (41)

ہما زیر سایہ بوم

سہروردی (ف ۱۹۶۳ء) سے اختلاف سے پہلے ۱۹۵۱ء ہی میں جبکہ مصر میں شاہ فاروق (ف ۱۹۶۵ء) کا زمانہ تھا۔ مصریوں نے مصر میں انگریزی فوجی طاس خالی کرانے کی جدوجہد شروع کی ہوئی تھی۔ اس سلسلہ میں مصری پولیس کا تصادم انگریز فوجیوں سے ہوا اور پولیس کا خاصا جانی نقصان ہوا۔ انگریزوں کی طرف سے مصری مسلمانوں پر اس ظلم و تشدد کے خلاف پاکستان میں آواز بلند کرنے کا شرف بھی مولانا نیازی ہی کو حاصل ہوا۔ انہوں نے راجہ حسن اختر (ف ۱۹۶۴ء) کے ساتھ مل کر طلباء کا ایک جلوس منظم کیا جو برائے احتجاج لاہور میں انگریز قونصل کی رہائش گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس جلوس میں طلباء کے علاوہ سیاسی لیڈرز بھی شامل تھے۔ قونصل کی رہائش گاہ کے باہر گراؤنڈز پر ایک جلسہ ہوا جس سے مولانا نیازی نے خطاب کیا اور پاکستان کی "کامن ویلتھ" میں شمولیت کو "ہما زیر سایہ بوم" سے تعبیر کیا۔ ایک قرارداد میں انگریزی ملوکانہ استبداد کی پرزور مذمت کی گئی اور پھر جلوس پرامن طور پر منتشر ہوگیا۔ (42)

خلافت پاکستان گروپ

۱۹۵۱ء میں مولانا نیازی نے "خلافت پاکستان گروپ" کو مستقل طور پر "تحریک خلافت

پاکستان" کی شکل دی اور ایک پمفلٹ شائع کرکے پاکستان کے لئے آئین کی تشکیل میں چھ مثبت اور تین منفی اصولوں کو شامل کرنے پر زور دیا۔ اصول حسب ذیل تھے:

مثبت اصول

قطعیت فرامین کتاب (قرآن مجید)، ختمیت احکام رسالت، توسل منہاج خلافت، اتباع مسلک اجماع، اطاعت فتویٰ و فیصلہ، تمسک میثاق بیعت۔

منفی اصول

امتناع فرعونیت (ڈکٹیٹرشپ)، امتناع قارونیت (ارتکاز دولت کا خاتمہ)، امتناع یزیدیت (تلبیس دین اور منافقت کی ممانعت)۔

اس کے علاوہ "تحریک خلافت پاکستان" کے متعدد مقاصد متعین کئے گئے جن میں ملکی قوانین کو شریعت کے مطابق بنانا، سود کا خاتمہ اور غریبوں کی حالت بہتر بنانے پر زور دیا گیا۔ جاگیروں کی حد بندی، ذاتی ملکیت کے زیادہ سے زیادہ رقبہ کا تعین، مزارعین کی غیر منصفانہ بے دخلی کو روکنے اور عوام کی عسکری تربیت کا بھی مطالبہ کیا گیا۔

۱۹۵۱ء کے انتخابات میں مولانا نیازی نے میانوالی میں صوبائی اسمبلی کی نشست پر آزاد امیدوار کی حیثیت سے حصہ لیا۔ مولانا نیازی کے مدمقابل ایک مسلم لیگی امیدوار ڈاکٹر محمد عظیم خان تھا۔ وزیر اعظم لیاقت علی خاں (ف ۱۹۵۱ء) اپنے امیدوار کی حمایت میں جلسہ سے خطاب کرنے کے لئے میانوالی گئے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں مولانا نیازی کے متعلق یہ کہا:

"ہمارے ایک دوست رہنما ہم سے ناراض ہوکر آگئے ہیں۔ وہ غلط بات پر ناراض ہوئے ہیں۔ ہم نے بڑی کوشش کی ہمارے ساتھ مل جائیں مگر یہ ضدی آدمی ہے کسی کے ساتھ مل کر کام نہیں کرسکتا۔ آپ لوگوں نے اسے منتخب کرکے اسمبلی میں بھیجا تو آپ کے لئے بھلا کام کیا کرے گا۔ اس لئے آپ مسلم لیگ کے امیدوار کو کامیاب کریں۔"

مولانا نیازی اس وقت اپنے حلقہ انتخاب کے دورہ پر تھے، شام کو واپس آئے تو انہوں نے جلسہ کیا۔ اپنے نام لیاقت علی خاں کی طرف سے لکھے گئے خطوط جلسہ گاہ میں پڑھ کر سنائے جن میں اس نے لکھا تھا:

"نیازی! تمہاری رائے ہمارے لئے نشان راہ ہے، جو مشورے تم نے ہمیں دیئے وہ بہت عمدہ ہیں۔ تم پر ہمیں فخر ہے وغیرہ وغیرہ۔"

یہ اقتباس پڑھ کر سنانے کے بعد مولانا نیازی نے جلسے میں موجود لوگوں سے کہا:

"یہ شخص (وزیر اعظم لیاقت علی خاں) پہلے میرے بارے میں یہ لکھتا رہا ہے اور آج اس کی خود غرضی ہے کہ میرے متعلق ایسی باتیں کہی جا رہی ہیں۔"

حسین شہید سہروردی

اسی دوران حسین شہید سہروردی (ف ۱۹۶۳ء) بھی میانوالی کے دورہ پر گئے۔ انہوں نے میانوالی پہنچ کر مولانا نیازی کے پاس اپنے ایک خاص آدمی کے ہاتھ پیغام بھیجا:

"نیازی صاحب! میں میانوالی پہنچ گیا ہوں۔ اگر آپ کوئی جلسہ کروانا چاہئیں تو میں آپ کے حق میں تقریر کروں گا۔"

نیازی صاحب نے جواب میں کہلا بھیجا: "آپ کا بہت شکریہ" چنانچہ مولانا نیازی مسلم لیگ کے نامزد امیدوار کو شکست فاش دے کر دوسری بار ایم ایل اے منتخب ہو گئے اور اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھ کر اسمبلی میں "پردہ بل" پیش کیا۔ حرمت سود، مسئلہ کشمیر اور زراعت وغیرہ ملی مسائل پر تقاریر کیں۔ ہر قسم کے مصائب و آلام کی پرواہ کئے بغیر اسلام کا جھنڈا بلند رکھا۔ اسمبلی کے باہر پیر صاحب مانکی شریف (ف ۱۹۶۰ء) کے ساتھ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے ملک گیر دورے کئے۔(43)

موتمر تعلیمات اسلامیہ

۱۹۵۲ء میں مولانا نیازی نے مولانا محمد ذاکر (ف ۱۹۷۶ء) آف جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ کے ساتھ مل کر لاہور میں "کل پاکستان موتمر تعلیمات اسلامیہ عربیہ" منعقد کی۔ جس کا مقصد قیام پاکستان کے بنیادی تقاضوں کے پیش نظر نظام تعلیم کو اسلامی بنیادوں پر اٹھانے، تعلیمات میں عربی کی حیثیت کو بلند کرنے اور دینی مدارس اور علوم دینیہ کی ترقی و اشاعت جیسے اہم مسائل پر غور و خوض کرنا تھا۔ ۹، ۱۰/مارچ ۱۹۵۲ء کو یہ کانفرنس بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوئی اس میں سید عمر بہاء الدمیری سابق سفیر شام، علامہ عبدالوہاب عزام پاشا سفیر مصر، مولانا عبدالحامد

بدایونی (ف ۱۹۷۰ء)، مولانا ابوالحسنات قادری (ف ۱۹۶۱ء)، خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (ف ۱۹۸۱ء)، علامہ سید احمد سعید کاظمی (ف ۱۹۸۶ء)، مولانا غلام محمد ترنم (ف ۱۹۵۹ء)، سید امیر الدین قدوائی ایڈووکیٹ (ف ۱۹۷۳ء)، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری (ف ۱۹۸۹ء) اور مولانا سلیم اللہ خاں آف لاہور (ف ۱۹۹۵ء) وغیرہ نے خطاب کیا۔(44)

دولتانہ اور مولانا نیازی

اسی سال یعنی ۱۹۵۲ء میں چک ۲۳۲ تھانہ موچی والا ضلع جھنگ میں پولیس نے بے گناہ مسلمانوں پر تشدد کیا اور عورتوں کی بے حرمتی کی، تو مولانا نیازی نے اس پر احتجاج کیا.......... نیلا گنبد لاہور کی جامع مسجد میں منعقدہ احتجاجی جلسہ میں آپ کی تقریر پر دولتانہ وزارت نے توہین کا کیس بنایا لیکن جسٹس شبیر احمد (ف ۱۹۶۸ء) نے یہ ریمارکس دے کر کیس خارج کر دیا کہ "وزیر اعلیٰ ممتاز دولتانہ اور آئی جی پولیس قربان علی خاں (ف ۱۹۶۶ء) پر تنقید، توہین عدالت نہیں۔ اگر ان کی توہین ہوئی ہے تو وہ علیحدہ ہتک عزت کا دعویٰ کر سکتے ہیں، توہین عدالت کی آڑ نہیں لے سکتے۔"(45)

مجدد الف ثانی کے مزار پر

۱۹۵۲ء کے اوائل میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۶۲۴ء) کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے زائرین کی ایک جماعت سرہند شریف (ریاست پٹیالہ، انڈیا) گئی، مولانا نیازی بھی اس میں شامل تھے۔ بسوں کے ذریعے یہ قافلہ گنڈا سنگھ والا بارڈر (ضلع قصور) سے ہوتا ہوا حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر پہنچا۔ یہ قافلہ جہاں جہاں سے گزرتا لوگ دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو جاتے۔ مولانا نیازی کا طرہ اور شارک اسکن کی اچکن لوگوں کے لئے خاصی دلچسپی کا باعث تھی۔ چونکہ ہر سال اس موقعہ پر بھارتی حکام، پاکستانی زائرین کے لئے دعوتوں اور تقریبات کا اہتمام کرتے تھے لہٰذا امسال بھی سرہند شریف کی انتظامیہ نے پاکستانی زائرین کے اعزاز میں عصرانہ دیا۔ وہاں صوبے کا وزیر اعلیٰ اور اپوزیشن کے رہنما بھی موجود تھے۔ ڈی سی، ایس پی اور عام شہری بھی۔

مولانا نیازی نے اپنے ساتھیوں کو بتا دیا تھا کہ وہ ہندوؤں کی دعوت میں شریک نہ ہوں گے۔

ایک ہندو لیڈر نے اپنے روایتی میٹھے انداز میں تقریر جھاڑی کہ:

"تقسیم ملک کے موقعہ پر ہونے والے فسادات میں دونوں طرف سے زیادتیاں ہوئیں۔ یہ جو کچھ ہوا، نہیں ہونا چاہئے تھا۔ رام کرے ہم پھر ایک ہو جائیں تنگ نظر لوگوں نے پاکستان بنایا تھا۔"

مولانا نیازی اس وقت دربار شریف کی مسجد میں مصروف تلاوت تھے۔ انہیں اطلاع ملی تو سیدھے جلسہ گاہ میں پہنچے۔ فضا میں "خیر سگالی کے قہقہے" بلند ہو رہے تھے۔ ان کے جاتے ہی سناٹا طاری ہو گیا۔ آپ نے تلاوت کلام پاک کے بعد یہ شعر پڑھا:

کیا نہیں اور غزنوی کارگہ حیات میں
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہل حرم کے سومنات

آپ نے اپنی تقریر کا آغاز یوں کیا:

جہاں میں آج کھڑا ہوں یہ دربار ہے مجدد کا
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

یہ امام ربانی کا دربار ہے، اس کی سلطنت ہے۔ میں نہرو کی سلطنت کو نہیں مانتا۔ میں کسی کا حکم نہیں مانتا۔ یہ مجدد کی سلطنت ہے۔ اب سوچو کہ میں جو بات کروں گا وہ کس ماحول میں کروں گا۔ تم نے یہ کہا کہ ہم تنگ نظر ہیں اور ہماری تنگ نظری کی وجہ سے پاکستان بنا ہے حالانکہ یہ تو تمہاری تنگ نظری کے باعث بنا ہے۔ ہم نے ہندوستان میں ساڑھے گیارہ سو سال حکومت کی مگر تمہاری تہذیب، کلچر اور تمدن کو جوں کا توں رہنے دیا، اسے چھیڑا تک نہیں بلکہ تمہیں سنوارا ہے۔ ہم نے تمہیں ایک بہتر اور خوبصورت کلچر دیا، تہذیب دی، تمدن دیا، شرافت دی، تعلیم کے زیور سے تمہیں آراستہ کیا۔

جس کو ہم نے آشنا حرف تکلم سے کیا
اس حریف بے زباں کی گرم گفتاری بھی دیکھ
دیکھ مسجد میں شکست رشتہ تصویر شیخ
بت کدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ
(علامہ اقبالؒ)

مولانا نیازی نے ہندوؤں کو کھری کھری سناتے ہوئے اپنی گرجدار آواز میں کہا:

"ہندوستان میں محمود غزنوی نے بار بار حملے اسی لئے کئے کہ ہر حملے کے بعد ہندو ریاستیں اس کی اطاعت قبول کر لیتیں مگر اس کے جانے کے فوراً بعد پھر سر اٹھا لیتیں اور معاہدات سے منکر ہو جاتیں۔ اس لئے معاہدات کی تکمیل کے لئے "غزنوی" کو ہندوستان پر بار بار ضرب لگانے کی ضرورت پیش آتی رہی۔ ہندو قوم کی ذہنیت یہ ہے کہ ہمیشہ طاقتور کو اپنا دیوتا بناتی ہے اور کمزوروں کا ناک میں دم کر دیتی ہے۔ یہ غلط ہے کہ مسلمانوں نے ہندو عورتوں، بچوں، بوڑھوں پر ظلم کیا، البتہ ہندوؤں کے ہاتھوں یہ ساری سیاہ کاریاں سرزد ہوئیں۔ ہم اس کا قصاص ضرور لیں گے۔ پاکستان میں بزدل لیڈرشپ نے قوم کو جہاد کے لئے تیار نہیں کیا ورنہ اس وقت تک مسلمان حساب بیباک کر چکے ہوتے۔"

مولانا نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

"اصل زیادتی تو تم لوگوں کی ہے۔ یہاں اس پٹیالہ ریاست میں تم لوگوں نے مسلمان بچیوں کی عصمتیں لوٹی ہیں۔ معصوم بچوں کو نیزوں پر اچھالا ہے۔ نہتے مسلمانوں کا تم نے قتل عام کیا ہے۔ تم اس بات کے روادار نہیں تھے کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں ہماری مرضی کے مطابق قانون ہو۔ تم ہمارے پاکستان کے لوگوں کو محکوم بنانا چاہتے تھے۔ اگر تم ہمیں اکاموڈیٹ کرتے تو ہمیں تقسیم کی ضرورت ہی کیا تھی؟ مگر تم نے ہمیں برداشت نہیں کیا۔ لامحالہ تقسیم ہندوستان ہو کر رہی، حالانکہ ہندوستان کا حاکم انگریز بھی تمہارے ساتھ تھا، بیرونی طاقتیں بھی تمہارے ساتھ تھیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا سے اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے ہیں اور جن لوگوں نے ظلم اور زیادتی کی ہے وہ خاص طور پر کان کھول کر سن لیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ ہم انتقام لیں گے۔ ہم گناہگاروں کے بدلے بے گناہوں کو نہیں پکڑیں گے مگر گنہگاروں کو

معاف نہیں کریں گے۔ ہم اگلی نسلوں کو بتا کر جائیں گے کہ ہم کون ہیں......انتقام ہی میں زندگی ہے۔''

ولكم فى القصاص حيٰوة يا اولى الالباب۔

سرہند میں مجاہدانہ خطاب

مولانا نیازی نے جب یہ ایمان افروز اور باطل سوز تقریر کی تو ہندو لالے ان سے ڈر کر دس دس گز دور جا کھڑے ہوئے۔ ان کے لبوں پر ''رام رام'' کا وظیفہ جاری تھا۔ جب شیر گرج رہا تھا تو چوہے ڈر سے لرز رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

''رام، رام، رام......رام، رام، رام، رام''

''رام کرے ایہہ حکومت (پاکستان) وچ نہ آوے''

''ایہہ آ گیا تے ساڈی ایسی تیسی پھیر دے گا''

مولانا نیازی کی تقریر سے پہلے تمام زائرین کے چہرے بے رونق تھے اور ہندوؤں کے چہرے سو سو وولٹ کے بلبوں کی طرح جگمگا رہے تھے۔ پھر جب مولانا نیازی نے تقریر کی تو ہندوؤں کے چہرے مانند پڑ گئے اور مسلمانوں کے چہرے ہزار ہزار وولٹ کے بلبوں کی طرح جگمگا اٹھے۔

بھارتی اخبارات نے مولانا نیازی کی تقریر شائع کر کے سخت تنقید کی اور لکھا کہ یہ شخص ہندوستان میں آیا کیوں تھا؟ اس کا داخلہ ہندوستان میں بند کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو یہاں نہیں آنے دینا چاہئے۔ چنانچہ بھارتی حکومت نے اس واقعہ کا سختی سے نوٹس لیا اور فوری طور پر نیازی صاحب کا بھارت میں داخلہ ہمیشہ کے لئے ممنوع قرار دے دیا۔(46)

بنیادی اصولوں پر جامع رپورٹ

۱۹۵۲ء میں جب بنیادی اصولوں کی کمیٹی (BASIC PRINCIPALS COMMITTE) نے بسلسلہ آئین کی تشکیل، اپنی رپورٹ (B.P.C.REPORT) پیش کی کہ آئین اس انداز کا ہونا چاہئے تو صدر مملکت کے مسلمان قرار دیئے جانے کے باوجود مسلمان کی تعریف نہ کی گئی۔ اس پر مولانا نیازی نے بحیثیت داعی ''تحریک خلافت پاکستان'' ایک جامع اور مکمل مسودہ آئین خلافت پاکستان پیش کیا جو اس وقت کے انگریزی اور اردو اخبارات میں شائع

ہوا۔ ۴ر جنوری ۱۹۵۳ء کو ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' لاہور نے آپ کی ان آئینی تجاویز کا پورے کا پورا خاکہ شائع کیا۔

مولانا نیازی نے آئین سے متعلق ''بنیادی اصولوں کی کمیٹی'' کی رپورٹ پر یہ اعتراض کیا کہ اس میں مسلمان کی تعریف نہیں کی گئی یعنی جب یہ کہا گیا کہ سربراہ مملکت ''مسلمان'' ہو اور چالیس سال سے کم عمر نہ ہو تو مسلمان کی کوئی جامع تعریف بھی تو نہیں ہونی چاہئے۔ جب تک مسلمان کی اصطلاح کی تعریف نہیں ہوگی یہ بے معنی رہے گی۔ مولانا نیازی نے آئین میں مسلمان کی تعریف بھی متعین کی۔ اس میں پاکستانی شہریت کی چار قسمیں رکھی گئیں:۔ (۱) ملتی، (۲) سکونتی، (۳) حلیف، (۴) حربی۔

مولانا نیازی کی ان تجاویز میں وہی چھ مثبت اور تین منفی اصول تھے جن کا تذکرہ ہم گزشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔ دراصل مولانا نیازی کی زندگی میں یہی وہ انقلابی کارنامہ ہے جو آپ کو دوسرے علماء و قائدین سے ممتاز کرتا ہے۔ قند مکرر کے تحت ہم وہ چھ مثبت اور تین منفی اصول جو مولانا نیازی نے اساس آئین کے طور پر پیش کئے، دوبارہ نقل کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کی تشریح بھی کی جا رہی ہے تاکہ قارئین کرام مولانا کے اس انقلابی کارنامے کے خدوخال پوری طرح سمجھ سکیں:

مثبت اصول

(۱) قطعیت فرامین کتاب (قرآن مجید)، (۲) ختمیت احکام رسالت، (۳) توسل منہاج خلافت، (۴) اتباع مسلک اجماع، (۵) اطاعت فتویٰ و فیصلہ، (۶) تمسک میثاق بیعت۔

تشریح (۱) قطعیت فرامین کتاب

حقیقی خالق، مالک، حاکم اور منصف اللہ ہے۔ قانون سازی، عدالت، نظم و نسق اور حکومت کے ہر فیصلہ کے لئے قرآن اولین منبع اقتدار ہے اور برترین فرماں روا ہوگا۔

(۲) ختمیت احکام رسالت

زندگی کے ہر پہلو کے متعلق اللہ کے احکام پہنچانے کے لئے اس کے آخری بلاواسطہ نائب جناب خاتم النبیین والمرسلین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

احکام، اعمال اور روایات، حدیث وسنت سے متعلقہ علوم کے مطابق ان کی فرضیت کا درجہ مقرر کرنے کے بعد حکومت کے ہر شعبہ کے لئے دوسرا واجب التعمیل ماخذ اور وسیلہ اقتدار ہوں گے۔

(۳) توسل منہاج خلافت

جب کبھی کتاب وسنت کا مفہوم متعین کرانے میں اختلاف رائے پیدا ہو تو صحابہ کرام، آئمہ، فقہاء اور سلف صالحین کی تفاسیر، تصریحات، اجتہادات اور فتاویٰ کے جو تقاضے ہنگامی نہ تھے، فقہ کے اصولوں کے مطابق بتدریج مدون اور مرتب کر کے بحیثیت ایک ایسے اجماع ماضیہ کے ترجمان کے جو آج بھی اسلامی اعتقاد کے جواز کا تسلسل، رسول اللہ ﷺ اور پھر اللہ سے اخذ کرنے میں ایک سبقت والی کڑی کا رتبہ رکھتا ہے۔ منفرد فیصلوں یا نتائج تک پہنچنے میں بطور تیسرے ماخذ اور بنائے نفاذ کے قابل تقلید ہوں گے۔

(۴) اتباع مسلک اجماع

مذکورہ بالا تینوں اصولوں کے ماتحت مخصوص یا قطعی قوانین کا استخراج کرنے میں ہر قسم کے اختلاف رائے کا تصفیہ بالواسطہ ان اصحاب الرائے (رائے دہندگان) کی کثرت رائے سے کیا جائے گا جنہوں نے اپنی عادات میں اتباع رسول مقبول ﷺ اور ضروری علوم دینی اور دنیاوی میں دست گاہ کی بناء پر اہل الرائے کا منصب حاصل کر لیا ہو۔

(۵) اطاعت فتویٰ وفیصلہ

ہر مقدمہ میں مسلک اجماع کے مفہوم کے متعلق ہر قسم کے اختلافات کا آخری فیصلہ آئینی یا قانونی امور میں مفتی کی متعلقہ عدالت اور واقعاتی امور میں قاضی کی متعلقہ عدالت، بحیثیت ایک آزاد اور واجب الاطاعت منصف کے کرے گی جس کا احاطہ اختیارات حکومت، ارباب حکومت اور ہر ادارے یا فرد پر حاوی ہوگا۔

(۶) تمسک میثاق بیعت

ہر معاشرتی، سیاسی، آئینی، قانونی، تعلیمی اور انتظامی ذمہ داری اور اختیار کی بناء اس مسلمہ انفرادی اور اجتماعی میثاق بیعت پر ہوگی جو ریاست کا ہر باشندہ شہریت کے رجسٹر میں نام درج کراتے وقت آئین کے چھ مثبت اور تین منفی اصولوں کی وفاداری اور فرمانبرداری کا حلف اٹھا کر

قبول کرے گا۔

منفی اصول

(۱) امتناع فرعونیت (ڈکٹیٹرشپ)، (۲) امتناع قارونیت (ارتکاز دولت کا خاتمہ) امتناع یزیدیت (تلبیس دین اور منافقت کی ممانعت)۔

تشریح (۱) امتناع فرعونیت

(شرک اور ظلم کی ممانعت) سرکاری اختیارات یا سرکاری اختیار کے بہانے یا انفرادی اقتدار سے کسی شخص یا گروہ کی آزادی کردار پر کوئی پابندی سوائے آئین، قانون یا معاہدہ قانونی کی تعمیل کے عائد نہ کی جائے گی۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ جبر کی نوعیت، مقدار اور طریقہ کہاں تک جائز تھا۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو اقتدار کو استبداد یا بیداد کی غرض سے استعمال کرے، بشرطیکہ متعلقہ عدالت میں اقتدار کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت ثابت ہو جائے۔ قرآن کریم میں شرک اور ظلم کی ممانعت اور فرعون کی مثال طاقت کے ناجائز استعمال یا استحصال کا مفہوم واضح کر دیتی ہے۔

(۲) امتناع قارونیت

(ظلم اور استحصال کی ممانعت) سرکاری دولت یا سرکاری دولت کا اثر یا انفرادی دولت، کسی شخص کی دولت کی مقدار یا قیمت بڑھانے یا گھٹانے کے لئے استعمال نہ کی جائے گی، نہ ہی کسی شخص کے دولت کمانے کے امکانات پر کوئی پابندی حائل ہونے دی جائے گی، سوائے اس صورت کے کہ آئین، قانون یا معاہدہ قانونی کی تعمیل میں اس کی ضرورت محسوس ہو۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ آیا کسی اقتصادی کارروائی کی نوعیت، حدود اور طریقے جائز ہیں یا نہیں؟

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کی مرتکب ہو، بشرطیکہ استعمال یا ذخیرہ کا عدم جواز اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت متعلقہ عدالت میں ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں ظلم، اکتناز، احتکار اور سود کی ممانعت اور قانون کی مثال دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کا مفہوم واضح کر دیتی ہے۔

(۳) امتناع یزیدیت

(تلبیس دین اور منافقت کی ممانعت) اسلامی اصطلاحات کسی شخص یا گروہ یا طبقہ کے غیر اسلامی اعتقادات، مفاد یا تجاویز کے تحفظ، تقویت یا فروغ کے لئے استعمال نہ کی جائیں گی۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں فیصلہ کرے گی کہ آیا کسی قول، فعل یا رویہ سے دین کی تلبیس کا ارتکاب ہوتا ہے یا نہیں۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی یا اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا مقابلہ کرے جو اسلامی اصطلاحات کو ناجائز مقاصد کے لئے آڑ بنا کر استعمال کر رہی ہو، بشرطیکہ متعلقہ عدالت میں اسلام کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کے طریقے کی موزونیت ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں منافقت کی ممانعت اور اسلامی تاریخ میں یزید کی مثال واضح کر دیتی ہے کہ اسلامی اصطلاحات کے اصل مفہوم سے ہٹ کر ان کے ناجائز استعمال کا مفہوم کیا ہے؟

اپنے آئین میں مولانا نیازی نے ختمیت احکام رسالت کو تمام دفعات کا محور قرار دیتے ہوئے لکھا کہ زندگی کے ہر پہلو سے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے والے اس کے آخری بلاواسطہ نائب حضور خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ حکومت کے ہر شعبہ کے لئے قرآن کے بعد دوسرے واجب التعمیل ماخذ اور واسطہ اقتدار حضور ﷺ کے احکامات ہوں گے۔ آپ نے اپنے آئین میں قومیت، حاکمیت، قانون سازی، رائے دہندگی، اقتدار، ملکیت، علم وحقیقت، عدلیہ، تصور ریاست اور طبقہ واریت میں نظریہ حق کو متعین کرتے ہوئے حضور ﷺ کی ذات بابرکات کو ''معیارِ حق'' قرار دیا تھا۔(47)

اس مسودہ آئین میں مولانا نیازی نے قومیت کی اساس عقیدہ خاتمیت پر رکھی تھی اور غیر مسلموں کے لئے ''ذیلی ایوان'' تجویز کیا تھا۔ گویا آپ کا مسودہ آئین بی پی سی رپورٹ پر زبردست تنقید تھی اور یہی تنقید بالآخر ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' کی اساس بنی۔

تحریک ختم نبوت

۱۹۵۳ء کی ''تحریک ختم نبوت'' کا سبب چوہدری سرظفر اللہ خاں (آنجہانی ۱۹۸۵ء) کی

ایک تقریر بنی جو اس نے دسمبر ۱۹۵۲ء میں کراچی میں کی تھی۔ اس تقریر کے دوران کسی شخص نے ظفر اللہ خاں سے پوچھا کہ آپ نے حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا تھا؟ اس پر اس نے جواب دیا:

''یوں سمجھ لیجئے کہ ایک کافر نے مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھا یا ایک مسلمان نے کافر کا جنازہ نہیں پڑھا۔''

اس سے مسلمان مشتعل ہو گئے۔ پنجاب میں بہت شور شرابا ہوا۔ اس وقت چوہدری ظفر اللہ بدستور پاکستان کے وزیر خارجہ تھے۔ اس بیان پر غور کرنے کے لئے اوائل جنوری ۱۹۵۳ء میں برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں ''آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن'' منعقد ہوا جس میں علماء و مشائخ نے ختم نبوت کے سلسلے میں غور وخوض کیا اور ۲۰، ۲۱ر جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں ہونے والے ''مرکزی کنونشن'' کے لئے مندوبین منتخب کئے گئے جن میں مولانا نیازی کا نام بھی شامل تھا مگر کراچی کنونشن کی انتظامیہ کمیٹی نے جان بوجھ کر مولانا کو نظر انداز کر دیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ مولانا نیازی گرم مزاج آدمی ہیں، یہ دھن پٹاس کر کے رکھ دیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ نرم روی سے چلیں چنانچہ مولانا نیازی کے سوا پنجاب سے تیرہ مندوبین نے شرکت کی۔

اتفاق ایسا ہوا کہ جن دنوں کراچی میں ''ختم نبوت کنونشن'' منعقد ہوا، مولانا نیازی کسی کام کے سلسلے میں پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے وہاں ''اخوان المسلمون'' کی طرز پر اجتماع کیا تھا جس میں پنجاب، اندرون سندھ اور صوبہ سرحد سے کارکنوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی تھی۔ اس کے بعد مولانا کراچی سے واپس آ گئے۔

کراچی کنونشن میں مندرجہ ذیل مطالبات مرتب کئے گئے:۔

(۱) مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

(۲) وزیر خارجہ سرظفر اللہ خاں کو برخاست کیا جائے۔

(۳) قادیانیوں کے سلسلے میں آئین میں ترمیم کی جائے اور انہیں کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے۔

تحریک نبوت کے کمانڈر

تحریک ختم نبوت میں مولانا نیازی نے مثالی کردار ادا کیا۔ آپ کو اس تحریک میں خصوصیت

حاصل تھی، وہ یہ کہ آپ پنجاب اسمبلی کے ممبر تھے، نیز تحریک پاکستان میں کام کرنے کی وجہ سے مسلم لیگی کارکنوں سے آپ کے گہرے تعلقات تھے۔

ختم نبوت کا مسئلہ حل کرنے کے لئے تحریک کی ضرورت تھی لہٰذا ''مجلس عمل تحریک ختم نبوت'' عمل میں آئی۔ مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۶۱ء) کو مجلس عمل کا صدر چنا گیا۔

۲۵ رفروری ۱۹۵۳ء کو صدر مجلس عمل مولانا ابوالحسنات قادری (ف ۱۹۶۱ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) اور احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری (ف ۱۹۶۱ء) مجلس عمل کے نمائندے بن کر وزیراعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین (ف ۱۹۶۴ء) سے ملاقات کرنے کے لئے کراچی گئے تو انہیں گرفتار کرلیا۔

ممتاز دولتانہ اور تحریک ختم نبوت

دراصل ممتاز دولتانہ (ف ۱۹۹۵ء) وزیراعلیٰ پنجاب نے ایک سازش کے تحت کہا کہ میں تمہاری تحریک سے متفق ہوں اور تمہارا مطالبہ آئینی ہے، لہٰذا مرکز سے رجوع کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قائدین گرفتار ہوگئے۔ اس کے بعد جو جتھہ بھی کراچی روانہ ہوتا پولیس اسے راستے میں ہی ٹرین سے اتار لیتی، کسی رضا کار کو بھی منزل مقصود (کراچی) تک نہ پہنچنے دیا گیا اور ہر طرف حکومت نے رکاوٹیں کھڑی کردیں۔ نتیجتاً تحریک فیل ہونے لگی۔

۲۷ رفروری ۱۹۵۳ء کو لوگ مولانا نیازی کے پاس گئے اور کہا کہ موجودہ صورت حال کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کیا ہم لوگوں کو کراچی جا کر گرفتاریاں دینی چاہئیں؟ اس پر مولانا نے فرمایا کہ میں نہ اس کی مخالفت کرتا ہوں اور نہ حمایت لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ لاہور سے ۷۵۰ میل دور کراچی میں جا کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس سے تحریک کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ پنجاب کی گورنمنٹ مرکزی حکومت کے ماتحت ہے اگر کرنا ہے تو یہاں کی گورنمنٹ کا نظام معطل کرو۔ اس سے مرکزی حکومت پر خود بخود دباؤ پڑے گا۔ میری سکیم تو یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی ہاؤس کا گھیراؤ کرلو اور ارکان اسمبلی کو مجبور کردو کہ قادیانیوں سے متعلق بل پاس کرایا جائے۔ میاں ممتاز دولتانہ غلط کہتے ہیں کہ وہ اس تحریک سے متفق ہیں۔ اگر ایسا ہے، تو وہ صوبائی اسمبلی میں جا کر قرارداد پاس کرے۔

تحریک کو ساحل کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کراچی والے کراچی میں،

پنجاب والے پنجاب میں اور سرحد والے سرحد میں کام کریں۔ اس طرح یہ تحریک ملک گیر صورت اختیار کرے گی اور صوبے مجبور ہوکر مرکز پر دباؤ ڈالیں گے۔

اسی رات مولانا نے موچی دروازہ لاہور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے اسی بات پر زور دیا۔ ۲۸ رفروری ۱۹۵۳ء تک ''تحریک ختم نبوت'' کے تقریباً تمام لیڈروں کو گرفتار کیا جاچکا تھا اور تحریک بغیر امام کے رہ گئی تھی۔ آپ نے مولانا مودودی (ف ۱۹۷۹ء) کے ہاں جا کر کہا کہ سب لوگ تو گرفتار ہوچکے ہیں، اس تحریک کو زندہ رکھنے کے لئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ مولانا مودودی (ف ۱۹۷۹ء) نے کہا کہ ان حالات میں کچھ لوگوں کو انڈر گراؤنڈ چلے جانا چاہئے اور باقیوں کو اوپر رہ کر کام کرنا چاہئے۔ اس پر مولانا نیازی نے کہا مولانا! آدمی تو بس یہی ہیں (سید خلیل احمد قادری ابن مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ارشد پناہوی و چند دوسرے لوگ) جو یہاں بیٹھے ہیں۔ ان میں سے انڈر گراؤنڈ کتنے جائیں گے اور اوپر کتنے رہیں گے؟ ہاں اگر زیادہ آدمی ہوتے تو پھر اور بات تھی مولانا مودودی نے جواب دیا ''میں تو جب تحریک فیل ہونے لگے گی تب اسے سنبھالوں گا۔'' مولانا نیازی نے کہا ''پھر آپ اسے سنبھال نہیں سکیں گے، سنبھالنا ہے تو اسے اب سنبھالئے جب یہ بغیر لیڈر کے اور بغیر قیادت کے ہے۔'' خیر مولانا نیازی مایوس ہوکر واپس لوٹ آئے۔

واپس آ کر مولانا نیازی نے دوستوں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے؟ ان دوستوں میں مولوی محمد ابراہیم علی چشتی (ف ۱۹۶۸ء) اور حکیم محمد انور بابری (ف ۱۹۷۷ء) تھے اور پھر فیصلہ کیا کہ تحریک کو قدرے سیاسی رنگ دیا جائے کیونکہ خالصتاً مذہبی تحریک کو دبانا انتظامیہ کے لئے نسبتاً آسان تھا، چنانچہ ۲۸ رفروری ۱۹۵۳ء کو مولانا نیازی نے ایک بیان جاری کیا کہ ''ختمیت امام رسالت، نظریہ پاکستان کی بنیاد ہے، اگر اسے ختم کردیا گیا تو پھر پاکستان کا تصور بھی ختم ہوجائے گا، اس کا انکار غداری ہے۔''

تحریک ختم نبوت کا مرکز

۳ رمارچ ۱۹۵۳ء کو مولانا نیازی نے اپنا مرکزی دفتر مسجد وزیر خان لاہور میں قائم کیا۔ آپ کی کوشش یہ تھی کہ تحریک تشدد کی راہ اختیار نہ کرے، اس لئے آپ نے تمام رضا کاروں کو یہی ہدایت دی کہ پرامن اور منظم رہنا ہے۔ تصادم اور کسی قسم کی بھی گڑبڑ سے گریز کرنا ہے۔ نعرے

مثبت ہونے چاہئیں مثلاً:۔

(۱) ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے برطرف کیا جائے۔

(۲) قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

(۳) آئین میں ترمیم کی جائے۔

(۴) قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔

مولانا نیازی نے لاہور میں اجتماعات کے لئے دو مراکز بنا رکھے تھے۔ ایک دہلی دروازہ، جہاں دن کو جلسہ ہوتا تھا، دوسرے مسجد وزیر خاں جہاں نماز ظہر کے بعد جلسہ ہوتا تھا۔ لوگ پنجاب اور سرحد سے قافلہ در قافلہ مسجد وزیر خاں میں آرہے تھے۔ مولانا نے صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد مسجد وزیر خاں میں ایک مجلس عمل قائم کر دی تا کہ تحریک کو موثر بنایا جا سکے۔ کراچی میں ایک سویلین سرکاری افسر سے مولانا کا رابطہ تھا جو تحریک کے متعلق ان کو حکومت کے عزائم اور پالیسیوں سے قبل از وقت خبردار کر دیتا تھا۔ وہ صاحب محکمہ خوراک میں ایک اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز تھے۔ انہی نے مولانا کو پیغام بھیجا کہ کراچی میں پانچ آدمیوں کی گرفتاریاں پیش کرنے کی بجائے لاہور، پنجاب میں تحریک چلائیں۔

مسجد وزیر خان عقابوں کا نشیمن

مسجد وزیر خاں کا دروازہ لوہے کا تھا۔ رات کو مولانا کے کارکن اس میں برقی رو چھوڑ دیتے تھے تا کہ کوئی اندر داخل نہ ہو سکے۔ پہرے کے لئے باری باری لوگوں کی ڈیوٹیاں لگتی تھیں مولانا مسجد کے اندر جا کر بھیس بدل لیتے تھے۔ مسجد کے مینار کے اندر اوپر جا کر ایک بڑی عجیب مگر کشادہ جگہ بنی ہوئی تھی، وہاں مولانا نیازی کا ڈیرہ تھا۔ پھر مولانا نے کوڈ ورڈز بھی بنا رکھے تھے تا کہ رات کو آنے والوں کی شناخت کی جا سکے اور صرف تحریک کے لوگ ہی مسجد کے اندر داخل ہو سکیں۔ مولانا محمد ابراہیم علی چشتی رحمتہ اللہ علیہ (ف ۱۹۶۸ء) مولانا کے پاس پیغامات بھیجا کرتے تھے۔

ایک ڈی ایس پی کا حشر

۴ر مارچ ۱۹۵۳ء کی صبح کو مولانا نے ایک ایک سو رضا کاروں کے تین جتھے مسجد وزیر خان میں ترتیب دیئے۔ ان میں سے ایک جتھے کو ضلع کچہری، ایک کو سیکرٹریٹ اور ایک کو گورنر ہاؤس

روانہ کیا۔ جتھے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ پچھتر آدمی اس کے اندر ہوتے تھے اور ان کے گرد پچیس آدمیوں کا گھیرا ہوتا تھا تا کہ کوئی غیر آدمی اندر آ کر تخریبی کارروائی نہ کر سکے۔ ان جتھوں کو ہدایت کی تھی کہ پر امن رہیں اور پولیس سے متصادم نہ ہوں۔ اگر پولیس راستہ میں حائل ہو تو راستہ بدل لیں۔ جتھوں کے لئے مثبت نعرے تیار کئے گئے تھے اور انہیں ہدایت تھی کہ آپ لوگوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے جانا ہے۔ اگر لاٹھی چارج کیا جائے تو لاٹھیاں کھاؤ مگر بڑھتے جاؤ۔ گولی چلے تو منتشر ہو کر گلیوں کے اندر چلے جاؤ اور اگلے چوک میں پھر جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ ایک جتھہ بخیر و عافیت ضلع کچہری پہنچ گیا۔ سول سیکرٹریٹ والا جتھہ بھی کچھ گرفتاریوں کے بعد اپنی منزل تک پہنچ گیا اور اس نے وہاں کام بند کرا دیا۔ گورنمنٹ ہاؤس (گورنر ہاؤس) جانے والا جتھہ جب چوک دالگراں میں پہنچا تو پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔ اس جتھے میں سید خلیل احمد قادری (ف ۱۹۹۸ء) بھی شامل تھے۔ انہوں نے مولانا نیازی کی ہدایات کے برعکس وہاں یہ بات کہہ دی کہ جب لاٹھی چارج ہو تو سب زمین پر لیٹ جائیں۔ چنانچہ جب لاٹھی چارج ہوا تو جتھے میں شامل سب رضا کار زمین پر لیٹ گئے۔ پولیس نے بے تحاشا لاٹھیاں برسائیں، ایک نوجوان نے گلے میں حمائل شریف لٹکا رکھی تھی۔ فردوس علی شاہ ڈی ایس پی نے اس نوجوان کو ایسی بری ٹھوکر ماری کہ حمائل شریف دور جا گری، نوجوان تڑپ کر حمائل شریف اٹھانے کو اٹھا تو ظالم ڈی ایس پی نے پورے زور سے ڈنڈے برسائے۔ اس پر لوگ مشتعل ہو گئے۔ مختصر یہ کہ جتھہ گورنر ہاؤس نہ پہنچ سکا، کچھ لوگ گرفتار ہو گئے اور کچھ واپس لوٹ آئے جبکہ دوسرے دونوں جلوس بخیریت منزل مقصود تک پہنچ گئے۔

حمائل شریف کی بے حرمتی کے واقعہ کے بعد نوجوان، ڈی ایس پی کے پیچھے لگ گئے۔ ان دنوں لاہور میں روزانہ دو جلسے ہوا کرتے تھے۔ ایک جلسہ نماز عصر سے پہلے دہلی دروازہ کے باہر اور دوسرا بعد از نماز عشاء مسجد وزیر خاں ہیں۔ مولانا نیازی ان دونوں جلسوں سے خطاب کرتے تھے۔ مسجد وزیر خاں کے جنوبی حصے میں واقع ایک حجرے میں بیٹھ کر مولانا نیازی رضا کاروں کو ہدایات دیا کرتے تھے۔ ان کی ڈیوٹیاں لگاتے تھے۔ مغرب کی نماز میں شریک ہونے والے مولانا نیازی آخری آدمی ہوتے تھے۔ پولیس والوں نے سکیم یہ بنائی کہ جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو مولانا نیازی پر حملہ بول کر انہیں گرفتار کر لیا جائے، اس سے تحریک خود بخود ختم ہو جائے گی۔

۴ / مارچ ۱۹۵۳ء کی شام کو مولانا نیازی حسب معمول رضا کاروں کو ہدایات دے رہے تھے کہ اس اثناء میں ایک شخص آیا اور حجرے کے اندر جھانک کر مولانا کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ مولانا نیازی نے رضا کاروں سے کہا، یہ آدمی مشتبہ ہے اسے پکڑو۔ مولانا کی بات سن کر وہ آدمی بھاگ کھڑا ہوا مگر رضا کاروں نے اسے پکڑ لیا اور بہت مارا۔ اس واقعہ کے فوراً بعد ڈی ایس پی فردوس شاہ اور تھانیدار مظفر خان، پولیس کی پوری جمعیت کے ساتھ مولانا کو پکڑنے کے لئے مسجد وزیر خاں کی طرف بڑھے۔ ابھی وہ مسجد کے اندر داخل نہیں ہوئے تھے کہ ان نوجوانوں نے جو اسی صبح گورنمنٹ ہاؤس بھیجے جانے والے رضا کاروں کے جتھے میں شامل تھے، فردوس شاہ کو پہچان لیا کہ اس نے ٹھڈا مارا تھا جس سے حمائل شریف دور جا گری تھی۔ چنانچہ نوجوانوں نے فردوس شاہ کو مسجد کے دروازے میں داخل ہونے سے قبل ہی چھروں سے پھاڑ ڈالا۔ جب باقی پولیس والے آگے بڑھے تو ان سے رائفلیں چھین لیں اور مسجد کے دروازے بند کر دیئے۔

مولانا نیازی کے جانباز

اس کے بعد رضا کاروں نے مولانا نیازی کے پاس آ کر رپورٹ کی تو مولانا نے ان سے کہا کہ یہ تم نے برا کیا۔ پولیس سے رائفلیں نہیں چھیننی چاہئیں تھیں۔ پولیس نے مسجد میں داخل ہونے کی ایک اور کوشش کی۔ مسجد کی پچھلی جانب سے سیڑھیاں لگا کر اندر اترنا چاہا تو رضا کاروں نے مولانا نیازی کو اطلاع کر دی۔ رضا کاروں کے پاس نقلی بندوقیں اور لوہے کی ٹوپیاں تھیں۔ مولانا نے رضا کاروں سے کہا کہ اس وقت کوئی مسجد کے اندر نہ آنے پائے۔ رضا کار نوجوانوں نے سیڑھی پر چڑھ کر مسجد کے اندر آنے کی کوشش کرنے والے سپاہی کو سیڑھی سمیت پوری قوت سے واپس دھکیل دیا۔ وہ سیڑھی سمیت نجانے کہاں جا گرا اور مر کھپ گیا۔

مولانا نیازی کو اسی روز یہ اندازہ ہو چکا تھا اب ان کی تحریک فیل ہو جائے گی کیونکہ اس میں تشدد آ گیا تھا۔ ڈی ایس پی کے قتل کے بعد تحریک پرامن نہیں رہی تھی۔ پھر ایک مصیبت یہ بھی ہوئی کہ کچھ لوگ اس تحریک کے ذریعہ اپنا سیاسی کیریئر بنانے کی کوشش کر رہے تھے اور اس قسم کا پروپیگنڈہ کر رہے تھے کہ مولانا نیازی نے متوازی حکومت قائم کر لی ہے، خلافت قائم کر لی ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

فردوس شاہ کے قتل کے بعد مولانا نیازی نے جلسہ میں اس کی تعزیت کی اور کہا کہ مسلمان

آدمی اگر ڈیوٹی کے دوران مارا جائے تو اس کی موت حق کی موت ہے۔ ہمیں اس کی موت کا افسوس ہے کہ وہ بیچارہ مارا گیا۔ اس کے باوجود مولانا کو پتہ چل گیا کہ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس قتل کو ایکسپلائٹ کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ لاہور میں رائے نصر اللہ خاں نامی ایک ایم، ایل، اے (ف ۱۹۷۱ء) ہوتے تھے۔ انہوں نے مولانا نیازی کو اطلاع دی کہ آپ کے خلاف فردوس شاہ کے قتل کا مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ اس پر مولانا نیازی نے کہا جو اللہ کو منظور ہے وہی ہوگا۔ مولانا نے فردوس شاہ کی موت پر تعزیتی ریزولیشن منظور کرنے کے علاوہ رضا کاروں کو بھی پرامن رہنے کی ہدایت کر دی تھی۔

لاہور کا پہلا مارشل لاء

فردوس شاہ کے قتل کے واقعہ کے بعد پولیس نے مجاہدین پر بے تحاشا تشدد کیا اور بے حد فائرنگ کی۔ قادیانی بھی فوج اور پولیس کی وردی میں باہر سے آ کر فائرنگ میں شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر مسلمان کارکنوں نے بے پناہ قربانیاں پیش کیں۔ دہلی دروازہ کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوٹی تھی۔ پولیس نے ایک ایک کر کے چاروں کو گولی کا نشانہ بنایا۔ ایک جلوس مال روڈ سے آ رہا تھا، اس کے نعرے صرف ''لا الہ الا اللّٰہ''، ''نعرہ تکبیر'' اور ''نعرہ رسالت'' تھے۔ وہاں زبردست فائرنگ ہوئی لیکن نوجوان سینہ کھول کھول کر سامنے آتے رہے اور جام شہادت نوش کرتے رہے۔

ستم گر ادھر آ ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

۶ / مارچ (۱۹۵۳ء) کو حکومت نے شرارت کر کے ایک پوسٹر نکالا کہ آج مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی، نماز جمعہ، شاہی مسجد میں پڑھائیں گے۔ ان کا مقصد مجاہدین کی قوت کو تقسیم کرنا تھا۔ مولانا نیازی نے اپنے ایک سرفروش کارکن بشیر احمد مجاہد سے کہا کہ اس پوسٹر کی تردید کرو۔ اس نے ایک ٹیکسی لی، اس پر لاؤڈ سپیکر لگایا اور تمام شہر میں اعلان کر کے پوسٹر کی تردید کر دی اور ساتھ ہی یہ اعلان کیا کہ جمعہ کی نماز بدستور مسجد وزیر خان میں ہی ادا کی جائے گی۔

حکومت پنجاب صلح پر آمادہ ہوگئی

اسی روز نماز جمعہ سے قبل خلیفہ شجاع الدین (ف ۱۹۵۵ء، سپیکر پنجاب اسمبلی)، بیگم سلمیٰ

تصدق حسین (ف ۱۹۹۵ء) اور بعض دوسرے اکابر شہر ایک وفد کی صورت میں مولانا نیازی کے پاس گورنر پنجاب مسٹر آئی آئی چندریگر (ف ۱۹۶۰ء) کا پیغام لائے کہ صوبائی حکومت تحریک کے مطالبات سے اتفاق کرتی ہے اور اس سلسلہ میں ایک وزیر اور ایک اعلیٰ افسر کو مرکزی حکومت سے بات چیت کرنے کے لئے کراچی بھیج دیا ہے نیز صوبائی حکومت آپ سے بات چیت کرنے کے لئے تیار ہے۔

مولانا نیازی نے ارکان وفد سے کہا کہ ہماری صلح اور بات چیت اسی صورت میں ہی ہو سکتی ہے کہ:۔

(۱) ہمارے گرفتار شدہ آدمیوں کو رہا کر دیا جائے۔

(۲) قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ تسلیم کیا جائے۔

(۳) مرکزی حکومت کو قائل کرنے کے لئے ایک آدمی ہمارا اور ایک حکومت پنجاب کا مرکزی حکومت کے ساتھ اس سلسلے میں مذاکرات کرے۔

(۴) ہماری تحریک پرامن رہے گی، لیکن آپ کو بھی ہماری تحریک ختم کرنے کی کوششیں بند کرنا ہوں گی۔

مسجد وزیر خان میں خفیہ پولیس کے نمازی

اس وقت لوگوں میں اتنا مذہبی جوش تھا کہ بیگم سلمیٰ تصدق حسین (ف ۱۹۹۵ء) کو باہر نکالنے کے لئے مولانا نیازی نے برقعہ منگوا کر اسے پہنا کر رخصت کیا۔ ورنہ ڈر تھا کہ مذہبی لوگ بے پردگی کے باعث ان پر حملہ کر دیں گے۔ مولانا نیازی نے اپنے رضا کاروں کی نگرانی میں انہیں مسجد سے باہر پہنچایا۔ جمعۃ المبارک کی نماز کے وقت مولانا نے ایک تحریری تقریر تیار کی جس میں آپ نے اپنا موقف پیش کیا۔ اس موقعہ پر مسجد کے اندر سی آئی ڈی کی بھاری نفری موجود تھی بلکہ انہوں نے سٹیج پر خود قبضہ کرنے اور مولانا کو سٹیج سے نیچے پھینکنے کی کوشش بھی کی۔ مولانا نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے سٹیج پر ان کے گرد ایک گھیرا سا بنا لیا تھا۔ کچھ لوگ تحریک کے لئے پیسے دینے کے بہانے بار بار سٹیج پر آ رہے تھے حالانکہ مولانا کو تحریک کے لئے وہاں پیسے کی کیا کمی تھی وہاں تو پکے پکائے کھانے آ رہے تھے۔ ڈرموں کے ڈرم دودھ آ رہا تھا۔ القصہ مولانا نیازی نے تقریر کی اور اپنا نقطہ نظر واضح کیا۔

مسجد وزیر خاں کی ایک تاریخی تقریر

مولانا کی یہ ایمان افروز اور باطل سوز تقریر آج بھی لاہور کے عاشقان رسول ﷺ کے کانوں میں گونج رہی ہے۔ مسجد وزیر خاں کے میناروں پر لاؤڈ سپیکرز باندھ دیئے گئے تھے جن سے مولانا کی آواز باغبانپورہ تک کے لوگوں نے سنی۔ جنرل اعظم خاں (ف ۱۹۹۴ء) ان دنوں لاہور کے جی او سی تھے۔ مولانا نیازی نے اپنی تقریر میں ان پر واضح کیا کہ ہمارا عقیدہ ہمارے خون میں گردش کرتا ہے اور ہمارے خون کے اندر ہمارے بزرگوں کی شجاعت موجود ہے۔ ہمارے بزرگوں نے جو انگریز کے چودھویں رسالے میں شامل تھے، انگریز کے حکم پر بغداد میں گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا کہ ہم ہزاروں روپے خرچ کر کے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں آتے ہیں اور تم ہمیں یہاں گولی چلانے کو کہتے ہو۔ ہم یہاں گولی نہیں چلائیں گے۔ مولانا نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:

"ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور تم اس کی پاداش میں ہم پر تشدد کرنا چاہتے ہو۔"

لاہور فوج کے حوالے کر دیا گیا

مولانا نیازی نے گزشتہ سطور میں ذکر کردہ تجاویز پر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور منظوری کا فیصلہ دیا مگر ملحدوں اور بے دینوں کا مقصد علماء کو کچلنا تھا۔ اس لئے ادھر یہ بات چیت ہوئی اور ادھر وفد کے واپس لوٹتے ہی ایک سازش کے تحت لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔ مارشل لاء کے نفاذ میں سب سے زیادہ ہاتھ وزیر داخلہ سکندر مرزا (ف ۱۹۶۹ء) کا تھا۔ اس صورت حال سے کارکنوں کے حوصلے پست ہو گئے مگر مولانا نیازی نے رات کو مسجد وزیر خاں میں جلسہ کا اعلان کر دیا حکومت نے مسجد کی بجلی کاٹ دی، جس سے مقررین بھی گھبرا گئے۔ مولانا نے اس رات تاریخی تقریر کی۔ ختم نبوت کا مذہبی اور سیاسی پس منظر بیان فرمایا اور مسجد وزیر خاں کو ناقابل تسخیر قلعہ قرار دیا۔

مولانا نے لوگوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے ایک واقعہ سنایا کہ جب ابرہہ، مکہ کو فتح کرنے آیا تو اس کے ساتھ فوج کا بہت بڑا لشکر اور ہاتھی تھے۔ اس نے کہا کہ مکہ کے سردار سے میری بات کراؤ۔ اس موقعہ پر حضور ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی لوگوں نے اس سے بات کرائی۔ ترجمان کے ذریعے گفتگو ہوئی۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تیری

فوج نے میرے اونٹ پکڑ لئے ہیں، میرے اونٹ واپس کر دو۔ ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں تمہیں بڑا سمجھدار اور عقلمند آدمی سمجھتا تھا مگر آپ تو میری توقع کے خلاف نکلے ہیں۔ میں قریش کے مرکز اور تمہاری سعادت وعزت واحترام کا خاتمہ کرنے آیا ہوں اور تمہیں صرف اپنے اونٹوں کی فکر ہے۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ایک یادگار جواب دیا تھا کہ میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ اس کی حفاظت خود کرے گا۔ (**انا رب الابل وللبیت رب یمنعه**)۔

مولانا نے یہ مثال دے کر لوگوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ، ناموس رسالت کا خود محافظ ہے، تمہیں تو جانثاری اور وفاداری کے اظہار کا موقع ملا ہے، وہ تمہارا محتاج تو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کا خود محافظ ہے۔

۷ر مارچ کو مولانا نے مارشل لاء، دفعہ ۱۴۴ اور رات کو کرفیو کے باوجود گرفتاریاں دینے کے لئے چار چار افراد کی ٹولیاں روانہ کیں۔ ۸ر مارچ کو بھی ایسا ہی کیا گیا۔ ۹ر مارچ کو پنجاب اسمبلی کا سیشن شروع ہو رہا تھا۔ مولانا پنجاب اسمبلی کے رکن تھے لہٰذا اس کی تیاری میں لگ گئے کیونکہ سب لوگوں کی رائے یہ تھی کہ آپ اسمبلی میں خود جا کر ختم نبوت ریزولیشن پیش کریں۔

فوج مسجد وزیر خاں میں کود پڑی

مولانا نیازی کا ان دنوں طریقہ یہ تھا کہ مسجد وزیر خاں میں رات کا جلسہ کر کے سب کارکنوں کو سلا کر، چوکی پہرہ بٹھا کر مسجد کے جنوب مغربی مینار سے سیڑھی کے ذریعہ ایک ساتھ والے مکان میں اترتے اور ایک دوسری جگہ جا کر سوتے تھے۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد یہ واضح ہو گیا تھا کہ ان حالات میں تحریک نہیں چل سکتی۔ ۹ر مارچ کو فیصلہ ہوا کہ سب لوگ گرفتاریاں پیش کر دیں۔ دریں اثناء مارشل لاء حکام مسجد کے اندر داخل ہوئے اور انہوں نے مسجد، حجروں اور تالاب سے پانی نکال کر تلاشی لی اور پھر تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اب مولانا کا پروگرام یہ تھا کہ گرفتاری دینے کے بجائے پنجاب اسمبلی میں جائیں اور وہاں ختم نبوت کے سلسلے میں ارکان اسمبلی کو قائل کرنے کی کوشش کریں مگر ہوا یہ ادھر مولانا کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا اور اُدھر اسمبلی کا اجلاس ۱۶ر مارچ تک کے لئے ملتوی ہو گیا۔ اب سوال یہ تھا کہ گرفتاری سے بچنے کے لئے مولانا ایک ہفتہ کس طرح اور کہاں گزاریں؟

میر یعقوب کا تاریخی کردار

اندرون موچی دروازہ، چینیانوالی مسجد کے پاس ایک سکول میں میر یعقوب نامی ایک شخص رہتے تھے۔ تقریریں کر کے مولانا کا گلا بیٹھ گیا تھا، اس لئے وہاں گھی گرم کر کے گھی کی گدیاں مولانا کی گردن پر باندھ کر ٹکور کی گئی۔ اس کے بعد انہوں نے کہا، ہمارا مکان ایک قلعہ ہے آپ یہیں آ جائیں۔ یہیں سے ہم آپ کو پنجاب اسمبلی میں پہنچانے کا انتظام کر لیں گے۔ ۱۳ر مارچ تک مولانا نیازی اسی مکان میں رہے۔ اس روز خبر ملی کہ اسمبلی کا اجلاس مزید ایک ہفتہ تک ملتوی کر دیا گیا ہے اور اب یہ اجلاس ۲۲ر مارچ کو ہوگا۔ مولانا نے میر یعقوب وغیرہ سے کہا کہ اب کوئی ایسی صورت ہونی چاہئے کہ اجلاس کے دوران انہیں اسمبلی ہال میں پہنچا دیا جائے کیونکہ اسمبلی ہال سے پولیس کسی شخص کو گرفتار نہیں کر سکتی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اسمبلی کے باہر پولیس کا بڑا سخت پہرہ ہے، اس لئے ایسا نہیں ہو سکتا مولانا نے کہا پھر ایسا کریں کہ انہیں لاہور سے باہر نکالا جائے اور باہر سے لاہور آنے والی بس میں بٹھا دیا جائے۔ اس زمانے میں قصور وغیرہ سے آنے والی بسیں شارع فاطمہ جناح اور چیئرنگ کراس سے ہو کر اسمبلی ہاؤس کے سامنے سے گزرا کرتی تھیں۔ مولانا کا پروگرام یہ تھا کہ وہ اسمبلی ہاؤس کے بالکل سامنے اتر کر، دوڑ کر اندر چلے جائیں گے۔ پھر پولیس انہیں اسمبلی کے اندر سے گرفتار نہیں کر سکتی اس طرح وہ اسمبلی میں اپنا موقف پیش کر سکیں گے۔

میر یعقوب چار بھائی تھے۔ میر اسلم، میر اکرم اور میر اشرف۔ انہوں نے وہاں کے عبدالرحمٰن نمبردار سے مل کر باہر سے آنے والے گھسیاروں کے ساتھ مولانا نیازی کو لاہور سے باہر نکالنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ایک ریہڑہ حویلی میاں خاں کے باہر سڑک پر کھڑا کر دیا گیا۔ مولانا نے دیہاتیوں کی طرح چادر باندھ لی، پاؤں میں چپل تھی اور سر پر منڈاسا باندھ لیا۔ اس طرح بالکل دیہاتی بن گئے۔

بندوقوں کی نالیاں جھکی رہ گئیں

مولانا نیازی، میر برادران کے گھر سے نکلے تو ان کی چال کی لڑکھڑاہٹ تھی۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ میر برادران نے جواب دیا: ''ہمارا مہمان ہے، بیچارہ بیمار ہے۔'' لوگوں نے کہا: ''بڑا سوہنا جواں ایہہ، کیہہ ہو گیا وچارے نوں؟'' القصہ مولانا کو ریہڑے میں لٹا کر گھاس پھونس سے

ڈھانپ دیا گیا، کوچوان نے ریہڑے کو بانساں والے بازار کی طرف سے نکالا پھر میو ہسپتال کے آؤٹ ڈور وارڈ کی جانب سے گزر کر مولانا چوبرجی سے نکلے اور موضع ڈھولن وال کی طرف بڑھنے لگے۔ راستے میں پولیس والوں نے کہا، آگے ملٹری ہے۔ یہ بات سن کر کوچوان ریہڑے کو کچے راستے میں لے کر چلنے لگا۔ حتیٰ کہ چوہنگ کے نواحی گاؤں شاہ پور میں جا پہنچے۔ مولانا کے ساتھ نمبردار عبدالرحمٰن کے علاوہ چار مسلح سائیکل سوار بھی تھے، انہیں ہدایت تھی کہ اگر کوئی مولانا نیازی کی طرف آئے تو بے دریغ فائر کھول دیں۔ وہاں سے مولانا بس میں سوار ہو کر اوکاڑہ میں اپنے دوست چوہدری محبوب عالم کے پاس پہنچے۔ جب اس کے مکان پر ٹھہرے تو اس نے بتایا کہ اوکاڑہ کے لوگ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مرزائیوں کا ہمنوا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ مرزائیوں کا کھلا دشمن نیازی میری پناہ میں ہے اور مجھ پر اعتماد کرتا ہے۔ وہ رات کچھ دیر چوہدری محبوب عالم کے ہاں رہنے کے بعد راتوں رات مولانا نیازی، اوکاڑہ سے پاکپتن شریف چلے گئے۔ وہاں حضرت میاں علی محمد خاں صاحبؒ سجادہ نشین بسی شریف (ف ۱۹۷۱ء) سے ملے۔ حضرت میاں صاحبؒ نے کہا کہ اگر مجھ سے کسی نے آپ کی موجودگی کے متعلق پوچھا تو میں سچی بات کروں گا جھوٹ نہیں بولوں گا۔ چنانچہ مولانا ان کے ہاں سے نکل کر ایک اور صاحب کے ہاں ٹھہرے۔

قصور سے گرفتاری

۲۲ / مارچ کو مولانا، پاکپتن سے لاہور واپسی کے خیال سے قصور پہنچے اور شیخ فضل دین گلی مہتیا نوالی کے مکان پر ٹھہرے۔ دن قصور میں گزرا۔ مولانا کا سرگرم کارکن بشیر احمد مجاہد (ف ۱۹۹۸ء) بھی قصور پہنچ گیا۔ مولانا کا پروگرام یہ تھا کہ ۲۳ کی صبح قصور سے نکلیں گے اور بس میں بیٹھ کر اسمبلی ہاؤس پہنچ جائیں گے مگر شیخ فضل دین کے لڑکے محمد اسلم نے مخبری کر دی کہ مولانا نیازی ہمارے ہاں موجود ہیں۔ ۲۳ / مارچ کی صبح مولانا، فجر کی نماز کے لئے اٹھے تو پولیس پہنچ گئی اور مولانا کو گرفتار کر لیا گیا اس پر اس لڑکے محمد اسلم نے پولیس سے کہا کہ مولانا کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی موجود ہے چنانچہ بشیر مجاہد کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

مولانا نیازی شاہی قلعہ میں

پولیس مولانا نیازی اور بشیر احمد مجاہد کو قصور تھانہ میں لے گئی۔ ناشتہ وغیرہ وہیں کرایا گیا اور کار میں بٹھا کر شاہی قلعہ لاہور میں لے جایا گیا۔ وہاں مولانا کو دس نمبر کوٹھڑی میں رکھا گیا۔ ۲۳ /

مارچ سے ۹ / اپریل تک اسی سیل میں پولیس والے مولانا کا بیان ریکارڈ کرتے رہے۔ دوراتیں مسلسل جگائے رکھا اور مطلقاً سونے نہ دیا۔ ایس پی، سی آئی ڈی چوہدری محمد حسین جو بعد میں ڈائریکٹر جنرل سی آئی ڈی بنے، مولانا کا بیان قلمبند کرتے رہے۔ وہ مولانا سے پوچھتے رہے کہ آپ نے فلاں فلاں تاریخ کو اپنی تقریر میں کیا کہا۔ مولانا بتاتے کہ میں نے یہ کہا، یہ کہا اور میرے دلائل ایسا کہنے کے یہ تھے۔ تیسرے روز چوہدری محمد حسین کہنے لگے: ”مولانا ان دلائل سے تو آپ دشمن کو بھی قائل کر لیں گے۔“

قلعہ لاہور کی روحانی راتیں

مولانا کے خلاف کئی لوگوں نے گواہیاں دیں۔ ایک ڈی ایس پی راجہ فضل داد بتا دیا کرتے تھے کہ مولانا! فلاں فلاں لوگوں نے آپ کے متعلق یہ گواہیاں دی ہیں۔ ایک بار ایک ایس پی پولیس قلعہ میں گیا اور اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ مولانا کو رات بھر جگائے رکھو۔ مولانا نوافل پڑھتے ہوئے جب سجدے میں جاتے تو پولیس کے سپاہی انہیں ہلانا شروع کر دیتے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید مولانا سجدے میں جا کر سو جاتے ہیں۔ دراصل وہ چاہتے تھے کہ مولانا انہیں کچھ اور بھی بتائیں مگر حقیقت تو وہ ان لوگوں کو پہلے ہی بتا چکے تھے۔

ایک روز وہاں ملٹری کا کوئی بریگیڈیئر آیا۔ وہ پولیس سے باتیں کرتا رہا۔ مولانا اپنی کوٹھڑی میں سے اس کی باتیں سننے کی کوشش کرتے رہے۔ اس نے مولانا کے متعلق بھی پولیس سے کچھ کہا۔ اس پر مولانا نے اس بریگیڈیئر کو متوجہ کر کے کہا:

> ”جنٹلمین! اگر تم میرے خلاف معاندانہ عزائم رکھتے ہو تو تمہیں جان لینا چاہئے کہ کوئی شخص میرے قریب آنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اگر کسی نے قریب آنے کی کوشش کی تو میں اسے گلہ دبا کر ہلاک کر دوں گا۔“

اس پر اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا ”کہ نہیں خاں صاحب! ہم آپ کی بات نہیں کر رہے ہیں۔“

شاہی قلعہ سے مولانا کو سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ مولانا کو اسی جگہ رکھا گیا جہاں بھگت سنگھ دت کو رکھا گیا تھا۔ سنٹرل جیل لاہور، ایشیاء کی سب سے بڑی جیل تھی جس کا تین میل کا چکر تھا۔ آج اسی جگہ پر شادمان کالونی بنی ہوئی ہے۔

فردوس شاہ کے قتل کا مقدمہ

۱۶/اپریل ۱۹۵۳ کو مولانا نیازی کے خلاف فوجی عدالت میں ڈی ایس پی فردوس شاہ کے قتل اور بغاوت کا کیس چلا۔ الزام یہ تھا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے پولیس کو مسجد وزیر خاں کے اندر داخل ہوتے دیکھ کر لوگوں سے کہا:

"پولیس کے کتے آ گئے ہیں، اب جانے نہ پائیں۔"

استغاثہ نے خون آلود مٹی اٹھا کر عدالت میں پیش کی جس میں پولیس کے بقول فردوس شاہ کا خون جذب ہوا تھا۔ مولانا نے اپنی صفائی میں کہا کہ قتل مسجد وزیر خاں کے دروازے کے باہر ہوا ہے اور میں موقع پر موجود نہیں تھا۔ میں تو مسجد کے اندر تھا۔ وہ کون سا خطیب یا مقرر ہے جو مسجد کے دروازے میں کھڑا ہو کر تقریر کر رہا ہو جب کہ مجمع مسجد کے اندر ہو؟ پھر لاؤڈ سپیکر بھی مسجد کے اندر نصب ہے۔ اس لئے یہ الزام غلط ہے اور یہ پولیس کا پہلا جھوٹ ہے۔ پھر استغاثہ نے عدالت میں جو خون آلود مٹی پیش کی ہے یہ بھی فرضی ہے کیونکہ جب جائے قتل کا معائنہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ فردوس شاہ کے مقام قتل پر مسجد کے باہر سیمنٹ کا فرش ہے۔ اس لئے مٹی کا ثبوت بھی جعلی ہے۔ استغاثہ اور صفائی دونوں جانب سے متعدد گواہ پیش ہوئے۔ یہ ساری کارروائی ۲۵/اپریل کو مکمل ہو گئی۔ یعنی دس دن میں۔

مقدمہ بغاوت

مقدمہ قتل سے زیادہ خطرناک کیس "بغاوت" کا تھا۔ "تحریک تحفظ ختم نبوت" کے دنوں میں مولانا نیازی نے جو تقاریر کی تھیں، انہیں باغیانہ قرار دیتے ہوئے حکومت نے مقدمہ بغاوت کھڑا کیا۔ اس مقدمہ میں قابل اعتراض تقاریر پیش کی گئیں مگر ان میں کہیں بھی ایسا مواد موجود نہ تھا جس کی بناء پر بغاوت کا الزام ثابت ہو سکتا بلکہ رپورٹروں نے مولانا کی ان تقاریر کے نوٹ ترتیب دیتے وقت صریحاً بد دیانتی سے کام لیا۔ شمع رسالت کے پروانوں کو تحفظ ناموس رسالت کے لئے میدان عمل میں آنے کے لئے کہا گیا تھا۔ تشدد، تخریب کاری یا ملکی سالمیت کے خلاف کچھ بھی نہیں کہا گیا تھا بلکہ مورخہ ۶/مارچ ۱۹۵۳ء کو نماز جمعہ سے قبل مولانا نے جو تحریری بیان پڑھ کر پبلک کے سامنے پیش کیا تھا اس میں تحریک کے مقاصد بیان کئے گئے تھے۔ پورا پس منظر بیان کرنے کے بعد مطالبات پیش کئے گئے تھے۔ زبان نہایت ہی شستہ تھی اور تقریر مدلل تھی۔ قابل اعتراض

تقاریر میں ایک جگہ سرکاری رپورٹر نے مولانا کا یہ جملہ درج کیا تھا کہ:۔

"اے گنبد خضراء کے مکیں! جو تو مکے میں آرام فرما رہا ہے، اپنے غلاموں کے جذبہ ایثار و وفا ملاحظہ فرما اور ان پر جو ظلم و تشدد ہو رہا ہے اسے بھی دیکھ۔"

اس جملے پر غور فرمائیں، مولانا نیازی کا بدترین دشمن بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ گنبد خضراء کو مدینۃ المنورہ میں بیان کرنے کے بجائے مکۃ المکرمہ میں بیان کر رہے ہیں۔ اس قسم کے اور بھی کئی تضادات موجود تھے اور فقروں کا سیاق و سباق منقطع تھا۔ اندریں صورت کوئی غیر جانبدار شخص ان تقاریر کو مولانا نیازی کی جانب سے قبول نہیں کر سکتا۔ بہرحال حکومت نے اسی خود ساختہ مواد پر مقدمہ چلایا اور کچھ بھی ثابت نہ کر سکے مگر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اسی کیس میں مولانا نیازی کو سزائے موت سنائی گئی۔

مسئلہ قادیانیت پر مولانا مودودی کا نکتہ نظر

انہی دنوں امیر جماعت اسلامی مولانا مودودی (ف ۱۹۷۹ء) پر بھی مقدمہ چلایا۔ انہوں نے "قادیانی مسئلہ" کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا۔ اس میں انہوں نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی تھی کہ ہم قادیانیوں کو غیر مسلم کیوں سمجھتے ہیں اور کیوں انہیں اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اسی پمفلٹ کی اشاعت پر مولانا مودودی کو گرفتار کیا گیا۔ جماعت کے کچھ اور لوگوں کو بھی اس سلسلے میں گرفتار کیا گیا۔ ان پر امن و امان تباہ کرنے اور بغاوت کا الزام تھا۔ مولانا مودودی اس بات سے تو متفق تھے کہ مسئلے کو حل کیا جانا چاہئے مگر ان کا طریقہ مختلف تھا۔ وہ حکومت کے ساتھ گفتگو کر کے ایسا کرنے کے خواہاں تھے جب کہ مولانا نیازی کا خیال تھا کہ بات چیت سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکے گا۔

مولانا مودودی نے عدالت میں جو بیان دیا، اسے غور سے پڑھئے اور ان کی عجیب و غریب طبیعت اور پالیسی کی داد دیجئے، فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے قادیانیوں کی خیر خواہی کی کہ یہ مسئلہ آئینی طور پر طے کیا جائے وہ میرے دشمن نمبر ا ہو گئے۔ میں نے حکومت کی خیر خواہی کی کہ وہ یہ مسئلہ پرامن طریقے سے حل کرے، اس نے مجھ پر بغاوت کا مقدمہ بنا دیا۔ میں نے پولیس کی خیر خواہی کی کہ ہنگامہ آرائی اور تصادم نہ ہو مگر پولیس نے

مجھے گرفتار کرلیا۔ میں نے مسلمانوں کی خیر خواہی کی کہ ان کا نقصان نہ ہو وہ میرے گھر کو آگ لگانے کے لئے آگئے۔ میری مثال اس شخص کی سی تھی جو سڑک کے کنارے کھڑا ہو، جس پر ٹرک چڑھ گیا ہو۔"

مولانا نیازی موت کے دروازے پر

مقدمہ بغاوت کے بعد مولانا نیازی کو خرابی صحت کی بناء پر ہسپتال منتقل کر دیا گیا جو جیل کے اندر ہی تھا، ۷ رمئی کی صبح کو سپیشل ملٹری کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کیپٹن فیصلہ سنانے کے لئے مولانا کو لینے آئے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل مولانا نیازی کو ایک الگ کمرے میں لے گیا جہاں قتل کے الزام میں مولانا کے ساتھ نو آدمی اور بھی تھے۔ سب پر فردوس شاہ ڈی ایس پی کے قتل کا الزام تھا۔ ملٹری عدالت نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا" قتل کے الزام میں ہم آپ سب کو باعزت بری کرتے ہیں۔" مولانا نیازی کے علاوہ نو آدمی جو اس کیس میں ملوث تھے وہ چلے گئے۔ مولانا کو ملٹری والوں نے روک لیا اور کہا:" آپ پر بغاوت کا الزام بھی ہے؟ مولانا نے جواب دیا:" ہاں الزام تو ہے۔" اس پر انہوں نے جیب سے ایک کاغذ نکالا کہ تمہارے متعلق یہ فیصلہ ہے:۔

"YOU WILL BE HANGED BY NECK TILL YOU ARE DEAD."

" تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائے گی، جب تک تمہاری موت نہ واقع ہو جائے۔"

اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا:۔

"Is that all? I was prepared to take more than that. If i would have got one hundred thousand lives, I would have laid down those for the cause of holy prophet muhammad mdy the peace and glory of God be upon him"

کاش میری لاکھ جانیں ہوتیں تو حضور ﷺ پر قربان کر دیتا

یہی کچھ سزا لائے ہو، اگر میرے پاس ایک لاکھ جانیں ہوتیں، تو میں ان سب کو محمد

مصطفیٰ ﷺ کی ذات پر قربان کر دیتا۔"

آرڈر سناتے ہوئے افسر نے کہا:۔

افسر:" اس پر دستخط کر دیجئے۔" "PLEASE SIGN IT."

مولانا نیازی:۔ "I WILL SIGN IT WHEN L KISS THE ROPE"

" میں جب پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا، اس وقت اس پر دستخط کروں گا۔"

افسر:۔ "YOU WILL HAVE SIGH IT."

" تمہیں اس پر دستخط کرنے ہوں گے۔"

مولانا نیازی:۔

I have already told you that i will sign it when i kiss the rope. I am in your clutches and am behind the bars take me to the gallows and hange me.

" میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ جس وقت پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا، اس وقت دستخط کروں گا۔ میں جیل میں ہوں اور آپ کے چنگل میں ہوں، مجھے لے جاؤ اور پھانسی دے دو۔"

افسر:۔

'Mr. Niazi! Our officers will enquire from us whether you were serve with the notice of death warrant."

" مسٹر نیازی! ہمارے آفیسر ہم سے پوچھیں گے کہ تم نے موت کے وارنٹ کا نوٹس دے دیا ہے یا نہیں، تو میں کیا جواب دوں گا۔"

مولانا نیازی:

If you sofear from your officers, well, I sign it for you.

" اگر اپنے افسران ہی کا خوف ہے تو میں آپ کی خاطر اس پر دستخط کئے دیتا ہوں۔"

چنانچہ مولانا نیازی نے بڑے اطمینان سے اس پر دستخط کر دیئے اور دستخطوں کے ساتھ ۷ رمئی ۱۹۵۳ء کی تاریخ بھی درج کر دی۔ افسر نے آپ کی ہمت کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا" تم میری ہمت (MORAL) کے بارے میں پوچھتے ہو تو وہ تو آسمانوں سے بھی بلند ہے، تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔"

کسی کی زندگی میں اگر یہ مرحلہ آ جائے تو معمولی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا خصوصی فضل و کرم فرما کر مولانا نیازی کو اس وقت بہت حوصلہ دیا۔ افسر کے جانے کے بعد مولانا جب کمرے میں اکیلے رہ گئے تو ان کا حوصلہ بہت بلند تھا۔ تائید ایزدی سے ان کو سورہ ملک کی یہ آیت یاد آ گئی:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (ملک:۲)

''اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے۔''

مولانا نیازی نے اس آیت سے یہ تاثر لیا کہ ''موت وحیات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے یہ لوگ میری زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں کر سکتے۔ اگر اس مقصد کے لئے جان بھی جائے۔ تو اس سے بڑی زندگی کیا ہو سکتی ہے۔''

اس کے بعد ایک لمحہ کے لئے مولانا پر خوف کا حملہ ہوا مگر پھر فوراً یہ شعر ان کی زبان پر آ گیا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

مولانا وجد کی حالت میں یہ شعر بار بار پڑھتے اور جھومتے۔ اسی عالم میں آپ کمرے سے باہر آ گئے تو جیل سپرنٹنڈنٹ مہر محمد حیات نے یہ خیال کیا کہ ملٹری کورٹ نے آپ کو بری کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا:

''نیازی صاحب! آپ بری ہو گئے۔''

اس کا خیال تھا کہ فردوس شاہ کے قتل میں مولانا کے ساتھ نو ملزم بری ہو گئے تھے لہٰذا مولانا بھی بری ہو گئے ہوں گے۔ مولانا اس کی بات سن کر مسکرائے اور کہا: ''میں اس سے بھی آگے نکل گیا ہوں۔'' اس نے کہا ''کیا مطلب؟'' مولانا نے فرمایا: ''حضور سید عالم ﷺ کے غلاموں اور عاشقوں کی فہرست کے کسی کونے میں میرا نام بھی اب ضرور شامل ہو گا۔'' وہ پھر بھی نہ سمجھا تو مولانا نے فرمایا: ''اب خود ہی سمجھ لو کہ میری بات کا مطلب کیا ہے۔ اس پر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور بولا: ''تو چلیں پھر اب یہ اچکن، طرہ اور پگڑی اتار دیں اور پھانسی کے قیدی کا لباس پہن لیں۔''

موت کا لباس تنگ ہو گیا

وہ مولانا کو اپنے ساتھ لے گیا۔ مولانا نے اچکن اتار دی، پگڑی الگ رکھ دی۔ کرتہ منگوایا تو

وہ بھی تنگ۔ مولانا نے کہا: یارو، میرے جسم کے مطابق کرتہ لاؤ یہ تو سب کے سب تنگ ہیں اس پر جیل سٹاف کے ایک آدمی نے کہا: ''نیازی صاحب! یہاں آ کر تو بڑے بڑے پہلوان سکڑ جاتے ہیں اور آپ ہیں کہ پھیل رہے ہیں، کوئی کرتہ آپ کو فٹ ہی نہیں آتا۔'' مولانا نے کہا: ''ہم نے موت خود خریدی ہے اس لئے کوئی کرتہ فٹ نہیں آتا۔ چلو، پاجامہ ہی لا دو۔ پاجامہ منگوایا گیا تو اس نے کہا ہم اس میں آزار بند نہیں ڈالیں گے۔ مولانا نے پوچھا کہ یہ ''کیا طریقہ ہے؟'' اس نے جواب دیا: یہ اس لئے ہے کہ کہیں آپ آزار بند سے خودکشی نہ کر لیں۔ مولانا نے کہا: تم لوگ احمق ہو جسے شہادت کی موت مل رہی ہو وہ بھلا خودکشی کیوں کرے گا؟''

مولانا نے پاجامہ نہیں پہنا بلکہ چادر باندھ لی۔ جیل میں اس وقت تین ہزار سے زیادہ قیدی تھے جن میں اکثریت تحریک ختم نبوت کے رضاکاروں کی تھی۔ مولانا کی سزائے موت کی خبر پر عالم اسلام میں سخت اضطراب پیدا ہوا، اندرون ملک بھی زبردست احتجاج ہوا۔ ادھر جیل میں قیدی آپ کو دیکھ کر روتے تھے۔ جب آپ کو پھانسی کی کوٹھڑی میں لے جایا گیا، تو آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ کتنے عاشقان رسول (ﷺ) جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ اگر میں بھی اس نیک مقصد کے لئے جان دے دوں تو میری یہ خوش قسمتی ہو گی لہٰذا رونے کی بجائے میرے لئے استقامت کی دعا کرو۔

موت کی اندھیری کوٹھڑی

۷ رمئی سے ۱۴ رمئی (۱۹۵۳ء) تک مولانا نیازی پھانسی کی کوٹھڑی میں رہے۔ آپ کا زیادہ تر وقت نماز و نوافل میں گزرتا تھا۔ جیل میں خود اذان دیتے تھے اور نماز پڑھتے تھے۔ قرآن و حدیث کے علاوہ مکتوبات امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے زیر مطالعہ رہتے تھے۔ اگرچہ ملٹری والوں نے مولانا کو سزائے موت سناتے ہوئے بڑا ڈرامہ کیا۔ مولانا سے سزائے موت کے پروانے پر باقاعدہ دستخط کرائے گئے۔ پھر اس کی عبارت خاصی خوفناک تھی مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر و استقامت دی۔ فوجیوں نے سزائے موت سنائے جانے کے بعد مولانا کے مورال اور رویئے کی بہت تعریف کی اور یہاں تک کہا کہ ہم نے ایسا بہادر آدمی آج تک نہیں دیکھا۔ اس نے سزائے موت کو پامردی سے سنا۔ ہمارے جرنیل بھی ایسے بہادر نہیں ہوتے شاید اسی باعث ان لوگوں کا مولانا سے جذباتی لگاؤ ہو گیا تھا۔

سزائے موت عمر قید میں بدل گئی

۱۴ مئی ۱۹۵۳ء کو سزائے موت عمر قید میں تبدیل ہوگئی تو جذباتی کارکن ایک دوسرے کو مبارک دینے اور خوشیاں منانے میں مصروف رہے۔ کسی نے بھی کاغذات مکمل کرانے کی جانب توجہ نہ دی۔ چنانچہ کوٹھی ٹوٹنے کے باوجود مولانا کو مزید ایک رات پھانسی کی کوٹھڑی میں رہنا پڑا۔ ۱۵ مئی کو مولانا سات دن اور آٹھ راتیں پھانسی کی کوٹھڑی میں گزارنے کے بعد گورا وارڈ میں منتقل ہوگئے۔ یہ سنٹرل جیل لاہور کا مشہور وارڈ تھا۔

سزائے موت کو چودہ سال قید بامشقت میں تبدیل کرنے کے بعد گورنمنٹ نے ایک آرڈر نکالا جس کے تحت مولانا اس سزا کے خلاف اپیل کر سکتے تھے مگر مولانا نے اپیل نہ کی۔ جسٹس محمد شریف (ف ۱۹۷۲ء) نے ازخود سارا کیس دیکھا اور سزا کم کر کے تین سال کر دی۔ جون ۱۹۵۴ء میں مولانا کو راولپنڈی جیل منتقل کر دیا گیا۔ فروری ۱۹۵۵ء میں واپس لاہور جیل میں لایا گیا۔ اس کے بعد مولانا نے عدالت عالیہ میں رٹ کی کہ جس قانون کے تحت ہمیں سزا دی گئی ہے اسے گورنر جنرل کی منظوری حاصل نہیں ہوسکی تھی کیونکہ مجلس آئین ساز جو قانون ساز بھی تھی پہلے توڑ دی گئی تھی۔ یہی صورت راولپنڈی سازش کیس کی تھی جس کے تحت فیض احمد فیض (ف ۱۹۸۴ء) اور ان کے ساتھیوں پر مقدمہ چلایا گیا تھا۔ چنانچہ مولانا نے عدالت میں یہ موقف اختیار کیا کہ جس قانون کے تحت ہمیں سزا دی گئی ہے وہ قانون، قانون ہی نہیں ہے۔ یوں ۲۹ اپریل ۱۹۵۵ء کو دو سال سے زیادہ عرصہ جیل کاٹ کر مولانا ضمانت پر رہا ہوئے۔ بعد ازاں مئی ۱۹۵۵ء میں آپ کو اس کیس سے باعزت بری کر دیا گیا۔

رہائی کے بعد گرفتاری

رہائی کے دو ماہ بعد شیرانوالہ گیٹ لاہور کی جامع مسجد میں مولانا نیازی نے پھر مسئلہ ختم نبوت پر تقریر کی جس پر بنگال ریگولیشن ۱۸۱۸ء کے تحت نظم ونسق میں فتور ڈالنے، داخلی طور پر اضطراب پیدا کرنے اور مسلح بغاوت کے الزام میں ۸ جولائی ۱۹۵۵ء کو پیپلز ہاؤس لاہور کے اسی کمرے یعنی کمرہ ۴ بی بلاک سے گرفتار کر کے سنٹرل جیل ساہیوال میں بھیج دیا گیا جہاں مولانا کو بحیثیت شاہی قیدی (STATE PRISONER) رکھا گیا۔ اس زمانے میں ایم اے فاروقی سیکرٹری داخلہ اور سکندر مرزا (ف ۱۹۶۹ء) وزیر داخلہ تھے۔ مولانا کو اے کلاس دی گئی۔

بنگال ریگولیشن کے خلاف چارہ جوئی کی کوئی ضرورت نہیں تھی، تاہم مولانا نے اپنے دوستوں کو چار پانچ کاغذوں پر دستخط کر کے دے دیئے تھے تاکہ اگر وہ چاہئیں تو عدالت سے رجوع کر سکیں۔ سابق جسٹس ذی الدین پال، میاں محمود علی قصوری (ف ۱۹۸۷ء)، آفتاب فرخ اور محمد اسمٰعیل بھٹی جیسے نامور قانون دانوں نے آپ کے مقدمہ کی پیروی کی اور ۲۶ جولائی ۱۹۵۵ء کو جسٹس محمد رستم خاں کیانی (ف ۱۹۶۲ء) نے آپ کی گرفتاری کو خلاف قانون قرار دے دیا اور آپ کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔ سردار عطا محمد لغاری (ف ۱۹۹۲ء) ان دنوں ہوم سیکرٹری تھے۔ مولانا نیازی کے جگری دوست حکیم محمد انور بابری (ف ۱۹۷۷ء) ان کے پاس گئے اور کہا کہ مولانا نیازی کی رہائی کا آرڈر ہوگیا ہے، آپ ریلیز آرڈر بنا دیں مگر لغاری صاحب نے بہانے بنانا شروع کر دیئے کہ یہ ہے وہ ہے، دیر ہوگئی۔ اس پر بابری صاحب نے کہا: ''اگر آپ نے فوراً ریلیز آرڈر نہ بنایا تو میں آپ کے خلاف بھی عدالت میں چارہ جوئی کروں گا؟'' اس پر عطا محمد لغاری نے جسٹس ایم آر کیانی کو فون کیا کہ بابری صاحب کہتے ہیں کہ اگر ہم نے آج مولانا نیازی کی رہائی کا آرڈر نہ بنایا تو یہ میرے خلاف توہین عدالت کا مقدمہ دائر کریں گے۔

جسٹس ایم آر کیانی نے کہا: ہاں ''جب ہمارے پاس کیس آئے گا تو دیکھیں گے۔'' یہ سن کر عطا محمد لغاری گھبرا گئے اور فوراً ریلیز آرڈر بنا دیا۔ یوں مولانا کی رہائی عمل میں آئی۔

یاد رہے کہ ساہیوال سنٹرل جیل میں مولانا نیازی کو ایئر کنڈیشنر کی پیشکش کی گئی تو آپ نے کہا:۔

''اگر سکندر مرزا اپنی جیب خاص سے کرتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ میں قومی خزانے پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔''(48)

مقدمے ہی مقدمے

۱۹۵۶ء میں شیعہ سنی کھچاؤ پیدا ہوا۔ اس وقت ڈاکٹر خان صاحب (ف ۱۹۵۸ء) وزیر اعلیٰ تھے۔ آپ کی تقریر پر پابندی لگا دی گئی اور ملتان میں کیس بنایا گیا لیکن ضمانت ہوگئی اور بعد میں کیس واپس ہوگیا۔(49)

۱۹۵۶ء میں جب چوہدری محمد علی (ف ۱۹۸۰ء) پاکستان کے وزیر اعظم بنے اور آئین سازی کا سلسلہ جاری ہوا تو مولانا نیازی کو معلوم ہوا کہ مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) اور کچھ

دوسرے علاقوں کے لوگ آئین کو اسلامی بنانے کی بجائے سیکولر رکھنا چاہتے ہیں۔ ان میں حسین شہید سہروردی (ف ۱۹۶۳ء) اور کچھ دوسرے لوگ شامل تھے۔ مولانا نیازی نے لاہور میں بڑے زبردست جلسے کئے جن میں واضح کیا کہ جب تک نظام مصطفیٰ ﷺ کو منزل قرار نہیں دیا جائے گا اور ملک کو اسلامیہ جمہوریہ پاکستان نہیں بنایا جائے گا ہم اطمینان سے نہیں بیٹھیں گے۔ لاہور میں ان دنوں اس وقت تک کوئی جلسہ کامیاب نہیں ہوتا تھا جب تک مولانا نیازی شرکت نہیں کرتے تھے۔ جلسے کے سب سے آخر میں آپ کی تقریر رکھی جاتی تھی۔ موچی دروازے میں ان دنوں ایک جلسہ عام ہوا، چالیس پچاس ہزار کا مجمع ہوگا۔ مولانا نے اس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "کراچی میں مجلس آئین ساز کا اجلاس ہو رہا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگوں کو اسلامی جمہوریہ کے نام سے اختلاف ہے اور اسلام سے انحراف کے راستے تلاش کئے جا رہے ہیں۔ میں اس بڑے اجتماع میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس ملک کو اسلامی جمہوریہ پاکستان نہ بنایا گیا اور آئین میں کتاب وسنت کی بالادستی تسلیم نہ کی گئی تو میں اعلان کرتا ہوں کہ جو لوگ ایسا کرنے کے مخالف ہیں ان کا خون تمہارے لئے مباح ہوگا۔ ان کی جان و مال تمہارے لئے حلال ہے۔ اگر وہ آئین اور اس ملک کو اسلامی نہیں بناتے تو تم ان کے گھروں کو لوٹ لو اور انہیں قتل کر دو۔

کل اسی جگہ ہم پھر جلسہ کریں گے، اگر اس دوران مجھے گرفتار کر لیا گیا تو تم سمجھ لینا کہ تم سب جیل میں ہو، پھر تحریک چلے گی اور اسلام کے مخالفین کی جان و مال لوٹ لی جائے گی۔ جو لوگ پاکستان کے آئین کی بنیاد قرآن وسنت پر نہ رکھیں اور اسے اسلامیہ جمہوریہ نہ بنائیں وہ مرتد ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کا سب کچھ تمہارے لئے جائز ہے۔

چوہدری محمد علی نے بعد میں نیازی صاحب کو بتایا کہ آپ کی اس تقریر کو ہم نے "مجلس آئین ساز" کے اندر ایکسپلائٹ کیا۔ چوہدری محمد علی نے وہاں کہا کہ وائرلیس پر مجھے اطلاع ملی ہے کہ لاہور میں چالیس پچاس ہزار کے مجمع نے یہ عہد کیا ہے کہ اگر تم لوگ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ نہیں بناتے اور یہاں قرآن وسنت کی بالادستی کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چوہدری صاحب نے مولانا نیازی کو مزید بتایا کہ تمہاری اس تقریر نے مجھے بڑا فائدہ پہنچایا اور مجھے بڑی تقویت دی۔

مولانا نیازی اور چوہدری محمد علی

غالباً ۱۹۵۷ء میں وزارت سے علیحدگی کے بعد چوہدری محمد علی نے ایک میٹنگ بلائی جس میں مولانا نیازی کو بھی مدعو کیا گیا۔ اس میں کہا گیا کہ ہم ایک ایسی جماعت بنانا چاہتے ہیں جس کا مقصد پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ ہو۔ مولانا نے کہا یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ لوگ اسلام اور مسلمان کی پہلے ایک جامع تعریف متعین کر لیں اس سلسلے میں خط و کتابت ہوتی رہی۔ مولانا نیازی نے چوہدری محمد علی کو خط لکھا جس میں مسلمان کی تعریف متعین کرنے پر زور دیا بلکہ مولانا نے مسلمان کی تعریف کے جملے بھی تحریر کئے۔ مولانا نے یہ بھی لکھا کہ آپ کی جماعت برسر اقتدار آ کر مسلم اور غیر مسلم کی تفریق میں مداہنت نہ دکھائے۔ مولانا نے تجویز پیش کی کہ ہر مسلمان جو اس جماعت کا رکن ہو، رکنیت کے فارم پر اپنے مسلمان ہونے کے علاوہ حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کو قطعی، حتمی اور آخری حجت تسلیم کرتا ہو۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے سلسلے میں سلف صالحین کے اجماع کو قبول کرتا ہو۔ مولانا نے چوہدری محمد علی سے کہا کہ اگر آپ ہماری یہ شرائط مان لیں تو ہم اس جماعت کے ساتھ کام کریں گے مگر چوہدری صاحب نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ (49)

ظفر اللہ قادیانی اسلام کی وکالت نہیں کر سکتا

۲۹ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو پنجاب یونیورسٹی نے "بین الاقوامی اسلامی کالوکیم" (مذاکرہ) منعقد کیا جس میں دنیا بھر سے مستشرقین کو مدعو کیا گیا تھا۔ علامہ علاء الدین صدیقی (ف ۱۹۷۷ء) اس وقت پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کے سربراہ تھے۔ میاں افضل حسین (ف ۱۹۷۰ء) وائس چانسلر تھے ان لوگوں نے قادیانی رہنما چوہدری ظفر اللہ خاں (ف ۱۹۸۵ء) کو ہیگ سے بلوایا۔ اس نے اسلامی شریعت کے موضوع پر خطاب کرنا تھا۔ مولانا کے نزدیک یہ بات بہت قابل اعتراض تھی۔ اول تو چوہدری ظفر اللہ خاں اسلام کی وکالت نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ مستشرقین ہر مسئلے پر بحث کر سکتے ہیں لیکن ہمارے اصول و مسلمات دین جو طے شدہ ہیں ان پر بحث نہیں کی جا سکتی۔ جیسے خدا ایک ہے، حضرت محمد ﷺ نبی آخر الزمان ہیں، قرآن حکیم الہامی کتاب ہے اور تیسرے یہ کہ جہاں مقالات کا ترجمہ انگریزی اور عربی میں کیا جائے، اس کے

ساتھ ساتھ یہ کام اردو میں بھی ہونا چاہئے۔ چوتھا مطالبہ یہ تھا کہ اس اجتماع میں ہمارے علماء کو بھی اظہار خیال کی دعوت دی جائے۔

مجلس تحفظ اسلام

اس موقع پر ''مجلس تحفظ اسلام'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی گئی۔ لاہور ہوٹل لاہور میں ہر مکتبہ فکر ایک سو دو علماء اکٹھے ہوئے، مثلاً مولانا ابوالحسنات قادری (ف ۱۹۶۱ء)، صاحبزادہ فیض الحسن (ف ۱۹۸۴ء)، ڈاکٹر سید محمد عبداللہ (ف ۱۹۸۶ء)، مولانا احمد علی لاہوری (ف ۱۹۶۲ء)، مولانا داؤد غزنوی (ف ۱۹۶۳ء)، مولانا غلام غوث ہزاروی (ف ۱۹۸۱ء)، ماسٹر تاج الدین انصاری (ف ۱۹۷۰ء)۔ مولانا نیازی کو اس تنظیم کا صدر چنا گیا۔ مولانا نیازی نے علمائے کرام کی طرف سے پریس کانفرنس سے خطاب کیا جس کا مکمل متن مندرجہ ذیل ہے:۔

''لاہور میں ۲۹ دسمبر کو جو مذاکرہ شروع ہو رہا ہے، اس کے متعلق ''مجلس تحفظ اسلام'' کا موقف صرف یہ ہے کہ:

(الف) اس موقعے پر کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے جو قرآن وسنت کے مسلمہ احکام اور تصورات کے خلاف ہو۔

(ب) اور پاکستان کے دستور اساسی میں اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے جو تحفظات رکھے گئے ہیں ان کو کسی طرح گزند نہ پہنچائے۔

یہ ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ ۱۹۵۳ء میں جو کالوکیم ہوا تھا، اس کے بہت سے مقالے اور ان کے ضمن میں بہت سے مباحثے قرآن وسنت اور شریعت کے خلاف تھے اور ان میں ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا تھا جن کو اگر آج پاکستان میں دہرایا گیا تو ہماری رائے میں ان سے پاکستان کے دستور اساسی میں اسلامی شریعت سے متعلق تحفظات والی شق کو شدید ضعف پہنچے گا اور علی العموم، اسلام، قرآن وسنت اور شریعت کے بارے میں ایسے شکوک پیدا ہو جائیں گے جن سے پاکستان میں اسلامی نقطہ نظر کی تحریک کے مشتبہ بلکہ نیست ونابود ہونے کا خطرہ ہے۔ جن لوگوں نے ۱۹۵۳ء کی رپورٹ دیکھی ہے وہ یقیناً مندرجہ بالا خدشات کو صحیح تسلیم کریں گے۔

مجلس تحفظ اسلام اس امر کا اطمینان چاہتی ہے کہ ہونے والی مجلس مذاکرہ میں کوئی چیز اسلام اور پاکستان کے دستور اساسی کے اسلامی تحفظات کے خلاف نہ ہونے پائے۔ مجلس تحفظ اسلام کو

نفس مذاکرہ پر کوئی اعتراض نہیں، نہ وہ کسی خاص شخص کے خلاف ہے نہ یہ جماعت محمد اسد صاحب کی حمایت سے سروکار رکھتی ہے۔ اس کا موقف بس یہی ہے کہ اس مذاکرہ میں ایسی کوئی بات نہ ہونے پائے جو شریعت اور قرآن وسنت کے متعلق غلط فہمیاں پھیلا کر نوجوانوں کے عقائد کو کمزور کرے اور اس طرح پاکستان کی سالمیت کے بنیادی اصولوں کو نقصان پہنچے۔ ہمارے دستور اساسی کے اسلامی تحفظات بڑی شدید جدوجہد کا نتیجہ ہیں۔ جو چیز ان کو کمزور کرے گی، ہم اس کے خلاف نبرد آزما ہونے کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔

ہم نے یونیورسٹی کے وائس چانسلر سے اس بارے میں یہ وعدہ لینا چاہا تھا کہ وہ ہمیں مندرجہ بالا امور کے بارے میں اطمینان دلا دیں، لیکن وہ ہمیں کوئی یقین نہیں دلا سکے۔

پنجاب یونیورسٹی میں ایک مذاکرہ

پنجاب یونیورسٹی میں ہونے والے مذاکرے میں تین طرح کے لوگ شریک ہو رہے ہیں:۔

(۱) غیر مسلم متشرقین، (۲) قادیانی، (۳) پاکستان اور اسلامی ملکوں کی یونیورسٹیوں کے مسلمان پروفیسر..... ان میں سے ہمیں صرف قادیانیوں کی شرکت پر اعتراض ہے۔ ان کے علاوہ باقی سب مسلم اور غیر مسلم متشرقین کا ہم پرجوش استقبال کریں گے اور ان کی عزت افزائی کی کوشش کریں گے۔

قادیانیوں پر ہمیں شدید اعتراض اس لئے ہے کہ وہ اسلام اور پاکستان کے کھلے دشمن ہیں اور دوسری نبوت کے قائل ہیں۔ تحفظ ختم نبوت کی بے مثال قربانیاں بھی اسی عقیدے کے تحفظ کے لئے دی گئی تھی۔ قادیانی پاکستان کے بھی کھلے دشمن ہیں جیسا کہ حال ہی میں حکومت نے خود ان کے متعلق انکشاف کیا ہے۔ مسلمانوں کی سب سے مستند مذہبی جماعتیں ان کو خارج از اسلام قرار دے چکی ہیں اور ان کو اسلام اور پاکستان کے لئے شدید خطرے کی حیثیت سے دیکھتی ہیں۔ اس وجہ سے ہم قادیانیوں کی شرکت کے سخت خلاف ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس اجتماع میں قادیانیوں کو غیر مسلم مستشرقین کی نظر میں پاکستان میں عزت اور وقار کا مقام حاصل ہو جائے گا جس سے قادیانی، اسلام اور پاکستان کے خلاف ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ ہم مجلس مذاکرہ کے منتظمین کی اس حرکت کے خلاف نفرت وحقارت کا اظہار کرتے ہیں کہ انہوں نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو اسلامی قانون کے شعبہ کا صدر بنایا اور اس طرح اس کو شریعت اسلامی کا خود ساختہ ترجمان بنا کر اس کو اسلام کے نمائندے کی حیثیت دی، جس سے پاکستان اور اسلام دونوں

کوگزند پہنچنے کا شدید خطرہ ہے۔ ہم یونیورسٹی وائس چانسلر کی اس حرکت کے خلاف بھی شدید احتجاج کرتے ہیں۔

اس بارے میں ہمارا واضح موقف یہ ہے کہ ہم سر ظفر اللہ خاں اور دوسرے قادیانیوں کی شرکت کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں کریں گے، کیونکہ یہ اجتماع اسلامی مذاکرہ ہے اور قادیانیوں کو ہم کسی طرح مسلمانوں کے امور میں مداخلت اور ان پر بحث وتنقید کا حق نہیں دیتے کیونکہ وہ اس پردے میں بھی قادیانیت کی تبلیغ کریں گے جیسا کہ ہمیشہ ہوتا رہا۔

ہماری یہ بھی سوچی سمجھی ہوئی رائے ہے کہ موجودہ اسلامی مذاکرہ کے بارے میں منتظمین نے (خواہ خودخواہ مرکزی حکومت کے اشارے سے) کچھ ایسا طریق کار اختیار کیا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اس میں علماء شرکت سے بالکل محروم رکھے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ۳۲ علماء بھی شریک نہیں کئے گئے جن کو حکومت نے دستور اساسی کی تشکیل کے وقت اپنا مشیر بنایا تھا۔

مذاکراہ کے منتظمین کی یہ پالیسی بڑی مشکوک معلوم ہوتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا ممکن ہے کہ اسلامی مذاکرہ میں قادیانیوں تک کو شریک کر لیا گیا ہے مگر مسلمان علمائے شریعت کو اس سے بے دخل اور محروم رکھا گیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ دانستہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اس قوت لاء کمیشن کے تقرر سے جو صورت حال پیدا ہوئی ہے، اس میں علماء کی پوزیشن کمزور ہو جائے اور باقی کل وہ حضرات جو قرآن وسنت کے متعلق کامل واقفیت نہیں رکھتے اور ان میں سے بعض سخت خلاف بھی ہیں، ان سب کو ان امور میں سند بن جانے کا حق حاصل ہو جائے...... ہم اس مذاکرہ کے اس پہلو کو تشویش کی نظر سے دیکھتے ہیں اور علماء کو شرکت سے محروم رکھنے کے خلاف بھی شدید احتجاج کرتے ہیں۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ۱۹۵۳ء کے مذاکرہ کی طرح اس مرتبہ بھی ایسے مقالات پیش ہونے ہیں جن میں بہت سا مواد اسلام، تاریخ اسلام اور شریعت اسلام کے خلاف ہے اور ہمیں اس وقت تک یہ اطمینان نہیں دلایا گیا کہ ایسے مقالات کو اجازت نہیں دی جائے گی۔

ہم مستشرقین کے کام کے ایک حصے کے قدر دان ہیں اور اس کے لئے مشکور ہیں اور وہ ہے پرانی کتابوں کی اشاعت، مگر انہوں نے تاریخ اور مذہب پر جو کام کیا ہے، اس سے اسلام کو سخت گزند پہنچا ہے۔ انہی لوگوں میں ولیم میور بھی تھا جس کی ناپاک کتاب (LIFE OF MOHAMED) اب تک رسوائے عالم ہے۔ انہی میں مارگولیتھ اور زویمر اور دوسرے لوگ

تھے جن کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اس درجہ زہر پھیلا چکی ہیں کہ ان کو صاف کرنے کے لئے بھی صدیوں کی ضرورت ہوگی۔

اس مذاکرہ میں شامل ہونے والے غیر مسلم مستشرقین کی اسلام پسندی اور تاریخ نگاری کا ملاحظہ فرمائیں تو مسٹر سمتھ کی تصنیف "ماڈرن اسلام ان انڈیا" پر پروفیسر P.HITTI کی HISTORY OF THE ARABS میں جناب سکینہ بنت سید الشہید امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں توہین آمیز کلمات کا خاص طور پر مطالعہ فرمائیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ غیر مسلم مستشرقین اگر ایسے ہی محبان اسلام ہیں تو جناب خاتم النبیین ﷺ پر ایمان کیوں نہیں لے آتے؟ ان کی تحریر کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ ان کی تلبیس ابلیس سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

اس مذاکرے میں تاریخ وغیرہ پر جو مضمون پڑھے جائیں گے ہمیں تو ان کے متعلق بھی پورا یقین نہیں کہ وہ مغالطوں سے پاک ہوں گے مگر مذہب اور قرآن کے تشریعی پہلو کے متعلق تو ہمیں سخت تشویش ہے کہ کہیں یہ اسلامی مذاکرہ غیر اسلامی مذاکرہ نہ بن جائے۔ قرآن، حدیث اور فقہ کا تاریخی مطالعہ ممکن ہے بے ضرر ہو، مگر اس کا تشریعی پہلو یقیناً ایسا ہوگا جس سے غلط فہمیاں پیدا ہوں گی۔

مستشرقین کی جانب سے قرآن وحدیث اور شریعت کے تشریعی پہلو پر اعتراض اور اس پر جرح وتنقید اس موقعہ پر بہت سی پیچیدگیوں کا باعث ہوگا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جدید تقاضوں کی روشنی میں قانون شریعت وغیرہ میں ترمیم واضافہ وغیرہ کرنے کے لئے بالکل اور طرح کی خاموش فضا درکار ہوگی۔ یہ طریقہ کہ مسلم اور غیر مسلم مل کر اسلامی شریعت میں تبدیلیوں کے مشورے دیں، کسی بھی طرح مناسب نہیں۔ خصوصاً جب کہ ان میں سے بیشتر کے ارادوں کے متعلق ہمیں کوئی علم نہیں۔ نہ ہمیں یہ یقین ہے کہ ان میں سے کتنے شریعت، قرآن حدیث اور فقہ اسلامی سے باخبر ہیں۔ ہمیں یہ بات سخت ناپسندیدہ معلوم ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث کو اس طرح بے سوچے بے سمجھے بے ادبی وبے احترامی کی فضا میں محل طعن واعتراض اور مستحق رد وبدل قرار دیا جائے۔ اس کے لئے صحیح علمیت اور ضمیر وتقویٰ اور اعلیٰ نصب العین رکھنے والے اہل علم کی ضرورت ہے۔ مگر کالوکیم میں شرکت کرنے والے کتنے اس منصب کے اہل ہیں، ہم یہ نہیں جانتے۔ اسلامی شریعت

میں اجتہاد کا حق صرف نیک نیت مسلمان عالموں کو حاصل ہے اور یہ موقعہ تو اس قسم کی بحثوں کے لئے بالکل سازگار نہیں۔ ہم یونیورسٹی کے وائس چانسلر صاحب سے ملے تھے۔ انہوں نے ہمارے بعض مطالبات تسلیم کر لئے تھے مگر ہمارے بنیادی مطالبات کے بارے میں انہوں نے ہمیں کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا۔ ہمارے بنیادی مطالبے صرف یہ ہیں:-

(۱) چونکہ یہ اسلامی مذاکرہ ہے اس لئے تحریری طور پر یہ اطمینان دلایا جائے کہ اس مذاکرے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوگی جو قرآن وسنت اور شریعت اسلام کے خلاف ہو یا تاریخ وثقافت اسلام کے متعلق غلط فہمی پیدا کرتی ہو یا پاکستان کے دستور اساسی کے ان تحفظات کو کمزور کرتی ہو جو اسلامی شریعت کے نفاذ کے بارے میں ہیں۔

(۲) قادیانیوں کو اس مذاکرے میں شرکت کی دعوت نہ دی جائے۔ ہم یونیورسٹی وائس چانسلر کا احترام کرتے ہیں مگر ان کی روش علوم اسلام کے متعلق ہمیشہ معاندانہ رہی ہے۔ ہمیں وائس چانسلر صاحب کی روش کے بارے میں اب تک اطمینان نہیں۔ ہمارے رائے میں مذاکرے کے متعلق جملہ بنیادی غلط فہمیوں کی ذمہ داری بھی وائس چانسلر کے سر ہے۔ انہوں نے شروع سے مذاکرہ کو اس طرح چلایا ہے کہ اس سے بے اطمینانیوں میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔ مثلاً قادیانیوں اور غیر مسلموں کو شریک کرنا مگر علمائے اسلام کو شریک نہ کرنا، محمد اسد صاحب کو معمولی سی بات سے برطرف کرنا اور اب ''مجلس تحفظ اسلام'' کے ساتھ وعدوں کو پورا نہ کرنا۔ ضد اور ہٹ دھرمی اور ہمارے موقف کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانا وغیرہ وغیرہ۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم نے مسلم اور غیر مسلم علماء کو الگ الگ بٹھانے کی تجویز کی، ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وائس چانسلر اس اسلامی مذاکرے کو اپنے بعض متعصبانہ خیالات کی اشاعت کا ذریعہ بنانا چاہتا ہے۔ وائس چانسلر نے یونیورسٹی گزٹ میں شائع شدہ ایک مضمون میں لکھا ہے کہ مذہب ایک بناوٹی تصور ہے۔ ہمیں شبہ ہے وائس چانسلر اس مذاکرے کو اپنے ایسے ہی عقائد کی تبلیغ کا وسیلہ بنانا چاہتا ہے ورنہ علوم اسلامی اور علوم مشرقی سے اس کی دشمنی واضح ہے اور کوئی شخص اس سے بے خبر نہیں۔

مجلس تحفظ اسلام کا طریق کار

ہماری دلی خواہش ہے کہ یہ مذاکرہ اسلامی ماحول میں کامیاب ہو اور اس سے اسلام اور پاکستان کو فائدہ پہنچے۔ ہم باہر سے آنے والے مہمانوں کی عزت افزائی کریں گے اور ان سے خود

بھی ملیں گے اور ان کو خوش رکھنے کی کوشش کریں گے۔

اگر وائس چانسلر نے ہمارے مطالبات تسلیم کر لئے تو ہم اپنی طرف سے پورا پورا تعاون کریں گے لیکن اگر ہمارے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو ہم ان کو تسلیم کرانے کے لئے جملہ آئینی ذرائع اختیار کریں گے۔

ہم میں ایک انتہا پسند گروہ بھی ہے۔ جس کا خیال یہ ہے کہ اسلامی مذاکرہ ایک ڈھونگ ہے جو شریعت اسلامی کی تضحیک کے لئے حکومت نے رچایا ہے اور اس کا مقصد پاکستان میں اسلامی اور دینی احساسات کو کمزور کرنا ہے اور دستور اساسی کی ان دفعات کو ضعیف کرنا ہے جو شریعت سے متعلق ہیں۔ لہٰذا وہ اس مذاکرے کے سرے سے ہی مخالف ہیں اور یہ خیال رکھتا ہے کہ اگر ہمارے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو ہم راست اقدام پر اتر آئیں گے مگر ''مجلس تحفظ اسلام'' کی پالیسی یہ ہے کہ ہم اپنے مطالبات کو تسلیم کرانے کے لئے جملہ آئینی ذرائع سے کام لیں۔ خدا مذاکرہ کمیٹی کے صدر (یونیورسٹی چانسلر) کو اپنے مواعید کو پورا کرنے کی توفیق دے، آمین!(50)

مذاکرہ سے ظفر اللہ قادیانی کو روک دیا گیا

مولانا نیازی نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا تو اخبارات میں شور مچ گیا۔ مولانا نے مطالبہ کیا کہ اول تو چوہدری سر ظفر اللہ خاں اس اجتماع میں نہ آئیں۔ آئیں تو اجلاس میں شریک نہ ہوں، شریک ہوں تو مسلمانوں کی طرف نہ بیٹھیں بلکہ غیر مسلم سکالروں کے ساتھ بیٹھیں، وہ اسلامی نشست کی صدارت نہیں کر سکتے۔

اس جدوجہد کا اثر یہ ہوا کہ اس مذاکرہ کے منتظمین نے مولانا اور ان کے حامی علماء مثلاً مولانا ابوالحسنات قادری (ف ۱۹۶۱ء) وغیرہ کو بھی دعوت نامے بھیجے لیکن مولانا کا مؤقف یہ تھا کہ ہمارے تمام مطالبات کو تسلیم کیا جائے تب ہم شرکت کریں گے۔ مولانا نے اس معاملے میں بہت زور ڈالا۔ ہوم سیکرٹری اور گورنر عبدالرب نشتر (ف ۱۹۵۸ء) سے ملے۔ پھر دھمکی دی کہ تم جانتے ہو کہ ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' کے لوگوں کے ساتھ ہمارا رابطہ ابھی تک باقی ہے۔ اگر ظفر اللہ خاں یونیورسٹی میں آ گیا تو ہم یونیورسٹی پر ہلہ بول دیں گے، آگ لگا دیں گے۔

مولانا نیازی کی ان مساعی کا اثر یہ ہوا کہ مقالات کا ترجمہ اردو میں بھی کیا گیا۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ ہمارے اصول و مسلمات دین کو مستشرقین نہیں چھیڑیں گے اور ظفر اللہ خاں بھی کانفرنس

میں نہیں آئیں گے۔ منتظمین نے ظفر اللہ خان کو آمد ورفت کا خرچہ چھ ہزار روپیہ دیا تھا، ٹکٹ بھیجا تھا۔ وہ پاکستان تو آیا لیکن کانفرنس ہال میں داخل ہونے کی جرأت نہ کر سکا۔ پریس والوں نے اس سے سوال کیا کہ آپ آئے تو ہیں لیکن کانفرنس ہال کے اندر کیوں نہیں گئے۔ اس نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ یہاں پر ایجی ٹیشن ہے۔ تحریک ختم نبوت پر جس شخص نے لاہور میں آگ لگادی تھی وہ لوگوں کو بھڑکا رہا ہے۔ مصلحت اسی میں ہے کہ میں نہ جاؤں۔

علماء کرام کا اتحاد

اس موقعہ پر علماء نے مکمل اتحاد و یکجہتی کا ثبوت دیا تھا۔ مولانا نیازی کی ولولہ انگیز قیادت میں علماء نے سردھڑ کی بازی لگادی اور یوں اسلام دشمن اور نام نہاد مفکرین کی سازشیں ناکام ہوگئیں۔ جب بھی علماء کرام جمع ہوئے، مسئلہ مشترکہ ہوا اور مولانا نیازی جیسا نہ بکنے والا لیڈر قائد بنا تو پھر بات بن ہی گئی۔

اس کالوکیم کے انعقاد کے بعد ۱۲ رجنوری ۱۹۵۸ء کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں ''مجلس تحفظ اسلام'' کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس تاریخی جلسہ کی صدارت صدر ''مجلس تحفظ اسلام'' مولانا نیازی نے فرمائی۔ یہ جلسہ کالوکیم کے نتائج و اسباق کا جائزہ لینے کے لئے منعقد ہوا۔ جس میں صاحب صدر کے علاوہ بہت سے دیگر علماء، قائدین نے خطاب کیا۔ اس موقعہ پر مندرجہ ذیل قراردادیں بالاتفاق منظور کی گئیں۔

(۱) قرردادتعزیت

مسلمانان لاہور کا یہ اجلاس، لاہور کے اسلامی کالوکیم کے مصری نمائندہ ڈاکٹر عبداللہ دیراز کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتا ہے اور مرحوم ومغفور کے لئے دعا کرتا ہے...... یہ اجتماع مصری وفد کے رئیس علامہ عبدالوہاب عزام، جامعہ ازہر کے شیخ اعظم، تمام مصری قوم اور سب سے زیادہ مغفور ڈاکٹر دیراز کے متعلقین واعزہ سے اظہار ہمدردی کرتا ہے اور ان کے غم میں اپنے آپ کو ہر طرح شریک سمجھتا ہے۔

(۲) کالوکیم کی ناکامی کے اسباب

مسلمانان لاہور کا یہ اجتماع پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام منعقد شدہ حالیہ اسلامی کالوکیم

کے متعلق مرکزی حکومت کو اپنے اس احساس سے آگاہ کرتا ہے کہ ان مقاصد عظیمہ کے نقطہ نظر سے جو حکومت پاکستان کو اس کالوکیم سے مطلوب تھے اور جن کی خاطر اس پر عوام کے ٹیکس سے وصول شدہ ۵،۶ لاکھ روپے کی رقم صرف ہوئی۔ نیز ان اسلامی مصالح کے نقطہ نظر سے جو اس دور میں تمام دنیا کو عموماً اور پاکستان کو خصوصاً محبوب ومرغوب ہیں اور جن کی پیش رفت پاکستان کے دستور اساسی کا ایک اہم حصہ ہے، غرض ہر لحاظ سے یہ کالوکیم افسوسناک حد تک ناکام رہا اور پاکستان کے لئے باعث بدنامی و رسوائی ہوا، اس اجتماع کی رائے میں اس ناکامی کے بے شمار اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب مذاکرہ کمیٹی کے صدر میاں افضل حسین کی بے تدبیری، دھڑے بندی، اسلام دشمنی اور مرزائی نوازی بھی تھی، جس کے باعث کالوکیم میں پاکستان کی دینی اور علمی نمائندگی حد درجہ ناقص اور نا تمام رہی۔ غیر ممالک کی نظر میں اہل پاکستان کے اسلامی و دینی نظریات کے بارے میں خطرناک شکوک پیدا ہوئے اور دستور اساسی کی بنیادی دفعات اور کالوکیم میں شامل ہونے والے بیشتر پاکستان نمائندوں کے متشککانہ اقوال کے درمیان تضاد کا ایسا شرمناک مظاہرہ ہوا، جس سے پاکستان کے دامن اخلاص پر بدنما دھبہ لگا اور ان غایتوں کو بھی نقصان پہنچا جو پاکستانی اسلامی نظریات کا مقصود ہیں۔

یہ اجتماع مرکزی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ کالوکیم کمیٹی خصوصاً اس کے صدر کی اس روش کا محاسبہ کرے اور کالوکیم کی ناکامی کے اسباب کا سراغ لگانے کے لئے ایک تحقیقاتی کمیٹی قائم کرے تاکہ آئندہ اس قسم کے مذاکرات یا اجتماعات کے سلسلے میں اس کمیٹی کے نتائج مفید ثابت ہوسکیں۔

نیز یہ اجتماع مرکزی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ آئندہ اس قسم کے اجتماعات کے انعقاد کے لئے کسی ایک شخص کو اتنے اہم اجتماع کا ذمہ دار بنانے کی غلطی کا ارتکاب نہ کرے بلکہ اس کے برعکس جمہوری فرزانگی کا ثبوت دیتے ہوئے ملک بھر کی نمائندہ جماعتوں کے اشتراک وتعاون سے ایسا بورڈ قائم کیا کرے جب پر سب جماعتوں کو اتفاق ہوتا کہ کسی ایک شخص کی بے تدبیری سے ملک بھر کو رسوائی اور بدنامی نہ ہو۔

(۳) ہدیہ تبرک

مسلمانان لاہور کا یہ اجتماع عرب ممالک کے غیور نمائندگان اسلامک کالوکیم کی خدمت میں

ہدیہ تبرک پیش کرتے ہوئے ان کو آگاہ کرتا ہے کہ مسلمانان پاکستان ان کی اس موثر نمائندگی سے بے اندازہ مسرور ہوئے ہیں، جو انہوں نے کالوکیم میں قرآن وسنت کی مدافعت کے سلسلے میں انجام دی۔ نیز ان کو یقین دلاتا ہے کہ کالوکیم میں پاکستانی نمائندوں میں سے بعض نے جن غیر اسلامی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان کے عوام ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور یہ جتلا دینا چاہتے ہیں کہ یہ خیالات چند حکام رس یا درباری فرنگ زدہ روشن خیالوں تک محدود ہیں۔

مسلمانان لاہور ایک مرتبہ پھر قلب صمیم سے عرب ممالک کی ایمان داری اور دیانتداری پر ان کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(۴) صدر مملکت اور علماء

مسلمانان لاہور کا یہ اجتماع صدر مملکت جنرل سکندر مرزا کے ان غیر محتاط خیالات کے متعلق جو انہوں نے اسلامک کالوکیم کے افتتاح کے موقع پر اسلام میں ملائیت کے موضوع ظاہر کئے، رنج واندوہ اور غم وشکایت کا اظہار کرتا ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ اس عظیم الشان اجتماع میں غیر مسلم اور غیر ملکی حضرات بھی شریک تھے۔ ان کے علاوہ علماء کی ایک ایسی جماعت بھی بغرض تعاون شریک تھی جو ان کے طعن وتعریض کی زد میں آسکتی تھی۔ لہٰذا اس قسم کے اختلافی خیالات کا اظہار کا یہ صحیح محل اور مناسب مقام نہیں تھا۔ نیز بدیں سبب بھی کہ صدر مملکت نے ان خادمان دین کو اپنی طرف سے رسوا کرنے کا دانستہ اقدام کیا جو صدیوں سے مسجد اور دین کی خدمت میں ہزار مشکلات کے باوجود مصروف ومنہمک ہیں جب کہ ان کے آسودہ حال بھائی دنیاوی زندگی کے عیش وعشرت اور منصب وجاہ کو اپنا مقصود حیات بنائے ہوئے ہیں۔

ہم صدر مملکت کے عالی رتبے کا احترام کرتے ہیں مگر ان سے بہ ادب درخواست کرتے ہیں کہ اپنے اوقات فرصت میں وہ اسلام اور اسلامی تاریخ اور اس میں علماء کی خدمات کا ہمدردانہ مطالعہ فرمائیں تاکہ اتنے عالی مسند پر متمکن ہوجانے کے بعد ان کے اقوال صحیح اسلامی بصیرت سے مزین اور آراستہ ہوں اور ان کی زندگی قرآن وسنت کے اقوال وارشادات کے مطابق ڈھل سکے۔

(۵) کالوکیم اور اجتہاد کا مسئلہ

مسلمانان لاہور کا یہ اجتماع مرکزی حکومت کو یہ جتلا دینا چاہتا ہے کہ اسلامی اور دینی

معاملات میں موثر اور نتیجہ خیز گفتگو کرنے، دین اور اجتہاد کے دروازہ کھولنے یا نہ کھولنے نیز شریعت کے امور میں نقد وجرح کا حق صرف ان متقی علماء کو حاصل ہے جو دینی علوم کے ماہر ہونے کے علاوہ تقویٰ، دیانت اور حسن نیت سے آراستہ ہوں۔

بنابریں یہ اجتماع حکومت کے اس رجحان کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ وہ دین میں اجتہاد وغیرہ مسائل کے بارے میں غیر مسلم علماء یا ان فرنگ زدہ روشن خیالوں کو جرأت گفتار دے رہی ہے جن کے دینی علم، دیانت اور حسن نیت کا کوئی واضح ثبوت آج تک نہیں مل سکا۔ مثلاً غیر مسلموں کے علاوہ بعض ایسے لوگوں کو بھی اسلامی مذاکرے میں اظہار خیال کا موقع دیا گیا ہے جو عالم دین کہلانے کے باوجود حدیث میں اعتقاد نہیں رکھتے اور دین میں سنت اور حدیث کو اہمیت نہیں دیتے۔

اس اجتماع کی رائے میں یہ رجحان دین کی بنیادوں کو ضعیف کرنے اور قومی احساسات کو مٹانے کی ایک تدبیر ہے۔ لہٰذا یہ اجتماع اس کے خلاف حکومت کو متنبہ کردینا چاہتا ہے، ورنہ نتائج کی ذمہ داری خود حکومت پر وارد ہوگی۔

(۶) کالوکیم کی رپورٹ اور مقالات پر نظر ثانی کا مطالبہ

مسلمانان لاہور کا یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ لاہور میں منعقدشدہ حالیہ اسلامی کالوکیم کی رپورٹ اور مقالات شائع کرانے سے پہلے، ملک کے مستند، دیانتدار اور نیک نیت علماء وفضلا سے ان پر نظر ثانی کرائے تاکہ اس سے وہ تمام مواد خارج ہو سکے جو اسلام کے بنیادی مسائل ومسلمات کے خلاف ہو۔

یہ اجتماع حکومت کو آگاہ کرتا ہے کہ کالوکیم میں پڑھے گئے مقالات میں اس قسم کا مواد موجود ہے۔ چنانچہ مصر، شام اور عرب کے نمائندگان نے بار بار اس کی طرف توجہ دلائی مگر تنگی وقت کی وجہ سے وہ بھی جملہ امور متنازع فیہ کی طرف توجہ نہیں دلا سکے۔

یہ اجتماع حکومت کی طرف سے اس اقدام کو ضروری سمجھتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ اس غرض کے لئے کالوکیم کمیٹی پر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ اس کے لئے ایک آزاد بورڈ قائم کرے جس میں پاکستان کے علاوہ شام، مصر، عرب اور بلاد افریقہ کے علماء بھی شامل کئے جائیں۔

(۷) کالوکیم کمیٹی اور اردو

مسلمانان لاہور کا یہ اجتماع کالوکیم کمیٹی کی اس روش کے خلاف احتجاج کرتا ہے کہ اس کے

زیر اہتمام اسلامی مذاکرہ میں ملک کی مسلم اور آئینی قومی زبان اردو کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور غیر ملکی نمائندگان مذاکرہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ پاکستان کی قومی زبان انگریزی ہے۔ کالو کیم کمیٹی کی اس حرکت سے پاکستان کے وقار کو شدید نقصان پہنچا ہے اور ملک کے آئین کی عزت کو بھی صدمہ پہنچا ہے۔

یہ اجتماع جہاں اسلامی کالو کیم کمیٹی کے خلاف غیض و غضب کا اظہار کرتا ہے وہاں مرکزی اور صوبائی حکومت سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ کالو کیم کمیٹی سے ان کے اس ارتکاب جرم اور مجرمانہ غفلت کے متعلق باز پرس اور محاسبہ کرے۔

نیز یہ مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت اردو زبان کے بارے میں کوئی واضح اور قطعی حکمت عملی اختیار کرے تا کہ ملک کی قومی زبان جملہ امور و معاملات ملکی میں اپنا باوقار درجہ حاصل کرے۔

(۸) عربی زبان وادب کی ترویج وترقی کا مطالبہ

مسلمانان لاہور کا یہ اجتماع مرکزی اور صوبائی حکومتوں سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ملک بھر میں عربی زبان وادب اور علوم عربیہ کی ترویج کا کوئی موثر مگر فوری منصوبہ بنائے تا کہ اس کے ذریعے عربی ادب کا صحیح ذوق اور علوم دین کا صحیح شعور قوم میں پیدا ہو، جس کی مدد سے ملک میں ماہرین کی ایک ایسی جماعت پیدا ہو، جو بین الاقوامی اجتماعات میں پاکستان کی صحیح نمائندگی کر سکے اور صحت مند دینی روح کو زندہ و برقرار رکھ سکے۔

یہ اجتماع حکومت کو آگاہ کرتا ہے کہ اس وقت پاکستان کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عربی زبان وادب اور علوم عربی کی تعلیم کا کوئی اطمینان بخش انتظام موجود نہیں۔ خصوصاً پنجاب یونیورسٹی میں عربی زبان وادب اور علوم عربیہ کے خلاف ایک ایسی مہم جاری ہے جس کے زیر اثر ان مضامین کا وہ وقار بھی قائم نہیں رہا جس کی اجازت انگریزوں اور ہندوؤں نے دے رکھی تھی۔

اس اجتماع کی رائے میں:۔

(i) (الف) پنجاب یونیورسٹی میں عربی زبان وادب کی تعلیم کے لئے اہل زبان اور دوسرے ماہر زبان دان علماء کا تقرر کیا جائے۔

(ب) اورینٹل کالج میں جدید عربی کی پروفیسر شپ قائم کی جائے۔

(ج) جدید عربی کے موجودہ عملے کے درجے اور رتبے کو بڑھا دیا جائے۔

(د) یونیورسٹی میں شعبہ عربی کی خالی آسامیوں کو جلد پر کیا جائے۔

(ii) نیز قانون اور اسلامیات کے امتحانات میں ایم اے کے درجے کی عربی کے دو پرچے لازمی رکھے جائیں تا کہ اسلامیات اور قانون کے فارغ التحصیل دین اور شریعت کے ماخذ تک پہنچنے کی اہلیت پیدا کر سکیں۔

(iii) یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ پاکستان کی جملہ عدالتوں میں دین اور شریعت کے جاننے والے علماء کا بطور مشیر تقرر کرے تا کہ دستور اساسی کی رو سے پاکستان میں دین کو جو حقوق حاصل ہوئے ہیں ان کی تکمیل ہو سکے۔

(۹) وائس چانسلر کی برطرفی کا مطالبہ

ہرگاہ کہ پنجاب یونیورسٹی کا موجودہ وائس چانسلر اپنی ضعیف العمری کے باعث، نیز اپنے تخریبی اور غیر تعمیری انداز طبیعت کے سبب اس اہم علمی عہدے کی ذمہ داریوں کی بجا آوری سے قاصر ہے۔ اس کے علاوہ اردو اور مشرقی زبانوں کے متعلق (جو پاکستان کی اہم تہذیبی وراثت ہیں) نیز اسلامی علوم کے متعلق اس کی روش معاندانہ ہے جس سے حکومت اچھی طرح آگاہ ہے۔

اس لئے مسلمانان لاہور کا یہ اجتماع گورنر پنجاب اور صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ فوراً اس وائس چانسلر کو جو عوام کی تعلیم کا مخالف اور اسلامی علوم کا دشمن ہے برطرف کر کے کسی ایسے شخص کو اس مسند پر بٹھائے جو پاکستان اور اسلام کے ان اہم مقاصد کے بارے میں سچی ہمدردی رکھتا ہو۔

یہ وہ مطالبہ ہے جو اس سے پہلے کئی موقعوں پر کیا جا چکا ہے۔ اب یہ اجتماع اس مطالبے کا پرزور اعادہ کرتے ہوئے حکومت سے تقاضا کرتا ہے کہ ملکی تعلیم کے سلسلے میں اس اہم مطالبے پر جلد از جلد عمل کرے۔

(۱۰) یک صد روپے کا باتصویر نوٹ

مسلمانان لاہور کا یہ اجتماع پاکستان کرنسی کے یک صد کے نوٹوں پر قائداعظم کی تصویر چھاپنے کو اسلام کے اعلیٰ مقاصد اور سنت نبوی ﷺ کے احترام و وقار کے پیش نظر حکومت پاکستان کی کوتاہ اندیشی اور بت پرستانہ حماقت تصور کرتا ہے اور بے شرمانہ جسارت سمجھتا ہے جسے

کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

نیز اسے ایسا ناعاقبت اندیشانہ اقدام قرار دیتا ہے جو خود بانی پاکستان نے ملت اسلامیہ کے دینی مزاج اور موحدانہ جذبات کے پیش نظر رد کر دیا تھا اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین بھی اس قسم کی حرکات کو اسلامی تہذیب و تمدن کی توہین و تنقیص قرار دیتا ہے۔

بنابریں یہ اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ مصور نوٹوں کا اجراء فی الفور منسوخ کر دے اور آئندہ کے لئے قوم کو یقین دلائے کہ اس قسم کی حرکات کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا۔

(۱۱) لاء کمیشن اور مسٹر پرویز

مسلمانان لاہور کا یہ عظیم الشان جلسہ مسٹر غلام احمد پرویز کے لاء کمیشن میں ایک دفعہ اخراج کے فیصلہ کے بعد دوبارہ لئے جانے کو سخت ناپسندیدگی اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے خلاف پرزور احتجاج کرتا ہے۔ پرویز وہ شخص ہے جو مسلمانوں کے چودہ سو سال کے اجماع کے خلاف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کا صریح منکر ہے۔ ایک منکر سنت کو ایسے آئین کی ترتیب و تدوین میں لیا جانا جس کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے سخت نازیبا اور مضحکہ خیز حرکت ہے جسے مسلمان کسی حالت میں بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

بنابریں یہ عظیم اجتماع صدر مملکت اور وزیراعظم پاکستان سے پرزور مطالبہ کرتا ہے وہ پرویز کو لاء کمیشن سے اولین فرصت میں نکال کر مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اضطراب کو دور کریں۔

(12) عریانی اور فحاشی کے انسداد کا مطالبہ

مسلمانان لاہور کا یہ اجتماع آرٹ کونسل اور کلچر کے نام سے عریانی اور فحاشی کی تبلیغ و اشاعت کو انتہائی نفرت و حقارت سے دیکھتا ہے اور حکومت پر واضح کر دینا چاہتا ہے کہ بالواسطہ اور بلاواسطہ بے پردگی اور بے حیائی کی حمایت اسلامی تہذیب و ثقافت کے خلاف اعلان جنگ اور جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے آئین کی صریح خلاف ورزی ہے۔

بنابریں یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ سکولوں اور کالجوں میں اس وبائے عام کو روکنے کی مؤثر تدابیر اختیار کی جائیں اور آرٹ کونسل و دیگر رقص و سرود کی محفلوں کی ہرگز ہرگز حوصلہ افزائی نہ کی جائے اور آرٹ اور کلچر کے نام پر ان مفاسد کو معاشرتی زندگی میں پھیلنے سے روکا جائے۔ بیرون ملک

اور اندرون ملک حکومت کی سرپرستی میں کلچر کے نام پر رقص و سرود کی محفلوں کا انعقاد روک دیا جائے۔

(۱۳) گرانی اور بیروزگاری کے انسداد کا مطالبہ

مسلمانان لاہور کا یہ اجتماع ملک میں روز افزوں ہوش ربا گرانی اور بیروزگاری کو گہری تشویش اور اضطراب کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حکومت کو متنبہ کرتا ہے کہ ان مفاسد سے عوام میں جو سخت بے چینی پھیل رہی ہے، وہ پاکستان کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل میں سنگ گراں ہے اور اندیشہ ہے کہ یہ اضطراب خوفناک شکل اختیار نہ کرے۔

اندریں حالات یہ عظیم الشان اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد راشن کی سستی دکانیں کھول کر اس ہوشربا گرانی کو دور کرے اور بیروزگاری کے انسداد کے لئے واضح منصوبہ بندی کر کے عملی قدم اٹھائے۔(51)

پانچ لاکھ روپے کی پیشکش

۱۹۵۸ء کے انتخابات قریب آئے تو صوبائی انتظامیہ نے مولانا نیازی کے جگری دوست حکیم محمد انور بابری (ف ۱۹۷۷ء) سے کہا کہ مولانا نیازی پانچ لاکھ روپیہ لے لیں اور میانوالی کی بجائے لاہور سے انتخاب لڑیں کیونکہ وہاں سے سکندر مرزا (ف ۱۹۶۹ء) امیدوار ہوں گے مگر حکیم بابری مرحوم نے صاف انکار کر دیا کہ وہ اپنے دوست کے بے داغ ضمیر کا سودا نہیں کر سکتے۔ ادھر میانوالی میں ملک امیر خاں (ف ۱۹۶۷ء) نے مولانا نیازی سے یہی بات کہی اور پانچ لاکھ روپیہ کے بجائے پندرہ لاکھ کی پیشکش کی۔ ملک امیر محمد خاں نے مولانا نیازی کو بتایا کہ میانوالی سے سکندر مرزا کو انتخاب لڑانا ہے کیونکہ اس نے صدر بننا ہے۔ مولانا نیازی نے جواب دیا کہ وہ ہر حالت میں الیکشن لڑیں گے اور میانوالی ہی سے لڑیں گے۔ اس پر نواب کالاباغ نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا: ''اچھا پھر لڑو الیکشن، پاکستان میں انتخابات نہیں ہوں گے اور مارشل لاء لگے گا۔'' اس وقت مارشل لاء کا کسی کو خیال تک نہ تھا۔

ایوب خان کا مارشل لاء

۸/۵ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو ایوب خاں (ف ۱۹۷۴ء) کا مارشل لاء لگا تو مرکزی اور صوبائی حکومتوں، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کو ختم کر دیا گیا۔ ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کو خلاف

قانون قرار دے دیا گیا۔ ان جماعتوں سے تعلق رکھنے والے اور کچھ آزاد لیڈروں پر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ چنانچہ بڑے بڑے جغادری سیاستدان اور جمہوریت کے نام پر اپنی دکانیں چمکانے والے لیڈران کرام گوشہ گمنامی میں سمٹ کر بیٹھ چکے تھے تو صرف ایک مرد مومن مولانا نیازی ہی تھے جنہوں نے نعرہ حق وصداقت لگایا۔

جنرل واجد علی برکی (ف ۱۹۸۹ء) چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ایوب خاں کے دست راست اور لاہور زون کے انچارج تھے۔ انہوں نے ایک دن مولانا نیازی کو مارشل لاء کے دفتر میں بلوایا اور ان سے پوچھا: ''ہماری حکومت کے بارے آپ کا کیا خیال ہے؟'' مولانا نیازی نے جواب دیا:

''یہی سوال حضرت امام حنیفہؒ سے خلیفہ منصور سے کیا تھا، تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ تمہیں لوگوں کی تائید حاصل نہیں، تم غاصب ہو، حکومت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے، آپ کو بھی میرا یہی جواب ہے! آپ غاصب ہیں، آپ نے بلاوجہ مارشل لاء لگایا ہے۔''

جنرل برکی کھسیانے ہوئے اور اپنے سیکرٹری ابن حسن سے کہا: ''یہ پٹھان مارشل لاء سے نہیں ڈرتا اور ہمارے سامنے حکومت پر تنقید کرتا ہے۔'' مولانا نیازی حق گوئی و بیباکی کا مظاہرہ کر کے واپس تشریف لے آئے اور جنرل برکی حیران رہ کر دیکھتے رہے گئے۔

بین الاقوامی سیرت کانگریس

۲۷، ۲۸ رفروری و یکم مارچ ۱۹۵۹ء کو کے۔ جی۔ اے گراؤنڈ کراچی میں بین الاقوامی سیرت النبی ﷺ کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت جنرل محمد ایوب خاں نے کی۔ مولانا نیازی نے وہاں ''پیغمبر عالم (مقام رسول ﷺ عقل کی روشنی میں)'' کے عنوان سے ایک پر مغز مقالہ پڑھا۔ مقالہ کے اختتام پر تقریر کرتے ہوئے ببانگ دہل کہا کہ اگر ایوب خاں کی حکومت کو چیلنج کیا جائے، تو اس کے لئے ریگولیشن موجود ہے مگر رسول اکرم ﷺ کی نبوت کو چیلنج کرنے والوں پر کوئی قدغن نہیں۔ یہ کہاں کا قانون ہے کہ ایوب خاں کے خلاف بات کرنے والوں کو قانون کے شکنجہ میں جکڑ دیا جائے مگر سید الانبیاء مالک کون ومکاں باعث تخلیق کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر ڈاکے ڈالنے والے سرعام پھر رہے ہیں، ان کو کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔

اس پر کانفرنس ہال نعروں سے لرز اٹھا۔ ایوب خاں گھبرا کر عقبی دروازے سے نکل گئے اور حکام کو ہدایت کی کہ یہ شخص بہت بیباک ہے، اس پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ستمبر ۱۹۵۹ء میں مولانا نیازی نے لاہور میں عید میلاد النبی ﷺ کے بائیس جلسوں سے خطاب کیا اور جلوسوں کی قیادت کی۔ لاہور چھاؤنی میں میلاد شریف کے جلوس میں فوج بھی شریک ہوئی۔ ان جلوسوں کے دوران مولانا نے حکومت پر کڑی تنقید کی۔

اس موقعہ پر سی آئی ڈی کی غلط رپورٹ پر ۲۳ رستمبر ۱۹۵۹ء کو آپ کے خلاف مقدمہ بغاوت قائم کیا گیا۔ مولانا کو گرفتار کر کے بوسٹل جیل لاہور میں رکھا گیا۔ ایک اور مقدمہ مرزائیوں کے خلاف منافرت پھیلانے کے الزام میں قائم کیا۔ یہ دونوں مقدمے مارشل لاء کے تحت قائم کئے گئے۔ جیل میں پہلے سی کلاس اور پھر اے کلاس دی گئی۔ دو ماہ بعد مولانا کو پیچش کی زبردست شکایت ہوگئی تو آپ کو میو ہسپتال کے البرٹ وکٹر وارڈ میں منتقل کر دیا گیا۔ اس دوران کیس چلتا رہا، میو ہسپتال اور جی پی او کے درمیان ملٹری عدالت لگائی گئی۔ سماعت ہوتی رہی۔ مولانا نے سو صفحات پر مشتمل بیان انکوائری کمیشن کو لکھوایا۔ ۱۴ رجنوری ۱۹۶۰ء کو فوجی عدالت نے آپ کو دونوں مقدمات سے باعزت طور پر بری کر دیا۔

1962ء کے انتخابات

۱۹۶۲ء میں ایوب خاں (ف ۱۹۷۴ء) نے ملک کو ایک نیا آئین دیا۔ بنیادی جمہوریت کے تحت الیکشن کروائے۔ مولانا نیازی، میانوالی سے قومی اسمبلی کے آزاد امیدوار تھے۔ ملک امیر محمد خاں نواب آف کالا باغ (ف ۱۹۶۷ء) اس وقت مغربی پاکستان کا گورنر تھا، اس نے اپنے بیٹے ملک مظفر خاں (ف ۱۹۸۹ء) کو لا کھڑا کیا۔ امیر محمد خاں نے مولانا نیازی کو شکست دینے کے لئے خود شب و روز بھاگ دوڑ کی، سرکاری مشینری کو حرکت دی۔ چشم فلک نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ ایک بوریہ نشین، محمد عربیؐ کے غلام کے مقابلہ میں وقت کا گورنر اپنی تمام تر مادی قوتوں کے ساتھ میدان میں اتر آیا ہے۔ کوئی اور ہوتا تو نواب کالا باغ کے جاہ وحشم کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتا مگر یہاں تو معاملہ ہی اور تھا:

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

مولانا نیازی کا منشور

مولانا نیازی نے اپنے علاقہ کے عوام کے سامنے اپنا منشور پیش کیا جو سات نکتوں پر مشتمل تھا، ملاحظہ ہو:۔

پہلا نکتہ

میرے انتخابی منشور کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ پاکستان، اسلام کی عالمگیر انقلابی تحریک کو، ہمارے وطن کی سرزمین سے شروع کرنے کے عزم کا نام تھا۔ ہم نے ابھی فقط بیرونی غلامی سے سیاسی نجات حاصل کی ہے۔ صنعتی طور پر بھی کچھ ترقی ہوئی ہے لیکن اقتصادی، معاشرتی، اخلاقی، ثقافتی، تعلیمی اور مذہبی لحاظ سے اس انقلاب کی تکمیل باقی ہے جو علامہ اقبال اور قائداعظم کی قیادت میں کفرستان کو پاکستان بنانے کے لئے شروع کیا گیا تھا۔ میں پارلیمنٹ کا ممبر منتخب ہو گیا تو جس طرح گزشتہ پچیس سال سے اس انقلاب کی تکمیل میں سردھڑ کی بازی لگائی ہے، اسی طرح آئندہ بھی اسلام کے عالمگیر انقلاب کی علمبرداری کی کوشش کروں گا۔ اسی اصول کو پاکستان کی تاریخ میں تحریک خلافت پاکستان کا نام دیا گیا ہے۔

دوسرا نکتہ

میرے انتخابی منشور کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ دنیا میں فقط ایک ہی اسلام ہے جو آخری نبی ﷺ کی تعلیمات، زندگی کے ہر پہلو میں ہر لحاظ سے غیر مشروط طور پر، تسلیم کرنے کا نام ہے۔ حضور علیہ السلام کی تعلیمات کے متعلق ہر اختلاف سلف صالحین کی فقہی راہنمائی میں موجودہ امت کے اجماع سے طے کرنا واجب ہے۔ قرآن مجید یا اسلام کی کوئی ایسی تعبیر قبول نہیں ہوگی جو پیغمبر اسلام یا اسلامی فقہ سے انحراف کر کے پیش کی جائے۔

تیسرا نکتہ

میرے انتخابی منشور کا تیسرا نکتہ یہ ہے کہ پاکستان کے آئین، قانون یا کسی ملکی ضابطہ کا کوئی حکم اس وقت تک نافذ نہیں ہونا چاہئے جس وقت تک کہ وہ اسلام کی مذکورہ بالا تعریف [illegible] واجب الاطاعت ثابت نہ ہو جائے اور کسی عدالت میں کوئی شخص جج یا مجسٹریٹ نہ ہونا چاہئے

جب تک کہ وہ مفتی اور قاضی کی شرعی شرائط پر پورا نہ اترتا ہو۔ جو موجودہ عہدیدار اس شرط پر پورے نہیں اترتے ان کی تربیت اور تعلیم کا سرکاری انتظام عبوری زمانہ کے لئے ہونا چاہئے اور اس کے لئے خاص امتحانات ہونے چاہئیں جن میں علمی قابلیت کے علاوہ اسلامی کردار کا بھی خاص خیال رکھا جائے۔

چوتھا نکتہ

میرے انتخابی منشور کا چوتھا نکتہ یہ ہے کہ میں پارلیمنٹ کا رکن منتخب ہو گیا تو ایسے قانون منظور کروانے کی کوشش کروں گا جس سے سودی کمائی اور شرعی لحاظ سے دیگر تمام اقسام کی حرام آمدنی بند ہو جائے۔ تمام حرام ذرائع سے حاصل کردہ جائیداد، املاک یا دولت، بیت المال کے حق میں ضبط کی جائے اور فقط شرعی لحاظ سے حلال ملکیت اور جائیداد کسی پاکستانی شہری کے قبضہ اور تصرف میں رہ سکے۔ نیز کوئی مسلمان کسب حلال کے موقع سے محروم نہ رہے۔ محتاجگان کی رہائش، پوشاک، خوراک اور ثقافتی و تعلیمی تربیت اور نگہداشت بیت المال کے ذمہ ہو۔

پانچواں نکتہ

میرے انتخابی منشور کا پانچواں نکتہ یہ ہے کہ کوئی کنبہ کسی قسم کا رشتہ یا کسی قسم کا ورثہ مذکورہ بالا اسلامی تعریف کے خلاف قائم نہ کر سکے۔ انسانی ضروریات کی شرعی کفالت کے بعد، جرائم کی شرعی سزائیں نافذ کی جائیں۔ عورتیں، مرد اور اولاد سب شرعی حجاب اور تقویٰ کی پابندی کریں۔

چھٹا نکتہ

میرے انتخابی منشور کا چھٹا نکتہ یہ ہے کہ چین اور روس کے مسلمانوں سے لیکر کشمیر اور فلسطین اور الجزائر اور تمام دنیائے عرب، افریقہ اور تمام دنیا کے مسلمان ایک امت ہیں۔ ایک عالمگیر برادری ہیں۔ کمیونزم یا سرمایہ پرستی یا قوم پرستی کی جاہلانہ اور کافرانہ طاقتوں سے ہمارے تعلقات اس عالمگیر اتحاد کے اراکین کی حیثیت سے استوار ہونے چاہئیں۔

ساتواں نکتہ

میرے انتخابی منشور کا ساتواں نکتہ یہ ہے کہ پاکستان کی تحریک کے تین بنیادی مقاصد یہ تھے کہ دولت اور اقتدار میں ہر پاکستانی برابر کا حصہ دار ہے۔ اسلام برترین فرمانروا ہے اور حکمران جھوٹے وعدے اور نعرے بلند نہ کر سکیں۔ اب پاکستان کے آئین میں ان تینوں نکات کی تعمیل

شامل ہونی چاہئے یا دوسرے الفاظ میں فرعونیت، قارونیت اور یزیدیت کی ممانعت ہو۔

ایک تاریخی مکتوب

اس کے بعد مولانا نیازی نے اپنے حلقہ کے ووٹروں کے نام ایک خط لکھا جو چھپ کر تقسیم ہوا۔ اس خط میں مولانا نے ووٹ کی اہمیت، امیدوار کی اہلیت، ملکی مسائل ودیگر امور پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ اس خط کی نقل کچھ یوں ہے۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

(اقبالؒ)

منجانب عبدالستار خاں نیازی ایم، اے
کیمپ میانوالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ (النساء:۵۸)

”بلاشبہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل لوگوں کے سپرد کرو۔“

ووٹ ایک اہم ترین امانت ہے جو اہل ہی کو ملنی چاہئے۔

مخدوم ومحترم بندہ!

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

میں آپ کی خدمت میں اس خط کے ذریعہ حاضر ہو رہا ہوں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ وقت کی کمی اور دنیاوی وسائل کی قلت اس امر کو مانع ہے میں فرداً فرداً ہر ووٹر کی خدمت میں حاضر ہوتا جس کا مجھے بہت افسوس اور رنج ہے۔ امید ہے کہ آپ میری اس معذرت کو قبول فرماتے ہوئے اس کی کمی محسوس نہیں فرمائیں گے۔ مجھے میانوالی سے پاکستان پارلیمنٹ (نیشنل اسمبلی) کے الیکشن کے لئے امیدوار نامزد کیا گیا ہے۔

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے حق میں ووٹ دیں۔ میں حسب ذیل وجوہات کی بناء پر توقع رکھتا ہوں کہ آپ میری یہ درخواست قبول کریں گے:۔

(۱) مرکزی پارلیمنٹ کا یہ الیکشن نہایت اہم ہے گو جدید آئین نافذ کر دیا گیا ہے لیکن پہلی

پارلیمنٹ نے اس جدید آئین کے خاکہ میں کئی تفصیلات کا اضافہ کرنا ہے۔ اس لئے آپ کا نمائندہ ایسی پارلیمانی قابلیت سے بہرہ ور ہونا چاہئے کہ پارلیمنٹ میں آپ کی نمائندگی کا حق ادا کر سکے، جو قانونی مسودات پیش ہوں ان پر سوچ سمجھ کر رائے دے سکے اور خود ضروری قانونی مسودات مرتب کر سکے۔

(۲) ایسی قابلیت محض کسی دولت مند گھرانے میں پیدا ہونے سے حاصل نہیں ہو جاتی۔ میں سابقہ صوبائی اسمبلی میں پردہ بل پیش کر چکا ہوں اور دوسرے اہم قوانین پر بحث اور اختلافی نوٹ وغیرہ لکھتا رہا ہوں اگر کسی نوعمر، ناتجربہ کار امیدوار کو آپ نے ممبر منتخب کیا تو جتنی دیر میں وہ پارلیمنٹ میں تقریر کرنے کا طریقہ سیکھے گا، اتنے عرصہ میں پارلیمنٹ کی معیاد ختم ہو چکی ہوگی۔

(۳) پارلیمنٹ کا نمائندہ سارے ضلع کا نمائندہ ہوگا، وہ ایسا شخص ہونا چاہئے جو اسلامی اخوت کا سلوک، پٹھان، اعوان اور ہر قبیلہ کے لوگوں سے یکساں کرے۔ ایسا شخص نہیں ہونا چاہئے جو اپنے قبیلہ کو یا خاندان کو دوسری نسل کے لوگوں پر ظلم اور سختی کی اجازت دے۔

(۴) جدید آئین نے سیاسی پارٹی بنانے کی اجازت کا اختیار نئی پارلیمنٹ کو دیا ہے۔ آپ کا نمائندہ آزادی کی حمایت کرنے والا ہونا چاہئے۔ کوئی ایسا سرکار پرست شخص نہ ہونا چاہئے جو ہر وزارت کی خوشامد کے لئے آپ کی سیاسی حق تلفی پر آمادہ ہو جائے یا آپ کو سیاسی سرگرمی کے ذریعہ اپنے حقوق مانگنے سے باز رکھے۔

(۵) میانوالی کے حلقہ انتخاب کے دیندار مسلمان پاکستان میں اسلامی حکومت چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ کا نمائندہ کوئی ایسا شخص نہیں ہونا چاہئے، جو ماضی میں اسلام کے خلاف سلوک اپنے ماتحتوں سے کرتا رہا ہو یا جس نے پاکستان میں اسلام دشمن عناصر سے ملی بھگت کر کے خود ناجائز فائدے اٹھائے ہوں۔

(۶) آپ ذاتی کاروبار میں اسی شخص پر اعتبار کرتے ہیں جس کا سابقہ کردار قابل اعتماد ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ میں پہلے آپ کے ممبر کی حیثیت سے جان پر کھیل کر بھی سچائی اور اسلام کا حق ادا کرتا رہا ہوں۔ میں نے آج سے پچیس سال پہلے جو سیاسی زندگی شروع کی تھی اس کا ہر ورق آپ کے سامنے ہے۔ میں نے اپنی ذاتی زندگی میں جو کردار اختیار کیا ہے وہ آپ

سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے آپ خود فیصلہ کیجئے کہ میں آپ کے اعتماد کا مستحق ہوں یا کوئی دوسرا شخص۔

(۷) تحریک پاکستان کی ابتداء سے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ میں نے جو قربانی اور خدمت پاکستان کی تحریک کے لئے کی ہے، وہ آپ پر بخوبی واضح ہے۔

(۸) میرے خلاف یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ میں ضلع سے باہر رہتا ہوں لیکن آپ جانتے ہیں کہ یہ پارلیمنٹ کا الیکشن ہے جہاں سارے ملک کے مسائل طے ہوتے ہیں۔ وہ بنیادی قانون بنتے ہیں جن کا آپ پر بھی اثر پڑے گا۔

کیا یہ کام وہ کرسکتا ہے، جس کا سارے ملک میں اثر ہو اور جسے سارے پاکستان سے آنے والے پارلیمنٹ کے ممبر عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں یا کوئی ایسا شخص جس کو ضلع سے باہر کوئی نہ جانتا ہو۔

(۹) علاوہ ازیں میں نے اپنے وسائل کے مطابق میانوالی کے باشندگان سے ہمیشہ جس سطح پر ملاقات رکھی ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور میرے مخالفین کو عوام سے جو ہمدردی ہے اس کا فیصلہ بھی آپ بخوبی کر سکتے ہیں۔ کیا ایک مالی لحاظ سے غریب نمائندہ جو آپ سے اخلاص رکھتا ہے بہتر ہے یا کوئی ایسا امیر نمائندہ جو فقط اپنی ذات اور شخصیت کی ترقی کے لئے ممبر بننا چاہتا ہے؟

(۱۰) موجودہ حالت میں پاکستان کی خرابیوں کو دور کرنے اور آپ کے حقوق کی حفاظت کے لئے دلیر نمائندہ کی ضرورت ہے۔ پارلیمنٹ میں اکثریت برسر اقتدار طبقہ کے نمائندوں کی ہوتی ہے۔ سابقہ اسمبلی میں میری کارگزاری ثابت کرتی ہے کہ میں اکیلا بھی پوری اسمبلی اور وزارت کے خلاف سچی بات کہنے کی جرأت اور قابلیت رکھتا ہوں۔

آپ سوچ لیجئے۔ کیا کوئی دوسرا نمائندہ آپ کی وکالت مجھ سے بہتر انجام دے سکتا ہے؟

آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں اپنے عقیدہ اور ایمان سے پاکستان کی خدمت کرتا ہوں، نہ کہ کسی دنیاوی نفع کے لئے۔ اس لئے اگر آپ میرے جیسے نمائندہ کو پسند کرتے ہیں تو خود بھی میرے حق میں ووٹ دیجئے اور اپنے دوستوں سے بھی ووٹ دلوائیے۔

میں دوبارہ معذرت چاہتا ہوں کہ خود آپ کی خدمت میں نہ پہنچنے کی وجہ بھی یہی وقت کی تنگی

ہے۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ میں ایک درویش آدمی ہوں اور میرے مالی وسائل محدود ہیں۔

والسلام

آپ کا مخلص

محمد عبدالستار نیازی

آپ جانتے ہیں کہ الیکشن کے لئے ووٹ ڈالنے کی ہر صندوقچی پر ہر امیدوار کا جدا انتخابی نشان ہوتا ہے۔

''میرا نشان کلہاڑا ہے''

نواب آف کالاباغ سے مقابلہ

مولانا نیازی کا یہ خط جب ووٹروں کو ملا تو انہوں نے آپ کو کامیاب و کامران کرنے کا عہد کر لیا۔ مولانا کے حلقے میں سو ووٹ تحصیل عیسیٰ خیل، ساڑھے تین سو بھکر اور تین سو ووٹ میانوالی کے تھے۔ کل ساڑھے سات سو ووٹ تھے۔ نواب کالاباغ نے یزیدی اقتدار کے بل بوتے پر بے مثال دھاندلی کی، پولیس کے ذریعے ووٹروں (بنیادی جمہوریت کے ممبروں) کو حراست میں لے کر ووٹ حاصل کئے۔ چونکہ مخبروں نے انتباہ کر دیا تھا کہ نواب صاحب کی کامیابی ناممکن ہے لہٰذا تجوریوں کے منہ بھی کھلے اور زندان کے دروازے بھی۔ لیکن پھر بھی مولانا نیازی کو بھاری اکثریت سے ووٹ ملے لیکن جب نتیجہ نکلا تو ان کو صرف اڑھائی سو ووٹ حاصل ہوئے اور وہ ہار گئے مگر گورنر امیر محمد خاں کا بیٹا دھن دھونس اور دھاندلی کی بناء پر پانچ سو ووٹ لیکر قومی اسمبلی کا ممبر بن گیا۔

مولانا نیازی نے انتخابی عذرداری داخل کی تو نواب کالاباغ نے صلح کی بات چیت کی، مگر اسے ناکامی ہوئی۔ چنانچہ گواہوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ گواہوں نے حق گوئی و بیباکی کی مثال قائم کر دی۔ کارروائی روزنامہ ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' میں چھپی تو طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ نواب کالاباغ بھنا اٹھا اور ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' کو ڈس لیا۔ انصاف اور حق کا بول بالا ہوتے دیکھا تو مرکزی حکومت سے قانون بنوا کر معیاد میں کمی کروا دی اور یوں عذرداری غیر موثر ہوگئی۔ یعنی قواعد کی رو سے انتخابی عذرداری نتیجہ برآمد ہونے کے بعد تیس دن میں دائر کرنی تھی جو مولانا نیازی نے بروقت کر دی۔ نواب آف کالاباغ نے ایک خصوصی آرڈر کے ذریعے میعاد پندرہ دن کرا دی اور اسے موثر بہ ماضی قرار دے کر عذرداری کو قانوناً ختم کرا دیا۔

نواب آف کالاباغ کی اس بے مثال دھاندلی پر مولانا نیازی نے ۱۹۶۲ء کے آئین کی دفعہ ۱۲۱ کے تحت اپنی اور میانوالی کے لوگوں کی طرف سے صدر ایوب خاں (ف ۱۹۷۴ء) کو ایک یادداشت پیش کی۔ یادداشت کا عنوان کچھ یوں تھا:

"Petition against the criminal governor of west Pakistan Malik Amir Muhammad Khan history sheeter columm.B"

۳۷ صفحات پر مشتمل اس اپیل میں ملک امیر محمد خاں پر سولہ چارجز لگائے گئے تھے۔ ان میں قتل، سمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ، بردہ فروشی، بے ایمانی، بددیانتی وغیرہ کے الزامات شامل تھے۔ اس پر گورنر ہاؤس میں زلزلہ آ گیا۔ مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں پر زمین وطن تنگ ہو کر رہ گئی۔ (52)

کالاباغ کا انتقام

گورنر امیر محمد خاں نے مولانا نیازی کو طرح طرح کے ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ قاتلانہ حملے کرائے مگر مولانا کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آنے پائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے آپ کو ہر مرتبہ محفوظ رکھا۔ نواب کالاباغ نے مولانا پر پہلا حملہ ۱۹۶۲ء میں بمقام داؤد خیل ضلع میانوالی اس وقت کروایا جب آپ بطور امیدوار قومی اسمبلی، بی ڈی ممبران کو خطاب کرنے کے لئے جلسہ عام میں جا رہے تھے۔ نواب کالاباغ کا پلان یہ تھا کہ مولانا نیازی کو قتل کر دیا جائے، چنانچہ پہلے تو اس نے جلسے کی جگہ بدل دی، نیو پبلک سکول سے جو ایک کھلی جگہ پر تھا، محلے کے ایک سکول میں بدل دیا اور ادھر جلسہ کا انعقاد ہوا۔ لکی مروت کا ایک شخص حبیبا نامی جس کے لڑکے کو کسی کیس میں سزائے موت سنائی جا چکی تھی، اس کے ساتھ نواب کالاباغ کا معاہدہ ہوا کہ اگر وہ مولانا نیازی کو قتل کر دے تو اس کے لڑکے کی سزائے موت منسوخ کر دی جائے گی۔ حبیبا کو دو مربع نہری زمین اور بیس ہزار روپے اس کے علاوہ نقد دینے کا وعدہ کیا گیا اور سکول کے کسی گوشے میں چھپا دیا گیا تا کہ جب مولانا نیازی سکول میں داخل ہوں یا جلسہ سے خطاب کر رہے ہوں، وہ آپ کو قتل کر دے۔

جلسہ گاہ کی تبدیلی کے بعد جب محلہ سکول میں امیدواران اسمبلی کے خطاب کا آخری پروگرام مرتب ہوا تو ایک روز قبل مذکورہ حبیبا آف لکی مروت سکول کے ملحقہ مکان میں آیا اور مکان کی دیوار کے ساتھ باہر کھلے کچن میں بیٹھ کر سٹیج کی طرف اپنی رائفل کا نشانہ درست کیا۔ مستورات نے جب

ایک بیگانے مرد کو اپنے کچن میں رائفل کا نشانہ قائم کرتے دیکھا تو ان میں زبردست تشویش و اضطراب پھیل گیا اور ان کی زبانی یہ خبر باہر نکلی کہ جلسہ گاہ میں کوئی فساد ہونے والا ہے۔ خاص طور پر رائفل لے کر ایک بیگانے شخص کا سٹیج کی طرف نشانہ باندھنا حیرت انگیز تھا۔ چنانچہ وہاں سے بات نکل کر پھیلی اور مولانا تک پہنچی۔ مولانا کو کہا گیا کہ آپ وہاں تقریر کرنے نہ جائیں ورنہ قتل کر دیئے جائیں گے۔ مولانا نے کہا آپ لوگ مجھے یہ بات نہ بتاتے، ویسے پروگرام جلسہ منسوخ کرنے کو کہتے تو شاید میں مان جاتا لیکن اب پروگرام منسوخ نہ ہوگا موت سے میں کہاں تک بھاگوں گا؟ اب اگر نہیں جاؤں گا تو کب تک نہیں جاؤں گا؟ میں تو ضرور جاؤں گا۔ بقول حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ موت میری محافظ ہے۔ جب آتی ہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور نہیں آتی تو پھر کوئی مار نہیں سکتا۔

کالاباغ کا نورا

مولانا شہر سے باہر ہی کار سے اتر پڑے جہاں لوگ استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جلسہ گاہ کی طرف بڑھے تو اڑھائی ہزار کا ہجوم ان کے ساتھ جلوس کی شکل میں چل رہا تھا۔ نواب کالاباغ کے خاص غنڈے نورا اور دوسرے لوگوں نے اتنے ہجوم کی موجودگی میں مولانا کو للکارا اور بک بک بھی کی۔ پھر بندوقیں نکال لیں لیکن مولانا اپنے پروانوں کے ہجوم نجوم میں تھے۔ مولانا نیازی کے ساتھی بھی رائفلیں لے کر دوڑ کے چھتوں پر چڑھ گئے اور وہاں پوزیشنیں سنبھال لیں۔ اس طرح کالاباغ کے آدمی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مولانا آگے بڑھتے گئے۔ جلسہ گڑبڑ ہو گیا۔ پھر مولانا نے اسی میدان میں ایک طرف ایک اور جلسہ کیا اور ببانگ دہل کہا کہ اس طرح کی گیدڑ بھبکیوں سے ہم نہیں ڈرتے۔

موسیٰ خیل میں قاتلانہ حملہ

دوسرا حملہ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۶۲ء کو موسیٰ خیل (ضلع میانوالی) میں اس وقت کرایا جب مولانا نیازی جامع مسجد میں ایک جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ نواب کالاباغ کے غنڈوں نے مسجد کے اندر فائرنگ کی۔ مولانا نے تقریر جاری رکھی۔ مسجد کی دیواروں پر گولیاں برسائی گئیں مگر اللہ تعالیٰ نے مولانا کو محفوظ و مامون رکھا۔ جب سرفروشان نیازی نے جوابی فائرنگ کی تو کالاباغ کے

غنڈے رفو چکر ہو گئے اور فائرنگ کا سلسلہ بند ہو گیا۔

میکلوڈ روڈ پر قاتلانہ حملہ

تیسرا حملہ ۱۷ ستمبر ۱۹۶۴ء کو دفتر روزنامہ "کوہستان" واقع میکلوڈ روڈ لاہور کے سامنے ہوا۔

چند روز بعد مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح (ف ۱۹۶۷ء) کی انتخابی مہم کے سلسلے میں موچی دروازہ کے باہر مسجد سے شمال کی طرف سڑک کے ساتھ جلسے کے لئے سٹیج لگایا گیا تھا۔ وہاں سے لے کر شاہ عالمی دروازے تک عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ گراؤنڈ میں بھی لوگوں کا اژدھام تھا۔ بہت بڑا مجمع تھا۔ تقریباً چار لاکھ حاضری تھی۔ اس جلسے میں مادر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے تقریر کی۔ ان کی تقریر کا اردو ترجمہ میاں محمود قصوری بار ایٹ لاء (ف ۱۹۸۷ء) نے کیا۔ پروگرام کے مطابق مادر ملت کے بعد خواجہ ناظم الدین سابق وزیر اعظم پاکستان (ف ۱۹۶۴ء) اور چوہدری محمد علی سابق وزیر اعظم (ف ۱۹۸۰ء) نے تقریریں کرنی تھیں۔ نماز عصر کا وقت بہت کم رہ گیا تھا۔ چنانچہ جب میاں قصوری نے اعلان کیا کہ اب خواجہ ناظم الدین (ف ۱۹۶۴ء) خطاب کریں گے تو مجمع اکھڑ گیا۔ لوگ اٹھ کھڑے ہو گئے۔ مادر ملت پہلے چلی گئی تھیں، ان کی اس روز کہیں اور جگہ اپوائنٹمنٹ تھی۔ اس پر قصوری صاحب نے کہا: نیازی صاحب! خدا کے لئے آگے آیئے، مجمع کو سنبھالئے!

نوب آف کالا باغ کو جلسہ عام میں للکارا

جب مولانا نیازی صاحب مائیک پر جلوہ گر ہوئے تو تمام لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ مولانا نے دونوں ہاتھوں سے لوگوں کو اشارہ کرتے ہوئے کہا: بیٹھئے، بیٹھئے۔ لوگوں کی محبت ہی مولانا کی تقریریں اور سرگرمیاں تھیں، جن کی وجہ سے عوام میں مولانا کا ایک احترام تھا۔ چنانچہ مجمع فوراً بیٹھ گیا۔ مولانا نے لوگوں کو گرمانے کے لئے تقریر کا آغاز کرتے ہوئے نواب کالا باغ کو للکارا اور فرمایا:

"لمبی لمبی مونچھوں اور موٹے موٹے بازوؤں سے کام نہیں چلے گا۔ تیری مونچھوں سے بغاوت ہو سکتی ہے، مگر کالی کملی والے محبوبِ رب العالمین کی زلفوں سے بغاوت نہیں ہو سکتی۔"

زمانہ دو تاریخیں مرتب کر رہا ہے۔ ایک میں یزیدوں کا ریکارڈ ہے، قاتلانہ حملے ہیں، یزید اور شمر کی تاریخ ہے۔ اس میں تمہارا نام بھی یزیدوں، ابن زیادوں اور شمروں کی فہرست میں شامل ہو گا اور ایک اسلام کی تاریخ

ہے، حسین رضی اللہ عنہ کی تاریخ ہے اور ہمارا نام انشاء اللہ تعالیٰ حسینیوں کی تاریخ میں لکھا جائے گا اور میں منصور حلاج کا ہمنوا ہو کر کہوں گا:

من حسین وقت و نااہلاں یزید و شمر من
روزگارم جملہ عاشورہ و منزل کربلا
کوہ ارادتم متزلزل نمی شود
لو بست الجبال ولو دکت السماء

مولانا نیازی کی اس ایمان افروز اور باطل سوز تقریر سے مجمع میں آگ سی لگ گئی، فضا نعرہ تکبیر سے گونج گونج اٹھی۔ لوگ دیوانہ وار نواب کالا باغ مردہ باد اور مرد حق مرد غازی، خان نیازی خان نیازی کے پر جوش نعروں کے گردان کرنے لگے۔ ایک عجیب سماں تھا، جو صرف دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ نہ الفاظ میں نقشہ کھینچا جا سکتا ہے اور قلم کو منظر کشی کا یارا ہے۔ جب یہ رپورٹ نواب کالا باغ کو پہنچی تو وہ آپے سے باہر ہو گیا۔

لکشمی چوک لاہور میں حملہ

یہ قاتلانہ حملہ اس جلسہ عام سے چند روز قبل ہوا تھا۔ مولانا نیازی "کوہستان" اخبار کے دفتر سے واپس آ رہے تھے، ساتھ دو نوجوان بھی تھے۔ سڑک پر آ کر مولانا نے ایک تانگے کو روکا اور اس کی اگلی سیٹ پر بیٹھنے لگے تو ایک آدمی سامنے سے تانگے کے اوپر چڑھنے لگا، مولانا نے اس کو روکا مگر وہ سیٹ پر مولانا کی دائیں جانب آ بیٹھا اور مولانا کو پکڑ لیا۔ دریں اثناء ایک دوسرا آدمی مولانا کی بائیں جانب آ کر بیٹھ گیا اور اس نے بھی مولانا کو پکڑ لیا۔ ایک تیسرے آدمی نے تانگے کی پچھلی سیٹ سے آ کر مولانا کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ مولانا اگلے دونوں آدمیوں سے خود کو چھڑا کر تانگے سے اتر آئے ان دونوں نے راکھ کی مٹھی مولانا کے چہرے پر ماری تاکہ انہیں وقتی طور پر کچھ دکھائی نہ دے۔ ان لوگوں کے پاس ریوالور بھی تھے۔ اس دھینگا مشتی کے دوران سڑک پر لوگ اکٹھے ہو گئے۔ مولانا دوڑ کر قریب کی ایک دکان میں داخل ہو گئے، دکاندار خوفزدہ ہو کر دکانیں بند کرنے لگے۔ مولانا نے دکانداروں سے کہا: "ٹھہرو! دکانیں بند نہ کرو، مجھے اندر آنے دو۔ مجھ پر قاتلانہ حملہ ہو رہا ہے۔" لوگ اکٹھے ہو گئے اور حملہ آور بھاگ گئے۔ اس کشمکش میں مولانا کے ہاتھوں، چہرے اور بازوؤں پر خراشیں آئیں۔

کالا باغ میں حملہ

چوتھا قاتلانہ حملہ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۴ء کو کالا باغ کے لاری اڈہ پر کرایا گیا۔ مولانا ایک عزیز کی تعزیت کے لئے عیسیٰ خیل جا رہے تھے کہ کالا باغ کے تین غنڈوں نے حملہ کر دیا۔ مولانا کے ہاتھ میں ڈانڈا تھا۔ مولانا نے خوب مقابلہ کیا تو وہ آگے آگے بھاگے اور پھر پتھراؤ شروع کر دیا۔ اتنے میں بس ڈرائیور نے بس سٹارٹ کر کے جانے کی کوشش کی۔ مولانا چلتی بس میں تیزی سے سوار ہو کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اس پر ایک غنڈے نے چلتی بس میں مولانا پر ریوالور کا فائر کیا جو بس پر لگا اور دوسرے غنڈے نے پندرہ سولہ کلو وزنی پتھر مارا جو ان کے سینے پر لگا۔ اس حملہ میں پتھراؤ سے مولانا کے ہاتھ اور بازو زخمی ہو گئے۔ اس حملہ کی بھی رپورٹ درج کرائی گئی مگر حسب سابق کوئی کارروائی نہ ہوئی۔ اس موقعہ پر مولانا کے ہمراہ خان محمد ظفر اللہ خان (ف ۱۹۹۵ء) اور صوفی محمد اکبر (ف ۱۹۷۲ء) بھی غنڈوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

جھوٹے مقدمے

جب یہ قاتلانہ حملے نظام مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس عظیم سپاہی کے حوصلے پست نہ کر سکے تو یونیورسٹی آرڈیننس کے خلاف طلبہ کی ایجی ٹیشن میں مولانا کے خلاف ایک کیس بنا دیا گیا۔ داستان یہ گھڑی گئی کہ مولانا نے یونیورسٹی کے نو طلبہ کو ساتھ لے کر پولیس والوں کی قیام گاہ پر ہلہ بول دیا، ان کی رائفلیں اٹھالیں، وردیاں اور دیگر سامان جلا دیا۔ ظالم و جابر گورنر امیر محمد خاں کے حکم پر مولانا کے خلاف ڈاکہ زنی کا کیس بنا کر ساہیوال اسٹیشن سے گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا اس روز کراچی سے لاہور واپس آ رہے تھے۔ پولیس سب انسپکٹر کراچی سے سوار ہوا اور ساہیوال وارنٹ دکھایا۔ تھانہ سول لائن میں مولانا پر بے تحاشا تشدد کیا گیا اور پچپن گھنٹے تک سونے نہ دیا گیا اور اذیت پہنچائی جاتی رہی۔ بالآخر تیسرے روز حبس بے جا کی درخواست پر ہائی کورٹ نے آپ کو ضمانت پر رہا کر دیا۔ نو طلبہ سمیت مولانا کے خلاف مقدمہ چلتا رہا۔ اسی دوران کشمیر کی جنگ شروع ہو گئی اور بالآخر ۱۹۶۵ء میں حکومت نے اپنی خفت مٹانے کے لئے یہ مقدمہ واپس لے لیا۔ (53)

صلح کی کوششیں

جب جبر و تشدد کے تمام ہتھکنڈے ناکام رہے تو نواب کالا باغ نے مولانا نیازی کو صلح و

مصالحت کے ذریعے رام کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور چار آدمی یکے بعد دیگرے مولانا کی خدمت میں بھیجے۔ پہلے ملک حق نواز خان ٹوانہ D.I.G پولیس آیا اور مولانا سے کہا تمہارا اس سے کیا جھگڑا ہے؟ وہ گورنر ہے، یہ ہے وہ ہے۔ مولانا نے کہا: وہ گورنر بنایا ہوا ہے ایوب خان کا، میں رسول اللہ ﷺ کا بنایا ہوا گورنر ہوں، دین کا خادم ہوں۔ میں قائم رہوں گا وہ ختم ہو جائے گا انشاء اللہ۔ اگر وہ صلح کرنا چاہتا ہے تو تم بیچ میں بیٹھ جاؤ۔ میں بھی بات کرتا ہوں وہ بھی بات کرے۔ جس کی زیادتی ہو وہ دوسرے سے معافی مانگے۔ اس پر حق نواز ٹوانہ نے کہا، نہیں وہ تو گورنر ہے۔ مولانا نیازی نے کہا: ہوتا رہے گورنر مجھے کیا پرواہ ہے اس کی۔

انصاف سے غرض ہے تو کیا زیبا ہے یہ بات
اسلام کا محاسبہ اور باطل سے درگزر!

دوسری بار بلوچ لیڈر میر جعفر خاں جمالی (ف ۱۹۶۷ء) کے ذریعہ حکومت کے ساتھ محاذ آرائی ترک کرنے کی ترغیب دی گئی۔ ان دونوں مولانا کا ٹیلی فون بھی ٹیپ کیا جاتا تھا۔ میر جعفر خاں جمالی فلیٹیز ہوٹل لاہور میں ٹھہرے تھے۔ مولانا نیازی ان سے ملنے کے لئے گئے تو نواب کالا باغ کو اس بات کی اطلاع مل گئی۔ نواب کالا باغ نے فون پر میر جعفر خاں جمالی سے کہا کہ نیازی صاحب تمہارے پاس آ رہے ہیں، ان کو کسی نہ کسی قیمت پر ضرور مناؤ۔ چنانچہ میر جعفر خاں جمالی نے مولانا نیازی سے کہا کہ آپ نواب کالا باغ سے صلح کر لیں۔ مولانا نے کہا کہ اس نے مجھ پر چار قاتلانہ حملے کرائے ہیں، اب صلح کس بات پر کی جائے؟ اس سے ڈر کر صلح کروں یا کسی لالچ میں آ کر صلح کروں؟ اس پر میر جعفر خاں جمالی خاموش ہو کر رہ گئے۔ مولانا نے مزید فرمایا کہ جمالی صاحب! میں باوقار صلح کے لئے ہر وقت تیار ہوں، گورنری کے رعب کو نہیں مانتا۔ چونکہ میر صاحب مرحوم و مغفور مولانا کی طبع غیور سے واقف تھے، اس لئے انہوں نے مولانا کے موقف کی تائید کی۔

تیسری بار ایک قاری صاحب جو گورنر ہاؤس میں نواب کالا باغ کے بچوں کو پڑھاتے تھے، مولانا نیازی کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ایک روز میں نواب کالا باغ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک دینی مسئلے پر بات ہوئی۔ میں نے کہا کہ میں یہ مسئلہ مولانا عبدالستار خان نیازی سے دریافت کروں گا۔ یہ سنتے ہی نواب کالا باغ بھنا کر بولا: ''نیازی کہاں سے عالم بن گیا؟'' اس پر میں نے کہا: ہمیں تو جب کوئی مسئلہ درپیش آتا ہے، ہم انہی سے پوچھتے ہیں۔ آپ جا کر انہیں منالیں۔ یہ

سن کر کالا باغ خاموش ہو گیا۔ پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد مجھ سے کہا:

"قاری صاحب! مجھے ڈر لگتا ہے، اگر خدا مجھے پکڑے گا تو اسی وجہ سے پکڑے گا ایک قلندر درویش کو میں نے ناحق ناراض کیا ہے۔"

یہ تھے نواب کالا باغ کے مولانا نیازی کے بارے میں دلی ریمارکس۔ پھر اس نے انہی قاری صاحب کو مولانا نیازی کے پاس بھیجا کہ نیازی صاحب سے کہو، وہ مجھ سے راضی ہو جائیں، مجھ سے صلح کر لیں مگر مولانا نیازی نے ایسے ظالم و جابر شخص سے صلح کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا۔

چوتھی بار ملک کے نامور صحافی میاں محمد شفیع (م ش) مولانا نیازی کے پاس آئے اور نواب کالا باغ کی طرف سے صلح کا پیغام دیا۔ میاں صاحب نے مولانا سے کہا کہ نواب کالا باغ نے صلح کرنے کے بعد آپ کو گوناگوں فوائد اٹھانے کی پیشکش کی ہے۔ مولانا نیازی نے جواباً کہا:

"میاں صاحب! ہم قلندر آدمی ہیں، ہم نے کیا فائدہ اٹھانا ہے؟ وہ ظلم کر کے تھک چکا ہے۔ لالچ دینا چاہتا ہے، لالچ اور ظلم ہمیں پسند نہیں ہیں۔"

ایوب خاں اور مولانا نیازی

ایوب خاں (ف ۱۹۷۴ء) نے مولانا نیازی کو کئی بار بالواسطہ ملاقات کی دعوتیں دیں مگر اس مرد قلندر نے مصلحت کوشی کو مسترد کیا اور برابر حق و صداقت کا پرچم لہراتا رہا۔ حکومت کی ہر غلط پالیسی پر اپنی مومنانہ فراست اور خداداد ذہانت سے ڈنکے کی چوٹ تنقید کرتے رہے، انہیں احقاق حق اور ابطال باطل سے کوئی طاقت نہ روک سکی۔(54)

۱۹۶۳ء میں صدر ایوب (ف ۱۹۷۴ء) نے سیاسی سرگرمیوں سے پابندی اٹھائی تو حزب اختلاف کے رہنماؤں نے "قومی جمہوری محاذ" (NATIONAL DEMOCRATIC FRONT) کے نام سے ایک تنظیم بنائی۔ سید حسین شہید سہروردی (ف ۱۹۶۳ء) نے مئی میں بمقام لکھیم ہاؤس کراچی اس کا اجلاس بلوایا۔ مولانا نیازی نے بھی اس میں شرکت کی۔ ایوب حکومت کو یہ اجلاس بالکل برداشت نہ ہو سکا اور اس میں شرکت کرنے والے رہنماؤں شیخ عبدالمجید سندھی (ف ۱۹۷۸ء)، ظہیر الحسن لاری (زیڈ ایچ لاری ف ۱۹۷۲ء)، میاں محمود علی قصوری (ف ۱۹۸۷ء)، خواجہ محمد رفیق شہید (ف ۱۹۷۲ء)، چوہدری غلام محمد (ف ۱۹۷۰ء)، محمود الحق عثمانی (ف ۱۹۹۵ء)، نوابزادہ نصر اللہ خاں، میاں طفیل محمد، سردار عطاء اللہ خان مینگل اور

مولانا نیازی کے خلاف بغاوت کا مقدمہ قائم کر کے گرفتار کر لیا گیا۔ سہروردی مرحوم چونکہ ان دنوں ہسپتال میں زیر علاج تھے لہٰذا ان کی گرفتاری عمل میں نہ آئی۔ لاری صاحب کو روز اول ہی اس مقدمہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔ باقی حضرات کو تھوڑے دنوں بعد ایک ایک کر کے ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ یہ مقدمہ بغاوت پورے تین سال چلتا رہا۔

مولانا نیازی جب اس مقدمہ کی تاریخ بھگت کر کراچی سے واپس آ رہے تھے تو ساہیوال ریلوے اسٹیشن پر آپ کو لاہور میں طلبہ کو مشتعل کر کے ہنگامہ کرانے کے الزام میں ایک بار پھر گرفتار کر لیا گیا۔

کالاباغ کا کارنامہ

۱۹۶۳ء میں ہی طلبہ نے یونیورسٹی آرڈیننس کے خلاف ہنگامہ کیا تو نواب کالا باغ نے اس میں مولانا نیازی کو بھی ملوث کرا دیا حالانکہ مولانا کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس کیس میں نو طالب علم تھے اور دسویں مولانا نیازی۔ بعد میں مقدمہ بغاوت میں مولانا کو گرفتار کر کے سنٹرل جیل ملتان لے گئے۔ پھر لاہور لے آئے۔ ان دنوں لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس منظور قادر (ف ۱۹۷۴ء) ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا نیازی ضمانت دیں کہ آئندہ یہ تقریر نہیں کریں گے۔ مولانا نے کہا کہ ہم ایسی ضمانت نہیں دے سکتے، اس پر ہائیکورٹ نے ضمانت نہ لی اور پھر سپریم کورٹ نے مولانا نیازی کی ضمانت منظور کر لی۔ دیگر لوگوں نے بھی یہی موقف اختیار کیا۔

کراچی بغاوت کیس میں مولانا نیازی اور دیگر رہنما تین سال تک تاریخوں پر کراچی جاتے رہے۔ تاریخ مہینے میں دو بار ہوتی تھی۔ پھر حکومت نے اس کیس کی سماعت کے لئے لاہور میں ایک سپیشل جج مقرر کر دیا تھا جو کراچی سے یہاں آ کر مقدمہ کی سماعت کیا کرتا تھا۔ ۱۹۶۶ء میں یہ کیس واپس لے لیا گیا۔(55)

ایم اے او کالج کے طلباء کی قیادت

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا طلباء کے ساتھ جس کیس میں مولانا نیازی کو ملوث کیا گیا تھا، اس میں الزام یہ تھا کہ طلباء نے ایم اے او کالج لاہور میں پولیس سے وردیاں چھین کر جلا دی تھیں، اسلحہ چھین لیا تھا۔ مولانا پر الزام تھا کہ وہ موقع پر موجود تھے اور لڑکوں کو مشتعل کر رہے تھے۔ ان دنوں

لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس عبدالعزیز خاں (ف ۱۹ء) تھے۔ مولانا نیازی کے جگری
حکیم محمد انور بابری (ف ۱۹۷۷ء) چیف جسٹس سے ملے اور کہا کہ جن لوگوں نے قیام پاکستان
کے لئے سردھڑ کی بازی لگادی تھی وہ آج کل جیلوں میں پڑے ہیں۔ پھر انہوں نے مولانا نیازی کا
ذکر کیا کہ گورنر امیر محمد خاں (ف ۱۹۶۷ء) انہیں اس طرح سے پریشان کر رہا ہے۔ اس پر چیف
جسٹس عبدالعزیز خاں نے کہا کہ میں تو ابھی پشاور جا رہا ہوں، میرے بعد جسٹس آر پی سن سماعت
کریں گے، چنانچہ جسٹس مذکور نے مولانا کی ضمانت لے لی۔

حکومت کی کوشش تھی کہ پولیس مولانا نیازی کو دوبارہ تھانہ سول لائنز لے جا کر تشدد کرے
کیونکہ ضمانت کے حکم نامے پر ابھی دستخط نہیں ہوئے تھے۔ جسٹس آر پی سن سماعت کے بعد
ریٹائرنگ روم جا چکے تھے۔ ادھر پولیس والے مولانا نیازی کو واپس لے جانے کا تقاضا کر رہے
تھے۔ حکیم محمد انور بابری نے اس موقع پر بڑی فراست اور جرأت و ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے
جسٹس شیخ محمد شفیع (ریٹائرڈ) سے درخواست کی کہ وہ جسٹس آر پی سن کے ریٹائرنگ روم میں جا
کر ضمانت کے حکم نامے پر دستخط کرالائیں، چنانچہ وہ گئے اور دستخط کرالائے۔ اس طرح پولیس کی
مولانا نیازی کو واپس حوالات لے جانے کی کوشش ناکام ہوگئی۔ پھر بابری صاحب نے پولیس
سے کہا، جاؤ، جاؤ۔ مولانا کا سامان ہم حوالات سے خود منگوالیں گے۔

یہ کیس چل رہا تھا کہ اسی دوران (۱۹۶۵ء میں) کشمیر میں جھڑپیں شروع ہوگئیں۔ طلبہ نے
حکومت سے درخواست کی کہ ان کے خلاف کیس واپس لے لیا جائے۔ مولانا نیازی کو بھی ایسی ہی
درخواست داخل کرنے کو کہا گیا۔ مولانا نے جواب دیا کہ میں درخواست نہیں کروں گا، حکومت
کیس چلائے۔ بالآخر حکومت نے طلبہ کے خلاف کیس واپس لے لیا۔ اس طرح مولانا نیازی کے
خلاف کیس بھی خود بخود واپس لے لیا گیا۔ (56)

مادر ملت کی انتخابی مہم

۱۹۶۴ء میں مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح (ف ۱۹۶۷ء) نے ایوب خاں (ف ۱۹۷۴ء) کے
مقابلے میں صدارتی الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا تو مولانا نیازی نے ان کے ساتھ پورے ملک
کے دورے کئے۔ اپوزیشن کے دوسرے رہنما بھی محترمہ مادر ملت کے ساتھ تھے۔ خیبر سے کراچی
تک تمام بڑے بڑے شہروں میں جلسے ہوئے جن میں مولانا نیازی نے اپنی شعلہ نوائی سے خرمن

باطل کو جلا کر رکھ دیا۔ میانوالی میں جو جلسہ عام منعقد ہوا، اس کی صدارت مولانا نیازی نے کی۔ یہ
بہت عظیم الشان جلسہ تھا، بہت بڑا ہجوم تھا۔ زبردست اجتماع تھا مگر اس کے باوجود لوگوں میں ڈسپلن
بہت تھا، مادر ملت کو قریب سے ایک نظر دیکھنے کے لئے لوگوں کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ مولانا نیازی
نے لوگوں سے کہا کہ اگر آپ کو واقع مادر ملت رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت ہے اور میرے لئے آپ
کے دلوں میں کچھ احترام ہے تو جب محترمہ رحمتہ اللہ علیہ سٹیج پر تشریف لائیں تو سب لوگ اپنی اپنی جگہ
پر بیٹھے رہیں اور جب وہ جانے لگیں، تب بھی ڈسپلن کو نہ توڑا جائے۔ چنانچہ جب مادر ملت رحمتہ اللہ
علیہ آئیں تو حیران ہوئیں کہ اس قدر ڈسپلن کس طرح قائم کیا گیا ہے۔

میانوالی میں قاتلانہ حملہ

اس جلسہ عام میں مادر ملت رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر کے بعد مولانا نیازی نے نہایت تند وتیز
تقریر کی۔ چنانچہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۴ء کو جب مولانا پر قاتلانہ حملہ ہوا تو مادر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے
فرمایا کہ یہ آپ کی میانوالی کی تقریر کی وجہ سے ہوا ہے۔ تمہاری وہ تقریر بہت سخت تھی، اس لئے وہ
(امیر محمد خاں) برافروختہ ہے۔ اس نے تم پر قاتلانہ حملہ کرایا ہے۔

مادر ملت کے اعزاز میں عشائیہ

۴ر اکتوبر ۱۹۶۴ء کو میاں بشیر احمد نے اپنی رہائش گاہ المنظر ۲۲۔ لارنس روڈ پر مادر ملت
رحمتہ اللہ علیہ کے اعزاز میں عشائیہ دیا جس میں خواجہ ناظم الدین اور چوہدری محمد علی اور مولانا
نیازی کو دعوت پر بلایا۔ مادر ملت رحمتہ اللہ علیہ کو خواجہ ناظم الدین اور چوہدری محمد علی پر پورا اعتماد تھا۔
وہاں باتیں ہوتی رہیں، ان دنوں تحریک میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ چند دنوں بعد خواجہ ناظم الدین
رحلت کر گئے۔

صدارتی انتخاب

صدارتی انتخاب کا رن پڑا، پولنگ ہوئی۔ ایوب خاں (ف ۱۹۷۴ء) نے سرکاری مشینری
کی مدد سے سنگین دھاندلی کی۔ جیت گیا۔ اس پر مادر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے کہا:

"ایوب خاں نے دھاندلی کی ہے، میں اس شکست کو نہیں مانتی، میں عوام
سے فیصلہ لوں گی اور تحریک جاری رکھوں گی اور بتاؤں گی کہ عوام کس کے

ساتھ ہیں۔''

مادرملت رحمتہ اللہ علیہ کا ارادہ تھا کہ وہ اس بددیانتی، دھاندلی اور زیادتی کے خلاف جدوجہد جاری رکھیں گی مگر بعض اپوزیشن لیڈروں نے جو سی او پی (کمبائنڈ اپوزیشن پارٹیز) میں شامل تھے، حامی نہ بھری۔ اس سے مادرملت رحمتہ اللہ علیہ کو خاصی مایوسی ہوئی۔ مولانا نیازی انہیں ملنے کے لئے ان کے دولت کدے پر کراچی گئے تو انہوں نے مولانا سے سیاستدانوں کے رویئے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ سیاستدان اس وقت تو میری قیادت پر متفق تھے مگر جب میں کہتی ہوں کہ اب (۱۹۶۵ء) میں تحریک چلاؤ تو یہ اس پر تیار نہیں ہیں۔''

دولتانہ پیدائشی سازشی ہیں

اس موقعہ پر مادرملت نے سیاستدانوں کے متعلق بڑے اہم ریمارکس دیئے تھے۔ میاں ممتاز علی خاں دولتانہ (ف ۱۹۹۵ء) کے متعلق کہا:

"DAULTANA IS A BORN CONSPIRATOR." (دولتانہ پیدائشی سازشی ہے)۔ مولانا مودودی (ف ۱۹۷۹ء) کے متعلق فرمایا:

''وہ مذہب کے لبادے میں سب سے زیادہ غیر مذہبی آدمی ہے۔ میں نے ایسا آدمی اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا۔ ایک روز یہ فتویٰ دیتا ہے کہ میں ملک کے صدر کی حیثیت سے کام کرنے کی اہل ہوں اور دوسرے روز کہتا ہے کہ مجھے تحریک کی قیادت سے الگ ہو جانا چاہئے، یہ بڑی عجیب بات ہے۔''

یہ لوگ اگر اس وقت ساتھ دیتے تو اسی وقت موومنٹ چل جاتی اور ایوب خاں (ف ۱۹۷۴ء) اس کے آگے ٹھہر نہیں سکتا تھا کیونکہ اس نے بڑے پیمانے پر سنگین دھاندلی کی تھی۔ (57)

۱۹۶۴ء کے انتخاب میں ایوب خاں (ف ۱۹۷۴ء) نے جس قدر دھاندلیاں کیں اور ملک امیر محمد خاں (ف ۱۹۶۷ء) گورنر مغربی پاکستان نے ظلم وستم کے بل بوتے پر جمہوریت کی جو مٹی پلید کی، وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ مولانا نیازی نے ۱۹۶۲ء کے مایوس کن حالات میں بھی حق وصداقت اور جمہوریت کی شمع روشن کی تھی جبکہ

میانوالی سے ملک امیر محمد خاں کے لڑکے ملک ظفر خاں کے مقابلہ میں آپ نے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا تھا مگر حکومتی امیدوار کو سازشوں، بدعنوانیوں اور دھاندلیوں کی بناء پر کامیاب قرار دیا گیا۔

اعلان تاشقند کے اثرات

اعلان تاشقند (۱۹۶۶ء) کے بعد مولانا نیازی نے ایوبی آمریت کے خلاف بڑے پیمانے پر تحریک چلائی۔ جگہ جگہ جلسوں اور جلوسوں سے خطاب کر کے آمریت کے بت کو پاش پاش کیا۔ ایوب خاں کی طرف سے کئی بار ملاقات کی دعوتیں ملیں مگر مولانا نیازی نے احتراز ہی کیا کیونکہ اس سے ملنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ مولانا نیازی نے مادی منافع اور دنیاوی مفادات کو ہمیشہ مسترد کیا اور بقول حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ ان کا نعرہ یہی رہا کہ:

خودی کو نہ دے سیم و زر کے عوض
نہیں شعلہ دیتے شرر کے عوض

ذوالفقار علی بھٹو

۱۹۶۷ء میں مولانا نیازی کی ملاقات ذوالفقار علی بھٹو (ف ۱۹۷۹ء) سے ہوئی جبکہ وہ پیپلز پارٹی بنانے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ یہ ملاقات میر رسول بخش تالپور (ف ۱۹۸۲ء) نے ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل لاہور میں کرائی۔ مولانا نے بھٹو سے کہا کہ مساوات محمدی ہمارا نعرہ ہے اور فقط یہی نعرہ ہے جس پر قوم کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ مولانا نے اپنی جماعت ''تحریک خلافت پاکستان'' کا حوالہ دیا اور مسٹر بھٹو ''خلافت پاکستان'' پر اپنا پروگرام دیا کہ اس کا مطالعہ کرو۔ ہمارا اپنا ایک پروگرام ہے، ہمارا ایک مجوزہ آئین ہے، نظام ہے۔ مسٹر بھٹو کی کوشش یہ تھی کہ مولانا نیازی کو اپنی طرف کھینچیں مگر مولانا کے دلائل و براہین اور منشور کے آگے وہ نہ ٹھہر سکا۔ اس کے بعد مسٹر بھٹو کی زبردست خواہش کے باوجود بھی مولانا سے اس کی ملاقات نہ ہو سکی۔ درمیان میں دوستوں نے بھرپور کوشش کی کہ مولانا پیپلز پارٹی میں چلے جائیں مگر ان کا یہی ارشاد تھا کہ ہم بھٹو کو نہیں مانتے۔

برو ایں دام بمرغ دگر نہ
کہ عنقار را بلند است آشیانہ

مادرملت کو خراج عقیدت

۱۹۶۸ء میں مولانا گرمیاں گزارنے کے لئے ایبٹ آباد (صوبہ سرحد) گئے، وہاں ۷/

جولائی کو مادر ملت مرحومہ مغفورہ (ف ۱۹۶۷ء) کا یوم وفات منایا گیا۔ جلسہ کی انتظامیہ نے مولانا نیازی کو بھی دعوت خطاب دی۔ مولانا نے اپنی مثالی حق گوئی و بیباکی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے حکومت کی خرابیوں اور زیادتیوں پر بڑی سخت تنقید کی۔ حق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخاب کرانے کا مطالبہ کیا۔ ایوب خاں پر واضح کیا کہ اسے اس ملک میں آمرانہ نظام قائم کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور اپنے دائیں بائیں جو مغرور اور متکبر لوگ جمع کر رکھے ہیں، ان کی غلط حرکتوں سے ملک برباد ہو جائے گا۔ مولانا نے مادر ملت رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے ملک میں جمہوریت کی بحالی پر زور دیا اور اس سلسلہ میں مرحومہ مغفورہ کی کوششوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ نسیم حجازی (ف ۱۹۹۶ء) بھی اس جلسہ میں موجود تھے۔

ایبٹ آباد میں نظر بندی

مولانا کی اس حق افروز اور باطل سوز تقریر پر ڈپٹی کمشنر ہزارہ، عبدالسلام نے صدر مملکت پر تنقید کرنے کے جرم میں ۱۲ رجولائی ۱۹۶۸ء کو گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل ایبٹ آباد میں ایک ماہ کے لئے نظر بند کر دیا۔ مولانا کے بھانجے ڈاکٹر محمد اقبال خاں نیازی، مولانا کے ساتھ ایبٹ آباد میں موجود تھے۔ میانوالی سے مولانا کے تایا زاد بھائی حکیم محمد عمر خاں نیازی (ف ۱۹۷۶ء) بھی وہاں پہنچ گئے اور ناجائز نظر بندی کے خلاف قانونی چارہ جوئی میں مصروف ہو گئے۔

میاں محمود علی قصوری کے دانتوں کا سیاسی علاج

میاں محمود علی قصوری (ف ۱۹۸۷ء)، ارباب سکندر خاں خلیل (ف ۱۹۸۲ء) سابق گورنر سرحد، ذکی الدین پال سابق جج پنجاب ہائیکورٹ اور مفتی محمد ادریس ایڈووکیٹ ہائی کورٹ آف ایبٹ آباد جیسے ممتاز قانون دانوں نے پشاور ہائیکورٹ میں جسٹس ارباب فیض اللہ خاں کے سامنے اس نظر بندی کے خلاف رٹ پٹیشن پیش کی۔ سماعت کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ میاں محمود علی قصوری ان ہی دنوں ریاست سوات تشریف لے گئے اور منگورہ کے سوات ہوٹل میں مقیم تھے۔ نصف شب کو انہیں داڑھ کا شدید درد لاحق ہو گیا۔ میڈیکل سٹور پر پھرتے رہے، نہ کوئی ڈاکٹر ملا اور نہ کوئی دوا ساز کمپونڈر۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر انہوں نے اسی وقت لاہور میں مولانا نیازی کے جگری دوست حکیم محمد انور بابری (ف ۱۹۷۷ء) کو ۵۲۳۲۲ پر فون کیا اور اپنی تکلیف سے آگاہ کیا۔

حکیم صاحب نے جواب دیا کہ کل پشاور ہائی کورٹ میں ''مرد مومن مرد غازی مولانا نیازی''

کی رٹ پیش ہو رہی ہے اور آپ سوات کی سیر و سیاحت پر پھر رہے ہیں۔ داڑھ کا درد تمہیں اپنی ذمہ داری کی یاد دہانی کے لئے ہوا ہے۔ ویسے آپ روحانی تصرفات کو مانیں یا نہ مانیں، ہمیں بزرگان دین نے چند کلمات سکھائے ہیں، آپ اسی وقت اپنی داڑھ کو انگلیوں سے پکڑیں، میں یہاں سے دم کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ درد کافور ہو جائے گا۔

میاں محمود علی قصوری (ف ۱۹۸۷ء) بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسی وقت داڑھ کو انگلیوں سے پکڑا اور ادھر حکیم صاحب نے دم پڑھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے فون پر فرمایا کہ اب داڑھ کو چھوڑ دو اور بتاؤ کہ درد کا کیا حال ہے؟ قصوری صاحب نے جواب دیا کہ درد کلی طور پر دور ہو چکا ہے۔ یہاں یہ دلچسپ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ روحانی تصرفات کے لئے زمان و مکان کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔

خرد ہوتی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں لا الہ الا اللہ

اگر چہ قانونی کارروائی میں کافی دیر لگ گئی۔ مہینہ ختم ہونے میں بس دو چار دن باقی تھے تاہم عدالت نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ نظر بندی کا آرڈر سراسر غلط اور بے بنیاد ہے، مولانا نیازی کو فوراً رہا کیا جائے۔

نظر بندی کے روحانی فوائد

اس نظر بندی میں مولانا نیازی کو کئی فائدے پہنچے مثلاً:۔

(۱) وہ اپنے ساتھ مطالعہ کے لئے جو مختصر سی لائبریری لے گئے تھے اس کا انہوں نے بخوبی مطالعہ کیا۔ ''اسلام کا نظام حکومت کیا ہے؟'' اس موضوع پر مطالعہ کا خوب موقعہ ملا۔

(۲) پھر ایک مہینہ جو انہوں نے ایبٹ آباد گزارنا تھا وہ اسی پر فضا خوشگوار ماحول میں گزارا اور آرام میسر رہا۔

(۳) ان سب سہولتوں کے ساتھ ساتھ عبادت کے لئے وافر وقت ملا اوراد و وظائف پر سکون ماحول میں کئے گئے اور سب سے زیادہ روحانی لذت و سرور یوں حاصل ہوا کہ ایک لاکھ بار درود ابراہیمی پڑھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ انوار و تجلیات کا دروازہ کھل گیا ہے۔

اسی نظر بندی کے دوران ان کے عظیم دوست مولانا محمد ابراہیم علی چشتی کا انتقال ہو گیا۔ مولانا نے باہر سے پھل اور مٹھائیاں وغیرہ منگوا کر ان کے لئے فاتحہ خوانی کرائی، ختم قرآن پاک کرایا اور

ان کے ایصال ثواب کے لئے نوافل وغیرہ ادا کئے اور محفل ایصال ثواب منعقد کی۔ المختصر قید و بند کی یہ صعوبتیں مولانا کو احقاق حق اور ابطال باطل سے باز نہ رکھ سکیں۔(58)

ایوب خاں (ف ۱۹۷۴ء) کے خلاف تحریک میں مولانا نیازی کا نعرہ یہ تھا ''حق بالغ رائے دہی'' کو بحال کیا جائے۔ بنیادی جمہوریت کا نظام ہمیں منظور نہیں۔ چنانچہ ایوب خاں کے ساتھ سیاسی لیڈروں کے مذاکرات ہوئے، وہ ساری باتیں مان گیا۔ سیاسی رہنماؤں نے شیخ مجیب الرحمٰن (ف ۱۹۷۵ء) کی رہائی کا مطالبہ کیا جو مان لیا گیا مگر مجیب کو جیل سے نکال کر مذاکرات میں شریک نہیں کیا گیا۔

یہ عظمتیں ہیں مقدر کی کسی کے لئے

۱۹۶۸، ۶۹ء میں ایک روز مولانا نیازی معمول کے مطابق نماز تہجد سے فارغ ہوئے تو انہیں نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ مولانا نے جو نقشہ دیکھا اس کے مناظر کچھ یوں تھے کہ میدان عرفات میں جبل نور کی طرف سے ایک ہجوم آ رہا ہے، اس ہجوم کی قیادت حضور ﷺ فرما رہے تھے۔ مولانا نیازی اور ان کے رفقاء جنوب کی جانب کھڑے ہیں۔ حضور ﷺ اس جلوس میں نمایاں ہیں۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک روشن، سرخ اور سفید ہے اور اس پر سرخی غالب ہے۔ دھوپ پڑنے سے چہرہ مبارک اور چمک رہا ہے۔ جب جلوس قریب آیا تو مولانا قدم بوسی کے لئے حاضر خدمت ہونا چاہتے تھے کہ ایک آدمی آپ ﷺ سے لپٹ گیا۔ اس کے لپٹنے کے تھوڑی دیر بعد حضور ﷺ نے اسے ایک طرف کر کے چھوڑ دیا۔ مولانا نیازی نے جلدی سے دوڑ کر قلابہ مار لیا اور آپ ﷺ سے لپٹ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے تھوڑی دیر مولانا نیازی کی طرف دیکھنے کے بعد توجہ فرمائی اور ارشاد کیا کہ ''درود شریف کی کثرت کیا کرو۔'' اس کے بعد مولانا کو چھوڑ دیا اور پھر ہجوم ہو گیا۔ اس کے بعد صفیں بنائی گئیں۔ حضور ﷺ نے نماز پڑھائی۔ مولانا نیازی نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور پھر دیکھا کہ ان کے دائیں بائیں دوست بھی موجود ہیں۔(59)

مشرقی پاکستان دورہ

۱۹۶۹ء مولانا نیازی نے مشرقی پاکستان کا دس روزہ دورہ کیا تا کہ بنگالیوں اور غیر بنگالیوں

کے اختلافات ختم کرانے کی کوشش کی جائے اور ان میں مستقل طور پر اخوت و مودت کی فضا پیدا کی جائے۔ مولانا نے ڈھاکہ کے علاوہ کومیلا کے حالات کا بھی جائزہ لیا اور بخوبی محسوس کیا کہ بنگالیوں کی جانب سے غیر بنگالیوں کے خلاف ایک تحریک موجود ہے۔ مولانا نے اختلاف ختم کرانے کی بھرپور کوشش کی۔ جلسوں میں اتحاد پر زور دیا۔ لوگوں کو سمجھایا گیا۔ پلٹن میدان ڈھاکہ میں عید میلاد النبی ﷺ کے عظیم الشان جلسے سے خطاب کیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن (ف ۱۹۷۵ء) سے دھان منڈی میں ان کے بنگلہ میں ملاقات کی۔ شیخ مجیب الرحمٰن کے علاوہ علامہ راغب احسن (ف ۱۹۷۵ء)، دیوان عبدالباسط (ف ۱۹۸۷ء) اور دوسرے رہنماؤں سے بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ سید حسین شہید سہروردی (ف ۱۹۶۳ء) کی صاحبزادی بیگم اختر سلیمان (ف ۱۹۸۲ء) بھی وہاں موجود تھیں، مولانا نیازی ان سے بھی ملے اور بنگالیوں اور غیر بنگالیوں کے درمیان حائل شدہ خلیج کو پاٹنے کی پوری پوری کوشش کی۔ شیخ مجیب الرحمٰن (ف ۱۹۷۵ء) نے بوقت ملاقات مولانا نیازی سے کہا کہ بنگالیوں اور غیر بنگالیوں کو آپس میں گھل مل جانا چاہئے، کلچر اور زبان جیسے اختلاف ختم ہونے چاہئیں۔ باہم رشتہ داریاں قائم کی جائیں تا کہ امتیازات مٹ جائیں۔

مشرقی پاکستان میں ملٹری ایکشن

پھر جب ملٹری ایکشن ہو رہا تھا تو مولانا نیازی نے اس کی بھرپور مخالفت کی اور کہا کہ اس کی بجائے مسئلے کا حل سیاسی ہونا چاہئے۔ شیخ مجیب الرحمٰن (ف ۱۹۷۵ء) نے اپنے چھ نکات کے متعلق خود بھی کہا کہ یہ الہامی چیز نہیں ہیں، ان میں ترمیم و اضافہ کیا جا سکتا ہے، ان پر گفتگو ہو سکتی ہے۔ مولانا نیازی کی رائے یہ تھی کہ بات چیت کے ذریعے ان میں ترمیم کر لی جانی چاہئے مگر وہ نہ ہو سکی۔ مولانا نیازی ملٹری ایکشن کے خلاف تھے ان کا یہی نظریہ تھا کہ ملک کو سیاسی تصفیہ کے ذریعے بچایا جا سکتا ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ ملک ملٹری ایکشن کے بغیر متحد نہیں رکھا جا سکتا۔(60)

دینی علوم کی کانفرنس

۱۹۶۹ء ہی میں ''مرکزی حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی کی تجاویز'' (PROPOSALS FOR A NEW EDUCATIONAL POLICY OF CENTRAL GOVERMENT) پر غور و فکر کے لئے مولانا نیازی کی تحریک پر ۱۳ر جولائی کو علمائے اہلسنت

وجماعت مغربی پاکستان کا ایک اجلاس جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور (حال فیصل آباد) میں نو بجے صبح منعقد ہوا۔ جس میں مدارس دینیہ کے تقریباً دوصد نمائندے اور سربرآوردہ علمائے کرام نے شرکت کی۔ اجلاس دو بجے تک جاری رہا۔ حاضرین ومقررین نے نئی تعلیمی پالیسی پر اپنا نقطہ نگاہ پیش کیا۔ کافی بحث وتمحیص کے بعد ایک جائزہ کمیٹی قائم کی گئی جس کا دوسرا اجلاس مورخہ ۲۰ر جولائی ۱۹۶۹ء کو ۹ بجے صبح جامعہ نعمانیہ لاہور میں انعقاد پذیر ہوا۔ حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (ف ۱۹۷۸ء) شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور نے صدارت کے فرائض سر انجام دیئے۔ مغربی پاکستان کے اطراف واکناف سے دینی مدارس نے اپنی تجاویز بھیجیں جنہیں زیر بحث لایا گیا اور تعلیمی کمیٹی نے تنقید وتبصرہ کے نکات مرتب کئے اور رپورٹ کے مسودہ کو آخری شکل دینے کے لئے ایک سات رکنی ''سب کمیٹی'' قائم کی گئی۔ اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل تجاویز بشکل تنقید وتبصرہ ''وزارت تعلیم مرکزی حکومت اسلام آباد'' کو ارسال کیں۔

ارکان جائزہ کمیٹی

(۱) حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد شاہ (ف ۱۹۷۸ء) شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور۔

(۲) مجاہد ملت حضرت مولانا علامہ محمد عبدالستار خاں نیازی ایم، اے سابق ایم پی اے، سابق صدر شعبہ اسلامیات اسلامیہ کالج لاہور۔

(۳) شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی (ف ۱۹۷۰ء) وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ۔

(۴) حضرت مولانا محمد شریف رضوی شیخ الحدیث مظہر العلوم ملتان۔

(۵) حضرت مفتی سید مسعود علی قادری (ف ۱۹۷۳ء) نائب مہتمم مدرسہ انوار العلوم ملتان۔

(۶) حضرت مفتی ظفر علی نعمانی مہتمم دار العلوم امجدیہ کراچی۔

(۷) حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ نعیمی (ف ۱۹۸۳ء) شیخ الجامعہ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال۔

(۸) ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ (ف ۱۹۹۸ء) شیخ الجامعہ، جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا۔

(۹) حضرت علامہ محمد عبدالمصطفیٰ ازہری شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی (ف ۱۹۸۹ء)۔

(۱۰) حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول مہتمم جامعہ رضویہ لائل پور (حال فیصل آباد)۔

(۱۱) حضرت مولانا محمد حسین شوق (ف ۱۹۸۵ء) مہتمم مدرسہ محمودیہ رضویہ پپلاں ضلع میانوالی۔

(۱۲) حضرت مولانا غلام فخر الدین گانگوی (ف ۱۹ء) میانوالی شہر۔

(۱۳) حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی جامعہ نعیمیہ لاہور (ف ۱۹۹۸ء)

(۱۴) حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی (ف ۱۹۷۳ء) شیخ الجامعہ دار العلوم نعمانیہ لاہور۔

(۱۵) حضرت مولانا عطاء محمد بندیالوی (ف ۱۹۹۸ء) مدرسہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف ضلع سرگودھا۔

(۱۶) حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ، مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم جامعہ رضویہ راولپنڈی۔

(۱۷) حضرت مولانا سید محمد جلال الدین شاہ (ف ۱۹۸۵ء) شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ بھکھی شریف ضلع گجرات۔

(۱۸) حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی (ف ۱۹۸۵ء) شیخ الحدیث مدرسہ احسن البرکات حیدرآباد سندھ۔

(۱۹) حضرت مولانا قاضی عبدالنبی کوکب (ف ۱۹۷۸ء) ایم اے لاہور۔

(۲۰) حضرت مولانا علامہ غلام علی اوکاڑوی (ف ۲۰۰۰ء) شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑہ۔

سات رکنی سب کمیٹی کے ارکان

(۱) مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی ایم اے، سابق ایم پی اے وسابق صدر شعبہ اسلامیات اسلامیہ کالج لاہور (چیئرمین کمیٹی)۔

(۲) علامہ سید محمود احمد رضوی (ف ۱۹۹۹ء) ناظم دار العلوم حزب الاحناف لاہور۔

(۳) مولانا علامہ محمد شریف رضوی شیخ الحدیث مظہر العلوم دولت گیٹ ملتان۔

(۴) حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی مدرسہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف ضلع سرگودھا (ف ۱۹۹۸ء)۔

(۵) حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں دار العلوم جامعہ نعمانیہ لاہور (ف ۱۹۷۳ء)۔

(۶) حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب امیر و شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور (ف ۱۹۷۸ء)۔

(۷) حضرت مولانا علامہ اللہ بخش صدر المدرسین مدرسہ شمس العلوم مظفریہ رضویہ واں بھچراں ضلع میانوالی۔

تنقید و تبصرہ

سنٹرل گورنمنٹ کی نئی تعلیمی پالیسی میں یہ اعتراف بجا ہے کہ جدید نظام تعلیم کی وجہ سے ملی اجماعیت قائم نہیں ہو سکی۔ قومی تعمیر و ترقی میں نظام تعلیم نے صحیح کردار ادا نہیں کیا، بیکاری اور بے روزگاری بڑھ گئی ہے اور تعلیمی میعار بے حد پست ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملت کے اندر علماء مفکرین اور منتظمین کا قحط الرجال ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ بموجب رپورٹ جدید نظام تعلیم کا مقصد انگلشیہ کے لئے کلرک، بابو، منشی، پیشکار اور کارندے پیدا کرنا تھا۔ جیسا کہ سر ڈبلیو ولیم ہنٹر (SIR W.W. HUNTER) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' (OUR INDIAN MUSALMANS) میں لکھا ہے کہ:۔

> ''لارڈ میکالے کے مرتب کردہ نظام تعلیم کی وجہ سے ایک ایسا طبقہ وجود میں آ گیا جو خون اور پوست کے اعتبار سے تو ہندوستانی تھا، لیکن مذاق، رائے، اخلاق اور فہم کے اعتبار سے فرنگی تھا۔''
>
> اسی مصنف نے اپنی مذکورہ بالا کتاب میں آگے چل کر ایک ایسے کا ذکر کیا ہے کہ: ''میکالے کے نظام تعلیم نے ہندوستان کے اندر ایک شاندار روایات کی حامل قوم (امت مسلمہ) کو بے وقعت بنا کر رکھ دیا۔''

رپورٹ کا یہ حصہ بھی ٹھیک ہے کہ دینی نظام تعلیم، ملی تشخص اور دینی عقائد و نظریات کے تحفظ کے لئے وجود میں لایا گیا تھا اور اس نظام تعلیم نے اعلیٰ درجے کے مفکر، علماء، فضلاء اور منتظمین سلطنت پیدا کئے لیکن علماء اہلسنت کی یہ تعلیمی کمیٹی رپورٹ کے اس حصے سے اختلاف کرتی ہے کہ دینی نظام تعلیم بھی ملی امنگوں اور آرزوؤں کو پورا نہ کر سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ انگریز کی عملداری سے قبل ہندوستان میں چپے چپے پر دینی مدارس موجود تھے۔ انہی مدارس کے فارغ التحصیل علماء پورے نظم مملکت میں دخیل تھے۔ عسکری، انتظامی، قانونی، اخلاقی، دینی حتیٰ کہ بین الاقوامی

معاملات کے لئے بھی مدارس ماہرین فنون مہیا کرتے رہے۔ ان مدارس کا نظام تعلیم اور نصاب تعلیم اس قدر جامع و مانع تھا کہ اس میں جہاں اصول و مسلمات دین کی تعلیم کی اعلیٰ ترین کتب شامل تھیں وہاں عصری تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے بھی منطق، فلسفہ، ریاضی، اقلیدس، علم طلب وغیرہ کے مضامین شامل تھے۔ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم نے بیک جنبش قلم اس ملک کے اندر دنیاوی فوز و فلاح اور اعزاز و اکرام کا معیار انگریزی تعلیم کو بنا دیا اور یوں دینی مراکز کو بے وقعت بنا کر ہمارے تہذیبی، ثقافتی اور روحانی مراکز اور اداروں پر بھی یلغار کی گئی۔ وہ دن ہے اور آج کہ ہمارے خلاف ایک منظم سازش جاری ہے اور بقول حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ:

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

یہ بات ہم بلاخوف تردید کہتے ہیں کہ اگر دینی نظام تعلیم کی پھیلائی ہوئی ایمانی روشنی نہ ہوتی اور مسلمانوں کی مجلسی زندگی کتاب و سنت کے اثرات کے حامل نہ ہوتی تو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا یہ مطالبہ کہ:

> ''ہم مسلمان جداگانہ تہذیب، جداگانہ تمدن، جداگانہ ثقافت، جداگانہ قانون، جداگانہ اقتصادی تصورات، جداگانہ اقدار حیات، جداگانہ ملی روایات، جداگانہ ملی عزائم اور جداگانہ اسماء و صفات اور تقویم و عبادت کی وجہ سے ایک علیحدہ قوم ہیں اور اس لئے ہم ایک علیحدہ خطہ ارضی یعنی پاکستان چاہتے ہیں تاکہ وہاں پر بلاشرکت غیرے اور سہیم احدے ہم مکمل ملی زندگی بسر کر سکیں۔''

حقیقت کا جامہ نہ پہن سکتا تھا۔ اس نظام تعلیم میں کوئی نقص، کوئی خامی اور کوئی کمزوری نہیں ہے۔ یہ نظام تعلیم جو اپنے دیس میں پردیسی بن چکا ہے، مطالبہ کرتا ہے کہ اس کے خلاف لادینی سازش کو ختم کر کے اس کی تائید و حمایت کے اسباب و وسائل فراہم کئے جائیں۔ اس کی ہیئت ترکیبی میں کسی قسم کی مداخلت روا نہ رکھی جائے۔ البتہ ایسے نئے مضامین اور علوم کے اضافے کا ہم خیر مقدم کریں گے جو دینی مقاصد کی تکمیل کے لئے تائید و تقویت کا باعث بن سکیں۔ اس سلسلے میں بھی علماء اہلسنت و جماعت کی یہ کمیٹی ہر مرحلے پر اپنے جامع و مانع نظام تعلیم کا مفید نصاب پیش

کرے گی۔ مثلاً دسویں تک اسلامیات کا کیا نصاب ہو، ایف اے میں کیا ہو، بی اے میں کیا ہو اور ایم اے میں کہاں تک اس کی توسیع کی جائے۔

جہاں تک درس نظامیہ کی افادیت واہمیت کا تعلق ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ حدیث، فقہ، تفسیر اور علم کلام کی متداولہ کتب کو پڑھے بغیر کوئی شخص سند فضیلت حاصل نہیں کر سکتا۔ جدید علوم کے اضافے کا مطلب بھی یہ ہے کہ موجودہ مضامین کو پورے اہتمام کے ساتھ پڑھایا جائے۔ منطق، فلسفہ، طبیعات اور ریاضیات کی نئی کتب کو جلد از جلد اردو زبان میں منتقل کر دیا جائے۔ ان علوم کی مروجہ اصطلاحات کو باقی رکھ کر ہی ہم متقدمین کی تصنیفات کو سمجھ سکتے ہیں۔ اسی طرح قدیم انداز تحریر کے مطابق حدیث، فقہ، تفسیر، علم کلام حتیٰ کہ تصوف کی کتب اور ان کی تشریحات اکثر فلسفہ کی مصلحات میں لکھی گئی ہیں اور ان میں بھی قدیم فلسفہ اور منطق مروج ہے۔

المختصر اس کمیٹی کا مشورہ یہ ہے دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں کوئی کتر بیونت روا نہ رکھی جائے۔ اضافی علوم میں فلسفہ، منطق، ہیئت، طبیعات، مابعد الطبیعات (جو درس نظامیہ میں پڑھائے جاتے ہیں) میں جدید تحقیقات کو شامل کیا جائے اور ان کے علاوہ دیگر ضروری مضامین کو قبول کرنے میں کوئی اعتراض نہیں۔

زیر بحث رپورٹ میں قدیم اور جدید طبقات میں وحدت اور یک جہتی پیدا کرنے کے لئے نظام تعلیم کا ایک ایسا منصوبہ پیش کیا گیا ہے جس میں دسویں جماعت تک اسلامیات لازمی ہوگی اور آئندہ اختیاری نیز کلیات میں اسلامی علوم پر ریسرچ کا انتظام کیا جائے گا۔ جو طلبہ ریسرچ کرنا چاہئیں گے ان کے لئے ہر ممکن سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔

قطع نظر اس کے کہ اجماعی منصوبہ تعلیم کیا ہوگا اور قدیم وجدید نظام ہائے تعلیم کو کن اصول و ضوابط کے ماتحت مدغم کیا جائے گا۔ اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اسلامیات کا مفہوم کیا ہے۔ نیز اس رپورٹ میں اکثر مقامات پر اسلام، اسلامی تصورات، اسلامی آئیڈیالوجی اور اسلامی ثقافت کا جو ذکر ہوا ہے اس سے مرتبین رپورٹ کی کیا غرض ہے۔ جب تک ان مصطلحات کے معانی متعین نہ کئے جائیں غلط مبحث باقی رہے گا۔ کہیں موہنجوداڑو اور گندھارا کو اسلامی تہذیب کے نام پر پیش کیا جائے گا اور کہیں رقص بدن کے خم وپیچ، فنون لطیفہ کے نام پر بت تراشی کو ثقافت تسلیم کرایا جائے گا۔

ہمیں خوشی حاصل ہوئی کہ موجودہ حکومت نے قدیم وجدید اذہان کے بعد کو دور کرنے اور اسلامی اقدار حیات کو نئے نظام تعلیم میں داخل کرنے کا عزم بالجزم کیا ہے۔ ہم کسی بحث ومناظرہ کا باب کھولے بغیر مثبت انداز میں اسلام، اسلامی تصورات، اسلامی آئیڈیالوجی اور اسلامی ثقافت کو مندرجہ ذیل چھ مثبت اور تین منفی اصولوں میں پیش کرتے ہیں۔ انہی اصولوں پر ہمارا آئین مرتب ہوگا۔ یہی ہماری ملی زندگی کا سرچشمہ ہوں گے اور ہمارا نظام تعلیم بھی انہیں کی روشنی میں مرتب کیا جائے گا۔

مثبت اصول

(۱) قطعیت فرامین کتاب

حقیقی خالق، مالک، حاکم اور منصف اللہ ہے۔ قرآن اللہ کی آخری نازل کردہ کتاب ہے، اسی لئے قانون سازی، عدالت، نظم ونسق اور حکومت کے ہر فیصلے کے لئے قرآن اولین منبع اقتدار اور برترین فرماں روا ہوگا۔

(۲) ختمیت احکام رسالت

زندگی کے ہر پہلو کے متعلق اللہ کے احکام پہنچانے کے لئے اس کے آخری بلاواسطہ نائب جناب خاتم النبیین والمرسلین محمد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔ اس لئے ان کے احکام، اعمال اور روایات، حدیث وسنت سے متعلقہ علوم کے مطابق ان کی فرضیت کا درجہ مقرر کرنے کے بعد حکومت کے ہر شعبہ کے لئے دوسرا واجب التعمیل ماخذ اور وسیلہ اقتدار ہوں گے۔

(۳) توسل منہاج خلافت

جب کبھی کتاب وسنت کا مفہوم متعین کرنے میں اختلاف رائے پیدا ہو تو صحابہ کرام، آئمہ، فقہاء اور سلف صالحین کی تفاسیر، تصریحات، اجتہادات اور فتاویٰ کے جو تقاضے ہنگامی نہ تھے، فقہ کے اصولوں کے مطابق بتدریج مدون ومرتب کر کے بحیثیت ایک ایسے اجماع ماضیہ کے ترجمان کے، جو آج بھی اسلامی اعتقاد کے جواز کا تسلسل رسول ﷺ اور پھر اللہ سے اخذ کرنے میں ایک سبقت والی کڑی کا مرتبہ رکھتا ہے، منفرد فیصلوں یا نتائج تک پہنچتے ہیں بطور تیسرے ماخذ اور بنائے نفاذ کے قابل تقلید ہوں گے۔

(۴) اتباع مسلک اجماع

مذکورہ بالا تینوں اصولوں کے ماتحت مخصوص یا قطعی قوانین استخراج میں ہر قسم کے اختلافات رائے کا تصفیہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ان اصحاب الرائے (رائے دہندگان) کی کثرت رائے سے کیا جائے گا جنہوں نے اپنی عادات میں اتباع رسول مقبول ﷺ اور ضروری علوم دینی اور دنیاوی میں دستگاہ کی بناء پر اہل الرائے کا منصب حاصل کرلیا ہوگا۔

(۵) اطاعت فتویٰ و فیصلہ

ہر مقدمہ میں مسلک اجماع کے مفہوم کے متعلق ہر قسم کے اختلافات کا آخری فیصلہ آئینی یا قانونی امور میں مفتی کی متعلقہ عدالت اور واقعاتی امور میں قاضی کی متعلقہ عدالت بحیثیت ایک آزاد اور واجب الاطاعت منصف کے کرے گی جس کا احاطہ اختیارات حکومت، ارباب حکومت اور ہر ادارے یا فرد پر حاوی ہوگا۔

(۶) تمسک میثاق بیعت

ہر معاشرتی، سیاسی، آئینی، قانونی، تعلیمی اور انتظامی ذمہ داری اور اختیار کی بنا اس پر مسلمہ انفرادی اور اجتماعی میثاق بیعت پر ہوگی جو ریاست کا ہر باشندہ شہریت کے رجسٹر میں نام درج کراتے وقت آئین کے چھ مثبت اور تین منفی اصولوں کی وفاداری اور فرماں برداری کا حلف اٹھا کر قبول کرے گا۔

منفی اصول

(۱) امتناع فرعونیت (شرک، ظلم)

سرکاری اختیارات یا سرکاری اختیار کے بہانے انفرادی اقتدار سے کسی شخص یا گروہ کی آزادیٔ کردار پر کوئی پابندی سوائے آئین، قانون یا معاہدہ قانون کی تعمیل کے عائد نہ کی جائے گی۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ جبر کی نوعیت، مقدار اور طریقہ کہاں تک جائز تھا۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو اقتدار کو استبداد یا بیداد کی غرض سے استعمال کرے۔ بشرطیکہ متعلقہ عدالت میں اقتدار کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں شرک کی ممانعت اور فرعون کی مثال استبداد کا مفہوم واضح کر دیتی ہے۔

(۲) امتناع قارونیت

سرکاری دولت، سرکاری دولت کا اثر یا انفرادی دولت کسی شخص کی دولت کی مقدار یا قیمت بڑھانے یا گھٹانے کے لئے استعمال نہ کی جائے گی۔ نہ ہی کسی شخص کے دولت کمانے کے امکانات پر پابندی حائل ہونے دی جائے گی سوائے اس صورت کے کہ آئین، قانون یا معاہدہ قانون کی تعمیل میں اس کی ضرورت محسوس ہو۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ آیا کسی اقتصادی کارروائی کی نوعیت، حدود اور طریقے جائز ہیں یا نہیں۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کی مرتکب ہو۔ بشرطیکہ استعمال یا ذخیرہ کا عدم جواز اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت متعلقہ عدالت میں ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں ظلم، اکتناز اور سود کی ممانعت اور قارون کی مثال، دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کا مفہوم واضح کرتی ہے۔

(۳) امتناع یزیدیت (تلبیس ونفاق)

اسلامی اصطلاحات کسی شخص، گروہ یا طبقہ کے غیر اسلامی اعتقادات، مفاد یا تجاویز کے تحفظ، تقویت یا فروغ کے لئے استعمال نہ کی جائیں گی۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں فیصلہ کرے گی کہ آیا کسی قول، فعل یا رویہ سے دین کے لئے تلبیس کا ارتکاب ہوتا ہے یا نہیں۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا بلکہ اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا مقابلہ کرے جو اسلام کے دعاوی کو ناجائز مفاد کے لئے آڑ بنا کر استعمال کر رہی ہو بشرطیکہ بعد میں عدالت کے سامنے اسلام کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کے طریقہ کی مناسبت ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں منافقت کی مذمت اور ممانعت اور اسلامی تاریخ میں یزید کی مثال واضح کر دیتی ہے کہ اسلامی اصطلاحات کے اصل مفہوم سے ہٹ کر اس کے ناجائز استعمال کا مفہوم کیا ہے۔

طول کلام کی معافی چاہتے ہوئے ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ماضی میں چونکہ اسلام، اسلامی اصول، اسلامی آئیڈیالوجی اور اسلامی ثقافت کی بابت بعض خودغرض لوگوں نے گمراہیاں پھیلا رکھی

تھیں اور دین کے نام پر لادینی رجحانات کو فروغ دیا جاتا رہا۔ اس لئے ان اصطلاحات کی وضاحت ضرورت تھی نیز ہم یہ بھی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ بجائے اسلامی رنگ (ISLAMIC COLOUR)، اسلامی عصبیت (ISLAMIC BIAS)، اسلامی اقتدار (ISLAMIC VALUES)، اسلامی اصول (ISLAMIC PRINCEPLES)، اسلامی تصورات (ISLAMIC CONCEPTS)، اسلامی روح (ISLAMIC SPIRIT) اور اسلامی تاثرات (ISLAMIC IMPRESSION) کے نعروں میں اسلامی عقائد و اعمال کی خام، ناقص اور ادھوری تعبیر کے بجائے کامل و مکمل تفسیر پیش کی جائے اور:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ

(بقرہ:۲۰۸)

"اے ایمان والو! اسلام کو تمام و کمال قبول کرو اور خواہشات نفسانی کی اتباع کرتے ہوئے ناتمام و ادھوری باتوں کے پیچھے پڑ کر شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔"

اسلام کو قبول کرنا ہے تو اسے من و عن تسلیم کیجئے، ہمیں ادھورے مقلدین کی ضرورت نہیں۔

درس نظامی کی از سر نو ترتیب

زیر نظر رپورٹ میں قدیم و جدید نظامہائے تعلیم کو یکساں بنانے کے لئے جو مشورے دیئے گئے ہیں، ان میں مرتبین نے نیک نیتی کے ساتھ بعد و اجنبیت کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ جدید نظام تعلیم میں اسلامیات شامل کر کے اور قدیم نظام تعلیم میں سائنس، جغرافیہ وغیرہ مضامین کا اضافہ کر کے یہ بعد دور ہو جائے گا اور ملت میں وحدت و استحکام کی فضا پیدا ہو جائے گی حالانکہ اختلاف و اجنبیت کی جڑیں اس سے کہیں زیادہ گہری ہیں۔ ان وجوہ کی نشان دہی کے لئے ہمیں کچھ سال پیچھے جانا پڑے گا۔

پاکستان کے اقتدار پر ملحدین کا قبضہ

قیام پاکستان کے بعد مشترکہ مقصد حاصل ہو گیا تو تمام پرانے تفرقات نے دوبارہ سر اٹھایا، ہر گروہ نے جس مخصوص مقصد کی خاطر وطن حاصل کیا تھا اس نے کوشش شروع کی کہ پاکستان کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرے۔ جس سرکاری ملازم نے پاکستان کی حمایت اس لئے کی تھی کہ

اسے ہندو اور انگریز کے ماتحت نالائق قرار دے کر ترقی سے محروم رکھا جاتا تھا اس نے ایک زقند لگائی اور اپنے مخصوص محکمہ بلکہ بعض صورتوں میں کئی دوسرے محکموں کا اعلیٰ افسر بن بیٹھا۔ جس تاجر کو شکایت یہ تھی کہ غیر مسلم سوداگر اگر اس کی دکان نہیں پنپنے دیتے اس نے پوری منڈی پر اپنا سکہ جما لیا اور برسوں نفع نہ کما سکنے کا انتقام گراں فروشی سے لینے لگا۔ قیام پاکستان کی جدوجہد رواداری میں شروع ہوئی اور دس سال کے اندر اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس لئے اقتدار جب اس تحریک کے قبضے میں آیا تو حکومت کے پاس ہر شعبے کو سنبھالنے کے لئے تحریک کے آزمودہ کار ایسے کارکن موجود نہ تھے جو ایک طرف تحریک کے مقاصد سے ایثار پیشہ وابستگی رکھتے اور دوسری جانب حکومت کے مخصوص شعبوں کو چلانے کی قابلیت اور تجربہ سے بہرہ ور ہوتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قیام پاکستان غالباً تاریخ میں وہ پہلا انقلاب تھا جس کے بعد حکومت کی تمام کلیدی آسامیوں پر وہی نوکر قابض رہے جنہوں نے انگریز یا ہندو کے ماتحت تربیت حاصل کی تھی۔ جن کا فلسفہ زندگی اور جن کی شخصی وفاداریاں تحریک پاکستان کے مقاصد سے متصادم تھیں۔ علاوہ سرکاری ملازمتوں کے معاشرے کے مختلف طبقات میں ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی موجود تھی جو قوم سے غداری کر کے انگریز، ہندو کے وفادار ملازم ہونے کی پنشن آج تک پاکستان کے خزانے سے وصول کر رہے ہیں۔

ان تمام عوامل پر مستزاد یہ کہ ایک سو سال تک لارڈ میکالے کا ایجاد کردہ اور بعض نام نہاد ترقی پسند مسلمانوں کی کوششوں سے مسلمانوں میں رائج شدہ نظام تعلیم ملت کے بعض طبقات میں ایک ایسا ذہن پیدا کر چکا تھا جو اسلامی علوم سے ویسا ہی بے خبر تھا جیسا کہ مغربی علوم میں اس کی واقفیت شدبد سے آگے نہ تھی۔ اس ذہن پر ایک عجیب دھندلکے کا عالم ہمیشہ طاری رہتا تھا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کی جنگ چونکہ انگریز اور ہندو سے لڑنی تھی اس لئے ان کی تمام تحریکیں ان مصطلحات میں بیان کی گئیں جو اس "دوغلے ذہن" کے لئے ہندو اور انگریز کے قرب کے باعث اچھی طرح قابل فہم تھیں۔ یوں اس ذہن نے زندگی میں پہلی مرتبہ یہ دماغی اور قلبی سکون محسوس کیا کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یعنی پاکستان تو ان کے قلب کے اس حصے کو کشش کرتا تھا جس میں اسلامی ورثے سے پایا ہوا خون گردش کر رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی چلائی ہوئی تحریک کی جمہوری، آئینی اور عہد حاضر میں رائج مصطلحات اس ذہن

کے ان حصوں کے لئے ساز گار تھیں، جہاں انگریز کے مدرسے اور ہندو کے اخبارات سے پڑھا ہوا علم دبکا بیٹھا تھا۔ پاکستان بن گیا تو ایک طرف تو وہ مشترکہ مقصد جس کی کشش نے مختلف مسلمان گروہوں کو ایک جماعت میں منسلک کر دیا تھا۔ ان کو آئندہ اکٹھا رکھنے کی استعداد سے محروم ہو گیا۔ دوسری جانب مغربی تعلیم یافتہ طبقہ کے ذہن اور قدیم وضع کے روایتی اسلامی قلب میں ایک نئے تصادم کا موقع فراہم ہو گیا۔ اس روحانی، اخلاقی اور ذہنی تصادم کو اقتصادی اور سیاسی بلکہ معاشرتی رقابت کے جذبے نے زیادہ تلخ کر دیا۔ قدیم وضع کا مسلمان سمجھتا ہے کہ افرنگ زدہ ''کرنٹے'' محض اعلیٰ عہدوں، شاندار کوٹھیوں، بے پردہ بیگمات، فاخرہ موٹر کاروں اور ناجائز اندوختوں یا جائیداد کو محفوظ اور برقرار رکھنے کے لئے اسلامی نظام کو رواج دینے کے خلاف بے سروپا عذر تراشتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف جدید تعلیم یافتہ طبقات کو زعم ہے کہ یہ برخود غلط ''ملنٹے'' خدا، رسول، جنت، دوزخ اور فرشتوں کے ذکر میں الجھا کر حکومت کے اقتدار اور ملک کی دولت میں وہ حصہ چھیننا چاہتے ہیں جس کے حقدار فقط ہم جیسے ''روشن خیال'' ہو سکتے ہیں۔ جنہوں نے مہذب غیر اسلامی اقوام کے علوم وفنون پر بھی عبور حاصل کر لیا ہے۔

ان حالات میں سکول اور مدرسے کے ادغام یا میٹرک تک لازمی اسلامیات سے مسائل حل نہ ہوں گے بلکہ لارڈ میکالے کے کافرانہ نظام تعلیم کے مقابلہ میں اہل اسلام نے اپنے عقائد و اعمال کے تحفظ اور اپنے معاشرے کی بقاء کے لئے جو سامان فراہم کیا تھا اور قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر اور علم کلام کے لئے جامع و مانع نصاب تعلیم مرتب کر کے خدمت دین کی جو جوئے رواں چلائی تھی وہ بے اثر ہو کر رہ جائے گی۔ قدیم نظام تعلیم سرکاری سرپرستی سے عاری ہے حکومت میں اسے کوئی اقتدار حاصل نہیں۔ اس لئے موجودہ بگاڑ کے ذمہ دار جدید نظام تعلیم کے تربیت یافتہ لوگ ہیں۔ نئی روشنی کے نونہالوں نے جو اخلاقی، معاشرتی، معاشی، سیاسی، تہذیبی اور تمدنی بگاڑ پیدا کیا ہے اور قوم کے لئے جو پیچیدہ مسائل ومشکلات پیدا کر دی ہیں، ان کے ازالہ کے لئے پرائمری سے لے کر ایم اے بلکہ پی ایچ ڈی تک دینی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے۔ جو خیالات شریعت سے متصادم ہیں ان کی تردید کی جائے اور جو موافق ہیں ان کی تائید وتوثیق کے لئے کتاب وسنت سے دلائل فراہم کئے جائیں۔ اس طرح سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ اسلام کے قریب آ جائے گا اور قدیم نظام تعلیم سے اسے جو وحشت، نفرت، بعد اور اجنبیت ہے وہ خود بخود دور ہو جائے گی اور تعلیمی

رپورٹ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

قدیم نظام تعلیم کے متعلق یہ اعتراض کہ پاکستان میں ملی ضروریات سے عہدہ برآ نہیں ہو سکا اور اجماع ملی کے قیام سے قاصر رہا ہے، ایک بہت بڑی جسارت ہے۔ اسلامی معاشرہ کے قیام و استحکام اور کتاب وسنت کی فرمانروائی کو حقیقت ثابتہ بنانے میں جو خدمات علماء فقہاء اور صلحاء امت نے سرانجام دی ہیں اس کا انکار عہد حاضر کا بہت بڑا المیہ ہے۔ آپ خود انصاف کریں کہ اگر قومی زندگی سے علماء کو الگ کر دیا جائے تو اس ملک کی بنیادیں متزلزل ہو جاتی ہیں اور سارا معاشرہ اندر سے ریزہ ریزہ اور باہر سے پرزہ پرزہ بن کر رہ جاتا ہے۔

ملی اجتماعیت کے علاوہ دوسرا اہم مقصد بیروزگاری اور بیکاری کا انسداد ہے۔ علماء نے جمعہ و جماعت اور شریعت کی تعلیم کی ذمہ داری اٹھا رکھی ہے اور بفضلہ تعالیٰ ان مدارس کا فارغ التحصیل ایک فرد بھی بیکار نہیں۔ البتہ سول سروس میں بار نہ پا سکنے کا جو خیال بہی خواہان ملت نے ظاہر کیا ہے اس کا آسان علاج یہ ہے کہ درس نظامیہ کے فارغ التحصیل طالب عالم کو ایم اے، پی ایچ ڈی کے مساوی قرار دیا جائے اور حکومت کے دیگر شعبوں میں اس کا معیار اہلیت اور قابلیت قائم کرنے کے لئے ضروری مضامین کا اضافہ کیا جائے، اس پر کسی کو اعتراض نہ ہوگا۔ ادغام کے بجائے تعاون وموافقت کی فضا پیدا کرتے ہوئے تقسیم کار کی پالیسی اختیار کی جائے۔ نئی تعلیمی پالیسی کے مرتبین کے اس اعتراف سے کہ قدیم نصاب تعلیم نے بڑے بڑے مفکر، مدبر اور محقق پیدا کئے ہیں، واضح ہو جاتا ہے کہ قدیم نصاب تعلیم مین کسی قسم کی کوئی خامی موجود نہیں ہے آج بھی اگر اسے صحیح طریقہ پر رائج کیا جائے تو اسی طرح مفکر، مدبر اور عہد حاضر کے رازی رحمتہ اللہ علیہ اور غزالی رحمتہ اللہ علیہ پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس کے برعکس جدید نظام تعلیم ہر اعتبار سے ناکام رہا اور سوائے بابوؤں، کلرکوں کے کوئی شخصیت نہیں بنا سکا۔ لہٰذا قدیم وجدید نصاب تعلیم کے ادغام کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ دین رہے گا اور نہ بابو بلکہ لارڈ میکالے جو دانستہ طور پر کرنا چاہتا تھا اور نہ کر سکا اور نہ ادغام سے اس کا مقصد اب نادانستہ طور پر یا سہواً ہمارے ہاتھوں پورا ہو جائے گا۔ اسی قدیم نصاب تعلیم نے مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ، شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمتہ اللہ علیہ، مولانا فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ اور اس صدی کے مجدد فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاں

رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ مصنف ''بہار شریعت'' اور مولانا عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم مجاہد، دینی رہنما اور مفکر اسلام پیدا کئے ہیں اور جدید نصاب تعلیم کی ناکامی کا تو آپ کو اعتراف ہے ہی۔ قدیم نصاب تعلیم کے موجودہ دور میں پورے طور پر کامیاب نہ ہونے کا سبب قدیم نصاب ہرگز نہیں بلکہ اس کی ناکامی گزشتہ صدی سے ارباب اختیار کی بے التفاتی اور دیدہ دانستہ اس سے چشم پوشی ہے۔ دینی مدارس میں وہ اسباب وسہولتیں مہیا نہیں جو عام سکولوں یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کو حاصل ہیں۔ دینی مدارس میں ایک ایک مدرس کے ذمے بیک وقت آٹھ آٹھ دس دس مضامین کی تعلیم و تدریس کر دی جاتی ہے جبکہ سکولوں اور کالجوں میں ہر مضمون کے لئے علیحدہ علیحدہ ماہر مدرس موجود ہیں۔ مدارس دینیہ میں کتب ضروریہ کا فقدان، جگہ کی قلت اور کاروبار حکومت میں مدارس کے فارغ التحصیل کو مناسب وموزوں جگہ نہ ملنے کی وجہ سے آج مفکر و مدبر پیدا نہیں ہو رہے۔ اگر ان خامیوں کو دور کر دیا جائے تو اس قدیم نصاب کی افادیت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔

قدیم، جدید علوم میں یکسانیت

اگر آپ قدیم وجدید نصاب تعلیم کو یکساں کرنا چاہتے ہیں تو آپ مبارکباد کے مستحق ہیں ہمیں ایسا کرنے میں خوشی ہوگی مگر اس کا یہ طریقہ نہیں کہ دینی مدارس کو عام سکولوں کے تابع کر دیا جائے بلکہ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے دنیاوی علوم وفنون کو اسلام کے تابع کیا جائے اور اسلام کو ان سب علوم کے لئے متبوع ومطاع قرار دیا جائے۔ دینی نصاب کو جوں کا توں رہنے دیا جائے اور اسی نصاب کے اہم اور ضروری مضامین کو بی اے تک لازم قرار دے کر شامل ورائج کیا جائے بصورت دیگر کوئی ناقص ردوبدل رائے عامہ کی تحقیر اور اسلام کی تضحیک متصور ہوگی اور جمہوریت کے تقاضوں کا خون۔

اسلامی نظام تعلیم اور نصاب کی فوقیت، فضیلت، آفاقیت اور بین الاقوامی اہمیت ایک مسلم حقیقت ہے۔ ''حتیٰ کہ الفضل ما شھدت بہ الاعداء (فضل اور کمال یہ ہے کہ دشمن بھی اس کی گواہی دیں) کے مصداق ایک جرمن ماہر تعلیم نے ہمارے نظام کی سیادت وقیادت کا تذکرہ پرشکوہ الفاظ میں کیا ہے اور اسباب زوال کو اس دلنشین پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ بے اختیار تحسین و مرحبا کہنے کو جی چاہتا ہے۔ امید ہے کہ مرتبین رپورٹ کے لئے سرمہ چشم بصیرت ہوگا۔ علم کے معاملہ میں دنیا جانتی ہے کہ جرمن قوم کا ایک خاص مقام ہے اور وہاں کے ایک ماہر تعلیم ڈینئل ہنسی

برگ نے مسلمانوں کے نظام تعلیم پر ایک مقالہ لکھا جسے ۱۸۵۰ء میں شاہ بوریاں کے دربار میں پڑھا گیا۔ اس محقق نے اپنی تعلیمی دیانتداری کی بنیاد پر پورے اصرار سے یہ کہا کہ:

''جو کمال مسلمان اپنے متحرک نظام تعلیم کے ذریعہ چند سالوں میں حاصل کر گئے دوسری قومیں وہ صدیوں میں بھی نہ کر سکیں۔''

قرآنی درسگاہوں کا اعلیٰ کردار

ہماری درسگاہوں سے جو علمی فیض جاری تھا اور جس تیزی سے وہ کرۂ ارض کو اپنی آغوش رحمت میں لئے جا رہا ہے، اس سے دہشت زدہ ہو کر فرنگیوں نے ہماری درسگاہوں کو سب سے پہلے مفلوج کیا۔ یہ کام (LAND RESUMPTION ACT) کے ذریعہ کیا گیا تاکہ درسگاہوں اور خانقاہوں سے متعلق وہ تمام معاشی ذرائع چھین لئے جائیں اور انہیں بھکاریوں کی صف میں شامل کر دیا جائے۔ یہ سازش تن تنہا ہی ہماری تعلیمی زندگی کو تباہ کرنے میں کافی ثابت ہوئی۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار۔**

تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ (الحشر:۲)

یہاں بھی دینی نظام تعلیم میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں۔ اگر ان درسگاہوں کے ساتھ اوقاف باقی رہتے اور طلبہ ومدرسین کو معاشی پریشانیوں کا سامنا نہ ہوتا تو یقیناً مدرسہ نظامیہ بغداد اور جامعہ ازہر کی طرح سارے عالم اسلام میں یہ دینی مراکز بدستور تابندہ وتابناک رہتے۔ مصیبت یہ ہے کہ اغیار نے اسلام دشمنی کے عقربی جذبات کی بناء پر ان مراکز کو برباد کیا اور اپنوں نے ماڈرنزم (MODERNISM) یعنی جدیدیت کو اپنا کر نادانستہ دشمنوں کی سکیم کی تکمیل کر دی۔

نئی تعلیمی پالیسی کی تجاویز میں جہاں مدارس دینیہ اور جدید نظام تعلیم کے ادغام کا سوال ہے ہماری کمیٹی کا نقطہ نگاہ بالتفصیل صفحہ قرطاس پر آ چکا ہے۔ اب دوسرے امور کی بات جو براہ راست ملی زندگی پر اثر انداز ہیں یہ کمیٹی قرار دیتی ہے کہ:

(۱) پاکستان میں اردو اور بنگلہ کے علاوہ علاقائی زبانوں کی لازمی تعلیم کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی ذریعہ اظہار خیال کے طور پر انگریزی زبان کی تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ ایک طالب علم کو بیک وقت علاقائی زبان کے علاوہ اردو، بنگلہ اور انگریزی بھی پڑھنی پڑے گی۔ چھوٹی عمر میں چار زبانوں کا بوجھ طلبہ کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ نیز علاقائی زبانوں

میں پشتو، سندھی اور بلوچی کے تذکرے میں پنجابی کو شامل نہ کرنے کا مطلب بادی النظر میں یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ سابق صوبہ پنجاب اور بہاول پور کی علاقائی زبان کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جو سراسر ناانصافی ہے اور جسے اہل پنجاب ہرگز برداشت نہ کریں گے۔

(ب) ہماری تجویز یہ ہے کہ دسویں جماعت تک مغربی پاکستان میں علاقائی زبان کے ساتھ صرف اردو لازمی پڑھائی جائے اور بنگلہ کو اختیاری قرار دیا جائے۔

(ج) اسی طرح مشرقی پاکستان میں علاقائی زبان بنگلہ (جو وہاں کی صوبائی زبان ہوگی) کے علاوہ اردو کو اختیاری قرار دیا جائے اور یونیورسٹی کی سطح پر انگریزی کو دونوں صوبوں میں اختیاری قرار دیا جائے۔

عربی سرکاری زبان بنادی جائے

پاکستان میں سرکاری زبان کا مسئلہ زیادہ معلق اور پیچیدہ ہے۔ ملک کے لئے دو سرکاری زبانیں ایک طرف تو وحدت و یک جہتی کو مجروح کر رہی ہیں اور دوسری طرف طلبہ کے لئے ناقابل برداشت بوجھ ہے۔ ہماری کمیٹی کی رائے یہ ہے کہ بنگلہ اور اردو کو صوبائی زبانوں تک محدود رکھا جائے اور مملکت کی سرکاری زبان عربی کو قرار دیا جائے۔

(۱) بظاہر ہماری اس تجویز کو دینی غلو اور درسی ترجیحات کے ذیل میں شمار کیا جائے گا اور انگریزی دان حضرات علماء کی بالادستی پر انقباض محسوس کریں گے حالانکہ یہ خالص قومی مسئلہ ہے۔ آپ نے کل تک انگریزی کو سرکاری زبان تسلیم کیا جو ہمارے عوام کے لئے بالکل اجنبی بلکہ بدیسی ہے تو اس کے مقابلہ میں عربی کو کیوں ناقابل برداشت تصور کیا جارہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انگریزی اور بنگلہ کے مقابلے میں مغربی پاکستان میں عربی ہمارے عوام کے لئے زیادہ قابل قبول اور محبوب ہے۔

(۲) اسی طرح مشرقی پاکستان میں کہاں چھ لاکھ طلبہ دینی مدارس میں زیر تعلیم ہیں۔ عربی زبان سے عامۃ المسلمین زیادہ مانوس ہیں۔

(۳) مزید بریں ہمارے معاشرت، دین وتمدن، تہذیب وثقافت اور روزمرہ بول چال میں عربی کے سینکڑوں الفاظ استعمال میں آتے رہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ پاکستان کی بارہ کروڑ آبادی میں کوئی گھر ایسا نہیں جہاں قرآن پاک موجود نہ ہو اور جہاں افراد خانہ میں

سے کم از کم ایک دو مسلمان ناظرہ قرآن پڑھنا نہ جانتے ہوں۔

(۴) پھر صوم وصلوٰۃ، درود شریف، وظائف اور ادعیہ ماثورہ ہر مسلمان مرد عورت (بچے اور بچیاں بھی) عربی زبان میں پڑھتے ہیں۔

(۵) مندرجہ بالا دلائل کے بعد آخری برہان قاطع و دلیل ساطع یہ ہے کہ مملکت پاکستان کے آئین کی رو سے ماخذ آئین وقانون کتاب وسنت کو قرار دیا جاچکا ہے۔ نہ صرف آئندہ کے لئے قرار دیا گیا ہے بلکہ موجودہ تعزیرات پاکستان کو بھی کتاب وسنت کے مطابق از سرنو مرتب کرنا ہے۔

(۶) حیف ہے جس قوم کی قانونی اور آئینی زبان قرآن وحدیث کی زبان یعنی عربی ہو وہ کیسے اسے سرکاری زبان تسلیم کرنے میں تعویقات کا سہارا لے سکتی ہے۔

(۷) اللہ کے فضل وکرم سے قرآن وسنت کی زبان کے ساتھ پاکستانی عوام کو وہ وابستگی اور دلبستگی ہے کہ محض اس امر کے اعلان پر ہی حکومت کو قبولیت ومرحبا کی سند مل جائے گی اور سارے ملک میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ جائے گی۔

(۸) عربی کو سرکاری زبان قرار دینے سے مشرق وسطیٰ کے ساتھ آپ کا رابطہ اخوت و مودت اور گہرا اور قومی تر ہو جائے گا۔

(۹) عالم اسلام کے تقریباً ایک ارب (سوکروڑ) فرزندان توحید کو ہمارے اس انقلابی اعلان پر دلی مسرت حاصل ہوگی اور وہ بھی ہماری تقلید میں عربی کو اپنی سرکاری زبان بنا کر وحدت الاسلامیہ کا سامان فراہم کریں گے۔

(۱۰) بمقابلہ انگریزی مملکت پاکستان میں عربی زبان کا واقفیت اور مانوسیت ہزار درجہ زیادہ ہے اور دین ودنیا کی فوز وفلاح کا دارومدار عربی زبان پر ہے۔

(۱۱) امید ہے کہ حکومت ہماری تجاویز پر ٹھنڈے دل سے غور کرے گی اور عربی کو بلا تامل سرکاری زبان بنادے گی۔ آخر میں ہم ایک اور مثال پیش کرتے ہیں جو اگرچہ اسلام کے عدو مبین اسرائیل کی مثال ہے لیکن ایسا محیر العقول کارنامہ ہے جو ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ اسرائیل میں ہر ملک کے باشندے موجود ہیں، اس لئے دنیا بھر کی زبانیں بول سکتے ہیں اور انگریزی بولنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے لیکن انہوں

نے عبرانی جیسی مردہ زبان کو نہ صرف سرکاری زبان بنا دیا بلکہ اس زبان کے فروغ کے لئے یونیورسٹیاں قائم کرلیں۔ کئی علاقے عبرانی کی تعلیم و تربیت کے لئے مختص کر دیئے۔ لوگوں کو حکماً پابند کر دیا کہ وہ سوائے عبرانی کے اور کوئی زبان نہیں بولیں گے۔ اس جرأت مندانہ، قلندرانہ اور ماضی سے والہانہ رابطہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج بیسویں صدی میں یہ کارنامہ ساری دنیا کے سامنے زندہ حقیقت بن کر آ گیا اور ایک مردہ زبان ۲۳ لاکھ انسانوں کی سرکاری زبان بن گئی۔ محدود حلقے اور مخصوص مذہبی گروہ یعنی طبقہ احیار ودھیان اور ربیون کی زبان کے بجائے ساری قوم کی زبان بن چکی ہے۔ جو کچھ یہودیوں نے ایک مردہ زبان کیلئے کر دکھایا ہے کیا ہم ایک زندہ و پائندہ زبان یعنی عربی کے لئے نہیں کر سکتے۔

تعلیم بالغاں

زیرنظر رپورٹ میں تعلیم بالغاں کے لئے ایک وسیع منصوبہ پیش کیا گیا ہے۔ ہم اس منصوبہ کو پورے زور سے تائید کرتے ہیں۔ صرف تعلیم بالغاں کی مہم کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے بجائے میٹرک پاس طالبات اور ایف اے پاس طلبہ کو، ملک بھر کے ریٹائرڈ ملازمین، محکمہ تعلیم، محکمہ مال اور فوج کے علاوہ علماء اور سینکڑوں قومی خدام بے کار موجود ہیں جو اس منصوبہ کی تکمیل میں سر دھڑ کی بازی لگا سکتے ہیں۔ نوجوان لڑکیوں اور نوجوان لڑکوں کو کیمپ میں زیر تربیت رکھنے کے بعد انہیں فوج در فوج تعلیم بالغاں کی مہم کے لئے آزاد چھوڑ دینا جہاں بظاہر تعلیمی مفاد کے خوش آئندہ نعرے قابل برداشت ہیں، وہاں اخلاقی بے راہ روی اور صنفی آوارگی کے کئی خطرناک مفاسد و مہالک بھی سامنے ہیں۔ بنابریں یہ کمیٹی اس تجویز کی پوری شدت کے ساتھ مخالفت کرتی ہے اور نوجوان اور لڑکیوں کے بجائے قوم کے دوسرے افراد کو اس کام پر لگانے کا مشورہ دیتی ہے۔

مخلوط تعلیم

یہ کمیٹی قرار دیتی ہے کہ مخلوط تعلیم اور بے حیا معاشرہ نے ہماری قوم کی اخلاقی قوت کو فنا کر دیا ہے۔ قوم کے نوجوانوں میں صنفی آوارگی، تماش بینی اور کام چوری کے علاوہ بزدلی اور دوں ہمتی فروغ پا رہی ہے اور اعلیٰ ترین مقاصد اور عزائم ختم ہو رہے ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ مخلوط تعلیم کو فی

الفور ختم کر دیا جائے اور ہر مرحلہ پر حتیٰ کہ یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم نسواں کا علیحدہ بندوبست کیا جائے۔ ان اداروں کا سٹاف خالصتاً خواتین پروفیسروں پر مشتمل ہو اور کسی صورت میں بھی غیر محرموں سے اختلاط کے مواقع پیدا نہ ہونے دیئے جائیں۔

انتظامیہ

یہ کمیٹی نظام تعلیم میں حکومت کی مداخلت کو روح تعلیم کے سراسر منافی قرار دیتی ہے اور سلطانی جمہور کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف تصور کرتی ہے۔ ہم حکومت کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ نظام تعلیم کو زیادہ سے زیادہ جمہوری بنائے۔ بیرونی مداخلت سے اسے آزاد رکھے اور سوائے متعلقہ علماء و مفکرین کے کسی دوسرے کو انتظامیہ میں شامل نہ کیا جائے۔ جہاں تک امتحانات پر کنٹرول اور مالیات کی پڑتال کا سوال ہے وہاں پر ایک غیر سرکاری خودمختار ادارہ جو متعلقہ اداروں کی روح تعلیم سے کماحقہ، واقف ہو اور ان کا معتمد علیہ ہو، بطور انتظامیہ قبول کیا جا سکتا ہے۔

المختصر کمیٹی تجویز کرتی ہے:۔

(۱) اسلامی عقائد و اعمال کو نظام تعلیم کے لئے بطور رہنما اصول تسلیم کیا جائے۔

(۲) جدید نظام تعلیم میں دینی لادینی اثرات کو ختم کرنے کے لئے پرائمری سے لیکر ایم اے تک دینی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔

(۳) یونیورسٹی کے تمام مضامین کو روح اسلام سے ہم آہنگ کر دیا جائے۔ اقتصادیات، سیاسیات، معاشیات، فلسفہ، منطق، علم طبقات الارض، علم النفس (سائیکالوجی)، علم خرائن الارض اور علم ہیئت کو روح اسلام کے تابع کیا جائے اور غیر اسلامی مادی رجحانات کی پوری قوت سے تردید کر دی جائے۔

(۴) اسکول اور مدرسہ کے ادغام کے بجائے سکول میں اسلامیات کو لازمی مضمون قرار دیا جائے اور مدرسہ کے مخصوص مقاصد کے پیش نظر اسے بدستور سابق آزاد ماحول فراہم کیا جائے۔ البتہ نئے علوم و مضامین کی شمولیت کے لئے فضا سازگار بنائی جائے اور مدارس دینیہ کو اپنے مقاصد عالیہ کے حصول میں ہر ممکن امداد فراہم کی جائے۔ نیز درس نظامیہ کے فارغ التحصیل علماء کو ایم اے اور پی ایچ ڈی کے مساوی درجہ دیا جائے۔

(۵) مشرقی اور مغربی پاکستان دونوں صوبوں میں عربی زبان کو لازمی قرار دے کر اسے مملکت

کی سرکاری زبان کا درجہ عطا کیا جائے۔ مشرقی پاکستان میں عربی اور بنگلہ کے علاوہ اردو کو اختیاری اور مغربی پاکستان میں عربی اور اردو کے علاوہ بنگلہ کو اختیاری مضمون قرار دیا جائے۔ عربی کو سرکاری زبان قرار دینے کے لئے دلائل عشرہ پر خصوصی توجہ مبذول کی جائے۔

(۶) تعلیم بالغاں کی سکیم کو بجائے میٹرک پاس طالبات اور ایف اے پاس طلبہ کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے، ملت کے دیگر افراد کو جن میں ریٹائرڈ سرکاری ملازمین، علماء اور قومی کارکن شامل ہیں، اس منصوبہ کے لئے تیار کیا جائے۔ طلبہ اور طالبات کو اس مہم میں استعمال کرنا اخلاقی مفاسد اور معاشرتی اختلال کا باعث بنے گا جو روح ملی کو غارت کردے گا۔

(۷) مخلوط تعلیم اسلامی اخلاق اور شرعی قوانین کے سراسر منافی ہے۔ اسے کسی مرحلہ پر بھی روا نہ رکھا جائے بلکہ پرائمری سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک مستورات کے لئے الگ تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں۔ جن میں سارا سٹاف خواتین پروفیسروں پر مشتمل ہو اور کسی صورت میں غیر محرموں کو مداخلت کا موقع نہ دیا جائے۔

(۸) انتظامیہ میں سرکاری مداخلت کو ختم کیا جائے اور متعلقہ اداروں کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے معتمد علیہ علماء، مفکرین اور زعما ملت کو اداروں کی انتظامیہ میں شامل کیا جائے۔ حتمی اور قطعی شیخ الجامعہ کا ہونا چاہئے اور وہی انتظامیہ کا صدر مقرر کیا جائے۔ امتحانات کی تنظیم اور مالیات کی پڑتال کے لئے سارے ملک میں ہمہ گیر خود مختار ادارے قائم کئے جائیں جو علماء اور مفکرین کے حلقہ سے منتخب ہوں۔

ارکان سب کمیٹی کے دستخط

(۱) فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہ، امیر و شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف پاکستان لاہور۔

(۲) فقیر عطا محمد چشتی مدرس دارالعلوم امدادیہ مظہریہ بندیال ضلع سرگودھا۔

(۳) سید محمود احمد رضوی ناظم اعلیٰ دارالعلوم حزب الاحناف پاکستان لاہور۔

(۴) محمد عبدالستار خان نیازی ایم اے سابق ایم پی اے وسابق صدر شعبہ اسلامیات اسلامیہ کالج لاہور۔

(۵) فقیر قادری محمد اعجاز ولی خان الرضوی خادم الحدیث دارالعلوم جامعہ نعمانیہ لاہور۔

(۶) فقیر محمد شریف غفرلہ، خادم جامعہ رضویہ مظہر العلوم دولت گیٹ ملتان (۲۱ جولائی ۱۹۴۹ء)۔

(۷) فقیر ابوالفتح محمد اللہ بخش مدرس شمس العلوم مظفریہ رضویہ واں بھچراں میانوالی۔ (61)

قارئین کرام! آپ نے مرکزی حکومت کی ''نئی تعلیمی پالیسی کی تجاویز'' پر مولانا نیازی کا تنقید وتبصرہ ملاحظہ فرمایا۔ مولانا نیازی نے جس مہارت تامہ اور دلنشین انداز میں نہ صرف تبصرہ کیا، بلکہ حکومت کو تعلیمی پالیسی کے نفاذ کے لئے ایک جامع، مفصل اور قابل عمل لائحہ عمل بھی دیا۔ مولانا کے ایک ایک لفظ، ایک ایک سطر سے تبلیغ اسلام کا جوش وجذبہ موجزن ہے۔ میرا خیال ہی نہیں بلکہ ایمان ہے کہ ایسا فصیح و بلیغ تبصرہ کسی اور جماعت یا شخص کی طرف سے حکومت کو ارسال نہیں کیا گیا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ حکومت نے ان تجاویز پر عمل نہیں کیا۔ اے کاش حکومت وقت مولانا نیازی جیسے مرد مجاہد اور مرد مومن کی ان تجاویز کو عملی جامہ پہناتی۔ اگر ایسا ہو جاتا تو پھر آج پاکستان تعلیمی میدان میں سراسر اسلامی رنگ میں رنگا ہوتا اور آج ہماری درسگاہوں سے ''دہر میں اسم محمد سے اجالا ہوتا''۔ کمیونزم، سوشلزم، وطنیت، لسانی تعصبات، صوبہ پرستی، نیشنلزم اور علیحدگی پسند تحریکوں کا اژدھا جنم نہ لیتا اور فرقہ پرستی کی باد سموم گلشن اسلام کو یوں تاخت وتاراج نہ کرتی۔

سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ

۲۳/ مارچ ۱۹۷۰ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سوشلسٹ لیڈر مولانا عبدالحمید خاں بھاشانی (ف ۱۹۷۶ء) نے ''کسان کانفرنس'' منعقد کر کے کھلے عام اسلام، نظریہ پاکستان اور حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تضحیک وتوہین کی تو اس کے جواب میں علمائے اہلسنت وجماعت نے ۱۳، ۱۴/جون ۱۹۷۰ء کو آل پاکستان سنی کانفرنس کا انعقاد کر کے سوشلزم، کمیونزم اور دیگر ازموں کا ناطقہ بند کر دیا۔ اسی کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ سنیوں کی ترجمان جماعت، جمعیت علماء پاکستان الیکشن میں حصہ لے گی۔ چنانچہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (ف ۱۹۸۱ء) کو جمعیت کا صدر منتخب کیا گیا اور پورے ملک میں سیاسی سرگرمیوں کی مہم شروع کر دی گئی۔

میدان انتخاب میں

مولانا نیازی ۱۹۷۰ء کے عام انتخاب میں جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر این ڈبلیو ۴۴ میانوالی (۱) سے امیدوار کھڑے ہوئے۔ قومی اسمبلی کے اس حلقہ سے مولانا کے مقابلہ پر عبدالکریم (پیپلز پارٹی) امیر عبداللہ خاں روکڑی (مسلم لیگ کنونشن)، نوابزادہ ملک مظفر خاں (ف ۱۹۸۹ء، آزاد)، ملک اللہ یار خاں (آزاد) اور سعید رسول (آزاد) امیدوار تھے مگر اصل مقابلہ مولانا نیازی، روکڑی اور ملک مظفر خاں کا تھا۔ صدر جمعیت حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی (ف ۱۹۸۱ء) نے مولانا نیازی کے حلقہ انتخاب کا دورہ کیا اور خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”مجھے فخر ہے کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی جیسے ”بطل حریت“ اور ”مرد مومن“ میری جماعت کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ رہے ہیں۔“

اس الیکشن میں مولانا نیازی نے ۴۹ ہزار، روکڑی نے ۳۵ ہزار اور ملک مظفر خاں نے ۵۰ ہزار ووٹ حاصل کئے۔ ملک مظفر نے ۱۵، ۲۰ ہزار ووٹوں کی دھاندلی کر کے یہ نشست جیت لی اور یوں مولانا نیازی اس الیکشن میں ناکام ہو گئے۔ اسی الیکشن میں مرکزی کی جگہ ایک پولنگ اسٹیشن پر صوبہ کے رزلٹ دے دیئے اور کئی مقامات پر فہرست سے زیادہ ووٹ ڈالے گئے نیز ہزار ہا کی تعداد میں بیلٹ پیپر کے دو تہہ بھی نہ کئے گئے اور نمبر شمار اندارج شدہ کے عین مطابق پرچیاں ڈالی گئیں۔ ووٹران کی عدم موجودگی میں سارے ووٹ بھگت گئے۔ مولانا نیازی نے الیکشن پٹیشن میں ساری تفصیلات بیان کر دی تھیں مگر چونکہ حکومت پوری بے شرمی کے ساتھ دھاندلی کرا رہی تھیں اس لئے رزلٹ میں اپنے منظور نظر نوابزادہ ملک مظفر خاں (ف ۱۹۸۹ء) کو ہی کامیاب قرار دیا گیا۔(62)

آزاد کشمیر میں خطاب

اکتوبر ۱۹۷۱ء میں بھارت نے دھمکیاں دینا شروع کر دی تو مولانا نیازی نے آزاد کشمیر کی چوبیسویں سالگرہ کے موقع پر جامع مسجد میر پور (آزاد کشمیر) میں ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کشمیر اور پاکستان کے عوام پر زور دیا کہ بھارتی دھمکیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں اور دشمن کے خلاف اپنی جدو جہد جاری رکھیں۔ بھارت نے کبھی بھی قیام پاکستان کو دل سے قبول نہیں کیا اور وہ پاکستان کو ختم کرنے کے لئے پوری کوشش کر رہا ہے۔

مولانا نے تحریک پاکستان اور تحریک آزادی کشمیر پر روشنی ڈالتے ہوئے گاندھی و دیگر کانگریسی لیڈروں کی مکروہ کوششوں کا تفصیلاً ذکر کیا اور بتایا کہ ان تمام رکاوٹوں کے باوجود مسلمان ایک قائد اور ایک جھنڈے کے نیچے متحد ہو گئے اور خداوند کریم نے انہیں کامیابی سے نوازا۔ مقبوضہ کشمیر کے مسلمان بھارتی استبداد کی چکی میں پس رہے ہیں۔ کشمیری اور پاکستانی عوام کا فرض ہے کہ وہ اپنے ان مظلوم بھائیوں کو آزاد کرانے کے لئے تمام وسائل بروئے کار لائیں اور تسخیر کشمیر بنوک شمشیر کو اپنی منزل قرار دیں۔ بھارت نے مشرقی پاکستان میں پہلے ہی ہم پر بغیر کسی اعلان کے جنگ مسلط کر رکھی ہے اور اس نے اپنے خونی پنجے آزاد کشمیر اور مغربی پاکستان کی سرحدوں کی طرف بڑھا دیئے ہیں۔ اس نازک صورت حال میں ہمیں مکمل یک جہتی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔(63)

جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے کنوینر کا تقرر

مارچ ۱۹۷۲ء میں مولانا نیازی کو جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کا کنوینر مقرر کیا گیا۔ کنوینر بننے کے بعد مولانا نے پنجاب کا طوفانی دورہ کیا اور ہر شہر اور ہر قصبہ میں جا کر جمعیت کی شاخیں قائم کیں۔ ستمبر ۱۹۷۲ء میں ملتان میں جمعیت کا صوبائی کنونشن منعقد ہوا تو آپ کو متفقہ طور پر صوبہ پنجاب کا صدر بنا دیا گیا۔(64)

مسٹر بھٹو اقتدار کی کرسی پر

۱۹۷۲ء ہی میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو (ف ۱۹۷۹ء) کو برسر اقتدار آ گئے۔ انہوں نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی مہم چلائی تو پورے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ طلباء، وکلاء، علماء، غرض ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے صدائے احتجاج بلند کی۔ احتجاج کرنے والوں پر پولیس نے فائرنگ کی۔ کئی طلباء شہید ہو گئے۔ وکلاء نے عدالتوں کا بائیکاٹ کیا۔ اس طرح ملک میں ہلچل مچ گئی مگر حکومت نے سوائے تشدد کی راہ اختیار کرنے کے کوئی مثبت قدم نہ اٹھایا۔ ملکی حالات ابتر ہونے لگے، پیپلز پارٹی کی ذیلی تنظیم پیپلز گارڈ کے غنڈوں نے خانہ جنگی برپا کر دی۔ اس صورت حال نے ہر محبّ وطن پاکستانی کے دل کا خون کر دیا تو آپ نے حکومت کی ڈٹ کر مخالفت کی اور ”بنگلہ دیش نامنظور تحریک“ کو عوام کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا۔ یہ صرف اور صرف آپ ہی کا کارنامہ تھا کہ خیبر سے کراچی تک ہر سو ”بنگلہ دیش نامنظور“، ”بنگلہ دیش نامنظور“ کے

نعرے سنائی دینے لگے۔ چنانچہ اس تحریک کی پہلی گرفتاری کا شرف بھی آپ کو ہی حاصل ہوا۔

مولانا نیازی خانیوال میں گرفتار کر لئے گئے

۵ نومبر ۱۹۷۲ء کو سحری کے وقت آپ تحفظ امن عامہ کے آرڈیننس کی دفعہ ۱۶ الف کے تحت گرفتار کر لئے گئے۔ الزام یہ تھا کہ انہوں نے اگست کے مہینے میں خانیوال میں قابل اعتراض تقریر کی ہے۔ گرفتاری کے بعد آپ کو ملتان سول لائن، تھانہ خانیوال اور وہاڑی میں رکھا گیا۔ عیدالفطر کی نماز آپ نے وہاڑی حوالات میں پڑھائی اور آپ پر تقریباً اسی کیس بنائے گئے، لیکن جسٹس مولوی مشتاق حسین (ف ۱۹۸۹ء) نے تمام مقدمات کی ضمانت منظور کر لی، بلکہ یہ لکھا کہ آئندہ مولانا کی گرفتاری سے پہلے عدالت کو بتایا جائے۔

گرفتاری پر زبردست احتجاج

آپ کی اس گرفتاری پر مختلف اخباروں نے صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے حکومت کی مذمت کی۔ ذیل میں روزنامہ نوائے وقت لاہور اور روزنامہ ''جسارت'' کراچی کی ڈائیری اور اداریہ ملاحظہ ہو:

''حضرت مولانا عبدالستار نیازی کی گرفتاری کی خبر مجھے کل (اتوار) شام ملی تو مجھے اس پر کوئی تعجب نہ ہوا۔ اگر موجودہ حکومت برسر اقتدار آنے کے ایک سال کے اندر اندر مولانا کو پابجولاں نہ کرتی تو مجھے اپنے آپ سے یہ سوال کرنا پڑتا کہ آیا بھٹو کی حکومت واقعی اتنی اچھی ہے کہ وہ مولانا کو برداشت کر سکتی ہے یا کہ مولانا کے اپنے موقف میں اس قدر تبدیلی آ چکی ہے کہ اب حکومت کو انہیں گرفتار کرنے کی ضرورت کا احساس نہیں ہوا، الحمدللہ کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اپنے اس موقف میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی کہ خلافت علیٰ منہاج النبوت کے بغیر نہ تو حکومت قابل قدر شے ہے اور نہ اس کے بغیر لوگوں کو چین سے بیٹھنا چاہئے، اس لئے بھٹو کی حکومت نے سابقہ حکومتوں کی طرح مولانا کو گرفتار کر کے انہیں اپنے غیر جمہوری رویئے کا نشانہ بنایا۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اس صدی کی چوتھی دہائی میں

سیاست میں قدم رکھا۔ الحمدللہ! کہ ربع صدی گزر جانے کے بعد بھی ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ حضرت مولانا، جمال الدین افغانی کی طرح مرد درویش ہیں۔ انہوں نے اپنا ناطہ اسلام اور صرف اسلام سے باندھا ہے اور الحمدللہ کہ ہزاروں مصائب کے باوجود ان کی وفا شعاریوں میں کبھی کمی نہیں آئی، وہ ۱۹۴۶ء میں صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے، اگر وہ دنیادار انسان ہوتے، اگر ان کا ایمان بکاؤ مال ہوتا تو وہ جب چاہتے وزارت کی گدی پر متمکن ہو سکتے تھے لیکن انہوں نے اپنے لئے سنگلاخ راستہ اختیار کیا، اس راہ میں قید اور پھانسی کے امتحانوں کا انہوں نے ہمیشہ خندہ پیشانی سے استقبال کیا ہے۔

مولانا عبدالستار خان نیازی کی عمر اس وقت ۸۴ سال سے متجاوز ہے، میں ان کا کالج کے زمانے سے نیاز مند ہوں۔ ان کے ساتھ خلوت و جلوت میں ہفتے نہیں مہینے گزارے ہیں، مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں ان کی زبان سے کبھی کوئی فحش بات سنی ہو یا میں نے انہیں کسی غیر شرعی حرکت کا ارتکاب کرتے پایا ہو، وہ ایک ایسے مرد مجاہد ہیں جن کی راتوں کا بیشتر حصہ نوافل تہجد میں گزرتا ہے، گزشتہ ہفتے کی رات کو جب پولیس ایک بجے ان کے مکان پر انہیں گرفتار کرنے آئی تو وہ نوافل ادا کرنے میں مصروف تھے۔

میں حکومت سے کہتا ہوں کہ ایک عاشق رسول ﷺ کو پابجولاں کر کے اس کی نیک نامی میں اضافہ نہیں ہوگا، اب جبکہ حکومت نے مولانا کو گرفتار کر لیا ہے، میں حکومت سے ان کی رہائی کی اپیل نہیں کروں گا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ بات مولانا کو واقعی ناگوار گزرتی ہے۔'' (65)

روزنامہ ''جسارت'' کراچی کی رائے بھی ملاحظہ ہو:

''جمعیت علماء پاکستان کے ممتاز رہنما مولانا عبدالستار خاں نیازی عید سے ایک روز قبل ضمانت پر رہا ہوئے اور گھر پر عید منانے سے قبل ہی اسی شب دوبارہ گرفتار کر لئے گئے۔ تازہ الزام یہ ہے کہ انہوں نے جمعۃ الوداع

کے موقعہ پر وہاڑی میں قابل اعتراض تقریر کی تھی، اس سے قبل انہیں گزشتہ اتوار کو ضلع ملتان میں ۵ راگست کو قابل اعتراض تقریر کرنے کے الزام میں لاہور میں گرفتار کیا گیا ہے۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی، بنگلہ دیش تسلیم کرنے کے مخالف تھے۔ جمعیت کے پارلیمانی رہنما مولانا شاہ احمد نورانی نے جیسے ہی یہ اعلان کیا کہ جمعیت، بنگلہ دیش کی منظوری کے خلاف مہم چلائے گی ویسے ہی حکومت نے مولانا عبدالستار خاں نیازی کو گرفتار کرلیا تا کہ مہم نہ چل سکے۔

اس کی نوعیت کی کارروائی کی پیشنگوئی ہم ان ہی کالموں میں کر چکے ہیں، یہ ہوگا اور مزید ہوگا مگر اہل وطن! جیلیں بھر دیجئے اور حکومت کو بتا دیجئے کہ عوام کی مرضی کو اس نوعیت کی گرفتاریوں سے نہیں کچلا جا سکتا۔ ہم مولانا عبدالستار خاں نیازی کی رہائی کا کوئی مطالبہ نہیں کرتے بلکہ ہم مولانا نیازی اور جمعیت کو مبارکباد دیتے ہیں کہ ”بنگلہ دیش نامنظور تحریک“ کی پہلی گرفتاری کا شرف انہیں حاصل ہوا۔

اہل وطن یاد رکھئے! مولانا عبدالستار خاں نیازی، پاکستان کے دیوانے اور جانثار ہیں اور یحییٰ خاں عدلیہ کا قرار دیا ہوا غاصب۔ اور اہل وطن! آنکھیں کھول کر دیکھئے کہ پاکستان کے جانثاروں کو کس نے جیل میں ڈالا اور پاکستان کے غاصب و غدار کو جیل سے بچا کر کس نے بنگلے میں محفوظ کیا۔“(66)

مولانا نیازی کی بارگاہ رسالت میں حاضری

اسی سال (۱۹۷۲ء) میں مولانا نیازی پہلی دفعہ حج بیت اللہ و زیارت روضہ رسول ﷺ سے مشرف ہوئے۔ ۲۲ر دسمبر ۱۹۷۲ء کو بذریعہ بس لاہور سے روانہ ہوئے اور ۱۹ر جنوری ۱۹۷۳ء کو مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ ۲۶ر جنوری ۱۹۷۳ء کو مولانا نے حج کیا۔ ۴ر فروری ۱۹۷۳ء کو روضہ رسول ﷺ پر حاضری دی۔ اس سے آگے خود مولانا کی زبانی سنئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے:

”حضور ﷺ کے دربار پر حاضری دی، درود و سلام پڑھا۔ پھر سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھا، پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھا اور پھر دونوں کے درمیان کہا۔ حضور ﷺ کے نائبو! تم پر سلام، حضور ﷺ کے دین کے مددگارو! تم پر سلام۔ حضور ﷺ کے وزیرو تم پر سلام۔ حضور ﷺ کے دربار پر جب میں نے مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ نعت پڑھی تو مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔ میں اس وقت پڑھ رہا تھا کہ **لا ملجاو لا قجاو لا ماویٰ الا الیک یا رسول اللہ** (میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، کوئی پناہ نہیں ہے سوائے آپ ﷺ کی ذات کے)۔ پھر اس حالت میں مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ نعت شروع کردی:

تنم فرسودہ جاں پارہ زہجراں یا رسولؐ اللہ
دلم پژمردہ آوارہ زہجراں یا رسولؐ اللہ
چوں بازوئے شفاعت را کشائی بر گنہگاراں
مکن محروم جامی را دراں یا رسولؐ اللہ

اس سال پندرہ لاکھ حاجیوں نے حج کیا۔ بھیڑ اتنی تھی کہ ہجوم نے مجھے پیچھے دھکیل دیا کہ میں پیچھے قبلہ کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا اور میں نے روتے ہوئے عرض کیا کہ:

حضوری میں دل کی دھڑکنیں

حضور ﷺ! میری عمر اب ساٹھ سال کے قریب ہو رہی ہے۔ تحریر و تقریر کے ذریعے میں نے بہت کچھ کیا ہے مگر ابھی تک شریعت نافذ نہیں ہوسکی۔ میں اس پر شرمندہ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی رائیگاں گئی۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے آپ ﷺ کے قدموں میں موت آجائے میں پاکستان واپس نہیں جانا چاہتا۔ اب کس منہ سے جاؤں، میں نے کیا حاصل کیا۔ اس دوران مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی اور غنودگی کے عالم میں میری نبی کریم ﷺ سے بالمشافہ گفتگو ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کیا تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی۔ ”ترجمہ: کہ میری نماز، میری

قربانی میرا جینا، میرا مرنا، صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔'' تم باقی زندگی بھی دین کے لئے وقف کر دو۔ تم کہتے ہو کہ شریعت نافذ نہیں ہو سکی، تم اس کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ پھر فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ شریعت سے بڑی کوئی نعمت نہیں ہے؟ جان، مال، عزت، آبرو، جائیداد سب حضور ﷺ کے دین کے لئے قربان کرنے کا قرآن پاک میں حکم ہوا ہے! اب بتاؤ، جب یہ حکم ہے تو پھر تمہارے لئے کوئی راستہ ہے؟ پاکستان واپس جاؤ اور شریعت کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرو۔ جو طاقت مقابلے میں آئے اس کو فنا کر دو یا خود فنا ہو جاؤ۔ پھر جب مجھے ہوش آیا تو مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ میرے پاؤں زمین نہ لگتے تھے۔(67)

فروری ۱۹۷۳ء کے اواخر میں مولانا واپس پاکستان تشریف لے آئے۔

خانیوال کانفرنس میں مولانا نیازی گرجے

۲۶، ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو خانیوال میں جمعیت علماء پاکستان کا ''کل پاکستان کنونشن'' منعقد ہوا جس میں صوبائی مجالس شوریٰ، صوبائی مجلس منتظمہ، مرکزی مجلس شوریٰ اور مرکزی مجلس عاملہ کے علاوہ خصوصی دعوت پر مندوبین شریک ہوئے جن کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے متجاوز تھی۔ اس کنونشن میں مولانا شاہ احمد نورانی کو مرکزی صدر اور مولانا نیازی کو ناظم اعلیٰ (سیکرٹری جنرل) منتخب کیا گیا۔(68)

مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب ہونے کے بعد مولانا نیازی ''نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ'' اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے دن رات مصروف ہو گئے۔ ملک گیر دورے فرما کر جمعیت علماء پاکستان کی تنظیم کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔

بھٹو دور کی تحریک ختم نبوت

۱۹۷۴ء میں دوسری بار تحریک ختم نبوت چلی تو مولانا نیازی ایک بار پھر سر بکف ہو کر میدان عمل میں اترے۔ اپوزیشن کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں پر ''مشتمل آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کی تشکیل ہوئی تو مولانا کو مرکزی نائب صدر منتخب کیا گیا۔ مولانا نے ملک گیر دورے فرما کر قادیانی مکر و فریب کے جال کو تار تار کر کے مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع فروزاں کی اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے کعبے کو گرانے والے ابرہہ کی جماعت کو یہ بتا دیا کہ غلامان

محمد مصطفیٰ ﷺ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا نہ ہو جائے۔

۹ رجون ۱۹۷۴ء کو ملک کی اٹھارہ دینی و سیاسی جماعتوں کا ایک مشترکہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ اگر حکومت نے مجلس عمل کے مطالبات جمعرات ۱۳ رجون تک تسلیم نہ کئے تو ۱۴ رجون بروز جمعۃ المبارک ملک گیر ہڑتال کی جائے گی۔ یہ کنونشن صبح دس بجے سے ۳ بجے سہ پہر تک جاری رہا۔ بعد میں مولانا نیازی نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کنونشن کے فیصلوں کا اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ کنونشن میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ صدر اور وزیر اعظم کے حلف کو پیش نظر رکھتے ہوئے قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے فوراً ہٹائے کیونکہ ختم نبوت کے نام پر قائم کردہ ملک میں ختم نبوت کے باغی کلیدی آسامیوں پر فائز نہیں رہ سکتے۔

مولانا نیازی نے اپنی پریس کانفرنس میں بتایا کہ کنونشن نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت کو اس امر کا موقعہ نہ دیا جائے کہ وہ یہ کہے کہ مجلس عمل اپنے مطالبات منوانے کے لئے تشدد پر اتر آئی ہے۔ مولانا نے حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر ہمارے جائز مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو حکومت کو بھی باغیان ختم نبوت کے زمرہ میں شمار کیا جائے گا اور اس وقت ہم حکومت کے کسی حکم کو ماننے کے پابند نہ ہوں گے۔

مولانا نے کہا کہ کنونشن ملک میں تخریبی کارروائیوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ملک میں ہر قیمت پر امن و امان قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔

مرزائیت دیوانہ ہوگئی

مولانا نے کہا کہ ہم نے کنونشن میں یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ سر دست ہمارا تصادم حکومت سے نہیں ہے یہ تو قادیانی جماعت خود ہم سے الجھ پڑی ہے اور ربوہ اسٹیشن پر جو بربریت اور درندگی کا مظاہرہ ہوا ہے اس کے نتیجہ میں از خود ردعمل کے طور پر کارروائی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جس علاقہ میں بھی جانی نقصان ہوا ہے وہاں پہل قادیانیوں ہی نے کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے کیونکہ یہ ملک توحید اور ختم نبوت کے نظریہ پر حاصل کیا گیا ہے اور ختم نبوت پر ایمان دستور کا حصہ ہے اس لئے کسی شخص، فرقہ اور گروہ کو یہ اجازت نہیں دی جائے کہ وہ

نظریہ پاکستان یا عقیدہ توحید کی مخالفت کرے اور اکثریت کی دل آزاری کرے۔ قادیانی روز ازل ہی سے پاکستان کے خلاف ہیں اور انہوں نے علاقہ قادیان کو الگ یونٹ بنوانے کے لئے گورداسپور کو اقلیت میں بدل دیا اور پٹھان کوٹ نے کشمیر کا راستہ بھارت کو دیا۔ قادیانی آج بھی کہتے ہیں کہ بھارت اور پاکستان ایک ہو جائیں۔ مرزا بشیر الدین محمود کو ربوہ میں امانتاً دفن کیا گیا ہے اور اس کی وصیت ہے کہ اسے قادیاں میں دفن کیا جائے۔

مولانا نیازی نے مزید کہا کہ موتمر عالم اسلامی کے اجلاس مکہ میں ۱۰۰ ممالک کے نمائندوں نے مطالبہ کیا تھا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جائے لیکن اگر اہل اسلام حکومت سے مطالبہ کریں کہ صدر اور وزیر اعظم کے حلف کے تحفظ کی خاطر قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے تو ہمارا یہ مطالبہ مذہبی جنون یا ملائیت کی تنگ نظری نہیں۔ ہمارے سامنے اس ضمن میں چینی اور روسی کمیونسٹوں کی مثال موجود ہے۔

مولانا نیازی نے سرظفر اللہ خاں (آنجہانی ۱۹۸۵ء) کی حالیہ پریس کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ حکومت پاکستان کی عدلیہ اور انتظامیہ سے بالا بالا ایک داخلی مسئلہ کے ضمن میں عالمی رائے عامہ کو مداخلت کی دعوت دے رہا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ ایک بین الاقوامی گروہ ہے۔ ان حالات میں ایک ایسے گروہ کو جس کی وفاداری بھی مشکوک ہے کنونشن یہ مطالبات کرنے میں حق بجانب ہے۔

کنونشن میں جمعیت علمائے پاکستان، پاکستان مسلم لیگ، پاکستان جمہوری پارٹی، جمعیت علمائے اسلام نیشنل عوامی پارٹی، جماعت اسلامی، مجلس تحفظ ختم نبوت، تنظیم اہل سنت و جماعت، تبلیغی جماعت، ادارہ تحفظ حقوق شیعہ، قادیانی محاسبہ کمیٹی، مجلس احرار و دیگر دینی جماعتوں اور طلباء کے نمائندوں نے شرکت کی۔(69)

پھر در زندان کھلا

تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مولانا نیازی کو جن مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا، اخبارات کی فائلیں ان کی شاہد عادل ہیں۔ مولانا نے اپنی علالت، بڑھاپے اور حکومت کی ستم رانیوں کی بالکل پرواہ نہ کی۔ ۱۴؍ جون ۱۹۷۴ء کو مسلم مسجد بیرون لوہاری گیٹ (لاہور کی مسجد) میں مولانا نے خطبہ جمعۃ المبارک دیتے ہوئے قادیانیت کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اس کے بعد آپ

نے مسجد وزیر خاں میں اپنے ساتھیوں سمیت گرفتاریاں پیش کرنا تھیں مگر جب مولانا، مسلم مسجد سے واپس اپنے گھر تشریف لے گئے تو حنیف رامے وزیر اعلیٰ پنجاب کے ایماء پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور نماز عشاء کے بعد رہا کر دیا گیا۔

بارگاہِ رسالت میں التجا

اس تحریک کے دوران مولانا نیازی نے بارگاہ رسالت ﷺ میں ایک خط لکھا جو اپنے دوست الحاج چوہدری فتح محمد بٹالوی کے ہاتھ شیخ غلام رسول المعروف بلیاں والے (ف ۱۹۷۶ء) جو مسجد نبوی ﷺ میں جاروب کش تھے کو پہنچایا۔ اس خط میں یہ لکھا تھا کہ میری طرف سے حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں سلام عرض کریں اور پھر درخواست کریں کہ آپ ﷺ نے ڈیوٹی سخت لگا دی ہے۔ بڑی مشکلات ہیں، رکاوٹیں ہیں۔ ساز و سامان نہیں ہے آپ ﷺ توجہ فرمائیں کہ وسائل پیدا ہوں اور رکاوٹیں دور ہوں۔

نوازشیں اور بشارتیں

جب یہ خط بابا غلام رسول کو پہنچا اور انہیں بتایا گیا کہ یہ خط مولانا عبدالستار خاں نیازی نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں ارسال کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ نیازی طرے والا۔ میں اس کو جانتا ہوں۔ میں نے اس کو پچھلے سال حج کے موقعہ پر دیکھا تھا۔ آپ نے مجھے خط دے دیا رات کو میں حضور ﷺ کے دربار میں عرض کر دوں گا۔ صبح کو جواب لے لینا۔ پھر جواب آیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

"رکاوٹیں دور ہو جائیں گی، غیب سے سامان پیدا ہو جائے گا۔"

اور پھر واقعی غیب سے سامان پیدا ہو گیا، مرزائیت کا مسئلہ حل ہو گیا، تحریک ختم نبوت کامیابی سے ہمکنار ہو گئی۔(70)

مرزائی غیر مسلم قرار دیئے گئے

یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کو حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی بنا کردہ بادشاہی مسجد لاہور میں "مجلس عمل تحفظ ختم نبوت" کے زیر اہتمام تاریخی جلسہ عام سے خطاب کر کے تحریک کو فیصلہ کن مراحل میں داخل کر دیا۔ آپ کی کوششیں رنگ لائیں اور ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی "غیر مسلم

"اقلیت" قرار دے دیئے گئے اور یوں حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی پورا ہو گیا۔(71)

ورلڈ اسلامک مشن کی خصوصی دعوت

۲۰ دسمبر ۱۹۷۴ء کو ورلڈ اسلامک مشن کی دعوت پر جمعیت علماء پاکستان کا ایک وفد مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں عالمی تبلیغی دورہ پر روانہ ہوا، جس میں مولانا نیازی اور پروفیسر شاہ فرید الحق (جو اس وقت سندھ اسمبلی میں قائد حزب اختلاف تھے) شامل تھے۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد اس وفد نے کینیا، نیروبی، ممباسہ، مشرقی افریقہ، مڈغاسکر، ماریشیس، ری یونین پیرس، انگلستان، شمالی امریکہ، نیویارک (ریاست ہائے متحدہ امریکہ) کوراسیانوت، جنوبی امریکہ، سرنیام، لندن، ناروے، ہالینڈ اور دیگر بہت سے ممالک کا دورہ کیا جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کے اسی فیصد مراکز بند ہو گئے۔ اس دورے کا کل سفر تقریباً ایک لاکھ میل بنتا ہے جو مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں (مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر شاہ فرید الحق، علامہ ارشد القادری) نے ساڑھے تین ماہ میں طے کیا اور چھ سو سے زائد اجتماعات سے خطاب کیا اور کئی ممالک کے ریڈیو اور ٹی وی سے بھی خطاب کا موقعہ فراہم ہوا۔ اس کے بعد عمرہ کر کے یہ وفد ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء کو واپس کراچی (پاکستان) پہنچ گیا۔

کراچی میں بے مثال استقبال

جب مولانا نیازی کا وفد کراچی ہوائی اڈے پر پہنچا تو یہاں ہزاروں کی تعداد میں موجود جمعیت علماء پاکستان کے کارکنوں، اسکاؤٹوں اور سیاسی رہنماؤں نے انکا پرجوش استقبال کیا۔ انہیں خوش آمدید کہنے والوں میں ارکان سندھ اسمبلی حاجی زاہد علی، ظہور الحسن بھوپالی (ف ۱۹۸۲ء)، مولانا محمد حسن حقانی، رکن قومی اسمبلی علامہ عبد المصطفیٰ الازہری (ف ۱۹۸۹ء) کے علاوہ سید احد یوسف اور متحدہ جمہوری محاذ کے رہنما بوستان علی ہوتی بھی شامل تھے۔ اس کے بعد قائدین وفد کو موٹر سائیکلوں، موٹر کاروں اور ٹرکوں کے ایک بہت بڑے جلوس کی صورت میں ہوائی اڈے سے جامع مسجد عیدگاہ بندر روڈ لایا گیا، جس کے بعد جلسہ عام ہوا۔ اس دوران کارساز کے قریب مسجد نعمانیہ میں عصر کی نماز ادا کی گئی۔ استقبال کے لئے آنے والوں میں پورے ملک کے مختلف شہروں سے آئے ہوئے لوگ بھی شامل تھے۔ استقبالی جلوس کوئی ایک میل کے قریب لمبا

تھا۔ ایئر پورٹ پر اسکاؤٹوں کے تین دستوں نے اپنے رہنماؤں کو سلامی دی۔

عالمی دورے کے تاثرات

جامع مسجد عیدگاہ میں عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ پاکستان سے باہر کے مسلمان ہم سے زیادہ بہتر مسلمان ہیں۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے فیصلہ کے بعد بیرون ملک قادیانیوں کے ۸۰ فیصد مراکز میں تالے پڑ چکے ہیں۔ پاکستان اور اسلام کے نام پر قادیانیوں کے فریب میں آجانے والے لوگ اب تائب ہو کر مسلمان ہو رہے ہیں اور جلد ہی ان ممالک سے قادیانیوں کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا۔

ہمارے اس دورے سے بیرونی ممالک میں پاکستان کا وقار بلند ہوا ہے۔ ہمارے اس تبلیغی دورے کا بہترین ردعمل ہوا ہے اور لوگوں کے دل اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اب ان علاقوں میں تبلیغی لٹریچر شائع کر کے تقسیم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ وہ وقت جلد آنے والا ہے جب یورپ اور امریکہ بھی کملی والے آقا ﷺ کے دامن رحمت سے وابستہ ہو جائیں گے۔

مولانا نیازی نے تقریر جاری رکھتے ہوئے ارشاد کیا کہ بیرون ملک لوگ ہم سے دریافت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کا نظام پاکستان میں عملی طور پر کیوں نافذ نہیں کیا جاتا۔ مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے ہماری جدوجہد جاری رہے گی اور اس ملک میں جلد ہی اسلامی شریعت جاری و ساری ہو جائے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔(72)

ملتان کانفرنس اور مولانا نیازی

۲۴، ۲۵ مئی ۱۹۷۵ء کو مدینۃ الاولیاء ملتان میں جمعیت علماء پاکستان کا ملک گیر کنونشن منعقد ہوا جس میں مولانا شاہ احمد نورانی کو دوبارہ بلامقابلہ صدر اور مولانا نیازی کو سیکرٹری جنرل چنا گیا۔ اس کے بعد مولانا نیازی نے پاکستان کو امن و آشتی کا قلعہ اور نظام مصطفیٰ (ﷺ) کا گہوارہ بنانے کے لئے اکناف و اطراف ملک کے دورے کر کے جو خدمت انجام دیں وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔(73)

پیپلز پارٹی سے ٹھن گئی

مئی ۱۹۷۵ء کے آخری ہفتہ میں راولپنڈی میں "متحدہ جمہوری محاذ" کی ایک اہم میٹنگ

ہوئی جس میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو (ف ۱۹۷۹ء) وزیر اعظم پاکستان کے مقابلے میں ایک ''کل پاکستان قومی کنونشن'' منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ سب جماعتوں نے متفقہ طور پر مولانا نیازی کو اس کنونشن کا کنوینر مقرر کیا۔ چنانچہ مولانا نیازی نے مسلم لیگ کے دفتر واقع ڈیوس روڈ لاہور میں جا کر کام سنبھال لیا اور پھر پنجاب کے مختلف شہروں کے دورے کر کے کنونشن کو کامیاب و کامران بنانے کے لئے ٹھوس کام کیا۔

ایک پریس کانفرنس

۵ رجون ۱۹۷۵ء کو مولانا نیازی نے بحیثیت کنوینر ''کل پاکستان قومی کنونشن'' مسلم لیگ ہاؤس لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ''کنونشن'' کی غرض و غایت، ضرورت اور اہمیت واضح کی۔ مولانا نے کہا کہ:

> ''ملک کی موجودہ صورت حال نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم ایک ملک گیر قومی کنونشن منعقد کریں جس میں مسئلہ کشمیر سے لے کر مہنگائی، عریانی، فحاشی تک کے تمام قومی مسائل پر غور وفکر کرنے کے بعد ایک مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا جا سکتے۔ ''کل پاکستان کنونشن'' درحقیقت ایک قومی پارلیمنٹ ثابت ہوگی جس میں تمام ملکی و ملی مسائل اور آئندہ سال کا بجٹ بھی زیر بحث آئے گا اور قوم کے جملہ مسائل کا حل پیش کیا جائے گا۔
>
> متحدہ جمہوری محاذ نے ۱۴، ۱۵ رجون ۱۹۷۵ء کو مسلم لیگ ہاؤس لاہور میں ''کل پاکستان قومی کنونشن'' طلب کیا ہے جس میں متحدہ جمہوری محاذ میں شریک جماعتوں کے سربراہ، دیگر ہم خیال سیاسی تنظیموں کے قائدین، ممتاز سیاسی رہنما، ملک کے معروف دانشور، صحافی، قانون دان، طلباء اور مزدور رہنما مسئلہ کشمیر اور دیگر ملکی مسائل پر خطاب کریں گے۔
>
> اس کنونشن کا واحد مقصد ملک کو درپیش مسائل کا جائزہ لینا اور ان کا حل دریافت کرنا ہے۔ کنونشن میں آزاد کشمیر کے حالیہ انتخابی ڈھونگ، آئین میں غیر جمہوری ترامیم کے ذریعہ آمرانہ استحصال، بنیادی حقوق، آزادی تقریر وتحریر و اجتماع شہری آزادیوں پر پابندیاں، قانون کی حکمرانی

> کا خاتمہ، ملک میں بے روزگاری، ہوشربا گرانی، اسلامی ضابطہ حیات کے نفاذ میں رکاوٹیں، ریڈیو، ٹی وی اور دیگر ذرائع سے فحاشی، بے حیائی اور بداخلاقی کی سرپرستی، ملک میں رنگ ونسل، زبان، علاقائیت، قومیت کے تعصّبات، آزادی صحافت پر پابندیاں، قانون دان طبقہ پر مظالم، حق و انصاف کی ترویج وتنقید میں رکاوٹیں، تعلیمی اداروں میں غنڈہ گردی، عوام میں جان و مال اور عزت و آبرو کا عدم تحفظ جیسے اہم مسائل زیر غور آئیں گے۔
>
> مولانا نیازی نے کہا کہ ملک کی موجودہ صورت حال اس قدر خراب ہے کہ نظم ونسق، قانون ساز ادارے بلکہ ہر شعبہ حکومت اپنی اہمیت کھو چکا ہے۔ جبر وتشدد اور غیر جمہوری اقدامات نے حزب اختلاف کو اسمبلیوں کا بائیکاٹ کرنے پر مجبور کیا اور بائیکاٹ کرنے والے اراکین اسمبلی اور سینٹر ملک کا دورہ کر کے جمہوریت اور بنیادی حقوق کی بحالی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور عوام کے خلاف کی گئی ناانصافیوں پر احتجاج کر رہے ہیں۔
>
> مولانا نے کہا کہ ان افراد کا کردار قابل صد آفرین ہے جنہوں نے حکمران طبقہ کے دام فریب میں پھنسنے سے انکار کر دیا اور ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔'' (74)

حکومت بوکھلا اٹھی

اس کے بعد مولانا نیازی نے اپنی روائتی جانفشانی اور مستعدی سے تمام انتظامات مکمل کر کے بھٹو حکومت کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ چنانچہ حکومت نے بوکھلا کر کنونشن سے دو روز قبل ۱۲ رجون کو ''تحفظ امن عامہ'' کی دفعہ ۳ کے تحت مولانا نیازی کو دو ماہ کے لئے گرفتار کر کے ساہیوال جیل میں نظر بند کر دیا۔ (75)

پھر مقدمے پھر گرفتاریاں

لاہور سے ساہیوال تک کا یہ سفر مولانا نیازی کے لئے بڑا تکلیف دہ سفر تھا۔ سخت گرمی کی وجہ

سے برا حال تھا۔ گرفتاری کے وقت پولیس والوں نے مولانا کو مکمل یقین دلایا تھا کہ ان کے ساتھ ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق سلوک کیا جائے گا مگر بدعہدی کی انتہا کرتے ہوئے مولانا کو ساہیوال جیل میں سی کلاس دی گئی۔ جہاں ٹڈیاں، مچھر اور دیگر حشرات الارض کی بہتات تھی۔ مولانا سے تمام سامان بھی چھین لیا اور اس پر طرہ یہ کہ منصوبہ بندی کے تحت رات کو مولانا کو سونے بھی نہ دیا جاتا، تمام رات ان کی کوٹھڑی کے سامنے آوازے کسے جاتے رہتے۔ جسے جیل کی اصطلاح میں ''پکار'' کہا جاتا ہے۔

مولانا نے جیل سے ہوم سیکرٹری کو خط لکھا کہ ہمیں ہمارے مرتبہ کے مطابق جیل میں اے کلاس ملنی چاہئے چنانچہ پندرہ دن بعد اے کلاس دے دی گئی مگر طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے تنگ کیا جاتا رہا۔ کبھی بجلی بند کر دی جاتی، کبھی رات کو سونے نہ دیا جاتا مگر آفرین مولانا نیازی کے عزم و حوصلہ کے کہ انہیں یہ تمام تکلیفیں کلفتیں اور پریشانیاں احقاق حق سے باز نہ رکھ سکیں۔(76)

۱۳ رجون ۱۹۷۵ء کو ''متحدہ جمہوری محاذ'' کی جنرل کونسل کا اجلاس نوابزادہ نصر اللہ خاں کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مولانا نیازی کی گرفتاری کی پرزور مذمت کی گئی اور پروفیسر شاہ فرید الحق کو قائم مقام کنوینر مقرر کیا گیا اور اسی روز لاہور ہائیکورٹ میں آپ کی گرفتاری کو چیلنج کر دیا گیا۔(77)

حسب پروگرام ۱۴ رجون کو کنونشن شروع ہوا تو قائم مقام کنوینر پروفیسر شاہ فرید الحق نے مولانا کا مرتب کردہ خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ کنونشن کی دو نشستیں ہوئیں۔ پہلی نشست کی صدارت پیر صاحب پگاڑا نے کی جبکہ دوسرے اجلاس کی صدارت مولانا شاہ احمد نورانی نے کی۔ کنونشن سے علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری (ف ۱۹۸۹ء)، ریٹائرڈ جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس (ف ۱۹۸۷ء) سردار عبدالقیوم خاں، مولانا غلام علی اوکاڑوی (ف ۲۰۰۰ء)، پروفیسر شاہ فرید الحق، طالب علم راہنما شیخ محمد رشید (راولپنڈی سے سابقہ ممبر قومی اسمبلی) ملک محمد قاسم (ف ۱۹۹۶ء)، مولانا جان محمد عباسی، راؤ مہروز اختر، خواجہ محمد صفدر (ف ۱۹۹۱ء) و دیگر رہنماؤں نے خطاب کیا، جبکہ مشیر کاظمی (ف ۱۹۷۵ء) نے نظم پیش کی۔

مقررین نے کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کی حمایت کی اور کہا کہ اس کے علاوہ مسئلہ کشمیر کا کوئی فیصلہ پاکستان اور کشمیری عوام کو قابل قبول نہیں ہوگا۔ ملک کی سالمیت و استحکام، اسلامی نظام

کے نفاذ اور جمہوریت کی بحالی کے لئے جدوجہد کرنے کے عزم کا اظہار کیا گیا۔ عوام سے اپیل کی گئی کہ وہ متحد ہو کر جبر و تشدد کے خلاف صف آراء ہو جائیں۔ کنونشن میں پورے ملک سے تقریباً تیس پینتیس ہزار سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں نے شرکت کی۔

کنونشن میں مولانا نیازی کی گرفتاری کے باعث ان کی عدم موجودگی کو بہت محسوس کیا گیا۔ سب رہنماؤں اور مندوبین کے چہرے غم و اندوہ کے مظہر تھے۔ مولانا کی گرفتاری کی شدید مذمت کرتے ہوئے حکومت کو متنبہ کیا گیا کہ ایسی گھٹیا حرکتوں سے قافلہ جمہوریت رک نہیں سکتا بلکہ مولانا نیازی کے کردار و عمل کی روشنی میں رواں دواں رہے گا۔(78)

جیل سے خطاب

بڑی ناانصافی ہوگی اگر یہاں مولانا نیازی کا لکھا ہوا وہ خطبہ استقبالیہ نقل نہ کیا جائے جو ان کی گرفتاری اور نظر بندی کی وجہ سے قائم مقام کنوینر پروفیسر شاہ فرید الحق نے کنونشن میں پڑھا۔ لیجئے، وہ خطبہ ملاحظہ فرمائیے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

صدر محترم و معزز مندوبین! ملت اسلامیہ پاکستان جن پے در پے سازشوں کا شکار ہوئی ہے ان کے زیر اثر ملکی و ملی وحدت و استحکام ایسے خطرات سے دوچار ہے جن کا تصور بھی خون کے آنسو رلاتا ہے۔ نصف سے زائد سرزمین وطن ملی بھگت سے دشمنوں کے حوالے کر دینے کے بعد بقیہ از سازش پاکستان کو بھی اعداء اسلام کے اشاروں پر خوفناک انجام کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں نت نئے فتنے برپا کر کے جسد وطن کے مختلف اعضاء کو ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔ سندھ میں ''سندھو دیش'' کی ناپاک تحریک کی بیل کو منڈھے چڑھانے کی غرض سے اس کی آبیاری کی جا رہی ہے اور اس کی پرورش کے لئے جملہ سامان اور لوازمات مہیا کئے جا رہے ہیں۔ پنجاب کی ضمیر کو اس بیدردی سے کچلا گیا ہے کہ جور و ستم سے تنگ آ کر لوگ بے ضمیر زندگی کے عادی ہو رہے ہیں۔

مسٹر بھٹو کا مافی الضمیر اب ہر شخص کے سامنے واشگاف ہے اور اس کی ہر شعبہ حیات پر مسلح قدغن لگا کر مستقل یاس اور اضطراب پیدا کرنے کی پالیسی کی وجہ کسی سے مخفی نہیں۔ آزاد کشمیر میں

معاہدہ شملہ کے بعد روا رکھے گئے طرز عمل سے بالعموم اور حالیہ نام نہاد انتخاب کے سلسلہ میں کی گئی کارروائیوں سے بالخصوص یہ امر ہر سلیم العقل پاکستانی پر منکشف ہو چکا ہے کہ یہ حضرت کشمیر کو بھی بصورت بنگلہ دیش، اندرا گاندھی کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ بازی گران سیاست خارجہ نے کشمیر میں پاکستان کے آزادانہ استصواب کے مطالبہ سے عملاً دستبردار ہونے کی حامی بھر کر اپنے اقتدار کے دوام کی ضمانت حاصل کر رکھی ہے۔ خط متارکہ کی بجائے کنٹرول لائن کا چرچا خالی از علت نہیں۔ کشمیر میں پاکستان پیپلز پارٹی کا قیام اور حالیہ انتخابی ڈھونگ کے ذریعے غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر اخلاقی ذرائع اختیار کر کے اس خانہ زاد داشتہ وگماشتہ کو بر سر اقتدار لانا نہ بلاوجہ ہے اور نہ بلا مقصد۔ آزاد کشمیر کی مقبول ترین شخصیت سردار عبدالقیوم کے خلاف عدم اعتماد کی سازش، عدالتی احکامات کے باوجود غیر قانونی اور بلاجواز کارروائیاں اور تمام تر سیاسی، اخلاقی اور قانونی قدروں کو پامال کر کے مکروہ آئین و جمہوریت کش کارستانیاں اور ان کے بل بوتے پر بے مثال بددیانتی سے رچایا ہوا انتخابی ناٹک اس امر کا شاہد ہے کہ بے ضمیر سیاست ''جعفر از بنگال وصادق از دکن'' کی پیروی میں وہاں تک جا پہنچی ہے جہاں تاریخ الامان اور جغرافیہ الحفیظ پکار رہا ہے۔ ہر گوشہ سے یہ صدائیں آرہی ہیں کہ اگر کشمیر میں سابقہ صورت حال کو بحال نہ کیا گیا، موجودہ الیکشن کو کالعدم قرار نہ دیا گیا، پاکستان کی سیاسی جماعتوں کو کشمیر میں فتنہ گری اور انتشار پھیلانے سے روکا نہ گیا، کشمیر کی موجودہ غیر قانونی طور پر مسلط کی گئی حکومت کو اگر تسلیم کر لیا گیا، اس کے غیر وجود کو اگر آئین کے آئینہ میں اپنی مکروہ شکل دیکھنے پر مجبور نہ کیا گیا، احترام آئین کو بحال کر کے زمام کار آئینی حکومت کے سپرد نہ کی گئی تو ''اندرا بھٹو'' سازش کی فتنہ سامانیاں وہ منظر پیش کریں گی کہ قومی حمیت سر پیٹ لے اور حب الوطنی تا ابد ماتم کناں رہے۔

اے کارکنان سیاست وزعماء کرام قیادت! مشرقی پاکستان کو تاراج ہوتے آپ دیکھ چکے ہیں ''بنگلہ دیش'' کی منظوری کی دستاویز آپ کی چشم خونبابہ بار میں چھبڑے ہوئے خامہ خوں چکاں سے تحریر کی گئی۔ حمیت لٹی، غیرت بکی، فوج بدنام ہوئی، قومی وقار نیلام ہوا تو کہیں معاہدہ تاشقند پر بصورت ''سقوط مشرقی پاکستان'' عمل ہوا اور اب ''معاہدہ شملہ'' کا تقاضا ہے کہ کشمیر کا لاشہ بھی انہی کندھوں پر اٹھے تا کہ دیار غیر میں اس کا دفن کیا جانا ہی تمہاری ملی سالمیت اور روشن مستقبل کی ضمانت ہو..... قوم کے عظیم محبان وطن کا یہ اجتماع بھی اگر تحفظ کشمیر کا سامان مہیا نہ کر سکا تو یہ قوم احساس زندگی

سے محروم و بیزار تسلیم کر لی جائے گی اور ہم صرف یہ کہنے کے لئے رہ جائیں گے کہ کشمیر گیا تو کیا ہوا، مسئلہ کشمیر تو باقی ہے۔ سلامتی کونسل کی قراردادیں تو موجود ہیں، وہاں پاکستان کے حق میں تحریک زور پکڑ رہی ہے اور پاکستان ہی نہ ہو تو کیا..... تحریک تو ہو گی۔ پاکستان یاد تو آئے گا۔ اسی کو کہتے ہیں: ۔

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
نا امیدی اس کی دیکھا چاہئے

معزز دردمندان قوم! تقاضائے وقت ہے کہ کشمیر میں آئینی حکومت کے قیام کی راہ میں جو غیر آئینی رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں، ان کو یکسر دور کرنے کے لئے وہ لوگ جنہیں واقعی کشمیری عوام کی حمایت حاصل ہے جملہ انتظام وانصرام اپنے ہاتھ میں لیں اور اپنے قائم کردہ ادارے کے توسل سے عوام کے حقوق اور سرزمین کشمیر کی نگہبانی کریں۔ لازم ہے کہ پاکستان کے عوام اپنے کشمیری بھائیوں کی بھرپور مدد کریں تا کہ وہ بھارت سے اپنا حق حاصل کر سکے اور پاکستان کی موجودہ حکومت کی ہندوستان نوازی کو اپنے غیرت مندانہ ردعمل سے ناکارہ بنا سکیں۔

جمعیت علماء پاکستان کا کشمیر پر موقف

اندریں حالات ہمارا موقف واضح ہونا چاہئے کہ کشمیر ایک آزاد ریاست ہے اور پورے کشمیر کے عوام کو آزادانہ استصواب رائے کے ذریعے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ مسلم اکثریت کی ریاست ہوتے ہوئے اسے پاکستان سے الحاق کرنا چاہئے یا اسلام دشمن ہندو بھارت سے۔ واضح رہے کہ آزادانہ استصواب کا فیصلہ پاکستان کے حق میں حاصل کرنے کے لئے ہمیں سازشوں پر اعتماد نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمیں بے مثال قربانیوں سے کشمیریوں کو ان کے روشن مستقبل کی ضمانت دینی ہو گی اور پوری قوم کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار کرنا ہو گا۔ یہ منزل ہڑتالوں یا قراردادوں کی مدد سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔ موجودہ حکومت کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے آج نوبت باین جا رسید کہ ایک طرف تو شیخ عبداللہ تک دھمکیوں پر اتر آئے ہیں اور دوسری طرف کشمیریوں کا پاکستان کی موجودہ حکومت پر اعتماد شدید مجروح ہوا ہے۔ ان نالائق و نابکار فتنہ پردازوں کی وجہ سے خوف و ہراس، غنڈہ گردی اور لاقانونیت کا وہ عالم برپا ہے کہ بقول خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ: ۔

عجب دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

پیپلز پارٹی کی لوٹ کھسوٹ

کم ظرفی کی یہ کیفیت ہے کہ حامیوں میں ڈپو تقسیم ہو رہے ہیں اور جن سے نظریاتی اختلاف ہے ان کا راشن بند کر دیا جاتا ہے۔ فیڈرل سیکیورٹی فورس ہے کہ دندناتی پھر رہی ہے اور جسد کشمیر ہے کہ لہولہان ہے۔ پاکستان کے سیاسی پیکر کو جس قدر بدنما اور داغدار پاکستان پیپلز پارٹی نے کیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں شائد ہی مل سکے۔ بے اصولی، بے راہروی، بے حمیتی، غیر مال اندیشی اور قانون و اخلاق کے عدم احترام نے پورے ملک کو بازیچہ ملت فروشاں بنا دیا ہے اور حیف ہے کہ صرف ایک فرد اپنے اقتدار کے لئے قومے فروختند کے مصداق غداران ملت کی بداعمالیوں کی اتباع میں:

ناقبول و ناامید و نامراد
ملت از کارِشاں اندر فساد

ایک بے لگام آمریت

اس بے لگام آمریت کے دیو استبداد کی بداعمالیوں کی وجہ سے تظیم و نسق میں خلل و انتشار کی انتہا ہو چکی، پولیس اور فیڈرل سیکیورٹی فورس ایک نمک حرام ملازم کی طرح اپنے ہی آقا کی ہڑتال پسلیاں توڑنے میں مصروف ہے اور اسے کبھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ اپنی تنخواہیں کسی مرد واحد کی جیب سے نہیں بلکہ قومی خزانے سے وصول کر رہے ہیں۔ یہ ناہنجار و ناعاقبت اندیش شرابیوں، زانیوں، فاسقوں اور فاجروں کے اقتدار کو اس ملک میں جہاں ان کی مائیں، بہنیں اور بیٹیاں بھی بستی ہیں، دوام بخشنے کے لئے شرمناک اور ننگ انسانیت کردار ادا کرنے میں مصروف ہیں۔ اندھے یہ نہیں دیکھتے کہ فرعونیت، چنگیزیت اور یزیدیت تک مار کھا گئی ہے اور ان کے سہارے ایک نئی قسم کی آمریت اور ایک ایسی استبدادیت فروغ پا رہی ہے کہ بدترین سفاک اور خونخوار حکمران بھی محو حیرت و استعجاب ہو۔

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس اصلاح و آئین و رعایات و حقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری

کس کی جان و مال و عزت و آبرو محفوظ ہے۔ غنڈہ گردی، سفلہ پروری کیا رنگ لائی ہے کہ شرافت سرنگوں ہے اور بے حیائی سرفراز۔ بیکاری، بے روزگاری، بیماری، محرومی اور مفلسی عوام کا مقدر قرار پا چکی ہے اور شاہ خرچیاں، منافع خوریاں، عیاشیاں، غنڈوں اور سفلوں کے نام لکھ دی گئی ہیں۔ اہلیت و استحقاق کا تصور فرسودہ ہو چکا ہے۔ اقرباء نوازی، کنبہ پروری، دھڑا بندی اور برسر اقتدار پارٹی کی شورہ پشتیوں نے وہ رنگ دکھایا ہے کہ انتظامیہ اندر سے ریزہ ریزہ اور استحکامیہ باہر سے پرزے پرزے ہے۔

حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

اے غیرت مندان قوم! خارجہ پالیسی میں تذبذب، نامعقولیت، بے یقینی اور بداعتمادی نے اقوام عالم کی صف میں ہمیں وہاں لا کھڑا کیا ہے جہاں سے ہم اپنے دشمنوں کے سامنے صرف خرخر کر سکتے ہیں اور اپنوں پر طاقت کے باؤلے پن میں غراتی ہوئی طاغوتیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

اپنے سے ہو تو مقابلہ کبر سے تن جائیے
غیر کا ہو سامنا تو بس قلی بن جائیے

قومی غیرت کا دیوالیہ نکل چکا ہے۔ انتقام و قصاص کی باوقار روایات کو چھوڑ کر غاصب کے سامنے جبین نیاز جھکائی جا رہی ہے۔ انتہا یہ کہ مصالحانہ گفتگو کی بیل منڈھے نہ چڑھے تو حق و انصاف کے اصولی موقف پر اصرار کی بجائے عرض گزاری جاتی ہے کہ ہم تو مان لیں۔ ہمارے جذباتی خرمغز عوام قومی غیرت میں پاگل ہو کر ہمیں مقاومت اور تصادم پر مجبور کر رہے ہیں لہٰذا ان کے خوف سے ہم سردست بین الاقوامی فضائی عدالت سے اپنا مقدمہ واپس لینے کی ہمت نہیں رکھتے۔ بدیں وجہ دوست اگر کوئی باقی ہیں تو مایوس ہو رہے ہیں۔ مخالف مزید دیدہ دلیر بن رہے ہیں۔ درون خانہ یہ عالم ہے کہ آئین پاکستان، اسلام کے سرکاری دین قرار دیئے جانے کے باوجود شراب، زنا، قمار بازی، فحاشی، بدکاری اور تعصبات رنگ و زبان، نسل و علاقائیت اپنی جولانیوں پر ہیں۔ فحاشی، فسق و فجور اور بدکاری کی تبلیغ کے لئے قومی ذرائع ابلاغ کو انتہائی بے شرمی سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ مزید برآں بجائے اصلاح کے ان منکرات و فواحش کو فروغ دینے کے لئے قانون کا سہارا لیا جا رہا ہے۔

اے دانشوران قوم! تمہارے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے منتخب کئے ہوئے نمائندے چونکہ محبان وطن تھے، نیت صیاد سے آگاہ تھے لہٰذا گلشن عزیز کو مزید تاراجیوں سے بچانے کے لئے انہوں نے اسے ضروری سمجھا کہ آئین جلد از جلد نافذ ہو اور مصلحت وقت جانا کہ فی الوقت اگر آئین صحیح معنوں میں عزائم ملت پاکستان کے مطابق نہیں ہے تو بھی اضطراری اکتفا سے کام لیا جائے۔ تاہم قومی اور ملکی مفاد میں جس قدر مفید ترامیم ان حالات میں منظور کرائی جاسکتی تھی، کرائی گئیں مگر آئینی سودا بازی کی کدورت سے سیاسی فضا کو پاک رکھنا اس وقت ان نمائندگان کے لئے ممکن نہ تھا۔ لیکن باعث صد تاسف وملامت یہ صورت حال ہے کہ موجودہ آئین چونکہ مکمل طور پر رضائے آمر اور منشائے آمریت کے مطابق نہ ڈھالنے دیا گیا اس لئے یاران آزاد طبع کو اس سے بھی کد ہوگئی اور اس کے احترام کو جس طرح مسلسل ومتواتر تخریبی عمل سے مجروح کیا جارہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ جمہوریت کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ قومی نمائندے اگر قومی اداروں میں اپنے رائے دہندگان کی صحیح نمائندگی سے قاصر کر دیئے جائیں تو ان پر فرض ہے کہ وہ اپنے رائے دہندگان کی طرف لوٹ آئیں اور ان کو اعتماد میں لے کر آئندہ کے لئے واضح لائحہ عمل ان کے استصواب سے طے کریں۔ یہ جمہوریت کا کوئی اصول نہیں کہ جس قومی نمائندے کو کوئی طاغوتی طاقت غیر جمہوری طریقے سے اپنے رائے دہندگان کی نمائندگی سے عملاً روک دے وہ مستعفی ہو جائے۔ استعفیٰ طلب کرنے کا حق اولاً رائے دہندگان کو اور مابعد اس سیاسی جماعت کو ہے جس کا وہ ترجمان ہے۔ اس کنونشن کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ آپ کے وہ نمائندے جو قومی اداروں کا بائیکاٹ کرنے پر مجبور ہوگئے۔ آپ کے استصواب سے آئندہ لائحہ عمل مرتب کر سکیں۔ قوم کو اعتماد میں لیں اور آپ کی نمائندگی کا حق ادا کریں۔ آئین کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا، اس کے پیش نظر یہ آئین صرف ایک فرد کی پرورش اور حفاظت اس کی رضا و رغبت کا دستور بن کر رہ گیا ہے۔ اس میں جو ترامیم آج تک کی گئیں وہ قطعاً قومی تمناؤں اور خواہشات کی آئینہ دار نہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان ترامیم پر ملکی سطح پر استصواب رائے کرایا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ جو ترامیم آپ کا یہ اجتماع تجویز کرے اس استصواب میں شامل کی جائیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی گزشتہ انتخابات میں جو کچھ قومی اداروں میں لے کر گئی۔ ان طبائع کی وجہ سے ملک وملت کو جن دشواریوں، خفتوں، بدنظمیوں، بے اصولیوں اور بے راہ رویوں کا سامنا کرنا پڑا، ان کے پیش

نظر یہ ضروری ہے کہ آئین میں ترمیم کے ذریعے صوبائی اور مرکزی سطح پر قومی اداروں کے نمائندگان کی قابلیت اور اہلیت کا معیار مقرر کیا جائے تا کہ ان مجالس شوریٰ وقوانین ساز میں صرف صالح اور دانش ور افراد ہی جگہ پاسکیں اور کوئی شرابی، کوئی زانی، کوئی غیر تعلیم یافتہ، غیر تربیت یافتہ کسی اسمبلی کا ممبر نہ بن سکے، کوئی ایسا فرد نہ وزیر ہو نہ گورنر، نہ وزیر اعلیٰ نہ وزیر اعظم، نہ صدر نہ مشیر۔

سرکاری ملازمتوں کے سلسلے میں جو بے راہ روی اختیار کی گئی ہے اور اس اہم شعبہ کو جس طرح مفلوج کیا گیا ہے، اس کے نتائج آپ کے سامنے ہیں۔ اگر یہی تخریبی عمل کچھ دیر اور جاری رہا تو انتظامیہ اس قدر ناکارہ، غیر موثر اور بے سود ہو جائے گی کہ ماسوائے انتقامی کارروائیوں کے نہ ان کے ذمے کوئی کام باقی رہے گا اور نہ ہی یہ کسی دوسرے مفید اور تعمیری کام کے اہل رہ جائیں گے۔ تقاضائے وقت بلکہ قومی اور سیاسی فریضہ ہے کہ مکمل جائزہ لینے کے بعد یہ قومی کنونشن ایسا لائحہ عمل اختیار کرے جس سے ملازم کے حقوق وفرائض متعین ہوں۔ جہاں ذمہ داریاں ہوں وہاں تحفظ بھی ہو اور یہ شعبہ ایسی فضا میں پھلے پھولے کہ ہر سرکاری ملازم ملک وملت کی خدمت کے لئے کمربستہ رہے اور اسے اپنے امور مفوضہ کو بطرز احسن سرانجام دینے کا اہل بھی بنایا جائے تا کہ وہ غیر جانبداری سے بلاخوف وخطر اپنے فرائض انجام دے سکے اور قوم کا اعتماد حاصل کر سکے۔

برادران ملت! کسی بھی ملک میں آئین وقوانین نافذ کرنے کا واحد مقصد ملت کی ایک خاص نہج پر تربیت کرنا ہوتا ہے۔ جب تک آئین اور قوانین مکمل طور پر اسلامی نہ ہوں گے وہ معاشرہ جس کی آپ تمنا رکھتے ہیں وجود میں نہیں آسکتا۔ قانون سازی کا مقصد اگر سزا دینا ہی ہو تو اسلامی معاشرہ تشکیل نہیں پاسکتا۔ رائج الوقت رومن اور یونانی فلسفہ، اسلامی فلسفہ سے قطعی مختلف اور فروتر ہے۔ اسلام میں قانون سازی، سزا اور جزا کے پیش نظر کی جاتی ہے جبکہ ہمارے ہاں قانون برائے سزا کی بدعت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اصلاحات بھی برائے سزا نافذ کی جاتی ہیں۔ شعبہ قانون سازی میں ہمارے دانشور سزا برائے اصلاح کے مشفقانہ اصول سے نابلد و ناآشنا ہونے کے ساتھ ساتھ منحرف بھی ہیں، جو آئین الملک اللہ اور الحکم اللہ کے زریں اصول امانت ونیابت پر مدون نہ کیا گیا ہو اور جس آئین میں عدالتوں کو سزا وجزا کے لئے احتساب کے اختیارات نہ دیئے گئے ہوں اسے اسلامی کہنا یا بے خبری ہے یا منافقت۔ آئین وقوانین کے غیر اسلامی ہونے سے جو نقصان اس معاشرے نے اپنی مختصر تاریخ میں برداشت کیا، اس کے جاری وساری رہنے سے اس

معاشرہ کا عبرتناک انجام قریب تر ہو جائے گا۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ یہ عظیم الشان مجلس ملی اس سلسلہ میں ضروری پروگرام مرتب کرے گی۔

بھوک اور افلاس کے خاتمہ کے لئے مساویانہ اقتصادی نظام کے قیام کا تقاضا ہے کہ ملکیت، امانت اور حق تصرف کے اسلامی فلسفہ کی قدروں کا تعین کر کے انہیں عملی جامہ پہنایا جائے۔ انسان فرداً فرداً اجتماعی طور پر صرف امین ہے مالک نہیں اور امانت پر (TRUSTEE SHIP) فرد کو صرف اپنی جائز ضرورتوں کی حد تک تصرف ہے۔ وہ فرد عام شہری ہو، حاکم وقت ہو یا حکومت وقت، اسی اصول کا پابند رہے گا۔ بصورت دیگر تبذیر یا اسراف کا مرتکب ہوگا اور خدا و خلق خدا کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ **ان المبذرین کانو اخوان الشیاطین**۔ (فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں، ''بنی اسرائیل: ۲۷'') اور **اِنَّهٗ لا یحب المسرفین**۔ (خدا فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ ''انعام: ۱۴۲'') سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

عزیزان ملت! ہم مسلمانوں کا شہری آزادیوں کا معیار رائج الوقت فلسفہ مغرب کے بنیادی حقوق سے قطعاً مختلف ہے۔ مسلمان صرف اس قدر آزادی کا طالب ہے کہ اسے وہ تمام فرائض بجا لانے کی آزادی ہو جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمے لگا رکھے ہیں۔ وہ خود یہ تقاضا کرتا ہے کہ اسے ان افعال و اعمال سے باز رکھنے کے لئے قوانین، نافذ کئے جائیں جو احکام الٰہی کے مطابق منکرات ونواہی کی ذیل میں آتے ہیں۔ فرائض کی بجا آوری میں جو شخص یا حکومت مسلمانوں اور ان کے اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ کھڑی کرے وہ اس کی سب سے بڑی دشمن ہے اور اسے کوئی حق بیعت حاصل نہیں۔ اس لئے اس ملک کے ایسے تمام قوانین کا لعدم قرار دیا جانا ضروری ہے جو اس کے خالق کی طرف سے عائد کردہ فرائض کی بجا آوری کی راہ میں حائل ہوں۔ مثلاً مظلوم کی حمایت اور ظالم کی مزاحمت اور مخالفت میرا اور آپ کا فرض منصبی ہے۔ ارشادات نبوت سے ان دونوں اقوال کی تائید ہوتی ہے:۔

(۱) **اتق بعوۃ المظلوم............الخ**

(مظلوم کی فریاد سے ڈر کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب یعنی رکاوٹ نہیں اور اس کی فریاد براہ راست خالق کائنات تک پہنچ جاتی ہے اور اللہ اس کی پکار سنتا ہے اور مدد کرتا ہے۔

بترس! از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

(۲) **انصر اخاک ظالماً او مظلوماً، قال کیف انصرو ظالماً ان تجزیدہ، عن ظلم فذلک نصرہ۔**

(اپنے بھائی کی مدد کر، ظالم ہو یا مظلوم۔ پوچھا، حضور ﷺ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آ گئی، ظالم کی مدد کیسے ہو۔ فرمایا کہ اس کا ہاتھ ظلم سے روک دے یہی اس کی مدد ہے۔)

(۳) **ان افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر۔**

(بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا ہے۔)

حضرات! معاشی، معاشرتی، سیاسی، تعلیمی، اخلاقی، فوجی، تاریخی اور جغرافیائی طور پر ایک قوم کا بیک وقت آزاد اور غلام رہ کر اپنے آپ کو آزاد کہلوانا ماسوائے خود فریبی کے اور کچھ نہیں۔ ہر شعبہ حیات میں فلاکت و افلاس ہی ہمارا اپنا مقدر ہے اور باقی سب کچھ غیروں کا ہے۔ ہماری معمولی حرکت بھی غیروں کی عطا کی ہوئی ہے، بیساکھیوں کی محتاج ہے۔ کسی نے ہمیں اندھا جان کر ڈاؤننگ سٹریٹ صدائیں لگانے کے لئے چھوڑ دیا، تو کوئی ہمیں وائٹ ہاؤس کے سامنے بٹھا آیا۔ کسی نے ہمیں کریملن کے کھمبوں کے ساتھ کھڑا کر دیا تو کوئی پیکنگ کے بازاروں کو پر رونق بنانے لگا۔ اب تقاضا یہ ہے کہ اپنی نجات کے لئے مہادیو کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ، پاربتی کی آرتی اتارو، یہ سب کچھ ہمارے ساتھ اس لئے روا رکھا جا رہا ہے کہ ہم نے دل کی آزادی شکم پری کے لئے داؤ پر لگا رکھی ہے، ورنہ اپنا نصب العین اور مسلک تو:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

تھا تو اب اسلامی سوشلزم کے نام نہاد علمبرداروں نے پورے معاشرے کو کفایت و قناعت سے عاری اور کنارہ کش کر کے عیش و عشرت، لادینی، بے حیائی اور بے حمیتی کا خوگر بنا دیا ہے۔ اس شرمناک صورت حال سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ آپ کا فرض ہے۔ قومی دولت کا یوں ضیاع کرنے والے ہرگز یہ حق نہیں رکھتے کہ انہیں ایسے اعمال کے لئے قومی خزانہ پر تصرف کا حق دے

دیا جائے۔ وہ قطعاً قوم سے کوئی طلب کرنے کے مجاز نہیں اور انہیں اس کا احساس دلانا وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے۔

سرحد اور بلوچستان کی داستان خونچکاں

واجب الاحترام رفیقو! صوبہ سرحد اور بلوچستان میں پے در پے مظالم کی داستان خونچکاں ہم سب کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ مختلف حیلوں بہانوں سے نظر بندیوں کے لئے جواز پیدا کرکے پورے ملک کو ایک وسیع جیل خانے میں تبدیل کرکے اسے پاگل خانہ سمجھ لینا اور خود عقل کل بن بیٹھنا ایک عظیم المیہ اور خوفناک سانحہ ہے۔ سیاسی قتل گاہ اور میدان کردار کشی کی اس فضا میں صرف جلسے جلوس یا ناجائز و ناروا پابندیوں کے خلاف احتجاج، نکتہ چینی، تقاریر یا تند و تلخ بیانات ان فنکاروں پر اثر انداز نہیں ہوسکتے۔ یہ ذرائع احتجاج صرف غافلان حکومت کی حمیت کو بیدار کرنے کے لئے ہوتے ہیں، سنگدل اور شقی القلب عیاش آمروں سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہ ذرائع سودمند نہیں ہوسکتے۔ کسی محو خواب غفلت کو چونکانے اور محو عیش کو دکھ بھری داستان سنانے کے لئے متوجہ کرنے کا عمل ایک سا نہیں ہوتا۔ لہٰذا فرض ہے زعماء پر، سیاسی جماعتوں پر اور دینی اکابر پر کہ وہ ان دلدادگان عیش کو ہوش میں لانے کے لئے قوم کو اعتماد میں لیں۔

حضرات! جب معاشرے کی دیواریں گر جاتی ہیں۔ جب سیاسیات کی پامال راہیں مسدود اور مسلمہ اقدار مشکوک ہوجاتی ہیں۔ تو زندہ قومیں اس کیفیت کے غم میں صف ماتم بچھا کر مرثیے نہیں پڑھا کرتیں، نئے معاشرے کی دیواریں استوار کیا کرتی ہیں۔ ایسے حالات میں نئے مقاصد اور نئے ولولے سے مردہ رگوں میں خون زندگی دوڑایا جاتا ہے۔ مظلوموں کی آواز کسی نئے انداز سے منظم کرکے ظلم کا ہاتھ روک دیا جاتا ہے۔ ایسی جدوجہد میں تجویز کی بجائے عمل، اخباری بیانات کی جگہ ٹھوس تنظیم اور قانونی موشگافیوں کی نسبت ایک تازہ قوت فراہم کی جاتی ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے دنیا کا ہر انقلاب کامیاب ہوا۔ اس طریقہ کو منطق کے حدود اربعہ، ذہن کی نازک خیالی اور ڈرائنگ روم کی عبارت آرائی میں سمونا محال ہے۔ یہ عشق وجنوں کا نسخہ ہے اور عشق وجنوں مل سے تیار ہوسکتا ہے بشرطیکہ جنون عزیمت و اعتقاد کا پاس رکھا جائے۔ اگر ہم سب آج صرف زبانی بخیئے ادھیڑنے اور سیاسی ظن و تخمین کے سامان مہیا کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ تو یہ محض قومی وقت کا ضیاع ہے اور اگر ہم خلوص دل سے طاغوتی طاقتوں کے خلاف صف آراء

ہونے کے لئے جمع ہوئے ہیں تاکہ حضور خاتم النبیین محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا بتایا ہوا انقلاب لایا جاسکے تو میں آپ کا خلوص دل سے استقبال کرتا ہوں۔ آیئے! ہم اس کنونشن کے مندوبین باہمی مشاورت کے بعد یہ فیصلہ کریں کہ مسٹر بھٹو کے پالتو، خانہ ساز اور حاشیہ بردار ارکان اسمبلی کی اصل حقیقت اور حیثیت کیا ہے۔ انہیں قوم کے سامنے بے نقاب کریں اور ملک کی حقیقی معنوں میں ایک نیشنل پارلیمنٹ کا انعقاد عمل میں لائیں جہاں تمام ملکی اور ملی مسائل جن کا ذکر بالتفصیل دعوت نامے میں موجود ہے زیر بحث لاکر ایک واضح لائحہ عمل تیار کریں تاکہ یہ ثابت ہوسکے کہ ''کل پاکستان قومی کنونشن'' ہی درحقیقت وہ قومی ادارہ ہے جس نے تمام جھوٹے نقوش سیرت کو مٹاکر ان کی اہمیت کو نسیاً منسیاً کردیا ہے بالکل اسی طرح جیسے قیام پاکستان سے قبل خلافت کمیٹی، آل انڈیا مسلم لیگ لیجیسلیچرز کنونشن اور دیگر ملکی و ملی اداروں نے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کا طلسم توڑ کر رکھ دیا تھا: ''ہر جا کہ ملت است مجلس است''، ''و ہر جا کر اصل موجود است حاجت مختار نیست۔'' ہمارا مقصود حیات اور غایت الغایات ہو جائے۔

وما توفیقی الا باللہ العظیم

آپ کا مخلص

محمد عبدالستار خان نیازی

داعی کل پاکستان قومی کنونشن لاہور۔ (79)

ڈیفنس آف پاکستان رولز کے مقدمے

''کل پاکستان قومی کنونشن'' کے انعقاد کے سلسلہ میں مولانا نیازی پر دو مقدمات بنائے گئے۔ یہ دونوں مقدمات سول لائنز پولیس نے مولانا کے خلاف ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت درج کئے تھے۔ پولیس نے پہلا مقدمہ اس قومی کنونشن کے سلسلہ میں مولانا کی طرف سے جاری ہونے والے دعوت نامہ پر درج کیا۔ الزام یہ لگایا گیا کہ مولانا نے حکومت کے خلاف مدعوئین کے جذبات ابھارنے کی کوشش کی ہے، اور حکومت کو وطن دشمن ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرا مقدمہ مولانا نیازی کی اس پریس کانفرنس کے سلسلہ میں درج کیا گیا جس میں حکومت کے خیال میں عوام کی حکومت کے خلاف اکسانے کی کوشش کی گئی تھی۔ (80)

مولانا کی گرفتاری کی مذمت پورے ملک میں کی گئی۔ علماء، وکلاء، طلباء، دانشور طبقہ، سیاست

دانوں اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے حکومت کے اس مذموم اقدام کی زبردست مذمت کرتے ہوئے بھٹو حکومت کے خلاف شدید نفرت کا اظہار کیا۔ ممتاز قانون دان چوہدری رفیق احمد باجوہ نے بڑی جرأت و پامردی کے ساتھ ہائی کورٹ میں مقدمہ کی پیروی کی۔
۴ر اگست ۱۹۷۵ء کو عدالت عالیہ نے مولانا کی باعزت اور فوری رہائی کا حکم صادر فرمایا۔ ۵ر اگست کو لاہور میں ان کی رہائی کی خوشی میں دیئے گئے استقبالیہ میں نوابزادہ نصر اللہ خاں، ملک محمد قاسم (ف ۱۹۹۶ء) اور چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ جیسے ممتاز سیاستدانوں اور دانشوروں نے مولانا کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔

نوابزادہ نصر اللہ خاں کا احتجاج

جمہوری پارٹی کے صدر نوابزادہ نصر اللہ خاں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ متحدہ جمہوری محاذ ملک میں آمریت کے خلاف بھرپور جدوجہد کر رہا ہے۔ قومی کنونشن کو ناکام بنانے کے لئے مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کو گرفتار کیا گیا تھا مگر حکمران طبقے کا یہ مقصد پورا نہیں ہوا۔ مولانا کی رہائی کے بعد قافلہ جمہوریت رواں دواں ہوگا۔ تقریر کے آخر میں انہوں نے مولانا نیازی کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

ملک محمد قاسم کا پروٹسٹ

پاکستان مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل ملک محمد قاسم نے اپنے خطاب میں کہا کہ ملک میں نیکی اور بدی کے درمیان جنگ ہے اور اس جنگ کو اتحاد سے ہی جیتا جا سکتا ہے۔ انہوں نے مولانا نیازی کی رہنمائی میں محاذ میں اتحاد قائم رکھنے پر زور دیا۔

مولانا نیازی نے اپنے ایمان افروز خطاب میں ارشاد کیا کہ ہم ملک میں شرعی انقلاب برپا کرنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہمارا مقصد ملک میں اسلام کا فوجداری نظام اور اسلام کا معاشی نظام نافذ کرنا ہے۔ قومی کنونشن کا مقصد پورا ہوا ہے کیونکہ اس میں باشعور کارکنوں نے شرکت کر کے نئے عزم اور ولولہ کے ساتھ جدوجہد کرنے کا اقرار کیا ہے۔ اگر عوام اٹھ کر قربانی و ایثار کا مظاہرہ کریں تو ظلم خود بخود فرار ہو جائے گا۔ مولانا نے پرزور مطالبہ کیا کہ ملک میں بڑھتی ہوئی فحاشی، بدکاری اور عریانی کو ختم کیا جائے۔ (81)

ہائی کورٹ نے رہا کر دیا

۷ر اگست ۱۹۷۵ء کو جمعیت علماء پاکستان لاہور نے مولانا نیازی کی رہائی کی خوشی میں ایک مقامی ہوٹل میں استقبالیہ دیا۔ مولانا نے خطاب کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ جمہوری محاذ کا اتحاد قائم رہے گا اور کسی قسم کا نفاق پیدا نہیں ہوگا اور جمعیت علمائے پاکستان، محاذ کے فیصلوں کا احترام کرے گی۔ مولانا نے کہا کہ متحدہ جمہوری محاذ ملک میں بھٹو حکومت کے جبر و استبداد کے خلاف جدوجہد کر رہا ہے اور ہم یہ جدوجہد جاری رکھیں گے۔ ہم محاذ کے فیصلوں کا اور ان کے مخلصانہ اور مشفقانہ مشوروں کا احترام کریں گے کیونکہ متحدہ جمہوری محاذ خوشدلانہ احترام و محبت کا محاذ ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کا تین نکاتی منشور

مولانا نیازی نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہماری جماعت، جمعیت علمائے پاکستان کا تین نکاتی منشور ہے اور وہ یہ کہ پاکستان میں مساوات محمدی قائم کی جائے۔ ملک میں اسلام کا فوجداری نظام قائم کیا جائے اور اسلام کی اخلاقی قدروں پر عمل کیا جائے۔
مولانا نے کہا کہ ہم اسلامی انقلاب کے خواہاں ہیں۔ ہماری جماعت کے کارکنوں کو چاہئے کہ وہ ان مظالم کی فہرست تیار کریں جو موجودہ حکومت (بھٹو حکومت) نے عوام پر روا رکھے ہیں۔
استقبالیہ سے قبل جمعیت علمائے پاکستان لاہور کے صدر مولانا سلیم اللہ خاں (ف ۱۹۹۵ء) اور قاری عبدالحمید قادری نے بھی خطاب کیا اور اپنی تقریروں میں کہا کہ ہم ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام کی جدوجہد کر رہے ہیں اور اس مقصد کے لئے کسی بھی قربانی سے گریز نہیں کریں گے۔ (82)

نومبر ۱۹۷۵ء میں مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا نیازی نے ضلع میانوالی کا طوفانی دورہ کیا تو آپ کے جلسوں کی کامیابی سے سیاسی مخالفین کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی اور حکومت کے ایوان میں زلزلہ آ گیا۔ مولانا نیازی نے پورے ضلع میانوالی میں بارہ جلسے کئے جو حاضری، جوش و خروش اور کامیابی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھے۔ حکومت نے بھی جلسوں کی تعداد کے اعتبار سے آپ کے خلاف بارہ کیس بنا ڈالے۔ مولانا نیازی ۲۵ر نومبر کو واپس لاہور تشریف لے آئے کیونکہ ۲۶ر نومبر

کو یہاں انجمن طلباء اسلام کے جلسہ میں خطاب کرنا تھا۔ ۲۷ رنومبر کی رات کو بارہ بجے مولانا کو لاہور میں ان کی رہائش گاہ سے گرفتار کر کے نامعلوم مقام پر پہنچا دیا گیا۔ اگلے دن آپ کی گرفتاری کو چیلنج کر دیا گیا تو ہائیکورٹ نے آپ کو لاہور سے باہر منتقل نہ کرنے کا حکم صادر کر دیا۔(83)

مولانا کی گرفتاری پر پاکستان کے بزرگ صحافی حضرت وقار انبالوی (ف ۱۹۸۸ء) نے مندرجہ ذیل قطعہ کہا:

نہ کوئی نگاہ بازی نہ کوئی زمانہ سازی
کبھی چین سے نہ بیٹھا تو اے مولوی نیازی
نہ وہ بزم میں بلائیں نہ تو ان کی بات مانے
وہی ان کی بے رخی ہے وہی تیری بے نیازی(84)

حکومت نے ہائی کورٹ کے احکامات کو پس پشت ڈال کر مولانا کو میانوالی جیل میں منتقل کر دیا اور جمعیت علماء پاکستان کے کارکنوں اور حامیوں پر ضلع بھر میں ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیئے، مگر شمع نیازی کے پروانوں نے تمام مصائب وآلام کا ڈٹ کر مقابلہ کر کے میانوالی کی تاریخ میں ایک انوکھے باب کا اضافہ کیا۔(85)

جیل کے دروازے کھل گئے

میانوالی جیل میں ناروا سلوک، ناقص کھانے اور گوناگوں پریشانیوں نے مولانا نیازی کے عزم وحوصلہ کو تسخیر کرنا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ لوگوں کو پتہ چلا تو وہ مشتعل ہو کر ایجی ٹیشن کر کے مولانا کی رہائی کا پروگرام بنانے لگے۔ جیل میں سی کلاس دی گئی۔ سپرنٹنڈنٹ جیل نے مولانا کو بتایا کہ بھٹو (ف ۱۹۷۹ء) نے ہمیں ہدایت دی ہے کہ مولانا نیازی کے کپڑے اتار کر سردی میں ننگا کھڑا کر دو اور اسے خوب گالیاں دو۔ سپرنٹنڈنٹ جیل نے مزید بتایا کہ مجھے آپ (مولانا نیازی) کے ساتھ جس قسم کا سلوک کرنے کے احکامات ملے ہیں وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس صورت حال کے پیش نظر روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے مندرجہ ذیل اداریہ لکھ کر قوم کو بتایا کہ قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے اس سپاہی کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے:

''مولانا عبدالستار خاں نیازی!''

''جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خاں نیازی کے

خلاف تحفظ امن عامہ کے آرڈی نینس کی دفعہ ۱۶ کے تحت مقدمات درج ہیں۔ جمعیت کے صدر اور سینئر مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک رٹ درخواست کے ذریعے مولانا عبدالستار خاں نیازی کی نظر بندی اور چوتھی آئینی ترمیم کو ہائی کورٹ میں چیلنج کر رکھا ہے۔ عدالت عالیہ اس ضمن میں طرفین کے موقف کی سماعت کے بعد ہی کوئی فیصلہ صادر کرے گی اور ہم عدالت میں زیر سماعت معاملہ کے بارے میں کوئی اظہار رائے کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ اطلاع بڑی تشویشناک ہے کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی جو کہ آج کل میانوالی سنٹرل جیل میں نظر بند ہیں۔ ان کی صحت خراب ہو رہی ہے۔ نیز انہیں سی کلاس میں رکھا گیا ہے۔ مولانا تحریک پاکستان کے بڑے ممتاز رکن اور سیاسی لیڈر ہی نہیں بلکہ پوسٹ گریجویٹ بھی ہیں۔ وہ اگر تحریک پاکستان کے لئے اپنی خدمات کے باوجود جیل میں بہتر کلاس کے مستحق نہیں سمجھے گئے تو جیل ضوابط کے مطابق اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے انہیں کم از کم بی کلاس تو ملنی چاہئے تھی۔ متعلقہ حکام نے اگر انہیں سہواً سی کلاس میں رکھا ہے تو اس غلطی کا ازالہ ہونا چاہئے لیکن انہیں جان بوجھ کر اگر نارواسختیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے تو یہ بڑے ہی دکھ اور افسوس کی بات ہے۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی پیچش کے پرانے مریض ہیں اور پرہیزی غذا کے عادی ہیں۔ انہیں سیاسی اختلاف کی یہ سزا تو نہیں دینی چاہئے کہ ان کی صحت اور زندگی کو ہی خطرہ لاحق ہو جائے۔''(86)

عدالت اعلیٰ نے مولانا نیازی کی تقریر سنی

پندرہ روز بعد مولانا نیازی کو اے کلاس مل گئی اور عیدالضحیٰ جیل کے اندر منائی۔ اس کے بعد کیس چلا۔ جسٹس شفیع الرحمٰن کی عدالت میں سماعت ہوئی۔ عدالت نے مولانا کو میانوالی سے لاہور طلب کر لیا۔ چنانچہ مولانا کو میانوالی جیل سے کوٹ لکھپت جیل لاہور میں لایا گیا۔ یہاں مولانا کو کچھ سہولتیں مل گئیں۔ جسٹس شفیع الرحمٰن نے مولانا کی تقریروں کے کیسٹ سنے تو ان پر

حقیقت واضح ہوگئی۔ عدالت کی کارروائی کی جھلکیاں ہفت روزہ ''طاہر'' (زندگی) لاہور کے نمائندہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''جناب جسٹس شفیع الرحمٰن کی عدالت میں مولانا عبدالستار خاں نیازی کا مقدمہ پیش تھا اور فاضل منصف ان کی میانوالی میں کی گئی تقریر کا موازنہ کر رہے تھے، رپورٹر نے تقریر کا جو مسودہ تیار کیا تھا، اس میں مولانا عبدالستار خاں نیازی سے یہ فقرہ منسوب کیا گیا تھا کہ انہوں نے کہا: ''اے سی صاحب گدھے انسان ہیں!'' فاضل منصف ٹیپ سے حاصل کردہ تقریر میں دیکھ رہے تھے کہ یہ فقرہ کہاں ہے؟ ایڈووکیٹ جنرل کے اسسٹنٹ کھڑے ہوکر کہنے لگے:

''یہ فقرہ جو کاپی میرے پاس ہے اس میں موجود ہے۔''

''فاضل منصف: میں اصل کاپی دیکھ رہا ہوں کہ اتنا بڑا گدھا یہاں کیسے غائب ہوگیا اس متن سے، (اور بالآخر یہ معلوم ہوا کہ یہ فقرہ ان کی اصل تقریر میں موجود نہیں تھا۔)

مولانا عبدالستار نیازی:۔ یہ کم از کم گدھا انسان کی ٹرمینالوجی (TERMINOLAGY) میں استعمال نہیں کرسکتا کہ گدھا کبھی انسان نہیں ہوتا اور انسان کبھی گدھا نہیں ہوتا۔

رفیق باجوہ:۔ کسی اے سی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ گدھا بھی ہو اور انسان بھی ہو۔

عدالت کے باہر باجوہ صاحب ایک دوست کے پاس کھڑے تھے، وہاں پر موجود اے پی پی کا نمائندہ کہہ رہا تھا، نیازی صاحب نے اپنی تقریر میں ایک عورت کا ذکر کیا ہے، وہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔

رفیق باجوہ:۔ آپ اتنی زیادہ قدغن تو نیازی صاحب پر نہ لگائیں کہ وہ تمام عمر عورت سے محروم بھی رہیں اور اب آپ ان سے کہیں کہ وہ عورت کا نام بھی نہ لیں۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی کسی مقدمے میں اپنی گرفتاری، جیل جانے اور سزائے موت کا ذکر کر رہے تھے، ایڈووکیٹ جنرل ان پر جرح کر رہے تھے۔

ایڈووکیٹ جنرل:۔ یہ میرے علم میں نہیں ہے۔

مولانا نیازی:۔ میں اس مقدمے کا ذکر کر رہا ہوں جو غالباً آپ کی پیدائش سے پہلے مجھ پر ہوا تھا، لیکن آپ کے علم میں وہ مقدمات تو ہوں گے جو ملک امیر محمد خاں کے زمانے میں مجھ پر بنے کیونکہ ان کی تو آپ دریافت ہیں۔

نیازی صاحب بیان دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو باجوہ صاحب نے ان سے کہا کہ آپ

حراست کے دوران تکالیف کا بالتفصیل ذکر کریں:۔

نیازی صاحب:۔ میں تمام تکالیف کا ذکر نہیں کروں گا، اس لئے کہ میں نہیں چاہتا کہ میں کوئی ایسی بات کروں جس سے میرے کارکن (DEMORALISED) ہوں۔ بہرحال اللہ میرے ساتھ تھا، حکومت میرے خلاف تھی اور نتیجہ یہ ہے کہ اللہ جیت گیا اور حکومت اپنے ارادوں میں ناکام ہوگئی۔ جب وہ حراست کے دوران ہونے والی تکالیف پر بیان ختم کرنے لگے، تو آخر میں کہا: ''مجھے پریشان کرنے کی اور بھی بہت کوششیں کی گئیں جن کا ذکر میں اس لئے ضروری نہیں سمجھتا کہ وہ لوگ مجھے پریشان کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے بلکہ اس بات پر پریشان ہوتے رہے کہ میں پریشان نہیں ہوا۔''

فاضل منصف اس پر مسکرا پڑے اور فرمانے لگے: تو آپ کے سارے بیان کا یہ مطلب لیا جائے کہ آپ نے پریشان نہ ہوکر انتظامیہ کو پریشان کیا اور اس میں آپ کامیاب رہے۔ نیازی صاحب نے اس کے جواب میں قرآن حکیم کی وہ آیات پڑھیں جن میں صبر کا ذکر ہے۔

سی آئی ڈی کا رپورٹر جس نے میانوالی میں مولانا عبدالستار نیازی کی تقریر کی رپورٹنگ کی تھی وہ مڈل پاس تھا۔ باجوہ صاحب نے اس پر انتہائی تاسف اور بے بسی کا اظہار کیا کہ ایک پوسٹ گریجویٹ شخص، عالم و فاضل آدمی، مانا ہوا مقرر، سابق ایم ایل اے، اپنی تقاریر کو اشعار سے مزین کرنے والا، دوران تقریر عربی، فارسی اور انگریزی بولنے والا۔ اس کی تقریر کی رپورٹنگ کے لئے مڈل پاس کو بھیجا گیا......

رپورٹر:۔ (جو عدالت میں موجود تھا) آپ میری قابلیت سے واقف نہیں، میں چاہے کتنا پڑھا لکھا آدمی ہو، اس کی تقریر کی رپورٹ کرتا ہوں، میں کوئی لفظ نہیں چھوڑتا۔

باجوہ صاحب نے اسے اپنے پاس سے کاغذ پنسل دی اور اسے کہا،

دیکھتے ہیں تم لکھ سکتے ہو کہ نہیں، اور پھر یہ اشعار پڑھے:

نہ سلیقہ مجھ میں کلیمؑ کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیلؑ کا
میں ہلاک جادوئے سامری، تو قتیل شیوہ آذری
میں نوائے سوختہ درگلو، تو پریدہ رنگ، رمیدہ بو
میں حکایت غم آرزو، تو حدیث ماتم دلبری

باجوہ صاحب اشعار پڑھ چکے تو رپورٹر نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی پنسل کان پر رکھ دی اور کہا: صاحب! میں اس کا کیا نوٹ لکھوں، یہ تو میں سمجھا ہی نہیں کہ آپ نے کس زبان میں کہا ہے؟

اس پر فاضل منصف، باجوہ صاحب سے فرمانے لگے:

"آپ یہ ٹسٹ نہ لیجئے! سمجھنا ان کی ڈیوٹی نہیں ہے، ان کی ڈیوٹی صرف لکھنے کی ہے۔"

عدالت سے باہر آنے پر باجوہ صاحب نے نیازی صاحب سے پوچھا:

آپ کی تقاریر میں نے پڑھی ہیں، ان کے پاس پردہ کیا وجہ ہے؟ آپ کے مخالفین نے ایسا کیا یا کروایا ہو! نیازی صاحب نے باجوہ صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا: آپ دوست ہیں، میں آپ سے اصل راز چھپا نہیں سکتا۔ میں اس بات پر کچھ تکبر سا کر بیٹھا تھا کہ میری ان تقاریر پر گرفت نہیں ہوگی اور اپنی حفاظت کے لئے اللہ کا سہارا ڈھونڈنے میں میں نے کچھ تساہل کیا جس کی مجھے یہ سزا ملی۔ مجھے اپنی قابلیت پر اتنا اعتماد نہیں کرنا چاہئے تھا اور میں اپنی تمام حراست کے دوران اسی ایک کوتاہی کی معافی مانگتا رہا۔

عدالت میں ہونے والے سوال وجواب کا جب عدالت سے باہر تذکرہ ہورہا تھا، تو باجوہ صاحب نے یہ اشعار پڑھے:

قسمت حسن و عشق سے مجھ کو نہیں ہے کوئی گلہ
تجھ کو غرور اگر دیا، مجھ کو بھی حوصلہ دیا

مجھ کو خدائے عشق نے جو بھی دیا بجا دیا
اتنی ہی تاب ضبط دی، جتنا کہ غم سوا دیا

نیازی صاحب نے برجستہ کہا:

ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

جناب ڈی ایم اعوان ایڈووکیٹ جنرل (ف ۱۹۹۳ء) نیازی صاحب پر جرح کرتے ہوئے کہنے لگے آپ فلاں تاریخ کو جیل تشریف لے گئے، وہاں آپ نے سپرنٹنڈنٹ کو یہ بات لکھوائی کہ آپ بیمار ہیں؟

نیازی صاحب! پہلی بات یہ ہے کہ میں تشریف نہیں لے گیا، لے جایا گیا تھا۔

ایڈووکیٹ جنرل:۔ یہ میں نے اس لئے کہا ہے کہ سیاسی لوگ خوشی سے جیل جاتے ہیں!

نیازی صاحب:۔ آپ کو بھی یہ خوشی میسر آجائے گی۔ آپ فکر نہ کریں......

دوران جیل مولانا بیمار رہے، ان کو ادویات کی فراہمی کا ذکر ہورہا تھا۔

ڈی ایم اعوان:۔ مولانا کو اسبغول اس لئے نہیں دیا گیا کہ ایسی دوائی جیل میں مہیا نہیں کی جاسکتی اور جو دوائی انہیں مہیا کی گئی اس میں آلیو آئل (OLIVE OIL) ایک دوا تھی جو اڑتالیس روپے کی آتی ہے۔

مولانا نیازی:۔ آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آلیو آئل خود انگریزی لفظ ہے اور آلیو آئل، زیتون کے تیل کو کہتے ہیں جو انگریزی دوا نہیں ہے اور جہاں تک اڑتالیس روپے کی دوا کا تعلق ہے، یہ احسان تم اپنی کم ظرفی کی وجہ سے اس آدمی کو جتا رہے ہو، جس نے اس ملک کے قیام کے لئے اپنی جوانی قربان کردی۔

مولانا زیر لب یہ کہتے ہوئے سنے گئے!

ترے عشق میں زندگانی لٹا دی
یہ ایک چیز تھی آنی جانی، لٹا دی

آج بزرگ صحافی جناب م ش بھی موجود رہے جنہوں نے نیازی صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ باجوہ صاحب انہیں کہنے لگے: مجھے آپ کو (COMPLIMENTS) پے کرنے ہیں کہ آپ نے ''طاہر'' کے کارکنوں کے جلوس کو لیڈ کیا۔ باجوہ صاحب انہیں ساتھ ہی بار تک لے گئے۔ وہاں پر جناب م ش نے یہ تاریخی واقعہ سنایا:۔

''پاکستان بننے کے وقت (م ش) نیازی صاحب، حکیم محمد انور بابری، مولانا محمد ابراہیم علی چشتی وغیرہ نے قسم کھائی تھی کہ جب تک نظام شریعت پاکستان میں نافذ نہیں ہوگا وہ شادی نہیں کریں گے۔'' یہ واقعہ سنانے کے بعد جناب م ش نے کہا: ''میں ذاتی طور پر کہتا ہوں کہ میں اس قابل نہیں کہ نیازی صاحب کے بوٹوں کے تسمے بھی کھول سکوں اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنی قسم پر آج تک قائم ہیں اور مجھے یہ فضیلت حاصل نہ رہ سکی۔''

ان کے ایک دوست مسکراتے ہوئے کہنے لگے کہ نیازی صاحب کے حصے کا کوٹہ بھی آپ نے حاصل کر لیا یعنی دو شادیاں۔ (87)

ہائی کورٹ سے باعزت رہائی

۹ رفروری ۱۹۷۶ء کو جسٹس شفیع الرحمان نے مولانا نیازی کی نظر بندی کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے باعزت رہائی کا حکم دے دیا اور ان تمام مقدمات میں آپ کو ضمانت پر رہا کرنے کا حکم دے دیا جو اب تک ان کے خلاف درج ہو چکے تھے۔ رہائی کے وقت جمعیت علماء پاکستان کے بے شمار کارکنوں نے خیر مقدم کیا اور مولانا کو ایک جلوس کی شکل میں مزار پر انوار حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ پر لایا گیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی بھی جلوس کے ہمراہ تھے۔ داتا دربار میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ کے لئے مزید جدوجہد کے عزم کا اظہار کیا۔ بعد ازاں جمعیت کے مرکزی دفتر میں مختلف علاقوں سے آئے ہوئے کارکنوں سے خطاب فرماتے ہوئے شرعی انقلاب کی جدوجہد کو تیز کرنے پر زور دیا۔ (88)

مولانا نیازی کی رہائی پر معروف صحافی بابا وقار انبالوی (ف ۱۹۸۸ء) نے یہ قطعہ کہا:

تعلق دار سے دیرینہ ہے آوازۂ حق کا
یہی بنیاد ہنگامہ یہی باعث ہے رونق کا
زمانہ لے چلا تھا دار کی جانب نیازی کو
عدالت نے بھرم رکھ ہی لیا انصافِ مطلق کا (89)

عدالت عالیہ نے مولانا نیازی کے خلاف غلط رپورٹنگ کرنے والے سی آئی ڈی کے ملازم کے خلاف مقدمہ قائم کرنے کا بھی حکم دیا مگر مولانا نیازی نے عدالت سے درخواست کی کہ اس پر رحم کیا جائے کیونکہ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ جسٹس شفیع الرحمٰن نے کہا:

''آپ کے ساتھ تو اس نے ظلم و زیادتی کی ہے لہٰذا اسے تا برخاست عدالت کی سزا دی جاتی ہے۔''

۱۳ راپریل ۱۹۷۶ء کو مولانا نیازی کراچی تشریف لے گئے، وہاں طلبہ، جمعیت علماء پاکستان کے کارکنوں، مختلف جلسوں اور پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ ۱۷ راپریل کو مولانا نے لاہور پہنچنا تھا، جہاں اگلے روز جمعیت علماء پاکستان کی مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ کا اجلاس ہو رہا تھا۔

لاہور کے جمخانہ کلب کے سامنے پی پی پی کے شکروں کا حملہ

۱۷ راپریل کو چار بجے سہ پہر مولانا نیازی بذریعہ ہوائی جہاز لاہور پہنچے۔ ہوائی اڈہ پر ٹیکسی تلاش کی مگر نہ مل سکی، چنانچہ ایک رکشہ پر سوار ہو کر براہ شاہراہ قائداعظمؒ (مال روڈ) شہر کی طرف تشریف لا رہے تھے کہ جم خانہ کلب کے قریب عقب سے سفید رنگ کی ایک تیز رفتار کار نمبر اے اے کے ۱۰۹۹ (A.A.K 1099) آئی جس نے رکشہ کو سائیڈ ماری چونکہ مولانا کے رکشہ کے پیچھے کئی کاریں آ رہی تھیں، مولانا نے سمجھا کہ شاید کوئی واقف کار ہے، جس نے سائیڈ مار کر گاڑی سامنے کھڑی کر دی ہے اور مجھے رکشہ سے اپنی کار میں سوار کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ہوا یہ کہ کار سے بشرٹ اور پتلون میں ملبوس ننگے سر والے چوبیس پچیس برس کے تین نوجوان اترے، ایک کے ہاتھ میں سٹین گن، ایک کے ہاتھ میں ریوالور اور ایک کے ہاتھ میں ہاکی تھی اور چوتھا ڈرائیور تھا۔

سٹین گن والا نوجوان مولانا کے سامنے آیا اور کہنے لگا:

''بڑے لیڈر بنے پھرتے ہو، اب بچ کر نہیں جا سکتے۔''

مولانا نے کہا! ''تم کون ہو؟''

نوجوان کہنے لگا: ''تم بھٹو کو گالیاں دیتے ہو ابھی تمہیں مزا چکھاتے ہیں۔''

مولانا نے فرمایا: بھٹو تمہارا کیا لگتا ہے؟ کیا تمہارا باپ ہے؟

نوجوان کہنے لگا: ''بس اب ختم ہوگئی تیری زندگی۔''

مولانا نے کہا: بکواس کرتے ہو تم۔ تمہارا میرا جھگڑا کیا ہے؟ تو کون ہے؟

نوجوان کہنے لگا: ''ابھی بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟''

اس کے ساتھ ہی اس نوجوان نے مولانا پر سٹین گن تانی اور چلا دی لیکن اللہ کے فضل سے نہ چلی، اس نے دوبارہ کوشش کی مگر پھر بھی نہ چلی۔ ریوالور اور ہاکی والے ایکشن کے لئے تیار تھے۔ سوئے اتفاق کہ اس وقت لاہور کی اس مصروف ترین سڑک اپر مال پر ٹریفک بہت کم تھا۔ مولانا نے فیصلہ کیا کہ وہ رکشہ سے باہر نکل جائیں۔ مولانا باہر نکلے تو ہاکی والے نے آگے بڑھ کر ہاکیوں کی بارش کردی۔ مولانا کے ایک ہاتھ میں ان کا کلاہ تھا اور دوسرے ہاتھ سے ہاکیوں کے وار روک رہے تھے۔

مولانا کا دایاں ہاتھ پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ دونوں بازوؤں، گھٹنوں اور پنڈلیوں پر بھی شدید ضربات آئیں۔ ریوالور والے نے فائر کرنا چاہا، لیکن اچانک ہاکی اس کے ہاتھ پر پڑی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا اور وہ اپنے ہی ساتھی کے اس ناگہانی حملے سے سہم گیا۔ مولانا کے تمام کپڑے خون آلودہ ہوگئے، چہرہ بھی لہولہان ہوگیا۔ مولانا نے سوچا کہ یہاں بات بہادری کی نہیں بلکہ جان بچانے کی ہے۔ چنانچہ مولانا حملہ آوروں کی زد سے نکل کر سامنے والی سڑک پر آگئے۔ وہاں سے گزرنے والی ایک پک اپ کو روکا مگر پک اپ والا نہیں رکا۔ مولانا نے دوڑ کر بلند آواز سے کہا: ''کیا مجھے پہچانتے ہو؟ میں عبدالستار خاں نیازی ہوں۔'' اس پر اس نے گاڑی روک کر مولانا کو اس میں بٹھالیا۔ اس دوران حملہ آور غنڈوں نے دوڑ کر پھر حملہ کرنے کی سعی مذموم کی مگر ناکام رہے۔

مولانا پک اپ میں بیٹھ کر قربان لائنز پہنچے۔ پہلے روزنامہ ''نوائے وقت'' پھر اپنے گھر اور دفتر کو فون کیا اور بعد ازاں ڈی آئی جی کو فون کر کے حملہ کی خبر سے آگاہ کیا۔ اتنے میں آئی جی پولیس نے خود فون کیا اور ایک ڈی ایس پی کو مولانا کے پاس روانہ کیا۔ جس نے مولانا کی رپورٹ پر زیر

دفعات ۳۰۷/۳۴، ۲۷۹ ت پ مقدمہ درج کرلیا۔ جب مولانا قربان لائنز پہنچے تو زخموں کی کثرت اور درد کی شدت کی وجہ سے طبیعت پر بہت زیادہ بوجھ پڑا اور مولانا نے زیرلب اپنے خدا سے یوں استغاثہ کیا: ''یا اللہ، یہی ہے ثمرہ؟ تیرے دین کی خدمت کرنے کا۔'' انور خاں، ڈی ایس پی نے مولانا کی یہ بات سن لی اور کہنے لگا کہ نیازی صاحب، کیا آپ گھبرا گئے؟ اس پر مولانا نے کہا: میں اپنے خدا سے شکوہ کر رہا تھا تم لوگوں سے نہیں۔

حملہ آور غنڈوں نے ہاکیاں مار مار کر مولانا کی پنڈلیاں شدید زخمی کردی تھیں، مولانا نے زخموں پر مرہم پٹی کرائی اور دفتر میں آگئے۔ (90)

حملہ کی پرزور مذمت

مولانا نیازی پر اس قاتلانہ حملے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی، لوگ جوق در جوق مولانا کی خبر گیری کے لئے جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر میں امڈ پڑے، تمام سیاسی لیڈروں نے اس حملہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے حکومت کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ اخبارات نے اپنے اداریوں میں اس قاتلانہ حملہ کی پرزور مذمت کی اور حکومت سے تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ ذیل میں روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور کا اداریہ ملاحظہ ہو:

> ''جمعیت علماء پاکستان کے رہنما مولانا عبدالستار خاں نیازی پر صوبائی دارالحکومت کی پررونق شاہراہ قائداعظمؒ پر دن دہاڑے فائرنگ اور بعد ازاں لاٹھیوں سے زدوکوب کرنے کی اطلاع کو قومی حلقوں میں انتہائی افسوس ناک ہی قرار دیا جائے گا اور ہر باشعور محب وطن اس کی مذمت ہی کرے گا۔ مولانا کے سیاسی عقائد کسی سے ڈھکے چھپے نہیں اور ان کے سیاسی مخالفین نے اگر تشدد و لاقانونیت کی راہ اختیار کی ہے تو یہ انتہائی زیادتی ہے۔ اس کا تدارک ہونا چاہئے کیونکہ سیاست میں تشدد کے نتائج کبھی اچھے نہیں نکلتے...... ذاتی زندگی میں مولانا بڑے مرنجاں مرنج آدمی ہیں۔ ان کی کسی سے دشمنی نہیں، وہ نہ بڑے زمیندار ہیں اور نہ لکھ پتی تاجر، وہ درویش صفت انسان ہیں اور ان کی ساری عمر اسی طرح گزری ہے۔ ان کا کسی سے کوئی ذاتی جھگڑا یا تنازعہ نہیں۔ اس لئے ان پر یہ حملہ سیاسی مخالفین

کی طرف سے ہی ہوسکتا ہے۔ اس قسم کی زیادتی بند ہونی چاہئے اور اس کا اولین تقاضا یہ ہے کہ اس معاملہ کو رفت وگزشت نہ ہونے دیا جائے کہ ان کا تعلق ایک اپوزیشن جماعت سے ہے بلکہ ان پر حملہ کرنے والوں کو بلاتاخیر تلاش کر کے انہیں عبرتناک سزا دی جائے تاکہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے دیدہ دلیرانہ حملہ اور نتائج کے اعتبار سے قوم وملک کے لئے انتہائی خطرناک رجحان کی موثر حوصلہ شکنی ہو سکے۔'' (91)

م ش کا احتجاج

پاکستان کے بزرگ اور نامور صحافی میاں محمد شفیع (م ش) نے ''مولانا عبدالستار نیازی پر قاتلانہ حملہ، وزیر اعلیٰ تفتیش پر خصوصی توجہ دیں'' کے عنوان سے ایک پرزور مضمون لکھا، ملاحظہ فرمائیے:

''شائد کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات''

''تحریک پاکستان کے مجاہد، مولانا عبدالستار خاں نیازی کو جب وہ کراچی سے لاہور واپسی پر ہوائے اڈے سے ایک رکشہ میں اپنے مکان پر واپس جارہے تھے، ہفتے کے روز دن کی روشنی میں کارسواروں نے جو سٹین گن، پستول اور ہاکی سے مسلح تھے، اپنے حملے کا نشانہ بنایا۔ مولانا نے اس کار کا نمبر نوٹ کر لیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ پولیس مستعدی سے ان پر حملہ آوروں کا پتہ لگانے میں کامیاب ہوگی اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گی۔

مولانا نیازی ۱۹۳۵ء سے سیاسیات میں سرگرم عمل ہیں۔ ان کی ذاتی زندگی ہر قسم کے دھبوں کی آلائش سے پاک ہے۔ ان کی جوانی مانند سحر پاکیزگی کا نمونہ رہی ہے۔ انہوں نے شاید ہی کبھی تہجد کی نماز قضا کی ہو۔ وہ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر رہے ہیں۔ رورل پروپیگنڈا کمیٹی کے کنوینر کی حیثیت میں انہوں نے دیہات میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچانے کے لئے شب وروز کام کیا۔ ۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں قائداعظمؒ نے انہیں خوانین عیسیٰ خیل کے مقابلہ پر ترجیح دے کر

میانوالی سے انتخاب لڑنے کے لئے مسلم لیگ کا ٹکٹ دیا، جس میں انہوں نے شاندار کامیابی حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۱ء کے عام انتخابات میں انہوں نے شریعت کے نفاذ کے منشور پر انتخاب لڑا اور کامیاب ہوئے۔ ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک میں انہیں مارشل لاء کی عدالت سے پھانسی کا حکم سنایا گیا۔ انہوں نے شریعت کے نفاذ کے لئے اپنی سرگرمیوں کی پاداش میں اتنی مرتبہ جیل کاٹی ہے کہ اب اس کا شمار ہی مشکل معاملہ بن چکا ہے۔ دوسرے مارشل لاء کے دوران انہوں نے مغربی پاکستان کے بااختیار اور باجبروت گورنر نواب صاحب کالا باغ سے ٹکر لی اور پاکستان کی تاریخ حریت میں ایک سنہری باب کا اضافہ کیا۔ انہوں نے قومی آسمبلی کے لئے نواب صاحب کالا باغ کے بیٹے کا مقابلہ کیا اور محض چند ووٹوں کے فرق سے ناکام قرار دیئے گئے۔

ان دنوں مولانا، جمعیت علمائے پاکستان کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ ان کی زندگی کا ایک ہی مقصد ہے اور انہیں ایک ہی لگن ہے اور وہ یہ کہ پاکستان میں ''شریعت محمدیؐ'' کا نفاذ ہوتا کہ پاکستان دنیا کے لئے اسلامی معاشرت اور اسلامی تمدن کا ایک نمونہ بن سکے۔ ہم جو ان کے بوٹوں کے تسمے کھولنے کی اہلیت سے بھی بہرہ ور نہیں، کوٹھیوں اور کاروں کے مالک ہیں لیکن مولانا آج بھی ایک کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں۔ مولانا پنجاب یونیورسٹی کے ایم اے ہیں۔ اعلیٰ دل ودماغ کے مالک ہیں۔ اردو، عربی، فارسی اور انگریزی پر یکساں عبور رکھتے ہیں۔ بے پناہ مقرر ہیں۔ اگر مولانا نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی ہوتی تو وہ پاکستان میں اعلیٰ سے اعلیٰ منصب پر فائز ہو سکتے تھے لیکن انہوں نے جان بوجھ کر، سوچ سمجھ کر، دیدہ دانستہ اپنے اللہ سے ایک پیمان باندھا ہے اور وہ ایک سچے مسلمان کی طرح اس میثاق پر قائم ہیں۔

جب ایسے شخص کو سیاسی وجوہات سے یا نجی وجوہات کی بناء پر لاہور

میں دن دہاڑے قاتلانہ حملہ کا نشانہ بنایا جائے تو اس سے عام لوگوں میں جو ردعمل برپا ہوگا، اس کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ایک وقت تھا جب لوگوں کو سیاسی حقوق حاصل نہ تھے۔ وہ صرف میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے لئے اراکین کا انتخاب کر سکتے تھے، اس دور کے عوام کا ردعمل، حکومت کے اداروں میں منعکس نہیں ہوسکتا تھا، لیکن اب تو خود وزیراعظم بھٹو کی مساعی سے پاکستان کے ہر بالغ مرد اور عورت کو ووٹ کا حق مل چکا ہے اور ان لوگوں کے ووٹوں سے مرکزی اور صوبائی حکومتیں معرض وجود میں آئی ہیں۔ ہم میں سے کسی کو بھی یہ فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ حکومت اور حزب مخالف سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے قول وفعل سے رائے عامہ کے متاثر ہونے کا عمل دن رات رہتا ہے۔ لوگوں کے ذہن میں کھد بد جاری رہتی ہے اور جب وقت آتا تو یہی عوام کالانعام اپنے ووٹوں سے کسی کو تخت پر بٹھا دیتے ہیں اور کسی کا کباڑا کر دیتے ہیں، اعلان تاشقند کے موقعہ پر جب لوگوں نے ٹیلی ویژن پر بھارت کے وزیر خارجہ مسٹر چاون کو پاکستان کے اس وقت کے وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی طرف طنز کی نگاہوں سے دیکھا تھا اور مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے اندرونی اضطراب کو ان کی نگاہوں میں پڑھا تھا تو لوگوں نے اعلان تاشقند کے زہر کو پی تو لیا لیکن ماجھوں، گاموں، ساجوں نے دل میں ایک گرہ ڈال لی اور زبان حال سے کہہ دیا:

وقت آنے دے بتا دیں گے تجھے اے آسماں
ہم ابھی سے کیا بتائیں کیا ہمارے دل میں ہے؟

چنانچہ جب ۱۹۷۰ء میں یہ وقت آیا تو لوگوں نے حیرت انگیز اجتماعی نفسیات کے تحت بھٹو کو اپنے اعتماد کا ووٹ دے کر چاون کے خندہ استہزاء کا انتقام لے لیا۔ "اعلان تاشقند" کے وقت یہ تو نہ ہوا تھا کہ لوگ فوراً سڑکوں پر نکل آئے تھے لیکن یہ لاوا اندر ہی اندر پکتا رہا اور جونہی وقت

آیا یہ لاوا اعلان تاشقند کے ایک مصنف ایوب خاں کے خلاف پھوٹ بہا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ہمارے لوگ بہت حساس ہیں، وہ غنڈہ گردی کو پسند نہیں کرتے۔ وہ لاٹھیاں لے کر فوری طور پر غنڈوں کے خلاف میدان میں تو نہیں آجاتے لیکن جب انہیں موقعہ ملتا ہے تو غنڈوں کو خواہ وہ سیاسی ہوں یا سماجی، سبق پڑھانے سے گریز نہیں کرتے۔

میں ذاتی طور پر پنجاب کے وزیراعلیٰ جناب صادق حسین قریشی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مولانا نیازی پر قاتلانہ حملہ کرنے والے ناپاک لوگوں کا تعاقب کریں۔ ان کا اور ان کی پارٹی کے مفاد کا یہ تقاضا ہے کہ وہ پولیس کے ایسے افسران کو تفتیش پر مامور کریں جن کی دیانت داری ہر قسم کے شکوک سے بلند تر ہو اور وہ خود روزانہ افسران مجاز سے رپورٹ طلب کریں حتیٰ کہ ملزموں کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کردیا جائے۔" (92)

اہل حدیث مکتبہ فکر کے ترجمان ہفت روزہ "اہلحدیث" لاہور نے بھی مولانا نیازی پر حملہ کی مذمت کے عنوان سے یہ اداریہ لکھا:

اہلحدیث کا تبصرہ

"گزشتہ دنوں جمعیت علمائے پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا عبدالستار نیازی پر جب کہ وہ ہوائی اڈہ لاہور سے رکشہ پر سوار شہر کی طرف آرہے تھے، مبینہ طور پر تین غنڈوں نے حملہ کردیا۔ مقام شکر ہے کہ سٹین گن کا فائر مس ہوگیا اور پستول چلنے سے قبل تیسرے حملہ آور نے جب مولانا پر ہاکی سے حملہ کیا تو وہی ہاکی پستول چلانے والے کے ہاتھ جا لگی اور نیازی صاحب پستول کے نشانہ سے محفوظ رہے۔ البتہ تیسرے حملہ آور نے پے در پے ہاکیوں سے مولانا کو کافی ضربات پہنچائیں اور موصوف زخمی حالت میں ہسپتال پہنچائے گئے۔ ان کی حالت اگرچہ خطرہ سے باہر ہے لیکن یہ حملہ بذات خود انتہائی رنج دہ، افسوسناک اور خطرناک رجحان کی غمازی کرتا ہے۔

نیازی صاحب، عالم دین .... پاکستان کی معروف شخصیت، پاکستانی زعماء میں اچھی شہرت کے حامل اور قیام پاکستان کی جدوجہد کے ممتاز کارکن ہیں۔ان کی سیاست سے اختلاف کیا جاسکتا ہے،لیکن وہ خود بہرحال محبّ وطن پاکستانی ہیں۔موصوف سہروردی مرحوم کے دور سے حزب اختلاف سے متعلق رہے اور آج کل جمعیت علمائے پاکستان کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ایسے ممتاز رہنما اور بے لوث محبّ وطن کے ساتھ لاہور جیسے شہر میں دن دیہاڑے غنڈہ گردی کی اس واردات کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔جمہوری ممالک میں حزب اختلاف کے قائدین کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

ہم اپنے صوبہ کے نیک شہرت گورنر، فرض شناس وزیر اعلیٰ اور انتظامیہ کے اعلیٰ افسران سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ حملہ آوروں کا سراغ لگانے اور ان کو قرار واقعی سزا دلانے میں پوری مستعدی کا ثبوت دیں۔(حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری)''۔ (93)

جم خانہ کلب کے سامنے شاہراہ قائد اعظمؒ (اپر مال) پر مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی پر قاتلانہ حملے کا ایک نہایت ہی دلچسپ، حیرت انگیز، سبق آموز اور ایمان افروز پہلو ایسا ہے جسے بے نقاب کرنا بے حد ضروری ہے۔ہم اس محیّر العقول واقعہ کا عبرت آموز پہلو بے نقاب کرتے ہیں۔

حملہ آوروں کا عبرتناک انجام

مولانا نیازی پر جن چار ایف۔ایس۔ایف کے نامزد لوگوں نے حملہ کیا تھا،نواب محمد احمد خاں قصوری (ف ۱۹۷۴ء) قتل کیس میں انہوں نے ہائی کورٹ میں اقبال جرم کیا کہ انہیں مولانا نیازی کے قتل پر مامور کیا گیا تھا۔ان میں سے ایک ٹرک کے نیچے کچلا گیا،ایک نہر میں غرق ہوگیا اور باقی ماندہ دو ملزم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو (۱۹۷۹ء) کے ساتھ پھانسی پر لٹک گئے۔ان دو ملزموں میں محمد ارشد اقبال اور راؤ نے مولانا نیازی پر قاتلانہ حملے کی روئیداد خود سنائی ہے۔اس کا راوی طارق وحید بٹ ہے۔اس کا بیان ہے کہ ان دنوں وہ بھی کوٹ لکھپت جیل میں محبوس تھا۔مذکورہ دو

ملزموں سے اس کی ملاقات ہوئی۔ہر دو ملزموں نے بٹ صاحب کے سامنے اقرار کیا کہ حملہ کے روز وہ دونوں سٹین گن سے مسلح تھے اور مسٹر بھٹو کے احکامات کے مطابق مولانا نیازی کے قتل کا منصوبہ تیار ہو چکا تھا۔انہوں نے سٹین گن کے فائر مارے،دونوں کے فائر ہوئے مگر مولانا نیازی کو وہ کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔وہ کہتے تھے کہ نیازی، ولی اللہ ہے،سٹین گن کے برسٹ اس پر اثر انداز نہیں ہوئے۔خدا نے اسے بچالیا،ہم سزائے موت پا جائیں گے اور اگر مولانا نیازی نے معاف نہ کیا تو جہنم واصل ہو جائیں گے۔اس لئے بٹ صاحب سے انہوں نے درخواست کی کہ وہ جیل سے رہا ہونے کے بعد مولانا نیازی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے معافی مانگے اور اپنے لئے بھی ان سے دعا کے لئے عرض کرے۔چنانچہ جیل سے رہا ہو جانے کے بعد بٹ صاحب نے مولانا نیازی سے ملاقات کی اور سارا واقعہ بیان کیا۔اپنے لئے بھی دعا کی درخواست کی۔مولانا نیازی نے ان دو ملزموں کے لئے خدا سے معافی کی دعا مانگی اور بٹ صاحب کے لئے بھی دعا مانگی۔نیز فرمایا کہ وہ ایک عاجز خطاکار مسلمان ہے اور اولیائے کرام کی خاک پا کے برابر بھی اپنے آپ کو نہیں سمجھتا۔تاہم یہ ضرور محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے قاتلانہ حملہ سے بچایا۔اس کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔شائد اللہ تعالیٰ ان سے اسلام کے لئے کوئی خدمت لینا چاہتا ہے۔

اسمبلی میں تحریک التواء

۲۰/اپریل ۱۹۷۶ء کو پنجاب اسمبلی میں ''تحریک استقلال'' کے رکن راجہ محمد افضل نے مولانا نیازی پر اس قاتلانہ حملہ کی مذمت کے سلسلہ میں تحریک التواء پیش کرتے ہوئے کہا کہ مولانا نیازی پر حملہ کی خبر سے عوام میں حکومت کے خلاف غم وغصہ پایا جاتا ہے اور حکومت ملک میں سیاسی عمل کو روک کر تشدد کا رجحان پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے،مگر صوبائی وزیر قانون ایس ایم مسعود نے اس تحریک کی مخالفت کی اور سپیکر شیخ رفیق احمد نے تحریک التواء پیش کرنے کی اجازت نہ دی۔اس پر راجہ محمد افضل اور حزب اختلاف کے کئی اراکین نے ایوان میں کھڑے ہو کر تقریر کرنا چاہی جس پر سپیکر نے ایوان کی کارروائی پانچ منٹ کے لئے ملتوی کر دی۔(94)

چونکہ یہ قاتلانہ حملہ خود حکومت نے وفاقی پولیس (بھٹو فورس) کے غنڈوں سے کروایا تھا لہٰذا اسمبلی میں تحریک التواء پیش نہ ہونے دی اور نہ ہی تفتیش کی گئی بلکہ ۱۰/مئی ۱۹۷۶ء کو اس مقدمہ کو عدم پتہ قرار دے کر حق وانصاف کا خون کر دیا۔(95)

پاکستان قومی اتحاد کی تشکیل

۷ رجنوری ۱۹۷۷ء کو بھٹو حکومت نے عام انتخاب کا اعلان کیا تو ۱۰ رجنوری کو حزب اختلاف کی نو سیاسی جماعتوں پر مشتمل ''پاکستان قومی اتحاد'' معرض وجود میں آیا۔ جس نے ملک میں تاریخ ساز کردار ادا کر کے قوم کو جبر و استبداد سے نجات دلائی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قومی اتحاد کا قیام تمام سیاسی راہنماؤں کی سیاسی بصیرت کا نتیجہ تھا، لیکن اتحاد کی تشکیل میں جمعیت علماء پاکستان نے مرکزی کردار ادا کیا۔ عہدوں اور سیٹوں کی قربانی دے کر اتحاد کو برقرار رکھا اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی خاطر تمام اختلافات کو پس پشت ڈال دیا اور اس ضمن میں مولانا نیازی نے بحیثیت سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان جو نمایاں اور خصوصی کردار ادا کیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' ملتان کے نمائندہ خصوصی شیخ ریاض پرویز رقمطراز ہیں:

قومی اتحاد میں جمعیت علماء پاکستان کا کردار

''گزشتہ سال ۹ راکتوبر (۱۹۷۶ء) کو مسٹر رفیق احمد باجوہ (مرکزی نائب صدر جمعیت علمائے پاکستان) کے مکان پر اجتماع ہوا، اس میں سابق متحدہ جمہوری محاذ (یو ڈی ایف) میں شامل مسلم لیگ، جماعت اسلامی، پاکستان جمہوری پارٹی، کالعدم نیپ (موجودہ این ڈی پی) اور جمعیت علماء اسلام کی طرف سے تحریک استقلال اور جمعیت علمائے پاکستان کو اشتراک عمل کی دعوت دی گئی اور اصولی طور پر متحد ہونے پر اتفاق رائے کر لیا گیا۔ متحدہ جمہوری محاذ سے مطالبہ کیا گیا کہ تحریک اور جمعیت علماء پاکستان کو پنجاب میں چالیس فیصد نشستیں دی جائیں۔ نوابزادہ نصر اللہ خاں نے کہا کہ وہ اتحاد چاہتے ہیں، اپنے انتخابی کوٹہ کو سنجیدہ مسئلہ بنانے کو تیار نہیں۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ وہ تیس فیصد سے زیادہ نشستیں دینے کو تیار نہیں۔ بات سرے نہ چڑھ سکی، اجلاس ملتوی ہو گیا۔ مولانا عبدالستار نیازی کو معلوم ہوا، تو وہ اتحاد قائم کرنے کی مہم میں سرگرم ہو گئے۔ ان کی کوششوں سے مولانا مفتی محمود اور پیر صاحب پگاڑا اس بات پر راضی ہو گئے کہ تحریک استقلال اور جمعیت علماء پاکستان کو چھتیس فیصد کوٹہ ملے گا۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے جب ایئر مارشل اصغر خاں سے بات کی تو انہوں نے چالیس فیصد سے کم پر راضی ہونے سے انکار کر دیا۔ اس پر مولانا عبدالستار خان نیازی نے کہا کہ چالیس فیصد سے پنجاب میں ۴۶ نشستیں بنتی ہیں۔ ان

میں سے ۲۳ تحریک استقلال اور ۲۳ جمعیت علماء پاکستان کی ہیں، جبکہ ۳۶ فیصد کے حساب سے ۴۲ نشستیں بنتی ہیں۔ مولانا نیازی نے پیشکش کی تحریک استقلال ۲۳ نشستیں حاصل کرے، جمعیت اپنی چار نشستیں اتحاد پر قربان کرتے ہوئے ۱۹ نشستوں پر قناعت کرے گی۔'' (96)

چنانچہ مولانا نیازی کی کوششوں سے اتحاد قائم ہو گیا اور جمعیت علماء پاکستان نے اپنی آٹھ نشستوں کی قربانی دے کر ثابت کر دیا کہ جمعیت کو عہدوں یا نشستوں کا لالچ نہیں بلکہ اس کا واحد مقصد ملک میں نظام مصطفیٰ (ﷺ) کا نفاذ ہے۔ لیکن قومی اتحاد کے عہدیداروں کے انتخاب کے موقعہ پر پھر وہی اختلافی کیفیت پیدا ہوئی۔ یہاں بھی مولانا عبدالستار خاں نیازی کا خلوص کام آیا اور اختلاف دور کر لئے گئے۔

جمعیت علمائے پاکستان کی مصالحانہ روش

ریاض پرویز مزید لکھتے ہیں کہ:۔

''پیر صاب پگاڑا کی صدارت میں اجلاس ہوا، جس میں قومی اتحاد کے عہدیداروں کا انتخاب ہونا تھا۔ نوابزادہ نصر اللہ خاں نے صدارت کے لئے مفتی محمود کا نام پیش کیا۔ جمعیت علماء پاکستان نے مولانا مفتی محمود کی مخالفت کی۔ پیر صاحب کو کچھ دیر کے لئے اپنے دوستوں سے صلاح و مشورہ کرنے کے لئے باہر جانا پڑا، وہ واپس آئے تو انہوں نے اعلان کیا کہ ان کی جماعت مفتی صاحب کو صدر تسلیم نہیں کرتی۔ معاملہ یہیں ختم ہوتا نظر آیا جمعیت علماء پاکستان کے مولانا عبدالستار خاں نیازی ایک بار پھر آگے بڑھے۔ انہوں نے جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے نہ صرف مولانا مفتی محمود کی مخالفت ترک کرنے کا اعلان کیا، بلکہ ان کی صدارت کی حمایت کی۔'' (97)

دراصل عہدوں کی تقسیم ''نوابزادہ اینڈ کمپنی'' کی سازش تھی جو انہوں نے پہلے سے تیار کر رکھی تھی۔ مفتی محمود اور اشرف خاں اس میں براہ راست شامل تھے۔ جماعت اسلامی بھی ملوث تھی۔ کچھ اور لوگ بھی بالواسطہ شامل تھے۔ انہوں نے پہلے دن ہی سے قومی اتحاد میں بددیانتی، بے ایمانی اور

دھاندلی کی ابتداء کی اور اشرف خاں کو درمیان میں اپنا ترجمان بنالیا تھا۔
القصہ مفتی محمود کو صدر اور جمعیت علماء پاکستان کے چوہدری رفیق احمد باجوہ کو پاکستان قومی اتحاد کا سیکرٹری جنرل منتخب کرلیا گیا اور یوں مولانا نیازی کے حسن تدبر نے اتحاد کا شیرازہ بکھرنے سے بچالیا۔

بھٹو نے انتخابات کا اعلان کردیا

مارچ ۱۹۷۷ء میں عام انتخابات کا غلغلہ بلند ہوا، بھٹو حکومت نے الیکشن کرانے کا اعلان کیا تو مولانا نیازی نے میانوالی سے قومی اسمبلی کی دو اور صوبائی اسمبلی کی ایک نشست سے الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا۔ بھٹو حکومت نے ۷/مارچ ۱۹۷۷ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات میں تاریخ کی بدترین ملک گیر دھاندلی کی، جس کی وجہ سے پاکستان قومی اتحاد نے صوبائی اسمبلی کے انتخابات کا بائیکاٹ کردیا۔ مولانا نیازی کو دھاندلی کرکے قومی اسمبلی کی دونوں سیٹوں سے ہرادیا گیا۔ ذیل میں ہم ہفت روزہ ''افق'' کراچی کی رپورٹ نقل کررہے ہیں جو اس نے مولانا نیازی کے الیکشن کے بارے میں جنرل ضیاء الحق کی مارشل لاء حکومت کی طرف سے شائع کردہ وہائٹ پیپر کی روشنی میں شائع کی۔ ملاحظہ ہو:

مولانا نیازی کی شکست کیلئے بھٹو کی خصوصی ہدایات

''حکومت کی جانب سے جاری کردہ وہائٹ پیپر میں انکشاف کیا گیا ہے کہ جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خاں نیازی کو انتخابات میں شکست دینے کے لئے مسٹر بھٹو نے خصوصی ہدایات جاری کیں اور ان کی فتح کو شکست میں بدلنے کے لئے نتائج تبدیل کئے گئے۔ اس سلسلے میں راؤ رشید کی پیش کردہ رہنماؤں کی جس فہرست کو مسٹر بھٹو نے ہر قیمت پر شکست دینے کے لئے منظور کیا تھا، اس میں کہا گیا تھا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی کو قومی اسمبلی کے دونوں حلقوں اور صوبائی اسمبلی کے ایک حلقہ سے جہاں سے کہ وہ الیکشن لڑرہے تھے، انتخاب نہ جیتنے دیا جائے۔ بعد ازاں وہائٹ پیپر کے صفحہ ۴۶۲ پر کہا گیا ہے کہ ۳۰/اپریل کو الیکشن کمیشن نے قومی اسمبلی کے حلقہ این اے ۶۰ میانوالی

کے بارے میں تحقیقات شروع کی۔ پاکستان قومی اتحاد کے مولانا عبدالستار خاں نیازی کے مقابلے میں اس حلقے سے پاکستان پیپلز پارٹی کے امیدوار ملک مظفر خاں کو کامیاب قرار دیا گیا تھا۔

محمد اسلم ایڈووکیٹ نے کمیشن کے روبرو شہادت دیتے ہوئے کہا کہ وہ پولنگ نمبر ۷ پر مولانا نیازی کے پولنگ ایجنٹ تھے۔ جب سات بجے صبح وہ پولنگ اسٹیشن پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ پچیس تیس مسلح افراد ووٹروں کو پولنگ اسٹیشن میں داخل ہونے سے روک رہے تھے۔ گیٹ پر صرف ایک کانسٹیبل ڈیوٹی پر تھا جس نے انہیں پولنگ اسٹیشن کے اندر پہنچانے کی کوشش کی لیکن اس مسلح گروپ نے ان کا راستہ روک لیا۔ مسٹر اسلم پھر قریبی تھانے میں گئے اور مدد چاہی۔ ایس ایچ او نے اس معاملے میں کچھ کرنے سے معذوری ظاہر کی، ان کو ڈی ایس پی کے پاس جانے کا مشورہ دیا گیا۔ جب وہ ڈی ایس پی کے دفتر جارہے تھے تو انہی مسلح افراد نے ان کو گھیرے میں لے لیا اور کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے امیدوار ملک مظفر خاں ان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ انہیں اپنے جلو میں ملک مظفر خاں کے پاس لے گئے، جس نے انہیں شام سات بجے تک ایک ریسٹ ہاؤس میں غیر قانونی حراست میں رکھا۔ اس کے بعد داؤد خیل کے قریب لاکر چھوڑ دیا جہاں ان کے ساتھ ان کے چار حامی مل گئے جو زخمی حالت میں تھے۔ انہوں نے ان چاروں کو ڈسٹرکٹ ہسپتال میں داخل کرادیا۔''

انتخابات کے فوراً بعد الیکشن کمیشن کے سیکرٹری نے اس حلقہ کے بارے میں ریٹرننگ آفیسر کی طرف سے بھیجی گئی گنتی کے گوشوارے کا جائزہ لیا۔ انہوں نے ۳۰/مارچ ۱۹۷۷ء کو الیکشن کمیشن کو اپنی رپورٹ (ضمیمہ ۲۸۲) ارسال کی جس کا خلاصہ یہ ہے:

''اس حلقے میں کل ۱۰۳ پولنگ اسٹیشن تھے۔ یہاں مقابلہ بہت سخت تھا۔ پوسٹل بیلٹ نکال کر کل ایک لاکھ سولہ ہزار ایک سو ساٹھ ووٹ ڈالے گئے

جن میں سے کامیاب امیدوار ملک مظفر خاں کو ۶۱ ہزار ووٹ ملے جبکہ ہارنے والے امیدوار مولانا عبدالستار خاں نیازی کو ۵۱ ہزار ۳۵۰ ووٹ ملے۔ اس طرح دونوں امیدواروں میں تقریباً دس ہزار ووٹوں کا فرق تھا۔ ووٹنگ کے عام انداز کے برعکس درج ذیل پولنگ اسٹیشنوں سے یہ تصور سامنے آتی ہے جہاں کامیاب امیدوار نے ناقابل یقین حد تک ووٹ حاصل کئے۔''

مولانا نیازی کے خلاف دھاندلی

متذکرہ فہرست میں شامل ۱۵ پولنگ اسٹیشنوں کے نتیجے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان اسٹیشنوں میں کل ۲۸ ہزار سترہ ووٹوں میں سے ۲۷ ہزار ۳۸۳ ووٹ ڈالے گئے، اس طرح ڈالے گئے ووٹوں کا تناسب حیران کن ہے جو ۹۷ء۷۳ فیصد ہوا ہے۔ ان میں سے ۲۶ ہزار ۸۴۳ ووٹ ملک مظفر خاں کے حق میں ڈالے گئے۔ اس طرح ان کو ملنے والے ووٹ کل ڈالے گئے ووٹوں کا ۹۸ فیصد بنتا ہے جو ایک اور حیران کن بات ہے جبکہ پورے حلقے کے مشمولہ نتائج کے مطابق اس امیدوار نے ڈالے گئے ووٹوں کا ۵۳ فیصد حاصل کئے۔ اگر مذکورہ ۱۵ پولنگ اسٹیشنوں میں ڈالے گئے ووٹ مکمل طور پر نکال دیئے جائیں تب مولانا عبدالستار خاں نیازی لازمی طور پر ۵۷ فیصد ووٹ حاصل کرتے ہوئے کامیاب قرار پاتے ہیں۔ اس صورت میں مسٹر مظفر خاں کو باقی ماندہ ۸۸ پولنگ اسٹیشنوں میں ڈالے گئے کل ووٹوں کا ۰۱ء۴۳ فیصد ووٹ ملتے۔ وسیع پیمانے پر انتخابی دھاندلیوں کی غیر متوقع تصدیق ریٹرننگ آفیسر کی رپورٹ سے ہوسکتی ہے جو یہاں منسلک ہے۔ اپنی رپورٹ کے پہلے صفحے میں وہ لکھتے ہیں کہ کم از کم گیارہ پولنگ اسٹیشنوں پر پاکستان قومی اتحاد کے پولنگ ایجنٹ پورا دن نہیں پہنچ پائے اس لئے انہیں گنتی کے گوشوارے لامحالہ دیئے جاسکتے تھے۔

یہ پولنگ اسٹیشن پندرہ کی مذکورہ فہرست میں شامل ہیں:۔

پولنگ اسٹیشن	کل ووٹ	جتنے ووٹ ڈالے گئے	ملک مظفر خاں کے حق میں ڈالے گئے ووٹ	مولانا نیازی کے حق میں ڈالے گئے ووٹ
۵	۱۱۵۸	۱۱۵۸	۱۱۵۸	-
۶	۱۴۸۱	۱۴۸۱	۱۴۸۱	-
۷	۲۶۵۷	۲۶۴۵	۲۶۴۵	-
۸	۲۷۳۳	۲۷۳۹	۲۷۲۹	-
۹	۱۸۵۸	۱۸۵۸	۱۸۵۸	-
۳۳	۱۰۷۷	۱۰۶۹	۱۰۶۵	۴
۳۴	۹۲۳	۹۲۴	۹۱۴	۳
۳۵	۱۴۸۳	۱۴۴۱	۱۴۳۳	۷
۳۶	۲۹۴۱	۲۹۰۰	۲۷۶۹	-
۳۹	۱۳۱۴	۱۱۶۵	۰۱۰۳۷	۵۵
۴۱	۲۶۱۵	۲۳۲۳	۲۱۸۹	۱۱۷
۴۲	۱۰۸۱	۱۰۶۹	۹۶۹	-
۵۹	۲۵۲۲	۲۴۷۳	۲۴۵۶	۱۱
۶۰	۲۳۰۲	۲۳۰۲	۲۲۸۹	-
۶۱	۱۸۷۲	۱۸۳۱	۱۸۱۵	۱۲
میزان	۲۸۰۱۷	۲۷۳۸۳	۲۶۸۴۳	۲۰۹

مندرجہ بالا نقشہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف ان منتخب علاقوں میں دھاندلیاں کی گئیں جہاں کامیاب امیدوار اور ان کے حامیوں کو سرکاری انتظامیہ اور پولنگ سٹاف کی حمایت کا از حد یقین تھا۔ بظاہر باقی ماندہ علاقوں میں ممکنہ کمی کو پورا کرنے کی خاطر ان پندرہ پولنگ اسٹیشنوں پر وسیع پیمانے پر اور بے حساب دھاندلی کرنا پڑی۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ اتنی دیوانہ وار دھاندلی ہوئی کہ پولنگ اسٹیشن نمبر ۸ میں کل دو ہزار ۷۳۹ ووٹ ڈالے گئے تھے جو اس علاقہ کے کل

ووٹوں سے بھی چھ زیادہ ہیں۔ مزید برآں پولنگ اسٹیشن نمبر ۳۴ میں کل ۹۲۴ ووٹ ڈالے گئے جو علاقے کے کل ووٹوں سے بھی ایک زیادہ ہے۔

بعض گواہوں نے یہ الزامات بھی عائد کئے کہ نواب (نوابزادہ مظفر خاں) کے ملازمین اور پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکنوں نے پلوں سمیت کالا باغ شہر میں تمام راستے بند کر دیئے تھے۔ کمیشن کے سرسری اختیارات واپس لئے جانے کے نتیجے میں الیکشن کمیشن کے روبرو اس معاملے کی کارروائی غیر موثر ہو کر رہ گئی۔

مسٹر مسعود محمود حملہ کا اعتراف کرتے ہیں

اس رپورٹ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی کی فتح کو شکست سے بدلنے کے لئے کیا کچھ کیا گیا۔ واضح رہے کہ مسٹر بھٹو، مولانا نیازی سے خصوصی مخالفت رکھتے تھے اور اس لئے نواب محمد احمد خاں قتل کیس میں ایف ایس ایف کے سابق سربراہ مسٹر مسعود محمود نے یہ انکشاف کیا تھا کہ مولانا نیازی پر لاہور میں کیا جانے والا قاتلانہ حملہ مسٹر بھٹو کی ہدایت پر ایف ایس ایف نے کیا تھا۔

وہائٹ پیپر کے ضمیمہ نمبر ۲۷۶ میں میانوالی کے حلقہ نمبر این اے ۶۰ کے بارے میں تحقیقاتی کمیٹی کی ۶ صفحات پر مشتمل ایک تفصیلی رپورٹ شامل کی گئی ہے جس میں تمام بدعنوانیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ سفارش بھی کی گئی تھی کہ مولانا نیازی کو منتخب قرار دینے اور ملک مظفر کو نا اہل قرار دینے پر کمیشن عذر کرے اور ساتھ ہی ریٹرننگ افسر اور انتظامیہ کے خلاف بھی تحقیقات کر کے کارروائی کی جائے۔(98)

دھاندلی پر ایک اجلاس

۱۲/ مارچ ۱۹۷۷ء کو بھٹو حکومت کی طرف سے انتخابات میں ملک گیر اور بے مثال دھاندلی پر غور و فکر کرنے کے لئے لاہور میں میاں محمود علی قصوری (ف ۱۹۸۷ء) کی رہائش گاہ پر پاکستان قومی اتحاد کا اجلاس ہوا جس میں مندرجہ ذیل تین مطالبے مرتب کئے گئے:

(۱) مسٹر ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیں۔

(۲) اسمبلیاں توڑ دی جائیں۔

(۳) عدلیہ اور فوج کی نگرانی میں انتخابات دوبارہ کرائے جائیں اور چیف الیکشن کمشنر جسٹس (ریٹائرڈ) سجاد احمد جان (ف ۱۹۸۶ء) کو الگ کر کے نیا چیف الیکشن کمشنر مقرر کیا جائے۔

بھٹو حکومت نے ان مطالبات کو ماننے سے انکار کر دیا۔

اس اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا تھا کہ ۱۴/ مارچ ۱۹۷۷ء سے ملک بھر میں بھٹو حکومت کے خلاف تحریک چلائی جائے اور تمام سیاستدان بڑے بڑے شہروں میں احتجاجاً گرفتاریاں پیش کریں۔ چنانچہ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے نام سے تحریک چلی اور ملک کے ہر طبقے سے متعلق افراد حتیٰ کہ خواتین نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ حکومت کی طرف سے گرفتاریاں، مقدمات، گولیوں اور آنسو گیس کی بھرمار، خانہ جنگی، مارشل لاء غرضیکہ ہر حربہ تحریک کو دبانے کے لئے استعمال کیا گیا لیکن بفضلہ تعالیٰ ہر حربہ ناکام ہوا اور تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ اور جمعیت علماء پاکستان

سواد اعظم اہلسنت و جماعت کو اس تحریک میں یہ خصوصیت حاصل رہی کہ نظام مصطفیٰ ﷺ ان کا مقصد حیات اور انہی کی نمائندہ جماعت جمعیت علماء پاکستان کے منشور کا ایک حصہ ہے، جب کہ دوسری جماعتوں نے اسے بعد میں اپنایا، اس لئے اہل سنت و جماعت اس تحریک میں پیش پیش تھے، یہاں تک کہ تحریک کا پہلا شہید انجمن طلباء اسلام کا جیالا کارکن محمد افتخار (بورے والا ضلع وہاڑی) تھا جس نے اس نیک مقصد کے حصول کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا اور ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید بن گیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

راولپنڈی میں گرفتاری

مولانا نیازی نے پاکستان قومی اتحاد کے فیصلے کے مطابق راولپنڈی سے گرفتاری پیش کرنا تھی چنانچہ وہ ۱۳/ مارچ ۱۹۷۷ء کو راولپنڈی پہنچ گئے اور ۱۴/ مارچ کو مولوی غلام اللہ خاں دیوبندی (ف ۱۹۸۰ء) کی مسجد میں عوام کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کیا۔ جلسہ کے بعد

مولانا نیازی گلے میں حمائل شریف ڈالے پوری مومنانہ شان کے ساتھ جب گرفتاری دینے کے لئے باہر نکلے تو فضا نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کے ساتھ ساتھ مرد حق مرد غازی، خان نیازی خان نیازی کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ مسجد کے اندر اور باہر لوگ پہلے ہی موجود تھے، فوراً جلوس کی شکل بن گئی۔ پولیس نے گرفتار کرلیا۔ اس پر مولانا نے فرمایا: ''میں تو خود گرفتار ہونے کے لئے آیا ہوں۔''

مولانا نیازی جب گرفتار ہوکر پولیس کی جیپ میں بیٹھے تو فیڈرل سیکیورٹی فورس (ایف ایس ایف) کے دو تین غنڈے بھی ان کے دائیں بائیں اور پیچھے بیٹھ گئے، شائد وہ مولانا کو مرعوب کرنا چاہتے تھے مگر مولانا تو کبھی خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے نہ دبے تھے۔ بہر حال پولیس مولانا کو تھانہ جاتلی ضلع چکوال میں لے گئی۔ وہاں کے تھانیدار نے مولانا کے ساتھ بہت شریفانہ سلوک کیا، کھانا اور بستر وغیرہ کا اچھا انتظام کر دیا۔ ادھر راولپنڈی سے فون آیا کہ نیازی صاحب سے پوچھو کہ وہ لاہور جانا چاہتے ہیں یا میانوالی۔ اس پر مولانا نیازی نے کہا کہ قیدی کی کیا مرضی ہوسکتی ہے؟ جہاں چاہو لے جاؤ۔ پولیس والوں نے کہا: نہیں نہیں، آپ اپنی مرضی بتائیں؟ مولانا نے کہا: ''مجھے میانوالی پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ رات کو گیارہ بجے راولپنڈی سے پولیس گاڑی آئی اور مولانا نیازی کو سرگودھا لے گئی جہاں سے ۱۵/ مارچ کی صبح اے ایس پی سرگودھا کی سرکاری کار مولانا کو میانوالی چھوڑ آئی۔''(99)

مولانا نیازی کی گرفتاری پر میانوالی سراپا احتجاج بن گیا

میانوالی پہنچ کر مولانا نیازی نے پورے ضلع میں جلسے جلوسوں کی بھرمار کر دی۔ میانوالی شہر، عیسیٰ خیل، موچھ اور داؤد خیل وغیرہ میں تو جلوس تاریخی حیثیت کے حامل تھے۔ ۱۸/ مارچ کو مولانا داؤد خیل میں نماز جمعۃ المبارک کے بعد جلوس نکال کر واپس میانوالی پہنچے تو ساڑھے دس بجے رات ایس پی کی معیت میں پولیس کی بھاری جمعیت نے مولانا کی رہائش گاہ کا محاصرہ کرکے انہیں حراست میں لے لیا اور کیمبل پور (اٹک) جیل میں بھیج دیا۔ تین ماہ بعد ۱۰/ جون کو کوٹ لکھپت جیل لاہور منتقل کر دیا گیا اور ۱۹/ جون کو جب مولانا کو درد گردہ کی سخت شکایت ہوئی تو میو ہسپتال کی البرٹ وکٹر وارڈ میں داخل کر دیا گیا۔(100)

بھٹو حکومت کا دم واپسیں

بھٹو حکومت کے آخری ایام میں قومی اتحاد کے ساتھ اس کے مذاکرات کی روشنی میں تمام سیاسی لیڈروں کو رہا کر دیا گیا مگر مولانا نیازی کو بدستور پس دیوار زنداں رکھا گیا۔ اس ناانصافی پر ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور نے ''بطل حریت آزادی سے محروم'' کے عنوان سے یوں صدائے احتجاج بلند کی:

''قومی اتحاد نے پچھلے دنوں جو تحریک چلائی تھی اس کی پاداش میں ہزاروں چھوٹے بڑے لیڈر اور سیاسی کارکن گرفتار کئے گئے تھے۔ ان میں جمعیت علمائے پاکستان کے صف اول کے لیڈر مولانا عبدالستار خاں نیازی بھی شامل تھے۔ مولانا کے لئے جیل نئی نہیں وہ اس سے پہلے کئی بار اپنی حریت پسندی اور حق طلبی کی سزا پا چکے ہیں۔ اعلائے کلمۃ الحق سے نہ انگریز کا جبر انہیں روک سکا نہ کوئی آمر ان کی زبان و قلب پر پہرے بٹھا سکا۔ یہ مرد جری ہمیشہ سے آزادی کا متوالا، انسانیت کی اعلیٰ اقدار کا شیدا اور حریت فکر کا علمبردار ہے۔ عشق مصطفیٰ ﷺ اس کی رگ رگ میں سمایا ہوا ہے۔ اس نے دہان توپ اور تختہ دار پر بھی حق بات کہنے کی روایت قائم کی ہے۔ وہ عزم کا پیکر اور استقامت کا کوہ گراں ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ موجودہ قید و بند اسے اپنے مقصد سے نہیں ہٹا سکے گی۔ وہ جیل کی کوٹھڑی میں بھی صبر و سکون کے لمحات گزار رہا ہوگا اور جب جیل سے باہر آئے گا تو اس وقت بھی اس کے لب پر کوئی گلہ ہوگا نہ شکوہ۔ وہ جانتا ہے کہ اس نے قید و بند کی صعوبتیں کسی اخلاقی جرم کی وجہ سے برداشت نہیں کیں بلکہ نظام مصطفیٰ (ﷺ) کے قیام کے اعلیٰ و ارفع مقصد کی خاطر اس نے ان تکلیفوں کو بخوشی قبول کیا ہے۔ ہمیں یاد ہے جب ایک بار انہیں ایسی ہی تحریک کے جرم میں پھانسی کی سزا سنائی گئی تو انہوں نے نہایت مسرت کے ساتھ کہا کہ خدا کا شکر ہے، مجھے آقا (ﷺ) کے خادموں میں تو گردانا گیا۔ کیا عجب ہے کہ غازی علم

الدین اور غازی عبدالقیوم کا رتبہ مجھے بھی حاصل ہو جائے۔

عزیمت و استقامت کی ان تمام باتوں کے باوجود جو بات مولانا عبدالستار نیازی کے عقیدت مندوں کے لئے سوہانِ روح سے کم نہیں وہ یہ ہے کہ قومی اتحاد کے باقی تمام رہنما تو رہا کر دیئے گئے لیکن وہ ہنوز محبوس زنداں ہیں۔ قومی اتحاد نے حکومت سے مذاکرات اس شرط پر منظور کئے تھے کہ ان کی تحریک کے دوران گرفتار ہونے والے تمام لیڈروں اور کارکنوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قومی اتحاد میں شامل تمام جماعتوں کے معروف لیڈر رہا ہو چکے ہیں۔ چھوٹے موٹے کارکنوں کی بھی ایک بڑی تعداد رہائی پا چکی ہے لیکن مولانا عبدالستار نیازی جو کسی بھی دوسرے لیڈر سے کم مرتبہ نہیں ابھی تک آزادی سے محروم ہیں۔

تعجب ہے کہ قومی اتحاد نے بھی اپنے اس قدر اہم لیڈر کی رہائی کے لئے کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا۔ خود جمعیت علمائے پاکستان اس معاملہ میں نجانے کیوں مصلحت کا شکار رہی ہے اور اس نے مولانا کی رہائی کے لئے قومی اتحاد کے ذریعہ کوشش کیوں نہیں کی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ قومی اتحاد، مذاکرات کو مولانا کی رہائی کے ساتھ مشروط کرتا لیکن افسوس ہے کہ ایک دو پھسپھسے بیانات دینے کے علاوہ کسی طرف سے بھی اس سلسلے میں کوئی زوردار آوازیں نہیں اٹھائی گئی۔

آخر مولانا کا ایسا کون سا سنگین جرم ہے جو قومی اتحاد کے لیڈر منہ میں گھنگنیاں ڈالے بیٹھے ہیں اور حکومت بھی انہیں رہا کرنے پر آمادہ نہیں رہی۔ مولانا اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان ہیں۔ ان کا کردار بالکل بے داغ اور ان کی سیاسی زندگی صاف و شفاف آئینے کی مانند ہے۔ تحریک پاکستان سے لے کر قیام پاکستان تک اور تحریک جمہوریت سے نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام کی تحریک تک انہوں نے جس بے لوث جذبہ خدمت کا مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال پاکستان کے موجودہ لیڈروں میں خال خال ہی ملتی ہے۔

ان پر کسی اخلاقی جرم کا الزام چاند پر تھوکنے کے مصداق ہے۔ وہ قانون و آئین کے تقاضوں کو بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان سے کسی ایسے فعل کے ارتکاب کی بھی توقع نہیں ہو سکتی جو قانون و آئین کے خلاف ہو۔ دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی جس طرح دوسرے لوگوں نے کی تھی، انہوں نے بھی کی ہو گی۔ لہٰذا جب اس جرم میں گرفتار ہونے والے ہر لیڈر کو رہا کیا جا چکا ہے تو مولانا کا رہائی نہ پانا کیا معنی رکھتا ہے۔''

قومی اتحاد اور حکومت کے مذاکرات

معلوم ہوا ہے کہ قومی اتحاد اور حکومت کے درمیان مذاکرات کامیاب ہو گئے ہیں اور ایک دو روز میں فریقین کے مابین معاہدے پر دستخط ہو جائیں گے، جس کے بعد معاہدے کی رو سے انتخابات کی تیاری شروع ہو گی اور فریقین اپنے اپنے طور پر انتخابی مہم چلائیں گے۔ کیا مولانا عبدالستار خاں نیازی اب بھی جیل سے رہا نہیں کئے جائیں گے اور انہیں قومی اتحاد کی انتخابی مہم میں حصہ لینے کا بھی موقع نہیں دیا جائے گا۔ اگر اور کوئی نہیں تو کم از کم جمعیت علمائے پاکستان کو تو اس صورت حال پر غور کرنا چاہئے۔(101)

اور مارشل لاء آ گیا

۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کو مسلح افواج نے جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) کی زیر قیادت ملک کا نظم و ضبط سنبھالا اور بھٹو شاہی کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر افسوس کہ مارشل لاء حکومت نے بھی اس مرد قلندر کی رہائی کی طرف توجہ نہ دی حتیٰ کہ ۱۴ر جولائی ۱۹۷۷ء کو لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس محمد صدیق چوہدری (ف ۱۹۷۵ء) نے مولانا نیازی کی نظر بندی کو خلاف قانون قرار دے دیا اور مولانا اسی روز چار بجے شام میو ہسپتال لاہور سے رہا کر دیئے گئے۔(102)

رہائی پھر گرفتاری

رہائی کے بعد مولانا نیازی، میانوالی تشریف لے گئے۔ وہاں عصرانوں اور استقبالیہ دعوتوں میں شریک رہے۔ ۲۴ر جولائی ۱۹۷۷ء کو مارشل لاء کے ضابطہ ۵ کی خلاف ورزی کے الزام میں گرفتار کر لئے گئے۔ سرکاری ہینڈ آؤٹ کے مطابق ان کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے تین مقامات پر

سیاسی تقریریں کی ہیں۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ مولانا کا مقصد وحید نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہے نہ کہ قانون شکنی۔ مولانا کو میجر اسلم خٹک کے روبرو پیش کیا گیا اور باقاعدہ سمری ٹرائل ہوا لیکن کوئی بات ثابت نہ ہو سکی۔ مولانا نے اپنی رہائی کے لئے کسی قسم کی چارہ جوئی نہیں کی۔ ماہ رمضان المبارک جیل میں گزارا۔ عیدالفطر سے چند روز پہلے مارشل لاء حکام نے خود ہی مولانا کو ۲۷ر اگست ۱۹۷۷ء کی شام کو میانوالی سنٹرل جیل سے رہا کر دیا۔(103)

نورانی اور نیازی سرحد کے دورے پر

دسمبر ۱۹۷۷ء میں مولانا نیازی اور مولانا شاہ احمد نورانی نے صوبہ سرحد کا سولہ روزہ دورہ کیا۔ ہر دو قائدین جمعیت علماء پاکستان، پشاور، مردان، منگورہ، کھلابٹ، ٹاؤن شپ، ہری پور، مانسہرہ، بالاکوٹ، بنوں، کوہاٹ، ڈیرہ اسمٰعیل خاں و دیگر مقامات پر گئے اور تبلیغی و سیاسی اجتماعات سے خطاب کیا۔ اس دورہ کے دوران ہزاروں کی تعداد میں سیاسی کارکنوں نے جمعیت علمائے پاکستان میں شمولیت کا اعلان کیا۔ جمعیت علمائے حق صوبہ سرحد کے صدر مولانا فضل الرحمٰن نے اپنی جماعت کو جمعیت علماء پاکستان میں مدغم کرنے کا بھی اعلان کیا۔ اس طرح اس دورے سے صوبہ سرحد میں سواد اعظم کی نمائندہ جماعت جمعیت علماء پاکستان کی دھاک بیٹھ گئی۔(104)

مارشل لاء کی بی ٹیمیں

۲۹ر دسمبر ۱۹۷۷ء کو پاکستان قومی اتحاد کے نئے انتخابات ہوئے تو مفتی محمود (ف ۱۹۸۰ء) نے جماعت اسلامی و دیگر جماعتوں کے ساتھ ساز باز کر کے جمعیت علماء پاکستان کو بالکل نظر انداز کر دیا اور اپنی پسند کی جماعتوں سے عہدے دار نامزد کر کے خود دوبارہ صدر بن بیٹھے اور پروفیسر غفور احمد (جماعت اسلامی) کو بھی دوبارہ سیکرٹری جنرل نامزد کر دیا۔ پھر اپنی مرضی کا دستور بنا کر قومی اتحاد پر اپنی آمریت قائم کر لی۔

جمعیت علماء پاکستان نے اس شدید ناانصافی، دھاندلی اور آمریت کے خلاف احتجاج کیا مگر قومی اتحاد کے ابن الوقت لیڈروں نے نظام مصطفیٰ ﷺ کو فراموش کر کے اپنی تمام تر کوششیں عہدوں کی حفاظت پر ہی صرف کر دیں۔ جمعیت کے قائدین مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا نیازی نے پوری پوری کوشش کی کہ قومی اتحاد اپنے اصلی مقصد کی طرف لوٹ آئے مگر مفاد پرستوں نے ان

کی ایک نہ مانی پھر چشم فلک نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ بھٹو آمریت کے خلاف لڑنے والے خود آمر بن بیٹھے۔ ان حالات سے مجبور ہو کر جمعیت علماء پاکستان نے ۶ر جولائی ۱۹۷۸ء کو بادل نخواستہ قومی اتحاد میں شامل جماعتوں کی طرف سے اپنے آئین کی خلاف ورزی اور کھلم کھلا انحراف کی وجہ سے پاکستان قومی اتحاد کو سازش، گروہ بندی اور سیاسی دھڑا بندی کا مرتکب قرار دے کر اس کے ارتحال اور خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ نیز جے یو پی کے ساتھ طے شدہ شرائط سے راہ فرار اختیار کرنے پر اسے غرض مندوں کا ٹولہ قرار دیا۔ اس کے بعد اقتدار کے بھوکے لیڈروں نے ۲۳ر اگست ۱۹۷۸ء کو جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) سے ساز باز کر کے غیر آئینی وفاقی کابینہ میں شامل ہو کر حلف اٹھا لیا اور پھر قوم نے دیکھ لیا کہ یہ گندم نما جو فروش لیڈر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے خواہاں نہیں بلکہ کرسیوں کے بھوکے ہیں اور یہ اسلام کی آخری منزل کے بجائے اسلام آباد کے اسٹیشن پر اتر گئے ہیں۔(105)

نظام مصطفیٰ ﷺ کی بجائے مارشل لاء کی وزارتیں

ذیل میں ہم ان چہروں سے پردہ اٹھاتے ہیں تاکہ قارئین کرام دیکھ لیں کہ شہدائے تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے خون کا سودا کر کے وزارتیں قبول کرنے والے کون لوگ تھے:

نمبر	نام	وزارت	جماعت
(۱)	غلام اسحٰق خاں	خزانہ، منصوبہ بندی	
(۲)	اے کے بروہی	قانون، پارلیمانی امور	
(۳)	فدا محمد خاں	ہاؤسنگ، تعمیرات	(مسلم لیگ)
(۴)	مصطفیٰ گوکل	شپنگ، بندرگاہیں، برآمدی ترقی، امور خارجہ	
(۵)	محمود ہارون	امور داخلہ	(مسلم لیگ)
(۶)	حاجی فقیر محمد خان	ریاستیں، سرحدی امور، امور کشمیر	(جمعیت علماء اسلام)
(۷)	چوہدری رحمت الٰہی	پانی، بجلی	(جماعت اسلامی)
(۸)	محمد خان جونیجو	ریلوے	(مسلم لیگ)
(۹)	محمد علی خاں ہوتی	تعلیم، ثقافت، سیاحت	(مسلم لیگ)

(۱۰)	محی الدین بلوچ	مواصلات	
(۱۱)	آغا شاہی	مشیر امور خارجہ	
(۱۲)	خواجہ محمد صفدر	خوراک، زراعت، امداد باہمی	(مسلم لیگ)
(۱۳)	میاں زاہد سرفراز	تجارت	(مسلم لیگ)
(۱۴)	چوہدری ظہور الٰہی	محنت، افرادی قوت	(مسلم لیگ)
(۱۵)	نوابزادہ افتخار احمد انصاری	مذہبی و اقلیتی امور	(جمہوری پارٹی)
(۱۶)	پروفیسر غفور احمد	پیداوار	(جماعت اسلامی)
(۱۷)	محمد زمان خاں اچکزئی	لوکل گورنمنٹ، دیہی ترقی	(جمعیت علماء اسلام)
(۱۸)	میر علی احمد خاں تالپور	دفاع	
(۱۹)	محمود اعظم فاروق	اطلاعات و نشریات	(جماعت اسلامی)
(۲۰)	میر صبح صادق کھوسو	صحت، آبادی	(جمعیت علماء اسلام)
(۲۱)	محمد ارشد چوہدری	سائنس، ٹیکنالوجی، سوشل ویلفیئر	(جمہوری پارٹی)
(۲۲)	جاوید ہاشمی	نوجوانوں کے امور	(آزاد)
(۲۳)	حمید ڈی حبیب	فروغ برآمدات(106)	

بعد میں پروفیسر خورشید احمد (جماعت اسلامی) کو بھی شامل کر لیا گیا اور انہیں ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمشین کا قلمدان سونپا گیا۔ یہ عہدہ وفاقی وزیر کے برابر قرار دیا گیا۔

آمریت کا پہلا غصہ

جب جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) یہ کابینہ بنا رہے تھے تو مفتی محمود (ف ۱۹۸۰ء) اپنے ساتھ نوابزادہ نصر اللہ خاں، پروفیسر غفور احمد اور اشرف خاں امیر خاکسار تحریک کو بھی لے گئے تھے۔ جنرل ضیاء نے مفتی صاحب سے ترش لہجے میں کہا: میں نے اشرف خاں کو تو مدعو

(INVITE) نہیں کیا تھا، آپ اسے کیوں ساتھ لے آئے ہیں۔ چنانچہ جنرل ضیاء الحق نے اشرف خاں کو کمرے سے باہر نکال دیا۔

مولانا نیازی نے وزارت ٹھکرا دی

مفتی محمود اینڈ کمپنی نے مولانا نیازی کو بھی دعوت دی کہ جنرل ضیاء الحق کی نامزد کابینہ میں شامل ہو جائیں مگر مولانا نے یہ پیشکش پائے استحکار سے ٹھکرا دی اور فرمایا: ''کیا تم ۱۰/اکتوبر ۱۹۷۷ء والی قرارداد کو بھول گئے جس میں ہم سب نے عہد کیا تھا کہ ہم نامزدگیاں قبول نہیں کریں گے، نہ نامزد مشیر بنیں گے اور نہ ہی نامزد وزیر بلکہ بلا تاخیر عمومی انتخابات کو عملی جامہ پہنائیں گے۔'' لیکن یہ لوگ شہداء کے خون سے غداری کر کے اسلام کی بجائے اسلام آباد چلے گئے اور یوں ان کی وجہ سے مارشل لاء کی جڑیں مضبوط ہوئیں اور گیارہ سال تک قوم ضیاء آمریت کے شکنجے میں جکڑی رہی۔(107)

ملتان سنی کانفرنس

۱۶، ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ''جماعت اہلسنت پاکستان'' کے زیر اہتمام مدینۃ الاولیاء ملتان میں ''کل پاکستان سنی کانفرنس'' منعقد ہوئی تو پورے ملک سے شمع رسالت کے پروانے دیوانہ وار عازم ملتان ہوئے۔ اس عدیم النظیر کانفرنس میں تقریباً بیس لاکھ عاشقان مصطفیٰ ﷺ نے شرکت کی۔ قاسم باغ ملتان کے اسٹیڈیم پر دن رات انوار کی بارش ہو رہی تھی۔ ۱۷/اکتوبر کو سہ پہر کے اجلاس میں مولانا نیازی نے کملی والے آقا ﷺ کے غلاموں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کیا۔ مولانا نے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ، مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور فتاویٰ عالمگیری کو بطور قانون نافذ کرنے کے موضوع پر اپنی پُر جوش، ایمان افروز اور باطل سوز تقریر کے ذریعے سامعین کے دلوں کو ایک ولولہ تازہ بخشا:

ایک ولولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو

مولانا نیازی کا خطاب

قارئین کی دلچسپی کے لئے مولانا کی تقریر دلپذیر کا متن درج کیا جاتا ہے۔ پڑھئے اور اپنے ایمانوں کو تازہ فرمائیے۔ تقریر کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟ اس کا فیصلہ آپ حضرات پر چھوڑتا ہوں۔

”صدر محترم، حضرات مشائخ عظام، علمائے کرام، بزرگان ملت، میرے بھائیو اور عزیز دوستو!
فرزندان اسلام کا یہ اجتماع عظیم جس مقصد اور مدعا کے لئے منعقد ہو رہا ہے، آپ کو اس کا بخوبی علم ہے اور گزشتہ روز سے جس طرح قافلہ ہائے شوق یہاں ملتان آ رہے ہیں، اس کا آپ کو اندازہ ہے یہ کانفرنس اس لئے منعقد ہو رہی ہے کہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت اپنے وجود، اپنی قوت اور اپنی عظمت کا یہاں پر سکہ اور لوہا منوانے کے لئے پاکستان میں ہر خاص و عام پر واضح کرنا چاہتا ہے کہ اہل سنت و جماعت کا موقف اور ان کا نظریہ حیات اور ان کا مقصد پاکستان کے اندر خالصتاً نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہے۔ افسوس یہ ہے کہ انگریز کی آمد کے بعد یہاں پر انگریز کی تربیت سے اور بعض خود غرض فرقے ایسے پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے مقام مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کو کم کرنے اور نظام مصطفیٰ ﷺ کو ملتوی کرنے کے لئے مسلسل نوے سال جدوجہد جاری رکھی لیکن اللہ کے فضل و کرم سے سواد اعظم اہل سنت و جماعت نے ملت کی ہر مصیبت کے وقت مدد کی اور ایک وہ وقت تھا جبکہ ہندوستان کے اندر الحاد، زندقہ اور نصرانیت کا دور دورہ ہو رہا تھا۔ اس وقت علمائے اہلسنت جمع ہوئے اور پہلی سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ لیکن سب سے بڑی کانفرنس وہ ہے جو ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوئی اور جس نے تحریک پاکستان کا پیغام گھر گھر پہنچا دیا۔

سواد اعظم اہلسنت نے ہمیشہ غیر اسلامی نظریات کے خلاف جہاد کیا ہے، ہر بحران اور ہر آزمائش میں سواد اعظم نے مسلمانوں کی کشتی کو منجدھار سے نکالا ہے۔ انگریز اور بنیا سامراج کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر مسلمانوں کے لئے الگ خطہ زمین پاکستان کی شکل میں حاصل کیا۔ لیکن کتنے دکھ کی بات ہے کہ سواد اعظم کی قربانیوں کے باوجود ہمیشہ اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ سواد اعظم کے مزارات کو محکمہ اوقاف کے سپرد کر دیا گیا۔ اس طرح سواد اعظم کے مزارات کو غیر حنفی مسلک کے تصرف میں لایا گیا۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ یا تو محکمہ اوقاف توڑ دیا جائے یا اہلسنت کے اوقاف کے انتظام کے لئے ایک الگ سنی بورڈ قائم کیا جائے۔

ہم نظام مصطفیٰ ﷺ کی آڑ میں اقتدار حاصل کرنے کو مذموم فعل سمجھتے ہیں۔ ہم نے وزارتوں کی خاطر دین اسلام کا کبھی سودا نہیں کیا۔ اگرچہ وزارتیں ہمارے قدموں میں پڑی ہوئی تھیں، ہم نے اقتدار کو ٹھکرا دیا۔ دین فروشی نہیں کی۔ اسلام پسندوں کی اسلام کو دھیرے دھیرے نافذ کرنے کی منطق ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ جب ہمارے پاس اسلامی فقہ موجود ہے تو ہمیں

باہر سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں، نہ اسلام کو قسطوں میں نافذ کرنے کی کوئی تک ہے۔ جو فقہی نظام (ساڑھے گیارہ) سو سال کامیابی سے نافذ العمل رہا ہے اب بھی نافذ ہو سکتا ہے۔

ہم ابھی اس وقت اسلام کا مکمل ضابطہ حیات نافذ کر سکتے ہیں، کتنے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان واحد ملک ہے جس کے عوام خود اسلامی نظام کا مطالبہ کر رہے ہیں، لیکن حکومت اسے معرض التواء میں ڈال رہی ہے، نوکر شاہی ہمیشہ ہر حکومت کی آلہ کار رہی ہے۔ ان افسروں کے مشورہ پر اگر نظام مصطفیٰ ﷺ کو قسطوں میں نافذ کرنے کی پالیسی مرتب کی گئی تو یہ افسوسناک بات ہوگی۔ فوری طور پر فتاویٰ عالمگیری کو نافذ کیا جائے۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اگر فقہ حنفیہ کو بطور پبلک لاء نافذ کر دے اور اقلیتی مسالک کو پرسنل لاء کی ضمانت دے دے تو کسی طرف سے بھی اعتراض کی وجہ جواز نہیں نکل سکتی۔ اس عادلانہ اور منصفانہ اقدام پر ہم یقین دلاتے ہیں کہ اگر اس سلسلہ میں انہیں کوئی پریشانی ہوئی تو سواد اعظم پوری طرح اپنے مؤقف کا تحفظ کرے گا۔ ہم یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ حنفی فقہ کے نفاذ کی صورت میں کسی دوسرے فقہی مسلک کی حق تلفی نہیں ہوگی بلکہ دوسرے فرقوں کو ان کے نظریات کے مطابق مراعات دی جائیں گی اور ان کے پرسنل لاء یعنی شخصی قانون کا مکمل تحفظ ہوگا۔

میں مولانا مفتی محمود سے کہتا ہوں کہ جب تم اپنے آپ کو حنفی کہتے ہو تو فتاویٰ عالمگیری (جو فقہ حنفی کی روشنی میں ہند کے سینکڑوں علماء نے مرتب کیا ہے) کے نفاذ کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے بلکہ نافذ کیوں نہیں کراتے کیونکہ اب تو اقتدار بھی تمہارے پاس ہے۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم خود اس میں ردوبدل چاہتے ہو۔ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔

یہ وہی لوگ ہیں جو ہر دور میں ہر حکومت کے وفادار اور غلام رہے ہیں۔ وہ انگریز کے بھی خانہ زاد غلام تھے، ہندوؤں کے بھی خانہ زاد غلام تھے اور بھٹو کے بھی خانہ زاد غلام رہے ہیں۔

اگر یہ لوگ مخالفت کرتے ہیں تو C.M.L.A (چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر) کو اس آزمائش کی گھڑی میں حق کا ساتھ دینا چاہئے۔ بلا خوف و خطرہ فتاویٰ عالمگیری کو بطور پبلک لاء قبول کر لیں۔

یہ کانفرنس جن مقاصد کے لئے بلائی گئی ہے، آپ کے سامنے مختصراً میں نے اس کا لب لباب پیش کر دیا گیا ہے اور آپ لوگ جب گھروں کو واپس جائیں تو اپنے مسلک، اپنے نظریئے کو تفصیل سے سمجھیں۔ حضور ﷺ کے مقام و مرتبہ کے تحفظ، حضور ﷺ کے ناموس و عظمت کے تحفظ

اور کل کائنات پر آپ کی خلافت الٰہی اور تا قیامت آپ کی شریعت کی حتمی وقطعی اطاعت کے لئے ہمیں بجوائے آیت قرآنی قل ان کان اٰباء کم...... الخ جان، مال، عزت وآبرو، خاندان، قبیلہ اور ہر قسم کی منفعت کو قربان کر دینے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے اور بقول شاعر ۔ با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار! سوچ سمجھ کر، جان بوجھ کر، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فدا کاری کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ آپ کے علم وکمالات کی بحث میں پڑنے کے بجائے فنافی الرسول کا مقام حاصل کرنا چاہئے۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کر حضور پرنور ﷺ کو بعض علوم دیئے گئے اور بعض نہیں دیئے گئے تو لامحالہ وہ ایک تذبذب میں گرفتار ہو جائیں گے اور سوچیں گے کہ بعض علوم کی تخصیص کیسے کی جائے۔ اسے معیشت کے متعلق، معاشرت کے متعلق، تمدن کے متعلق اور دوسرے تمام مسائل کے متعلق کسی اور کی رہبری کی ضرورت پڑے گی لیکن حضور ﷺ کی بشریت کے متعلق، حضور ﷺ کی شخصیت کے متعلق ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی کو کل کائنات کا کنٹرول دیا ہے۔ ''ویکون رسول علیکم شهیدا'' حضور ﷺ ہم سب پر نگران ہیں، آپؐ کی نگرانی ہے، آپؐ کا امت کے ساتھ تعلق ہے یعنی امت پر آپؐ کا کنٹرول ہے، آپؐ صدر مملکت بھی تھے، آپؐ کمانڈر انچیف بھی تھے۔ آپؐ قاضی القضاۃ بھی تھے، ملک التجار بھی تھے، آپؐ معاشرے کے امام اور رہبر ورا ہنما بھی تھے۔ اس لئے امامت، عبادت، سیاست اور معاملات ہر لحاظ سے حضور پاک ﷺ کی قیادت عظمیٰ ہمارے تمام مسائل کا قیامت تک کے لئے حل پیش کرتی ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنة سے یہی مفہوم مترشح ہوتا ہے۔

عزیزان ملت! آج کانفرنس میں آپ نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ یہ سنیت کیا ہے؟ سنت رسولؐ، سنت صدیقین، سنت خلفائے راشدین، سنت صحابہؓ اور سنت شہداء وصالحین کیا ہے اور اس کا حدود اربعہ کیا ہے، آپ کے حقوق پر ڈاکے کون ڈال رہا ہے۔ تم اپنے گھروں کی حفاظت کرو، اپنے داخلی محاذ کی فکر کرو اور ان لوگوں کو سمجھاؤ جو انگریزی لکھے پڑھے ہیں لیکن دین کی تعلیم کم ہے، ان کو سمجھاؤ کہ جب اس طریقہ سے اپنے گھریلو محاذ کو مضبوط کر لو گے، جب اس پر تم مستحکم ہو جاؤ گے تو پھر باہر نکل کر اقوام عالم کو اسلام کی اجماعیت، انجذابیت، ہمہ گیری اور عالمگیریت کے پیغام رحمت سے سرفراز کرو۔ اس اقدام سے داخلی طور پر آپ کا معاشرہ جرم وگناہ سے پاک ہوگا اور خارجی طور پر

نظام مصطفیٰ ﷺ کی نعمتوں سے کائنات انسانی کو بہرہ ور کر سکو گے۔

نظام مصطفیٰ ﷺ کے منکرین کہہ رہے ہیں کہ اسلام کا جو فوجداری قانون ہے وہ آج کل نافذ العمل نہیں ہو سکتا حالانکہ انسانیت اس نظام کی متلاشی ہے۔ منکرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج کی متمدن دنیا، آج کا انگلستان، آج کا امریکہ، آج کا روس اپنی بداعمالیوں سے تنگ آکر اسلام کے نظام حیات کے متعلق غور کر رہے ہیں۔ مجھے ذاتی تجربہ ہے کہ امریکہ کے دورہ میں جب ہم نیویارک کے مشہور ٹافٹ ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے تو ہمیں تاکید کی گئی کہ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی تالا لگا دیا جائے کیونکہ دن رات ڈاکہ زنی کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ باہر جاتے وقت تو تالا ہو، کمرے میں داخل ہو جانے کے بعد بھی اسے مقفل کر دیا کرو کیونکہ کئی بار دن کو بھی ان کمروں میں ڈاکے پڑے ہیں۔ ہوٹل کے منیجر نے اقرار کیا کہ اس کا واحد علاج اسلام کے فوجداری قانون کا نفاذ ہے۔ اگر انسان نما درندوں کو اسلام کی مقرر کردہ سزائیں ملیں، ان کے ہاتھ کٹ جائیں ڈاکہ زنی کی سزا نافذ کر دی جائے تو یہ پلید انسان ہمارے معاشرے میں ہر ایک کے سامنے آجائیں گے بلکہ اس نے کہا کہ ہم سنجیدگی سے سوچ رہے ہیں کہ ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کا فوجداری قانون نافذ کریں کہ ہماری تمام مصیبتوں کا حل محمد مصطفیٰ ﷺ کے قانون ہیں۔''

عجیب بات ہے، ہمارے یورپ زدہ، نئی تہذیب کے دلدادہ اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دے رہے ہیں اور ادھر یورپ وامریکہ ہمارے فوجداری قانون کو انسانیت کے لئے رحمت قرار دے رہے ہیں:۔

میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلمان ہو گیا

آج تم تذبذب میں ہو، آج تم سوچ رہے ہو، باہمی مشورے کر رہے ہو کہ اسلام کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے یا بالاقساط۔ ہم اپنے اس عزم مصمم کا آج اس کانفرنس میں اعلان کرتے ہیں کہ بلاخوف وخطر فقہ حنفیہ کو بطور پبلک لاء نافذ کر دیا جائے گا۔ کوئی انوکھی بات نہیں۔ جس ملک میں جس فقہی مسلک کی اکثریت ہے اسے بلا چون وچراں سرکاری قانون تسلیم کرلیا گیا ہے۔ ایران میں فقہ جعفری، ترکیہ میں فقہ حنفی، مصر میں حنفی اور افغانستان میں سنی سٹیٹ کے ساتھ فقہ حنفی کو ملکی آئین میں درج کر دیا گیا ہے۔ اسی برصغیر پاک وہند میں پورے ساڑھے گیارہ سو سال فقہ حنفیہ ملکی قانون رہا ہے۔ اب کیا اعتراض ہے۔ موجودہ حکومت کو بلاخوف لومۃ لائم اعلان کر دینا چاہئے

کہ یہاں کا ملکی قانون فقہ حنفیہ ہوگا۔ اقلیتوں کو پرسنل لا دیا جائے گا۔ جہاں تک سواداعظم کا تعلق ہے، ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے، جب تک ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ من کل الوجود نافذ نہیں ہو جاتا۔ لوگ پوچھتے ہیں، سواداعظم سے کیا مراد ہے، سرور کائنات ﷺ کا اعلان ''ما انا علیه واصحابی'' جس پر حضور پرنور ﷺ کا اور آپ ﷺ کے صحابہ کا عمل رہا یہ وہی سواداعظم ہے اور اس کی اتباع کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ جو اکثریت میں ہے اور ہر زمانہ میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا جھنڈا بلند کرتی رہی ہے وہی سواداعظم کہلاتی ہے۔ اس لئے میں آج اعلان کرتا ہوں کہ ہم اس نظام کو بے خوف وخطر نافذ کریں گے۔ عیدالضحیٰ کے فوراً بعد اس ملک کے اندر نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ ہوگا۔ لوگ کہتے ہیں کہ نافذ ہونے سے کیا مطلب ہے۔ دیکھئے! اگر کوئی زنا بالجبر کرے گا، اس کو سنگسار کیا جائے گا یا سزا ہوگی اور سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ تو کیا حد شرعی کے نفاذ کے لئے مہلت دی جائے گی۔ یہ آرڈر اب ساری دنیا کے سامنے آ گیا جو جرم کا مرتکب ہوگا اسے کوڑے لگیں گے، سزا ملے گی اسی طرح اسلامی فوجداری قانون کے نفاذ کا اعلان یکلخت ہو جائے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ نتائج ایسے ہوں گے کہ پاکستان، دارالامن بن جائے گا۔ پاکستان کا معاشرہ سدھر جائے گا، پاکیزہ ہو جائے گا۔ اس طرح ہمارا معاشرہ جرم وگناہ سے پاک ہو جائے گا۔

(SINLESS AND CRIME FREE SOCIAL ORDER)

ہمارے تین مطالبات ہیں

ہم اس کانفرنس میں تین مطالبات پیش کرتے ہیں:

(۱) پہلا مطالبہ یہ کہ فتاویٰ عالمگیر کا فوری نفاذ ہو۔

(۲) دوسرا مطالبہ یہ کہ ہمارے اوقاف، معابد، مزارات اور مساجد کا انتظام ایک علیحدہ سنی بورڈ کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ بورڈ کے افسران، آئمہ اور خطباء تمام کے تمام سنی عقیدہ کے حامل ہونے چاہئیں اور

(۳) تیسرا مطالبہ یہ ہے کہ ملک کے باقی فرقوں کے معاملات ان کے پرسنل لاء کے مطابق طے کئے جائیں۔ وہ جو شخص قانون سامنے لائیں گے ہم اسے قبول کر لیں گے، وزیر امور مذہبیات کہتے ہیں کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ میں فرقے بندی رکاوٹ ہے، غلط کہتے ہیں، فرقہ بندی اس میں

رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ محض تذبذب ہے، بدنیتی ہے۔ اگر نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے عزم مصمم ہو، یقین کامل ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں ہو سکتی۔ ایک اور بات جس پر میں اپنی تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ نظام مصطفیٰ ﷺ صرف عام فوجداری قانون کے لئے نہیں بلکہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے ہم معاشرے میں ایک پاکیزہ انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ بقول حکیم الامت:

کس نباشد در جہاں محتاج کس
نکتہ شرعِ مبیں ایں است و بس

حاصل کلام یہ ہے کہ کوئی کسی کا محتاج نہ رہے۔ ظالموں نے غریبوں کا خون چوس چوس کر اور مفلسوں کی ہڈیاں پیس پیس کر حرام اندوختیں جمع کی ہیں اور بڑی بڑی جائیدادیں بنائی ہیں۔ سب حقداروں کو تمام واپس کرنی ہوں گی۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کوئی گداگر نہیں ہوگا اور محتاج نہ ہوگا۔ نظام مصطفیٰ ﷺ میں بیوہ کے لئے، ہر یتیم اور محتاج کے لئے وظیفہ اس کے گھر میں پہنچے۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ عشر اور صدقات کے حصول کے لئے حکومت کی جانب سے اہتمام ہوگا۔ جو زکوٰۃ کا منکر ہوگا وہ حکومت کا باغی تصور کیا جائے گا۔ جو زکوٰۃ نہیں دے گا اس کو سزا ملے گی۔ ایسا نظام ملک میں نافذ ہو جائے گا تو کوئی کسی کا محتاج نہیں رہے گا اور پاکستان ایک روحانی فلاحی مملکت بن جائے گا۔

نظام مصطفیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت

عزیزانِ ملت! نظام مصطفیٰ ﷺ کا یہ پہلو خاص طور پر قابل ذکر ہے اور ساتھ ہی ساتھ نظام مصطفیٰ ﷺ میں یہ بھی لازم ہے کہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق انصاف اور دادرسی بھی نمایاں حیثیت رکھے گی۔ ''انصر اخک ظالماً او مظلوما'' (اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آ گئی، ظالم کی مدد کیسے کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، ظالم کی مدد اسے ظلم سے روک دینا ہے۔ ''ان تحجزیده عن ظلم فذلک نصره'' نظام مصطفیٰ ﷺ ایک مثالی شورائی نظام اور جمہوری نظام ہوگا اور عوام کے نمائندے ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کے لئے منتخب ہو کر آئیں گے۔ جیسا کہ خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ خلافت میں ارشاد فرمایا تھا:

"اے لوگو! میں تمہارا سردار بنایا گیا ہوں، مجھے تم پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ ان اقواکم عندی ضعیف وان اضعفکم عندی قوی (تمہارا کمزور میرے لئے قوی ہے، جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے۔")

ضعیف اگر نظر پڑے رسولؐ کا جمال بن
قوی اگر ہو سامنے تو قہر ذوالجلال بن
خدا کے آگے سر جھکا کہ سرکشوں کا سر جھکے
قضا ستم گروں کی ہو ستم زدوں کی ڈھال بن

غور سے سنو! سوادِ اعظم اہلسنت کا موقف عین رسول ﷺ کی منشا کے مطابق ہے۔ علیکم بسنتی وسنت خلفائی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک حضور ﷺ کی سنت، حضور ﷺ کے صحابہ کی سنت، تابعین کی سنت اور بزرگان دین، شہداء وصالحین کی سنت کا قائل نہ ہو۔ یہی نظام مصطفیٰ ﷺ ہے اور اسی پر ہم قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انشاء اللہ اسی نظام پر قائم ودائم رہیں گے۔ (108)

مولانا نیازی کے اس تاریخی خطاب سے مخالفین کو مسکت جواب مل گیا مگر تاریخی حقائق کو قبول کرنے کے بجائے انہوں نے فتاویٰ عالمگیری کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کرنے کی مذموم کوشش کی۔ لیکن مولانا نیازی اور قائدین اہلسنت کے دلائل وبراہین کے سامنے سوائے خاموشی کے انہیں کچھ اور نہ سوجھی۔

قومی اتحاد کے مارشل لائی لیڈروں کو چیلنج

یکم فروری ۱۹۷۹ء کو مولانا نیازی نے اپنے ریڈیو اور ٹی وی انٹرویو میں قومی اتحاد کی غیر آئینی حکومت کو چیلنج کرتے ہوئے اعلان کیا کہ قومی اتحاد کے لیڈر حکومت سے نکل کر میدان میں ہمارا سامنا تو کریں۔ مولانا نے فرمایا کہ قومی اتحاد، صدر جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) کو گمراہ کرکے بلدیاتی انتخابات پہلے کرانا چاہتا ہے جو قوم کے لئے زہر قاتل ہے۔ جو لوگ نظام مصطفیٰ ﷺ کو بتدریج نافذ کرنے کی باتیں کررہے ہیں وہ اس بہانے اپنے اقتدار کو طول دینا چاہتے ہیں۔ قومی اتحاد نے غیر نمائندہ حکومت میں شمولیت اختیار کرکے اپنے ہی بنائے ہوئے آئین کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا کر رکھ دی ہیں۔ (109)

مارشل لاء کے زیر سایہ وزراء کی لوٹ کھسوٹ

یہاں اس بات کا ذکر کرنا نامناسب نہیں ہوگا کہ قومی اتحاد کے وزراء اور لیڈروں نے اپنی غیر آئینی حکومت کے دوران لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کرکے جس طرح دولت کمائی، وہ تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے۔ انہوں نے اپنے اعزہ واقارب کو درآمد وبرآمد کے لائسنس دیئے، سوادِ اعظم اہلسنت کی مساجد پر جبری قبضے کئے مگر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے سوائے زبانی جمع خرچ کے کوئی کام نہ کیا بلکہ چور دروازے سے حاصل کردہ اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) کو غلط مشورے دے کر عام انتخابات سے قبل بلدیاتی انتخابات کرانے پر زور دیا تاکہ عام انتخابات کا مسئلہ کھٹائی میں پڑ جائے۔ مولانا نیازی نے اپنے ریڈیو اور ٹی وی انٹرویو میں جن خدشات کا اظہار کیا تھا وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئے۔ جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) نے اپنے تمام وعدوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قومی اتحاد سے ساز باز کرکے ستمبر ۱۹۷۹ء میں بلدیاتی انتخابات تو کرادیئے مگر عام انتخابات غیر معینہ عرصہ کے لئے ملتوی کردیئے۔

رائیونڈ میں میلاد کانفرنس

۵۶،۲۵/مارچ ۱۹۷۹ء کو رائیونڈ (مصطفیٰ آباد) ضلع لاہور میں "جمعیت علماء پاکستان" کے زیر اہتمام "کل پاکستان میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس" منعقد ہوئی، جس میں تیس لاکھ عاشقان مصطفیٰ ﷺ نے شرکت کرکے اپنے آقا ومولا تاجدار مدینہ ﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ کانفرنس کی آخری رات مولانا شاہ احمد نورانی کے خطاب سے پہلے مولانا نیازی کی ایمان افروز، ولولہ انگیز اور فکر خیز تقریر دلپذیر ہوئی...... مولانا نے اپنے خطاب میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے موتی بکھیرے۔ تمام حاضرین کے قلب وجگر میں جب مصطفیٰ ﷺ کی برقی لہر دوڑ گئی اور آنکھوں سے اشکوں کے گوہر لٹنے لگے۔ کسی نے مولانا کی اس تقریر کی یوں تعریف کی ہے:

"رعد کی کڑک، بادل کی گرج، ہوا کا فراٹا، فضا کا سناٹا، صبح کا اجالا، چاندنی کا جھالا، ریشم کی جھلملاہٹ، ہوا کی سرسراہٹ، گلاب کی مہک، سبزے کی لہک، آبشار کا بہاؤ، شاخوں کا جھکاؤ، طوفان کی گونج، سمندروں کا خروش، پہاڑوں کی سنجیدگی، صبا کی چال، اوس کی نم، چنبیلی کا پیرہن،

تلوار کا لہجہ، عشق کا بانکپن، حسن کا اغماض اور کہکشاں کی مسجع و مقفع عبارتیں انسانی آواز میں ڈھلتے ہی خطابت کی جو صورت اختیار کر لیتی ہیں اس کا جیتا جاگتا مرقع مولانا نیازی کی ذات ہے۔"

میلاد کانفرنس میں مولانا نیازی کا خطاب

لیجئے، وہ تقریر پڑھئے اور قلب وجگر کو عشق مصطفیٰ ﷺ سے منور کیجئے:

"صدر محترم، علماء کرام،، مشائخ عظام، میرے بھائیو، عزیزو اور دوستو"

اسلام علیکم!

آپ کے سامنے علماء کرام نے میلاد مصطفیٰ کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت، اہمیت اور مقاصد پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میلاد مصطفیٰ ﷺ کا یہ نام اور عنوان ایک عام خیال اور تصور کے مطابق نہیں ہے۔ ہم میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنسیں منعقد کرتے رہتے ہیں بلکہ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے ساتھ اس کا تاریخی وسیاسی تسلسل بھی ہے، وہ یوں ہے کہ آپ نے قیام پاکستان سے قبل جس قسم کی کانفرنسیں منعقد کی ہیں ان کا مقصد نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے ایک دارالاسلام اور اس کے لئے خطہ زمین حاصل کرنا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد اس خطہ زمین پر اسلام کے دشمنوں، جمہوری کافروں اور اشتراکی کافروں نے مختلف بھیس بدل کر ڈھونگ رچایا اور اس خطہ زمین میں اپنا تسلط جمانا چاہا۔ پھر اس کے مقابلے میں جب یہ نعرہ بلند ہوا کہ "ایشیاء سرخ ہے، سرخ ہے۔" اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں بھاشانی انہیں سرخوں کی فوج لے کر گیا اور کہا کہ یہ "لینن گراڈ" اس موقعہ پر جب کہ دوسرے مولوی سوشلزم کے پجاری بن کر اسلام کے ساتھ کفر کا لاحقہ لگا کر اسلامی سوشلزم پر ساری قوم کو گمراہ کر رہے تھے تو اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے علماء و مشائخ کو یہ توفیق دی کہ انہوں نے دارالاسلام ٹوبہ (ٹوبہ ٹیک سنگھ) کے اندر اسلام کی خاطر، اس خطہ ارضی کو وقف کرنے کی خاطر ایک کانفرنس منعقد کی اور اس کانفرنس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دشمن کے ارادے تہس نہس ہو کر ختم ہو گئے۔

دوسری کانفرنس آپ نے ملتان سنی کانفرنس کی جو نظام مصطفیٰ ﷺ کے خدوخال واضح کرنے کے لئے تھی۔ اس میں آپ نے اپنا نقطہ نظر اور اپنا خیال پیش کیا، پھر اپنی منزل متعین کی۔ آپ نے پہلی بار واضح کیا کہ ساڑھے گیارہ سو سال سے اس برصغیر میں اہلسنت کا ایک تسلسل تھا،

آپ نے ساڑھے گیارہ سو سال اس ملک پر حکومت کی اور یہاں پر جتنے سلاطین اور خاندان برسر اقتدار رہے محمد بن قاسمؒ سے لے کر بہادر شاہ ظفرؒ تک، خواہ وہ غزنوی ہوں یا خاندان غلاماں، غوری ہوں یا خلجی یا تغلق، لودھی ہوں یا خاندان سادات ہو یا مغلیہ، تمام کے تمام سلاطین حضور ﷺ کو نور مجسم مانتے تھے۔ نور مجسم ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر:

زمیں در حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی امت پر نہ صرف نگران بلکہ مشفق و مہربان" اور رؤف و رحیم مانتے تھے۔ سب کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کروڑ ہا امتی ایک وقت میں حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو حضور ﷺ ہر ایک کو فرداً فرداً جواب میں رحمتیں بھیجتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات واضح ہو جانی چاہئے کہ جو بدبخت یہ کہتے ہیں کہ نماز کے اندر محمد مصطفیٰ ﷺ کا تصور آ جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (نعوذ باللہ) گدھے کا خیال آئے، بیل کا خیال آئے، اپنی بیوی کا خیال آئے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ ان کے لئے ہمارا جواب یہ ہے کہ نماز ہوتی ہی تب ہے جب کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا تصور آئے۔ (نعرے) حکیم الامتؒ نے اسی تصور کو یوں ادا کیا ہے:

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

در دل مسلم مقام مصطفیٰ ﷺ است

میں نے کیا بات کہہ دی ہے، آپ کے قلب میں فوراً ہی جذبہ عشق مصطفیٰ ﷺ موجزن ہو گیا۔ یہ خارج سے پیدا نہیں ہوا بلکہ پہلے سے قلب میں یہ عشق کی گرمی موجود تھی۔ میرے جذبات نے ہم آہنگی پیدا کر دی اور دل کی گہرائیوں سے محبت کے چشمے پھوٹ پڑے۔ اسی تصور کو عاشق رسول ﷺ اقبالؒ یوں بیان کرتا ہے:

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما ازنام مصطفیٰ است

تشنہ مضراب تھا تھا یہ ساز میں نے تو صرف ذرا سا چھیڑا ہے، یہ جاگ اٹھا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب ہم نے اپنی منزل متعین کی تو ہم نے اس کے ساتھ اپنا تاریخی تشخص بھی قائم کیا اور آج ہم دنیا پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جس کو فرقہ کہتے ہو، وہ فرقہ نہیں ہے جماعت ہے۔ دونیاں، نکیاں،

پسپاں یہ جماعت نہیں ہوتیں۔ جماعت وہ ہے جو ساڑھے گیارہ سو سال تک یہاں حکمران رہی ہے۔ سقوط دہلی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں کی وحدت و یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے کے لئے کہیں غلام احمد قادیانی کو پیدا کیا اور کہیں ایسے لوگوں کو آگے بڑھایا جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام و مرتبہ کو گرا کر انگریز کے ناپاک عزائم کو پورا کرنے کے لئے سید الانبیاء کو اپنے جیسا بشر بنانا چاہتے تھے۔
یہی ابلیس کا پیغام تھا جو اس نے سیاسی فرزندوں کے نام بزبان علامہ اقبالؒ دیا ہے:۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو!

زمانہ گواہ ہے کہ وہ نہیں نکال سکے۔ ان کی جدوجہد کی وجہ سے ہمارے اندر جوش اور ولولہ پیدا ہوا اور ہمارے علمائے کرام نے چوکھی لڑائی لڑ کر اس ناپاک سازش کو طشت ازبام کیا۔ خاص طور پر فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ نے تمام دشمنان خدا اور رسول کو شکست فاش دی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان پر اپنی برکات نازل فرمائے۔ انہوں نے معرکتہ آراء تاریخی محاذ آرائی سے چار دانگ عالم کے گستاخان رسول کا منہ توڑ جواب دیا۔ (نعرے) اور یہ منوا کر چھوڑا کہ:۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائیں کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائیں کیوں

فاضل بریلویؒ نے عشق مصطفیٰ ﷺ سے مسلمانوں کے قلوب کو منور کر دیا اور اس طرح ان کی مساعی جلیلہ سے گیارہ سو سال کا تشخص دوبارہ قائم ہو گیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ کانفرنس تاریخ کے اندر وہ مقام رکھتی ہے کہ آپ نے جس مقصد کے لئے یہ خطہ ارضی حاصل کیا تھا وہ پورا ہو رہا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک مکان آپ نے حاصل کیا، مکان کو دشمن گرانا چاہتے تھے، اس کا تحفظ آپ نے کیا۔ مکان کے اندر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں، مکان کے اندر کس قسم کا سامان رکھنا چاہتے ہیں۔ مکان کو کس طریقے سے آپ سجانا اور کس مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ملتان سنی کانفرنس نے نقشہ مرتب کیا اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے اس میں روح ڈالنا چاہی۔ یہ کانفرنس آپ کے پروگرام میں روح اور قوت ایمانی پیدا کرنے کے لئے ہے۔
عزیزان ملت! ہماری کسی سے ذاتی جنگ نہیں، ہم بلاوجہ اپنی قوتیں ضائع نہیں کرنا چاہتے،

ہماری جنگ اصولی ہے۔ ہم اشتراکیت اور ملوکیت دونوں سے جنگ آزما ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ نے اپنے مختصر دور یعنی ۲۳ سال کے اندر ایسا جامع نظام قائم کیا کہ آپ ﷺ کے غلاموں نے قلیل عرصے میں تسخیر کائنات کا عزم لے کر رومن امپائر کو کفر و جہالت کی تاریکیوں سے نکالا، دوسری طرف ہاتھ مارا تو پرشین امپائر کو اسلام کی نعمتوں سے مالا مال کیا۔ دو طرف رومیوں اور ایرانیوں کی سلطنتیں تھیں مگر دونوں جانب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی عزت و عظمت کا پرچم لہرا رہا تھا۔ ہم یہ منظر اپنے سامنے رکھتے ہیں، ہم یہاں محض واہ واہ کرانے نہیں آئے ہیں۔ ہم ایک جامع پروگرام پیش کرنا چاہتے ہیں کہ اگر مسلمان مقام مصطفیٰ ﷺ کو سمجھ گیا تو انشاء اللہ! یہاں سے نورانی تصور ابھرے گا، اس سے ایک پاکیزہ نظام قائم ہوگا اور روس بھی تمہارے قدموں میں ہوگا اور امریکہ بھی تمہارے قدموں میں ہوگا:۔

تیرہ و تار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے
طبع زمانہ تازہ کر جلوہ بے حجاب سے

مقام محمد مصطفیٰ ﷺ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی عقل ناقص کے پیمانوں کو مسترد کر دیں، کیوں؟ اس لئے کہ جہاں عقل کی حد ختم ہوتی ہے وہاں نبوت کی حد شروع ہوتی ہے اور اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے بجا کہا تھا کہ:۔

تیرے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے
ترا دم گرمئ محفل نہیں ہے
گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

منزل، عشق محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ ان لوگوں نے مفاد پرستوں نے نبوت کو اپنی ناقص عقل کے پیمانوں سے ناپنا چاہا وہ حقیقت کو نہ پا سکے۔ ان سے میں کہوں گا کہ نبوت عالم امر کی شے ہے۔ **الا له الخلق والامر**۔ نبوت زمان و مکان کے اندر قید نہیں ہے۔ زمان و مکان نبوت کے قدموں کے نیچے ہے:۔

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں لا الہ الا اللہ

اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے عبدہٗ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے:

عبدہٗ با ابتداء بے انتہا است
عبدہٗ را صبح و شامِ ما کجا است

محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق آج اس کانفرنس میں ہم یہ تصور پیش کرنا چاہتے ہیں کہ یہ لوگ جو مقام مصطفیٰ ﷺ کے دشمن ہیں جو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) حضور ﷺ مر کر مٹی ہو گئے ہیں اور ہمارا رابطہ ان سے منقطع ہو گیا ہے۔ ان احمقوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نہ صرف موجود ہیں بلکہ نگران اور راہبر و راہنما ہیں۔ خدانخواستہ اگر ایسا نہیں تو پھر کیا تم لاوارث ہو، تم شاملات ہو، جو آئے تم پر قبضہ کرے۔ کیا تم ایک بیوہ عورت ہو جو آئے تمہارے ساتھ نکاح پڑھا لے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ محبوب کبریا زندہ و پائندہ ہیں بلکہ لما یحییکم کے مصداق ہمیں زندگی عطا کرتے ہیں۔ جب ہر وقت ہر آن ہمیں ان کی ہدایت مل رہی ہے تو ہمیں کسی کی پرواہ نہیں ہے:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا!
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر!
وہی قرآن، وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ!

عزیزانِ ملت! میں نے آپ کے سامنے جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے، یہی آیت کریمہ تمام تصورات وعقائد ابدیہ کی کنجی ہے۔ "تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔" (بابرکت ہے وہ ذات جس نے نازل فرمایا قرآن مجید فرقان حمید اپنے بندے پر تاکہ وہ ہو تمام جہانوں کے لئے نذیر) یعنی ایک کروڑ جہاں، ایک ارب جہاں، ایک کھرب جہاں، لاتعداد جہاں سب کے لئے نذیر ہیں ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کی رعیت ہیں، کل کائنات رعیت ہے، ہر شے رعیت ہے، جبرائیلؑ بھی رعیت ہے، میکائیل بھی رعیت ہے، حتیٰ کہ ابلیس بھی رعیت ہے، شجر و حجر، برگ و ثمر، کل کائنات، جمادات، نباتات، حیوانات (موالید ثلاثہ) حضور ﷺ کی حکومت کے اندر ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ کا یہ ارشاد کہ:

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اسی تصرف تامہ کو پیش کرتا ہے۔ حضور پرنور ﷺ نے اس آیت کریمہ کے ضمن میں بحث فرمائی ہے کہ میں ماسواء اللہ کے لئے، اللہ کی طرف سے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ارسلت الی الخلق کافۃ۔ (صحیح مسلم)

تمام مخلوقات کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں

ساڑھے گیارہ سو سال جن مسلم سلاطین نے برصغیر میں حکومت کی وہ منصب نبوت، سلطنت نبوت اور اختیارات نبوت کی بابت یہی اجماع رکھتے تھے بلکہ وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور پرنور ﷺ زمان ومکان سے بے نیاز ہیں اور امت کے لئے حاضر و ناظر ہیں۔ مزید تائید اس سے ہوتی ہے۔ "میرے محبوب ﷺ کی کیا کیفیت ہوگی جب ہم ہر امت پر گواہ لائیں گے یعنی اس کے نبی کو اس پر گواہ لائیں گے اور ان تمام پر یعنی امتوں اور نبیوں پر آپ ﷺ کو گواہ لائیں گے"، یعنی ہر امت پر اس کے نبی کو گواہ لائیں گے اور تمام امتوں پر آپ ﷺ کو گواہ لائیں گے۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید جئنابک علیٰ ھؤلاء شہیداً شہید بمعنی گواہ اور گواہ وہ ہے جو موقع پر موجود ہو اور دیکھ بھی رہا ہو یعنی حاضر ناظر ہو۔ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے وہ جانتا ہے، اللہ تعالیٰ فیصلہ دے سکتا ہے لیکن شریعت کے تقاضے پورے کرنے کے لئے محمد ﷺ کو گواہ بنایا، یہ گواہ ہیں۔

بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق جو تصور پیش کرنا چاہتے ہو تو ان مردہ دلوں سے نہ پوچھو، ان زندہ دلوں سے پوچھو، کسی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو۔ یہ محبت بھرا واقعہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، میرا ایک دوست ہے اس کا نام اویس قرنیؓ، اے عمرؓ، اے علیؓ تمہاری اس سے ملاقات ہوگی۔ اس کی نشانیاں یہ ہیں، اس کا قد یہ ہے، اس کی ہتھیلی پر داغ ہے، اس سے آپ کی ملاقات ہوگی۔ اس سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ہے، لوگ حج کے موقعہ پر آئے ہوئے ہیں۔ آپؓ پوچھتے پھرتے ہیں کہ یمن سے کوئی شخص اویسؓ نامی آیا ہے۔ لوگوں نے کہا، اس کی کیا پوچھتے ہو وہ تو ایک دیوانہ شخص ہے، رونے پر آتا ہے تو روتا ہی رہتا ہے ہنسنے لگتا ہے تو ہنستا ہی رہتا ہے سجدے میں پڑا ہے تو پڑا ہی رہتا ہے، رکوع میں کھڑا ہے تو کھڑا ہی رہتا ہے۔ حضور! آپؓ اس کو کیا کریں گے؟

نہیں! آپ مجھے بتائیں کہ کہاں ہے؟ حضور! وہ ہمارے اونٹ چرانے گیا ہے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے سیدنا علی مرتضیٰؓ کو ساتھ لیا اور جنگل میں پہنچے تو دیکھا کہ اونٹ چر رہے ہیں اور ایک آدمی نماز ادا کر رہا ہے۔ شکل دیکھی۔ حضور ﷺ نے جو حلیہ بتایا تھا، اس کے مطابق تھی، قریب گئے۔ جب اس نے نماز ادا کی تو کہا، آپ کا نام اویسؓ ہے، تو نشانیاں دکھا، نشانیاں بھی ٹھیک تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہاری اویس قرنیؓ سے ملاقات ہوگی۔ حضور ﷺ نے تمہیں سلام کہا ہے۔ فرمانے لگے، کیا حضور ﷺ نے مجھے یاد کیا ہے۔ ان کا کتنا کرم ہے، کتنی مہربانی ہے۔ آقا نے غلام کو یاد کیا ہے۔ بہت بڑی نوازش ہے۔

گفتگو ہوتی ہے، گفتگو کے دوران حضرت علیؓ پوچھتے ہیں: ''اے اویسؓ! بتاؤ، حضور ﷺ کی شان کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اویسؓ جواب دیتے ہیں کہ اس وقت میری کیفیت کیا ہے۔ آپ نے حضور ﷺ کی زیارت کی، حضور ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ میں نے حضور ﷺ کی صحبت حاصل نہیں کی، ان کی زیارت سے فیض یاب نہیں ہوا، میں دل کی آنکھ (بصیرت) سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ درخشندہ نور ہے، جس نے ساری کائنات کو منور کر دیا ہے اور کائنات کی جان ہیں حضور ﷺ۔ میں دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ کا سر مبارک عرش سے لگا ہے اور قدم مبارک ساتویں زمین پر ٹکا ہوا ہے۔''

حضور ﷺ کی ذات اقدس کو عقل کے ناقص پیمانوں سے ناپتے پھرتے ہو، دیکھ لو، نبی اور غیر نبی میں کیا فرق ہے، اتنا فرق ہے جتنا ایک جانور اور انسان میں ہوتا ہے۔ لہٰذا جانوروں کو کیا پتہ کہ نبی ﷺ کا مقام کیا ہے۔ (نعرے)

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ ﷺ

نبی ﷺ کا مقام وہ مقام ہے جہاں پر یہ تمام منازل ختم ہو جاتی ہے، اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ؎

خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا است
رحمۃ اللعالمینیؐ انتہا است
ہر کجا بینی جہان رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو

یا ز نور مصطفیٰ ﷺ اورا بہا است
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ ﷺ است

تخلیق وتقدیر و ہدایت ابتدا ہے اور رحمت للعالمینی اس کی انتہا یعنی ذورۂ کمال ہے۔ **سبح اسم ربک الاعلیٰ، الذی خلق فسوی والذی قدر فھدی** ......الخ۔ تخلیق، تسوید، تقدیر اور ہدایت سے کائنات کا نظام چلا ہے پھر ہدایت کی پانچ قسمیں ہدایت جبلت، ہدایت حواس، ہدایت عقل، ہدایت وجدان اور ہدایت نبوت۔ پہلی ہدایت جبلت یعنی INSTINET کی ہے۔ بچہ روتا ہے، دودھ مانگتا ہے، پرندوں کے بچے اپنی ماں اور باپ کے سامنے پر پھیلاتے ہیں۔ یہ کس نے سکھایا، طلب کا یہ طریقہ کس نے سکھایا، یہ جبلت ہے، اس کے بعد ہدایت حواس کو ملتی ہے انسان اپنے حواس خمسہ کے ذریعے سنتا ہے، دیکھتا ہے، سونگھتا ہے، چھوتا ہے، چکھتا ہے، یہ حواس خمسہ سامعہ، باصرہ، شامہ، لامسہ اور ذائقہ اس کی رہنمائی کرتے ہیں لیکن ایک مقام ایسا آجاتا ہے جہاں یہ سب حواس بیکار ہو جاتے ہیں اور انسان سمجھتا ہے کہ سب کچھ پیلا ہو گیا ہے۔ حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں، اس کی آنکھوں میں یرقان پیدا ہو گیا ہے، اس لئے اس سب کچھ پیلا نظر آتا ہے، کبھی کہتا ہے دودھ کڑوا ہے حالانکہ دودھ کڑوا نہیں۔ دراصل بیماری کی وجہ سے اس کی زبان میں کڑواہٹ پیدا ہو گئی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس نزلہ، رعشہ اور بہرہ پن کی وجہ سے اس کے حواس بیکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد عقل کی ہدایت آتی ہے۔ عقل بتاتی ہے کہ علالت، یرقان، نزلہ، رعشہ اور بہرہ پن نے اسے حقیقت اشیاء سے بیگانہ بنا دیا تھا۔ کبھی انسان ایک چیز کو پسند کرتا ہے کبھی اسے مسترد کر دیتا ہے، کبھی کہتا ہے صدارتی نظام بہتر ہے۔ کبھی اس کو ٹھیک سمجھا، کبھی دوسرے نظام کو ٹھیک سمجھا۔ ثابت ہوا کہ عقل بیچاری کی تگ و تاز ختم ہو جاتی ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

خرد واقف نہیں ہے نیک و بد سے
بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے
خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے
خرد بیزار دل سے دل خرد سے
من بندۂ آزادم عشق است امام من
عشق است امام من عقل است غلام من

(نعرۂ تکبیر و رسالت، ہم عظمت رسول ﷺ کے پاسباں ہیں پاسباں، مردحق مرد غازی خاں نیازی، خان نیازی)

حضرات! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک یہ تصور مستحکم نہ ہو اور ''عقل خود قربان کن پیش مصطفیٰ ﷺ'' پر عمل نہ کیا جائے اور جب تک عقل کے تمام پیمانے نبی ﷺ کے قدموں پر قربان نہیں کرو گے، یہ سب عقلی اور فکری فیصلے ختم ہو جائیں گے۔ اگر ایک چڑیا سمندر کا پانی تولنے لگے تو عقل ماری گئی ہے اس کی، پیمانہ ہی اس کے پاس نہیں ہے۔ ایک زرگر اپنے کانٹے پر کچھ تولے سونا تول سکتا ہے، کچھ پونڈ تول سکتا ہے لیکن اگر وہ یہ کہے کہ میں سب کچھ تول سکتا ہوں اور ایک اینٹوں کا لدا ہوا ٹرک الٹ دو تول دوں گا۔ ٹرک کا بوجھ اوپر ڈالنے سے کانٹا چکنا چور ہو گا اور تولنے والا بھی نیچے دب کر مر جائے گا۔ ثابت ہوا کہ علم نبوت کو تولنے کے لئے یہ تمہاری عقل کے سارے پیمانے ناقص ہیں۔ بنابریں حضور ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کا علم زمان و مکان کا پابند نہیں۔ عارف اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حقیقت کی طرف سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

یہی وجہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ زمان و مکان کی حد بندیوں، کیف و کم اور نزد و دور کی تمام تنگنائیوں سے آزاد امت کے ایک ایک فرد کے احوال سے باخبر ہیں اور جب بھی کسی عاصی نے پکارا ہے شفیع المذنبین مقام محمود پر سرفراز نہ صرف اس کی فریاد سنتے ہیں بلکہ اپنے رب سے اسے معافی دلا دیتے ہیں اپنے ہر امتی کو جواب دیتے ہیں بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

وہ خود نزدیک آ جاتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے

چونکہ یہ خاکسار رحمت کائنات کی نوازشات کریمانہ سے نوازا گیا ہے، اس لئے حاضرین کو خصوصی الطاف کریمانہ کی جھلک دکھانا چاہتا ہوں۔ ابھی مجھے ایک رقعہ موصول ہوا ہے کہ تم اپنی آپ بیتی بیان کرو۔ تم نے ۱۹۷۳ء میں مواجہ شریف میں روضہ رسول ﷺ کے سامنے جو معروضات پیش کیں وہ بیان کرو، میں نے انکار کیا لیکن انہوں نے کہا کہ آج کا یہ اجتماع یہ چاہتا ہے، انہیں بتاؤ تا کہ ان کے دل میں بھی عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع روشن ہو جائے۔

عزیزان ملت! میں اپنے آپ کو حقیر انسان سمجھتا ہوں اور ہمارا غازی ہونا تب ہو گا جب کہ اس سرزمین پر نظام مصطفیٰ ﷺ کے مکمل نفاذ کا پرچم لہرائیں۔ مرد غازی تب بنیں گے جب محمد بن قاسم بن کر، شہاب الدین غوری بن کر، محمود غزنوی بن کر کفر کے قلعے توڑیں گے۔ میں ناکارہ انسان اپنی واردات قلبی آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔

یہ ۴ر فروری ۱۹۷۳ء کا دن ہے، آج دن ہے ہماری واپسی کا، روضہ اقدس پر میں نے حاضری دی، وہاں سے آنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ صلوٰۃ وسلام بار بار پڑھتا تھا۔ حضور ﷺ کے مواجہے میں کھڑے ہو کر پڑھتا تھا ''**الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ۔**'' اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی طرف منہ کر کے سلام پڑھا۔ اس کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سلام پڑھا۔ حضور ﷺ کے وزیرو! تم پر سلام ہو، حضور ﷺ کے نائبو! تم پر سلام ہو، حضور ﷺ کے دین کے مددگارو! تم پر سلام ہو پھر حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس کھڑے ہو کر سلام پڑھ رہا ہوں۔

سلام پڑھتے میں نے کہا، میں خطا کار، بدکار اور گنہگار، آپ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوں، میرے پاس کچھ نہیں ہے، سوائے آپ ﷺ کی ذات کے کوئی ٹھکانہ نہیں، کوئی جائے پناہ نہیں، کوئی جائے نجات نہیں۔ (**لا ملجا ولا ماویٰ ولا منجا الا الیک یا رسول اللہ**) میں نے ۳۶ سال سے تقریر سے، تحریر سے شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کیا ہے، جدوجہد کی ہے، اس مقصد کے حصول کے لئے پھانسی کے تختے پر پہنچا ہوں مگر افسوس ہے کہ شریعت کا قانون نافذ نہیں ہوا۔ حضور ﷺ! میں اس ناکامی کے بعد پاکستان میں واپس نہیں جانا چاہتا، مجھے یہیں موت آ جائے، مجھے اپنے دامن میں جگہ دو، میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ اسی حالت میں، میں نے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت پڑھنا شروع کر دی:

تنم فرسودہ جاں پارہ زہجراں یا رسول اللہ
دلم پژمردہ آوارہ زعصیاں یا رسول اللہ
چوں بازوئے شفاعت راکشائی برگنہ گاراں
مکن محروم جامی را درآں یا رسول اللہ

بارگاہِ رسالت سے بشارتیں

روضہ اقدس پر حاضری کے لئے اس سال پندرہ لاکھ حاجی آئے تھے۔ دھکے پر دھکا لگ رہا تھا۔ مجھے دھکتے لگتے گئے اور میں قبلہ کی دیوار کے ساتھ جالگا۔ ادھر تھوڑی دیر کے لئے مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی اور اسی عالم میں مجھے آواز آئی:

"تم کہتے ہو، تم نے ساری عمر تبلیغ دین میں لگادی ہے، باقی زندگی بھی لگادو۔ قرآن پاک کی یہ آیت "قل ان صلاتی و نسکی ومحیایی ومماتی للّٰہ رب العالمین" اسی جانب اشارہ کرتی ہے۔ "وما انت علیهم بمصیطیر" اور "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" میں بھی اسی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ تم کہتے ہو کہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا، تم اس کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ اپنے نبی ﷺ کے دین کے ہم محافظ ہیں۔ تم جدوجہد کرتے رہو۔ پھر یہ پوچھا گیا کہ کیا تمہارا ایمان نہیں ہے کہ شریعت ایک نعمت ہے۔ تو پھر افسوس ہے کہ انسان سب کچھ قربان نہ کردے اور بچا کر رکھ لے۔ قل ان کان اباء کم وابناء کم واخوانکم وازواجکم و عشیرتکم .... الخ۔ میں دین کے لئے سب کچھ قربان کردینے کا حکم ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ میں پاکستان واپس نہیں جانا چاہتا، پاکستان واپس جاؤ اور وہاں پر جہاد فی سبیل اللہ کی تبلیغ کرو۔ شریعت کے نفاذ کے لئے جان لڑادو، جو طاقت سامنے آئے اسے فنا کردو یا خود فنا ہوجاؤ۔"

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، میں نے اپنے رفقاء سے ذکر کیا۔ حضرت پیر محمد صدیق صاحب سجادہ نشین بھور شریف (ضلع میانوالی) جو ہمارے قافلے کے سالار تھے، نے کہا کہ نیازی! ہم تیرے ساتھ ہیں۔ جہاد کرو، ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ سال گزر گیا، میں نے اپنے مشفق و مہربان دوست الحاج چوہدری فتح محمد صاحب کو خط لکھا کہ حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر جاکر میری طرف سے عرض کرو کہ:

"آپ ﷺ نے بڑا مشکل کام ہمارے سپرد کیا ہے، مشکلات بڑی ہیں، رکاوٹیں بڑی ہیں، مرزائیوں کا فتنہ ہے۔" ان دوستوں نے وہاں پر روضہ اقدس کے خادم غلام رسول المعروف بلیاں والے سے ذکر کیا، اس سے کہا کہ نیازی کا خط آیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نیازی صاحب گزشتہ سال ہم سے ادھر ملے تھے۔ ہم آج ان کی درخواست حضور ﷺ کی خدمت میں پیش

کریں گے۔ اس کا جواب کل دیں گے۔ خادم روضہ رسول ﷺ نے دوسرے روز جو جواب دیا چوہدری فتح محمد صاحب نے وہی ہمیں لکھ کر بھیج دیا۔ وهو هذا..........

"تم اسے لکھ دو کہ رکاوٹیں دور ہوجائیں گی اور اسباب و وسائل خود اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے طفیل مہیا کرے گا۔" (نعرے)

انہی دنوں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو بھٹو نے وہ مطالبہ مان لیا اور مولانا شاہ احمد نورانی کی قرارداد کے مطابق آئین میں ترمیم کردی۔

شاہ احمد نورانی کو ہدیہ تحسین

ایک واقعہ بتاتا ہوں، مولانا شاہ احمد نورانی نے آپ کو نہیں بتایا ہوگا، آپ کے قائد کو اللہ تعالیٰ نے جو حوصلہ، جو جذبہ اور قوت ایمانی عطا فرمائی ہے، وہ بے مثال ہے۔ ۱۹۷۵ء کے عالمی دورہ میں جب ہم نیروبی (کینیا، مشرقی افریقہ کے دارالخلافہ) میں تھے تو عادل فیملی کے ایک مشہور سرکاری افسر (مرکزی فنانس سیکرٹری) نے بتایا کہ قادیانی اور لاہوری دونوں گروپوں کے نمائندوں نے پچاس پچاس لاکھ یعنی ایک کروڑ روپے نقد علامہ شاہ احمد نورانی کے سامنے پیش کئے کہ اپنی آئینی ترمیم میں جو چاہو لکھ دو، صرف اتنا کرو کہ مرزائیوں کے ان گروپوں لاہوری اور قادیانی کا تذکرہ نہ کرو۔ صرف مرزائیوں کو کافر اقلیت قرار دینے پر اکتفا کرو۔ اس پر مولانا نے جواب دیا، کیا سمجھتے ہو تم، میں تمہارے کروڑ پر تھوکتا بھی نہیں۔ ہم دربار مصطفیٰ ﷺ میں بک چکے ہیں، ہم حضور ﷺ کی ملکیت ہیں، ہمیں کوئی دوسرا نہیں خرید سکتا۔ (نعرے)

اس موقعہ پر مسٹر بھٹو نے کہا تھا کہ مرزائیوں کے نمائندے پوری دنیا میں موجود ہیں، مجھے بدنام کریں گے۔ آپ نے مجھے مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ مولانا نورانی نے جواب دیا کہ ہم ان کا مقابلہ کریں گے، ہم اپنے خرچ پر دورہ کریں گے اور پوری دنیا کو مرزائیوں کی اسلام دشمنی اور منافقت کے متعلق بتائیں گے۔ اس کے بعد ساری دنیا کو معلوم ہوجائے گا کہ ان کی کیا حقیقت ہے، چند دنوں کے بعد مولانا کا مجھے فون آیا کہ تیاری کرو، عالمی دورے پر روانہ ہونا ہے۔ عالمی دورے کے شاندار اہتمام کی بابت بھی کچھ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یوں ہے:

"جیسا کہ ابھی ہم نے کہا ہے کہ نظام مصطفیٰ ﷺ یعنی شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نفاذ کے سلسلہ میں دربار مصطفیٰ ﷺ میں ایک خط کے ذریعے مشکلات وموانعات کا

مسئلہ پیش کیا تھا۔ ہمارے مشفق ومہربان دوست چوہدری فتح محمد صاحب مرحوم ومغفور نے اس خط کے مندرجات سے خادم رسول مستجاب الدعوات ، مقبول بارگاہ رسالت شیخ غلام رسول صاحب (مرحوم) کو آگاہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ آج رات حضور ﷺ کے سامنے معروضات پیش کروں گا انشاء اللہ کل آپ کو جواب باصواب سے آگاہ کردوں گا۔''

دوسرے روز شیخ غلام رسول صاحب خادم خاص روضہ رسول ﷺ نے بتایا کہ اپنے دوست کو بے تکلف لکھ دو کہ تمام مشکلات وموانعات بطفیل رسول ﷺ دور ہو جائیں گی اور پردہ غیب سے اسباب ووسائل بھی فراہم ہو جائیں گے۔ اسی ارشاد نبوت کی بنیاد پر الحاج چوہدری فتح محمد صاحب (مرحوم ومغفور) نے ایک خط کے ذریعے مجھے جواب باصواب سے خورسند فرمایا۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق قرآن وحدیث مبارکہ میں آپ کی حیات اورامت پرنگرانی کے ثبوت موجود ہیں۔

میں تقریر کومختصر کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کا تقاضا ہے کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ ہو کیونکہ جس نظام کی تقدیس نہیں ہے اس کی اہمیت نہیں ہے۔ یہ انگریز کا نظام تھا، انگریز کی حکومت میں رہتے ہوئے ہم اس پر لعنتیں بھیجتے تھے، پناہ مانگتے تھے۔ اے اللہ! ہمیں انصاف کرنے والا ایک مسلمان حکمران عطا کر۔ انگریز کے نظام سے ہمیں نفرت تھی اس لئے انگریز کا نظام ختم ہو گیا اور جس کے لئے محبت تھی وہ آ گیا۔ اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ جس نظام کے ساتھ آپ کی قلبی وابستگی ہوگی وہی کامیاب اور وہی نافذ العمل ہوگا۔ حضور ﷺ کی ختم مرسلینی کا مفہوم یہ ہے کہ پوری کائنات کی حکومت حضور ﷺ کو عطا کی گئی ہے۔ جب حکومت دی گئی ہے تو کنٹرول بھی دیا گیا ہے کیونکہ حکومت کا مفہوم کنٹرول ہے۔ خاتمیت خود یہ تقاضا کرتی ہے کہ حضور ﷺ کو تمام علوم میں سبقت دی جائے۔ ختم نبوت یہ تقاضا کرتی ہے کہ تمام کائنات کے علوم حضور ﷺ کو منتقل کر دیئے جائیں۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی مفکر، کوئی سیاستدان، کوئی ماہر معاشیات ہمارے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا جب تک کہ اس کا عمل نظام مصطفیٰ ﷺ کے کلیۃً تابع نہ ہو:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

یہ طے شدہ مسئلہ ہے اس پر ہم کسی سے بحث نہیں کر رہے بلکہ ہم شریعت کی رہنمائی میں اپنے آپ کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ کی مکمل محبت واطاعت ہی نظام مصطفیٰ ﷺ کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ کیونکہ جس دل میں محبت نہیں وہ منافق ہے، اسی لئے ہم مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ پر زور دیتے ہیں۔ میلاد مصطفیٰ کانفرنس میں ہم اس لئے آئے ہیں کہ آج یہ فیصلہ کر کے جائیں کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے۔ جان قربان، مال قربان، عزت وآبرو قربان، محلات، کاروبار، عزیز داریاں سب قربان کر دینے کا حکم ہے۔ **قل ان کان اباء کم وابناء کم**............ **الخ** سے یہی مراد ہے۔

میلاد مصطفیٰ کانفرنس کو آنے والے قافلے

آپ نے دیکھا، کل جب آپ کے قافلے کانفرنس میں شرکت کے لئے آ رہے تھے تو ٹرکوں پر آ رہے تھے، بسوں پر تھے، گاڑیوں پر تھے، ان کے چہرے پر رونق تھے۔ ''یا رسول اللہ'' کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ محبت کا یہ والہانہ رنگ دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یا اللہ! محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل تو نے اتنا کر دیا کہ ہر طرف رحمت کائنات کی جلوہ گری ہے۔ یہی شان ہے، **ورفعنالک ذکرک** کی یہی شان ہے:

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب

میلاد مصطفیٰ کانفرنس کے مقاصد

میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کی کامیابی کی شرط لازم یہ قرار دی جائے کہ ہم سنت مصطفیٰ ﷺ کو ہر طریقے سے حرز جان وایمان بنا لیں، حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ کامل ہے، ایک عام مسلمان سے لیکر علامہ اجل اور عارف کامل تک، ایک چپڑاسی اور قاصد سے لیکر صدر مملکت تک، سپاہی سے لیکر کمانڈر انچیف تک سب کے لئے حضور ﷺ کی زندگی نمونہ کامل ہے کیونکہ آپ ﷺ صدر مملکت بھی تھے، کمانڈر انچیف بھی تھے، قاضی القضاۃ بھی تھے، معاشرے کے امام بھی تھے، ملک التجار بھی تھے، مدرس بھی تھے، معلم بھی تھے، مزکی بھی تھے، ملجا وماویٰ بھی تھے۔ حضور ﷺ کی کاملیت کا تصور نظام مصطفیٰ ﷺ

کی کامیابی کے لئے ضروری ہے۔

آج دنیا کو کئی مسائل درپیش ہیں اور خود پاکستان بھی کئی مشکلات میں گھرا ہوا ہے دنیا کے تمام مفکر دم بخود ہیں کہ مسائل کس طرح حل ہوں گے؟ پروفیسر ٹائن بی (مشہور مورخ فلسفی) نے اپنی کتاب (CIVILIZATION ON TRIAL) میں لکھا ہے کہ دنیا کو دو طرح کے مسائل درپیش ہیں۔ ایک مسئلہ یہ ہے کہ غریب کا معیار زندگی کیسے بلند ہو۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ رنگ ونسل اور زبان کے امتیازات وتعصبات کا کس طرح خاتمہ ہو، میں نے پوری انسانی تاریخ چھان ماری مجھے کہیں سے ان سوالات کا جواب نہیں ملا۔ ایک طرف سے مجھے جواب ملتا تھا مگر میرے مذہبی تعصب نے مجھے حق گوئی سے روکا، لیکن حق میرے سینے سے باہر نکل کر سامنے آ گیا اور آج میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر دنیا میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا امام اور مقتدا مان لے تو دونوں مسئلے حل ہو جائیں گے۔ غریب کا معیار زندگی بھی بلند ہو جائے گا اور تعصبات جاہلی بھی ختم ہو جائیں گے۔

وہ مثال دیتا ہے کہ حضور ﷺ کے دور اقدس میں لوگ آپ ﷺ کے پاس جمع تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں کھانے پر بلایا تھا، سب لوگ کھانا کھا رہے تھے، ایک محتاج اپاہج تھا، لولا لنگڑا بھی اس موقع پر موجود تھا، کھانے کی پلیٹ پر ہاتھ لے جاتا تھا، ہاتھ اس کا نہیں پہنچتا تھا۔ اگر پہنچ جاتا تو لقمہ اٹھا کر منہ تک نہیں لا سکتا تھا۔ اچانک اس پر رحمت کائنات ﷺ کی نگاہ پڑ گئی، آپ ﷺ اس کے پاس دوڑ کر گئے اور اس کو گود میں بٹھا لیا اور لقمے بنا کر اس کے منہ میں دینے لگے۔

پروفیسر ٹائن بی کہتا ہے کہ غریب کا معیار زندگی تب بلند ہوگا جبکہ صدر مملکت زمین پر بیٹھ کر کھائے۔ جب وہ غریب کو گود میں بٹھا کر لقمے اس کے منہ میں دے گا۔

حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لئے کامل نمونہ یوں ہے کہ آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، آپ ﷺ کی صاحبزادی خاتون جنت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر ہو کر عرض کرتی ہے، بابا! چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے ہیں اور پانی کی مشکیں اٹھاتے میرے جسم پر نیل پڑ گئے ہیں۔ مجھ پر مہربانی فرمائیے اور ایک خادمہ عنایت فرمائیے، جو پانی لا دے یا چکی پیس دے یعنی جب میں پانی بھروں تو وہ چکی پیس دے یا چکی پیسوں تو پانی لا دے۔

سرور کائنات فخر موجودات ﷺ نے کیا جواب دیا، فرمایا! ”جان پدر! صبر کرو، ابھی تم سے زیادہ مستحق لوگ موجود ہیں۔ میں اصحاب صفہ کی ضروریات کو پہلے پورا کروں گا۔“ یہ ہے مقام

نبوت، یہ ہے نبی ﷺ کا طریقہ۔ اقبال کہتا ہے:

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کار جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

چشم دل میں نظر کیسے پیدا ہوتی ہے، ملاحظہ فرمائیے! فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ”دریائے دجلہ کے کنارے اگر ایک کتا مر گیا تو خدا مجھ سے پوچھے گا کہ اے خطاب کے بیٹے! تم نے اس کا انتظام کیوں نہیں کیا۔“ عرض یہ ہے کہ حضور ﷺ کے پاس سب کچھ تھا لیکن آپ ﷺ نے اپنے لئے، اپنی بیٹی کے لئے کچھ نہ لیا۔ آپ ﷺ کی گھر والیوں (ازواج مطہرات) نے مطالبہ کیا کہ سارا عرب فتح ہو گیا ہے، ایک عام سپاہی کے گھر میں رونق آ گئی ہے، اس کی بیوی کے کپڑے اور ساز وسامان اچھا ہے آپ ﷺ ہمارے لئے کچھ عطا کیجئے ہمارا وظیفہ بڑھائیے۔ ایک مہینہ آپ ﷺ نے بائیکاٹ رکھا۔ ایک ماہ کے بعد حکم سنا دیا کہ اگر دنیا (دولت) چاہتی ہو تو مجھ سے طلاق لے لو اور اگر میری رفاقت چاہتی ہو تو موجودہ پر قناعت کیجئے، کیونکہ اس کا بڑا اجر ہے۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، حضور ﷺ! ہمارے لئے آپ ﷺ کی رفاقت کافی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اپنے ماں باپ سے پوچھ کر بات کرو، عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، معاملہ آپ ﷺ کے ساتھ ہے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا، ہماری روحانی مائیں پھٹے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں۔ حضور ﷺ کی زندگی سادہ تھی۔ اب بھی جب تک تم سادہ زندگی بسر نہیں کرو گے، نظام مصطفیٰ ﷺ کے خواب دیکھنا بھول جاؤ۔ غریبوں مسکینوں کے لئے حضور ﷺ کی رحمت اور محبت ہی سب سے بڑا سرمایہ ہے، وہ جانوروں پر بھی شفیق تھے۔ اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ایک دفعہ آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں سے گزر رہے تھے، ایک اونٹ آپ ﷺ کو دیکھ کر فریاد کرنے لگا، اونٹ نے رونا شروع کر دیا۔ اونٹ آپ ﷺ کو دیکھ کر رو رہا تھا، آپ ﷺ نے اونٹ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، خاموش ہو جاؤ، تمہارا استغاثہ مجھ تک پہنچ گیا۔ آپ ﷺ نے اسی وقت اس انصاری کو طلب کیا جس کا یہ اونٹ تھا، اور فرمایا! بھوک کی وجہ سے اس کی کمر پیٹ سے لگ گئی ہے، اس کی پیٹھ زخمی ہے، اس پر تم بوجھ لادتے ہو، خدا سے نہیں ڈرتے ہو، میں اسے چھٹی دیتا ہوں جب تک ٹھیک نہ ہو جائے، اس وقت تک تم اس پر بوجھ نہیں لاد سکتے۔

انصاری نے اپنے اونٹ کا علاج کیا، اس کی خدمت کی۔ اس دوران وہ اونٹ پر بوجھ نہیں لادتا تھا۔ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عجیب نقشہ دیکھا، حضور ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں رونق افروز تھے، اونٹ مسجد کی چہار دیواری کے باہر کھڑا ہوگیا اور اپنی گردن حضور ﷺ کے قدموں پر رکھ دی۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، حضور ﷺ! یہ کیا کر رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہی اونٹ ہے جس کو میں نے چھٹی دی تھی۔ یہ اب بتانے آیا ہے کہ آقا! اب میرے مالک سے کہہ دیں کہ وہ مجھ پر بوجھ لادسکتا ہے۔ یہ ہے رحمت العالمین کی رحمت۔

آپ ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما ہیں، ایک قافلہ آیا، اہل قافلہ کے لباس پھٹے ہوئے تھے، وہ پاؤں سے ننگے تھے، سر سے ننگے تھے، کھانے کے لئے ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کیفیت کو بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا چہرہ منور ان غریبوں کے دکھ، درد اور بے کسی کو دیکھ کر کملا گیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے فرمایا، آؤ! اپنے بھائیوں کی مدد کرو، کوئی کپڑے لا رہا ہے، کوئی کھانا لا رہا ہے، کوئی جوتے لا رہا ہے، دیکھتے ہی دیکھتے سامان کا ڈھیر لگ گیا۔ پھر جو میں حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کو دیکھتا ہوں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چودھویں کا چاند چمک رہا ہے اور سونا دمک رہا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی، "اے اللہ یہ پیدل ہیں ان کو سواری دے، ان کا پورا لباس نہیں، انہیں مکمل لباس دے اور یہ بھوکے ہیں ان کو شکم سیر بنادے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی دعا منظور فرمائی اور اسی وقت ان کی ضروریات کی تکمیل کا سامان فراہم کردیا۔ یہ رحمت کائنات ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی چند جھلکیاں ہیں جو ہم نے پیش کر دی ہیں۔ ہم پورا نقشہ پیش نہیں کر سکتے۔ تمام پہلو بے نقاب نہیں کر سکتے۔ دنیا ختم ہوجائے گی لیکن ہم اسے مکمل نہیں کر سکتے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ہم سیرت النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کو آپ کے سامنے بیان کرتے کہ حضور ﷺ بحیثیت سپہ سالار کیسے تھے؟ بحیثیت صدر مملکت کیسے تھے؟ حضور ﷺ کا دشمنوں کے ساتھ کیسا سلوک تھا؟ حضور؟ کی رحمت وشفقت کیا تھی؟ مگر وقت کی تنگ دامانی مانع ہے۔ بہرحال ہمارا فرض ہے کہ ہر مسئلہ میں زندگی کے ہر پہلو میں حضور پرنور ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے راہنمائی حاصل کریں۔

عزیزان ملت! حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کو عام کرنے کی جدوجہد کرو۔ جہاں کوئی بات

واضح نہ ہو، حضور ﷺ کے معاملات کو دیکھ کر راہ پکڑو۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ایک دن آرہے تھے، راستے میں بچے کھیل رہے تھے، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تمام خلفاء موجود تھے۔ بچوں نے سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا اور کھڑے ہوکر دعا کی۔ ایک بچہ دور کھڑا تھا، اس نے کہا، حضور! میرا بھی سلام لے جاؤ۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ انتظار میں کھڑے ہوگئے، بچے کو یاد نہ رہا۔ آپ کے خادموں نے کہا، حضور! یہ بچہ ہے، اسے خیال نہیں رہا، یہ بھول گیا ہے۔ اب چلیں لیکن مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کھڑے رہے۔ بچے نے آپ کو جونہی دوبارہ دیکھا تو اسے یاد آگیا۔ دوڑ کر آپ کے پاس آیا اور مولانا کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا، میرے لئے دعا فرمایئے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے دعا کی اور سر پر دست شفقت پھیرا۔ خادموں نے پوچھا، حضور! آپ نے یہ کیا کیا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر حضور ﷺ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آتا تو آپ ﷺ بھی ایسا کرتے۔ اس طرح سے حضور ﷺ کے نقش قدم کو اپنے لئے خضر راہ بناؤ گے تو ملت اسلامیہ انشاء اللہ تعالیٰ نظام مصطفیٰ ﷺ کی برکتوں اور رحمتوں سے فیض یاب ہوگی۔ (110)

جنرل ضیاء کی وزارتوں پر تاثرات

۱۹۷۸ء میں قومی اتحاد کی بعض جماعتوں نے جب غیر آئینی طور پر جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) کی مارشل لاء حکومت میں شامل ہوکر وفاقی وزارتیں سنبھالی تھیں تو صاحب بصیرت لوگ اسی وقت سمجھ گئے تھے کہ جنرل ضیاء نے کسی خاص مقصد کے لئے یہ وزارت تشکیل دی ہے۔ مولانا نیازی نے اسی وقت قومی اتحاد کو اس کے تباہ کن اور ہولناک نتائج سے آگاہ کردیا تھا مگر قومی اتحاد کے اقتدار پرست لیڈروں نے مولانا نیازی کے ارشادات کو قبول نہ کیا اور پیش آنے والے حالات کے ادراک سے عاری رہے۔ چنانچہ بعد کے حالات نے مولانا نیازی کے خدشات کو حرف بہ حرف صحیح ثابت کردیا اور جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) نے قومی اتحاد کی حکومت سے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو تختہ دار پر چڑھانے کا کام لینے کے بعد کابینہ کی چھٹی کردی۔ ۴؍اپریل ۱۹۷۹ء کو مسٹر بھٹو کو پھانسی پر لٹکایا گیا اور پھر چند روز بعد وفاقی کابینہ سے قومی اتحاد کے تمام وزراء کو باکمال بےعزتی نکال باہر کیا گیا۔

بھٹو کی پھانسی کی ذمہ داری

جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) مسٹر بھٹو کو پھانسی لگانے کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لینا

چاہتے تھے، اس لئے انہوں نے اس غیر آئینی سول کابینہ کا ڈھونگ رچایا تا کہ دنیا کو یہ باور کرایا جا سکے کہ مسٹر بھٹو کی پھانسی کا فیصلہ فوجی حکومت نے نہیں بلکہ سول حکومت نے کیا ہے اور اگر مستقبل کی کوئی حکومت اس مسئلے کو اٹھائے تو جنرل ضیاء کے ساتھ قومی اتحاد کے لیڈر بھی ذمہ دار ٹھہریں۔

مسٹر بھٹو (ف ۱۹۷۹ء) کی پھانسی کے بعد قومی اتحاد میں شامل بعض جماعتوں نے بڑی خوشیاں منائیں۔ کراچی میں ایک جماعت کے کارکنوں نے مٹھائی تقسیم کی، بعض دوسرے شہروں میں دیگیں چڑھائیں۔ اس پر مولانا نیازی نے ارشاد فرمایا:

"بھٹو کی موت عبرت ناک ہے اس سے سیاستدانوں اور حکمرانوں سمیت پوری قوم کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اپنے دشمن سمیت کسی کی موت پر بھی خوشی منانا جوانمردی نہیں بلکہ بزدلی ہے۔" (111)

برمنگھم میں نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس

جمعیت علماء پاکستان سمندر پار کے زیر اہتمام ۱۵ر جولائی ۱۹۷۹ء کو برمنگھم (برطانیہ) میں ایک عدیم النظیر "نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس" منعقد ہوئی جس کی صدارت قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی نے کی۔ مولانا نیازی اس کانفرنس میں شرکت کے لئے ۱۰ر جون کو لندن روانہ ہو گئے اور برطانیہ کے مختلف شہروں میں اپنی ولولہ انگیز اور فکر خیز تقاریر سے نہ صرف پاکستانی مسلمانوں بلکہ انگریز دانشوروں کو بھی عشق رسول ﷺ سے سرشار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری تمام مشکلات کا حل صرف اور صرف حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر میں مضمر ہے: ؎

جو کرنی ہو جہانگیری محمدؐ کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ خداوند عجم ہو جا

۱۵ر جولائی کو برمنگھم میں جب "نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس" منعقد ہوئی تو چشم فلک نے پہلی بار دیار فرنگ میں مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع دیکھا۔ شمع رسالت کے پروانے تمام یورپ سے کشاں کشاں برمنگھم پہنچے اور نعرہ تکبیر و رسالت سے یہاں کی فضا کو معطر کر دیا۔ اس بے نظیر و بے مثال اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے بتایا کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کیا ہے اور اس کا تحفظ ہمارے لئے کیوں ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پاکستان کے غیور مسلمان نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہم دربار

مصطفیٰ ﷺ میں اپنا سب کچھ پیش کر چکے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان میں شرعی انقلاب برپا ہو کر رہے گا۔ (112)

مولانا نیازی یورپ میں

ڈیڑھ ماہ تک یورپ کے کلیساؤں میں توحید و رسالت کا ڈنکا بجانے کے بعد مولانا نیازی ۳۰ر جولائی ۱۹۷۹ء کو واپس وطن تشریف لے آئے اور کراچی میں جمعیت علماء پاکستان کے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں شرکت فرمائی۔ اجلاس نے مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا نیازی کو اس بات کا اختیار دے دیا کہ وہ صدر جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) کی متناسب نمائندگی کی تجویز کا جائزہ لیں اور اس کا جواب صدر کو ارسال کریں۔ (113)

دورہ انگلستان کے تاثرات

۳ر اگست ۱۹۷۹ء کو مولانا نیازی نے جامع مسجد غوثیہ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اپنے دورۂ انگلستان اور "نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس برمنگھم" پر روشنی ڈالی۔ مولانا نے فرمایا کہ برطانیہ کے پاکستانی مسلمان بہت خوشحال ہیں اور انتہائی کفایت شعاری سے اپنے بال بچوں کے پیٹ پال رہے ہیں جبکہ انگریز لوگ اپنی ہفتے بھر کی کمائی چھٹی کے روز شراب و کباب اور عیاشیوں پر خرچ کر دیتے ہیں۔ یورپ کا نوجوان عیسائی مذہب سے بیزار ہو چکا ہے اور یہ صورت حال پادریوں کے لئے انتہائی پریشان کن ہے چنانچہ پادری لوگ اب لوگوں کو مذہب کی جانب راغب کرنے کے لئے گرجاؤں میں خصوصی ڈائننگ ہال کھول رہے ہیں اور ناچ کا بھی اہتمام کر رہے ہیں تا کہ لوگ کھانے پینے کے بہانے ہی گرجا میں داخل ہوں۔ یورپ اس وقت قنوطیت اور ناامیدی کی گرفت میں ہے۔ دھڑا دھڑ گرجاؤں کو فروخت کیا جا رہا ہے، جسے مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی خرید کر اپنی عبادت گاہیں تعمیر کر رہے ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک مربوط اور جامع پروگرام مرتب کیا جائے۔ (114)

جنرل ضیاء مرحوم کی سیاسی جماعتوں پر نظر کرم

۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۹ء کو جنرل محمد ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) نے ۱۸ر اکتوبر کو منعقد ہونے والے عام انتخابات کو ملتوی کر دیا۔ تمام سیاسی پارٹیوں کو توڑ کر ان کے دفاتر کو سربمہر کر دیا۔ پریس پر مکمل

سنسرشپ عائد کردی۔ غرض ہر لحاظ سے قوم کو جکڑ کر رکھ دیا۔ سیاست نام کی شے پاکستانی قوم کے لئے شجر ممنوعہ قرار دے دی گئی اور مکمل ڈکٹیٹر شپ مسلط کردی گئی۔ (115)

انتخابات کا التواء

انتخابات کے اس التواء میں قومی اتحاد کی ان جماعتوں اور لوگوں کا ہاتھ تھا جنہوں نے نو ماہ تک غیر جمہوری اور غیر آئینی حکومت میں وزارتیں حاصل کر کے بے پناہ دولت اکٹھی کر لی مگر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ پر قطعی توجہ نہ دی اور پھر ذلیل و خوار ہو کر جنرل ضیاء (ف ۱۹۸۸ء) کی حکومت سے نکلے۔ اب چونکہ وہ لوگ قوم کی نگاہوں سے گر چکے تھے اور انہیں اپنی ناکامی اور جمعیت علماء پاکستان کی مکمل کامیابی روز روشن کی طرح صاف نظر آ رہی تھی لہٰذا انہوں نے جنرل صاحب کے ساتھ ساز باز کر کے، ملک و قوم کے ساتھ غداری کر کے، میر جعفر اور میر صادق کی یاد تازہ کر کے یہ صورت حال پیدا کردی۔

مارشل لاء کو سلام کرنے والے سیاستدان

عوام نے یہ بات اچھی طرح جان لی کہ جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام، مسلم لیگ اور جمہوری پارٹی کے لیڈروں میاں طفیل محمد، پروفیسر غفور احمد، مفتی محمود (ف ۱۹۸۰ء)، چوہدری ظہور الٰہی (ف ۱۹۸۱ء) پیر پگاڑا اور نوابزادہ نصر اللہ خاں نے ہی نو ماہی عبوری حکومت قبول کر کے جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) کی آمریت کو تقویت دی اور پھر ان لوگوں کے سہارے ہی ملک میں فوجی راج قائم و دائم رکھنے کی سازشیں ہوئیں۔

حمید نظامی کو خراج عقیدت

۲۹ رفروری ۱۹۸۰ء کو انجمن یادرفتگان لاہور کے زیر اہتمام جناح ہال لاہور میں یوم حمید نظامی کی پروقار تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے حمید نظامی (ف ۱۹۶۲ء) کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ "حمید نظامی کی زندگی میں تسلسل اور ان کا کردار بھرپور تھا، انہوں نے اصولی سیاست کو پروان چڑھایا اور آخر دم تک اس کے لئے کام کرتے رہے۔ صحافت کے میدان میں بے خوفی، حق گوئی کا علم سربلند کیا اور قوم کی صحیح رہنمائی کی۔ نظامی مرحوم نے حق خودارادیت کے لئے جدوجہد کی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ملک کے خزانے سے جو شخص

ایک پائی بھی لے وہ قوم کے سامنے جوابدہ ہے۔ آیئے ہم سب اس بات کا عہد کریں کہ حق خودارادیت کی اس جدوجہد کو جاری رکھا جائے گا اور ہر طبقے کا احتساب کیا جائے گا۔ حمید نظامی کے اداریوں کو مجموعہ کی شکل میں شائع کیا جانا چاہئے تاکہ ان کی اچھی باتوں سے عوام آشنا ہوسکیں اور ان کا مشن آگے بڑھے۔ ملک میں صحافت پر عائد پابندیاں ختم کردی جائیں۔ ہم ہمیشہ پاکستان اور اسلام کے خلاف طاقتوں سے لڑتے رہے ہیں اور لڑتے رہیں گے۔" (116)

مولانا نیازی کی اس تقریر دلپذیر سے صدر جلسہ ڈاکٹر جاوید اقبال جسٹس لاہور ہائی کورٹ، مہمان خصوصی جسٹس سید شمیم حسین قادری (ف ۱۹۹۳ء) تقریب کے دیگر مقررین مثلاً زیڈ اے سلہری، پروفیسر محمد منور مرزا، ابوالاثر حفیظ جالندھری (ف ۱۹۸۲ء)، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید (ف ۱۹۹۵ء) مجیب الرحمٰن شامی اور سید اسد حسین ایڈووکیٹ وغیرہ ہم اور سامعین مسحور ہو گئے اور سب نے مولانا کے ارشادات عالیہ کی بڑی گرم جوشی سے تائید و حمایت کی۔

جنرل ضیاء سے ایک ملاقات

۲ راپریل ۱۹۸۰ء کو مولانا نیازی کی ملاقات جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) سے ہوئی۔ اس ملاقات کی تفصیل خود مولانا کی زبانی سنئے!

"۲ راپریل ۱۹۸۰ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق سے میری ملاقات ہوئی۔ انتخابات کے بارے میں انہوں نے کہا کہ اگر ہم موجودہ حالات میں دوبارہ انتخابات کراتے ہیں تو انہیں لوگوں کی واپسی کا اندیشہ ہے جو پہلے برسر اقتدار تھے، شر کی قوتیں واپس آ جائیں گی۔ اس سے بہتر ہے کہ الیکشن فی الحال نہ کرائے جائیں یعنی وہ اپنی دانست میں شر کو روکے کھڑے ہیں، حالانکہ شر اندر ہی اندر پرورش پا رہا ہے کیونکہ وہ لوگ تو انڈر گراؤنڈ رہ کر تحریک چلا رہے ہیں۔ یعنی اگر مہنگائی ہو تو لازمی بات ہے کہ وہ حکومت کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ تحریر و تقریر پر پابندی لگائی جائے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ پہلا (بھٹو) بڑا اچھا تھا اس معاملے میں۔ گویا بالواسطہ طور پر یہ لوگ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پہلے حاکم کو پاپولر بنا رہے ہیں۔ پبلک کو کوئی بھی دشواری پیش ہو، یہ فوراً کہتے ہیں وہ

پہلا بڑا اچھا تھا۔ اس کو انہوں نے غلط ہٹایا۔

'' خدا رحمت کند بر بناش اول'' والی مثال دہرائی جارہی ہے۔

میں نے جنرل صاحب سے کہا تھا کہ اگر آپ پریس کو آزاد کردیں اور محدود پیمانے پر سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دے دیں تو پبلک خود فیصلہ کرے گی کہ کون اچھا ہے کون برا ہے۔ کمیونزم، سوشلزم یا کوئی دوسرا مسئلہ ہو پبلک محاذ پر خیر کی قوتیں اس کا مقابلہ کرسکتی ہیں۔ یہ بات پبلک محاذ ہی پر طے کی جاسکتی ہے۔ میں نے جنرل صاحب سے کہا کہ بھٹوازم کے ساتھ تو آپ بھی آئے تھے، فوج نے بھی گولی چلائی تھی لیکن پبلک نے آپ کا خیر مقدم کیا، اس لئے آپ پبلک پر اعتماد کریں نہ کہ کسی دوسرے پر۔

سیاست کا موجودہ ڈیڈ لاک بھی اس وقت ٹوٹے گا جب جنرل صاحب اسے توڑیں گے۔ یہ تو انہی کے ہاتھ میں ہے۔ انہیں اس سلسلے میں قائل کیا جانا چاہئے۔ سیاستدان اس سلسلے میں کام کرسکتے ہیں۔ موجودہ سیاسی گھٹن سے سابق حکمرانوں کو فائدہ پہنچے گا یہ اور بات ہے کہ پازیٹو (Postive) یعنی مثبت فائدہ تو نہیں پہنچے گا البتہ نیگیٹو (Negative) یعنی منفی فائدہ ہوسکتا ہے۔ سابق حکمرانوں کے پاس فلسفہ کوئی نہیں تھا۔ سوشلزم، کمیونزم یہاں پہلے ہی ایکسپوز ہوچکے ہیں۔ ان کے پاس پروگرام کوئی نہیں ہے، البتہ بعض لوگوں کو جذباتی وابستگی ہے ان کے ساتھ۔ تاہم اک بات سابق حکمرانوں کے حق میں جاتی ہے کہ مہنگائی، بے روزگاری، رشوت، اقرباء نوازی وغیرہ کے معاملے میں پہلا حکمران اچھا محسوس ہوتا ہے کیونکہ لوگوں کی مشکلات میں واقعی اضافہ ہوا ہے۔

میں اس معاملے میں پرامید ہوں کہ ہم اس سوچ کا خاتمہ کرسکیں گے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے تو عوام کے ذہنوں سے مایوسی دور کی جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ محدود سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دی جائے۔ لوگوں کو سمجھایا جائے کہ تکالیف آتی جاتی رہتی ہیں۔

آپ ایثار اور تعاون سے کام لیں اور ایک اعلیٰ مقصد کے لئے کچھ نہ کچھ قربانی دیں مگر مارشل لاء حکام اس طرف نہیں آتے ان کا نقطہ نظر دوسرا ہے۔''(117)

انجمن طلباء اسلام کانفرنس سے خطاب

انجمن طلباء اسلام صوبہ پنجاب نے ۲۶/مئی ۱۹۸۰ء کو اسلام آباد میں ایک عظیم الشان ''نظریہ پاکستان کانفرنس'' منعقد کی، جس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ اسلامی ملکوں کی ایک دولت مشترکہ (Common Wealth) قائم کرکے اسلامی ملکوں کی ایک مشترکہ فوجی کمان بنائی جائے۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا، اتحاد موثر نہیں ہوسکتا۔ اسی پر عمل کرکے ہی مسلمان دنیا میں ایک عظیم قوت بن سکتے ہیں۔ نظریہ پاکستان کی تکمیل ہونی چاہئے اور یہ تکمیل اسی طرح ہوسکتی ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں مسلمان ہیں وہ امت محمدیہ کے فرد ہیں۔ جب تک ہمارے دلوں میں عشق رسول ﷺ پیدا نہیں ہوتا، بات نہیں بنے گی۔ مسلمانوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ تھا تو وہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود دشمنوں کی کثیر تعداد پر حاوی ہوتے تھے۔ ملک میں شرعی نظام نافذ ہونا چاہئے۔ نظریہ پاکستان کانفرنس بلانے کا ایک مقصد یہ ہے کہ نظریہ پاکستان اجاگر کیا جائے اور اگر ایسا ہوجائے تو ہر قسم کے تعصبات ختم ہوجائیں گے۔

افغان مہاجرین کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا وہ جلد ہی انشاء اللہ تعالیٰ فاتح بن کر اپنے وطن واپس جائیں گے کیونکہ ان کے دل عشق مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہیں۔ افغان مہاجرین ہمارے مہمان ہیں اور ہم ان رہنماؤں کے بیانات کی شدید مذمت کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ برسر اقتدار ہوئے تو افغانستان کی ببرک حکومت کو تسلیم کرتے۔ روسی ایجنٹوں کی حکومت کبھی بھی تسلیم نہیں کی جائے گی۔(118)

ایمسٹرڈم میں خطاب

۱۵/جون ۱۹۸۰ء کو یاپ ایڈن ہال (YAP EDEN HALL) ایمسٹرڈم (ہالینڈ) میں ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام چوتھی عالمی کانفرنس مولانا شاہ احمد نورانی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے فرمایا کہ یہ کانفرنس کسی مقصد کے لئے بلائی گئی ہے۔ یہ کانفرنس عالم اسلام کے مسلمان نمائندوں کی کانفرنس ہے۔ ہم نے آج کسی

خاص مقصد کے تحت سوچ بچار کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنا ہے کیونکہ عالم اسلام کے خلاف گہری سازشیں تیار کی جارہی ہیں، مسلمان کو مسلمان کے ساتھ لڑایا جارہا ہے۔ ہماری نئی نسل کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بے راہروی کا شکار کیا جارہا ہے۔ اسی تیزی اور گہری سوچ ک ساتھ ہمیں اس زہر کا تریاق بھی ڈھونڈنا ہے اور اپنی بیماری قوم کا پہلے اصل مرض دریافت کرنا ہے، پھر علاج کرنا ہے۔

امت محمدی ﷺ کی منزل ایک قرآن، ایک زبان، ایک رسول ہے۔ یہ ہمیں اتحاد کا درس دیتے ہیں۔ مسلمان دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوں، سب ایک ہی تسبیح کے دانے ہیں۔ ہم افغانستان میں روسی جارحیت کی کھل کر اور ڈٹ کر مذمت کرتے ہیں اور ہمیں روس اور امریکہ جیسی نام نہاد سپر پاور کے سامنے گداگری کی حیثیت سے ہاتھ پھیلانے کے بجائے اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد طلب کرنی چاہئے لیکن اس کے لئے شرط اول ہے کہ اپنا کردار درست کریں، اپنے قول وفعل کا تضاد دور کریں اور پھر دیکھیں کہ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کیا انقلاب آتا ہے:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ہالینڈ میں پاکستانی

مولانا نیازی نے سلسلہ خطاب جاری رکھتے ہوئے ہالینڈ میں بسنے والے مسلمان نوجوانوں پر خصوصاً اور یورپ میں بسنے والے مسلمانوں پر خصوصی زور دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگ یہاں پیسے کمانے کی غرض سے آئے ہو تا کہ اپنے گھر، ماں، باپ، بہن بھائیوں اور ملک کی خدمت کر سکیں۔ پیسہ کماؤ مگر ساتھ ساتھ یاد رکھو کہ یورپ کی رنگینیوں میں مت کھو جانا، ایسا نہ ہو کہ کہیں خود ہی گم ہو جاؤ۔ دیکھو! یاد الٰہی سے دل کو سکون ملتا ہے اور یہ چیز یعنی سکون قلب ذکر الٰہی سے پیدا ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس طرف توجہ کرو۔ اسی مقصد کے لئے کام کیجئے۔ ہم نے آنے والے حالات کا جائزہ لے کر ورلڈ اسلامک مشن کی بنیاد ڈالی تھی اور آج ماشاء اللہ یہ چوتھی سالانہ عالمی کانفرنس، ہالینڈ میں اسی مقصد کو بڑھانے کے لئے بلائی گئی ہے لہٰذا آپ سب لوگ اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں

اور ہمارے اس قافلہ میں شامل ہو کر شمع رسالت کو لیکر نہ صرف بھولے بھٹکے مسلمانوں کے پاس جائیں بلکہ غیر مسلموں کو بھی دعوت اسلام دیں۔ (119)

ورلڈ اسلامک مشن میں خدمات

مولانا نیازی ''ورلڈ اسلامک مشن'' کی چوتھی عالمی کانفرنس میں شرکت اور ایک ماہ کے کامیاب غیر ملکی دورے کے بعد وطن واپس پہنچے تو ملک میں ''نظام حکومت کیسا ہونا چاہئے!'' کے متعلق قومی بحث چل رہی تھی۔ آپ نے اس سلسلے میں روزنامہ ''نوائے وقت'' کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا کہ دنیا میں صرف اسلام ہی عالمگیر انسانی ریاست کا ایک مثالی نمونہ پیش کرتا ہے جو قومیت، طبقائیت اور ثقافتی آزادی کے کسی مقصد اور خیال سے محدود نہیں ہے بلکہ یہ ایک اخلاقی اور روحانی تصور ہے۔ مروجہ نظام ہائے حکومت کے تصورات اور نمونے ہمارے سامنے موجود ہیں مگر اسلامی نظریہ حکومت کا واضح تصور اور مثال اکثر لوگوں کے سامنے موجود نہیں ہے۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی کوتاہ نظری کی بناء پر مروجہ پارلیمانی، صدارتی، جمہوری یا کمیونسٹ نظام ہائے حکومت میں اسلام کی پیوندکاری کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے، نہ اسلام رہتا ہے اور نہ کفر رہتا ہے اور یہی کام تباہیوں اور بربادیوں کی اصل وجہ ہے۔ کرہ ارض کی اکثر آبادی اینگلو امریکن اقدار حیات کے زیر نگیں ہے جو جمہوریت، نظریہ ارتقاء، ترقی، سائنس، اقتصادی قوتوں اور تاریخ کی ازلی منطق کے افسانوں سے گمراہ ہوگئی ہے۔ انسانیت پہلی مرتبہ ایسے لغو اور نامعقول مغالطوں میں گرفتار نہیں ہوئی بلکہ قبل ازیں سلطنت روما کے عروج اور غلبہ نے اسی طرح انسانوں سے یونانی منطق، لادینی قوانین کی پرستش کرائی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ فلسفہ، سائنس یا ثقافتی نظریات کے اپنے کوئی پاؤں نہیں ہیں۔

پاکستان کا قیام فی الحقیقت بیسوی صدی میں دوقومی نظریہ کا عظیم معجزہ ہے۔ ان دوقومی نظریہ نے ریاست کا ایک ایسا تصور پیش کیا ہے۔ جو نسلی، لسانی، اقتصادی اور مفاداتی نہیں ہے بلکہ بنیادی طور پر ایک اخلاقی اور روحانی تصور ہے۔ پاکستان کا قیام نئی عالمی تہذیب کا نقطہ آغاز اور ایک نئے عہد کا افتتاح تھا۔ پاکستان کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اینگلو، امریکن یا سوویت روس کے میاں مٹھوؤں کی پڑھائی ہوئی ''صداقتوں'' میں سے کسی ایک کا پابند ہو۔ پاکستان ان اقوام کی صرف ان تعلیمات کو قبول کرے گا جو اس کی تعلیم سے مطابق رکھتی ہوں لیکن پاکستان اسے بطور

ایک منطقی قضیہ کے قبول نہیں کرسکتا۔ فطرت کو تصوراتی عقل پر مبنی مادی سائنس سے قابو نہیں کیا جا سکتا بلکہ وحی الٰہی کی اتباع سے اس کو عملی زندگی میں حقیقت کا جامہ پہنایا جا سکتا ہے۔ مغربی تصورات یعنی جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری وغیرہ کی تمام تر خوبیاں مسلمانوں یا گزشتہ انبیائے کرام کی تعلیمات سے اخذ کی گئی ہیں۔ اسلام میں قومیت، ریاست، اقتدار اعلیٰ، اختیار، قانون سازی، عدلیہ، رائے دہی، طبقات، ملکیت اور علم وحقیقت سے متعلق اپنے خصوصی انفرادی تصورات ہیں اگر وہ خصوصیات واضح ہو کر سامنے آجائیں تو بات صاف ہو جاتی ہے۔

۱۹۵۲ء میں ہم نے پاکستان کے لئے اسلامی آئین کا ایک خاکہ پیش کیا تھا جو ۱۹۵۳ء میں اردو اور انگریزی اخباروں میں شائع ہو چکا ہے۔ مجوزہ دستوری خاکہ کے خاص نکات کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ یہ دستور، خلافت علیٰ منہاج النبوت کی اساس پر قائم ہے۔ حکومت میں نیابت اور دولت میں امانت کا نام خلافت ہے۔ ہم نے امیر، صدر یا امیر المومنین یا خلیفہ کے نام کی پابندی نہیں رکھی بلکہ اس نظام کو خلافت علیٰ منہاج نبوت کہا ہے۔ جب اقتدار کا استحصال کیا جائے تو یہ فرعونیت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اگر دولت کا استحصال کیا جائے تو قارونیت ہوگی اور شریعت کا استحصال یزیدیت سمجھی جائے گی۔ اسلامی نظام حکومت کی تشکیل کے لئے پانچ ایوان قائم کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے جن میں ایوان شریعت، ایوان عسکریت، ایوان سیاست، ایوان امانت اور ایوان فضیلت شامل ہیں، جن کے اراکین منتخب نمائندے ہوں گے، جو اپنے میدان میں مطلوبہ اہلیت اور قابلیت کے حامل ہوں گے۔ اس کے علاوہ خواتین اور غیر مسلم شہریوں کے لئے دو الگ ضمنی ایوان رفاقت قائم کئے جائیں گے، جن کی سفارشات پر ایوان عام اور ایوان خاص میں بحث ہوگی البتہ قانون سازی کا کام پارلیمنٹ انجام دے گی۔ ان منتخب ایوانوں کی رائے سے سربراہ مملکت کا انتخاب کیا جائے گا اور سربراہ مملکت کو اکثریت کی رائے کو ویٹو کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

اسلامی نظام میں ہنگامی حالات کا اعلان کرنے کا حکم قرآن شریعت میں موجود ہے جس کو نفیر عام کہتے ہیں لیکن بنیادی حقوق میدان جنگ میں بھی قائم رہتے ہیں اور انہیں معطل نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً رسول پاک ﷺ میدان جنگ میں صفیں درست فرما رہے تھے تو ایک سپاہی صف سے ذرا آگے کھڑا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ لائن میں سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ آپ ﷺ

نے اشارہ کیا تو اتفاق سے تیر کی نوک اس سپاہی کو لگ گئی تو وہ شخص صف سے تین گز آگے آگیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے مجھے تکلیف دی ہے، آپ ﷺ رحمت العالمین ہیں، میں اس کا بدلہ لوں گا۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم امتی ضرور ہو لیکن قانون خدا میں مجھے تم پر کوئی ترجیح نہیں۔ یہ لو تیر اور اپنا بدلہ لے لو۔

حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا تصور ان معنی میں نہیں ہے جو مروجہ ہیں۔ کچھ لوگ اسلامی نظام نافذ کرنے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں اور دوسرے لوگ اس کام میں ان سے تعاون کرتے ہیں اور ان کو درست رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے کہ امت کا اختلاف رحمت ہے۔ مختلف مسائل پر قرآن وسنت کی روشنی میں غور کیا جائے گا اور مختلف نقطہ نظر پر اجماع امت ہوگا اور جسے امت مسلمہ صحیح تسلیم کرے اس کی شرعی حیثیت متعین ہو جائے گی۔ یہ ہر ایک شہری کا فرض اور اختیار ہوگا کہ وہ انفرادی و اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو اقتدار کو استبداد یا بیداد کے لئے استعمال کرے۔

قرآن شریف میں شرک کی ممانعت اور فرعون کی مثال طاقت کے غلط استعمال اور استبداد کے مفہوم کو واضح کرتی ہے۔ شر کا مقابلہ خیر پر پابندی عائد کرنے سے نہیں کیا جا سکتا مگر شر کے مقابلے میں خیر کی قوتوں کو منظم کرنا پڑے گا۔ خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے حل تلاش کیا جائے نہ کہ خیر کے ادارے قائم کرنے میں طوالت کی جائے۔ (120)

مولانا نیازی کا ایک انٹرویو

مولانا نیازی کے اس انٹرویو پر ظہور الحسن بھوپالی (ف ۱۹۸۲ء) ایڈیٹر ہفت روزہ افق کراچی نے ۲۷/اگست ۱۹۸۰ء کی اشاعت کے ادارتی کالم میں یوں تنقید کی کہ نیازی صاحب کے انٹرویو سے قبل مولانا شاہ احمد نورانی اور پروفیسر شاہ فرید الحق کے انٹرویوز اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں اور وہ دونوں انٹرویو ہر لحاظ سے ہم آہنگ ہیں لیکن مولانا نیازی کا انٹرویو ہر دو حضرات سے مختلف ہے جس سے معترضین کو فائدہ پہنچنے کا احتمال ہے۔

مولانا نیازی نے اس تنقید کے جواب میں مدیر ''افق'' کو ایک وضاحتی خط لکھا، جو درج ذیل ہے:

''عزیزم! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ نے ''نوائے وقت'' کراچی میں شائع شدہ میرے انٹرویو کی بابت

کچھ شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے اور جس اخلاص وحسن نیت سے آپ نے وضاحت طلب کی ہے، مناسب ہے کہ اسی جذبہ سے اس بارے میں صحیح صورتحال پیش کر دی جائے۔

نمائندہ ''نوائے وقت'' نے مورخہ ۱۳/ جولائی کو کراچی میں میرا جو انٹرویو لیا تھا وہ تقریباً تیرہ صفحات پر محیط تھا اور اس میں پارلیمانی جمہوریت، صدارتی نظام وغیرہ تمام پہلوؤں پر بحث کی گئی تھی مگر افسوس ہے کہ اوپر ''سمائے ہفتم'' پہنچ کر وہ اتنا مختصر ہو گیا بلکہ بعض تراکیب اور فقرے بھی مسخ کر دیئے۔ مثلاً میں نے اسلامی نظام حکومت کا نام ''خلافت علیٰ منہاج نبوت'' (CALIPHATE ON THE PATTERN OF PROPHETHOOD) بتایا تھا مگر اخبار نے صرف ''خلافت منہاج نبوت'' لکھ دیا جو ناقص و نامکمل ترکیب ہے۔ دوسری جگہ ''سلطنت روما کے عروج اور غلبہ نے اسی طرح انسان سے یونانی لادینی قوانین کی پرستش کرائی تھی۔'' میں غلط مبحث کر کے ساری عبارت کو لغو، مجہول اور لایعنی بنا دیا گیا۔ حالانکہ اصل عبارت یوں تھی۔ ''......انسانوں سے یونانی منطق اور لادینی قوانین کی پرستش کرائی تھی۔'' بہرحال ''نوائے وقت'' کے انٹرویو کے بعد لاہور میں P.P.I (پاکستان پریس انٹرنیشنل) کے نمائندہ نے میرا جو انٹرویو چھاپا، اس میں تمام ابہامات کی وضاحت ہو گئی۔ اس میں ہم نے بتایا تھا کہ ہم پارلیمانی جمہوریت اور صدارتی نظام کی خامیاں دور کریں گے اور انہیں اسلامی اقتدار کا پابند بنا کر ''خلافت علیٰ منہاج نبوت'' کے مطابق بنا دیں گے جہاں خیر وشر، حلال وحرام اور حسن وقبح کا معیار اکثریت نہیں بلکہ ''وحی ربانی'' ہے۔

اندریں صورت آپ خود فیصلہ کر لیں کہ قطع وبرید، ردوبدل اور حک واضافہ کے بعد انٹرویو کی کیا گت بن گئی ہوگی۔ ''شعر مرا بمدرسہ کہ برد'' کے مصداق وہ صورت بن گئی جو پہنچانی نہیں جاسکتی۔ آپ مکمل انٹرویو دیکھنا چاہئیں تو روزنامہ ''نوائے وقت'' کراچی کے نمائندہ مسٹر لغاری کے اصل مسودہ کو حاصل کر کے اپنے شکوک وشبہات کا ازالہ کر سکتے ہیں۔

دراصل میں نے مروجہ نظام ہائے سیاست کے مقابلے میں اسلام کا مخصوص اور منفرد تصور سیاسی پیش کیا تھا جو خیر کثیر (SUMUM BONUM) ہے۔ مروجہ اور متداولہ نظاموں میں جو کچھ خیر وخوبی موجود ہے وہ محض ہمارے ہی تصور سیاست کی دریوزہ گری ہے:

لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

ڈیما کریسی (DEMO (MASSOS) CRACY POWER) ہو یا پرولتاری آمریت (DICTATOR SHIP OF THE PROLITAROT) دونوں نظریاتی اعتبار سے اس لئے اسلام سے متصادم ہیں کہ ان میں اقتدار (AUTHORITY) اور حاکمیت (SOVEREIGNTY) کا منبع اور سرچشمہ عوام یا کنگال شاہی ہے۔ ہم ان کے مقابلہ میں ایک انقلابی جہانی نظریہ (WORLD VIEW REVOLUTIONARY) رکھتے ہیں۔ ہم حکومت اور دولت کا مالک ومختار مطلق اللہ تعالیٰ کی ذات کبریا و بے ہمتا کو مانتے ہیں:

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری

ہر زمانے کا نبی اللہ، حکومت اور دولت کو بطور نیابت وامانت الٰہی استعمال کرتا ہے۔ اللہ کے آخری بلا واسطہ نائب خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ کے بعد خلفائے راشدین اور بالواسطہ ساری امت محمدیہ، نائب اور امین بن جاتی ہے اور اسی حیثیت میں (AS A SACRED TRUST) بطور مقدس امانت میں کاروبار سلطنت چلاتی ہے۔ ہم

حکومت میں نیابت اور دولت میں امانت (AGENCY IN SOVEREIGENTY AND TRUSTEESHIP IN SOVEREIGENTY) کو خلافت علیٰ منہاج نبوت کا نقطہ ماسکہ قرار دیتے ہیں۔

بہرحال آپ اپنے موقر ''مجلہ'' میں شائع شدہ رپورٹ کو ہی اگر بنظر غائر دیکھیں تو آپ کو اسی میں اپنے سوالات کا جواب مل جائے گا۔

ہم نے اصولی طور پر ایک مثالی تصور سیاست پیش کیا ہے جو انسانیت کا ''ذروۂ کمال'' اور ''منزل آخریں'' ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ میں فوری طور پر قابل عمل نظام حکومت کی بھی نشاندہی کر دی ہے جو درج ذیل ہے:

(۱) ہم نے دوغلاہٹ، ملغوبیت اور ابن الوقت سیاسی مداہنت کو مسترد کرتے ہوئے پیوند کاری کی مخالفت کی ہے اور مکمل طور پر مروجہ نظام حکومت کو کتاب وسنت کے مطابق ڈھالنے کے عمل کو جاری رکھا ہے۔
(''افق'' ۸۰/۸/۲۷) ص ۲۰ کالم ا پیرا آخری)

(۲) ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق ایوان عام (نیشنل اسمبلی) اور ایوان خاص (سینٹ) دونوں کو سربراہ مملکت کے لئے انتخابی ادارہ اور پارلیمنٹ کو قانون سازی کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ (بحوالہ بالا ص ۲۰ کالم ا پیرا آخری)

(۳) اختلاف امت کو رحمت بتایا ہے اور ان میں اختلاف رائے کے اظہار کا موقعہ دے کر اجماعی فیصلوں تک پہنچنے کا راستہ دکھایا ہے۔
(''افق'' ص ۲۰ کالم ۲)

(۴) حکومت کا محاسبہ، ہر فرد وملت کی ذمہ داری قرار دیا ہے تاکہ وہ جبر و استبداد اور بیداد کا مقابلہ کرے۔ ہم نے اسلامک ری پبلک (ISLAMIC REPUBLIC) کی روح کو اجاگر کیا ہے، بنیادی حقوق کی ضمانت دی ہے اور اپوزیشن کی ضرورت واہمیت کو واضح کیا ہے۔

(''افق'' ۲۰ کالم ۳)

(۵) ہم نے ہر مرحلہ پر شریعت کی بالادستی کو شرط لازم قرار دیا ہے۔
۱۹۷۳ء کے آئین میں پارلیمنٹ، سپریم ادارہ ہے، ہم نے شریعت اور وحی ربانی کو سپریم مانا ہے اور شریعت کے عطا کردہ حقوق کو بنیادی حقوق میں شامل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو'' پاکستان ان اقوام (اینگلو امریکن اور سوویت روس) کی صرف ان تعلیمات کو قبول کرے گا جو اس کی اپنی تعلیم (یعنی شریعت) سے مطابقت رکھتی ہوں''..........فطرت کو تصوراتی عقل (CONCEPTUAL KNOWLEDGE) پر مبنی مادی سائنس سے قابو نہیں کیا جا سکتا بلکہ ''وحی الہٰی'' کی اتباع سے ہی اس کو عملی زندگی میں حقیقت کا جامہ پہنایا جا سکتا ہے۔ (''افق'' ص ۱۹ کالم ۳)

(۶) ۱۹۷۳ء کے آئین میں ردوبدل کی بابت جب انٹرویو میں سوال کیا گیا تو میں نے قطعی اور حتمی طور پر بتا دیا کہ صرف منتخب نمائندہ اسمبلی ہی اس کی بابت رائے زنی کر سکتی ہے۔

اخبارات میں سیاست دانوں، دانشوروں اور حکمرانوں کے بیانات چھپ رہے ہیں ان کی حیثیت محض علمی وتحقیقی مناظروں اور مباحثوں کی ہے۔ یہ ذہنی ورزش ہے۔ قانونی وآئینی حیثیت صرف منتخب پارلیمنٹ کو ہوگی۔

اگر آپ مندرجہ بالا توضیحات کو سامنے رکھیں گے تو میرا نقطہ نظر اپنے رفقاء سے متغائر نہیں ہوسکتا۔ میں نے مروجہ اور متداولہ نظام کے مقابلہ میں مثالی نظام ''خلافت علیٰ منہاج نبوت'' کا نقشہ بھی پیش کر دیا ہے جو ہر لحاظ سے اک حرکی اور انقلابی نظام (DENAMIC AND REVILUTIONAERY SYSTEM) ہے۔

فقط والسلام

مخلص محمد عبدالستار خاں نیازی۔(121)

ضیاء مرحوم کے ریفرنڈم پر جمعیت علماء پاکستان کا ردعمل

جنوری ۱۹۸۱ء کے دوسرے عشرہ میں چھ اسلامی ملکوں کے دورہ کے دوران بحرین میں اخباری نمائندوں سے ملاقات کرتے ہوئے صدر جنرل محمد ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) نے ''اسلامی نظام پر ریفرنڈم'' کرانے کا راگ الاپا تو پورے ملک میں شدید ردعمل ہوا۔ جمعیت علماء پاکستان کے لیڈروں نے صدر مملکت کے اس غیر اسلامی اقدام کی شدید مذمت کی۔ اسلام اور نظریہ پاکستان کے بیباک ترجمان روزنامہ ''نوائے وقت'' نے ۲۱ر جنوری ۱۹۸۱ء کی اشاعت میں ''اسلامی نظام پر ریفرنڈم؟'' کے عنوان سے ایک معرکتہ آراء اداریہ لکھا اور صدر کے بیان کی دھجیاں اڑا دیں۔

مولانا نیازی نے ''اسلام یا سیکولرزم؟ تاریخ، آئین اور قرآن وحدیث کی روشنی میں'' کے عنوان سے ایک مدلل اور لاجواب مضمون اخبارات میں شائع کرایا۔ جس کا حکومت سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور مجبور ہو کر ۹ر مارچ کو جنرل صاحب (ف ۱۹۸۸ء) نے ریفرنڈم کے بیان کو واپس لے لیا۔

حب الوطنی اور محبت اسلام

مولانا کا وہ مضمون ملاحظہ فرمایئے اور ان کی اسلام سے محبت اور حب الوطنی کا اندازہ فرمایئے:۔

''مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد پاکستان کے اکتالیس سال بعد پاکستان میں اسلامی نظام کے بارے استصواب کی تجویز انتہائی غیر مناسب اور قوم سے مذاق کے مترادف ہے کیونکہ وطن عزیز کی نظریاتی اساس کے بارے میں ہرگز دو رائے نہیں ہوسکتی۔ تاریخ شاہد ہے کہ قیام پاکستان کے حق میں سب سے بڑی دلیل اسلامی نظام کے قیام کا عزم ہی تھا۔ ۱۹۴۴ء میں ''گاندھی جناح خط وکتابت''، ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا مسلم لیجسلیٹرز کنونشن، ۱۹۴۸ء میں بار روم کراچی اور ریزروبنک آف پاکستان کی تقاریب میں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے خطاب کے بعد اس بارے میں کوئی شک وشبہ یا ابہام نہیں رہا تھا کہ قیام پاکستان کا بنیادی مقصد اور غرض وغایت ''نظام مصطفی ﷺ کا نفاذ'' تھا۔ ۱۹۴۹ء کی قرارداد مقاصد میں تو نہایت صاف، واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اعلان کر دیا گیا تھا کہ اس ملک میں انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلامی نظام حیات کو بروئے کار لایا جائے گا۔

۱۹۵۶ء کے دستور سے لے کر ۱۹۷۳ء کے آئین تک سب میں بار بار شریعت کی بالادستی کا اقرار کیا گیا، اور ان میں آئندہ تمام قوانین کتاب وسنت کے قوانین کے مطابق مرتب کرنے اور مروجہ قوانین کو شریعت کا پابند بنانے کا تذکرہ واشگاف الفاظ میں رقم ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفعہ ۲ میں اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے اور ۱۹۷۴ء کی ''تحریک ختم نبوت'' کے بعد آئین میں مسلمان کی تعریف کا بالوضاحت اندراج اور صدر، وزیراعظم، سپیکر، ارکان پارلیمنٹ اور افواج پاکستان کے تمام سربراہوں کے حلف میں اس امر کو کھول کر بیان کیا گیا ہے، کہ اسلام، حضور نبی کریم ﷺ کی ختم المرسلینی پر ایمان کا نام ہے۔ ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفی ﷺ میں شہداء اور غازیان اسلام نے جو مقدس خون بہایا، اس کے بعد کسی شرط وفا کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں قیام پاکستان کی خاطر جو ایک کروڑ مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے، تیس لاکھ نے جام شہادت نوش کیا، اربوں کی جائیدادیں اور بزرگان دین کے مزارات چھوڑنے پڑے، یہ سب تقسیم ہند کے ریفرنڈم میں اسلام وکفر، دین حق اسلام اور سیکولرزم کے درمیان مقابلہ ہی کے نتیجے تھے۔

آئینی اور تاریخی نقطہ نگاہ سے قطع نظر قرآن پاک کا فتویٰ طلب کیجئے تو آیہ تکمیل میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اسلام کو بطور نظام حیات پسند کر دیا ہے اور اب ہماری پسند وناپسند کا سوال قرآن پاک کے صریح انکار کے مترادف ہوگا۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول دین، اسلام ہے اور جو اسلام کے مقابلے میں کوئی اور دین پسند کرے، وہ مکمل خسارے میں ہے اور جہنمی ہے۔ ان کے علاوہ جو بیسیوں آیات واحادیث اس دعوے کی تائید میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

استصواب رائے یا ریفرنڈم تو اس موقعہ پر ہوتا ہے جب کوئی اہم بنیادی بات متنازعہ فیہ ہو۔ ۱۹۴۶ء میں پنجاب، سندھ اور بنگال میں مسلم لیگ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی تھی، اس لئے ان میں ریفرنڈم نہیں ہوا تھا جب کہ صوبہ سرحد میں ڈاکٹر خاں کی کانگریسی وزارت قائم ہوئی لیکن وہاں بھی مسلمانوں کی اکثریت اسلامی نظام چاہتی تھی۔ اس لئے ڈاکٹر خاں کی وقتی کامیابی کو متنازعہ فیہ قرار دے کر ریفرنڈم کرایا گیا۔ ۱۹۷۳ء کا آئین متفق علیہ ہے اور ان سیاسی جماعتوں نے بھی جو ماضی میں نظریہ پاکستان کی حامی نہیں تھیں، اس دستور کو قبول کیا تھا۔ اس آئین میں

اسلام کو مملکت پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔ مسلمان کی تعریف کی گئی ہے اور قانون سازی میں شریعت کی بالادستی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ بنابریں اس موقع پر پاکستان میں اسلام کے بارے میں استصواب یا ریفرنڈم شرعاً، قانوناً اور اخلاقاً ہر لحاظ سے ناواجب ہے بلکہ اس سے پاکستان کے استحکام اور سالمیت کو بھی زبردست خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

نبی کریم ﷺ امت کے مشوروں کے محتاج نہ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے امت محمدی ﷺ کی عزت اور وقار کی خاطر آپ ﷺ کو مشورہ کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے مشورہ کے تحت اپنے کئی احکام تبدیل کر کے عملاً شورائی نظام کی داغ بیل ڈالی۔ اسلام میں منتخب شورائی نظام ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ اس لئے ریفرنڈم کے بجائے نظام مصطفیٰ ﷺ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جلد از جلد بالغ رائے کی بنیاد پر صوبوں اور مرکز میں ایسی اسمبلیاں (مجالس شوریٰ) منتخب کی جائیں جو قانون سازی کے ساتھ ساتھ انتظامیہ کو بھی کنٹرول میں رکھ سکیں اور اقوام عالم میں پاکستان کو خیر الامم کا مقام دلا سکیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق دیوانی اور فوجداری قوانین کا نفاذ اور عشرہ و زکوٰۃ صدقات کی وصولی کا اہتمام احسن اقدامات ہیں مگر عوامی نمائندگی کے بغیر اسلام کے مطابق خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم نہیں ہو سکتی۔" (122)

جمعیت علماء پاکستان کی مجلس عمل

۱۸ رفروری ۱۹۸۱ء کو مولانا نیازی نے مجلس عمل جمعیت علماء پاکستان کی جانب سے اپنے دستخطوں سے مندرجہ ذیل اہم اعلامیہ (DECLARATION) جاری کیا جو بعد میں بڑے دوررس نتائج کا حامل ہوا۔ ملاحظہ ہو:

"ستمبر ۱۹۷۹ء میں جمعیت علماء پاکستان کی جنرل کونسل نے ایک خصوصی اجلاس میں طے کیا کہ ایک مجلس عمل تشکیل کی جائے جو جناب مولانا شاہ احمد نورانی (صدر جمعیت علماء پاکستان)، (۲) پیر سید برکات احمد شاہ مرحوم (نائب صدر)، (۳) مولانا عبدالستار خاں نیازی (سیکرٹری جنرل)، (۴) پروفیسر شاہ فرید الحق (ڈپٹی سیکرٹری) پر مشتمل ہو اور جو اہم قومی مسائل پر جماعت کی پالیسیوں کے مطابق ہر قسم کے فیصلے کرنے کی مجاز ہوگی۔"

مولانا شاہ احمد نورانی سے جو کہ فی الحال بیرون ملک تشریف لے گئے ہیں، ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا گیا۔ چنانچہ مجلس عمل نے اتفاق رائے سے یہ بیان جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

"اس امر کے متعلق کسی قسم کا ابہام نہیں کہ ۱۹۷۷ء میں مارشل لاء کے نفاذ نے جسے بعد میں کسی نہ کسی حیلے بہانے آج تک جاری رکھا گیا ہے، ملک میں ایک واضح سیاسی خلاء پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ مارشل لاء سے پاکستان کے عوام اپنے بنیادی انسانی حقوق، حق خود ارادیت اور حق اظہار رائے سمیت تمام سے محروم ہو چکے ہیں۔"

پاکستان کو ایک غیر معین عرصے کے لئے مارشل لاء کی زنجیروں میں جکڑ کر رکھا نہیں جا سکتا کیونکہ ایسی صورت حال پاکستان کے استحکام ہی کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو رہی ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ملک میں بلاتاخیر عام انتخابات کرائے جائیں۔ تاہم انتخابات اور جمہوریت کی بحالی مقصود بالذات نہیں قرار دیئے جا سکتے بلکہ اصل بات اجتماعی مقاصد اور وسیع مطالبات کی تشخیص اور تعین ہے۔

پاکستان، اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور درحقیقت اسلام ہی پاکستان کی سالمیت اور اس کے استحکام کی آخری موثر ضمانت ہے۔

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ جاری رہے گی

وہ تحریک جو ۱۹۷۷ء میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور ترویج کے لئے جاری کی گئی تھی، ختم نہیں ہوئی اور نہ ہی ان مقاصد کو ابھی تک مکمل طور پر حاصل کیا جا سکا ہے، جن کی تحصیل کے لئے یہ مہتم بالشان تحریک معرض وجود میں آئی تھی۔ خالی خولی نعروں میں اور نیم دلانہ اقدامات سے عوام کو زیادہ دیر تک بیوقوف نہیں بنایا جا سکتا۔ اسلام محض تعزیراتی قوانین کا مجموعہ نہیں۔ یہ جرم اور گناہ سے پاک معاشرہ کے قیام کے لئے ایک اصلاحی نظام بھی ہے۔ زکوٰۃ اور عشر کی وصولی کا نظام قائم کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ عمل میں آچکا ہے۔ واضح رہے کہ اسلام بعض بنیادی انسانی حقوق پر شدید اصرار کرتا ہے اور ان لوگوں کے کندھوں پر جو حکمرانی کے منصب پر فائز ہوں، واضح ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالتا ہے۔ ان میں حکمرانوں کا احتساب اور ان کی طرف سے مسئولیت یعنی جوابدہی سرفہرست ہیں۔ اسلام میں اظہار رائے کی مکمل آزادی ہے اور اسلامی مملکت کا ہر ایک فرد اپنے اولوالامر (صدر مملکت) سے مسئولیت کا حق رکھتا ہے تاکہ اس کے اعمال و افعال کا کھلم کھلا احتساب ہو سکے۔

جمعیت علمائے پاکستان کو اس امر پر بجا طور پر ناز ہے کہ یہی ملک کی وہ واحد سیاسی جماعت

ہے جس نے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور جمہوریت کی بحالی کے لئے مسلسل کام کیا ہے۔ یہ دونوں سیاسی امور پاکستان کے استحکام کی موثر ضمانت ہیں اور تمام مسائل و مشکلات کا حل پیش کرتے ہیں۔

جمعیت علمائے پاکستان نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ملک کی بعض سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں کی جانب سے جاری کردہ اعلامیہ پر اپنے دستخط ثبت نہیں کرے گی۔ اس کی دو وجوہات ہیں:۔

اول:۔ یہ کہ اس اعلامیہ میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی ضرورت کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

دوم:۔ اس لئے کہ جمعیت علماء پاکستان کسی ایسے اتحاد میں شامل نہیں ہو سکتی جس میں اس قسم کی پارٹیاں شامل ہیں، جن سے بنیادی اختلاف رائے موجود ہے۔ ان میں بعض وہ ہیں جو کمیونسٹ اور بائیں بازو سے تعلق رکھتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جنہوں نے ۱۹۷۷ء میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نعرہ لگایا تھا اور جمہوریت کے حق میں بھی آواز بلند کی تھی۔ لیکن بعد میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے مطالبہ سے دستبرداری اختیار کر لیا اور پچھلے بلاواسطہ انتخابات کے التواء کا باعث بنیں۔ دوبارہ ان پارٹیوں کے نمائندوں نے کاغذات نامزدگی داخل کرنے سے انکار کر کے عملاً انتخابات میں التواء کا موقعہ بہم پہنچایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہنسی خوشی مارشل لاء کی وزارتوں میں شمولیت اختیار کی اور یوں جمہوریت کو زبردست زک پہنچائی۔ نیز ان دستخط کنندگان میں ایک ایسی پارٹی بھی ہے جس نے پاکستان کی تاریخ میں بدترین قسم کی فاشٹ حکومت (فسطائی) قائم کی اور اس پارٹی نے ملک میں تشدد، خون خرابہ اور سول وار کی سی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ لوگ ابھی تک اس پارٹی کے حکومت کے مظالم اور کارستانیوں کو فراموش نہیں کر سکے، اس پارٹی (پیپلز پارٹی) کے قائد نے جنرل یحیٰی خان کے ساتھ مل کر ملک کو دولخت کرنے کی بنیاد رکھی تھی۔

لہٰذا جمعیت علماء پاکستان نے از خود اس مقدس مہم کو ان لوگوں کے تعاون اور امداد سے جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے جو اسلام کی حاکمیت پر ایمان رکھتے ہیں اور جن کی حب الوطنی ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

بنا بریں ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت ان پارٹیوں کے نمائندوں پر مشتمل ایک راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کرے، جنہوں نے ۱۹۷۷ء کی تحریک میں حصہ لیا تھا اور جو آج تک غیر مشروط طور پر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے اپنے موقف پر قائم ہیں۔ مجوزہ کانفرنس:

(۱) نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے مفصل عملی پروگرام اور طریق کار مرتب کرے۔

(۲) مارشل لاء کے فوری خاتمہ اور عمومی انتخابات کے انعقاد کے لئے جملہ اقدامات طے کرے۔

(۳) ایک عارضی سپریم کونسل کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں ان سیاسی پارٹیوں کے نمائندے شامل ہوں جو نظام مصطفیٰ ﷺ کی وفادار اور نظریہ پاکستان کی پابند ہوں۔ یہ سپریم کونسل عبوری دور کے لئے ملک کا نظم و نسق چلائے اور عمومی انتخابات منعقد کرانے کے لئے مکمل اختیارات کی حامل ہو۔

(۴) جو فوجی عدالتوں کے فوری خاتمے کے لئے اقدام کرے اور سول ایڈمنسٹریشن سے تمام فوجی افسروں کو واپس بلانے کا انتظام کرے۔

(۵) ملک میں سیاسی سرگرمیوں کی بحالی کے لئے پروگرام مرتب کرے۔

(۶) اخبارات سے سنسر شپ کے خاتمے کا اعلان کرے۔

ہماری یہ مخلصانہ توقع ہے کہ حکومت ملک کو درپیش نازل صورتحال کا جلد احساس کرے گی اور ایسا ماحول پیدا نہ کرے گی، جہاں حکومت سے عوام کی صف آرائی ناگزیر بن جائے کیونکہ یہ ملک کو براہ راست تباہی سے ہمکنار کرنے کا باعث بن جائے گا اور اس قومی پیمانے پر انتشار کی ساری ذمہ داری حکومت کے سر پر ہوگی۔

اس کے ساتھ ہی ہم حکومت کو متنبہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ مجوزہ نامزد شدہ بے اختیار ''فیڈرل کونسل'' کو معرض وجود میں لا کر پاکستان کو دنیا کی نگاہوں میں اضحوکہ روزگار بنانے کے ساتھ ساتھ اسے سو سال پیچھے نہ لے جائے۔ (123)

اس اعلامیہ کی سائیکلو سٹائل و فوٹو اسٹیٹ کاپیاں پورے ملک میں تقسیم کی گئیں۔ اخبارات نے تو سنسر شپ کی پابندی کی وجہ سے شائع نہ کیا لیکن پھر بھی اکناف و اطراف ملک میں یہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا۔ BBC نے بھی اس اہم اعلامیہ کا ملخص بیان کیا۔ مولانا نیازی نے بھی کسی نہ کسی طریقہ سے اس اعلامیہ کی نشر و اشاعت کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ چنانچہ ۲۷/ فروری 1981ء کو مولانا نے جناح ہال لاہور میں ''یوم حمید نظامی'' کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''عشر و زکوٰۃ اور چند تعزیری قوانین کا نفاذ ہرگز اسلام کا مکمل نظام نہیں کہلا

سکتا۔ اسلام میں عوام کا کاروبار حکومت میں شامل کرنا بہت ضروری ہے۔
یزید کے دور حکومت میں یہ قوانین رائج تھے لیکن جب اس نے قوت و اقتدار کا غلط استعمال کرنا شروع کیا، تو امام عالی مقام سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عظیم قربانی دے کر یزیدی جبروت کو سینہ سپر ہونے پر مجبور کر دیا۔ اسلام، اظہار رائے کی واضح طور پر ضمانت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سنسر شپ ایک لعنت ہے، اسے ختم کر دیا جائے۔

جو لوگ ملک میں قتل و غارت گری کرتے رہے ہیں وہ ملک اور اسلام کے ہرگز وفادار نہیں ہو سکتے۔ روسی اور بھارتی ایجنٹ ملک میں اسلام کے دشمن ہیں۔ جمہوریت کی ایک مدعیہ پارٹی کل تک تو افغان مہاجرین کو بھگوڑے کہہ کر پکارتی تھی، اس سے جمہوری اصولوں کی پاسداری کے لئے توقع کی جا سکتی ہے؟'' (124)

مسلم لیگ اور جمعیت کے اتحاد کی ایک کوشش

مولانا نیازی کے اس اعلامیہ کی اشاعت کے بعد محب وطن سیاسی جماعتوں مثلاً مسلم لیگ نے اتحاد کی کوششیں شروع کر دیں۔ مسلم لیگ کے صدر پیر پگاڑا نے مولانا نیازی سے ملاقاتیں کر کے دونوں جماعتوں کے اتحاد پر مذاکرات کئے۔ مولانا نیازی نے بھرپور کوشش کی کہ دونوں جماعتوں کا اتحاد ہو جائے کیونکہ دونوں جماعتیں پاکستان کی بانی ہیں اور نظریہ پاکستان کی علمبردار ہیں چنانچہ مولانا نیازی کے خلوص کی بدولت دونوں جماعتوں کے اتحاد کا فیصلہ ہو گیا۔ (125)

صدر جنرل ضیاء کی دعوت ملاقات

۶؍ مارچ ۱۹۸۱ء کو جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) نے وفاقی وزیر مسٹر محمود ہارون کی وساطت سے مولانا نیازی کو ملاقات کی دعوت دی۔ مولانا نے ملاقات کے لئے بعض شرائط پیش کیں جو حکومت کو منظور نہ تھیں لہٰذا یہ ملاقات نہ ہو سکی۔ (126)

مارچ ۱۹۸۱ء کے پہلے عشرہ میں پیپلز پارٹی کے غنڈے پی آئی اے کا ایک طیارہ اغواء کر کے کابل لے گئے تو پورے ملک میں اس غنڈہ گردی، ننگی جارحیت اور بربریت کے خلاف شدید ردعمل

ہوا مولانا نیازی نے اس غنڈہ گردی کی شدید مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس حادثہ کے پس پشت تمام اسلام دشمن اور پاکستان دشمن قوتیں اور ان کے گماشتوں کی تشدد پسند تنظیمیں سرگرم عمل ہیں اور آئندہ بھی ان کی منافقانہ سازشوں سے خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔ مولانا نے پاکستان کی تمام سیاسی، سماجی، صحافتی اور مذہبی تنظیموں سے اپیل کی کہ وہ اس ننگی جارحیت اور بربریت کی پرزور مذمت کریں اور امریکہ، انگلستان، فرانس اور عوامی جمہوریہ چین جیسے بڑے ممالک یرغمالیوں کی رہائی اور پی آئی اے کے طیارہ کی بازیابی کے لئے اپنا اثر و رسوخ اور بین الاقوامی دباؤ استعمال کریں۔ (127)

مسلم لیگ اور جمعیت علماء پاکستان کا سیاسی اتحاد

۲۹؍ مارچ ۱۹۸۱ء کو مسلم لیگ اور جمعیت علمائے پاکستان کے اتحاد کا اعلان کر دیا گیا اور اس اتحاد کا نام ''تحریک تحفظ پاکستان'' رکھا گیا۔ یہ اتحاد مولانا نیازی کی اسلام دوستی، نظریہ پاکستان سے شیفتگی اور پاکستان سے والہانہ محبت کا رہین منت تھا۔ (128)

پاکستان کی ازلی و ابدی دشمن ''جماعت اسلامی'' کو یہ اتحاد بالکل نہ بھایا، چنانچہ اس جماعت کے سیکرٹری جنرل قاضی حسین احمد نے ۳۰؍ مارچ کو ڈیرہ غازی خاں میں اپنی جماعت کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''جماعت اسلامی کسی اور سیاسی جماعت کے ساتھ اتحاد میں شامل نہیں ہوگی۔'' (129)

اس پر ''نوائے وقت'' نے یہ ''کیسا موقف ہے؟'' کے عنوان سے جو اداریہ لکھا، لیجئے پڑھئے اور لطف اندوز ہو جائیے:

> ''کالعدم جماعت اسلامی کے سیکرٹری جنرل قاضی حسین احمد نے ڈیرہ غازی خاں سے جاری کردہ ایک بیان میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ ان کی جماعت کسی اتحاد میں شامل نہیں ہو رہی۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی ہے کہ اس وقت ملک میں سیاسی سرگرمیوں کی اجازت نہیں، اس لئے اس قسم کا اتحاد قبل از وقت ہوگا۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم اقتدار کے خواہاں نہیں، ہم صرف اسلام کی سربلندی چاہتے ہیں اور ہمارے کارکن اس کام میں کوشاں رہیں گے۔
>
> اسلام کی سربلندی چاہنا اور اس کے لئے کام کرنا بلاشبہ ایک نیک

کام ہے اور اس پر بظاہر کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ کالعدم جماعت اسلامی ۱۹۴۷ء سے قبل بھی یہی نقطہ نظر اور یہی راہ عمل رکھتی تھی۔ مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کے مطالبے کی حمایت اس بنا پر نہیں کی تھی کہ اس کے خیال میں نفاذ اسلام کے لئے کسی خطہ زمین کی ضرورت نہیں اور وہ سارے برصغیر میں نفاذ اسلام کے لئے کوشاں رہے گی۔ حالانکہ اس وقت کے سیاسی جغرافیائی پس منظر میں یہ حقیقت آشکار ہو چکی تھی کہ برصغیر کے مسلمانوں کو اسلام کی سربلندی کے لئے ایک علیحدہ خطہ زمین کی ضرورت ہے۔ نیز اسلام کا نفاذ حکومت اور اقتدار کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ نفاذ اسلام کے ضمن میں یہ تقاضا ہر دور میں موجود رہے گا۔ چنانچہ جو لوگ اسلام کی سربلندی چاہتے ہیں، انہیں اقتدار کا خواہاں ضرور ہونا چاہئے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اقتدار حاصل نہ کر سکیں۔

جناب قاضی حسین احمد کا یہ موقف ان کی جماعت کے سابق عمل سے بھی ہم آہنگ نہیں۔ ان کے ساتھی قبل ازیں وزارتیں قبول کر چکے ہیں۔ انہوں نے وزارتوں کو شجر ممنوعہ خیال نہیں کیا تھا۔ ویسے مناسب یہی ہے کہ جو جماعتیں ایک دوسرے کے سیاسی نظریات سے اتفاق نہیں رکھتیں وہ باہم اتحاد نہ کریں بلکہ اتحاد ان جماعتوں کے ہی مابین ہونا چاہئے جن کی سیاسی منزل ایک ہو کیونکہ سیاسی اتحاد صرف اسی صورت میں بامعنی ہو سکتا ہے۔"(130)

پیر پگاڑا اور مولانا نیازی

یکم اپریل ۱۹۸۱ء کو مسلم لیگ کے صدر پیر پگاڑا اور مولانا نیازی نے اتحاد کے سلسلے میں پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ اس پریس کانفرنس کی رپورٹ روزنامہ "نوائے وقت" کے سٹاف رپورٹر کی زبانی سنئے:

"ملک کی دو بڑی کالعدم جماعتوں پاکستان مسلم لیگ اور جمعیت علمائے پاکستان کے مابین اتحاد ہو گیا ہے اور ان دونوں کالعدم سیاسی جماعتوں

نے "پانچ نکاتی پروگرام" کے حصول کے لئے مشترکہ جدوجہد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کالعدم مسلم لیگ کے سربراہ پیر صاحب پگاڑا، جنرل سیکرٹری مسٹر ایس ایم ظفر، کالعدم جمعیت علمائے پاکستان کے قائم مقام صدر سید برکات احمد شاہ اور جنرل سیکرٹری مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی نے آج ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں اتحاد کی دستاویز کا اعلان کیا۔ مشترکہ اعلان میں کہا گیا ہے کہ ان دونوں کالعدم سیاسی جماعتوں کے اکابر نے حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور پاکستان کے قیام کے لئے لازوال قربانیاں دی ہیں، ملک کے استحکام و سالمیت کے تحفظ کو اپنا فرض اولین سمجھتی ہیں اور ان جماعتوں نے اپنی تاریخی نظریاتی اور عملی ہم آہنگی کی بناء پر ملک میں سیاسی سرگرمیوں کی بحالی، سنسر شپ کا خاتمہ، تشدد اور دہشت گردی، لادینی نظریات کے خلاف رائے عامہ کی بیداری، جمہوریت کی بحالی، ملک میں عام انتخابات کے انعقاد اور عوام کی خوشحالی اور معاشی ناہمواری کو ختم کرنے اور جرم و گناہ سے پاک معاشرہ کے قیام کے لئے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے مشترکہ و متحدہ جدوجہد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

کالعدم جمعیت علمائے پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی نے کہا کہ دونوں جماعتوں نے ان مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے جو پروگرام مرتب کیا ہے، رائے عامہ کو اس سے آگاہ کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ کالعدم مسلم لیگ اور کالعدم جمعیت علمائے پاکستان کی مرکزی قیادت نے طے کیا ہے کہ مشترکہ مقاصد کی تکمیل کے لئے دونوں جماعتیں ملک بھر میں ہر سطح پر منظم اور متحد ہو کر کام کریں گی...... انہوں نے بتایا کہ اس کے لئے مرکزی سطح پر چودہ ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے۔ جس میں دونوں جماعتوں کے سات سات رہنما شامل ہیں۔ یہ کمیٹی، ذیلی کمیٹیاں بھی قائم کرے گی۔ انہوں نے بتایا کہ

دونوں جماعتوں کے درمیان یہ بھی طے پایا ہے کہ آج کے بعد دونوں جماعتیں تمام سیاسی مذاکرات و پروگراموں کے بارے میں متفقہ ومشترکہ لائحہ عمل اختیار کریں گی اور کوئی جماعت یا اس کا رکن اس متفقہ فیصلہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

ایک سوال کے جواب میں مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی نے کہا کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے ہم نے وقت کا تعین نہیں کیا ہے جیسا کہ ماضی میں کالعدم پاکستان قومی اتحاد نے بھی وقت کا تعین نہیں کیا تھا۔ تاہم حالات خود بخود ایسے بنتے گئے کہ کالعدم قومی اتحاد کی تحریک بن گئی۔ انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ یہ اتحاد اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو جائے گا۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ وہ ان مقاصد کے حصول کے لئے کیا طریق کار اختیار کریں گے تو مولانا نیازی نے کہا کہ وہ رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے جلسے کریں گے اور ایسا کرنا قانون کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ اس موقع پر کالعدم جمعیت علماء پاکستان کے رہنما ملک محمد اکبر ساقی (ف 1992ء)، مولانا شاہ محمد جیلانی (ف 1995ء)، قاری عبدالحمید قادری اور مسٹر محمد سلیم اللہ خاں بھی موجود تھے۔(131)

نوائے وقت کا ایک تجزیہ

روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے ۱۳/مارچ کے اداریہ میں اس اتحاد کو زبردست سراہا اور جمعیت علماء پاکستان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ:

''یہ جماعت شروع سے ہی کالعدم مسلم لیگ کی قدرتی سیاسی حلیف رہی ہے..... تحریک پاکستان میں اس جماعت کے علماء ومشائخ اور ان کے مقلدین نے جس طرح غیر مشروط طور پر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ اور مسلم لیگ کی تائید وحمایت کی تھی وہ دونوں جماعتوں کے اتفاق واتحاد اور ہم رنگ رہنے کا ایک روشن ثبوت ہے بلکہ قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں بھی بہت عرصہ تک کالعدم جمعیت علماء پاکستان کو مسلم لیگ کا ہی ایک بازو

تصور کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ ان کا تازہ اتحاد موجودہ حالات کا فطری تقاضا ہے۔ انہوں نے اپنے پرانے تعلق کو ہی تازہ کیا ہے۔ خدا کرے قومی مقاصد کے سلسلے میں یہ اتحاد بابرکت ثابت ہو۔''(132)

اس کے بعد روزنامہ ''نوائے وقت'' نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ملک کی ان دو بڑی کالعدم سیاسی جماعتوں کے اتحاد کے بعد نئے حالات کے مطابق انہیں اپنا تنظیمی ڈھانچہ استوار کرنے، خاص طور پر باقاعدہ رکنیت سازی اور درجہ بدرجہ جماعتی انتخابات کرانے کا موقعہ ملنا چاہئے اور ان جماعتوں کو جس سرگرمی اور آزادی عمل کی ضرورت ہے، اس کی اجازت ملنی چاہئے کیونکہ جس پانچ نکاتی پروگرام کو باہمی اشتراک عمل اور اتحاد کی بنیاد بنایا ہے، اس کے الفاظ بھی اسی وقت جامہ عمل پہن سکیں گے، جب انہیں کام کرنے کی اجازت اور آزادی حاصل ہوگی۔(133)

بی بی سی کی غلط بیانی

بی بی سی نے اپنی خباثت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس اتحاد کو حکومت کا اشارہ قرار دیا اور دونوں جماعتوں کو بدنام کرنے کی مذموم کوشش کی۔ پورے ملک میں اس کا شدید ردعمل ہوا۔ پاکستان کے نامور صحافی میاں محمد شفیع (م ش) نے اپنے کالم ''لاہور کی ڈائری'' میں بی بی سی کے اس مذموم پروپیگنڈا کی دھجیاں بکھیر دیں۔ انہوں نے لکھا کہ:

''بی بی سی کے نامہ نگار متعینہ اسلام آباد ٹوئن میسن نے حالیہ پاکستان مسلم لیگ اور جمعیت علمائے پاکستان کے قائدین کرام کے درمیان جمہوریت کی بحالی کے لئے سمجھوتے پر تیار کرتے ہوئے اسے حکومت کی انگیخت قرار دیا ہے۔ مسٹر ٹوئن میسن برطانوی اخبار نویسوں کے اس زمرے سے تعلق رکھتے ہیں جس کے متعلق نیویارک ٹائمز کے سلز برگ نے لکھا تھا کہ اگرچہ وہ نہ تو رشوت خور ہوتے ہیں اور نہ ہی بددیانت لیکن عملی لحاظ سے جو کچھ کرتے ہیں اس کی بناء پر انہیں دوالزامات سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بیچارے مسٹر ٹوئن میسن کو پی پی پی کے باپ دادا سے لے کر بیٹے اور پوتے کا حال تو ذاتی تجربہ کی بناء پر ہے (کیونکہ دادا جب اپنی سالگرہ منایا کرتے تھے تو غیر ملکی اخبار نویسوں کو شمپیئن کی دعوت میں شریک کیا کرتے تھے) لیکن ان کی جمعیت علمائے پاکستان کے جدامجد اور ان کی ذریت کے سیاسی شجرہ نسب سے قطعاً کوئی آگاہی نہیں وگرنہ وہ ایسی اناپ شناپ سے کام نہ لیتے۔

حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی، جمعیت علمائے پاکستان کے بانیوں میں سے ہیں۔ وہ ۱۹۳۵ء سے سیاسیات میں بطور عقیدہ حصہ لے رہے ہیں۔ میانوالی کے غیور نیازی پٹھانوں کا یہ فرزند ۱۹۳۵ء سے لے کر آج تک ہر حکومت کے خلاف سینہ سپر رہا ہے۔ انہوں نے سر سکندر حیات خاں کی حکومت کے خلاف ٹکر لی، حکومت کے حامی اخبارات کو جلایا اور سر سکندر حیات خاں کا جب تک وہ جئے ناک میں دم کئے رکھا۔ سر سکندر اللہ کو پیارے ہوئے تو مولانا عبدالستار خاں نیازی نے سر خضر حیات خاں ٹوانہ کی حکومت کے خلاف اپنی مہم جاری کی اور جیل یاترا کی۔

پاکستان بنا تو وہ ممدوٹ اور دولتانہ سے لڑتے رہے۔ انہوں نے اسمبلی میں ان دو وزرائے اعلیٰ کی حکومتوں کے خلاف جو تقاریر کیں، ان کی روئیداد اسمبلی کی رپورٹوں سے پڑھی جاسکتی ہیں۔ جب ملک میں مارشل لاء کا دور آیا تو حضرت مولانا، فیلڈ مارشل ایوب خاں کے خلاف ڈٹ گئے۔ انہیں بار بار پابند سلاسل کیا گیا۔ ان پر قاتلانہ حملے ہوئے۔ نواب صاحب کالا باغ نے انہیں ٹھکانے لگانے کے لئے کیا کیا کچھ نہ کیا لیکن اس پاکباز انسان نے جرأت اور مردانگی سے اپنے دور کے فرعونوں اور قارونوں کا مقابلہ کیا۔

جب ملک میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کا دور شروع ہوا تو مولانا اپنی ساری طاقت سے ان کے مقابلے پر آ گئے۔ بیگم نصرت بھٹو نے واشنگٹن میں اس وقت کے صدر فورڈ کے ساتھ ڈانس کیا اور اس رقص کی تصویر جب مخصوص ذرائع سے مولانا کے پاس پہنچی تو انہوں نے پاکستان کی خاتون اول کی ''بے حیائی'' اور ''بے غیرتی'' پر جس طرح احتجاج کیا، اس سے وزیر اعظم بھٹو کے قصر اقتدار میں تزلزل آ گیا۔ انہوں نے اپنے غنڈوں کے ذریعے مولانا کو قتل کرنے کی سازش تیار کی۔ چنانچہ جب مولانا کراچی سے لاہور پہنچے تو ان کے ایئرپورٹ پہنچتے ہی کرایہ کے قاتلوں نے ان کا تعاقب کیا۔ جب مولانا کار کشا مال روڈ پر جم خانہ کلب کے نزدیک پہنچا تو ان پر ڈنڈوں کی بارش کی گئی اور ان پر پستول سے فائر کیا گیا سٹین گن کے برسٹ مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو محفوظ رکھا اور وہ بھاگ کر ایک پرائیویٹ پک اپ میں سوار ہو کر قربان لائن پہنچ گئے۔

مولانا نیازی کا سیاسی کردار

مولانا کی ساری عمر جہاد میں بسر ہوئی ہے۔ ان کی پاکیزگی، ان کی دیانت داری اور ان کی اصول پرستی کی کوئی مثال نہیں۔ ہم لوگ جو ان کے بوٹوں کے تسموں کو باندھنے کی صلاحیت سے بھی

بہرہ ور نہیں کوٹھیوں اور کاروں کے مالک ہیں لیکن حضرت مولانا آج بھی کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں اور سڑک سوار ہیں۔ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی چھوڑی ہوئی زرعی وراثت کے سوا پاکستان کے قیام کے بعد اپنے اثاثہ میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ ایسے شخص کے متعلق کہنا کہ وہ حکومت کے اشارے پر کام کر رہا ہے، بی بی سی کا کام ہی ہو سکتا ہے۔'' (134)

وفاقی شرعی عدالت کا قیام

خود ساختہ مرد مومن جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) کی قائم کردہ وفاقی شرعی عدالت نے رجم کو غیر شرعی سزا قرار دیا تو ہر سو غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ پورے ملک میں تقریری اور تحریری طور پر اس فیصلے کی سخت مذمت کی گئی۔ علماء کرام نے جمعۃ المبارک کے خطبوں میں ''رجم کی شرعی حیثیت کو واضح کیا۔'' مولانا نیازی نے اس مسئلہ پر بیان دیتے ہوئے فرمایا کہ:

> ''حد رجم امت مسلمہ میں کبھی بھی متنازعہ مسئلہ نہیں رہا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان میں کتاب وسنت کی فرمانروائی کے آئینی اقرار کے باوجود متفقہ اسلامی اصولوں اور قوانین کو متنازعہ بنایا جا رہا ہے۔ کوئی بھی شخص خواہ وہ کسی بھی رتبے پر ہو اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کتاب وسنت کی اجماعی حیثیت کو نظر انداز کر کے رجم کو حدود سے خارج کر دے اور حکومت کو چاہئے کہ وہ ایسے کرنے کے ذمہ دار افراد سے جواب طلبی کرے لیکن یہ امر تشویشناک ہے کہ تمام مکتبہ ہائے فکر کے علماء کے جانب سے حد رجم پر واضح اور غیر مبہم رائے کے باوجود حکومت کی طرف سے کوئی وضاحت نہیں کی گئی۔ ہم حکومت کو متنبہ کرتے ہیں کہ کوئی ادارہ شریعت کی آڑ میں من مانی کارروائیاں نہیں کرسکتا۔'' (135)

یوم اقبالؒ پر مولانا نیازی کا خطاب

۲۱/اپریل ۱۹۸۱ء کو مولانا نے مرکزیہ مجلس اقبال لاہور کے زیر اہتمام واپڈا آڈیٹوریم لاہور میں یوم اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے حکیم الامت اعلامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے

افکار کی روشنی میں ملک کے پیش آمدہ مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ ان کے پیغام میں اتنی جان ہے کہ اسلامی ریاست کے قیام کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ حضرت علامہ کے نزدیک ''خلافت کا تصور'' سراسر انقلابی تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو نیابت اور امانت کے طور پر بذریعہ ایجنسی سونپ دیئے کو ''خلافت'' کہتے ہیں۔ اسلام میں اجتہاد کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اسلام میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اسلامی ریاست میں کسریٰ کی ملکویت قائم نہیں کی جا سکتی۔

هلک کسری ولا کسری بعد ذلک (الحدیث)۔(136)

مسلم لیگ اور جمعیت کی چودہ رکنی کمیٹی کا اجلاس

۱۹ر جون کو اسلام آباد میں پیر پگاڑا کی زیر صدارت پاکستان مسلم لیگ اور جمعیت علماء پاکستان کی چودہ رکنی مشترکہ کمیٹی کا اجلاس ہوا، جس میں مسلم لیگ کی طرف سے پیر صاحب کے علاوہ مسٹر ایس ایم ظفر، نوابزادہ عبدالغفور خاں آف ہوتی، محمد خاں جونیجو، سید حسن محمود اور شیخ لیاقت حسین نے شرکت کی جب کہ جمعیت کی طرف سے مولانا عبدالستار خاں نیازی، پیر سید برکات احمد شاہ، ریٹائرڈ جنرل کے ایم اظہر، ملک محمد اکبر ساقی اور مفتی محمد ادریس ایڈووکیٹ شریک ہوئے۔

اجلاس میں ملک کی داخلی اور خارجی صورت حال پر غور کرنے کے علاوہ طے شدہ پانچ نکاتی پروگرام اور دوسری ہم خیال جماعتوں کے ساتھ اتحاد کے بارے میں رپورٹ کا جائزہ لیا گیا اور اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا گیا کہ دوسری جماعتوں کے ساتھ اتحاد کی بات چیت میں پیش رفت ہوئی ہے۔ اصولی طور پر طے پایا کہ اتحاد میں صرف وہی جماعتیں شامل ہو سکیں گی جو دونوں جماعتوں کے ۱۱ر مئی کے اجلاس کے اس فیصلہ کی پابند ہوں گی جس میں طے پایا تھا کہ دونوں جماعتوں کا کوئی نمائندہ وفاقی کونسل یا نامزد وزارتوں میں شرکت نہیں کرے گا۔ مشترکہ اجلاس نے اس فیصلہ پر اطمینان کا اظہار کیا اور طے کیا گیا کہ آئندہ بھی اس فیصلہ کی پابندی کی جائے گی۔ اجلاس میں مزید قرار پایا کہ صوبائی اور ضلعی سطح پر دونوں جماعتوں کی مشترکہ کمیٹیوں کا اعلان جمعیت کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کی بیرونی دورے سے واپسی پر کیا جائے گا جو ۲۲ر جون کو واپس آ رہے ہیں۔

اس مشترکہ اجلاس میں حکومت سے اپیل کی گئی کہ عوام کو اعتماد میں لینے کے لئے فوراً سیاسی عمل بحال کیا جائے۔ اجلاس میں ملک کی اندرونی اور بیرونی صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے متعدد

قراردادیں منظور کی گئیں۔ ملکی حالات کے بارے میں ایک قرارداد میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ محب وطن سیاسی جماعتوں پر عائد کردہ پابندی ہٹا کر انہیں ملکی سالمیت کے تحفظ اور استحکام کے لئے موثر اور بھرپور کردار ادا کرنے کا موقعہ دیا جائے اور اخبارات پر سے سنسر شپ ختم کر کے آزادی رائے کے بنیادی حقوق بحال کئے جائیں۔

عراق کے ایٹمی مراکز پر اسرائیل کا حملہ

ایک اور قرارداد میں عراق کی ایٹمی تنصیبات پر اسرائیلی حملے کی شدید مذمت کی گئی اور واضح کیا گیا کہ اسرائیل کی کھلی غنڈہ گردی نے عالمی امن کو زبردست خطرے میں ڈال دیا ہے۔ اسرائیل نے اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کی اہمیت کو ختم کر دیا ہے۔ قرارداد میں کہا گیا کہ اسرائیل کا یہ جارحانہ فعل عالم اسلام کے لئے زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے جس کے مقابلہ کے لئے عالم اسلام کو ابھی سے منصوبہ بندی کر کے منہ توڑ جواب دینا ہوگا۔ اسرائیل کی یہ دھمکی کہ اب کسی ملک کی ایٹمی تنصیبات بھی اس کی دسترس سے محفوظ نہیں ہیں اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اقوام متحدہ فوری طور پر اسرائیل کا اقتصادی بائیکاٹ کرے اور اسرائیل کو تاوان ادا کرنے پر مجبور کرے۔(137)

مسلم لیگ کے ساتھ اتحاد، اجلاسوں کی کامیابی، قراردادوں کی منظوری یہ سب چیزیں مولانا نیازی کی اعلیٰ بصیرت کی غماز ہیں۔ ان کا ہاتھ ہمیشہ وقت کی نبض پر رہا اور ان کا ہر فیصلہ ملک و قوم کے لئے مشعل راہ ثابت ہوا ہے۔ ۲۰ر جون ۱۹۸۱ء کو مسلم لیگ کی مرکزی مجلس عاملہ نے جمعیت علمائے پاکستان کے ساتھ اپنے اتحاد کو توثیق کر کے مولانا نیازی کی بصیرت اور عظمت وسطوت کا لوہا مانا۔ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے اس مرد مومن کی مساعی جمیلہ سے ہونے والا یہ اتحاد وطن عزیز کے لئے نیک فال ہے۔ مولانا نیازی کی زندگی کا ہر لمحہ مملکت خداداد پاکستان کی فلاح و بہبود کے لئے وقف ہے، ان کی ہر کوشش یہی ہے کہ پاکستان میں مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہو۔

از ما بجز حکایات مہر و وفا مپرس
ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم

''نوائے وقت'' کے تاثرات

۲۸ر جون کو روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور کے نمائندہ نے مولانا نیازی سے ملاقات کی اور

ملکی حالات پر تبادلہ خیال کیا۔ مولانا نیازی نے فرمایا کہ ان کی جماعت (جمعیت علماء پاکستان) نام نہاد ایم آر ڈی یا کالعدم پیپلز پارٹی سے کوئی اتحاد یا تعاون نہیں کرے گی۔ ہم نے صدر مملکت سے کہا ہے کہ وہ ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر فوری طور پر سیاسی رہنماؤں کی گول میز کانفرنس بلائیں تاکہ سیاستدانوں اور حکومت کے درمیان جو بُعد اور خلاء ہے، اسے دور کیا جا سکے۔ ہم چاہتے ہیں کہ بات چیت کے ذریعے مشترکہ لائحہ عمل مرتب کیا جائے۔ مولانا نیازی نے سنسر شپ ختم کرنے پر زور دیا تاکہ وطن دشمن طاقتوں کا موثر طور پر مقابلہ کیا جا سکے۔ آزاد پریس چونکہ مثبت تنقید کرے گا جس سے حکومتی پالیسیوں کی اصلاح کی جا سکے گی اور محب وطن جماعتوں میں موجود انتشار کو دور کیا جا سکے گا۔(138)

انجمن جرائد پاکستان کو خطاب

۳۰/جون کو واپڈا آڈیٹوریم لاہور میں ''انجمن مدیران جرائد پاکستان'' کے زیر اہتمام ''امریکہ سے تجدید تعلقات کے فوائد ونقصانات'' کے موضوع پر مذاکرہ ہوا جس میں مولانا نیازی کو بھی مدعو کیا گیا۔ مولانا کے علاوہ زیدا ے سلہری، ریٹائرڈ جسٹس ذی الدین پال، ایس ایم ظفر، سابق وزیر خارجہ میاں ارشد حسین (ف ۱۹۸۷ء) میاں طفیل محمد اور حکیم الامت کے فرزند ارجمند ڈاکٹر جاوید اقبال نے حصہ لیا۔ مولانا نیازی نے واضح کیا کہ ہمیں غیرت مند قوم کی طرح زندہ رہنے کے لئے خود پر بھروسہ کرنا پڑے گا۔ آج امریکہ کی کوئی مجبوری ہے جس کے تحت وہ پاکستان کا ہمنوا بن گیا ہے لیکن ہمیں اپنے اندر ایسی قوت پیدا کرنی ہوگی جس سے دشمن لرزہ براندام ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ عوامی غیرت کا تصور لانا پڑے گا اور مطالبہ کیا کہ آٹھ کروڑ پاکستانیوں کی حفاظت کے لئے ایک کروڑ پاکستانیوں کو فوجی تربیت دی جائے۔(139)

مولانا نیازی کے اس فکر خیز اور ایمان افروز خطاب سے سب لوگ جھوم جھوم گئے اور نعرہ ہائے تکبیر ورسالت گونجتے رہے۔ مشہور صحافی رفیق ڈوگر نے اپنے کالم ''دید شنید'' میں مولانا نیازی کے خطاب کا یوں ذکر کیا۔

''مولانا عبدالستار خاں نیازی نے تقریر کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی کو اسی وقت دیئے گئے استقبالیہ میں شرکت کرنا تھی۔ وہ اپنے تاریخی ڈنڈے

سمیت سٹیج پر آئے اور امریکہ کے ماضی کے ''حسن سلوک'' کے حوالے سے دفاع کے عوامی تصور پر عوام کو مسلح کرنے اور قرآن کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے گھوڑے تیار رکھنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے گھوڑوں میں ایٹم بم کو بھی شامل کیا۔ ان کی تقریر کے رخ کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ جاتے ہوئے کہا'' میں نے کچھ تلخ باتیں کہہ دی ہیں وہ میری فطرت ہے یہ نہ کہوں تو نیازی نہیں کچھ اور بلا ہوں۔''(140)

یوم آزادی کے اجتماعات

۱۴/اگست کو مولانا نیازی نے لاہور میں یوم آزادی کے متعدد اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آزادی ہمارے لئے تجدید عہد اور احتساب کا دن ہے، اس لئے ہمیں ماضی کی روشنی میں مستقبل کے لئے ایک واضح لائحہ عمل مرتب کرنا ہوگا۔ ہمیں ملک وملت کے دشمنوں کے ناپاک مقاصد اور مذموم عزائم کو ناکام بنانے کے لئے باہمی اعتماد کی فضا پیدا کرکے اسلامی اقدار حیات کی بنیاد پر ایک ایسا نظام زندگی قائم کرنا ہے جس سے وہ معاشرہ وجود میں آئے جس میں اخوت، جذبہ حریت اور مساوات کا دور دورہ ہو۔

مولانا نے اس بات پر زور دیا کہ مقبوضہ کشمیر کی آزادی، مشرقی پاکستان سے اتحاد، جونا گڑھ کی واپسی اور پندرہ کروڑ بھارتی مسلمانوں کی جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں۔(141)

مولانا نے جن باتوں پر زور دیا ہے، ان پر عمل تو اسی وقت ہی ممکن ہے جب ملک میں عوام کی نمائندہ اور پسندیدہ حکومت ہو مگر وہ حکومت تو مارشل لاء کی حکومت تھی جس کے سربراہ خود ساختہ مرد مومن جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) تھے، جنہوں نے بار بار دعوؤں کے باوجود ملک میں کوئی بھی اسلامی قانون نافذ نہ کیا۔ ان سے یہ توقع کرنا کہ وہ مولانا نیازی کی کہی ہوئی باتوں پر عمل کرتے کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

یوم اقصیٰ کی ایک تقریب

۲۱/اگست کو موتی مسجد لاہور میں ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام ''یوم اقصیٰ'' کی تقریب

سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے ارشاد فرمایا کہ مسجد اقصیٰ پر یہودیوں کا قبضہ ایک ایسا سانحہ ہے جس پر دنیا کے پچانوے کروڑ مسلمانوں کے دل فگار ہیں۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اسلامی ممالک کے سربراہ، وزرائے خارجہ اور خود القدس کمیٹی کے کئی اجلاس ہوئے لیکن روس کی سرد مہری اور امریکہ کی سنگدلی کی وجہ سے صیہونیت کا سانپ بدستور پھنکار رہا ہے۔ ہمیں بڑی طاقتوں پر اعتماد کی بجائے خود ایک عالمی جنگی قوت بن کر اس مسئلہ کا حل دریافت کرنا ہوگا۔ عالم اسلام کو چاہئے کہ وہ سرخ اور سفید سامراج سے ہر قسم کی توقعات منقطع کر کے اپنے زور بازو پر اعتماد کریں اور جو حکومتیں اس مسئلہ پر مخلصانہ تعاون پر آمادہ ہوں ان سے بھرپور مدد لے کر صیہونیت کے فتنہ کو کچلنے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔(142)

۱۲ ستمبر کو مولانا نیازی، کراچی روانہ ہو گئے تاکہ مولانا شاہ احمد نورانی کے ساتھ ۱۳ ستمبر کو صوبہ بلوچستان کے دورہ پر روانہ ہو سکیں۔ ہر دو قائدین نے کوئٹہ، قلات، خضدار، خاران، مچھ، مستونگ اور ویں گڑھ کے علاقوں کا بارہ روزتک دورہ کر کے عوام کے مسائل کا جائزہ لیا اور حکومت پر زور دیا کہ بلوچستان کے عوام کو اپنی زرخیز زمین آباد کرنے کے لئے بجلی، پانی اور سڑکوں کی سہولتیں جلد از جلد مہیا کی جائیں۔(143)

ملکی مسائل کا تجزیہ

۶ اکتوبر کو مولانا نیازی نے روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور کو انٹرویو دیتے ہوئے ملک کو درپیش اندرونی و بیرونی خطرات کا تفصیل سے ذکر کیا اور تجویز پیش کی کہ صدر مملکت کالعدم سیاسی جماعتوں کی گول میز کانفرنس طلب کریں جس میں ان مسائل پر غور کیا جا سکے اور تخریب و تشدد کے رجحانات کو ختم کرنے اور ان کا موثر طور پر مقابلہ کرنے کے لئے لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے۔

نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی اہمیت

مولانا نے اس بات پر زور دیا کہ ''قوم کو نظریہ پاکستان کی اساس پر متحد کر کے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے جدوجہد کی جائے جس پر ساری قوم کا اجماع ہے۔ اتحاد کا مطلب ایک نصب العین کے لئے جدوجہد کرنا ہے، اس کے لئے ضروری نہیں کہ قیادت ایک ہو۔ اتحاد فکر کا ہونا چاہئے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ کالعدم سیاسی جماعتیں اخلاص، ایثار، اخوت اور

اعتماد کی فضا پیدا کریں۔ ماضی میں جو زیادتیاں کی گئی ہیں ان کی تلافی کی جائے اور کالعدم جمعیت (جمعیت علمائے پاکستان) نے جو چھ نکاتی فارمولا مرتب کیا ہے اس پر متحد ہو جائیں۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے حریفوں پر اس لئے برتری حاصل ہوئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہوئے کہ انہوں نے وقت کے مسئلہ کو سمجھا تھا۔ اس وقت ملک کی دینی و سیاسی جماعتوں پر لازم ہے کہ وہ ملک کے مسئلہ کو سمجھیں جو ''نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ'' میں ہے۔ جمہوریت اس اعلیٰ مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے بذات خود مقصد نہیں۔ ملک میں کوئی ایک سیاسی رہنما قوم کو متحد نہیں کر سکتا۔ قوم نصب العین یعنی نظام مصطفیٰ ﷺ پر متحد ہو سکتی ہے۔ اس لئے تمام کالعدم سیاسی جماعتوں کو جملہ توضیحات و شرائط کے ساتھ نظام مصطفیٰ ﷺ کو اپنا منشور و نصب العین قرار دینا چاہئے۔

مولانا نے تجویز پیش کی وہ سیاسی افراد جنہیں عوام مسترد کر چکے ہیں اور جنہوں نے ماضی میں ''تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ'' کا ساتھ نہیں دیا وہ رضا کارانہ طور پر دستبردار ہو جائیں، ان سے جو غلطیاں ہوئیں ہیں ان کا اعتراف کریں، اس طرح ان جماعتوں کے درمیان اشتراک و اتحاد ہو سکتا ہے۔(144)

مولانا نیازی کے اس انٹرویو میں پیش کی گئی تجویزوں کی اہل نظر اور دردمند لیڈروں نے بھرپور تائید کی۔ تحریک پاکستان کے نامور کارکن عالم علی سید نے روزنامہ ''مشرق'' لاہور میں قومی مسائل پر غور کے لئے گول میز کانفرنس بلائی جائے، کے جلی عنوان سے ایک زبردست تائیدی مضمون لکھا، جو درج ذیل ہے:

گول میز کانفرنس طلب کرنے کا مطالبہ

کالعدم جمعیت علمائے پاکستان کے جنرل سیکرٹری مولانا عبدالستار خاں نیازی نے ایک اخباری انٹرویو میں تجویز پیش کی ہے کہ ملک کو درپیش اندرونی اور بیرونی خطرات کے پیش نظر صدر مملکت کالعدم سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں کی گول میز کانفرنس طلب کریں، جن میں قومی مسائل پر غور کیا جا سکے۔ انہوں نے کالعدم سیاسی جماعتوں کے اتحاد کے بارے میں کہا، اتحاد کا مطلب ایک نصب العین کے لئے جدوجہد کرنا ہے اس لئے ضروری نہیں کہ قیادت ایک ہو۔ اتحاد فکر کا ہونا چاہئے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ کالعدم سیاسی جماعتیں اخلاص، ایثار، اخوت، اعتماد کی فضا

پیدا کریں۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں ایک سیاسی رہنما قوم کو متحد نہیں کر سکتا۔ البتہ قوم ایک نصب العین ''نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ'' پر متحد ہو سکتی ہے۔

مولانا نیازی کی سیاسی خدمات

مولانا عبدالستار خاں نیازی، ہمارے ملک کے مقتدر زعماء میں سے ہیں۔ انہوں نے تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ مولانا مسلسل ۴۳ سال سے ملک وقوم کی بے لوث خدمت انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے اصولوں کی خاطر قید وبند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ وہ شعلہ بیاں مقرر ہی نہیں، ان میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو ایک ''مردمومن'' میں ہوتی ہیں۔ ان کو سیاسی اور غیر سیاسی حلقوں میں بڑے ادب واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

مولانا صاحب نے ملک کے اندرونی وبیرونی حالات کے پیش نظر اور خصوصاً ملک میں تشدد اور تخریب کے بڑھتے ہوئے رجحان کی وجہ سے صدر مملکت کے سامنے سیاسی جماعتوں کے زعماء کی گول میز کانفرنس کی جو تجویز پیش کی ہے وہ قابل غور ہے۔ یہ صدر مملکت کی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ مولانا عبدالستار خاں نیازی کی اس تجویز پر کیا ردعمل ظاہر کرتے ہیں مگر قومی وملکی نقطہ نظر سے یہ تجویز مناسب اور معقول ہے کیونکہ جب بھی ملک وقوم کو اجتماعی مسائل درپیش ہوتے ہیں تو انہیں اجتماعی طور پر ہی حل کیا جا سکتا ہے اور اجتماعی مسائل کا حل ڈھونڈنے کے لئے، گول میز کانفرنس منعقد کی جاتی ہے، جہاں ایک میز کے گرد قومی رہنما بیٹھ کر، غور وفکر، بحث وتشخیص سے مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں۔ قوموں کے بڑے بڑے اور اہم مسائل کو حل کرنے کے لئے ماضی میں ایسی گول میز کانفرنسوں کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے قومی رہنما، ایک جگہ جمع ہو کر، ایک خاص مقصد وحید کے لئے ذاتی اور شخصی انا سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف ملک وقوم کی بھلائی اور بہبود کی خاطر کوئی ایسا لائحہ عمل مرتب کرنے میں کامیاب وکامران ہو جائیں، جس کے دوررس اور مفید نتائج نکل سکیں۔ یہ ہماری سب کی خوش بختی ہوگی۔

اتحاد کے مقاصد

مولانا عبدالستار خاں نیازی نے لفظ ''اتحاد'' کی موجودہ زمانہ میں ضرورت کے علاوہ، نشان دہی کی ہے کہ اتحاد کن باتوں پر ہو، کن اصولوں پر ہو۔ ظاہر ہے کہ اتحاد کسی نصب العین کو حاصل کرنے کی غرض سے کیا جاتا ہے اور وہ نصب العین عوام کی امنگوں، خواہشوں، تمناؤں کا مظہر ہوتا

ہے۔ اس وقت قوم اپنا نصب العین متعین کر چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ جلد از جلد کیا جائے۔ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ اسی لئے ملک میں چلی تھی اور قوم نے متفقہ طور پر اپنے نصب العین کا نہ صرف تعین کر دیا تھا بلکہ اس کے لئے بے مثال، یادگار اور لازوال قربانیاں بھی پیش کی تھیں۔ وہ نصب العین ابھی برقرار ہے اور اس سے کسی سیاسی جماعت کو اختلاف نہیں۔ اس کا ذکر مولانا نیازی نے بھی صاف الفاظ میں کیا ہے کہ ''قوم نظام مصطفیٰ ﷺ پر متحد ہو سکتی ہے۔''

ایک ملکی قیادت پر

رہا سوال قیادت کا کہ ملک میں کوئی ایسا لیڈر، کوئی ایسا رہنما، کوئی ایسا قائد ہے جس کی زیر قیادت پوری قوم ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکے۔ یہ قیادت صرف اور صرف اسی برصغیر میں حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی تھی۔ اس کے بعد ایسی عظیم قیادت سے پاکستانی قوم محروم رہی۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اجتماعی قیادت کی طرف سے واضح اشارہ کیا اور کہا ہے کہ ''نصب العین ایک ہونا چاہئے اس کے لئے ضروری نہیں کہ قیادت ایک ہو۔'' مولانا نے بہت اچھی اور خدا لگتی بات کہی ہے۔ کیونکہ فی زمانہ کسی ایک قیادت کو تسلیم کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ البتہ نصب العین ایک ہو سکتا ہے۔ اس ایک نصب العین کے لئے ''اجتماعی قیادت'' بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ''قومی اتحاد'' کے وقت ملک میں اجتماعی قیادت اور اجتماعی سیاست ابھری تھی اور اس کے کامیاب نتائج قوم کے سامنے آئے تھے۔ اگر اسی طرح ملک کے اندرونی بیرونی مسائل پر اجتماعی قیادت میں ''اتحاد'' ہو جائے تو یہ پوری قوم اور ملک پر احسان عظیم ہوگا اور حالات حاضرہ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ملک میں جلد از جلد اجتماعی قیادت ابھر کر قومی وملکی مسائل کا حل ڈھونڈے ورنہ یہ مسائل جوں کے توں رہیں گے اور اس کے نتائج خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔

مولانا نے یہ بھی تجویز پیش کر دی ہے کہ ''وہ سیاسی افراد جنہیں عوام مسترد کر چکے ہیں اور جنہوں نے ''تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ'' کا ساتھ نہیں دیا اور رضا کارانہ طور پر دستبردار ہو جائیں، ان سے جو غلطیاں ہوئی ہیں ان کا اعتراف کریں۔''(145)

جمعیت علماء پاکستان کے راہنما پنجاب کے دورے پر

اکتوبر نومبر میں مولانا نیازی نے ورلڈ اسلامک مشن صوبہ پنجاب کے زیر اہتمام پنجاب کا طوفانی دورہ شروع کیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور ملک محمد اکبر ساقی (ف ۱۹۹۲ء) بھی آپ کے

ہمراہ تھے۔ تینوں حضرات نے فیصل آباد، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، قصور، لاہور، گجرات، ڈیرہ غازی خاں اور ساہیوال کے قریہ قریہ میں عشق محمد ﷺ سے اجالا کیا۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے ان قائدین نے واقعہ کربلا کی روشنی میں ضیاء آمریت کی دھجیاں بکھیر دیں۔ مولانا نیازی نے ہر جلسے میں صدر ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) کو مخاطب کرتے ہوئے ملک کو درپیش مسائل کے حل کے لئے گول میز کانفرنس بلانے، آزادانہ انتخاب کرانے پر زور دیا۔ مولانا نے واضح کیا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ ہی ہمارے مسائل کا حل ہے۔ صدر ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) اس کے نفاذ سے پہلوتہی کر کے اپنے اقتدار کو دوام بخش رہے ہیں اور یزید کی پیروی کرتے ہوئے ہر جائز وناجائز طریقے سے اقتدار سے چمٹے ہوئے ہیں۔ صدر صاحب آئے دن نئے نئے شوشے چھوڑتے رہتے ہیں تاکہ قوم میں نفاق پیدا ہو۔ اب مجلس شوریٰ (مجلس آلوشورا) بنائی جا رہی ہے۔ عوام سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار بن کر آمریت کے اس بات کو پاش پاش کر دیں ورنہ ملک بحران کا شکار ہو جائے گا کیونکہ مجلس شوریٰ انتخابات کا متبادل نہیں ہے۔

اگرچہ مولانا نیازی، دردگردہ کی جان لیوا تکلیف میں مبتلا تھے مگر انہوں نے اس دورہ میں کلمہ حق کہنے کے لئے اپنی علالت کی بالکل پرواہ نہ کی۔ آپ کی یہ حق گوئی وبیباکی کی ایوان حکومت پر بم بن کر گری، حکومت بوکھلا اٹھی اور ہر سہ قائدین کو ۲۵ نومبر سے تحفظ امن عامہ آرڈیننس ۱۶ کے تحت تین تین ماہ کے لئے ان کے گھروں میں نظر بند کر دیا گیا۔(146)

حکومت پنجاب کی اس غیر قانونی اور غیر اخلاقی پابندی کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کر دی گئی۔ ممتاز قانون دان ڈاکٹر خالد رانجھا نے رٹ درخواستوں کی پیروی کی۔ مسٹر جسٹس ارشاد حسن نے تینوں رٹ درخواستوں کی سماعت کی۔(147)

مجلس شوریٰ کا قیام

۲۴ دسمبر کو صدر ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) نے مجلس شوریٰ کے قیام اور اس کے ۲۸۷ ارکان کے ناموں کا اعلان کر دیا جبکہ کہا گیا کہ ۹۳ ارکان کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ اس پر محبِّ وطن سیاستدانوں نے صدر کے اس غیر مستحسن اقدام پر کڑی تنقید کی اور اسے ملک کے لئے زہر قاتل قرار دیا۔ مولانا نیازی نے فرمایا کہ جو لوگ اس میں شامل کئے جا رہے ہیں ان کی یا تو کوئی سیاسی زندگی نہیں ہے یا انہیں سیاسی جماعتوں سے خارج کیا جا چکا ہے۔ جو لوگ اس کونسل میں شمولیت

اختیار کریں گے، قوم ان کو مسترد کر دے گی۔ جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) کو چاہئے تھا کہ کم از کم محب وطن جماعتوں کی گول میز کانفرنس بلاتے اور سیاسی رہنماؤں کے مشورے سے کوئی مثبت اور پائیدار لائحہ عمل تیار کیا جاتا۔(148)

مجلس شوریٰ کی کارکردگی

مجلس شوریٰ جیسے خوشامدی ادارے کی تشکیل کے بعد صدر ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) کے ایماء پر پاکستان دشمن عناصر نے بھانت بھانت کی بولیاں بولنا شروع کر دیں۔ ہر حکومت کے وفادار اور انگریز کے ازلی وابدی خیرخواہ سردار شوکت حیات خاں نے بانی پاکستان حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر کیچڑ اچھالا۔ اس نے ہفت روزہ ''دیہات'' راولپنڈی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ:

''قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پاکستان کے گورنر جنرل کا عہدہ قبول نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ یہ عہدہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو پیش کرنا چاہئے تھا۔''(149)

سردار شوکت حیات کی گمراہ کن تقریر

سردار شوکت حیات کے اس ملک دشمن بیان پر ملک بھر کے محبِّ وطن سیاستدانوں نے گہری تشویش کا اظہار کیا اور دلائل قاہرہ سے شوکت حیات کا رد کیا۔ مولانا نیازی نے کہا کہ سردار صاحب سٹھیا گئے ہیں اور چونکہ ان کی سیاسی زندگی اس وقت ایک سیاسی آوارہ گردی کی زندگی ہے اس لئے وہ ایسے بیانات دے رہے ہیں۔ حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز کو شکست دے کر دس کروڑ مسلمانوں کی خواہش پر یہ منصب سنبھالا تھا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن تو خود اس عہدے کا بری طرح سے خواہش مند تھا۔ اگر اس کو یہ عہدہ پیش کر دیا جاتا تو وہ پاکستان کا وجود ہی ختم کر دیتا اور اکھنڈ بھارت بنا دیتا۔ حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عہدہ سنبھال کر انگریز اور کانگریس کی سازش کو ناکام بنا دیا تھا۔(150)

تمام محب وطن لوگوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر حملہ کرنے کے جرم میں سردار شوکت حیات پر مقدمہ چلایا جائے مگر صدر ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) نے کہا کہ حکومت اس سلسلے میں کسی کے جذبات اور خیالات کے اظہار پر پابندی لگانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔(151)

صدر ضیاء الحق کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بیان حکومت نے خود دلوایا تھا اور اس سے صدر کی حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی ذات سے سرد مہری روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔

۱۷ر فروری ۱۹۸۲ کو لاہور ہائی کورٹ نے مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں کی نظر بندی کو غیر قانونی قرار دے کر حکومت پنجاب کے ۲۵ر نومبر ۱۹۸۱ء کو جاری ہونے والے احکام کی دھجیاں بکھیر دیں۔(152)

مولانا نیازی کا صدر مملکت کو انتباہ

۲۱ر فروری ۱۹۸۲ء کو مولانا، لاہور تشریف لے آئے اور روزنامہ ''نوائے وقت'' کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ملک میں ذرائع ابلاغ پر پابندیاں ہیں۔ عام انتخابات کی تاریخ متعین نہیں کی گئی۔ شریف آدمی کو ابھی تک قانونی بالادستی کا تحفظ حاصل نہیں ہے۔ حقوق العباد میں بنیادی چیز یہ ہے کہ کسی کے ساتھ ظلم ہو تو اس کی مدد کی جائے اور جو ظلم کرے اس کا ہاتھ ظلم سے روکا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسا فرض ادا کرنے کے لئے منتخب ادارے ہی ہو سکتے ہیں۔ تحریر و تقریر کی آزادی ہو تو رائے عامہ اس کا تدارک کر سکتی ہے۔ ان چیزوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ ملک میں جو سیاسی جماعتیں موجود ہیں وہ متحد ہو کر ان رکاوٹوں کو دور کریں۔ یہ رکاوٹیں سب کے لئے ہیں۔ اگر ملک کی کالعدم سیاسی جماعتیں ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے چند نکات پر جمع ہو جائیں تو ہر شخص اس اک خیر مقدم کرے گا۔ اس وسیع تر اتحاد میں کوئی رکاوٹ اس لئے نہیں ہوگی کہ اس میں نہ تو عہدوں کی کوئی لڑائی کا امکان ہے اور نہ ہی کسی کی بالادستی ہوگی۔ ہر جماعت اپنے مسائل کے حل کے لئے جدوجہد کرے گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمام جماعتیں مل کر ایک معین مدت کے لئے چند نکات کے حصول کی جدوجہد کریں اور اس کے لئے مشترکہ لائحہ عمل مرتب کریں۔

ملک میں عام انتخابات کے انعقاد اور اس کے طریق کار کے لئے صدر مملکت کو کالعدم سیاسی جماعتوں سے مذاکرات کرنے چاہئیں کیونکہ افہام و تفہیم کے بعد ہی حکومت کسی معقول اور متفق علیہ نتیجہ پر پہنچ چکی ہے۔ میرے گزشتہ تین ماہ کے مشاہدے کے مطابق ملک میں غربت و افلاس میں اضافہ ہو گیا ہے۔ رشوت و سفارش کے بغیر کوئی کام نہیں چلتا اور جب کوئی غریب کسی معاملہ میں الجھ جاتا ہے تو اہل کاروں کی عید ہو جاتی ہے۔ میری رائے میں معاشرتی اور انتظامی مسائل کا

سدباب پریس اور پلیٹ فارم کی آزادی سے ہو سکتا ہے۔

صدر ضیاء نے اپنی حالیہ تقریر میں آئین کے بارے میں کہا ہے کہ وہ الہامی نہیں ہے کہ اور شوریٰ کو سنت نبوی ﷺ قرار دیا ہے۔ یہ درست ہے کہ آئین الہامی نہیں ہے لیکن ایک ایسا آئین جس کی اسلامی دفعات میں شریعت کی بالادستی کو اس طرح تسلیم کیا گیا ہے کہ کوئی قانون، شریعت کے منافی نہیں بن سکتا اور تمام قوانین شریعت کے مطابق ڈھالے جائیں گے۔ تو اس آئین کو ایک قسم کی تقدیس اور بالادستی حاصل ہے اور خاص طور پر جب کہ آئین میں عقیدہ ختم نبوت کو اسلام کا محور و مرکز تسلیم کیا گیا ہو تو اس کی تقدیس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کہنا آئین میں شریعت کے منافی جو باتیں موجود ہیں ان میں ترمیم کی جا سکتی ہے تو یہ صرف آئین تک محدود کیا جائے۔ شریعت کی بالادستی کو تسلیم کیا جائے جس میں ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو، شریعت کے خلاف کوئی کام ہوتا دیکھے تو اس کے خلاف عدالت سے پروانہ امر حاصل کر سکے۔ شریعت کے فوجداری و دیوانی قوانین، عشرہ و زکوٰۃ پر زور دینا اپنی جگہ بجا ہے لیکن اس کا سب سے اہم حصہ جواب طلبی اور محاسبہ ہے۔ اسلامی حکومت میں بڑے سے بڑا حکمران، خدا اور خلق خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔

مجلس شوریٰ جس کا قیام سنت نبوی ﷺ ہے اس کی خصوصیات بالکل جدا ہیں۔ ابتدائی شوریٰ کے ارکان وہ عظیم المرتبت لوگ تھے جو امانت و دیانت، علم و تقویٰ میں انتخاب روزگار تھے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تھا۔ شوریٰ خاص میں ان سے اوپر وہ لوگ تھے جو عشرہ مبشرہ تھے۔ وہ جنگ، عدلیہ، انتظامیہ، علوم شرعیہ کے ماہر تھے۔ بنیادی طور پر محلہ سے شہر اور صوبہ و مرکز تک ایک نظام کے تحت منتخب ہو کر اوپر آتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ صرف منتخب امیر ہی ایسی شوریٰ مقرر کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے آیت قرآنی ''امرھم شوریٰ بینھم'' کے پیش نظر انعقاد خلافت کے لئے مشورہ کو لازم قرار دیا۔ موجودہ مجلس شوریٰ تو ایسی شوریٰ ہے جو اسلامی اصول انتخاب کی پابند نہیں اور اگر اس کا مشورہ نہ مانا جائے تو منوانے کی قوت نہیں رکھتی، ایسی مجلس شوریٰ کی کیا حیثیت ہوگی؟(153)

مجلس شوریٰ میں سیاسی مجرموں کی بھرمار

یاد رہے کہ مجلس شوریٰ میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو کسی نہ کسی طرح ہر حکومت میں شامل

رہے۔اس پر طرہ یہ کہ ایک سو کے قریب ارکان شوریٰ کا تعلق پیپلز پارٹی سے تھا۔ان سے بعض ایبڈو ہو چکے تھے اور بعض قتل جیسے سنگین جرم کے مرتکب تھے۔مگر جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) کے انتخاب کی داد دینا پڑتی ہے کہ انہوں نے انہیں پاکبازی، پرہیزگاری اور ایمانداری کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیا اور فرمایا کہ ان سب ارکان کا حسب نسب دیکھ کر نامزد کیا گیا ہے۔

صدر ضیاء الحق نے ایک اور فلسفہ جھاڑا کہ پیپلز پارٹی کا جو رکن ان کے ساتھ مل جاتا وہ محب وطن بن جاتا کیونکہ تائب ہو کر آیا ہے اور جو ساتھ نہ ملے وہ غدار وطن ہے کیونکہ اس نے "حق کی ضیاء کو قبول نہیں کیا۔" چند دن پہلے پیپلز پارٹی کے جن ارکان پر مقدمات چل رہے تھے، وہ مجلس شوریٰ کے رکن بن کر صدر ضیاء کی ناک کا بال بن گئے اور اپوزیشن لیڈر مثلاً مولانا شاہ احمد نورانی، پیر صاحب پگاڑا شریف، ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خاں اور مولانا نیازی ان کے نقطہ نظر سے ملک کے خیر خواہ نہیں پائے گئے۔ مجھے یہ کہنے کی جسارت کرنے دیجئے کہ مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں کی حب الوطنی پر شک کرنا صدر ضیاء الحق کی بہت بڑی جسارت ہے:۔

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں

مولانا نیازی دشمنوں کی نظر میں

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو (ف ۱۹۷۹ء) نے اپنی وزارت عظمیٰ کے دور میں اپوزیشن لیڈروں پر طرح طرح کے الزام لگائے مگر اخبارات گواہ ہیں کہ اس نے مولانا نیازی کے بارے میں کبھی بھی نازیبا الفاظ استعمال نہیں کئے تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ مولانا نیازی کی حب الوطنی پر شک کرنا حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی روح کو تڑپانے کے مترادف ہے۔ مولانا نیازی، جس نے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر اپنی جوانی، تن من دھن تحریک پاکستان کی نذر کر دیا اور ہر جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق بلند کر کے ساری عمر جیلوں میں گزار دی، ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر تختہ دار کو چوما اور اپنا سب کچھ پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے قربان کر دیا، اگر محب وطن نہیں ہے تو پھر مجھے یہ عرض کرنے دیجئے کہ پاکستان میں کوئی بھی محب وطن نہیں ہے۔

بھٹو دور میں جن لوگوں نے تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگایا، وہ مرد مومن جنرل ضیاء الحق کی نوازشات کی بدولت مجلس شوریٰ کے رکن بن کر محب وطن کہلائے اور

تحریک میں قربانیاں دینے والے قابل گردن زنی ٹھہرے۔اس سے بڑھ کر اور کیا ستم ظریفی ہو سکتی ہے کہ بقول محسن بھوپالی:

نیرنگیٔ سیاستِ دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

افغانستان کے مجاہدین کو امداد

۲۱/مارچ ۱۹۸۲ء کو لاہور میں پاکستان یوتھ فورس کے زیر اہتمام "یوم افغانستان" کے سلسلے میں منعقد ہونے والے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے برسر جہاد مجاہدین کی مدد کے لئے تمام مسلمانوں میں فرقہ اور علاقہ کے تعصبات کو نظر انداز کر کے مکمل اتحاد پر زور دیا اور کہا کہ تاریخ گواہ ہے کہ سمرقند و بخارا اور ہندوستان میں دشمنوں نے بلا امتیاز فرقہ جملہ مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا اور کسی نے نہیں پوچھا تھا کہ اس کا تعلق کس فرقہ سے ہے۔

مولانا نے کہا کہ ۱۹/مارچ کو ارباب سکندر خاں خلیل (ف ۱۹۸۲ء) کی یاد میں کسان ہال میں منعقد ہونے والے تعزیتی جلسے کے مقررین نے روس اور بھارت سے صلح کا مشورہ دیا تھا اور امریکہ کی مذمت کرتے ہوئے پاکستان کو اسلحہ دینے کی مخالفت کی تھی۔ ہم روسی ایجنٹوں اور جاسوسوں کے بارے میں اپنے جلسوں میں موقف بیان کر کے انہیں بتا دینا چاہتے ہیں کہ افغان عوام ہمارے بھائی ہیں اور ہم مجاہدین کی جدوجہد کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ ملک کے تمام مسلمان اس مسئلہ پر متفق ہیں اگر انہیں اپنے جذبات کے اظہار کا موقعہ دیا جائے تو یہ روسی گماشتے اس طرح بلوں میں چھپ جائیں گے جس طرح نظام مصطفیٰ ﷺ کی تحریک کے دوران چھپ گئے تھے۔ یہ لوگ پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی پر اعتراض کرتے ہیں اور بھارت کو اسلحہ فراہم کرنے پر چپ رہتے ہیں۔ اس سے ان کے پاکستان دشمن عزائم کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں ملک میں جمہوریت بحال کر کے اور پوری قوم کو متحد کر کے ان خطروں کا مقابلہ کرنا چاہئے۔(154)

مولانا نیازی کی یہ باتیں سو فیصد درست تھیں مگر صدر ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) کی حکومت تو الٹی گنگا بہا رہی تھی۔ وطن عزیز میں سوشلزم، کیمونزم کے پجاری قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی ذات والا صفات پر رکیک حملے کرنے والے، نظریہ پاکستان کی تضحیک کرنے والے تو کھلے عام دندناتے پھرتے تھے، مگر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ، نظریہ پاکستان سے وابستگی اور اس کی ضرورت واہمیت

کا احساس دلانے اور غیر اسلامی نظریات کا مقابلہ کرنے والوں کی زبان وقلم پر قدغن تھی، انہیں نظر بند اور پابہ زنجیر کر دیا جاتا تھا۔

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

سردار شوکت حیات کی قائداعظمؒ پر تنقید

سردار شوکت حیات خاں نے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو گورنر جنرل کا عہدہ قبول کرنے کی وجہ سے ہدف تنقید بنایا، ولی خاں نے قیام پاکستان کو انگریز کا شوشہ قرار دیا، افغان مہاجرین کو واپس کرنے، روس کے ایجنٹ کرمل کی افغان حکومت کو تسلیم کرنے کا کھلے عام مطالبہ کیا تو ضیاء حکومت کے کان پر جوں تک نہ رینگی مگر جب مولانا نیازی نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی بات کرتے تھے تو ضیاء حکومت کے ماتھے پر شکنیں پڑ جاتی تھیں۔ یہ فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتا ہوں کہ وہ معاملہ کی تہہ تک خود پہنچیں۔

• ۳۰/ مارچ ۱۹۸۲ء کو چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں مقامی سیاستدان رائے احمد نواز کی اقامت گاہ پر اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے سردار شوکت حیات خاں نے کہا کہ:

’’قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ واضح طور پر پاکستان کو لادینی مملکت بنانا چاہتے تھے اور مجھ جیسے جذباتی نوجوان اسی خیال سے یہ مسلم لیگ میں شامل ہوئے تھے۔‘‘ (155)

سردار صاحب کی اس نئی بدحواسی پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا نیازی نے فرمایا کہ:۔

’’پاکستان میں نظام حکومت کے بارے میں تو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا فیصلہ ۱۹۴۵ء میں پیر صاحب مانکی شریف سے ملاقات کے علاوہ حیدرآباد اور چٹاگانگ میں ان کی تقریروں سے واضح ہو گیا تھا۔ جب انہوں نے کہا تھا کہ قرآن پاک کی موجودگی میں ہمیں کسی دوسرے نظام کی ضرورت نہیں۔ دراصل سردار صاحب ان شخصیتوں میں سے ہیں جن کا اپنا کوئی اصول نہیں ہوتا اور وہ وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ میں نے آج تک حکومت سے کچھ طلب نہیں کیا لیکن اب حکومت سے یہ کہوں

گا کہ سردار صاحب کو ان کے علاج کے لئے دماغی امراض کے کسی اعلیٰ ہسپتال میں داخل کرایا جائے۔‘‘ (156)

مولانا نیازی نے تو یہ بیان دے کر اور حکومت سے سردار صاحب کے دماغی علاج کی اپیل کر کے اپنا فرض ادا کر دیا مگر افسوس کہ ضیاء حکومت نے کوئی نوٹس نہ لیا بلکہ سردار صاحب کو سب کچھ کہنے کی کھلی چھٹی دے دی۔

جماعت اسلامی کے جیالے اور ان کی سرگرمیاں

۲۲/ اپریل کو جماعت اسلامی کی ذیلی شاخ اسلامی جمعیت طلبہ کے مرکزی ناظم اعلیٰ شبیر احمد خاں اور اس کے ساتھی احسن نے لاہور سے پشاور جانے والی پرواز پر ۶۷۲، پی کے ذریعے ۳۲ بور کا پستول لے جانے کی کوشش کی تو احسن کو لاہور ہوائی اڈے پر ہی گرفتار کر لیا گیا اور پولیس نے شبیر احمد خاں کے خلاف ۲۵، ۲۰، ۱۱۶ اسلحہ آرڈیننس کے تحت کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ لاہور کے دو اخبارات ’’نوائے وقت‘‘ اور ’’جنگ‘‘ نے یہ خبر شائع کر دی۔ (157)

جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ نے اس خبر کو اپنی توہین سمجھا اور اسلامی جمعیت طلبہ کے پالتو غنڈوں نے ۲۳/ اپریل کو ’’نوائے وقت‘‘ اور ’’جنگ‘‘ کے دفاتر پر حملہ کر کے سامان توڑ دیا اور کارکنوں کو بری طرح زدوکوب کیا۔ خاتون رپورٹر سے بدسلوکی کی، ٹیلی فون کی تاریں کاٹ دیں، فرنیچر تباہ کر دیا، نقدی چھین لی، ریکارڈ پھاڑ دیا اور نعرے بازی کی۔ (158)

پورے ملک میں جماعت اسلامی کے پالتو غنڈوں کی اس غنڈہ گردی کی زبردست مذمت کی گئی مگر منصورہ میں خوشی کے شادیانے بجائے گئے اور اپنی کامیابی کے گن گائے گئے۔ جماعت اسلامی کے کسی لیڈر کو بھی یہ توفیق نہ ہوئی کہ وہ اپنے پالتوں غنڈوں کی کم از کم مذمت ہی کر دے بلکہ وہ سب کے سب منہ میں گھنگنیاں ڈال کر بیٹھ گئے۔

اس موقعہ پر مولانا نیازی نے اخبارات کے دفاتر پر اس بزدلانہ حملے کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ سارے ملک میں طلباء کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ طلباء کے اس مسلح گروہ کی پشت پناہی ایک کالعدم جماعت کر رہی ہے، جس نے ابھی تک اس غنڈہ گردی کی مذمت نہیں کی۔ اگر تشدد پسند طلباء اور ان کے پشت پناہوں کا سدباب نہ کیا گیا تو ملک دہشت پسندی کی لپیٹ میں آ جائے گا۔ آپ نے اس سلسلہ میں صدر مملکت اور گورنر پنجاب کو

خطوط بھی ارسال کئے۔(159)

ایک دوسرے بیان میں مولانا نیازی نے امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد سے مطالبہ کیا کہ وہ سرکش طلباء کو تادیباً سزا دیں جیسے والد اپنی نافرمان اولاد کو سزا دیتا ہے۔میاں صاحب آگے بڑھ کر ساری ذمہ داری قبول کریں، غنڈہ عناصر سے جماعت کو پاک کریں۔مگر افسوس کہ میاں طفیل محمد نے پراسرار خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ دیا۔(160)

لاہور میں عید کے اجتماعات

لاہور میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے اجتماعی نماز عید کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔شاید قدرت نے یہ سعادت مولانا نیازی کے حصہ میں رکھی تھی۔مولانا نیازی نے اقبال پارک میں نزد مزار حیدر سائیں" پہلی دفعہ نماز عید الفطر پڑھا کر اس مقدس کام کا افتتاح کیا۔اگرچہ لاہور کے سنیوں کی یہ پہلی اجتماعی عید تھی لیکن اجتماع کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے برسوں سے یہ سلسلہ جاری ہے۔آپ نے عید الفطر کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حکومت کو تجویز پیش کی کہ وہ عوام کو اعتماد میں لے کر ملک کے سیاسی رہنماؤں کی امداد سے ایک ایسا عبوری نظام قائم کرے جس کے تحت دفاعی تیاریوں کا اہتمام کیا جائے، ہم اپنا سب کچھ جہاد کی تیاری کے لئے قربان کر دیں گے۔(161)

اس کے بعد نماز عید الضحیٰ کا وقت آیا تو حاضری پہلے سے کئی گنا زیادہ ہوگئی۔بادشاہی مسجد کے بعد یہ سب سے بڑا اجتماع تھا۔مولانا نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کا دن ہمارے لئے احتساب کا دن ہے۔اسے نہ صرف اپنے اندر بطور ایک محاسب کے باقی رکھنا ہے بلکہ آئندہ نسلوں تک اس جذبہ کو منتقل کرنا ہے کہ اسلام ہم سے خون کی قربانیاں مانگتا ہے۔مولانا نے کہا کہ اسلام کی روحانی، اخلاقی اور اقتصادی قوت آج بھی اتنی عظیم ہے کہ اسلام ساری دنیا میں پھیل رہا ہے۔مظلوم و مجبور معاشرہ کے ٹھکرائے اچھوت ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہو رہے ہیں۔اس روحانی عظمت اور قوت کے سامنے کفر کی تمام طاقتیں ماند پڑ گئی ہیں اور اب انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ مسلمانوں کو جسمانی طور پر ختم کر دیا جائے۔افغانستان میں سرخ سامراج اور لبنان میں سفید سامراج کا گماشتہ خون آشامی کا کھیل کھیل رہا ہے۔یہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔مولانا نے لبنان میں اسرائیل کی بربریت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عالم اسلام کو چاہئے

کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر، ساری ملت کو اقتدار میں شریک کریں اور ایک متحدہ جنگی فورس قائم کی جائے جو ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو۔اگر ہم ذلت و رسوائی کا داغ نہیں دھول ڈالتے تو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی جانب سے مزید غضب و تباہی ہمارا مقدر بن جائے گی۔

مولانا نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اتحاد کے ضمن میں یہ ضروری ہے کہ مسلمان ملکوں میں باہم جو فساد برپا ہے اسے دور کرنے کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں۔خاص طور پر ایران، عراق جنگ بند کرانے کے لئے رابطہ عالم اسلامی مصالحت کا شرعی طریقہ کار اختیار کرے اور جس ملک کی زیادتی ہو، سارے مسلمان مل کر اس کو صلح پر مجبور کر دیں۔انہوں نے شہدائے لبنان کی مغفرت اور ترقی درجات کے لئے دعا مانگی اور سلامتی کونسل سے مطالبہ کیا کہ وہ ادارہ اقوام عالم کو حکم دے کہ جہاں جہاں انسانیت کے دشمن خلق خدا کو تباہ کر رہے ہیں، ان سب کو سزا دی جائے کہ نہ صرف وہ اپنے ناپاک عزائم سے باز آ جائیں بلکہ تلافی حالات کے لئے موثر اقدام کریں۔(162)

ضیاء الحق کا امریکہ کا دورہ اور مولانا نیازی کا موقف

دسمبر ۱۹۸۲ء میں خود ساختہ صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق (۱۹۸۸ء) نے امریکہ کا دورہ کیا۔اس دورہ سے قبل "نوائے وقت" نے ہر مکتبہ فکر کے سیاستدانوں سے اس سلسلہ میں انٹرویو لئے۔مولانا نیازی نے جو انٹرویو دیا وہ درج ذیل ہے:

سوال:۔آپ کے خیال میں صدر ضیاء الحق امریکی حکومت کے سامنے پاکستان کا کیس پیش کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوں گے؟

جواب:۔جب وہ جانتے ہی نہیں کہ پاکستان کا کیس ہے کیا؟ تو پیش کرنے نہ کرنے کا سوال کیسا؟ کبھی مانگے تانگے کے ہتھیاروں سے طاقت نہیں آتی۔خود صدر صاحب بار بار کہہ چکے ہیں کہ جنگ صرف فوج نہیں لڑتی بلکہ عوام کا مورال بلند ہو اور پوری قوم متحد ہو اور پوری قوم یک جان ہو کر دشمن کے خلاف نبرد آزما ہو تو اصل کامیابی نصیب ہوتی ہے۔۱۹۶۵ء کی جنگ مثال کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔آج یہی جذبہ اور یہی یگانگت مفقود ہے۔

سوال:۔کیا صدر ضیاء الحق کی ذات اہل پاکستان کے نمائندہ کی حیثیت سے امریکیوں کو قابل قبول ہوگی؟

جواب:۔ ٹی وی، ریڈیو اور اخبارات میں اپنا پرچار کر کے آپ ہر ایک کو بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ غیر ملکیوں کے سامنے ہمارا کوئی راز چھپا ہوا نہیں ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ موجودہ حکومت نے نوے دن کے اندر انتخابات کا وعدہ کیا تھا۔ پھر آپ نے الیکشن ملتوی کرائے اور یہ کہا کہ چند پردہ نشینوں نے الیکشن ملتوی کرنے کو کہا تھا۔ اول تو چاہئے یہ تھا کہ ان کو بے نقاب کیا جاتا، پھر الیکشن کا وعدہ تو آپ نے پوری قوم سے کیا تھا، چند پردہ نشینوں سے تو نہیں۔ آپ عوام کے سامنے ذمہ دار تھے۔ ''ان باتوں کا امریکیوں کو پورا پورا علم ہے۔''

سوال:۔ امریکہ کا موقف ہے کہ ہمیں کسی ملک کے اندرونی حالات سے سروکار نہیں۔

جواب:۔ اس کے اندر بھی خود فریبی ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ جنرل ضیاء ہمارے ساتھ ہے لیکن ایک ذات کا ان کے ساتھ ہونا امریکہ کو کیا فائدہ دے گا۔'' کیا شاہ ایران، امریکہ کے ساتھ نہ تھا''

سوال:۔ افغانستان کی سرحدوں سے روس کا خطرہ ہماری طرف بڑھ رہا ہے، اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں کس قسم کے حلیفوں کی ضرورت ہے؟

جواب:۔ حلیف بڑی اونچی شے ہے۔ اس وقت تو مسئلہ صرف یہ ہے کہ وقتی طور پر ہمیں اسلحے کی ضرورت ہے۔ آپ دیکھیں، اندرا گاندھی روس سے بھی فوجی امداد لے رہی ہے اور امریکہ سے بھی حاصل کر رہی ہے۔ اس نے امریکہ کا دورہ کیا اور وہ گل کھلا رہی ہے کہ ایف ۱۶ کی فراہمی میں التواء اس کے دورے کا شاخسانہ ہے۔ یہ بات سوچنے کی ہے کہ اندرا کی سیاست کیوں کامیاب ہے اور آپ کی سیاست کیوں ناکام ہے۔

بہر حال میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ آپ روئے زمین پر کسی کی امداد نہ لیں، ہر جگہ سے لیں اور بھارت کی طرح دونوں محاذوں پر کام کریں۔

سوال:۔ دونوں بڑی طاقتوں کو کس طرح مطمئن رکھا جا سکتا ہے؟

جواب:۔ اندرا گاندھی کس طرح مطمئن رکھتی ہے۔ کیا اس کے ملک میں راوی سب چین لکھتا ہے، وہاں سب سے بڑی موثر اقلیت پر ظلم توڑا جا رہا ہے۔ مخالفین پر تشدد کیا جاتا ہے، بولنے کی آزادی نہیں ہے لیکن وہاں انتخابات ہوتے ہیں، جمہوری ادارے کام کرتے ہیں۔ اس لئے بھارت پوری دنیا کے سامنے ایک جمہوری ملک کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے، کوئی ان کے اندر جھانکنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

اگر جنرل ضیاء الحق، امریکہ جانے سے پہلے کم از کم یہ اعلان ہی کریں کہ وہ ملک میں انتخابات ضرور کرائیں گے اور وہ ان مشکلات کا ذکر بھی کر دیں جو اس راستے میں درپیش ہیں۔ وہ لوگوں سے کہیں کہ آؤ مل کر ان پر قابو پائیں۔

سوال:۔ کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ برزنیف کے جانشین افغان پالیسی میں ایسی تبدیلی کریں گے جو پاکستان کے لئے مفید ثابت ہو؟

جواب:۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی پالیسی میں قابل ذکر تبدیلی نہ ہوگی۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا ایک شعر یہاں سناؤں گا:۔

ترا ناداں امید غمگساری ہا زافرنگ است
دل شاہیں نہ سوزد بہر آں مرغے کہ در چنگ است

روس کی اپنی سیاست ہے، اپنی حکمت عملی ہے، وہ گرم پانیوں تک پہنچنے کا صدیوں سے آرزو مند ہے۔ وہ پاکستان کو امریکہ کا ایک گماشتہ سمجھتا ہے اور اس کا بھی دماغ درست کرنا چاہتا ہے۔ کبھی اندرا گاندھی کو اشارہ کرتا ہے کہ کارروائی کرو، کبھی خود رعب ڈالتا ہے۔

روس کی جنگی بدمستی کو روکنے کے لئے یو این او جیسے ادارے بھی موجود ہیں لیکن اپنے ہاں بھی ایسی صورت حال پیدا کی جا سکتی ہے کہ روس یہاں کی بپھری ہوئی رائے عامہ کا مقابلہ نہ کر سکے۔ افغان مجاہدین نے یہی کر دکھایا ہے۔ وہ کوہ گراں کی طرح روسیوں کی جارح افواج کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں۔ روس پریس خود ان کی سرگرمی کو تسلیم کرتا ہے۔

سوال:۔ کیا امریکہ پاکستان کا بااعتماد حلیف ثابت ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ مسلمانوں کو یہ توقع رکھنا کہ امریکہ، اسرائیل کو چھوڑ کر ان کی مدد کرے گا، محض فریب نفس کے سوا کچھ نہیں۔ یہ حماقت ہے، نادانی کی دلیل ہے۔ پھر اگر عالم اسلام اس قیامت صغریٰ میں جو فلسطینیوں پر گزر گئی، کچھ نہ کر سکا، سوائے گلا پھاڑنے کے اور اخبارات میں سیاہی بکھیرنے کے تو دوسروں کو کیا پڑی ہے کہ ہماری مدد کریں۔

آپ نے آج تک کیا کیا؟ فلسطینیوں کے ساتھ یک جہتی کا دن منانا یوں ہی ہے جیسے کسی مظلوم مقتول کے تڑپتے ہوئے لاشے کو یہ کہنا کہ:

''اے اگلے جہان کو جانے والے! اگر تجھے کسی وقت میری مدد کی

ضرورت پڑے تو میں جو کھڑا تیرے قتل کا تماشا دیکھ رہا ہوں، مجھے امداد کے لئے بلا لینا۔''

بہر حال امریکی حکومت اور قیادت کی طرف سے عالم اسلام کے لئے اس بے حسی کے باوجود اگر انسانیت، جمہوریت اور انصاف کے نام پر دہائی دی جائے تو امریکی خارجہ پالیسی کو عالمی رائے عامہ کے ذریعے اپنے حق میں ڈھالا جا سکتا ہے۔(163)

مولانا نیازی کو ایران جانے سے روک دیا گیا

دسمبر ۱۹۸۲ء ہی میں حکومت ایران نے بسلسلہ تقریبات ربیع الاول شریف مولانا نیازی کو ۱۲ر ربیع الاول تا ۱۷ر ربیع الاول ایران کے دورے کی دعوت دی مگر گندم نما جو فروش خود ساختہ مرد مومن جنرل ضیاء الحق (۱۹۸۸ء) کی حکومت نے مولانا کو ایران جانے کی اجازت نہ دی۔(164)

مولانا نیازی کو ایران جانے کی اجازت نہ دے کر حکومت پاکستان کو کیا فائدہ حاصل ہوا، یہ تو ارباب حکومت ہی جانتے ہیں مگر اس غلط اقدام کی وجہ سے نہ صرف مسلمانان پاکستان میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی بلکہ حکومت ایران بھی پیچ و تاب کھائے بغیر نہ رہ سکی۔ ایرانی مسلمانوں کی عرصہ سے خواہش تھی کہ وہ مولانا نیازی کی زیارت کریں اور ان کے خطبات و ارشادات سے مستفیض ہوں مگر نام نہاد امیر المومنین جنرل ضیاء الحق کی حکومت نے مولانا نیازی کو ایران جانے کی اجازت نہ دے کر مسلمانان ایران کی خواہشات کا خون کر دیا۔

اس مقام پر مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیجئے کہ حکومت مولانا نیازی کے دورہ ایران سے کیوں خائف تھی، کیا مولانا نیازی کا دورہ سیاسی رنگ کا تھا، ہرگز ہرگز نہیں۔ مولانا نیازی تو مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے داعی کی حیثیت سے ایرانی لوگوں کے خون کو گرمانا چاہتے تھے، ان کو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں صرف اور صرف یہ بتانا چاہتے تھے کہ:

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

مگر واہ رے جنرل ضیاء الحق! تجھے یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ شائد مولانا نیازی کے دورہ ایران سے مارشل لاء کے غبارے سے ہوا ہی نہ خارج ہو جائے اور ضیاء آمریت کی کہانی کہیں ایرانی عوام نہ سن لیں۔ سچ ہے کہ ''اندھے کو اندھیرے میں دور کی سوجھی۔''

نشتر پارک کراچی کے عظیم اجتماع سے خطاب

۳۰ر دسمبر ۱۹۸۲ء کو مولانا نیازی نے نشتر پارک کراچی میں عید میلاد کے ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ملکی سرحدوں پر بڑھنے والے خطرات اور افغانستان میں سرخ سامراج کی جانب سے مسلمانوں کی نسل کشی کے بعد پاکستان کے مسلمانوں کے تمام طبقات کا فرض ہے کہ وہ متحد ہو جائیں اور دشمنوں کا مقابلہ کریں۔ پاکستان اس وقت دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہوا ہے، اس لئے ہمیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا چاہئے۔''

اس موقعہ پر آپ نے ملک کے تمام طبقوں میں اتحاد کے لئے ایک چار نکاتی فارمولے کا اعلان کیا جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

اول:۔ ۱۹۴۱ء میں پٹھان کوٹ میں جنم لینے والے فرقہ سمیت تمام فرقوں کو چاہئے کہ وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد اور نظریات پر جمع ہو جائیں اور اختلافی مسائل ان کی کتب کی روشنی میں حل کریں۔

دوم:۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے رسالہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کو سامنے رکھ کر اختلافی مسائل حل کریں۔

سوم:۔ ''حسام الحرمین'' اور ''دولت مکیہ'' کے جواب میں علمائے دیوبند نے ''المہند'' نامی کتب لکھی ہے اس کی وضاحت کو نافذ العمل کیا جائے۔

چہارم:۔ ''زندہ رہو اور زندہ رہنے دو'' کے نکتہ پر عمل کرتے ہوئے برصغیر کے مسلمانوں کو دشمنوں کی سازشوں کے ذریعے پیدا کردہ باہم آویزی، خانہ جنگی اور برادر کشی کے خلاف منظم کیا جائے نیز برصغیر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کے خلاف متحدہ محاذ بنائیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ احساس بڑھ رہا ہے کہ ہندو سامراج اور سرخ سامراج کسی تخصیص کے بغیر شیعہ، سنی، وہابی، دیوبندی اور بریلوی کو قتل کر رہا ہے، اس لئے مسلمانوں کے تمام فرقوں کو متحد ہو جانا چاہئے۔(165)

اتحاد بین المسلمین کا ایک قابل عمل فارمولا

۲۷ر جنوری ۱۹۸۳ء کو مولانا نیازی نے اس فارمولے کو مزید وضاحت اور تفصیل کے ساتھ

روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور میں شائع کروایا۔ بعض ازاں دیگر اخبارات نے بھی اسے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ ملک بھر میں اس فارمولے کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔ علماء ومشائخ اہلسنت تو شروع سے ہی اتحاد، امن اور آشتی کے داعی ہیں، انہوں نے تو اس فارمولے کو بنظر استحسان دیکھنا ہی تھا لیکن نہایت خوش کن امر جو سامنے آیا وہ یہ کہ علماء دیوبند و اہلحدیث نے بھی بڑی شدومد سے اس مصالحتی فارمولے کی تائید وحمایت کی۔

ذیل میں ہم تائید کرنے والے علماء ومشائخ کے چند ایک اسمائے گرامی درج کرتے ہیں:

(۱) علماء ومشائخ اہلسنت

حضور فخر ملت پیر سید حافظ محمد افضل حسین شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف ضلع سیالکوٹ، حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب بھیرہ ضلع سرگودھا، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی لاہور، سردار عبدالقیوم خان صدر آزاد کشمیر، پیر فضل الرحمٰن مجددی کابلی لاہور، مفتی غلام سرور قادری لاہور، صاحبزادہ محمد فضل کریم فیصل آباد، مولانا شمس الزمان قادری لاہور، مولانا محمد شفیع جوش ماڈل ٹاؤن لاہور، مولانا محمد رشید نقشبندی لاہور، سید مصطفیٰ اشرف رضوی خلف الرشید علامہ محمود احمد رضوی لاہور، مولانا سلیم اللہ خاں لاہور، مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کراچی، سید غضنفر علی شاہ دربار عالیہ حضرت کرمانوالہ (اوکاڑہ)، مولانا مفتی محمد حسین قادری سابق رکن سندھ اسمبلی سکھر، مولانا مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی، سرائے عالمگیر (گجرات) صاحبزادہ ابرار احمد بگوی بھیرہ ضلع سرگودھا، پروفیسر سعید احمد اسعد فیصل آباد، مولانا محمد رحمت اللہ محمدی شریف (جھنگ)، سید نذر حسین شاہ فیصل آباد، مولانا غلام محی الدین شاہ راولپنڈی، حافظ محمد اعظم نورانی لاہور، مولانا پیر ابوالطاہر محمد نقشبند پاکپتن شریف، مولانا قاضی محمد اسرار الحق راولپنڈی، مولانا محمد صدیق صاحب نقشبندی مجددی سجادہ نشین بھور شریف عیسیٰ خیل ضلع میانوالی، ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

(۲) دیگر مکاتب فکر کے علماء

مفتی جمیل احمد تھانوی، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا عبیداللہ (جامعہ اشرفیہ) لاہور، علامہ خالد محمود جمعیت علماء اسلام (برطانیہ)، مولانا عبدالقادر آزاد خطیب بادشاہی مسجد لاہور، سید اسعد گیلانی امیر جماعت اسلامی پنجاب منصورہ لاہور، مولانا محمد حنیف خیر المدارس ملتان، مولانا محمد

یوسف جامعہ اشرفیہ پشاور، حمید الرحمٰن نظام علماء شیرانوالہ گیٹ لاہور، مولانا گلزار احمد مظاہری منصورہ (لاہور)، مولانا تاج محمود فیصل آباد، پیر ابرار محمد ماڈل ٹاؤن (لاہور)، پیر محمد اشرف لاہور، مولانا عبدالقدوس پشاور یونیورسٹی، مولانا عبدالحکیم جامعہ فرقانیہ راولپنڈی، مفتی عبدالرحمٰن ساہیوال، ڈاکٹر امان اللہ خاں چیئرمین شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی، ڈاکٹر اسرار احمد لاہور، میاں فضل حق ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث، مولانا محمد مالک کاندھلوی دیوبندی وغیرہم۔(166)

لاہور کے مولانا محمد الیاس نے تو روزنامہ ''امروز'' لاہور میں ''دعوت اتحاد اور اس کا قابل عمل فارمولا'' کے عنوان سے ایک نہایت زوردار مضمون لکھ کر مولانا نیازی کے فارمولے کی زبردست تائید وحمایت کی۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ بعض علماء اہلحدیث نے اس فارمولے کو قبول نہ کیا اور مشہور اہلحدیث عالم علامہ احسان الٰہی ظہیر (ف ۱۹۸۷ء) نے اس فارمولے کو غیر واضح قرار دیا اور مولانا نیازی کی سیاسی زندگی کے کچھ عرصہ کو فرقہ واریت میں شمار کر کے بیجا تنقید کا نشانہ بنایا۔ مولانا نیازی نے وضاحت و استدراک، چہار نکاتی فارمولا، ''واضح اور مکمل ہے'' کے زیر عنوان ۷ رفروری ۱۹۸۳ء کے ''نوائے وقت'' میں علامہ ظہیر کے اعتراضات وخرافات کے ایسا مدلل جواب دیا کہ پھر کسی سے بھی کوئی جواب نہ بن پڑا۔

اس کے بعد دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء نے اپنے اندرونی خلفشار اور سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے مصالحتی فارمولے پر توجہ نہ دی اور شیعہ حضرات کے ترجمان مولانا غضنفر کراروی نے بھی مخالفت میں بیان دے کر مولانا نیازی کی کوشش کی بارآور ہونے میں رکاوٹ ڈالی۔(167)

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ مذہب وملت کے یہ ازلی وابدی دشمن ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے پر تلے رہے اور ملکی مفاد کو پس پشت ڈال دیا۔ اے کاش! علماء دیوبند، اہلحدیث اور شیعہ ٹھنڈے دل سے ''نیازی فارمولے پر غور وفکر کرتے اور اپنے ناخن تدبیر سے یہ گتھی سلجھا دیتے۔'' مگر شائد:

قسمت میں ان کی نامرادی کے دن لکھے تھے

بعد میں مولانا نیازی نے اپنے اس فارمولے کی مزید تشریح وتوضیح کر کے اسے دسمبر ۱۹۸۴ء ''اتحاد بین المسلمین، وقت کی اہم ضرورت'' کے نام سے کتابی شکل میں چھپوا دیا۔ اب تک اس کتاب کے چار ایڈیشن چھپ چکے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا ایڈیشن دسمبر ۱۹۸۴ء میں ۸/۱۸x۲۲ کے ۱۳۶ صفحات پر طبع ہوا جو جلد ہی ہاتھوں

ہاتھ لیا گیا۔ دوسرا ایڈیشن مع اضافات جدیدہ مئی ۱۹۸۵ء میں ۱۶۰ صفحات پر طبع ہوا۔ تیسرا ایڈیشن مارچ ۱۹۸۶ء میں جب کہ چوتھا ایڈیشن جنوری ۱۹۸۸ء میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ آخری ایڈیشن کے ساتھ ہی جلد دوم بھی دو صد صفحات پر محیط طبع ہوگئی۔ یہ سب ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہیں۔ مولانا کی اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ قارئین خود لگائیں۔

۱۰ر فروری ۱۹۸۳ء کو مولانا نیازی عالمی تبلیغی دورے پر روانہ ہوئے۔ حکومت پاکستان نے ہر ممکن کوشش کی کہ مولانا کو باہر نہ جانے دیا جائے مگر مولانا نے بھی کمال کر دیا کہ لاہور ہائیکورٹ میں حکومت کے خلاف رٹ کر کے مارشل لاء حکام اور نوکر شاہی کے تمام حربے ناکام بنا دیئے اور یوں ان لوگوں کے مکروہ عزائم خاک میں مل گئے جو نہیں چاہتے تھے کہ مولانا یورپ کی تثلیث زدہ فضاؤں میں وحدانیت اور عشق رسول ﷺ کا علم بلند کریں اور مغرب کی وہ پیاسی روحیں جو آب روحانیت کی ایک ایک بوند کو ترس گئی ہیں، انہیں سیراب کریں۔(168)

ایک اور عالمی دورہ

مولانا نیازی نے ہالینڈ، برطانیہ، حجاز مقدس اور عراق کا دورہ کر کے ''دہر میں اسم محمد (ﷺ) سے اجالا'' کرنے کا فرض ادا کیا۔ ۱۰ر فروری سے ۵ مارچ تک ہالینڈ میں مختلف مقامات پر بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کر کے حق و صداقت کا پھریرا لہرایا۔ ۶ر مارچ سے ۲۷ر مارچ تک برطانیہ میں حق گوئی و بیباکی کا مظاہرہ کر کے ۲۹ر مارچ کو عمرہ کے لئے سعودی عرب تشریف لے گئے اور ۹ر اپریل تک دو عمرے کرنے اور زیارت روضہ رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ۱۰ر اپریل کو بغداد روانہ ہوگئے۔ عراق میں ایک عظیم الشان کانفرنس ''موتمر الشعبی الاسلامی'' (POPULAR ISLAMIC CONFRENCE) نام سے ہو رہی تھی۔ جس میں عراقی حکومت نے مولانا نیازی اور مولانا شاہ احمد نورانی کو مدعو کیا گیا تھا۔ یہ کانفرنس دنیا بھر کے علماء اور آئمہ کی نمائندہ کانفرنس تھی، جس کا مقصد یہ تھا کہ عراق ایران جنگ بند کرانے کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ یہ کانفرنس ۱۰ر تا ۱۵ر اپریل کو بغداد میں ہو رہی تھی لیکن اس سے چند روز قبل ایران نے عراق پر تازہ حملہ کر دیا، جس کی بناء پر صدر صدام حسین کو ذاتی طور پر محاذ جنگ پر جانا پڑا۔ کانفرنس بھی چند روز کے لئے ملتوی ہوگئی اور ۱۶ر اپریل کو شروع ہوئی جس میں صدر صدام کا لکھا ہوا پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ نائب صدر عراق نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے

جنگ کا پس منظر پیش کیا۔

انہوں نے بتایا کہ جنگ ہم پر مسلط کی گئی ہے۔ ہمیں میدان میں فوجیں اتارنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود جب طائف کی مسلم کانفرنس نے مطالبہ کیا تو ہم نے ایران کی ایک ایک انچ زمین چھوڑ دی اور فوجیں پیچھے ہٹا لیں۔ اس سے ہمیں ایک اور نقصان ہوا وہ یہ کہ پہلے بصرہ، ایرانی توپوں کی زد سے باہر تھا لیکن اتحاد بین المسلمین کی خاطر ہم پیچھے ہٹے تو بصرہ ایرانی توپوں کا نشانہ بن گیا۔ عراقی نائب صدر نے اجلاس میں موجود مسلم علماء سے درخواست کی کہ وہ اس جنگ کے سلسلے میں جو بھی فیصلہ کریں گے ان کی حکومت کو منظور ہوگا اور وہ بلا چون و چرا اس پر عمل درآمد کے لئے تیار ہوں گے۔

عراق میں نیازی اور نورانی کے خطاب

نائب صدر عراق کی تقریر کے بعد اظہار رائے کے لئے مختلف ممالک کے نمائندہ علماء کو تقریر کی دعوت دی گئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی اس کانفرنس سے خطاب کیا۔ جب مرد مجاہد مولانا نیازی کی باری آئی تو آپ نے سورہ حجرات کی روشنی میں دونوں مسلم ممالک کے درمیان صلح صفائی کرانے پر زور دیا۔

کانفرنس کے متفقہ فیصلے کی روشنی میں علماء پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جسے امام خمینی سے مذاکرات کا فریضہ سونپا گیا۔ کانفرنس سے فارغ ہو کر مولانا نیازی نے عراق کے مقدس مقامات کی زیارتیں کیں اور پھر ۲۲ر اپریل کو واپس لندن چلے گئے، جہاں مختلف دینی مجالس اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کی اور قیام برطانیہ کے دوران مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان اتحاد کی عملی کوشش کی اور پھر ۶ر مئی کو واپس کراچی پہنچ گئے اور یوں یہ تاریخی دورہ اختتام کو پہنچا۔(169)

پاکستان کا نظام حکومت اور جمعیت کا فیصلہ

۱۲ر اگست کو صدر ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) نے سیاسی ڈھانچے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا نظام حکومت صدارتی ہوگا اور انتخابات مارچ ۱۹۸۵ء تک کروا دیئے جائیں گے۔ صدر کے اس اعلان پر پورے ملک میں عدم اطمینان کا اظہار کیا گیا اور کہا گیا کہ صدر اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے نت نئے حربے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ مولانا نیازی نے مجاہدانہ شان سے

اخباری بیانات اور عام جلسوں سے خطاب کر کے صدر کے اس اعلان کی دھجیاں بکھیر دیں اور صورت حال پر غور وخوض کرنے کے لئے ۲۳ راگست کو لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کا دوروزہ اجلاس طلب کر لیا۔

اجلاس کی طلبی کا اعلان ہونا تھا کہ ایوان اقتدار میں کھلبلی مچ گئی اور یہ مشورے ہونے لگے کہ کسی نہ کسی طرح اس اجلاس کو خاسر و نامراد بنا دیا جائے۔ چنانچہ حکومت نے ۲۲ راگست کو مولانا شاہ احمد نورانی اور پروفیسر شاہ فرید الحق پر یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ نوے روز کے لئے پنجاب کی حدود میں داخل نہیں ہو سکتے۔ حکومت کے اس اوچھے ہتھکنڈے کے باوجود مولانا نیازی نے اجلاس کو ملتوی نہ کیا اور مولانا نورانی کے بجائے پیر سید برکات احمد سینئر نائب صدر جمعیت علمائے پاکستان کی صدارت میں یہ اجلاس بڑے جوش وخروش کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ایک سو مندوبین نے شرکت کی اور صدر کے سیاسی ڈھانچے کو پائے استحقار سے مسترد کر دیا۔

اجلاس کے اختتام پر پنجاب جمعیت کے سیکرٹری جنرل نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اجلاس میں ہونے والے فیصلوں اور قراردادوں سے اخبار نویسوں کو آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان کی جنرل کونسل اور مجلس عاملہ کے آج کے مشترکہ اجلاس میں غور وغرض کے بعد فیصلہ کیا گیا ہے کہ حکومت کو اس کے اعلانات اور وعدوں کا پابند بنانے کے لئے حکومت کو چاہئے کہ سیاسی جماعتوں اور سیاسی سرگرمیوں کو بلا تاخیر بحال کیا جائے۔ سیاسی جماعتوں کے دفاتر کو واگزار کیا جائے اور جماعتوں کے منجمد فنڈ کو واپس ان سیاسی جماعتوں کے حوالے کر دیا جائے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں سیاسی ڈھانچے کے ذریعے جو ترامیم تجویز کی گئی ہیں ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے کیونکہ موجودہ حکومت قانون ضرورت کے تحت انتخابات کرانے کے لئے وجود میں آئی تھی، اس لئے اسے قانون سازی کا حق نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ انتخابات کے پروگرام اور نظام اوقات طے کرنے کے لئے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سیاسی جماعتوں کی کانفرنس بلائیں تا کہ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے بعد جمہوریت کی راہ ہموار ہو سکے۔ اخبارات سے پابندیاں ختم کی جائیں اور صحافیوں کو آزادی سے کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ فوجی عدالتوں کو ختم کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت ہمارے ان مطالبات کو ۳۰ رستمبر تک تسلیم نہیں کرتی تو پھر کالعدم جمعیت علمائے پاکستان یکم اکتوبر سے راست اقدام کرنے کا آغاز کر

دے گی۔(170)

راست اقدام کے اعلان سے ایوان صدارت میں پریشانی

راست اقدام کا ذکر جونہی اخبارات میں چھپا، ملک کے تمام محب وطن حلقوں نے اسے سراہا اور حالات کے نباض سیاسی لیڈروں نے اس کی بھرپور تائید وحمایت کی۔ بس پھر کیا تھا، ارباب حکومت کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ وفاقی وزراء نے مولانا نیازی اور مولانا نورانی سے ملاقاتوں کی کوششوں کا آغاز کر دیا۔ وفاقی وزیر دفاع میر علی احمد تالپور (ف ۱۹۸۷ء)، وزیر قانون شریف الدین پیرزادہ، وزیر اطلاعات ونشریات راجہ ظفر الحق اور وزیر داخلہ محمود ہارون اب اس بھاگ دوڑ میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح قائدین جمعیت سے ملاقاتیں کر کے حکومت سے مذاکرات پر آمادہ کیا جائے اور راست اقدام سے باز رکھا جائے۔ چنانچہ ۲۰ رستمبر کو وزیر دفاع علی احمد تالپور اور وزیر قانون سید شریف الدین پیرزادہ نے کراچی میں مولانا شاہ احمد نورانی اور پروفیسر شاہ فرید الحق کی رہائش گاہوں پر جا کر ملاقاتیں کیں۔ راجہ ظفر الحق وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات نے ۲۶ رستمبر کو مجاہد ملت مولانا نیازی کے گھر جا کر اسلام پورہ، لاہور میں ڈیڑھ گھنٹہ تک ملاقات کی۔ مولانا نیازی نے اس پر واضح کیا کہ جب ہمارے پانچ نکاتی مطالبات (جن کا جمعیت کی جنرل کونسل نے ۲۳ راگست کو فیصلہ کیا تھا) تسلیم نہیں کئے جاتے، ہم صدر سے ملاقات و مذاکرات کیسے کر سکتے ہیں۔ راجہ ظفر الحق نے مولانا نیازی سے کہا کہ آپ کے بیشتر مطالبات سے مجھے اتفاق ہے اور آپ اس سلسلہ میں صدر مملکت سے ملاقات کریں۔ مولانا نیازی نے ارشاد کیا کہ وہ اکیلے نہیں مل سکتے اگر صدر مملکت ملنا چاہتے ہیں تو وہ ان کی جماعت کو باضابطہ طریقے سے دعوت دیں تا کہ جماعت کے رہنما ملکی صورت حال کے بارے میں انہیں اپنے موقف سے آگاہ کریں۔(171)

۲۹ رستمبر کو حکومت کی طرف سے مولانا نیازی کو مذاکرات کی باضابطہ دعوت دی گئی۔ مولانا نیازی نے مولانا نورانی ودیگر ساتھیوں سے مشورہ کر کے راست اقدام کی تحریک کو ملتوی کر دیا کہ شائد مذاکرات سے ہی ملک وملت کی بھلائی کا کوئی راستہ نکل سکے۔(172)

اس موقعہ پر مولانا نیازی نے فرمایا کہ:

"ہم چاہتے ہیں کہ حکومت اور جمعیت علماء پاکستان کے درمیان مذاکرات کامیاب ہوں اور ملک وملت کے لئے کوئی بہتر صورت نکلے۔

ہمیں ملکی مفاد سب سے زیادہ عزیز ہے اور اس کے پیش نظر ہم نے مذاکرات پر آمادگی کا اظہار کیا ہے۔" (173)

صدر مملکت کے انداز حکمرانی پر جمعیت علماء پاکستان کا تجزیہ

مولانا نیازی کے اس بیان پر روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے مندرجہ ذیل اداریہ لکھ کر مولانا نیازی کے موقف کی بھرپور تائید کی:

"کالعدم جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خاں نیازی نے کہا کہ...... "ہمیں ملکی مفاد سب سے زیادہ عزیز ہے اور اس کے پیش نظر ہی ہم نے حکومت سے مذاکرات پر آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے یہ بات ایک اخباری انٹرویو میں کہی، اور اس توقع کا اظہار کیا کہ مذاکرات میں "فریقین اسی جذبے کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں کامیاب بنائیں گے۔"

حکومت اور جمعیت کے رہنماؤں کے درمیان مذاکرات کی تاریخ کا اعلان تو نہیں ہوا، بلکہ جمعیت کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کے پنجاب میں داخلے پر پابندی بھی نہیں اٹھائی گئی، لیکن عام احساس و تاثر یہی ہے کہ ان مذاکرات کا آغاز آئندہ چند دنوں تک ہو جائے گا۔ اس دوران میں جمعیت کے حلقوں کے حوالے سے یہ بتایا گیا ہے کہ مذاکرات کے پہلے دور میں ایجنڈے کی ترجیحات کا تعین کیا جائے گا اور اس ضمن میں انتخابی شیڈول اور اقتدار کی پرامن منتقلی کو فوقیت دی جائے گی۔ مزید برآں جمعیت کی طرف سے اس بات پر بھی زور دیا جائے گا کہ مذاکرات میں تمام جماعتوں کو شریک کیا جائے۔

یہ مذاکرات کب شروع ہوں گے اور کیا رخ اختیار کریں گے؟ یہ سوال اگرچہ اہم اور بنیادی ہے، لیکن اس کا جواب اپنے وقت پر از خود سامنے آجائے گا اور اس کے لئے زیادہ انتظار بھی نہیں کرنا پڑے گا، لیکن یہ بات اپنی جگہ اہم ہے کہ حکومت اور ایک ایسی سیاسی پارٹی کے درمیان

مذاکرات کی راہ ہموار ہوگئی ہے جو جلد انتخاب کے لئے بامقصد مذاکرات پر زور دیتی رہی ہے، بلکہ اس نے تحریک چلانے کے ارادے کا بھی اعلان کر رکھا تھا، جسے حکومت سے مذاکرات کی صورت نکل آنے پر ملتوی کر دیا گیا ہے۔

صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے بارہ اگست کے خطاب میں اگرچہ یہ اعلان کر دیا تھا کہ عام انتخاب کے بعد مارچ ۸۵ء تک عنان اقتدار لوگوں کے منتخب نمائندوں کو منتقل کر دی جائے گی، لیکن سیاسی حلقوں کے نزدیک یہ مدت بہت زیادہ ہے، چنانچہ یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے اور اسے عمومی اتفاق کا حامل بھی قرار دیا جا سکتا ہے کہ ۱۹۸۴ء کو انتخابات کا سال قرار دیا جائے۔ صدر صاحب کے متذکرہ صدر اعلان کے بعد جس دوسری بات پر بطور خاص زور دیا جا رہا ہے، وہ یہ ہے کہ عام انتخاب لازماً جماعتی بنیادوں پر ہونے چاہئیں۔ اس سلسلے میں صدر صاحب اپنے فیصلے کا مناسب وقت پر اعلان کرنے کا ذکر کرتے ہیں، لیکن سیاسی حلقے اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ انتخابات جلد اور جماعتی بنیادوں پر ہی ہونے چاہئیں۔ سیاسی حلقوں کا یہ مطالبہ بے جا نہیں ہے، بلکہ یہ اس ملک میں سیاسی و جمہوری عمل (جس میں بلاشبہ رخنے پڑتے رہے ہیں) کی تاریخ و روایت کا بھی تقاضا ہے، اور لوگوں کی سرشت و مزاج کا بھی حصہ ہے۔ حکومت اور جمعیت کے مذاکرات میں یہ معاملہ لازماً زیر بحث آئے گا، امید واثق ہے کہ ملک و قوم کے مفاد میں اس مطالبے کو تسلیم کر لیا جائے گا۔

سیاسی جماعتوں کی بحالی ایک اہم اور بنیادی معاملہ ہے۔ سیاسی جماعتوں اور سرگرمیوں پر اگرچہ اکتوبر ۱۹۷۹ء سے ہی پابندی عائد چلی آ رہی ہے، لیکن سیاسی معاملات پر، اظہار و گفتار پر، سیاسی جماعتوں سے تعلق اور وابستگی یا پھر سیاسی و نظریاتی بنیادوں پر ان کی مخالفت کی چھاپ بہت نمایاں ہے اور اس کا اظہار حالیہ بلدیاتی انتخابات میں بھی ہو چکا ہے

کہ سیاسی جماعتیں رسمی طور پر کالعدم ہونے کے باوجود برقرار ہی نہیں، غیر رسمی طور پر سرگرم بھی ہیں، اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس حقیقت کو کسی قسم کے ذہنی تحفظ کے بغیر کھلے دل کے ساتھ تسلیم بھی کر لیا جائے، اور غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کے انعقاد کا ارادہ یکسر ترک کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں انتخابات میں حصہ لینے کے لئے سیاسی جماعتوں کو اپنی تنظیم کے سلسلے میں جو کام کرنا چاہئے اس کے لئے انہیں مناسب مہلت اور موقع ضرور دینا چاہئے۔ اس ضرورت کا احساس صدر مملکت کو بھی ہے، اور پشاور کے حالیہ دورے میں انہوں نے اخباری نمائندوں سے ملاقات میں بڑے واضح الفاظ میں یہ کہا تھا کہ.......... ''انتخابی پروگرام کا اعلان اس طرح کیا جائے گا کہ سیاسی جماعتوں کو انتخابات میں حصہ لینے کے لئے خود کو منظم کرنے کے لئے کافی وقت مل جائے گا۔'' (174)

مارشل لاء حکومت سے مذاکرات

۱۰ را کتوبر ۱۹۸۳ء کو اسلام آباد میں مذاکرات ہوئے۔ جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے مولانا نیازی، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر شاہ فرید الحق، سید برکات احمد شاہ اور لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) کے ایم اظہر اور حکومت کی جانب سے صدر ضیاء الحق، وزیر دفاع علی احمد تالپور، وزیر خزانہ غلام اسحاق خاں، وزیر اطلاعات ونشریات راجہ محمد ظفر الحق، وزیر داخلہ محمود ہارون اور لیفٹیننٹ جنرل کے ایم عارف نے حصہ لیا۔

جمعیت علماء پاکستان نے ان مذاکرات کے لئے حکومت کو پانچ نکاتی ایجنڈا ارسال کیا تھا جس میں:

(۱) سیاسی سرگرمیوں کی بحالی۔

(۲) الیکشن شیڈول کا جلد اعلان۔

(۳) گول میز کانفرنس کا انعقاد۔

(۴) ۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی۔

(۵) سیاسی جماعتوں کے منجمد فنڈز کو واگزار کرنے اور فوجی عدالتوں کے خاتمے وغیرہ کے

(177) ۱۹ ء) پر عائد ہوتی ہے۔

مطالبات درج تھے۔ اسی ایجنڈے کے مد

(ف ۱۹۸۸ء) نے یہ تسلیم کیا کہ جمعیت کے مطالبات

یقین دلایا کہ وہ دوسری سیاسی جماعتوں کے ساتھ آئندہ چلقادر آزاد دیوبندی خطیب مسجد ہذا

ان نکات پر تبادلہ خیال کریں گے تا کہ کسی نتیجے پر پہنچا جا سکے۔ (ن ۱۹۸۹ء) خصوصی طور پر مدعو

مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ صدر ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) نے جزبہ رسالت لگایا تو جواباً

پیدا کر دیئے کہ کسی اور سیاسی جماعت سے اس کی ملاقات نہ ہو سکی اور معاملہ بے دت نے بدبخت

بات تو یہ ہے کہ صدر ضیاء الحق نے مذاکرات کا ڈول ڈال کر اپنا مقصد حاصل کر لیا اور . نے کے لئے

پاکستان کے وقار کو سخت دھچکا لگا۔ 'انہ اور

جمعیت علماء پاکستان کے قائدین نے صدر ضیاء الحق سے دھوکہ کھانے کے بعد پنجاب کا طوفانی دورہ کر کے اس کی دروغ گوئی، منافقت اور خود غرضانہ سیاست کا پردہ چاک کرنے کے لئے پبلک جلسوں اور پریس کانفرنس میں اصل حقائق پیش کیے۔ ''سچ کڑوا ہوتا ہے'' کے مصداق حکومت بوکھلا گئی۔

جمعیت علماء پاکستان کی قیادت بھکھی (گجرات) میں

۲ رنومبر ۱۹۸۳ء کو مولانا نیازی، مولانا نورانی، سید برکات احمد شاہ، ملک محمد اکبر ساقی اور مولانا شبیر احمد ہاشمی نے گجرات میں جمعیت علماء پاکستان کے ضلعی کنونشن سے خطاب کیا جس میں کارکنوں کی بھاری تعداد نے شرکت کی۔ رات کو بعد نماز عشاء دارالعلوم نوریہ رضویہ بھکھی شریف نزد منڈی بہاؤالدین کے ۴۲ ویں سالانہ جلسہ دستار فضیلت سے خطاب کے دوران ضیاء آمریت کو للکارا۔

مولانا نیازی نے اپنے مومنانہ اور مجاہدانہ خطاب میں فرمایا کہ وقت قریب ہے کہ منافقت کی ریشہ دوانیاں ختم ہو جائیں گی، سیاہ رات ختم ہو جائے گی اور نظام مصطفیٰ ﷺ کا نور چمکے گا۔ پاکستان، اولیاء کا فیضان ہے لیکن آج پاکستان کے ٹھیکیدار ایسے لوگ بن بیٹھے ہیں جو کہ پاکستان کی تحریک کے مخالف تھے۔ مودودی نے کہا تھا کہ ''مسلم لیگ کے مقتدی سے لے کر امام تک کسی کو اسلام کا پتہ نہیں ہے'' اور مسلم لیگ کو ایک چڑیا گھر کا نام دیا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ''کافراعظم'' اور پاکستان کو ''کافرستان'' کہا گیا اور آج یہ مودودی فرقہ ''نظریہ پاکستان اور پاکستان'' کے خالق

ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ ۹۰ دن کے لئے آنے والے اڑھائی سال بعد بھی برسراقتدار ہیں۔ موجودہ حالات بتا رہے ہیں کہ اب حکومت چلانا، ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ ہم حکومت سے جنگ نہیں چاہتے بلکہ ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت انتخابات کرانا چاہتے ہیں اور منتخب عوامی نمائندوں کو پرامن طریقہ سے اقتدار منتقل ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں، ہم کسی کے حقوق پر قبضہ کرنا نہیں چاہتے۔

پاکستان ایک سیاسی جماعت نے بنایا تھا، اس لئے پاکستان کی حکومت کے وارث سیاستدان ہیں۔ اگر ملک میں غیر سیاسی بنیادوں پر انتخابات کرائے گئے تو یہ قوم کے ساتھ مذاق ہوگا۔ غیر سیاسی بنیادوں پر منتخب ہونے والے لوگ بکاؤ مال بن جائیں گے۔ اس لئے ملک وقوم کے وسیع تر مفاد کے لئے ضروری ہے کہ بلا تاخیر منصفانہ، عادلانہ اور آزادانہ انتخابات کرائے جائیں۔ سیاسی جماعتوں پر پابندیاں ختم کی جائیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کو نہ چھیڑا جائے۔ سیاسی قیدیوں کو فی الفور رہا کیا جائے۔

جمعیت علماء پاکستان کے راہنماؤں کی صوبہ بدری

حکومت مولانا نیازی کی حق گوئی وبیبا کی برداشت نہ کرسکی۔ جلسہ کے اختتام پر مولانا اوران کے ساتھی منڈی بہاء الدین (گجرات) میں حکیم سراج الحق کی رہائش گاہ پر بغرض آرام تشریف لے گئے اور ۳ر نومبر کو علی الصبح پولیس نے تحفظ امن عامہ کے تحت تین تین ماہ کے لئے مولانا نورانی سے پنجاب بدری اور مولانا نیازی وملک محمد اکبر ساقی سے لاہور کارپوریشن کی حدود میں پابند رہنے کے احکامات کی تعمیل کرائی۔ مولانا نورانی کو بذریعہ ہوائی جہاز، کراچی پہنچا دیا جبکہ مولانا نیازی کو لاہور پہنچا دیا گیا۔(176)

ہائی کورٹ کا فیصلہ

مولانا نیازی نے حکومت کے اس غیر دانشمندانہ اقدام کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں رٹ کردی جس کی پیروی ممتاز قانون دان ڈاکٹر خالد رانجھا بار ایٹ لاء نے کی۔ ۱۷ر جنوری ۱۹۸۴ء کو ہائی کورٹ نے تینوں حضرات کی دائرہ کردہ رٹ درخواستیں منظور کرتے ہوئے حکومت پنجاب کی جانب سے جاری کئے گئے احکام غیر قانونی اور کالعدم قرار دیئے اور یوں حکومت کے ظالمانہ، جابرانہ اور آمرانہ احکام کی دھجیاں سرِ عدالت اڑتی ہوئی لوگوں نے دیکھیں، جس کی تمام تر ذمہ

داری خودساختہ مردِ مومن جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) پر عائد ہوتی ہے۔(177)

شاہی مسجد کے خطیب کی ایک ایمان سوز حرکت

۲۳ر مارچ ۱۹۸۴ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں مولانا عبدالقادر آزاد دیوبندی خطیب مسجد ہذا نے محفل قرأت کا اہتمام کیا جس میں مصر کے قاری عبدالباسط (ف ۱۹۸۹ء) خصوصی طور پر مدعو تھے۔ ان کی قرأت کے دوران کسی عاشق رسول ﷺ سنی مسلمان نے نعرہ رسالت لگایا تو جواباً دیوبندیوں نے ''مردہ باد'' کا نعرہ لگایا جس کی وجہ سے اجلاس میں عوام اہلسنت نے بدبخت گستاخ رسولؐ کی خوب پٹائی کی اور منتظمین کو اس ناپاک جسارت پر فوری اقدام کرنے کے لئے کہا گیا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے، الٹے نعرہ رسالت لگانے کے خلاف ہوگئے۔ اس بزدلانہ اور غیر ایماندارانہ روش پر پورے ملک میں غیض وغضب کی لہر دوڑ گئی اور ۱۲ر اپریل (۱۹۸۴ء) کو مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور میں ایک عظیم الشان تاریخی ''یا رسول اللہ ﷺ کانفرنس'' منعقد ہوئی جس میں لاکھوں سنی عوام اور ہزاروں کی تعداد میں علماء ومشائخ نے شرکت کی۔ اردگرد کی تمام سڑکیں بلاک ہو چکی تھیں اور ملحقہ مکانوں کی چھتوں پر لوگوں کا اژدھام تھا۔ غرض جدھر دیکھو پیارے نبی ﷺ کے پیارے غلام نظر آرہے تھے۔

جب مولانا نیازی جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو پوری فضا ''مردِ حق مردِ غازی، خان نیازی خان نیازی'' کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی اور جب تک مولانا سٹیج پر نہیں پہنچے یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ مولانا نے اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''گزشتہ سات برسوں کے دوران (جنرل ضیاء الحق کے دور میں) اندرون اور بیرون ملک ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جس سے ایک مخصوص اندازِ فکر رکھنے والے عناصر کو اس جگر پاش سانحہ کے ارتکاب کرنے کا حوصلہ ہوا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم سب مل کر مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ کریں۔ اپنے حقوق کی حفاظت کریں اور متحد ومتفق ہو کر ''دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کردیں۔'' تاکہ پھر کسی بدبخت کو ایسی نازیبا گستاخانہ حرکت کرنے کا حوصلہ نہ ہو سکے۔ موجودہ حکومت سے یہ توقع رکھنا کہ وہ ہمارے دینی مفادات کا خیال رکھے گی، عبث ہے۔ آؤ!

سب مل کر دامن مصطفیٰ ﷺ کو مضبوطی سے تھام لیں اور ہر وہ ہاتھ کاٹ دیں جو ناموس مصطفیٰ ﷺ کے خلاف اٹھے۔''

مولانا نیازی نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ:

''اگر علامہ محمود احمد رضوی کی ذات پر کوئی حملہ ہوا تو ہم بھرپور مقابلہ کریں گے۔ ہمارے سواد اعظم اہلسنت کا مطالبہ ہے کہ کملی والے آقا ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی یا توہین کرنے والوں کے لئے تعزیرات پاکستان میں سزائے موت مقرر کی جائے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ کسی بے دین یا بدعقیدہ سیاسی جماعت سے ہمارا اتحاد نہیں ہوسکتا۔ (اس پر پورا پنڈال تالیوں اور نعرہ ہائے تکبیر ورسالت سے گونج اٹھا)۔

مولانا نیازی نے مطالبہ کیا کہ:

''اہل تشیع کی طرح سنی بریلوی اوقاف کو بھی الگ کر دیا جائے۔ ایک اسلامی ملک (سعودی عرب) سے محافل میلاد النبی ﷺ منعقد کرنے والے چار سو خاندانوں کے انخلاء پر حکومت خاموش کیوں ہے؟ کنز الایمان (ترجمہ قرآن از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ) پر پابندی بھی ختم کرائی جائے۔''(178)

شاہ احمد نورانی پھر صدر چن لئے گئے

۲۸ رنومبر ۱۹۸۴ء کو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی عہدیداروں کا انتخاب مرکزی دفتر لاہور میں ہوا تو ایک بار پھر مولانا شاہ احمد نورانی کو صدر اور مجاہد ملت مولانا نیازی کو سیکرٹری جنرل متفقہ طور پر منتخب کرلیا گیا۔ گویا سواد اعظم نے یہ انتخاب کر کے مولانا نیازی کی قائدانہ صلاحیتوں کا اعتراف کیا اور انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔(179)

لندن میں میلاد کانفرنس

۳ر دسمبر ۱۹۸۴ء کو ہائیڈ پارک لندن میں پہلی مرتبہ ایک عظیم الشان اور تاریخی میلاد کانفرنس منعقد ہوئی تو مولانا نیازی نے اس متبرک ومقدس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''حضور نبی اکرم ﷺ کا لایا ہوا نظام رحمت ہی مشرق ومغرب کے تمام مسائل، مصائب اور دکھوں کا مداوا ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت اقدس تا قیامت رشد وہدایت کا روشن مینار ہے۔ نفرت، استحصال، عدم مساوات اور جرائم کا خاتمہ، نظام مصطفیٰ ﷺ کے مکمل نفاذ سے ممکن ہے۔ اسلام دور حاضر میں بھی اسی طرح قابل عمل ہے جس طرح حضور ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کے سنہری دور میں۔''

مولانا نے غیر مسلموں کے سامنے خاص طور پر رحمت کائنات ﷺ کے نوع انسانی پر احسانات کا نقشہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اس وقت دنیا اور بالخصوص اہل مغرب رنگ، نسل، زبان، علاقائیت، جارحانہ وطنیت اور ایشیائی وغیر ایشیائی نفرتوں کے جہنم میں جل رہے ہیں۔ ان مصیبتوں کا علاج اخوت بشری، حریت انسانی اور مساوات انسانی کے ربانی نظام حیات میں موجود ہے اور صرف نبی آخر زمان ﷺ کی مکمل اتباع سے ہی انسانیت امن وسکون کی زندگی بسر کرسکتی ہے۔ اسلام کے پیغام میں جامعیت (COMPR ENCIVISM)، عالمگیریت (UNIVERSALISM) ہمہ گیریت اور انجذائیت (ALL EMBRATING INCLUCIVISM) کا رنگ موجود ہے۔ ہم مسلمان ہیں اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو برحق مانیں اور صرف ایک عیسیٰ علیہ السلام یا موسیٰ علیہ السلام کو خدا کے برحق نبی نہ مانیں تو دائرہ اسلام میں باقی نہیں رہ سکتے۔ ہم خلق خدا کو عیال اللہ کا درجہ دیتے ہیں اور فوقیت وبرتری کا مقام صرف کردار کی بلندی اور تقویٰ و طہارت کو دیتے ہیں۔ اس لئے دنیا کے تمام نظام اور ادیان جہاں ناکام ہیں وہاں واحد ملجاو ماویٰ اور سعادت ونجات نظام مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے حاصل ہوسکتی ہے۔''

تقریر کے بعد یورپین پریس کے نمائندوں نے اس جدید تصور عالمگیر اتحاد پر حیرت کا اظہار

کیا۔ مولانا نے جواب دیا کہ جو کچھ ہم نے کہا ہے یہ ہمارے دینی علمی ریکارڈ میں موجود ہے اور بچپن سے ہی ہمیں اسی عالمگیر اخوت بشری کی تعلیم دی جاتی ہے۔ سارے پریس نے اس نظریہ کی تعریف کی اور مولانا کا شکریہ ادا کیا۔

اس کانفرنس کا اہتمام برطانیہ کی مختلف تنظیموں کی طرف سے مشترکہ طور پر کیا گیا تھا۔ جلسے کے بعد بسلسلہ عید میلاد النبی ﷺ ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا جس میں برطانیہ اور مختلف یورپی ممالک کے مسلمانوں اور علماؤ مشائخ نے شرکت کی۔ اس جلوس کی قیادت بھی مولانا نیازی نے کی اور جلوس کا اہتمام کرنے پر مقامی تنظیموں کو مبارکباد دی اور کہا نبی کریم ﷺ کی محبت اور اطاعت تکمیل ایمان کے لئے ضروری ہے۔ (180)

جنرل ضیاء کے ریفرنڈم پر گرفت

جنرل ضیاء الحق (ف ۱۹۸۸ء) نے اپنے اقتدار نارو ا کو دوام بخشنے کے لئے ۱۹؍ دسمبر (۱۹۸۴ء) کو ریفرنڈم کا ڈرامہ رچانے کا اعلان کیا اور قومی خزانہ سے کروڑوں روپے خرچ کر کے قوم کا استحصال کیا اور اپوزیشن کے بائیکاٹ کرنے پر کوئی ووٹر ووٹ ڈالنے نہ آیا تو جعلی ووٹ ڈلوا کر ریفرنڈم جیت لیا۔ ریفرنڈم کیا تھا، اس دور کا سب سے بڑا فراڈ تھا، دھاندلی تھی، لاقانونیت تھی جس کی تفصیل اس دور کے اخبارات میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ذرا ریفرنڈم کا سوالنامہ ملاحظہ فرمائیے اور خود فیصلہ کیجئے کہ اس میں دھوکہ دہی کے سوا اور کچھ ہے بھی کیا۔

(۱) "آیا آپ موجودہ حکومت کی پالیسیوں کی تائید کرتے ہیں۔

(۲) کیا آپ نظریہ پاکستان پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے تحفظ کے خواہاں ہیں۔

(۳) کیا آپ نفاذ اسلام کے عمل کی حمایت کرتے ہیں۔

(۴) کیا آپ اس عمل کو تیز کرنے اور مستحکم بنانے کے حق میں ہیں۔

(۵) کیا آپ چاہتے ہیں کہ ۱۲؍ اگست کے پروگرام کے مطابق ۲۳؍ مارچ ۱۹۸۵ء تک انتخابات مکمل کروائے جائیں اور ملکی سلامتی کو خطرے میں ڈالے بغیر اقتدار پر امن اور منظم طریقے سے عوام کے منتخب نمائندوں کے سپرد کیا جائے۔"

اس سوالنامہ کی جو تشریح مرد مومن مرد حق جنرل ضیاء الحق نے کی وہ اپنی مثال آپ ہے اور میرے خیال کے مطابق سیاست کی تاریخ میں کسی قوم سے یہ بڑا نادر اور منفرد مذاق ہے۔ فرماتے

ال محمد شفیع (م ش) (ف

ہیں کہ:

"اگر ووٹ ڈالنے والوں کی اکثریت نے اس سوال کا جواب "ہاں" بصیرت" (نوائے دیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ پاکستان کے عوام نے موجودہ حکومت پر تھے۔ جبکہ سٹیج اعتماد کیا ہے، اس کی پالیسیوں کی تائید کی ہے اور جنرل ضیاء الحق کو آئندہ پانچ سال کے لئے صدر منتخب کر لیا ہے۔" (181)

اب ذرا غور فرمائیے کہ سوالنامہ میں یہ کہاں لکھا ہے کہ "ہاں" کی صورت میں جنرل صاحب کو پانچ سال کے لئے منتخب کر لیا جائے گا، نہ معلوم یہ دور کی کوڑی کس بزرجمہر کے دماغ کی اختراع ہے۔ یہ تو سوال "گندم" اور جواب "چنے" والی بات ہوئی۔ معروف صحافی مجیب الرحمٰن شامی نے اپنے کالم "جلسہ عام" میں کیا خوب تبصرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"جو سوال لوگوں کے سامنے رکھا گیا ہے، وہ پروگرام کے حوالے سے ہے۔ بی بی سی نے جھٹ سے کہہ دیا کہ اس کا جواب نفی میں ممکن نہیں ہو گا کیونکہ اسلامی نظام کی مخالفت کوئی پاکستانی نہیں کر سکتا۔ کئی سیاستدان بھی اسی نقطہ نظر سے اس اعلان کو دیکھ اور دکھا رہے ہیں، لیکن غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ قوم کو اسلام کے حق میں یا خلاف ووٹ نہیں دینا۔ صدر ضیاء الحق کے "عمل" کے حق میں رائے کا اظہار کرنا ہے، اسلام کے نام پر صدر صاحب جو کچھ کر اور کہہ رہے ہیں، اسے مسترد یا قبول کرنا ہے۔ اس لئے اگر سوال کا جواب "ناں" میں دے دیا جائے تو یہ صدر صاحب کی سوچ اور علم کے خلاف جذبات کا اظہار ہو گا، اسلام کے خلاف نہیں۔ اس کے باوجود، مناسب یہی تھا کہ صدر صاحب واضح طور پر سوالی بنتے، لوگوں سے صاف صاف پوچھا جاتا کہ...... کیا آپ آئندہ پانچ سال کے لئے جنرل ضیاء الحق کو صدر منتخب کرتے ہیں؟ ایک سوال کا جواب لے کر اس کا مطلب یہ نکالنا کہ "ہاں" کر دی تو صدارت بھی پانچ سال کے لئے پکی ہو گئی، کچھ اچھا نہیں لگا۔ اس سے یہ تاثر ہوتا ہے کہ سوال بنانے والوں کو جواب بنانے والوں پر بھرپور اعتماد نہیں ہے۔ اب

بھی یہ تبدیلی کردی جائے تو بہتر ہوگا۔ میدان میں قدم رکھ ہی دیا اور
اقتدار کو دوام دینے اور قابو میں رکھنے کا فیصلہ کر ہی لیا گیا تو پھر اگر، مگر
کیوں؟ ارباب اختیار کو اگر، مگر اس قدر پسند کیوں ہے کہ وہ اگر، مگر سے
نکلنے کے باوجود اس سے نہیں نکلتے؟'' (182)

جماعت اسلامی، جمعیت اہلحدیث (لکھوی گروپ، ظہیر گروپ، روپڑی گروپ وغیرہ) و دیگر مفاد پرست لوگوں نے ریفرنڈم کی حمایت کی جبکہ جمعیت علمائے پاکستان نے ڈٹ کر مخالفت کی۔ مولانا نیازی نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ:

''میں سمجھتا ہوں کہ ریفرنڈم کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اگر یہ ریفرنڈم اس نوعیت کا ہو کہ ہم نے جو سات سال حکومت کی ہے، کیا آپ اس پر اعتماد کرتے ہیں اور کیا آپ مجھے پانچ سال کے لئے صدر منتخب کرتے ہیں تو اس میں تو کچھ وزن تھا۔'' (183)

اس انٹرویو کے بعد مولانا نیازی نے جب برطانیہ سے واپس پاکستان آئے تو ۱۸/دسمبر کو کراچی میں انہیں تین ماہ کے لئے سندھ بدری کا حکم سنایا گیا۔ (184)

قارئین کرام اس سے اندازہ لگالیں کہ ریفرنڈم کیسا منصفانہ ہوا ہوگا۔ بمشکل پانچ فیصد لوگوں نے ریفرنڈم میں ووٹ ڈالے جبکہ دوسرے تمام ووٹ جعلی طریقہ سے ڈلوا کر امیر المومنین صدر جنرل محمد ضیاء الحق ریفرنڈم جیت گئے۔

شوخی باطل نگر اندر کمین حق نشست
شپر از کوری شبیخونے زند بر آفتاب
انقلاب! انقلاب! اے انقلاب!

اتحاد بین المسلمین کی تصنیف

دسمبر ۱۹۸۴ء میں میں مولانا نیازی کی معرکۃ آراء کتاب ''اتحاد بین المسلمین'' منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی تو ہر طرف تہلکہ مچ گیا۔ آپ نے اس کتاب میں اتحاد کے لئے ایسے ٹھوس دلائل دیئے کہ ہر کسی کو آپ کی قابلیت، محنت اور دردمندی کا لوہا ماننا پڑا۔ اس کتاب کی تقریب رونمائی ۱۸/مارچ ۱۹۸۵ء کو فلیٹیز ہوٹل لاہور میں ہوئی۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی سابق چیف

جسٹس سید شمیم حسین قادری (ف 1993ء) اور مقررین معروف صحافی میاں محمد شفیع (م ش) (ف 1993ء) نامور سیاستدان سید احمد سعید کرمانی، میاں عبدالرشید کالم نگار ''نور بصیرت'' (نوائے وقت) (ف 1991ء)، خان محمد سلیم اللہ خاں اور معروف نعت گوشاعر راجہ رشید محمود تھے۔ جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض قاری عبدالحمید قادری نے انجام دیئے۔ (185)

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بھی اس کتاب کے بارے لکھا جاچکا ہے کہ مولانا نیازی نے اس میں اتحاد بین المسلمین کے لئے چار نکاتی فارمولا پیش کیا ہے جس سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ جلد ہی اس کے کئی ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔

۵/مئی ۱۹۸۵ء کو ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام لندن میں ایک عظیم الشان، فقید المثال اور عدیم النظیر تاریخی ''حجاز کانفرنس'' منعقد ہوئی جس کا مقصد سعودی حکومت کے سنی عوام پر مظالم، محافل میلاد پر پابندی، اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کے ترجمہ قرآن پاک ''کنز الایمان'' پر پابندی کے خلاف احتجاج کرنا تھا۔ مولانا نیازی اور مولانا نورانی نے اس کانفرنس میں سعودی حکومت کی متعصبانہ، غیر منصفانہ اور یکطرفہ پالیسیوں کی خوب قلعی کھولی جس سے سعودی ایوان میں زلزلہ آگیا اور وہ اپنی غلط روش پر نظر ثانی کے لئے مجبور ہوگئے۔ اس کے بعد مولانا نیازی نے عراق، برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ کا تبلیغی دورہ کیا۔ بغداد میں عراقی وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام بین الاقوامی اسلامی کانفرنس میں شرکت کی اور کانفرنس کو عراق ایران جنگ کے خاتمہ کے لئے عالم اسلام کا مشترکہ کمیشن بنانے کی تجویز پیش کی اور یہ تجویز بھی دی کہ ایک بین الاقوامی اسلامی عدالت قائم کی جائے جو عراق ایران جنگ کے بارے میں اپنا فیصلہ دے۔ اس کے بعد آپ ۱۸/مئی ۱۹۸۵ء کو واپس وطن پہنچ گئے۔ (186)

جماعت اہلسنت کے کنونشن سے خطاب

۲۲/جولائی ۱۹۸۵ء کو جامعہ فریدیہ ساہیوال میں جماعت اہلسنت پنجاب کا عظیم الیشان کنونشن ہوا۔ جس میں اطراف و اکناف پنجاب سے ہزاروں علماء مشائخ اور کارکنوں نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر آپ نے کنونشن کے لئے جو حق افروز اور باطل سوز پیغام بھیجا وہ درج ذیل ہے:-

''جماعت اہلسنت کا یہ کنونشن ایسے موقعہ پر منعقد ہو رہا ہے جبکہ ملت اسلامیہ ہر چہار جانب سے خطرات میں گھری ہوئی ہے۔ انگریز کے ناپاک تسلط سے قبل برصغیر پاک و ہند میں اور

کمزوریاں تو بہت تھیں مگر اعتقادی لحاظ سے ملت میں ایک زبردست اجماع موجود تھا۔ ۱۸۶۹ء میں حکومت برطانیہ نے ایک خصوصی کمیشن مقرر کیا جس کا مقصد اور مدعا یہ تھا کہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو ختم کر دیا جائے۔ اس کمیشن میں اعلیٰ سول افسران کے علاوہ بڑے بڑے زہریلے اور جفادری پادری بھی موجود تھے۔ تین ماہ کے بعد کمیشن نے اپنی رپورٹ پیش کی جس کی روشنی میں حکومت برطانیہ نے عالم اسلام کے لئے ایک نئی پالیسی مرتب کی۔ کمیشن کی رپورٹ میں اس امر کا کھلم کھلا اعتراف کیا گیا کہ امت محمدیہ کی وحدت واستحکام کو پرزے پرزے کرنے کے لئے ہم نے ہمیشہ ان میں غدار پیدا کئے۔ سراج الدولہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں میر جعفر، ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں میر صادق اور بہادر شاہ ظفر رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں خود ان کے چچا الٰہی بخش کو تیار کیا۔ کفار نابکار نے کبھی امی چند کے روپ میں سراج الدولہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف، پورنیہ (مشیر مال) کے روپ میں سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اور جاٹ مل کے روپ میں بہادر شاہ ظفر رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جو کچھ کیا، اس سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ مگر امت محمدیہ کی دینی، تمدنی، تہذیبی، ثقافتی اور قانونی وحدت کو ہم نہ توڑ سکے، اس کا علاج سوچا جائے۔ چنانچہ متفقہ طور پر قرار پایا کہ ان میں (یعنی اہل اسلام میں) تحریف، انحراف اعتزال، الغاد اور زندقہ کے رجحانات پھیلائے جائیں۔ اس خطرناک سکیم کے مطابق جہاد کو حرام قرار دینے کے لئے انگریزوں نے اپنے خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی کو آگے بڑھایا، اسے کسی حد تک کامیابی ہوئی مگر بحیثیت مجموعی سواد اعظم اہل اسلام نے مرزا کو مسترد کر دیا۔ اس پر انہوں نے ہمارے اندر ابلیسی فتنے پیدا کرنے کے لئے محکمہ تعلیم میں کئی علماء کی خدمات حاصل کیں۔ آپ ذرا غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مولوی مملوک علی نانوتوی سے لے کر مولوی محمود الحسن کے والد ذوالفقار علی اور مولوی شبیر احمد عثمانی کے والد فضل الرحمٰن، محکمہ تعلیم میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی لوگ ہیں جن کا تذکرہ تاریخ میں موجود ہے۔

کالے پادری اور کالے بکرے

الغرض ان کالے پادریوں نے توحید اور رسالت کی تعبیرات میں وہ وہ گل کھلائے کہ ساری ملت ابراہیمی باہمی افتراق، انتشار اور انشقاق کی لپیٹ میں آگئی۔ کہیں امکان کذب کا فتنہ پیدا ہوا تو کہیں امکان نظیر کا، کہیں شفاعت پر ردوقدح کی گئی تو کہیں توسل واستعانت کو مابہ نزاع قرار

دیا گیا اور اس طرح وہ داخلی فتنہ اٹھا کر انگریز مطمئن ہو کر اپنے استعمار کی پرورش میں لگ گیا۔ اگر مجاہد دین وملت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء اس فتنہ کے مقابلہ میں کھڑے نہ ہوتے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت مولینا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ ان فتنوں کے خلاف چومکھی لڑائی نہ لڑتے تو آج اہلسنت کا نام لینے والا کوئی نہ ہوتا، نہ آپ ہوتے اور نہ آج کی کنونشن منعقد ہوتی۔ اگرچہ شدائد وبلیات کا ہر جانب سے ہجوم ہے تاہم ہمارے اکابرین نے ملک کے اندر اور باہر اس انداز میں جدوجہد شروع کی ہے کہ مخالفین و معاندین بوکھلا اٹھے ہیں۔ خاص طور پر لندن کی حجاز کانفرنس نے نجدیت، وہابیت کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ اب ان بوسیدہ دیواروں کو ایک دھکا اور دینے کی ضرورت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی کنونشن اس سلسلہ میں ایک تاریخی پارٹ ادا کرے گی۔

ایران کی شیعیت

ہم میں سے کچھ لوگ ایران میں رافضی تحریک کو نشاۃ ثانیہ کی تحریک سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ تحریک، اہلسنت کے خلاف ننگی جارحیت کی تحریک ہے۔ ۹/اپریل ۱۹۸۵ء کو یوم علی رضی اللہ عنہ پر تقریر کرتے ہوئے امام آیت اللہ خمینی نے برملا کہا کہ عراق کے خلاف ہماری جنگ، کفر کیخلاف اسلام کی جنگ ہے، اسی طرح جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے مخالفین یعنی کفار کے خلاف لڑی تھی اور اس میں نبی (ﷺ) کے کچھ صحابی رضی اللہ عنہم بھی ان کے خلاف صف آراء ہو گئے تھے۔

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ ان عزائم مشؤمہ کی پہنچ کہاں تک ہے۔ ۴۰ لاکھ آبادی کے شہر تہران میں تقریباً ساڑھے پانچ لاکھ سنی مسلمان موجود ہیں۔ اس اسلامی انقلاب نے نہ ان کی کوئی مسجد چھوڑی ہے نہ مدرسہ اور نہ عیدگاہ۔ ہمارے بعض احباب کہتے ہیں کہ انہوں نے سارے شہر کا جمعہ ایک جگہ پر کر دیا ہے اور یوں اسلامی اتحاد جس کی قیادت دشمنان خلفائے راشدین، امہات المومنین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھ میں ہو وہ کیسا اسلامی انقلاب ہوگا۔ یہ اسی طرح کی قومیت کا نقشہ قائم کرنا چاہتے ہیں جیسے برصغیر میں موہن داس کرم چند گاندھی کرنا چاہتے تھے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ولولہ انگیز قیادت نے حق و باطل کے التباس کو ختم کر دیا۔ آپ کے اکابر علماء اور مشائخ نے بنارس سنی کانفرنس میں گاندھی کی اس پرفریب چال کو ناکام بنا دیا۔ آج آپ کے ذمہ بھی اس قسم کا ایک زبردست فریضہ سپرد کیا جارہا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ خوارج

اور روافض کو بے نقاب کرنے اور ان کے زہریلے اثرات کو ختم کرنے کے لئے آپ کو آج ہی ایک جامع پروگرام مرتب کرنا ہوگا۔

لندن میں مختلف مذاہب کے سوالات

لندن میں مجھ سے اخبار نویسوں نے سوال کیا کہ تمہارے اور نجدیوں کے درمیان کیا فرق ہے؟ میں نے جواب دیا، زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بعد المشرقین ہے اور عبد القطبین ہے۔ ہم حضور ﷺ کی محبت واطاعت کو سرمایہ ایمان وایقان سمجھتے ہیں اور ان کی ابتداء ہی توہین رسالت ہے۔ ماڈرن اصطلاع میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ ہمارے اور ان کے اختلافات کی کسی قدر مشابہت چینی کمیونزم اور روسی کمیونزم میں نظر آتی ہے۔ چینی کمیونزم، روسیوں پر الزام دھرتے ہیں کہ تم نان کانفارمسٹ (NON.CONFORMISTS) ہو، ریویونیسٹ (REVISIONISTS) ہو اور ڈیوی ایشینٹ (DEVIATIONISTS) ہو۔ یعنی غیر مقلد، ترمیم پسند اور انحراف پسند بن گئے ہو۔ ہم بھی یہی فرق واضح کرنا چاہتے ہیں۔ دینی امور کے متعلق ہمارا نقطہ نگاہ اجماعی (COMPREHENCIVE) انجذابی (INCLUCIVE) اور عالمگیر (UNIVERSAL) ہے۔ جبکہ ان کا انفصالی (EXCLUCIVE) اور اعتزالی (DEVIATION) ہے۔ مثلاً آپ لوگ یعنی عیسائی، دنیا، عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ بھی خیالات رکھتے ہو، حضور خاتم الانبیاء علیہ السلام کی رسالت کے منکر ہو حالانکہ انجیل یوحنا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کھلم کھلا اپنے پیروکاروں کی تلقین کی تھی:

"میں نے تم سے بہت سی باتیں کہنی تھیں، تم اس وقت برداشت نہیں کر سکو گے۔ میرے بعد ایک روح صداقت آئے گی جو تمہیں سب کچھ بتا دے گی، وہ میری عزت بحال کرے گی اور تمہارے ساتھ ہمیشہ رہے گی۔ تم اس کی اتباع کرو۔"

اسی طرح انجیل متی میں انہوں نے فرمایا: فارقلیط "COMFORTER" (PARACLETUS) کہ میرے بعد آنے والا...... ہے۔"

"تم نے اس کا ترجمہ کمفرٹر کیا ہے حالانکہ عبرانی زبان میں اس کا ترجمہ تعریف کیا ہوا یعنی احمد بنتا ہے۔ (THE PRAISED ONE)۔ بہرحال مقصد مناظرہ نہیں بلکہ ہم یہ بتانا

چاہتے ہیں کہ ہم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے کسی ایک کو نہ مانیں، عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانیں یا موسیٰ علیہ السلام کو نہ مانیں تو ہم مسلمان نہیں رہ سکتے۔ ہمارے حریف بھی جب تک حضور سید عالم ﷺ کی تمام صفات کاملہ کا اقرار نہ کریں "از قبیلہ مانیست" ہمارا اعلان ہوگا۔

مثال کے طور پر اگر اسلام دین و ایمان کا گنج گرانمایہ قرار دیا جائے، ہم اس کی حفاظت کے لئے دس قلعے اور فصیلیں تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً اول، توحید۔ دوم، سنت رسول ﷺ۔ سوم، سنت صدیقین۔ چہارم، سنت خلفائے راشدین۔ پنجم، سنت صحابہ۔ ششم، سنت تابعین۔ ہفتم، سنت تبع تابعین، ہشتم، سنت شہداء۔ نہم، سنت صالحین (جن میں آئمہ اہل بیت، آئمہ فقہ، آئمہ علم کلام، آئمہ حدیث، آئمہ تصوف آتے ہیں) اور دہم، اجماع امت۔

ہمارے مخالفین میں سے بعض پہلی شرط پر رک جاتے ہیں، کچھ دوسری کو مانتے ہیں اور تیسری کا انکار کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس کسی نہ کسی مرحلہ پر خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ چونکہ ہم دین کی تمام صداقتوں اور امانتوں کے امین ہیں، اس لئے ہم ہر مسئلہ پر تحفظ و حمایت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہمیں کسی سے پرخاش نہیں البتہ ہمیں ادھورے مقلدین کی ضرورت نہیں۔ قرآن پاک کا حکم ہے:

"یاایھا الذین اٰمنو ادخلوا فی السلام کافة ولا تتبو اخطوات الشیطان" (سورۃ بقرہ:۲۰۸)

(اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو)

ہمارے اس جواب سے وہ اخبار نویس مطمئن ہو گئے، بلکہ جب ہم نے کہا کہ تم ایک گمنام سپاہی کی قبر پر باہر سے آنے والے سربراہان مملکت کو لے جاتے ہو تاکہ وہ سلامی دے، نجدیوں، وہابیوں کی بدبختی اور کور مغزی دیکھئے کہ حضور علیہ السلام کے مزار مقدس سے سوگز کے فاصلے پر آپ ﷺ کے والد ماجد کا مزار موجود تھا، یہ بیرونی دنیا کو دکھا سکتے تھے کہ یہ ہمارے نبی ﷺ کے والد ماجد کا مزار ہے اور مقام ابواء پر یہاں سے ۸۰، ۹۰ میل دور حضور علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا مزار موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر ابن اللہ کے گمراہ کن عقیدے کا اور کیا رد ہو سکتا تھا اور تاریخی حقائق و واقعات کی اس دلیل سے بڑھ کر اور کون سی روشن مثال سامنے آسکتی تھی لیکن ان ناعاقبت اندیشوں نے جہاں جنت البقیع میں امہات المومنین، صحابہ کرام، خلیفہ ثالث سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اور ہزار ہا اکابرین امت محمدیہ کے مزارات منہدم کر دیئے، وہاں حضور علیہ السلام کے والد ماجد حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عاشق رسول ﷺ عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات جو کل تک موجود تھے، منہدم کر دیئے۔ ہماری جنگ قرون مظلمہ کے متعصب خونخواروں سے ہے، جو ھن اور وینڈل کی طرح سفاکیت کا کردار ادا کر رہے ہیں، ہم آزاد دنیا کو انسانی حقوق کی دہائی دیتے ہیں اور برطانیہ کو جمہوریت کا واسطہ کہ وہ ایسی حکومت اور اس کے مفتیوں کو دنیا کے سامنے ننگا کر دیں جنہوں نے کنز الایمان پر پابندی لگائی ہے اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کو جیلوں میں ڈال دیا، ان کے کاروبار تباہ کر دیئے، جائیدادیں ضبط کر لیں اور سعودی عرب سے جلاوطن کر دیا۔ خدا کے فضل و کرم سے ہمارا نقطہ نگاہ فارن پریس کی سمجھ میں آ گیا اور ٹائمز، گارڈین وغیرہ اخبارات نے جن کی اشاعت ایک ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے، ہماری کانفرنس کی خبروں کو اشاعت میں نمایاں جگہ دی۔

آپ کے اس کنونشن سے میں توقع رکھتا ہوں کہ وہ ایک قرارداد کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کرے کہ ملک میں کسی مسجد میں کسی جگہ پر صلوٰۃ وسلام پر پابندی نہ ہو اور نبی پاک ﷺ کی ذات قدسیہ کے بارے میں اشارۃً و کنایۃً کوئی توہین آمیز بات نہ کی جائے۔'' (187)

سعودی حکومت میں علماء اہلسنت پر پابندیاں

سعودی حکومت کے سُنیت پر بڑھتے ہوئے مظالم کے خلاف ۱۴ نومبر ۱۹۸۵ء کو جامع مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ لاہور میں ایک عدیم المثال ''حجاز کانفرنس'' منعقد ہوئی جس میں لاکھوں کی تعداد میں غیور سنی عوام نے شامل ہو کر سعودی حکومت کے مظالم کے خلاف آواز بلند کی۔ اس کانفرنس سے غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی (ف ۱۹۸۶ء)، پیر طریقت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی و دیگر اصاغر و اکابر نے خطاب کیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی حکومت کی طرف سے پنجاب بدری کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ اس تاریخی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت مولانا نیازی نے اپنے ولولہ انگیز اور عشق رسول ﷺ سے لبریز خطاب سے لاکھوں سامعین و حاضرین کے دلوں کو گرمایا، آپ نے حجاز کانفرنس کو اہل سنت کے حقوق کی نگہبان قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ حکومت پاکستان کی یہ نالائقی ہے کہ اس نے سعودی عرب سے نکالے گئے سینکڑوں پاکستانیوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کیا۔ موجودہ اسمبلیاں اور

وزارتیں جعلی ہیں ہم ان کو تسلیم نہیں کرتے۔ اگر ان ممبروں اور وزیروں میں سے کسی نے اہلسنت کے حقوق غصب کرنے کی کوشش کی تو اہلسنت بڑے سے بڑے ہمالیئے سے بھی ٹکرا جائیں گے۔ گورنر پنجاب (غلام جیلانی خاں) نے ہمارے بے شمار ساتھیوں کو کانفرنس میں آنے سے روکا، صوبے بھر کی انتظامیہ نے جماعت کے رہنماؤں کو روکا۔ احمد پور شرقیہ (بہاولپور ڈویژن) کے ممتاز عالم دین مولانا منظور احمد فیضی کے نام گورنر پنجاب کے آرڈر پر مبنی چٹھی (یہ چٹھی نیازی صاحب نے اجتماع میں پڑھ کر سنائی، قصوری) میں گورنر نے حجاز کانفرنس کو فرقہ وارانہ قرار دے کر کسی دانشمندی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سعودی حکومت نے اقوام متحدہ کے چارٹ اور بین الاقوامی انسانی حقوق کو غصب کر رکھا ہے۔ اگر ہمارے حقوق کے غصب ہونے پر ہم نے آواز اٹھائی تو یہ فرقہ وارانہ نہیں بلکہ آہ مظلوماں ہے۔ تم نے دو سال پہلے اتحاد کی دعوت دی تھی مگر منبر و محراب کے اجارہ داروں نے اتحاد نہیں ہونے دیا۔ آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے برصغیر کے تمام مسلمان سنی عقیدہ رکھتے تھے۔ ترکوں کے زمانہ میں حجاز مقدس میں بھی انسانی حقوق پر پابندی نہ تھی مگر موجودہ حکمرانوں نے تمام اخلاقی قدروں کو تباہ کر دیا ہے۔ (188)

لندن میں حجاز کانفرنس

حجاز کانفرنس کی بھرپور کامیابی سے نجدی ایوان میں لرزہ طاری ہو گیا۔ نجدی ایجنٹوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی اور حکومت کو بھی معلوم ہو گیا کہ اب سوئے ہوئے شیروں نے انگڑائی لے لی ہے۔ قومی اخبارات نے اس کانفرنس کا وزن محسوس کر کے اس کو سراہا اور تاثراتی مضامین شائع کئے۔ روزنامہ ''جنگ'' لاہور کے صہیب مرغوب کا مضمون قارئین کی دلچسپی کے لئے نقل کیا جاتا ہے:۔

''گزشتہ دنوں لاہور میں کالعدم جمعیت علمائے پاکستان نے ''حجاز کانفرنس'' کا انعقاد کیا، جس میں شرکت کے لئے اس کے مرکزی قائدین ملک کے قرب و جوار سے لاہور پہنچے۔ اجلاس میں شرکت کے لئے علامہ احمد سعید کاظمی بھی خاص طور پر لاہور تشریف لائے۔ گزشتہ دنوں ان کی طبیعت ناساز رہی۔

سیاسی حلقوں کے نزدیک کالعدم جمعیت علمائے پاکستان کی حجاز

کانفرنس ایک بڑی سیاسی کوشش ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نورانی میاں اب اپنی سیاسی جماعت کیساتھ سیاسی اکھاڑے میں اترنے والے ہیں جہاں ایک عرصہ تک ان کے مراسم کالعدم ایم آر ڈی کے ساتھ اچھے اور دوستانہ رہے ہیں وہاں اب اس میں کچھ کچھ ”جدائی“ کے آثار بھی دکھائی دینے لگے ہیں۔

اگرچہ حجاز کانفرنس کا انعقاد ایک مذہبی نقطہ نظر سے کیا گیا تھا مگر جب بھی کوئی سیاسی جماعت کوئی بھی قدم اٹھاتی ہے تو اس کے پیش نظر اصل تو سیاسی مقاصد ہی ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعے وہ اپنی سیاسی جدوجہد کو نئے موڑ پر لانا چاہتی ہے پھر کالعدم جمعیت کی یہ کوشش ایک ایسے دور میں ہو رہی ہے جب رکنیت سازی تقریباً اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ پورے ملک میں تنظیم کو ٹھوس بنیادوں پر استوار کرنے کا کام بھی آخری مرحلے میں داخل ہو گیا ہے اور اب پورے ملک میں نئے رکنیت فارموں کی روشنی میں عہدیداروں کا چناؤ باقی رہ گیا ہے۔ دوسری طرف حکومت بھی سیاسی جماعتوں کی بحالی کی طرف بڑھ رہی ہے اور جہاں ایک طرف آٹھویں ترمیم کا بل منظور کروا چکی ہے، وہاں دوسری طرف اب سیاسی جماعتوں کی بحالی کا ایکٹ بھی منظوری کے قریب پہنچ چکا ہے۔ آٹھویں ترمیم کی طرح اس ایکٹ کی منظوری کے راستے میں کوئی بڑی رکاوٹ نہیں ہے۔

مارشل لاء کے دوران جمعیت علمائے پاکستان کا سیاسی وقار

مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خاں نیازی، جنرل کے ایم اظہر، پروفیسر شاہ فرید الحق، پیر سید برکات احمد شاہ، قاری عبدالحمید قادری، مولانا عبدالتواب اچھروی اور ملک محمد اکبر ساقی وغیرہ رجسٹریشن کی پابندیوں کے اصول پر اتفاق کرتے ہیں۔ قبل ازیں ان کی جماعت سابقہ قوانین کے مطابق رجسٹریشن بھی کروا چکی ہے۔ اب بھی قوانین میں جس نوعیت کی تبدیلیاں کی گئی ہیں، ان میں سے یہ جماعت اور دوسری

جماعتیں اصول طور پر اتفاق کرتی ہیں۔ اصل جھگڑا صرف اس امر کا ہے کہ موجودہ حکومت ان ترامیم کا اختیار رکھتی بھی ہے کہ نہیں۔ جبکہ کالعدم جمعیت گزشتہ مرتبہ رجسٹریشن کروا کر حکومت کو اس کا اختیار دے چکی ہے۔

پنجاب میں کالعدم جمعیت تین لاکھ کے قریب رکن بنانا چاہتی ہے۔ جمعیت کے ترجمان کا کہنا ہے کہ وہ یہ ٹارگٹ پورا کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اس کے لئے کئی کنونشن بھی منعقد ہو چکے ہیں۔ صوبہ پنجاب کا تربیتی کنونشن بھی منعقد ہو رہا ہے۔ توقع ہے کہ سیاسی جماعتوں کی بحالی کے فوراً بعد جمعیت علماء پاکستان سب سے پہلے اپنے انتخابات کرائے گی، کیونکہ حکومت جماعت کے اندرونی انتخابات کو بھی رجسٹریشن کے لئے ایک بنیادی شرط قرار دے چکی ہے۔ ان انتخابات کے وقت کا تعین جنرل کونسل کرے گی۔ تاہم جمعیت علمائے پاکستان نے اس کے لئے ہر تیاری مکمل کر لی ہے۔ حجاز کانفرنس کا انعقاد کر کے وہ عوامی قوت کا جائزہ بھی لے چکی ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کا منشور

منشور کی تیاری کے لئے بھی مولانا نورانی نے ۳ رکنی کمیٹی کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ جلد از جلد منشور مکمل کر کے اشاعت کے لئے بھیج دیں۔ منشور کمیٹی شاہ فرید الحق، مولانا عبدالستار خاں نیازی اور پیر برکات احمد شاہ پر مشتمل ہے۔

حجاز کانفرنس کے انعقاد میں اگرچہ جماعت اہلسنت پاکستان، یوتھ کونسل، ورلڈ اسلامک مشن اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کی کوششوں کا ذکر بھی کیا جاتا ہے مگر عملی طور پر اگر پردہ اٹھایا جائے تو ان سب کے پیچھے کالعدم جمعیت علمائے پاکستان ہی ظاہر ہوگی۔ یہ جمعیت علمائے پاکستان ہی کے مختلف نام ہیں۔ اس کانفرنس کے ذریعے سے یہ رہنما عوام کو اور دوسری حکومتوں کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ وہ متحد اور منظم ہو کر کام

کریں۔ان کے پاس وسائل ہیں، افرادی قوت ہے اگر کسی چیز کی کمی ہے تو وہ اتحاد کی ہے۔ اگر وہ سب مل کر کام کریں تو اہل سنت کے مسائل حل کئے جاسکتے ہیں اور وہ پوری دنیا میں ایک قوت بن کر ابھر سکتے ہیں۔ اس کے لئے حج کے موقع سے بھی فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اس وقت تمام رہنماؤں کو باہم ملکر دنیا بھر کے مسلمانوں کی فلاح کے لئے سوچنا چاہئے۔

تاہم بعض حلقوں نے اس کانفرنس کے انعقاد کو ایک فرقہ ورانہ کوشش قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس طرح ملک میں فرقہ واریت کو ہوا دی جارہی ہے مگر جمعیت کے رہنماؤں نے اس کی پرزور تردید کی یہ خالصتاً دینی جذبے کے تحت منعقد کی جارہی ہے۔

اگرچہ کانفرنس کے انعقاد کے لئے موچی دروازے کی جگہ کا اعلان کیا گیا تھا مگر اس وقت جمعیت کے رہنماؤں نے متبادل جگہ بھی ذہن میں رکھی ہوئی تھی کہ اگر حکومت نے موچی دروازے میں انعقاد کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی تو پھر ''حجاز کانفرنس'' بادشاہی مسجد میں منعقد ہوگی لیکن حکومت کے ساتھ سمجھوتے کے نتیجے میں بادشاہی مسجد کی بجائے داتا دربار کی مسجد کا انتخاب کیا گیا۔ ان مذاکرات میں حکومت کی نمائندگی وزیر اوقاف (پنجاب) ملک خدا بخش ٹوانہ نے کی، کانفرنس کامیاب رہی اور اس میں توقع سے بڑھ کر حاضرین نے شرکت کی۔

اس حجاز کانفرنس میں بیرون ملک سے شرکت کرنے کے لئے بھی وفود آئے تھے۔ اس طرح کانفرنس کو بین الاقوامی اہمیت دینے کی مساعی کی گئی ہیں۔'' (189)

حجاز کانفرنس کی کامیابی سے بوکھلا کر نجدیوں وہابیوں نے ۲۹ رنومبر کو مسجد قدس اہلحدیث چوک دالگراں لاہور میں ایک جلسہ منعقد کر کے حضور سید عالم ﷺ سے اپنی چھپی ہوئی دشمنی اور خبث باطن کا پورا پورا ثبوت دیا۔ اس کانفرنس میں خطیب مسجد ہذا مولوی عبدالقادر روپڑی جیسے ازلی وابدی گستاخ رسول ﷺ کے علاوہ خودساختہ ''علامہ'' احسان الٰہی ظہیر (ف ۱۹۸۷ء) اور

کانگریس مولوی معین الدین لکھوی وغیرہ نے تقریریں کر کے جی بھر کر اہلسنت کو شرعی گالیاں دیں اور عید میلاد النبی ﷺ کے جلوسوں، درود وسلام، اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کے ترجمہ قرآن پاک ''کنزالایمان'' پر پابندی وغیرہ لگانے کی مذموم قرارداد یں پاس کر کے اپنے آپ کو خوب ننگا کیا اور اپنی خفی وجلی رسول دشمنی کا مظاہرہ کیا۔ (190)

گستاخان رسول ﷺ کو مولانا نیازی نے للکارا

نجدیوں کی ان خباثتوں پر مولانا نیازی نے ارشاد کیا کہ سرکار دوجہاں حضرت محمد ﷺ کے یوم ولادت پر میلاد النبی ﷺ کے جلوسوں پر پابندی کا مطالبہ گستاخانِ رسول ﷺ کی سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے۔ آپ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس معاملے میں خاموش تماشائی بننے کی بجائے امت مسلمہ میں نفاق پیدا کرنے والے سازشیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے اقدامات کرے۔ گزشتہ دنوں ایک انتہائی مختصر سے اجتماع میں سید الحرمین شریفین سے اظہار عقیدت و محبت کے جلوسوں پر پابندی کا مطالبہ محسن کائنات (ﷺ) کے احسانات سے انکار کی جسارت کے مترادف ہے۔ اس مختصر سے اجتماع میں اولیاء کرام کے مزارات کے بارے میں نازیبا الفاظ، عقیدت مندوں کے لئے ''جرائم پیشہ'' کے الفاظ کا استعمال، ان کے حرمین شریفین میں داخلے پر پابندی، اہل سنت و جماعت کے متفق علیہ ترجمہ کنزالایمان پر قدغن، درود وسلام کی عالمگیر اور مقبول خاص وعام شکل کو محدود کرنے کی احمقانہ تجویز اور حرمین شریفین کو ذاتی ملکیت قرار دینے کے مطالبات اسلامیان پاکستان بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے اندر انتشار اور خلفشار پیدا کرنا ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ اس ضمن میں خاموش تماشائی بننے کے بجائے گستاخان رسول ﷺ کی سوچی سمجھی سازش کا قلع قمع کرنے کے اقدامات کرے۔ (191)

مولانا نیازی کی اس للکار کے بعد نجدی مولوی ایسے خاموش ہوئے جیسے برسوں سے انہیں خاموشی کے دورے پڑ رہے ہوں۔

عراقی وفد کی لاہور آمد

حکومت عراق کا ایک وفد عراقی وزیر اوقاف سید عبداللہ فاضل کی سربراہی میں پاکستان کے دورے پر آیا تو ۳۰ رنومبر ۱۹۸۵ء کو جمعیت علمائے پاکستان کے زیر اہتمام لاہور میں مولانا نیازی کی سربراہی میں اس وفد کو عشائیہ دیا گیا۔ عشائیے میں عراق کے ڈاکٹر محمد شریف، ڈاکٹر عرفان

عبدالمجید، ڈاکٹر مبشر معروف، شیخ ایوب، شیخ عدنان، السید صلاح حسن، السید صباح سعید، پاکستان میں عراقی قونصل جنرل سید غسان حسن، سید حامد عابد کے علاوہ لاہور ہائیکورٹ کے سابق چیف جسٹس سید شمیم حسین قادری اور جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی نائب صدر جنرل کے ایم اظہر، خان سلیم اللہ خاں، میاں مسعود احمد، قاری عبدالحمید قادری، پیر اعجاز احمد ہاشمی، سید طالب حسین شاہ گردیزی اور دیگر بہت سے ارکان نے شرکت کی۔

مولانا نیازی نے معزز مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ عراق اور ایران جنگ سے امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے اور اسلامی ممالک کے سربراہوں کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن پاک کے حکم کے مطابق فریقین میں مصالحت کرائیں اور ان کی یہ پالیسی کہ "یہ سب درست ہے اور وہ سب درست ہے" حق گوئی کے آداب کے خلاف ہے۔ انہیں صاف صاف کہنا چاہیئے کہ فلاں فریق ان کی بات نہیں مانتا اور جو فریق نہ مانے اس کے خلاف موثر کارروائی کریں۔ پہلے الٹی میٹم دیں، اس کے بعد اور کارروائی کی جائے۔ مسلم ممالک کی متحدہ فوج کے ذریعے یہ مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے۔ اس مسئلہ پر گومگو پالیسی ترک کر دینی چاہیئے اور یہ کہنا چاہیئے کہ کون سا ملک صلح پر آمادہ اور کون اس جنگ کو جاری رکھنے پر مصر ہے۔ عراقی صدر (صدر صدام حسین) کئی بار کہہ چکے ہیں کہ وہ قرآن پاک کے احکام کے مطابق جنگ بند کرنے کو تیار ہیں مگر ایران نے انکار کیا ہے۔ مسلم عوام پر بھی قرآن پاک کے حکم کے پابندی اسی طرح فرض ہے جیسے سربراہان مملکت پر۔ عوام کو چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے ملک میں حکومتوں پر دباؤ ڈالیں کہ وہ احکام الٰہی نافذ کریں۔ میری عراق اور ایران سے اپیل ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف دشنام طرازی کی پالیسی ترک کر دیں۔

مولانا نیازی کے اس ایمان افروز خطاب سے عراقی وفد بہت متاثر ہوا۔ عراقی وزیر اوقاف نے مولانا نیازی و جمعیت علمائے پاکستان کے دیگر ارکان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ بغداد کانفرنس میں مولانا نیازی کی حق گوئی پر انہیں خراج عقیدت پیش کیا گیا تھا۔ حق گوئی و بیباکی مولانا نیازی کا طرہ امتیاز ہے۔ (192)

سید یوسف ہاشم رفاعی آف کویت

کویت کے سابق وزیر مملکت اور ورلڈ اسلامک مشن مشرق وسطیٰ کے صدر سید یوسف ہاشم

الرفاعی، پاکستان کے دورے پر آئے تو ورلڈ اسلامک مشن پنجاب کی طرف سے ۲ دسمبر ۱۹۸۵ء کو لاہور میں ان کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا گیا جس میں مجاہد ملت مولانا نیازی کے علاوہ جمعیت علمائے پاکستان کے پیر اعجاز احمد ہاشمی، میاں مسعود احمد (ف ۱۹۹۷ء)، ملک محمد اکبر ساقی (ف ۱۹۹۲ء)، قاری غلام رسول اور جامعہ نعیمیہ لاہور کے ناظم اعلیٰ مفتی محمد حسین نعیمی (ف ۱۹۹۸ء) نے معزز مہمان کا خیر مقدم کیا۔ مولانا نیازی نے اس موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ گزشتہ دنوں لاہور میں ہونے والی ایک کانفرنس (اہل حدیثوں کا مختصر سا اجتماع جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے) میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس پر پابندی عائد کرنے اور اس طرح کے جو اور مطالبات کئے گئے ہیں وہ بنیادی شہری حقوق کے سراسر خلاف ہیں اور کسی اور کے عقائد پر پابندی کا مطالبہ کرنا جہالت ہے۔ بنیادی حقوق کے مطابق ہر شہری کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے عقائد و مسلک پر عمل کرے، جلوس نکالے، جلسہ کرے، درود و سلام پڑھے۔ اگر کسی کو اختلاف ہے تو وہ ایسا نہ کرے لیکن یہ کہاں کی منطق ہے کہ یہ مطالبہ کیا جائے کہ دوسروں کے عقائد پر پابندی عائد کی جائے۔ ہم بزرگوں کی نشانیوں کی عزت کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی کوئی نشانی، کوئی محبت کی چیز مل جائے تو دنیا جہاں سے اسے بہتر سمجھتے ہیں۔

حضرت مولانا نیازی نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ مسلم ممالک عراق ایران جنگ بند کرانے کے لئے دونوں ممالک کو الٹی میٹم دیں اور جو ملک ان کی بات نہ مانے اسے جبراً جنگ بند کرنے پر مجبور کیا جائے۔ شیعہ سنی دونوں مل کر جلسے کریں، جلوس نکالیں جس میں جنگ بند کرنے کا مطالبہ کیا جائے اور اس مسئلے کو بین الاقوامی اسلامی عدالت میں پیش کیا جائے کیونکہ دو مسلم ممالک آپس میں جنگ کر کے مسلمانوں کی طاقت کو ضائع کر رہے ہیں۔ (193)

سرگودھا میں استقبالیہ

24 جنوری 1986ء کو مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے سرگودھا میں جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ اسمبلیوں کے ارکان نے 1973ء کے آئین کی لاش پر انتخاب لڑ کر حقیقی آئین کی توہین کی ہے اور غیر جماعتی اسمبلی اور سینٹ کی کوئی حیثیت نہیں۔ موجودہ حکومت ریڈیو اور ٹی وی پر جس اسلام کا ذکر کرتی ہے وہ تھانوں، عدالتوں، کچہریوں اور اسلام آباد میں موجود نہیں عوام کو بزدل بنا کر جنگ سے بچنا کوئی

بہادری نہیں بلکہ قوم کو جہاد کے لئے تیار کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ہمیں 1978ء میں وزارتیں اور شوریٰ میں بڑی تعداد میں نمائندگی دینے کی پیشکش کی گئی جسے ہم نے مسترد کر دیا۔ انتخابات آئینی نہیں ہوئے، ہم وقت آنے پر ٹیکس نہ دینے کی تحریک چلانے پر غور کریں گے اور موجودہ حکومت کے غیر آئینی اقدامات کو معاف نہیں کریں گے۔(194)

لاہور میں پریس کانفرنس

27/جنوری 1986ء کو لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے کہا کہ جمعیت علمائے پاکستان نے سیاسی جماعتوں کے قانون کے تحت پارٹی کی رجسٹریشن کرانے کا فیصلہ کیا ہے اور پارٹی کی جانب سے رجسٹریشن کی درخواست مقررہ وقت سے پہلے الیکشن کمیشن کو دے دی جائے گی۔ہم رجسٹریشن کے قواعد کو قبول نہیں کرتے لیکن اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے احتجاجاً رجسٹریشن کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔ پارٹی کی رجسٹریشن کرانے کے بارے میں عاملہ اور مرکزی شوریٰ میں اتفاق رائے تھا۔اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی نے اس پر غور کیا اور رجسٹریشن کرانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔سیاسی جماعتوں کے قانون کے بعد جو شاخسانے وجود میں آرہے ہیں، ان میں رجسٹریشن کے مسئلہ نے زیادہ اہمیت اختیار کر لی ہے۔

غیر جماعتی انتخابات کے بعد سینٹ، قومی وصوبائی اسمبلیوں اور صدر مملکت کے انتخابات کی حیثیت نہ صرف مشتبہ تھی بلکہ قانون کے مطابق غلط تھی اور اب حکومت نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ غیر سیاسی نظام سے حکومتی کام نہیں چلتا، اس لئے اسمبلیوں میں پارٹیاں قائم کی جائیں اور اس خواہش میں بھی حکومت اندھی ہوگئی ہے اور اس نے جماعتوں کے بحال ہونے کا انتظار نہیں کیا۔ پہلے پارلیمانی پارٹی قائم ہوئی اور اب یہ پارلیمانی پارٹی خود بخود پیدا ہو کر اپنے ماں باپ تلاش کر رہی ہے۔

ہم موجودہ حکومت کو قانونی حکومت تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے ڈی فیکٹو حکومت سمجھتے ہیں۔ انگریز دور میں بھی ہم نے سیاسی جدوجہد کے لئے ان کے قواعد قبول کئے تھے، اب بھی ہم اگرچہ رجسٹریشن اور اس کے قواعد کو بنیادی حقوق کی نفی سمجھتے ہیں۔ تاہم ہم اس رکاوٹ کو دور کر کے جو صورت بھی پیدا ہوئی اس میں جدوجہد کرنا چاہتے ہیں، سیاسی جماعتوں کے احیاء سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ اپوزیشن کی جماعتوں کا فیصلہ درست تھا کہ مادر پدر آزاد انتخابات کے مقابلے

میں جماعتی انتخابات، نظریہ پاکستان اور مملکت کی وحدت کے لئے ضروری ہیں اور اب صدر مملکت جنرل ضیاء الحق نے خود فرما دیا ہے کہ یہ منتخب ارکان اعلیٰ مقاصد اسلامائزیشن کو نظر انداز کر رہے ہیں۔" جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔" جماعتی نظام کو قبول کرنے کے بعد پہلی حماقتوں سے دستبردار ہونا پڑے گا اور اس کی تلافی کرنا ہوگی۔

1979ء میں بھی ہم نے رجسٹریشن کرائی تھی۔ اگرچہ اصولی طور پر ہم اس رکاوٹ کو قبول نہیں کرتے لیکن جب ایسے حالات ہوں تو بطور احتجاج رجسٹریشن کرائیں گے اور 1973ء کے دستور کے تحت جماعتی بنیاد پر عام انتخابات کا مطالبہ کرتے رہیں گے اور حکومت اس کو نہ مان کر جو اقدام کرے گی اس کا مقابلہ کریں گے بلکہ حکومت سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ وہ رائے عامہ کی رضامندی معلوم کرنے کے لئے کون سا میدان منتخب کرتی ہے۔ ہم رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے ہڑتال کی کال بھی دیں گے جس سے حکومت کو معلوم ہو جائے گا کہ عوام کس کے ساتھ ہیں اور اگر اس کو حکومت نے ناکافی سمجھا تو ٹیکس نہ دینے کا نعرہ بلند کریں گے۔ اگر حکومت نے اپنے کردار پر نادم ہو کر کوئی معقول حل پیش کیا تو اس پر جمعیت غور کرے گی۔ ہم نے "جیو اور جینے دو" کا اصول اپنا کر فرقہ واریت کا راستہ مسدود کر دیا ہے اور اطاعت وعشق رسول ﷺ کو بنیاد بنا کر ساری ملت کو ایک پلیٹ فارم پر سیاسی ودینی گروپوں کو جمع کر کے جہاد کے لئے تیار کرنا چاہتے ہیں جس سے ملک کا تحفظ کر سکیں گے۔

اگر ایم آر ڈی (تحریک بحالی جمہوریت) 1973ء کے آئین کے لئے جدوجہد کرے گی تو جمعیت علماء پاکستان اس سے تعاون کرے گی بلکہ ہم اس سے ایک قدم آگے ہیں۔ ہم بحالی جمہوریت برائے جمہوریت نہیں بلکہ برائے نظام مصطفیٰ ﷺ چاہتے ہیں۔(195)

قارئین کرام! آپ نے مولانا عبدالستار خان نیازی کی جرأت مندانہ پریس کانفرنس پڑھی آپ خود بنظر انصاف فیصلہ کریں کہ اگر جنرل ضیاء الحق (ف1988ء) مولانا عبدالستار خان نیازی کے ارشادات کی روشنی میں نظام حکومت استوار کرتے تو ملک گوناگوں مسائل سے دوچار ہو کر یوں مخدوش حالات کا شکار نہ ہوتا مگر جنرل صاحب کی آمرانہ پالیسی نے تمام قواعد وضوابط کو بالائے طاق رکھ کر ملکی سالمیت کو داؤ پر لگا دیا اور آج ہم سیاسی لحاظ سے چالیس برس پیچھے چلے گئے ہیں۔

جمعیت علماء پاکستان کی رجسٹریشن

28 / جنوری 1986ء کو مولانا نیازی کی ہدایت پر جمعیت علمائے پاکستان کے چیف آرگنائزر مسٹر سلیم اللہ خاں نے تمام تر کوائف کے ساتھ درخواست الیکشن کمیشن کو مہیا کر دی۔ واضح رہے کہ جمعیت علماء پاکستان نے 1979ء میں بھی رجسٹریشن کرائی تھی اور گزشتہ روز احتجاجاً پھر رجسٹریشن کرانے کا فیصلہ کیا تھا۔(196)

جمعیت علماء پاکستان کی اس احتجاجی رجسٹریشن پر روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے ''بہ امر مجبوری رجسٹریشن!'' کے عنوان سے مندرجہ ذیل اداریہ لکھا:

اداریہ نوائے وقت

''تحریک استقلال کے بعد جمعیت علمائے پاکستان نے بھی بطور احتجاج رجسٹریشن کرانے کا فیصلہ کر لیا ہے تاکہ جمعیت کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کے الفاظ میں ''واحد پارٹی اور فرد واحد کی حکومت'' کا مقابلہ کیا جا سکے۔ جمعیت کے اس فیصلہ کا اعلان سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی نے کیا ہے، اور اس کی وجہ وہی بیان کی ہے، جو تحریک استقلال کی طرف سے پیش کی گئی تھی کہ رجسٹریشن کے مخالف ہونے بلکہ اسے بنیادی حقوق کے منافی سمجھنے کے باوجود قومی سیاسیات میں رہنے کے لئے یہ فیصلہ بہ امر مجبوری کیا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں رجسٹریشن کی حد تک کم و بیش وہی صورت پیدا ہو گئی ہے، جو نومبر 1979ء کے انتخابات کے سلسلے میں سامنے آئی تھی، کہ چند سیاسی جماعتوں نے رجسٹریشن کرالی تھی اور باقی نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، لیکن نومبر 1979ء کے مقابلے میں اب صورت حال اس اعتبار سے مختلف ہے کہ فروری 85ء میں غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کرانے کے بعد پارلیمانی نظام کے لئے سیاسی جماعتوں کی ضرورت محسوس کر لی گئی ہے اور مسلم لیگ کو حکمران سیاسی جماعت کی حیثیت بھی حاصل ہو گئی ہے۔ ایم آر ڈی نے اس ضمن میں ابھی رسمی فیصلہ کرنا ہے لیکن پیپلز پارٹی نے الیکشن کمیشن کو اپنے حسابات پیش کر

دینے کا اعلان کر دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ''سیاسی طور پر زندہ رہنے کے لئے کوئی نہ کوئی صورت نکالنے'' کا خیال بھی ظاہر کر دیا ہے۔''(197)

جنگ فورم کو انٹرویو

6 / فروری 1986ء کو روزنامہ ''جنگ'' لاہور کے زیر اہتمام جنگ فورم کو مولانا نیازی نے ایک خصوصی انٹرویو دیا۔ یہ انٹرویو کیا ہے، اس پر قارئین کرام خود ہی تبصرہ فرمائیں کیونکہ ''عطر آنباشد کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' کے مصداق بلا تبصرہ ہی آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

''قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے گاندھی کے ساتھ خط و کتابت میں واضح کر دیا تھا کہ ہندوستان کے مسلمان، قوم کی ہر تعریف کی رو سے ایک قوم ہیں۔ مسلمانوں کا علیحدہ کلچر، علیحدہ تہذیب، علیحدہ سیاست، علیحدہ اقدار، علیحدہ روایات، علیحدہ تقویم اور امنگیں اور آرزوئیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ پاکستان کی بنیاد تھی۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ الہ آباد کا خلاصہ یہ تھا کہ اسلام بذات خود ایک تقدیر ہے اور مسلمان اپنی تقدیر کسی دوسرے کے حوالے نہیں کر سکتے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک امریکی صحافی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ پاکستان کا آئین ساڑھے تیرہ سو سال پہلے پیغمبر اسلام ﷺ نے مسلمانوں کو دے دیا تھا اور میں صرف اس پر عمل کرنے آیا ہوں اور اسلام میں کسی حاکم کی فرماں برداری نہیں، فرماں برداری اللہ کی ہے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے ذہن میں پاکستان کو مکمل اسلامی ریاست بنانے کا نقشہ موجود تھا اور اس کے بعد انہوں نے گاندھی کے ساتھ خط و کتابت میں یہ بات پوری صراحت کے ساتھ بیان کر دی تھی کہ مسلمان ہر لحاظ سے برصغیر میں ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی کہتے تھے کہ جب برصغیر میں پہلا مسلمان آیا تھا تو اس وقت ہی پاکستان قائم ہو گیا تھا۔

اسلام میں خون کے رشتوں، رنگ ونسل، زبان یا قومیت کو کوئی حیثیت حاصل نہیں۔حضور اکرم ﷺ کا حقیقی چچا ابولہب جب مسلمان نہ ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے خون کے رشتے کے باوجود اسے مسترد کر دیا اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا۔عتبہ کو مسترد کیا اور صہیب رومی رضی اللہ عنہ اور سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کو قبول کیا۔اس سے یہ بات پوری طرح ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان قومیت کی بنیاد وطن نہیں ہے۔ابوجہل بھی یہی کہتا تھا کہ ایک نسل، ایک قوم اور ایک وطن میں رہنے والے مسلمان علیحدہ قوم کیسے بن گئے۔یہ چیز ابوجہل کی سمجھ میں بھی نہیں آتی تھی۔آج کے سیاسی ابوجہل منافق ہیں جبکہ اس وقت کا ابوجہل کھل کر بات کرتا اور اپنے دل کی بات جرأت سے کہتا تھا۔

سیاسی ابوجہل منافقت سے کام لیتے ہوئے ہندوستان کی ہندو قوم کو ایک قوم کہتے ہیں جبکہ پاکستان کی مسلمان قوم کو قومیتوں میں تقسیم کرنے کی بات کرتے ہیں۔اگر نسل اور زبان کی بات کی جائے تو بلوچستان میں تو سات قومیں بستی ہیں۔قومیتوں کا نعرہ لگانے والے ان کا نام کیوں نہیں لیتے۔جو لوگ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے شکست کھا گئے تھے۔وہ بڑوں کی موت کے بعد آج بڑے بن بیٹھے ہیں۔یہ ملک دس کروڑ مسلمانوں کے مطالبہ پر بنا تھا۔اگر یہ ملک صوبوں کی اکثریت کے پیش نظر بنتا تو پھر برٹش بلوچستان میں شاہی جرگے سے ریفرنڈم نہ ہوتا اور نہ ہی صوبہ سرحد میں ریفرنڈم ہوتا۔پھر آج کی جو صوبائی حدود ہیں یہ ساری لکیریں انگریز نے کھینچیں۔جب برصغیر پر مسلمانوں کی حکومت تھی تو کابل سے لے کر دریائے سندھ تک ایک صوبہ تھا اور اگر انگریز دس میل ادھر لکیر قائم کر دیتا تو سندھ ادھر آ جاتا۔انگریز نے تو دو بلوچستان بنا رکھے تھے ایک برٹش بلوچستان اور دوسرا خان قلات کا بلوچستان۔کتنے افسوس کی بات ہے کہ گاندھی کی معنوی اولاد بھارت میں ایک قومیت پر زور دیتی ہے جبکہ

پاکستان میں گاندھی کے فلسفے سے انحراف کر کے کئی قوموں کے جھنڈے بلند کرتی ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اس وقت جبکہ پاکستان مشرق و مغرب سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے ہمیں صوبائی تعصبات ختم کر کے مرکزی وحدت پر زیادہ زور دینا چاہئے اور ملی وحدت کو مضبوط کر کے اندر سے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچنا چاہئے۔پاکستان کسی آئینی حکم کی وجہ سے معرض وجود میں نہیں آیا تھا بلکہ ہندوستان کے آئینی مسئلے کا حل پاکستان ہی تھا۔جو لوگ پاکستان کے صوبوں کے لئے الگ فوج اور الگ جھنڈے کی بات کر رہے ہیں ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ ایسی صورت میں ملک کہاں ایک رہے گا۔

اس کے برعکس ہمیں چاہئے کہ ہر صوبے میں اپنے جوانوں کو جنگی تربیت دے کر ملک کو مضبوط بنائیں اور ملک کی عزت وعظمت اور برتری و بقاء کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔حقائق سے صرف نظر کر کے سیاسی اختلافات اور تنازعات کو ملائیت کی پیداوار قرار دینے والے غلطی پر ہیں۔علماء نے آمریت کے خلاف یک زبان ہو کر جہاد کیا ہے۔حنیف رامے (سابق وزیر اعلیٰ پنجاب) نے اپنے ایک حالیہ بیان میں علماء کو متعصب کہا ہے۔جس معاشرے کے اندر وہ رہ رہے ہیں اس میں کوئی اگر بے پردگی، بے راہروی اور بے حیائی کو روکتا ہے تو اسے ملائیت کے تعصب کا نام نہیں دینا چاہئے بلکہ اسلام کی مستقل معاشرتی اقدار کو سامنے رکھا جانا چاہئے۔ہم برخوردار حنیف رامے سے سوال کریں گے کہ کیا بھٹو اور ان کے اختلافات ملائیت کی وجہ سے ہوئے تھے یا اس میں ان کے ذاتی اغراض اور تعصبات کارفرما تھے یا یہ ظالم ومظلوم کی جنگ تھی۔

سیاسی رہنماؤں کو خوف خدا سامنے رکھ کر بات کرنی چاہئے۔اگر انہیں جماعت اسلامی سے اختلاف ہے تو علمی اور تحقیقی انداز سے اس کا جواب

دیں، دین پر جمع ہونے کی آواز کو ملائیت نہیں کہنا چاہئے کیونکہ اس وقت بھی تمام مکاتب فکر کے علماء تحریک بحالی جمہوریت میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

ولی خان اب پاکستان سے کابل ہجرت کرنے کی بات کرتے ہیں، انہیں ہجرت کرنی ہے تو اپنے گرو گاندھی کے دیس میں جائیں۔ ولی خان نے یہ کہہ کر کہ افغان مجاہدین، امریکہ کی جنگ لڑ رہے ہیں، مجاہدین کی توہین کی ہے مجاہدین تو اپنی غیرت کے لئے لڑ رہے ہیں اور پورے عالم اسلام سمیت پاکستان کا تو فرض تھا کہ وہ اعلان جہاد کرتا اور مجاہدین کی ہر ممکن مدد کرتا بجائے اس کے کہ ہم ان کی مدد کریں پاکستان نے تو اعلان جہاد نہیں کیا اور افغانستان کی بمباریوں کے باوجود اس کا جواب نہیں دیا۔

یہ پاکستان تو افغانستان سے لڑنا نہیں چاہتا پھر امریکہ کس پاکستان کو افغانستان یا روس سے لڑانا چاہتا ہے۔ ہم نے افغان مہاجرین کو پروپیگنڈے کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ باطل کے خلاف لڑنا تو پٹھانوں کی روایت ہے۔ ولی خان کو یہ شکوہ ہے کہ جماعت اسلامی افغان مہاجرین کی امداد کیوں کر رہی ہے حالانکہ یہ خود ولی خان کا فرض تھا کہ وہ اپنے بھائی بندوں کی امداد کے لئے جماعت اسلامی سے سبقت لے جاتے مگر وہ پیچھے رہ گئے۔ انہیں چاہئے تھا کہ جماعت کی کوئی خامی تھی تو خود اسے دور کرتے...... افغانستان کو امریکہ کی جنگ کہنے والوں سے سوال یہ ہے کہ کیا افغانستان سے افغان باشندوں کو مار مار کر لاکھوں افراد کو امریکہ، پاکستان بھیج رہا ہے۔ روس نے افغانستان میں ظلم وتشدد کا بازار گرم کر کے لاکھوں لوگوں کو تہہ تیغ کیا ہے۔ اس کی مذمت کیوں نہیں کی جاتی۔ کیا روس کا رویہ قابل مذمت نہیں ہے؟

حیف ہے کہ جس روس نے پٹھانوں کی اسلامی سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا ہے، ان کے عقائد کو ختم کر دیا ہے، ان کی عزت و آبرو لوٹ لی ہے

اس کے خلاف تو ولی خان کا جذبہ انتقام نہیں بھڑکتا اور جس غریب اور بے وسیلہ ملک نے مہاجرین کی امداد کے لئے سہارا مہیا کیا، بار بار اپنی سرزمین پر بمباری اور حملے برداشت کئے اس کی تو ولی خان مذمت کر رہے ہیں جبکہ روس کی حمایت کر رہے ہیں جو کھلم کھلا بھارت کی حمایت کرتا ہے۔ پاکستان کی بنیاد اقتصادی ہوتی تو ہندوستان کے جو ایک کروڑ مسلمان جلا وطن ہوئے اگر وہ ہندو ہو جاتے تو ان کی نکسیر بھی نہ پھوٹتی۔ اپنی مدت العمر کے اثاثے چھوڑ کر پاکستان کی جانب ہجرت کی۔ اگر مسئلہ اقتصادی ہوتا تو اس کی ایڈجسٹ منٹ ہو سکتی تھی۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے چند ماہ پہلے کراچی میں وکلاء سے خطاب کرتے ہوئے اور سٹیٹ بنک کی عمارت کے افتتاح کے موقعہ پر کہا تھا کہ وہ مسلمانوں کو کیا آئین دیں۔ آئین تو پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لئے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے بنا دیا تھا جو آج بھی ایسا ہی تازہ ہے جیسا کہ اس وقت تھا۔

ولی خان نئے آئین کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ 1973ء کے آئین کی بحالی ملک کا متفقہ مطالبہ ہے اس سے ہٹ کر کوئی حل پیش کرنا ملک وملت کو ایک نئے عذاب سے ہمکنار کرنا ہے۔'' (198)

فلیٹیز ہوٹل میں استقبالیہ

23 رفروری 1986ء کو جمعیت علمائے پاکستان ضلع لاہور کی جانب سے جمعیت کے قائدین کے اعزاز میں فلیٹیز ہوٹل لاہور میں ایک استقبالیہ دیا گیا جس سے خان سلیم اللہ خان، لطیف احمد چشتی، جنرل حافظ محمد حسین انصاری، پیر برکات احمد شاہ، پروفیسر شاہ فرید الحق، مولانا شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے خطاب کیا۔ مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اس وقت ملک میں تین قسم کے طبقات ہیں جن میں ایک تو بے دین ہے لیکن شہریوں کے خوف کی وجہ سے اپنے نظریات کو ظاہر نہیں کرتا۔ دوسرا وہ ہے جو دین کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے جبکہ تیسرا وہ ہے

جو دین کو سچے دل سے نافذ کرنا چاہتا ہے۔اس وقت فرقہ وارانہ لڑائی کے بجائے اس طبقے کو متحد ہونا چاہئے اور 1978ء میں وزارتیں لینے والوں اور پی این اے کو توڑنے والوں کا محاسبہ ہونا چاہئے۔ جو لوگ قومیتوں اور کنفیڈریشن کی بات کرتے ہیں وہ ملک کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ آج کچھ لوگ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ انہوں نے ملک کو مارشل لاء سے نجات دلائی ہے یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے مارشل لاء کی بی ٹیم کے طور پر کام کیا۔ آئین میں صدر کو اتنے اختیارات حاصل ہیں کہ وہ جب چاہے ایمرجنسی نافذ کر دے۔ اتنے اختیارات والے صدر کی حمایت بھی انہیں لوگوں نے کی اور جمہوریت کے علمبردار بن کر عوام کے سامنے آ رہے ہیں۔جن لوگوں نے جمہوریت کو قتل کیا ان پر اعتماد نہ کیا جائے۔

ملک میں جتنے مسلک موجود ہیں ان میں کوئی توحید کا قائل ہے تو عظمت رسالت پر یقین نہیں رکھتا۔کوئی رسول خدا کو مانتا ہے لیکن اولیاء اللہ کا منکر ہے۔کوئی ایک خلافت کو تسلیم کرتا ہے لیکن تین خلفاء کی نفی کرتا ہے مگر اہلسنت ہی کا عقیدہ ایسا ہے جو خدا، رسول ﷺ، اہل بیت، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، رسول ﷺ، اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم اور تمام انبیاء کرام پر یقین رکھتا ہے۔'' (199)

نوائے وقت کو انٹرویو

25 رفروری 1986ء کو مولانا نیازی نے ''روزنامہ نوائے وقت'' لاہور کو ایک خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ اسلامی نظریہ کی حامل سیاسی جماعتوں کو آئندہ مستقبل کا ایک مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے اور ہم نے اپنی جماعت کی رجسٹریشن صرف اس بناء پر کروائی ہے کہ اگر مقاصد کے حصول کے لئے حکومت کسی بھی جماعت سے اس کے عہدیدار، حسابات یا منشور طلب کرتی ہے تو سیاسی جماعتوں کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہئے کیونکہ مقاصد کا حصول انتہائی اہم ہوتا ہے جس کے لئے معمولی معمولی قربانیاں ضرور دینا پڑتی ہیں۔ میں اپنی طرف سے جناب محمد خان جونیجو وزیر اعظم پاکستان

کا یہی مشورہ دوں گا کہ وہ مفاد پرست عناصر سے ہوشیار رہیں کیونکہ موجودہ مسلم لیگ میں نئے شامل ہونے والے تقریباً تمام لوگ وقت کے پجاری ہیں۔ یہی لوگ کنونشن مسلم لیگ، کونسل مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارموں پر بھی حکومت وقت کے گیت آلاپ چکے ہیں اور اب موجودہ مسلم لیگ میں بھی چور دروازے سے شامل ہو کر اپنے مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں۔

مولانا نیازی نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ہم سیاست میں چھچھورے پن کے قائل نہیں بلکہ ہماری سیاست ملک، ملت کے مفاد اور اسلام کے تابع ہے اور ہم تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کو صرف بحالی جمہوریت کی تحریک نہیں سمجھتے بلکہ ہماری نظر میں آج بھی وہ تحریک جمہوریت کی بحالی برائے نظام مصطفیٰ ﷺ ہے۔اس تحریک میں حصہ لینے والے کارکنوں پر گولیاں چلانے والے آج جمہوریت کے علمبردار بن بیٹھے ہیں اور ان آزمائے ہوئے لوگوں کو دوبارہ آزمانا دانشمندی کا کام نہیں ہے۔

مولانا نے جمعیت علمائے پاکستان کے کردار کے بارے میں کہا کہ ہماری جماعت نے کسی بھی موقعہ پر اصولوں پر سودا بازی نہیں کی بلکہ ہر دور میں حق کا ساتھ دیا۔ ہمیں بار بار حکومت میں شامل ہونے کی پیشکش ہوئی لیکن ہم نے دنیا کی راحتوں کو چھوڑ کر اپنے مشن کی تکمیل کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے۔

کنفیڈریشن اور صوبوں کے علیحدہ علیحدہ جھنڈوں کے بارے میں نظریات رکھنے والے سیاستدانوں کے عزائم کے ایک سوال کے جواب میں مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی نے کہا کہ اسلام میں خون کے رشتوں، رنگ، نسل، زبان یا قومیت کو کوئی حیثیت حاصل نہیں اگر نسل اور زبان کی بات کی جائے تو بلوچستان میں تو سات قومیں بستی ہیں۔قومیتوں کا نعرہ لگانے والے ان کا نام کیوں نہیں لیتے۔ یہ ملک دس کروڑ مسلمانوں کے مطالبہ پر بنا تھا اگر یہ ملک بھی صوبوں کی اکثریت کے پیش نظر بنتا تو پھر برٹش بلوچستان میں شاہی جرگے سے ریفرنڈم نہ ہوتا اور نہ ہی صوبہ سرحد میں ریفرنڈم ہوتا۔ پھر آج کی جو صوبائی حدود ہیں یہ ساری لکیریں انگریز نے کھینچیں ہم نے یہ لکیریں نہیں کھینچیں۔ جب برصغیر پر مسلمانوں کی حکومت تھی تو کابل سے لے کر دریائے سندھ تک ایک صوبہ تھا اور اگر تقسیم ملک کے وقت انگریز دس میل ادھر ادھر لکیر کھینچ دیتے تو آج وہی صوبے ہوتے۔اس وقت جبکہ پاکستان مشرق، مغرب سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے ہمیں صوبائی تعصبات

ختم کر کے مرکزی وحدت پر زور دینا چاہئے اور وحدت ملی کو مضبوط کر کے اندر سے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچنا چاہئے اور جو لوگ پاکستان کے صوبوں کے لئے الگ فوج اور الگ جھنڈے کی بات کر رہے ہیں ان سے پوچھا جاسکتا ہے کہ ایسی صورت میں ملک کہاں ایک رہے گا۔

ولی خان کو خوف خدا سامنے رکھ کر بات کرنی چاہئے، اگر انہیں جماعت اسلامی سے اختلاف ہے تو علمی، تحقیقی انداز سے اس کا جواب دیں۔ دین کی آواز پر جمع ہونے کو ملائیت نہیں کہنا چاہئے کیونکہ اس وقت بھی تمام مکاتب فکر کے علماء تحریک بحالی جمہوریت میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ولی خان نے یہ کہہ کر کہ افغان مجاہدین، امریکہ کی جنگ لڑ رہے ہیں، مجاہدین کی توہین کی ہے۔ مجاہدین تو اپنی غیرت کے لئے لڑ رہے ہیں۔

افغانستان کو امریکہ کی جنگ کہنے والے اس سوال کا جواب دیں کہ کیا افغانستان سے افغان باشندوں کو مار مار کر لاکھوں افراد کو امریکہ، پاکستان بھیج رہا ہے، روس نے افغانستان میں ظلم، تشدد کا بازار گرم کر کے لاکھوں لوگوں کو تہ تیغ کیا ہے۔ اس کی مذمت کیوں نہیں کی جاتی۔ کیا روس کا رویہ قابل مذمت نہیں ہے؟

حیف ہے کہ جس روس نے پٹھانوں کی اسلامی سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا ہے، ان کے خلاف تو ولی خاں کا جذبہ انتقام نہیں بھڑکتا اور جس غریب اور بے وسیلہ ملک نے مہاجرین کی امداد کے لئے سہارا مہیا کیا، بار بار اپنی سرزمین پر بمباری اور حملے برداشت کئے اس کی ولی خاں مذمت کر رہے ہیں جبکہ دوسروں کی حمایت کر رہے ہیں جو کھلم کھلا بھارت کی حمایت کر رہے ہیں۔ پاکستان کی بنیاد اقتصادی ہوتی تو ہندوستان کے جو ایک کروڑ مسلمان جلاوطن ہوئے اگر وہ ہندو ہو جاتے تو ان کی نکسیر بھی نہ پھوٹتی۔ انہوں نے اپنی مدت العمر کے اثاثے چھوڑ کر پاکستان کی جانب ہجرت کی۔ (200)

قارئین کرام! آپ نے مجاہد ملت مولانا نیازی کا انٹرویو ملاحظہ کیا جس کے ایک ایک لفظ سے حب اسلام، حب وطن ٹپک رہی ہے۔ افسوس ہے ولی خان کے نظریہ، سوچ اور انداز فکر پر کہ وہ جب بھی بات کرتے ہیں، اسلام، عالم اسلام اور پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ:

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ بد ادا نہ دے

انٹرویو پر نوائے وقت کا اداریہ

مولانا نیازی کے اس انٹرویو پر روزنامہ "نوائے وقت" نے اپنی 27 رفروری 1986ء کی اشاعت میں "اسلامی نظریہ کی حامل سیاسی جماعتوں میں اشتراک عمل" کے عنوان سے ایک خوبصورت اداریہ لکھا جو درج ذیل ہے:

"جمعیت علمائے پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی نے ایک اخباری انٹرویو میں اس بات کو موجودہ حالات کا تقاضا قرار دیا ہے کہ اسلامی نظریہ کی حامل سیاسی جماعتوں کو ایک مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے، کیونکہ اصل اہمیت مقاصد کو حاصل ہوتی ہے، جس کے لئے کچھ قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ انہوں نے اپنی سیاست کے بارے میں کہا کہ وہ ملک و ملت کے مفاد اور اسلام کے تابع ہے، اور ہم "تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ" کو صرف "تحریک بحالی جمہوریت" نہیں سمجھتے بلکہ ہماری نظر میں آج بھی وہ "تحریک بحالی جمہوریت" ہے، جس کا مطمع نظر نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ تھا اور جس کے کارکنوں پر گولیاں چلانے والے آج جمہوریت کے علمبردار بن بیٹھے ہیں۔

ایک اور خبر کے مطابق بعض دینی جماعتوں میں مکمل اسلامی و جمہوری نظام کے نفاذ کے لئے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنے کا امکان پیدا ہو گیا ہے اور جماعت اسلامی، جمعیت علمائے اسلام (درخواستی گروپ) جمعیت علمائے پاکستان، مرکزی جمعیت اہل حدیث، خاکسار تحریک اور بعض دوسری جماعتوں کے رہنماؤں کا اجلاس مارچ میں لاہور میں ہوگا، جس میں وہ باہمی اشتراک و تعاون کا جائزہ لیں گے۔ اس خبر کے مطابق ان دینی سیاسی جماعتوں میں اشتراک و تعاون کا احساس پیدا کرنے میں ان کوششوں نے بھی حصہ لیا ہے جو (سیکولرازم اور سوشلزم کی علمبردار) بائیں

بازو کی جماعتیں آپس میں اشتراک واتحاد کے لئے کر رہی ہیں۔اس سلسلے میں جماعت اسلامی، جمعیت علمائے اسلام (درخواستی گروپ) اور خاکسار تحریک کے رہنماؤں میں ابتدائی تبادلہ خیالات بھی ہو چکا ہے۔

اسلامی نظریہ کی حامل دینی سیاسی جماعتوں میں اشتراک عمل اور خدا توفیق دے، تو مثبت بنیادوں پر دیرپا اتحاد کے اہتمام کی ضرورت کوئی محتاج بیان معاملہ نہیں ہے۔اندرونی اور بیرونی خطروں سے پاکستان کی وحدت وسالمیت کے تحفظ واستحکام اور اسلامی وجمہوری نظام کے نفاذ کے تقاضوں کا جس پہلو سے بھی جائزہ لیں، دینی سیاسی جماعتوں میں اشتراک واتحاد کی ضرورت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

مولانا عبدالستار خان نیازی نے اسلامی نظریہ کی حامل جماعتوں کے لئے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنے کے سلسلے میں موجودہ حالات کے تقاضوں کی جو بات کی ہے، وہ سو فیصد درست ہے، لیکن اس کا ایک بنیادی تقاضا یہ بھی ہے کہ دینی سیاسی جماعتیں اپنے اندر اظہار وفکر سے بھی اس کی گواہی دیں۔ایک دوسری کے معاملات کے ذکر میں طنز و تضحیک سے کام لینے سے احتراز کریں اور خدا توفیق دے تو ایک دوسری کے لئے خیر خواہی کا بھی اظہار کریں۔(201)

روزنامہ ''نوائے وقت'' نے اپنے اداریہ میں ایک دوسری جماعت کی خیر خواہی کے اظہار کی جو تلقین کی ہے، اس سلسلہ میں یہ ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا کہ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اور ان کی جماعت جمعیت علمائے پاکستان کا تو مشن، نظریہ اور مطمح نظر ہی ''دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کرنا ہے۔'' اور امت مسلمہ میں اتحاد، یگانگت اور خیر خواہی کے جذبہ کو فروغ دینا ہے۔اگر بعض نام نہاد اسلامی جماعتیں اپنے قول وفعل میں تضاد رکھیں تو ان کی یہ مجبوری ہے کیونکہ نظریہ پاکستان کی مخالفت کرنے والی جماعتیں کبھی بھی اپنے باطل نظریات کو بدلنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتیں۔لیکن اس کے باوجود مولانا عبدالستار خان نیازی نتائج وعواقب سے بے نیاز اور بے پروا ہو کر اتحاد امت کے لئے شب وروز مصروف کار رہتے ہیں۔ان کا ارشاد ہے کہ انسان کو کوشش کرنی

چاہئے، نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہئے۔بقول میاں محمد بخش جہلمی رحمۃ اللہ علیہ:

مالی دا کم پانی دینا بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھول لانا لاوے یا نہ لاوے

کراچی میں جلسہ

28رفروری 1986ء کو نشتر پارک کراچی میں جمعیت علمائے پاکستان کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا۔انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر شاہ فرید الحق، پیر برکات احمد شاہ اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی نے خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے اپنے ولولہ انگیز اور فکر خیز خطاب میں کراچی میں جنم لینے والے ''چار قومیتوں'' کے نعرے کی زبردست مذمت کی اور کہا کہ حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ، قرآن حکیم کو پاکستان کا آئین سمجھتے تھے۔ضیاء حکومت 1985ء میں غیر سیاسی انتخابات کروانے کے بعد اب مسلم لیگ کی تشکیل کر رہی ہے جو انتہائی سیاسی بددیانتی ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے 1985ء کے انتخابات میں جمہوریت کی بحالی کی خاطر حصہ لیا تھا وہ بالکل غلط کہتے ہیں۔انہوں نے تو اپنے اس اقدام سے جمہوریت کی نفی کی ہے اور غیر جماعتی انتخابات میں حصہ لے کر بابائے قوم حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو اذیت دی ہے کیونکہ پاکستان کا قیام بھی تو ایک سیاسی جماعت ''مسلم لیگ'' کا مرہون منت ہے۔جس کی تشکیل میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا خون جگر شامل ہے۔1973ء کے آئین کو تبدیل کرنے والی اسمبلیوں کو ہرگز تسلیم نہیں کیا جائے گا۔(202)

لاہور میں جلوس

6رمارچ 1986ء کو لاہور میں جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام ایک احتجاجی جلوس نکالا گیا۔اس جلوس کا مقصد تحفظ ناموس رسالت، اہل سنت کے حقوق کا تحفظ، سنی اوقاف کی علیحدگی، طلباء تنظیموں پر پابندی ختم کرنے، تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی اور 1973ء کے آئین کی بحالی تھا۔یہ جلوس حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے باہر سے شروع ہوا اور جب اولڈ کیمپس پنجاب یونیورسٹی کے قریب پہنچا تو اسلامی جمعیت طلباء نے جلوس پر پتھراؤ کیا اور آتشیں اسلحہ کا

استعمال کیا۔ جس کے نتیجے میں کئی افراد زخمی ہو گئے اور ایک طالب علم محمد صدیق موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہو گیا۔(203)

جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم اسلامی جمعیت طلبہ کی اس بربریت کے خلاف پورے ملک میں نوٹس لیا گیا۔ تمام سیاسی مذہبی، جماعتوں اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے جماعت اسلامی کے جیالوں کو اس قبیح حرکت کی مذمت کی، شدید غم وغصے کا اظہار کیا اور مطالبہ کیا کہ حملہ آوروں کو فوراً گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔

مولانا نیازی نے اس سلسلہ میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ عدالت عالیہ کے جج کی سربراہی میں ایک کمیشن قائم کیا جائے جو چار مارچ کو اہل سنت کے جلوس پر فائرنگ کے واقعہ کی تحقیقات کرے اور ایسے واقعات کے انسداد کے لئے ٹھوس تجاویز پیش کرے۔ انہوں نے اس واقعہ کو افسوس ناک قرار دیا اور اس بات پر زور دیا کہ جلوس کے جو لیڈر گرفتار کئے گئے ہیں انہیں رہا کیا جائے۔ اس واقعہ کے ذمہ دار مجرموں کو گرفتار کر کے ان کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

مولانا نیازی نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ حکومت کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اندر جو اسلحہ موجود ہے اس کی تلاشی لے اور مسلح افراد کو غیر مسلح کیا جائے اور کسی سیاسی جماعت کو اس بات کی اجازت نہ دی جائے کہ وہ طلباء کی ذیلی تنظیم کی سرپرستی کرے یا اسے اپنی اغراض کے لئے استعمال کرے۔

جماعت اسلامی کی جانب سے ہم خیال دینی وسیاسی جماعتوں کے اتحاد کی تجویز کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں مولانا نیازی نے کہا کہ اتحاد کی فضا سازگار بنانے کے لئے ایسے واقعات کا سدباب ضروری ہے اور یہ کہ ہم خیال سیاسی ودینی جماعتوں کے درمیان اتحاد کے لئے ہم نے جو چار نکاتی فارمولا پیش کیا ہے اس پر عمل کیا جائے۔ جب تک جماعت اسلامی فائرنگ کی ذمہ داری قبول نہ کرے اور اس کی تلافی کے موثر اقدامات نہ کرے اس سے نہ کوئی بات ہو سکتی ہے اور نہ ہی بدامنی ختم ہو سکتی ہے۔ اگر جماعت اسلامی کی قیادت اس میں شریک نہ ہوتی تو اس کی ایک للکار سے جمعیت کی جانب سے آپریشن بند ہو سکتا تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔ پروفیسر غفور احمد اور دوسرے افراد سٹیج پر موجود تھے یہ طلباء کو فائرنگ سے روک سکتے تھے مگر انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا۔ اس واقعہ کے اثرات شدید ہو سکتے ہیں، اس لئے حکومت اور تمام لوگوں کو اس کے انسداد کی تدابیر

پر غور کرنا چاہئے۔

حکومت کا فرض ہے کہ وہ جلسہ جلوس کی حفاظت کی ذمہ داری پوری کرے تا کہ اس طرح کے واقعات نہ ہوں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ حکومت نے اس تصادم کے بعد گرفتاریوں میں بھی جانبداری کا ثبوت دیا ہے اور جلوس کے لیڈروں کو گرفتار کیا گیا اور ادھر سے دو غیر معروف افراد کو پکڑ لیا گیا۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کے بھی سرکردہ افراد کو گرفتار کیا جاتا۔ سیاسی عمل میں مسلح تشدد کے رجحانات نے ہر سیاسی جماعت کو مسلح بنانے پر مجبور کر دیا ہے۔ ان سب کو غیر مسلح کر دیا جائے اور حکومت جلوس میں امن قائم کرنے کی ذمہ داری پوری کرے۔(204)

ایوان وقت میں خطاب

14 مارچ 1986ء کو لاہور میں ''ایوان وقت'' کے زیر اہتمام ایک شاندار تقریب منعقد ہوئی جس سے تحریک پاکستان کے نامور کارکنوں نے خطاب کیا۔ مجاہد ملت مولانا نیازی نے اس موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ چار قومیتوں، کنفیڈریشن، سیکولر ازم اور سوشلزم کے نعرے تحریک پاکستان اور نظریہ پاکستان کی مخالف قوتوں کی ذہنی اختراع ہیں جنہیں پاکستانی قوم اپنی حب الوطنی، نظریاتی اساس اور قابل فخر ماضی کے منافی سمجھتے ہوئے مسترد کر چکی ہے۔ تحریک پاکستان کے کارکن ماضی کی طرح اب بھی ملک کے استحکام ویکجہتی اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دیں گے۔

مولانا نیازی کے خطاب کا متن ملاحظہ فرمائیے:

> ''قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے بے مثال عفو ودرگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحریک پاکستان کے مخالفین کو کوئی سزا نہیں دی اور انہیں پاکستان میں زندہ رہنے اور اپنے نظریات کے مطابق زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا لیکن یہ احسان فراموش لوگ نت نئے فتنے اٹھا کر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ قیام پاکستان کے فوراً بعد ان کے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہئے تھا جو ایران کے رہنما امام خمینی نے اپنے نظریاتی مخالفین سے کیا ہے۔

''نوائے وقت'' نے قیام پاکستان اور اس کے بعد تعمیر پاکستان کے

لئے برصغیر کے مسلمانوں کی جدوجہد میں قابل فخر کردار ادا کیا اور اب بھی گمنام کارکنوں، جن کی قربانیوں کے نتیجے میں یہ ملک آزاد ہوا ہے کی خدمات سے قوم کو روشناس کرانے کے لئے اس تقریب کا اہتمام کر کے مستحسن اقدام کیا ہے۔ اگر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ ان غداروں کو گولی سے اڑا دینے کا حکم دے دیتے تو قوم کو نت نئے فتنوں سے نجات مل جاتی۔ پاکستان کا قیام ایک خوش حال اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لئے عمل میں آیا تھا۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا ذہن اس معاملے میں بالکل واضح تھا۔ اس لئے انہوں نے کانگریس اور انگریزوں کی طرف سے فیڈریشن کا تصور قبول نہیں کیا۔ ملک کے استحکام کے لئے نظریہ پاکستان کا تحفظ ضروری ہے اور یہ کام تحریک پاکستان کے وہ مخلص کارکن کر سکتے ہیں جنہوں نے ملک آزاد کرایا تھا اور جن کی حب الوطنی ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہے۔ پاکستان کو ملی اتحاد و یگانگت کی جتنی ضرورت اس وقت ہے اس سے قبل شائد کبھی نہ تھی۔ تحریک پاکستان کے کارکنوں کی قربانیاں تاریخ اسلامی کا انمول باب ہیں۔ افغانستان پر روسی حملہ کے پیش نظر ہماری حکومت کو مضبوط حکمت عملی کی ضرورت ہے اور ایسی مضبوط حکمت عملی اسی وقت تشکیل پا سکتی ہے جب ملک اندرونی لحاظ سے انتہائی مضبوط ہو۔

اس وقت متنازعہ مسائل کو اچھالنے کی بجائے قوم کو اعتماد و اتفاق کی راہیں دکھانی چاہئیں۔ تحریک پاکستان میں پیش کی جانے والی قربانیاں تاریخ عالم کا درخشاں باب ہیں اور انہی قربانیوں کے طفیل ہمیں خطہ پاکستان عطا ہوا تھا۔ حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی فقید المثال قیادت میں جس عزم و ہمت کا مظاہرہ کیا گیا ہماری قوم کو آج بھی اس کی اشد ضرورت ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لائیں اور پاکستان کو ایک خوشحال اور ترقی یافتہ ملک بنا دیں۔

حمید نظامی کی ذات باطل قوتوں کے لئے دودھاری تلوار تھی اور کوئی بھی ملک دشمن انسان حمید نظامی کے قلم کی کاٹ سے بچ نہیں سکتا تھا۔ تحریک پاکستان اور پھر آزادی کے بعد ”نوائے وقت“ کا کردار اپنے ہم عصر اخبارات سے ہمیشہ ممتاز رہا ہے اور اس اخبار نے ہر کڑی آزمائش میں عوامی امنگوں کی حقیقی عکاسی کی ہے مسلمانوں نے اس دور میں انگریزوں، ہندوؤں اور کانگریسی مسلمانوں کے خلاف جس فہم و فراست اور جوش و جذبہ کا مظاہرہ کیا تھا اگر قوم اسی جذبہ کو اپنائے رکھتی تو آج حالات یکسر مختلف ہوتے۔ 1938ء میں پنڈت نہرو کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ انگریزوں اور ہندوؤں کے علاوہ برصغیر میں ایک تیسری مسلمان قوم بھی ہے اور پھر محبِّ وطن مسلمانوں نے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ان الفاظ کی لاج نبھاتے ہوئے پاکستان حاصل کر کے یہ ثابت کر دکھایا کہ ان کے الفاظ حرف بہ حرف درست تھے۔ کانگریسی ذہن رکھنے والے علماء کے علاوہ ہر مکتبہ فکر کے علماء نے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ اور مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا تھا اور تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے اپنے مریدوں اور حلقہ احباب سمیت مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ ایسا خطہ جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہو اس میں قوم کی نوجوان بیٹیوں کا کھلے بندوں شعائر اسلام کا مذاق اڑانا انتہائی افسوسناک ہے، نئی تہذیب کی دلدادہ خواتین غیر ملکی اداروں کے کہنے پر ایسے سوالات اٹھا رہی ہیں جن کا جواب آج سے 14 سو سال پہلے اسلام مہیا کر چکا ہے اسلام اور قرآن نے جو حقوق خواتین کو عطا کر دیئے ہیں دنیا کا کوئی قانون اس کی خاک تک کو نہیں پہنچ سکتا۔ ایسے بے معنی سوالات اور مباحث سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ ہیں اور حکومت کو پوری سختی سے ان کا نوٹس لینا چاہئے۔ پاکستان میں ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو چکا ہے جو کھلے بندوں اس بات کا پرچار کر رہا ہے کہ پاکستان

اسلام کے نام پر نہیں بلکہ محض ہندوؤں کے تسلط سے آزاد ہونے کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے پاکستان کے نصب العین اور آئین کا واشگاف اعلان فرمادیا تھا۔ اس تقریر کے بعد اب نام نہاد دانشوروں کو اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔''

اس ایمان افروز خطاب کے بعد روزنامہ ''نوائے وقت'' کی مسجد میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے بھی مولانا عبدالستار خان نیازی نے ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا۔ پھر مینار پاکستان کے زیرسایہ تحریک پاکستان کے کارکنوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ کارکن ایوان وقت کی طرف سے منعقد ہونے والی تقریب کے سلسلے میں اس عہد کی تجدید کے لئے یہاں جمع ہوئے تھے کہ قیام پاکستان کے مقاصد کی تکمیل کے لئے وہ کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اس کے بعد مولانا نیازی نے استحکام پاکستان اور مسلم دنیا کے لئے خصوصی دعائیں مانگیں۔(205)

گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ جماعت اہل سنت کے جلوس پر اسلامی جمعیت طلبہ کے جیالوں نے حملہ کر کے کئی افراد کو زخمی کر دیا تھا اور جامعہ نعمانیہ اندرون ٹیکسالی گیٹ لاہور کا طالب علم حافظ محمد صدیق سر پر گولی لگنے کی وجہ سے موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ 15/مارچ کو دوپہر دو بجے جنرل ہسپتال میں انتقال کر گیا۔ انتقال کی خبر آناً فاناً لاہور کے اکناف واطراف میں پھیل گئی اور علماء اہل سنت اور عوام اہل سنت ہزاروں کی تعداد میں جنرل ہسپتال روانہ ہوگئے۔(206)

جنازے کے جلوس سے خطاب

16/مارچ 1986ء کو حافظ محمد صدیق کا جنازہ ایک بجے جامعہ نعمانیہ سے اٹھایا گیا تو جنازے کے جلوس کی قیادت مجاہد ملت مولانا نیازی نے کی۔ جنازہ میں ہزاروں علماء ومشائخ، عوام، جمعیت علمائے پاکستان، جماعت اہل سنت پاکستان، انجمن طلبہ اسلام، انجمن طلبہ مدارس عربیہ، بزم نعمانیہ، مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن، وکلاء، مزدور، تاجر اور دیگر تنظیموں کے عہدیداران کے علاوہ ارکان قومی وصوبائی اسمبلی نے شرکت کی۔ جنازے کے جلوس میں کئی بینر اور کتبے بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ جن پر مقامی انتظامیہ، جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلباء کے خلاف نعرے درج

تھے اور شرکاء ملزموں کی گرفتاری کا مطالبہ کر رہے تھے۔ جنازے کے شرکاء درود وسلام اور کلمہ شریف کا ورد بھی کر رہے تھے۔ جب مرحوم حافظ محمد صدیق کا جنازہ اٹھایا گیا تو بڑا جذباتی منظر تھا۔ تمام افراد کی آنکھیں اشکبار تھیں اور مرحوم کے ساتھی طلباء دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ جب جنازہ ایم اے او کالج کے قریب پہنچا تو وہاں پر موجود مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے طالب علم بھی جنازے کے جلوس میں شریک ہو گئے اور انہوں نے اسلامی جمعیت طلبہ کے خلاف نعرے بازی شروع کر دی اور جنازے کے ساتھ یونیورسٹی گراؤنڈ پہنچ گئے۔ نماز جنازہ مولانا نیازی نے پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد لوگوں نے حافظ محمد صدیق شہید کا آخری دیدار کیا اور پھر میت شہید کے آبائی گاؤں ضلع پونچھ (آزاد کشمیر) روانہ کر دی گئی۔

نماز جنازہ سے قبل شرکاء کے سیل رواں سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ جامعہ نعمانیہ کے حافظ محمد صدیق شہید کا سب سے پہلا روحانی تصرف یہ ہے کہ جماعت اہل سنت کے دونوں گروپوں میں مصالحت ہوگئی ہے۔ جس جوش وخروش اور امن ومحبت سے لوگ مرحوم کے جنازہ میں شامل ہوئے ہیں یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ وہ اس کی مظلومانہ شہادت سے بے حد متاثر تھے۔ اس سانحہ کے بارے میں مختلف روایات عوام اور پریس کے ذریعے سامنے آچکی ہیں۔ ایک طرف جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم اسلامی جمعیت طلباء کو مجرم قرار دیا جاتا ہے اور دوسری طرف جماعت اسلامی اس سانحہ کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالنا چاہتی ہے اور یہ بھی کہہ رہی ہے کہ جلوس والوں نے اشتعال انگیز نعرے لگائے اور تصادم کی صورت پیدا کی۔ کچھ بھی ہو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اشتعال انگیز نعروں کے جواب میں خشت باری اور اس کے بعد فائرنگ کے ظالمانہ جرم کی کوئی شخص صفائی پیش نہیں کرسکتا۔

مولانا نیازی نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ یہ امر بھی ہر خاص وعام پر واضح ہے کہ لیاقت بلوچ، حافظ سلمان بٹ اور پروفیسر غفور احمد کی موجودگی میں فائرنگ کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس سنگدلانہ اقدام کو روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی اگر یہ لوگ اسلامی جمعیت طلباء کے مسلح کارکنوں کو فائرنگ کرنے سے روک دیتے تو صورت حال اتنی خراب نہ ہوتی۔ انہوں نے نہ صرف فائرنگ کی حمایت کی بلکہ اب اس کی ذمہ داری حکومت اور قادیانیوں اور انتشار پسندوں کے سر دھر رہے ہیں۔ کچھ بھی ہو یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ایک جماعت کے کارکنوں کی طرف

سے جو بھی زیادتی ہوگی اس کی ذمہ داری سے ہائی کمان اپنے آپ کو مبرّا قرار نہیں دے سکتی۔

اگر جماعت اہل سنت کے کسی رکن کی جانب سے زیادتی ہوگی تو اس کی ذمہ داری علامہ احمد سعید کاظمی اور علامہ عطا محمد بندیالوی کو قبول کرنی چاہئے اور جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے کوئی شخص ناواجب حرکت کرے گا یا کسی جرم کا مرتکب ہوگا تو اس کی ذمہ داری نیازی اور نورانی کو قبول کرنی ہوگی۔ میاں طفیل محمد کو چاہئے کہ وہ اتحاد کی دعوت دینے سے قبل اپنے غنڈوں کی سنگدلانہ حرکات کی ذمہ داری قبول کریں اور مرحوم کے قتل کے بارے میں اپنے آپ کو جوابدہ قرار دیں۔ اس وقت یہ جو خطرناک جنگ چھڑ چکی ہے اور اس کا سلسلہ لامتناہی ہے۔ صرف اسی صورت میں یہ باہمی جنگ و جدل ختم ہوسکتی ہے کہ میاں طفیل محمد، جماعت اہل سنت کے سربراہوں کے سامنے اقرار کریں کہ وہ قتل کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں اور اس کی سزا اور تاوان جو بھی ان پر عائد کیا جائے گا اسے شرح صدر کے ساتھ منظور کریں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ سربراہان جماعت اہل سنت معاف کردیں یا اس کے لئے سزا اور تاوان تجویز کریں۔

ہم حکومت کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مجرموں کے سربراہوں کو پکڑے اور جن کے سامنے یہ خونی ڈرامہ کھیلا گیا، انہیں گرفتار کرے۔ سالہا سال سے اسلامی جمعیت طلباء نے کالجوں اور یونیورسٹیوں کو قتل و غارت کا مرکز بنا رکھا ہے۔ حکومت نے جماعت اسلامی سے اس کی ذیلی تنظیم کے بارے میں کوئی مؤاخذہ نہیں کیا۔ قبل اس کے کہ حالات بد سے بدتر ہوجائیں اور ملک خانہ جنگی کی لپیٹ میں آجائے، حکومت کا فرض ہے کہ جماعت اسلامی کے سربراہ کو اعلانیہ ذمہ داری قبول کرنے پر مجبور کردے اور جمعیت کے غنڈوں اور ان کی پشت پناہی کرنے والوں کو فی الفور گرفتار کرکے انہیں قرار واقعی سزا دی جائے صرف اسی صورت میں ملک میں امن قائم رہ سکتا ہے اور میاں طفیل محمد کی اتحاد کی اپیل بامعنی بن سکتی ہے۔ (207)

جلسہ یوم پاکستان کی صدارت

19 / مارچ 1986ء کو ''پاکستان یوتھ فورم'' کے زیر اہتمام لاہور میں ''یوم پاکستان'' کے سلسلے میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت مولانا نیازی نے کی۔ مولانا نیازی نے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ:

''23 / مارچ 1940ء کو آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے اجلاس لاہور میں جو

تاریخی قرارداد منظور کی وہ مسلمان قوم کے عزم، وقار اور آخری منزل کی نشاندہی کرتی تھی۔ اسلامیان ہند کو ناکام بنانے کے لئے ہندو، انگریز اور خود مسلمانوں کے غداروں نے پوری کوشش کی۔ انگریز صلیبی جنگوں کا اور ہندو اپنی ہزار سالہ غلامی کا انتقام لینا چاہتا تھا لیکن مسلمانوں نے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں مطالبہ پاکستان کے دشمنوں کو ناکام بنادیا۔

23 / مارچ 1940ء کی قرارداد میں پاکستان کا نام نہیں تھا لیکن اس زمانے میں مسلمان طالب علموں نے اسلامیہ کالج (لاہور) کے حبیبیہ ہال میں خلافت پاکستان کانفرنس منعقد کی جس میں پاکستان کے قیام کو اسلامیان ہند کی ''منزل اور نصب العین'' قرار دیا۔ مسلم لیگ اور مسلمان طالب علموں نے حصول پاکستان کے لئے جو جدوجہد کی ہے وہ تاریخ کا ناقابل فراموش باب ہے۔ آج خان عبدالغفار خان، جی ایم سید اور پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے خواب دیکھنے والے دیگر لوگ سن لیں کہ انشاء اللہ ان کے یہ خواب کبھی بھی پورے نہیں ہوں گے۔ جس طرح پاکستان قائم ہونے سے پہلے ہندوستان کے مسلمانوں کے موقف کو نقصان پہنچانے کے لئے کئی فتنے کھڑے کئے گئے اسی طرح آج بھی پاکستان اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے مختلف سازشیں جاری ہیں۔ لیکن نوجوان پوری طرح متحد ہوجائیں تو ان سازشوں کو بڑی آسانی سے ناکام بنایا جاسکتا ہے کیونکہ قیام پاکستان کا مقصد یہاں تک ایک اسلامی فلاحی مملکت وجود میں لانا تھا۔'' (208)

فیصل آباد میں خطاب

4 / اپریل 1986ء کو جمعیت علمائے پاکستان پنجاب کے زیر اہتمام اقبال پارک (دھوبی گھاٹ) فیصل آباد میں ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا۔ جو ایک بجے سے لے کر پونے چھ بجے شام تک جاری رہا۔ نماز جمعہ اور نماز عصر جلسہ گاہ میں پڑھائی گئی۔ جلسہ سے مولانا شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی، پروفیسر شاہ فرید الحق، پیر سید برکات احمد شاہ، میجر

جنرل (ریٹائرڈ) حافظ محمد حسین انصاری و دیگر حضرات نے خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے زبردست نعروں کی گونج میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کچھ لوگ بڑے جلسے کر کے لاکھوں لوگوں کو جمع کر کے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عوام ہمارے ساتھ ہیں مگر ہمارا طریقہ ان سے مختلف ہے۔ ہم شرافت میں رہ کر ملک کی بہتری اور نفاذ اسلام کی بات کرتے ہیں۔ سندھی اور بلوچی کا مسئلہ پاکستان کے دشمن پھر سے اٹھا رہے ہیں۔ جنہیں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے دفن کر دیا تھا آج پھر وہی لوگ سر اٹھا رہے ہیں اور پاکستان کے خلاف نعرے بلند کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا ہمیں سر کچلنا ہوگا۔

مولانا نیازی نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ موجودہ حکومت غیر آئینی ہے، ملک کے عوام سے انہیں کوئی پیار نہیں بلکہ انہیں کرسی سے محبت ہے۔ روٹی، کپڑے اور مکان کے نعرے لگائے گئے مگر آج پھر لوگوں کو طاقت دکھانے کی بات کی جا رہی ہے۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ماضی میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ قوم کو اب کسی مداری کے پیچھے نہیں لگنا چاہئے اور ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ ضیاء الحق کے جوتے کھانے والے پھر ان کے جوتے کھانے شروع کر دیں جو گزشتہ پانچ سال تک اپنے دور اقتدار میں جمہوریت کا قتل کرتے رہے۔ شرفاء کی پگڑیاں اچھالتے اور لوگوں کی عصمتوں سے کھیلتے رہے۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہم اتحاد پیدا کر کے نئی راہوں پر چل سکیں۔

آج ختم نبوت کے قاتل ختم نبوت کی بات کرتے ہیں اور جن لوگوں کو ختم نبوت کی تحریک میں کام کرنے کی بناء پر پھانسی کی سزا ہوئی ان کا نام نہیں لیا جاتا مگر تاریخ گواہ ہے کہ 1953ء اور 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں ہمارا کیا کردار تھا۔ 1978ء میں فیصلہ ہوا تھا کہ پی این اے (پاکستان قومی اتحاد) کا کوئی بھی رکن وزارت میں شامل نہیں ہوگا مگر کچھ جماعتیں وزارت میں چلی گئیں۔ عوام کو ان کا منہ کالا کرنا چاہئے تھا کیونکہ انہوں نے اتحاد کو توڑا۔

مولانا نیازی نے مزید کہا کہ تمام مذہبی جماعتوں میں اتحاد ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں پانچ کروڑ فوج ہونی چاہئے تاکہ عالم اسلام اور ملک کی سرحدوں کا درست طور پر دفاع کر سکیں۔ ہم برسر اقتدار آنے کی صورت میں پاکستان کو ویلفیئر اسٹیٹ بنائیں گے اور ان لوگوں سے معلوم کریں گے جو جاگیردار اور سرمایہ دار ہیں کہ انہوں نے جائیداد کہاں سے حاصل کی اور ان سے واپس لے کر غرباء میں تقسیم کر دیں گے۔ انکم ٹیکس کا بہتر نظام نافذ کیا جائے گا تاکہ ملک کا نظم

ونسق چلتا ہے۔ (209)

موچی دروازہ لاہور کا جلسہ

10 /اپریل 1986ء کو موچی دروازہ لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کا ایک عظیم الشان اور تاریخ ساز جلسہ عام منعقد ہوا جس نے لاہور ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں اپنے اثرات مرتب کئے۔ بھاٹی دروازہ سے لے کر ریلوے اسٹیشن تک شمع رسالت کے پروانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر درود وسلام کے نغمے الاپ رہا تھا۔ اسی دن اقبال پارک لاہور میں بے نظیر بھٹو کا بھی جلسہ تھا مگر حاضری، ڈسپلن، سنجیدگی اور تقدس کے لحاظ سے جمعیت علماء پاکستان کا جلسہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس عدیم النظیر اور فقید المثال اجتماع سے جمعیت کے مرکزی وصوبائی قائدین نے خطاب کیا مگر مولانا نیازی کا خطاب سب سے زیادہ پرتاثیر، فصیح وبلیغ اور قلب وجگر کو جلا بخشنے والا تھا۔ انہوں نے اپنی پرمغز اور جامع تقریر میں کہا کہ پاکستان کے محب وطن عوام کو ان لوگوں سے خبردار رہنے کی ضرورت ہے جو نعرے لگا کر عوام کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ بعض عناصر ایسے ہیں جنہوں نے پاکستان کو ابھی تک دل سے قبول نہیں کیا۔ ایک اور طبقہ ہے جو دین کو ملازم رکھنا چاہتا ہے۔ دور حاضر ایک انقلابی دور ہے جس میں فلاح نظام ہی کامیاب ہو سکتا ہے اور وہ نظام صرف سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نظام ہے۔

مولانا نیازی نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آج ایک ظالم باپ (بھٹو) کی مظلوم بیٹی (بے نظیر) آئی ہوئی ہے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ لوگ اس کو دیکھنے جائیں گے مگر جمعیت علماء پاکستان کے لوگ بھی شمع رسالت کے پروانے ہیں انہیں بھی یہاں آنے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔ مولانا نے غیر ملکی اخبار نویسوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ انہوں نے مینار پاکستان کا جلسہ دیکھا ہے وہ یہاں (موچی دروازہ) آ کر بھی دیکھیں۔ لوگوں نے اس عظیم الشان جلسے میں شریک ہو کر اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ لوگ نظام مصطفیٰ ﷺ کے خواہاں ہیں۔ ہم سرخ وسفید سامراج کے خلاف ہیں، پاکستان میں احمد مجتبیٰ ﷺ کا نظام چاہتے ہیں۔

مولانا نے کچی آبادیوں کے اعلان کا حوالہ دیا اور وزیراعظم محمد خان جونیجو پر نکتہ چینی کی انہوں نے کہا کہ کشمیر اور بھارت کے مسلمانوں پر ظلم وستم کے معاملات انہیں حل کرانے چاہئیں اور وزیراعظم کو افغانستان کے مسئلے پر بھی توجہ دینی چاہئے۔ امریکہ، لبنان اور دوسرے مسلمان ممالک

پر ظلم ڈھا رہا ہے۔ روس نے افغانستان میں مداخلت کی ہے وہ وہاں غریب عوام پر بمباری کر رہا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مسلم لیگ کو ماضی میں بھی سرکاری جماعت بنا کر تباہ کیا گیا اب پھر حکمران طبقہ اپنے مقاصد کے لئے اس کا نام استعمال کر رہا ہے۔ ملک میں مارشل لاء کے تحت جو انتخابات ہوئے وہ غیر آئینی ہیں۔ ان کے نتائج عوام کی ترجمانی نہیں کرتے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ ملک میں روحانی فلاحی مملکت قائم کی جائے ...... بے روزگار افراد کو الاؤنس دیا جائے۔ بیمار اور معذوروں کو تنخواہ دی جائے۔ حرام کی کمائی سے تعمیر ہونے والے محلات اور جائیدادوں کو ضبط کر کے عوام میں تقسیم کر دیا جائے۔

مولانا نے عوام سے اپیل کی کہ وہ ان افراد کو مسترد کر دیں جنہیں ماضی میں وہ آزما چکے ہیں آئندہ ان لوگوں کو آزمائیں جنہوں نے اصولوں کو اپناتے ہوئے وزارتوں کو ٹھکرا دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام ہیں اور حضور ﷺ کا نظام چاہتے ہیں۔ جب تک ملک میں اسلامی نظام نافذ نہیں ہو گا، حالات تبدیل نہیں ہوں گے۔ میں حکومت کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ موجودہ نظام کو تبدیل کرے۔ حکومت کی خارجہ پالیسی بزدلی کی غمازی کرتی ہے۔ یہ پالیسی قطعاً ایک آزاد اسلامی مملکت کے شایان شان نہیں ہے۔ اس پالیسی کو تبدیل کرنا ضروری ہے۔ حکومت اس امر کا فوری طور پر اعلان کرے کہ آج سے اس ملک میں شریعت مصطفیٰ ﷺ کو مروجہ قوانین پر بالا دستی حاصل ہو گی۔ امریکی، روسی اور دیگر قسم کے سامراجی قانون کا سہارا لیا گیا تو اس سے معاشرے سے رشوت، چوری، ڈکیتی اور بے روزگاری کے مسائل کبھی حل نہیں ہوں گے۔

مولانا نیازی نے تالیوں کی گونج میں کہا کہ پاکستان کے قیام میں جماعت اہلسنت نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ یہ پاکستان قائم کرنے والے لوگ ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ پاکستان کی اسّی فیصد آبادی ان لوگوں سے عبارت ہے جن کے ورد زبان ہے۔ ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ'' اگر اس بارے میں کسی کو شک ہو تو ریفرنڈم کرا کے معلوم کر لے۔ (210)

اس جلسہ کی کامیابی کا سہرا مولانا نیازی کے سر بندھا۔ انہوں نے اپنے شب و روز کے آرام کو خیر باد کہہ کر اس تاریخی اجتماع کو ساحل کامرانی سے ہمکنار کیا۔ معروف صحافی صہیب مرغوب اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

''مولانا عبدالستار خان نیازی ...... نے اس جلسے کو کامیاب بنانے کے

لئے بڑی کوششیں کیں۔ جلسے کی اہمیت اس لحاظ سے مزید بڑھ جاتی ہے کہ جمعیت علمائے پاکستان نے 1970ء کے انتخابات میں کراچی اور بعض دوسرے علاقوں سے کامیابی حاصل کی تھی۔ پنجاب میں یہ جلسہ اس کے بڑھتے ہوئے اثر کا غماز بھی ہے۔'' (211)

جمعیت علمائے پاکستان کے اس تاریخی جلسہ کی شاندار کامیابی پر ملک بھر میں تہلکہ مچ گیا۔ اخبارات نے اپنے اداریوں میں اس جلسہ کی کامیابی کا خصوصی ذکر کیا۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' کے خالد کاشمیری نے اپنے کالم ''شہر نامہ'' میں ''جے یو پی کی حقیقی کامیابی'' کے عنوان سے جو کچھ لکھا وہ قارئین کی ضیافت طبع کے لئے من وعن نقل ہے:

''جمعیت علمائے پاکستان کے لئے 10/اپریل جمعرات کا روز ایک امتحان کا دن تھا، اس کے لئے بیرون موچی دروازے کی قدیم اور تاریخی جلسہ گاہ کو جمعیت نے خود منتخب کیا تھا۔ بات یہ نہیں کہ جمعیت علماء پاکستان یا اس کے ان مرکزی رہنماؤں کے لئے جلسہ عام کسی قسم کی امتحان گاہ تھا، جو میدان سیاست و خطابت میں ممتاز و منفرد مقام رکھتے ہیں یا موچی دروازے کی تاریخی جلسہ گاہ ان کے لئے نئی تھی۔ بلکہ اصل بات یہ تھی کہ اس روز پاکستان پیپلز پارٹی کی قائم مقام چیئرمین محترمہ بے نظیر بھٹو کے پرتپاک استقبال، ایئر پورٹ سے مینار پاکستان تک جلوس اور وہاں جلسہ عام کا اہتمام تھا۔ اگرچہ پیپلز پارٹی پنجاب کی قیادت کی طرف سے جمعیت علماء پاکستان کے مقامی رہنماؤں سے مل کر اس بات کی کوشش کی گئی کہ جمعیت علماء پاکستان اس روز اپنا جلسہ ملتوی کر دے۔ مطلب یہ تھا کہ مس بے نظیر بھٹو کی آمد کی تقریبات اور جمعیت علماء پاکستان کا جلسہ ایک ہی منعقد ہونے سے کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ دھڑکا دونوں طرف تھا۔ سوال لوگوں کا تھا۔ استقبالیہ ہجوم متاثر نہ ہو؟ جلسہ کی حاضری کا مسئلہ پیدا نہ ہو؟ بعض حلقوں کا تاثر تھا کہ جمعیت علماء پاکستان کو اس روز جلسہ عام منعقد کر کے خود کو کسی کڑے امتحان میں

نہیں ڈالنا چاہیے۔ جس روز محترمہ بے نظیر بھٹو کی آمد پر پیپلز پارٹی ان کے استقبال کا منظم پروگرام مرتب کر رہی ہے بلکہ خود جمعیت کے بعض حلقے اس سلسلے میں فکر مند لگتے تھے مگر جمعیت کے سیکرٹری جنرل مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے اپنے قائد مولانا شاہ احمد نورانی سے مشورے کے بعد ہر چہ بادا باد کے مصداق 10 / اپریل کو طے شدہ پروگرام کے مطابق جلسے کے انعقاد کے فیصلے کو برقرار رکھا اور اس طرح خود کو کڑے امتحان کے لئے پیش کر دیا۔ موچی دروازے کے باغ کو سامعین کی نشستوں، لاؤڈ سپیکروں، بینروں اور پارٹی پرچموں سے سجانے کے لئے گزشتہ دو روز دن رات کام کیا جس کے نتیجے میں نو اور دس اپریل کی رات باغ بیرون موچی دروازے میں جلسے کا پنڈال پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ اس جلسے میں جمعیت علماء پاکستان کی پوری لیڈرشپ نے شرکت کی۔ جن میں اس کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی، سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی، نائب صدر پروفیسر شاہ فرید الحق، پیر سید برکات احمد شاہ، مولانا سلیم اللہ خاں، مفتی مختار احمد نعیمی، خان سلیم اللہ خاں اور پیر اعجاز احمد ہاشمی تھے۔ اگرچہ جمعیت علماء پاکستان کی مقامی شاخ کی طرف سے اس جلسے کی پبلسٹی کے لئے بڑی تعداد میں شہر اور اس کے گردونواح میں اشتہارات لگائے گئے تھے اور متعدد بڑے بڑے اہم چوراہوں پر مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خاں نیازی کے بڑے بڑے پورٹریٹ بھی نصب کئے گئے اور سوزوکی وینوں پر لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے اس کی منادی بھی کئی روز سے جاری تھی۔

پھر بھی جمعیت کے بعض اندرونی اور اکثر بیرونی حلقوں کو دھڑکا سا لگا ہوا تھا کہ جب بے نظیر بھٹو کی آمد پر لوگ اس کے طویل استقبالیہ پروگرام میں شرکت کریں گے تو جمعیت کے جلسے میں حاضری کا کیا ہوگا اور یہ سوال قریباً دو بجے تک موچی دروازے کے باغ میں بیٹھنے والوں کو

بھی پریشان کرتا رہا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جب شاہراہ قائداعظم پر محترمہ بے نظیر بھٹو کا جلوس منزل کی طرف رواں دواں تھا تو باغ بیرون موچی دروازے کی جلسہ گاہ میں لوگ امڈے چلے آتے نظر آ رہے تھے۔ اس جلسے کی صدارت پیر سید برکات احمد شاہ نے کی۔

تین بجے کے قریب جلسہ گاہ میں لوگوں کی آمد کی رفتار میں اس قدر تیزی آ گئی کہ منتظمین کو سٹیج کے دائیں طرف کا بڑا دروازہ بند کر کے مہمانوں اور قائدین کے لئے مخصوص کرنا پڑا۔ اس دروازے کے قریب مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خاں نیازی کی رنگین تصاویر خریدنے والوں کا جھرمٹ تھا۔ جمعیت کے کارکن سینوں پر بلے لگائے اور قائدین کی تصویریں آویزیں کئے انتظامی فرائض نجام دے رہے تھے۔ جلسہ گاہ میں چاروں طرف بینر ہی بینر تھے اور پنڈال میں جمعیت کے سبز پرچموں کی بھرمار تھی جن پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔ اس اجتماع میں یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ جماعت اہل سنت کے دونوں متحارب گروپوں میں صلح ہو چکی ہے۔ چنانچہ سید محمود احمد رضوی نے بھی اس جلسے سے خطاب کیا۔ اس جلسے میں مقررین کا ہدف تنقید حکمران طبقہ ہی تھا۔ مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خاں نیازی، پروفیسر شاہ فرید الحق اور دیگر مقررین نے اپنی تقریروں میں براہ راست صدر جنرل محمد ضیاء الحق اور ان کی پالیسیوں کو ہدف تنقید بنایا۔ تاہم ان کی تقریروں کا محور نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ تھا۔

انہوں نے مارشل لاء اور اس دور میں کئے گئے اقدامات کی مذمت کی۔ ریفرنڈم، انتخابات اور وزیراعظم کی نامزدگی کے معاملات پر سیر حاصل گفتگو کی اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھنے کا عزم کیا۔ جمعیت علماء پاکستان کا یہ جلسہ بالآخر حاضری کے اعتبار سے اس قدر بھرپور ہو گیا کہ اسے مارشل لاء کے خاتمے کے بعد باغ

بیرون موچی دروازے میں ہونے والے کسی بھی سیاسی جلسے کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس جلسے میں پروفیسر شاہ فرید الحق نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ملک کی 80 فیصد آبادی ''**الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ**'' کا ورد کرتی ہے۔ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے انہیں ریفرنڈم کرانے پر بھی اعتراض نہ تھا اور پھر مولانا شاہ احمد نورانی نے تو اپنی تقریر کے آخر میں پورے پنڈال کو اپنے ساتھ سلام میں شامل کر لیا اور سامعین کھڑے ہو کر ''**یا نبی سلام علیک یا رسول ﷺ سلام علیک**'' جھوم جھوم کر پڑھنے لگے۔

اس جلسے میں سابق لیفٹیننٹ جنرل کے ایم اظہر نے گزشتہ دنوں اس باغ میں ہونے والے حکومتی پارٹی مسلم لیگ کے جلسے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس جلسے کے لئے بسوں اور دوسری گاڑیوں میں لوگوں کو بھر بھر کر لایا گیا اور اس مقصد کے لئے لائے جانے والے ہر شخص کو 25, 25 روپے دیئے گئے۔ جلسے میں وقفوں سے نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر، نعرۂ رسالت یا رسول اللہ ﷺ، مرد حق مرد غازی، خان نیازی خان نیازی، حق و صداقت کی نشانی، شاہ احمد نورانی کے نعرے لگتے رہے۔ جلسے کے اختتام پر مولانا شاہ احمد نورانی نے نماز مغرب کی امامت کی اور حقیقت یہ ہے کہ جمعیت علماء پاکستان اس روز امتحان میں کامیاب ہو کر نکلی۔'' (212)

تنظیم محمدی کا استقبالیہ

اس جلسہ کی شاندار اور تاریخی کامیابی کے سلسلے میں ''تنظیم محمدی کشمیری بازار لاہور'' نے قائدین جمعیت علماء پاکستان کے اعزاز میں 11/اپریل 1986ء کو ایک استقبالیہ دیا۔ اس موقعہ پر مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اشتراکیت کا نظام ہو یا سرمایہ پرستی کا نظام یہ دونوں انسانیت کے لئے تباہ کن ہیں۔ عالم اسلام کی نجات نظام مصطفیٰ ﷺ میں ہے اور یہی وہ نظام ہے جس کے لئے 1977ء کی تحریک میں لوگوں نے اپنے سینوں پر

گولیاں کھائی تھیں۔ نیلا گنبد لاہور سے جب تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کا جلوس نکلا تو ان پر گولیاں چلائی گئیں۔ ایک غیر ملکی صحافی نے استفسار کیا کہ یہ لوگ گولیوں کے سامنے سینہ تان کر کیوں کھڑے ہو گئے کیا یہ پاگل ہیں۔ انہیں جواب دیا کہ یہ لوگ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے اس جذبہ سے گولیاں کھا رہے ہیں۔ اس غیر ملکی صحافی نے پوچھا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کیا ہے تو اس کو بتایا گیا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ وہ نظام ہے جس میں گناہوں سے پاک معاشرہ قائم ہوگا۔

ہماری تمام تر مسائل کے بارے میں سوچ مثبت ہے اور ہم قوم کو متحد کرنے اور آمریت کے خاتمہ کے لئے نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کرنا چاہتے ہیں اور شروع سے ہی یہی ہماری جماعت کا منشور ہے۔'' (213)

م ش کا خراج تحسین

تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور ممتاز صحافی جناب میاں محمد شفیع (م ش) نے اپنے کالم ''م-ش کی ڈائری'' میں لاہور کے جلسہ کی کامیابی کے سلسلے میں مولانا نیازی کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ ملاحظہ فرمائیے اور اپنے قلب و جگر کو جلا بخشئے:

''اگر پاکستان میں کوئی ایک شخص محض اپنے کردار کی بناء پر قومی قیادت کے مقام پر فائز ہے تو میرے خیال کے مطابق وہ حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی ہیں۔ حضرت مولانا نیازی گزشتہ نصف صدی سے، کسی قسم کی خاندانی جاگیرداری اور سرمایہ داری کی بیساکھیوں کے بغیر محض اپنے بے داغ کردار کی بناء پر ایک قومی قائد کی حیثیت میں میدان میں گامزن ہیں۔ انہوں نے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پلیٹ فارم سے اس صدی کے چوتھے عشرے میں اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ وہ گزشتہ پچاس سالوں سے ایک مرد قلندر کی حیثیت میں ہر طاغوتی طاقت سے ٹکراتے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے سر سکندر حیات، سر خضر حیات خان، نواب ممدوٹ (نواب افتخار حسین ممدوٹ) میاں ممتاز دولتانہ،

ایوب خان، کالا باغ (ملک امیر محمد خان)، یحییٰ خان، ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل محمد ضیاء الحق تمام حکمرانوں کا اصولوں کی بناء پر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ قید، پھانسی اور نظر بندی انہیں جادۂ حریت سے کبھی متزلزل نہیں کر سکے۔ انہوں نے کبھی اصولوں پر کسی طاقت سے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ ان کی زندگی میں قول و فعل کا کوئی تضاد نہیں وہ آج بھی جبکہ ان کے کفش بردار کوٹھیوں اور کاروں کے مالک بن چکے ہیں۔ ایک مرد قلندر کی طرح کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں اور اپنی آبائی زمین سے حاصل کئے گئے رزق حلال سے سیاسی زندگی کے جملہ تقاضے پورے کرتے ہیں۔ ہم نے انہیں زندگی کے ہر لمحہ میں ”ایک مرد مومن“ اور ”عاشق رسول ﷺ“ پایا اور کبھی انہیں آج تک کسی غیر شرعی حرکت کا مرتکب نہیں دیکھا۔

یہ تمہید میں نے جمعیت علمائے پاکستان کے جلسے کی اہمیت واضح کرنے کے لئے اٹھائی ہے جو موچی دروازہ میں اسی دن اور اسی وقت منعقد ہوا تھا جبکہ اقبال پارک میں مس بے نظیر کا تاریخی اجلاس جاری تھا۔ لاہور کے ایک لیفٹ اخبار نویس نے مجھے بتایا کہ جمعیت علماء پاکستان کا موچی گیٹ والا جلسہ پی پی پی کے جلسے کے بعد لاہور میں منعقد ہونے والا سب سے بڑا جلسہ تھا۔ اس جلسے میں حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی اور جمعیت کے دوسرے قائدین کرام نے قومی سیاسیات پر جو کچھ ارشاد فرمایا، اگر اسے مس بے نظیر بھٹو کی تقریر کے متن کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی دقت نہیں رہ جاتی کہ پاکستان میں 1990ء سے پہلے تمام انتخابات ناگزیر ہو جائیں گے۔“(214)

ملتان میں گفتگو

12/اپریل 1986ء کو مولانا نیازی نے ملتان میں روزنامہ ”نوائے وقت“ کے نمائندہ سے بات چیت کرتے ہوئے اخبارات پر زور دیا کہ وہ ملک کی سلامتی کے خلاف باتیں کرنے والوں سے اپنے صفحات محفوظ رکھیں اور ملی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے مسترد شدہ قیادت کا محاسبہ

کریں۔ انہوں نے کہا کہ وہ لوگ جنہوں نے جمہوریت، عوام کے بنیادی حقوق اور اخلاقی قدروں کا جنازہ نکالا آج پھر سرگرم عمل ہیں اور اقتدار کے حصول کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کر رہے ہیں ان حالات میں پاکستانی عوام اور پریس کا فرض منصبی ہے کہ وہ تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلامی تہذیب و معاشرت، اسلامی قانون اور روایات اور طے شدہ اصول سیاست کی مخالفت کرنے والوں کو مسترد کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ ملت میں نظریہ پاکستان کا مکمل اجماع ہو چکا ہے اور قرارداد مقاصد کے بعد آئین میں کتاب و سنت کی بالادستی کو قانونی حیثیت دی جا چکی ہے اور اب اگر کوئی شخص یہ نعرہ لگائے کہ دین کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں تو وہ ماضی کے حوالے سے ابوجہل اور حال میں گاندھی کا پیرو تو کہلایا جا سکتا ہے، محمد عربی ﷺ کا پیرو کار نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ جو دشمنان پاکستان تحریک پاکستان کو مسخ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں وہ آج اکابرین پاکستان میں اپنا نام لکھا رہے ہیں اور وہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ وہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے وفادار ہیں۔ اخبارات کو ایسے افراد سے ہوشیار رہنا ہوگا اور ان کے عزائم کو ناکام بنانا ہوگا۔ عوام کو بھی ہر سیاستدان اور جماعت کے ماضی کے کردار کو دیکھنا ہوگا کہ وہ اب تک کیا کردار ادا کرتے رہتے ہیں۔(215)

بہاولپور میں خطاب

14/اپریل 1986ء کو مولانا نیازی نے احمد پور شرقیہ اور بہاولپور میں عظیم الشان جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری دینی و دنیاوی فلاح صرف اور صرف مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ میں ہے۔ جو لوگ بے نظیر بھٹو کے پیچھے بھاگ رہے ہیں ان کو یہ دیکھنا چاہئے کہ بے نظیر، خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا نمونہ نہیں ہو سکتی۔ مولانا نے عوام پر زور دیا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام و نفاذ کے لئے بھرپور جدوجہد میں حصہ لیں۔ انہوں نے کہا کہ جی ایم سید اور غفار خاں جیسے غداروں کو حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ دینے والوں کو پھانسی پر لٹکایا جائے اور پاکستان کے غداروں کو ملک سے نکال دیا جائے۔ کنفیڈریشن کا نعرہ لگانے والے بھی غدار ہیں ایسے غداروں کو پریس میڈیا مکمل طور پر مسترد کر دے۔ ہم مسئلہ کشمیر حل کئے بغیر بھارت سے کسی قسم کی بات چیت کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔(216)

ملتان میں جلسہ

18 اپریل 1986ء کو جمعیت علماء پاکستان ملتان کے زیر اہتمام قاسم باغ اسٹیڈیم میں ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان اپنی جدوجہد نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ تک جاری رکھے گی۔ تحریک پاکستان کے مخالف آج بھی بنیادی نظریئے کی غلط تاویلات کر کے لوگوں کو الجھا رہے ہیں۔ صدر ضیاء الحق کی چشم پوشی کے باعث غفار خاں، ولی خاں، بزنجو (غوث بخش) اور جی ایم سید جیسے لوگ عرصے سے زہر اگل رہے ہیں اور مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ پاکستان اور اس کے عوام کا مقدر صرف اسلام ہے۔ حکومت اپنی رابطہ مہم کے ذریعے اس آمریت کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتی ہے جسے عوام تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ چلا کر مسترد کر چکے ہیں۔ چار پانچ قومیتوں کے نعرے لگانے والے سیاستدان ملک کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ یہ حکومت کی کمزوری ہے کہ آج ملک میں پاکستان مردہ باد کے نعرے لگ رہے ہیں۔ (217)

راولپنڈی میں جلسہ

25 اپریل 1986ء کو لیاقت باغ راولپنڈی میں جمعیت علمائے پاکستان کے زیر اہتمام ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے پاکستان نے کہا کہ آج کا اجتماع مشتاقان مصطفیٰ ﷺ کا اجتماع ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کی رضا اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ہماری جماعت غریبوں اور مسکینوں کی جماعت ہے اور یہ سب کچھ لوگوں نے خود خرچ کیا ہے۔ ہمارے پاس کروڑوں کے فنڈز نہیں ہیں جبکہ سنڈے ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق ایک سیاسی جماعت نے جلسے جلوس پر چھ کروڑ روپے خرچ کئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں جلوس کا شوق نہیں کیونکہ ہم مصطفیٰ آباد (رائے ونڈ) اور ملتان میں لاکھوں کے اجتماع منعقد کر چکے ہیں۔ ہمارے اجتماعات عشق مصطفیٰ ﷺ کے جذبہ کے مرہون منت ہوتے ہیں۔ انہوں نے صدر ضیاء سے سوال کیا کہ انہوں نے 90 دن کا عرصہ نو سال تک کے لئے کیوں بڑھا دیا۔ 1973ء کے متفقہ آئین کو مسترد کر کے اس کی لاش پر کھڑے ہو کر اور خود ساختہ آئین بنا کر غیر آئینی الیکشن کرایا گیا، اس لئے ہم ان انتخابات کو پانچ سال تو کجا پانچ منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کرتے۔ یہ انتخابات اس لئے بھی خلاف ضابطہ ہیں کیونکہ یہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے

لئے نہیں تھے بلکہ ان کی بنیاد دولت، برادری ازم اور تعصّبات پر تھی۔ اس کے علاوہ امیدواروں کو اخراجات کے گوشوارے پیش کرنے سے بھی مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔

مولانا نیازی نے یہودی لابی کو خبردار کیا کہ وہ مسلم امہ کے خلاف کارروائی میں ملوث ہے اور اپنے میڈیا کے ذریعے مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ جمعیت علماء پاکستان لوگوں کو غلط راہ سے بچانے اور راہنمائی کے لئے پوری طرح تیار ہے اور یہ کسی سیاسی جماعت کے مخالف نہیں ہے۔ پاکستان میں صوبائیت اور کنفیڈریشن کے لئے وجود میں نہیں آیا تھا اور جو لوگ یہ مطالبہ کرتے ہیں وہ گاندھی کے پیروکار ہیں۔ گزشتہ نو سالوں کے دوران نفاذ اسلام نہیں ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جمعیت علماء پاکستان ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ لائے گی۔ ملک میں آج کل جو فحش گوئی پھیل رہی ہے اس کا نظام مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے خاتمہ کر دیں گے۔ ہماری جماعت نے جبر و ستم کے دور میں بھی کلمہ حق ادا کیا ہے۔ ہم 1977ء کے اتفاق و اتحاد کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ ایک جماعت یہ نعرہ لگا رہی ہے کہ اسلام ہمارا مذہب ہے اور سوشلزم ہماری معیشت ہے حالانکہ اسلام کی معیشت کو اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ جو لوگ اس طرح کا نظام لانا چاہتے ہیں وہ اسلام سے واقف نہیں ہیں۔ ہم ہر سیاسی جماعت کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے ہمارے ساتھ شامل ہوں۔ موجودہ حکومت نے شریعت کی بالادستی تسلیم نہیں کی اور اسلام کا وہ حلیہ پیش کیا ہے جس سے دشمنوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ صدر، ٹیلی ویژن پر مناظرہ کر کے دیکھ لیں کہ وہ اسلام اور پاکستان سے کس قدر مخلص ہیں۔ (218)

بھارت کی فضائی خلاف ورزیاں

مئی 1986ء میں افغانستان کی کٹھ پتلی حکومت نے مسلسل فضائی سرحدی خلاف ورزیاں کیں اور بھارت نے سیاچین گلیشیئر کے مسئلے پر ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا تو مولانا نیازی نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ تمام محبّ وطن عناصر داخلی اختلافات ختم کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اور ملکی خطرات کا مقابلہ کرنے اور جماعتی بنیادوں پر نئے انتخابات کرانے کے لئے بااثر جماعتوں پر مشتمل قومی حکومت تشکیل دی جائے۔

مولانا نیازی نے کہا کہ ملک کو جنگی نکتہ نگاہ سے اتنا مضبوط اور مستحکم بنا دیا جائے کہ دشمن مارے خوف کے لرزتے رہیں اور منافقین ریشہ دوانیاں نہ کر سکیں۔ اس مقصد کے لئے تمام سیاسی

اور مذہبی جماعتوں کو ایک ایک فارمولے پر متفق ہونا پڑے گا جس میں سیاسی اور فرقہ وارانہ مفادات کے مقابلے میں ملکی اور ملی مقاصد کو ترجیح دیتے ہوئے جامع پروگرام مرتب کر کے تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کی طرح قومی جدوجہد کا آغاز کیا جا سکے۔

حکمرانوں کو غیر جماعتی انتخابات کے ذریعے قائم ہونے والی اسمبلیوں کو قائم رکھنے پر اصرار کر کے اپنے جابرانہ دور کو طول نہیں دینا چاہئے بلکہ محبت، اخوت اور اتحاد و تعاون کے جذبے سے تمام محب وطن رہنماؤں کے ساتھ مل کر ایک ایسا جامع منصوبہ تیار کیا جائے جس سے پاکستان مشرق و مغرب کے تمام خطرات سے محفوظ رہ سکے کیونکہ یہ امر افسوس ناک ہے کہ ہماری خانہ جنگی کے باعث بھارت زبردست جنگی قوت بن چکا ہے۔

مولانا نیازی نے قومی اسمبلی کے سپیکر سید فخر امام کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک کو موجودہ حکومت کی زبردست اخلاقی، سیاسی اور آئینی شکست قرار دیتے ہوئے کہا کہ آج دنیا کیا کہے گی کہ جس شخص کو اسمبلی کی غالب اکثریت نے سرکاری امیدوار اور کہنہ مشق پارلیمینٹرین خواجہ محمد صفدر کے مقابلے میں سپیکر منتخب کیا گیا تھا اور جس نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں غیر جانبداری سے کام لیتے ہوئے پارلیمانی روایات کو زندہ کیا اسے محض اس لئے نکالا جا رہا ہے کہ وہ حکومت کی خاطر آئینی ضوابط کا قتل عام کرنے پر آمادہ نہیں۔ فخر امام کے خلاف حکمران طبقہ کی انتہائی ناعاقبت اندیشانہ کارروائی سے کئی مسائل پیدا ہوں گے۔ جونیجو حکومت نے گزشتہ ایک سال کے دوران جمہوری عمل کا تاثر دینے کی جو کوشش کی ہے وہ غارت ہو جائے گی اور ملک کے اندر علاقائی، قبائلی اور صوبائی تعصبات کے نام پر چلنے والی منفی تحریکوں کو تقویت ملے گی اور دشمن ممالک کو یہ کہنے کا موقعہ ملے گا کہ تم جس جمہوریت کو اپنے ملک میں رائج نہیں کر سکتے اس کا دوسروں سے کیسے مطالبہ کر سکتے ہو۔ اس طرح عالمی رائے عامہ بھی اس اقدام سے ہمارے خلاف ہو جائے گی۔ خود حکمرانوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ اپنے وضع کردہ غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کے نتیجے میں قائم شدہ نظام کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

مولانا نیازی نے صدر ضیاء الحق کی طرف سے نئے مارشل لاء کی دھمکی پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ نظام حکومت مارشل لاء کا سول چربہ ہے۔ اس لئے عوام ایسی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوں گے۔ صدر کو مسائل و مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہئے۔ مولانا نے کہا کہ اسلام ایک

عالمگیر انقلابی نظام ہے مگر اس کا علمی خاکہ پیش کرنے کے لئے عزم و تدبر کی ضرورت ہے۔ سیاست اور معیشت کو اسلام سے جدا سمجھنے والے روح اسلام سے بے خبر ہیں۔ سیکولرز کا نعرہ لگانے والے کیمونزم سے مرعوب ہیں جبکہ سرخ و سفید سامراج، افغانستان اور لبنان میں ناکام ہو چکے ہیں، اس لئے اسلام کے جامع نظام کے تحت ضابطہ حیات پیش نہ کر سکنے والے قیادت سے ہٹ جائیں اور ان لوگوں کے لئے میدان خالی کر دیں جو سرخ و سفید سامراج کے مقابلے میں امت محمدیہ کو منظم کر کے خلق خدا کے لئے رحمت و شفقت کا پیغام لا سکتے ہیں۔(219)

اقبال و قائداعظم کے گستاخ کی سرکوبی

متعصب سندھی لیڈر رسول بخش پلیجو نے محمد بن قاسم ''حکیم الامت اقبال رحمتہ اللہ علیہ'' اور حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف ہرزہ سرائی کی تو مولانا نیازی سے یہ برداشت نہ ہو سکا چنانچہ مولانا نے 8رجولائی 1986ء کو ایک اخباری بیان میں فرمایا کہ ایم آر ڈی کے کنوینر رسول بخش پلیجو نے غازی محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ، قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ اور علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں جو بیان دیا ہے وہ نہایت افسوس ناک ہے اور اس موقعہ پر جب صوبائی تعصبات، مذہبی جذبات بھڑکائے جا رہے ہیں، جمہوریت کی بحالی کے سلسلے میں حکومت اور عوام کے درمیان کشیدگی ہے۔ ایسے موقع پر اس طرح کا بیان دے کر ایک نیا مسئلہ کھڑا کرنا ان کی سمجھ سے بالاتر ہے اور جو باتیں طے شدہ ہیں ان کا متنازعہ بنانا بہتر نہیں ہے۔

مولانا نیازی نے کہا کہ مسلم لیگ پاکپتن کے صدر سید محمد شاہ کے صاحبزادے سید افضل حیدر ایسے شخص کی دعوت دے رہے ہیں جو تحریک پاکستان اور نظریہ پاکستان کے علمبرداروں کی توہین کر رہا ہے۔ ولی اللہ محمد بن قاسم جو ایک مسلمان لڑکی کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے سندھ آئے تھے، اس پر الزام دھر رہا ہے کہ راجہ داہر کی معنوی اولاد پلیجو کے بقول وہ ان کی لڑکیاں اغواء کر کے لے گیا۔ ہم حیران ہیں کہ جس شخص کے ماں باپ نے اس کا نام رسول بخش رکھا اور رسول اللہ ﷺ کی غلامی سے انحراف کر کے راجہ داہر کا غلام بننے پر فخر محسوس کرتا ہے، ایسا شخص نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تاریخ پاکستان سے قطعاً بے خبر اور بغض و عناد رکھتا ہے بلکہ بحالی جمہوریت کا بھی جاہلانہ تصور رکھتا ہے۔

ایم آر ڈی میں وہ جماعتیں بھی موجود ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان کے لئے شاندار خدمات

سرانجام دی ہیں اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں قربانیاں پیش کی ہیں، ان کو غور کرنا ہوگا کہ ایسا شخص جو تحریک پاکستان کے بنیادی نظریات کا دشمن ہے اور اسلام کے اکابر، مشاہیر کا مذاق اڑاتا ہے اسے نہ صرف ایم آر ڈی سے خارج کر دیا جائے بلکہ حب الوطنی کے زمرے سے بھی خارج کر کے دشمنوں کی فہرست میں شامل کر کے اس کا زبردست محاسبہ کیا جائے اور جو کچھ اس نے کل کی دعوت میں کہا ہے اسے اور اس کے میزبانوں کو دشمن نمبر 1 قرار دے کر ہر میدان میں ان کا تعاقب کیا جائے اور ایسے افراد کو بے نقاب کر کے ان کے ناپاک اثرات سے قوم کو محفوظ کر دیا جائے۔

مولانا نے قومی پریس سے درخواست کی کہ وہ ملک وملت کے ایسے دشمنوں کے تذکرہ سے اجتناب کریں جن کو زمانہ مسترد کر دیا ہے اور دوبارہ انہیں قوم کے لئے قابل قبول بنانے کے لئے ہر قسم کے اقدامات سے اجتناب کریں۔(220)

خطبہ عید الفطر

9/جون 1986ء کو مرکزی عید کمیٹی اہل سنت و جماعت کے زیر اہتمام اقبال پارک لاہور میں خطبہ عید الفطر میں مولانا نیازی نے کہا کہ ہمیں نہ تو اشتراکی سرخ سامراج کی ضرورت ہے اور نہ ہی سرمایہ دارانہ جمہوریت کے نام پر سفید سامراج کی۔ ہم خلافت راشدہ کی اساس پر ایک روحانی، فلاحی مملکت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

عید الفطر کے عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نے روزہ کے فضائل کا ذکر کیا اور کہا کہ رمضان میں تقویٰ، طہارت، ذاتی، جماعتی، ملکی وملی ذمہ داریوں کے بھرپور احساس کے پیش نظر روزہ داروں نے جو تربیت حاصل کی ہے اس کا ایک فائدہ ان کی اپنی ذات وکردار میں عظمت، وقار اور پاکیزگی ہے لیکن حقوق العباد اور حقوق اللہ کے پیش نظر ایک اجتماعی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ملک کے داخلی اور خارجی مسائل سے عہدہ برآہ ہونے کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔

مولانا نیازی نے مزید کہا کہ خارجی طور پر امریکہ وروس دونوں امت مسلمہ کی تباہی کے درپے ہیں۔ ایران، عراق جنگ، افغانستان، لبنان اور دیگر ممالک میں سازشانہ ریشہ دوانیاں اس جانب توجہ مبذول کرتی ہیں کہ ان سب کے خلاف کوئی جرأت مندانہ اقدام کیا جائے داخلی حالات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ بڑی طاقتوں روس وامریکہ کے گماشتوں اور بھارت کے ایجنٹوں

نے وطن عزیز کے وجود کو منتشر کر کے تباہ کرنے کی سکیم بنا رکھی ہے اور ملک میں پاکستان توڑ دو، پاکستان مردہ باد اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دل آزار نعرے بعض عناصر کی جانب سے لگائے جا رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے دور حکومت کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کو 1977ء میں جن خطرناک گھاٹیوں سے گزرنا پڑا تھا، قتل وغارت، تباہی، انتخابات میں دیدہ دلیری، بے شرمی سے دھاندلی کا ارتکاب کرنے والے آج پھر قوم کے خیرخواہ بن کر سامنے آ رہے ہیں اور ایک بار پھر قوم کو آپس میں ٹکرا کر پاش پاش کرنا چاہتے ہیں۔(221)

ملتان میں انٹرویو

21/جون 1986ء کو مولانا نیازی نے ملتان میں ''نوائے وقت'' کو خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا کہ چار قومیتوں اور کنفیڈریشن کے نعرے بلند کرنے والے غیرملکی ایجنٹ ہیں جو چاہتے ہیں کہ ہم ایک اسلامی اخوت کے رشتے میں پابند ہونے کے باوجود کئی قومیتوں میں تقسیم ہو کر دشمنوں کے لئے تر نوالہ بن جائیں۔ مولانا نے تجویز پیش کی کہ جس طرح اسلامی ممالک کئی صوبوں میں منقسم ہیں اور امریکہ 51 ریاستوں کا مجموعہ ہے اس طرح پنجابی، بلوچی، سندھی اور سرحدی کے تعصبات کو ختم کرنے کی غرض سے ملک کے 35 صوبے بنا دیئے جائیں تاکہ آگ بھڑکانے والے ملک دشمن عناصر کے ارادے ہمیشہ کے لئے دفن ہو سکیں۔

مولانا نے کہا کہ ہم متناسب نمائندگی پر زور دیں گے تاکہ کسی سیاسی پارٹی کا ووٹ ضائع نہ ہو۔ رائے دہندگان شخصیات کی بجائے نظریات کو سامنے رکھ کر اپنے نمائندے منتخب کر سکیں۔ ہم خزاں اور بہار کی باتوں سے باہر نکل کر صدر مملکت اور وزیر اعظم کی توجہ اس طرف دلاتے ہیں کہ جتنی جلد وہ اسمبلیوں کو آئینی شکل دیں گے وہ ملک اور قوم کے لئے اسی قدر بہتر ہوگا کہ بلا تاخیر انتخابات کرائے جائیں ہم کسی بہار اور خزاں کے پابند نہیں۔ مڈٹرم انتخابات کا مطالبہ کرنے والوں کو احمقوں کی جنت میں بسنے والے کہنے والے خود جھوٹوں کے دوزخ میں رہ رہے ہیں۔ مڈٹرم انتخابات کا مطالبہ اس اعتبار سے وزنی ہے کیونکہ موجودہ انتخابات کسی بھی آئین کے تحت منعقد نہیں کرائے گئے۔ صرف صدر مملکت کی جانب سے 12/اگست کو ایک فرمان جاری کیا گیا جس میں جمہوریت اور سیاسی ذہانت کے تمام مسلمہ اصولوں کو پامال کیا گیا تھا۔ غیر جماعتی کی شرط عائد کر کے امیدوار اور رائے دہندہ کو چودھراہٹ کے ساتھ ساتھ گھناؤنے تعصبات کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

ایم آر ڈی (تحریک بحالی جمہوریت) میں دوسری شامل جماعتوں میں پیپلز پارٹی ایک فعال عنصر کے طور پر موجود ہے، جس کا اعتراف خود نوابزادہ نصر اللہ خاں کرتے ہیں۔ اب نوابزادہ نصر اللہ خاں سمیت ایم آر ڈی کے وہ دوسرے لیڈر جنہوں نے قومی اتحاد کے تحت پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ چلائی تھی وہ اب ایم آر ڈی اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں کس بنیاد پر سمجھوتہ کریں گے اور یہ ابھی تک واضح نہیں ہو سکا۔ ان لیڈروں نے پیپلز پارٹی کی ماضی کی تمام کوتاہیوں اور کارستانیوں کے باوجود قبول کر کے عملاً تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے مقاصد سے روگردانی کی ہے بلکہ ایک طرح سے انہوں نے ان مقاصد سے راہ فرار اختیار کیا ہے۔

مولانا نیازی نے نوابزادہ نصر اللہ خاں اور مس بے نظیر بھٹو کی حالیہ ملاقات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس ملاقات میں ایک بوڑھے سیاستدان کی انا کو تسکین ملی ہوگی، اس کے سوا اور کوئی انقلابی تبدیلی رونما نہیں ہو سکتی۔ پیپلز پارٹی کو چاہئے کہ بحالی جمہوریت کے پروگرام میں تمام سیاسی جماعتوں کو متفق کر کے کوئی لائحہ عمل ترتیب دے۔ پیپلز پارٹی نے 5/ جولائی سے بحالی جمہوریت کا پروگرام شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ دن بلاشبہ پیپلز پارٹی کا یوم محرومئ اقتدار ہے، مگر دوسروں کے لئے نہیں، اس لئے مس بے نظیر بھٹو کو بھٹو ازم کو ابھار کر بحالی جمہوریت کو متنازعہ مسئلہ نہیں بنانا چاہئے۔ تمام سیاسی جماعتوں کو بحالئ جمہوریت کا پروگرام 18/ اکتوبر سے شروع کرنا چاہئے کیونکہ اس روز صدر ضیاء الحق نے انتخابات ملتوی کئے تھے۔ (222)

قارئین کرام! آپ نے مولانا نیازی کے مفکرانہ، مجاہدانہ، ماہرانہ اور مجتہدانہ خیالات ملاحظہ فرمائے۔ اے کاش اگر تمام سیاسی جماعتیں مولانا نیازی کے ارشادات کو حرز جاں بنا لیتیں تو ملک کو ضیاء الحق (ف 1988ء) کا گیارہ سالہ آمرانہ دور نہ دیکھنا پڑتا۔ مگر افسوس کہ میر کارواں کی اطاعت نہ کر کے قافلہ جمہوریت اپنی منزل کو کھو بیٹھا اور آج تک بے راہروی کا شکار ہے۔

یوم احتساب

4/ جولائی 1986ء کو جمعیت علماء پاکستان کی اپیل پر پورے ملک کی مساجد میں ''یوم احتساب'' منانے کے سلسلے میں علماء کرام نے نماز جمعہ کے موقعہ پر سابقہ دور حکومت میں ''تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ'' کے ارکان پر کئے گئے مظالم اور موجودہ اور سابقہ حکمرانوں کی آمرانہ پالیسیوں

کا ذکر کیا اور اس بات پر زور دیا کہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے، اس ملک میں کسی اور ازم کی ضرورت نہیں ہے اور عوام کسی اور ازم کو قبول نہیں کریں گے۔

مولانا نیازی نے جمعیت علماء پاکستان کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے جامعہ عرفانیہ اسلام پورہ لاہور میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانی قوم پر چار جولائی 1977ء تک جمہوریت کے نام پر جو مظالم ڈھائے گئے، ایمرجنسی کے ذریعہ ان کے بنیادی حقوق سلب کئے گئے انتخابات میں دھاندلی کی گئی اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ پر بہیمانہ تشدد روا رکھا گیا۔ ملک کو دو ٹکڑے کر دیا۔ ان کو بھلا دینا قوم کی انتہائی حماقت، سفاکیت اور بے حمیتی ہوگی۔ اس لئے داغ ہائے پارینہ کو تازہ کر کے اس کی یادداشت اور دردناک سرگزشت کا احتساب ساری قوم کا ایک ایسا اہم فریضہ ہے جس سے عہدہ برآہ ہونا لازمی ہے۔

5/ جولائی 1977ء سے لے کر آج تک جو کچھ ہوا ہے، آزادی صحافت اور شہری آزادیوں کو پامال کیا گیا۔ 1973ء کے آئین کو پس پشت ڈال کر فرد واحد کے فرمان پر غیر جماعتی انتخابات کرا کر ملک میں نسلی، علاقائی، لسانی تعصبات کے لئے راستہ ہموار کیا گیا اور آج جمہوریت کی مصنوعی نقلی پارلیمنٹ کو آزادیوں کا نام دے کر حکمران نے آئینی حکومت کا ڈھونگ رچایا ہے اسے قبول کر لینا اور جماعتی بنیادوں پر بلا تاخیر انتخابات کے لئے جدوجہد نہ کرنا ملک وملت کے ساتھ ایسا دھوکہ ہے جس کا پردہ چاک کیا جانا چاہئے۔ ہمارا فرض ہے کہ سابقہ اور موجودہ آمریتوں کے سیاہ کارناموں سے قوم کو آگاہ کریں اور اتحاد، جہاد اور روحانی فلاحی مملکت کے سہ نکاتی پروگرام پر ساری قوم کو متحد کر کے ایک منظم مجاہدانہ جدوجہد کے لئے تیار کریں۔ (223)

جنرل ضیاء الحق حکومت کے وفاقی وزیر برائے مذہبی امور حاجی میر ترین نے اپنے ایک بیان میں شریعت بل کے سلسلہ میں کہا کہ کسی خاص فقہ کے ساتھ شریعت بل کے نفاذ میں ترجیحی سلوک نہ کیا جائے۔ مولانا نیازی نے اس پر تبصرہ وتنقید کرتے ہوئے کہا کہ وفاقی وزیر کا یہ بیان نہ صرف اسلام کے اجتماعی فیصلوں کے خلاف ہے بلکہ مروجہ جمہوری روایات کے بھی منافی ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مجلس قانون ساز میں فیصلہ کرتے وقت ہمیشہ کثرت رائے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ ایوان کے اندر تمام پارٹیوں کی رضامندی حاصل کرنے کی خاطر مسلم ماخذ تدوین احکام کو نظر انداز کر دیا جائے یہ ایسی لچک پیدا کر دی جائے کہ یہ ہر ایک کے لئے قابل قبول بن جائے۔

مولانا نیازی نے کہا ہے کہ وفاقی وزیر کا یہ دعویٰ ہے کہ قانون سازی کے طریق کار میں ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جائے گا کہ کسی مکتبہ فکر کو شکایت کا موقعہ نہ مل سکے۔ صرف اس صورت میں ممکن ہے جبکہ اصول و مسلمات سے ہٹ کر تنقید احکام کے موقعہ پر خبریات زیر بحث آئیں وگرنہ ہمیشہ اقلیتیں اپنے حقوق و تحفظات پر ہی اکتفا کرتی ہیں اور اکثریت سے زیادہ سے زیادہ اس امر کی ضمانت لیتی ہیں کہ ان کے مذہبی، معاشرتی، تہذیبی اور تمدنی حقوق پر کہیں بھی زد نہ پڑے۔ مولانا نے قومی اسمبلی کے سپیکر سید فخر امام کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک کا حوالہ دیا اور کہا کہ انہوں نے کثرت رائے سے ایک سپیکر ہٹا کر حامد ناصر چٹھہ کو سپیکر بنا دیا اور اکثریت نے اپنے فیصلہ پر قائم رہتے ہوئے اقلیت کی رائے کو نظر انداز کر کے اسے ہی پارلیمانی طریقہ کے مطابق انصاف قرار دیا۔ دنیا کے کئی ممالک میں مذہبی اور سیاسی اختلافات کے باوجود اکثریت کے حامل فریق کو ترجیح ملتی رہی ہے۔ مادر جمہوریت انگلستان میں کیتھولک فرقہ کے مقابلہ میں مذہبی امور میں ہمیشہ پروٹسٹنٹ کو ترجیح ملتی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں ساڑھے گیارہ سو سال تک فتاویٰ تاتارخانیہ، فتاویٰ قاضی خاں اور فتاویٰ عالمگیری کو ترجیح ملتی رہی اور ملک کا قانون اسی کے مطابق قائم رہا۔ پاکستان کی 9 کروڑ آبادی میں غالب اکثریت فقہ حنفیہ کے پیروکاروں کی ہے اس لئے لازمی طور پر یہاں کا ملکی قانون (State Law) فقہ حنفیہ کے مطابق مرتب ہوگا۔ دوسرے فرقوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے ان کے شخصی قانون (Personal Law) کا مکمل لحاظ رکھا جائے گا۔

عالم اسلام میں کہیں فقہ مالکیہ رائج ہے، کہیں شافعیہ کہیں حنبلیہ، کہیں حنفیہ اور کہیں جعفریہ۔ دوسری فقہ کو ماننے والے ان ممالک میں اپنے شخصی قانون پر مطمئن ہیں۔ فقہ حنفیہ کے ماننے والوں نے مصر، سعودی عربیہ اور ایران وغیرہ کسی جگہ بھی اپنی فقہ کو سٹیٹ لاء بنانے پر زور نہیں دیا اور نہ ہی اپنے اس قسم کے مطالبے پر کٹ مرنے کی دھمکی دی ہے۔ یہ طرفہ تماشا صرف پاکستان میں دیکھا جا رہا ہے کہ ہر اقلیتی فرقہ اپنے آپ کو سارے ملک پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔ ہر ایک کو اپنی حدود میں رہنا چاہئے۔ وزیر امور مذہبیہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ برصغیر میں ساڑھے گیارہ سو سال حکومت کرنے والی ملت اپنے دیوانی اور فوجداری قانون سے عاری نہیں تھی۔ ہائی کورٹوں بلکہ پریوی کونسل تک یہ امر قانونی طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا کہ ہر مسلمان "جب تک کسی اور فقہی مسلک کا اظہار نہ کرے اسے حنفی قرار دیا جائے گا۔" مولانا نے کہا کہ وفاقی وزیر کا یہ پروگرام کہ تمام فقہی مسالک کو یکجا کر کے ایک

فقہی معجون مرکب تیار کی جائے، ملک کو انتشار، خلفشار اور تباہی سے ہمکنار کر دے گا۔ ہر فقہی مسلک کے علماء اپنے اپنے مدارس دینیہ اور جامعات میں فقہی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ وزیر امور دینیہ کی کسی مخصوص فقہی اکیڈمی میں انہیں تربیت حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ملک میں تربیت یافتہ جید علماء اور فقہاء کی کثیر تعداد موجود ہے۔ وہ ہمیشہ بھلائی کے کام میں حکومت سے تعاون کرتے ہیں اور غلط کاموں پر ٹوکتے ہیں۔ اسلامی شریعت ہر شعبہ زندگی میں نافذ کرنے کا وعدہ پہلے آمر مطلق نے بھی کیا تھا، جسے 1986ء میں مکمل ہو جانا چاہئے تھا۔ چھ سال تک صدر ضیاء الحق نے اسلامی شریعت کے نفاذ کو امروز فردا پر معلق رکھا ہے۔ اب بجائے اس کے علماء حکومت سے تعاون کریں حکومت کا فرض ہے کہ وہ علماء کی آراء و افکار کی پابند بنے۔(224)

بلوچستان کا دورہ

اوائل اگست 1986ء میں مولانا نیازی نے بلوچستان کا دس روزہ دورہ کیا۔ واپسی پر 11/ اگست کو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ بلوچستان کے عوام قومیتوں، کنفیڈریشن کے نعروں سے قطعاً متاثر نہیں ہیں تاہم صوبہ بلوچستان میں امن و امان کی صورت حال بہتر نہیں ہے۔ اگر بلوچستان کے عوام کے مسائل پر مثبت طور پر توجہ دی جائے تو وہاں جو تخریبی نظریات پھیل رہے ہیں وہ خود بخود ختم ہو جائیں گے...... بلوچستان میں کوئی غیر ملکی اڈا موجود نہیں ہے اور نہ ہی پاکستان کی فوج وہاں موجود ہے۔

بلوچستان میں مفاد پرست لوگ بڑی عیاری سے عوام کی توجہ اصل مسائل سے ہٹا کر پنجاب کی جانب کر دیتے ہیں جبکہ بڑے بڑے قبائل کے سرداروں کے تمام اخراجات ان کے عوام برداشت کرتے ہیں اور ان کی حیثیت غلاموں کی سی ہے۔ اس بات سے کہ کہیں یہ لوگ سرداروں کی لاکھوں ایکڑ اراضی کا مطالبہ کریں وہ پنجاب کے خلاف توجہ تبدیل کر دیتے ہیں۔ مولانا نے اس بات پر زور دیا کہ بلوچستان میں بجلی، پانی اور سوئی گیس مہیا کی جائے۔ وہاں کروڑوں ایکڑ رقبہ بے آباد پڑا ہے، اس طرح آباد ہو کر خود کفیل ہو جائے گا۔

مولانا نیازی نے مزید کہا کہ ملک قومیت اور علاقے کی بنیاد پر تقسیم نہیں ہے بلکہ ظالم و مظلوم، نیک اور بدکار کی تقسیم ہے۔ ملک کے تمام مظلوموں کو ظالم کے خلاف متحد ہو کر بات کرنی چاہئے۔ مولانا نے کنفیڈریشن کی بات کرنے والوں کا ذکر کیا اور کہا کہ فرنٹ کے افراد ان سے بلوچستان

میں ملے تھے، انہیں ہم نے بھارت کی مثال دی اور کہا کہ کنفیڈریشن کا معاملہ خطرناک ہے اگر چل پڑا تو اس کی انتہا نہیں ہوگی۔ مشرقی پاکستان الگ ہوا تھا، آج عالمی بینک کی رپورٹ کے مطابق وہ سب سے پسماندہ ملک ہے۔ اس طرح اگر ملک میں ایک صوبے کو دوسرے صوبے کے خلاف کیا گیا تو اس کی انتہا کہیں نہیں ہوگی یہی ملک کی تباہی و بربادی کی سکیم ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ صوبوں کو آپس میں لڑانے کے بجائے حقوق اور تحفظات کی بات کی جائے کیونکہ ملک کا کوئی صوبہ تنہا دشمن کا مقابلہ نہیں کرسکتا اگر یہ سب اکٹھے ہوں گے تو مکا ہوگا، کھل جائیں گے تو پانچ انگلیاں ہوں گی۔

بلوچستان میں کرپشن عروج پر ہے، بے روزگاری ہے اور نوکریاں فروخت ہو رہی ہیں اور صوبہ کا وزیراعلیٰ اس میں ملوث ہے۔ تبادلوں، تقرریوں کے لئے "نذرانے" لئے جارہے ہیں۔ وفاقی حکومت کا فرض ہے کہ وہ بلوچستان کے مسائل کا حل کرے۔ زکوٰۃ اس سال تقسیم نہیں ہوئی ہے اسے فوری طور پر تقسیم کرانے کا بندوبست کیا جائے۔ ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل لودھی کے دور میں 62 سول افسروں کے خلاف مختلف بدعنوانیوں کے الزام میں رپورٹ مرتب کی گئی تھی، ان میں جو افسر نکالے گئے یا ان کی تنزلی کردی گئی تھی، انہیں بحال کیا گیا ہے۔ وفاقی حکومت اس کی تحقیقات کرائے۔ خضدار کی اراضی 1982ء کے بندوبست میں حکومت کے نام درج کردی گئی ہے اس کا نوٹس لیا جائے اور یہ بندوبست منسوخ کرکے اراضی عوام کو واپس کی جائے۔(225)

خادمین کا ضلعی کنونشن

3 ستمبر 1986ء کو لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر میں جمعیت ضلع لاہور کے خادمین کا ایک روزہ کنونشن ہوا۔ جس کی صدارت ضلعی صدر سید طالب حسین گردیزی نے کی۔ مولانا نیازی نے کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسلم لیگ کے ارکان نے غیر جماعتی انتخابات میں حصہ لے کر مسلم لیگ کو قتل کردیا اور اب انتخابات کے بعد جماعت کا مردہ قبر سے نکال لائے ہیں۔ اس لئے وہ کوئی اہم اور باغیرت سیاسی کردار ادا نہیں کرسکتے نظام مصطفیٰ ﷺ تو ملی اتحاد کا نعرہ نہیں تھا بلکہ اس کے منشور کا بنیادی نکتہ تھا۔ اس لئے جو لوگ اس سے انحراف کررہے ہیں وہ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے شہداء کے خون سے غداری کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ملک میں 1987ء کا سال فیصلہ کن ہوگا جس میں عام انتخابات ہوکر رہیں گے اور جمعیت علماء پاکستان ان میں انقلابی اور تاریخی کردار ادا کرے گی۔(226)

15 ستمبر 1986ء کو جامعہ حنفیہ بھائی پھیرو ضلع قصور میں جمعیت علماء پاکستان کا ضلعی کنونشن منعقد ہوا۔ کنونشن کی صدارت ضلعی صدر شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ قادری قصوری نے کی۔ کنونشن سے، خان سلیم اللہ خان، مولانا عبدالخالق صدیقی اور ڈاکٹر جاوید اعوان نے خطاب کیا۔ جمعیت کے اس ضلعی کنونشن میں بھائی پھیرو، پتوکی، سرائے مغل، چونیاں، کھڈیاں، گنڈا سنگھ والا، کنگن پور، کوٹ رادھا کشن، فتح پور سمیت پورے ضلع کے کارکنوں نے شرکت کی۔

ضلعی کنونشن کے خادمین کے اس عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ پنجابی اور سندھی بھائی بھائی ہیں اور ان کے مابین حضور نبی کریم ﷺ کی غلامی کا ناقابل تنسیخ رشتہ موجود ہے ان کے درمیان تفریق پیدا کرنے والے ملت فروشوں کو قوم مسترد کردے گی۔ بنگلہ دیش کا نعرہ دینے والے مشرقی پاکستان کو سونار بنگلہ کہتے تھے مگر آج وہی بنگلہ دیش پوری دنیا میں بھکاری نمبر ایک ہے۔ اس طرح سندھو دیش والے بھی سندھیوں کی معیشت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اور بعض مایوس سیاست دان کنفیڈریشن کا نعرہ لگا رہے ہیں حکومت ان فتنوں سے نمٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ اس کی جڑیں عوام میں نہیں ہیں۔

موجودہ حکومت جھوٹی تاریخ گھڑ رہی ہے کہ اس کی سرپرستی میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کو جنگ آزادی کا ہیرو بنا کر پیش کیا جارہا ہے حالانکہ مولوی دہلوی اپنے دادا حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ اور چچا امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیز کے برعکس انگریزوں کے خیرخواہ تھے۔ مولانا نے کہا کہ مجھے ایک حکومت نے پنجاب کی گورنری کی پیشکش کی تھی مگر میں نے کہا تھا کہ پہلے یزید کی بیعت کروں تو ابن زیاد بنوں۔ مولانا نے ایک واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ 1941ء میں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی موجودگی میں برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں ایک کانفرنس میں چوہدری خلیق الزمان (ف 1973ء) نے کہا کہ مسلم لیگ صرف سیاسی جماعت ہے اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں تو میں نے کھڑے ہوکر مسلم لیگ کے دستور سے اغراض و مقاصد پڑھ کر سنائے جس میں مسلمانوں کی دینی، سیاسی سربلندی کا تذکرہ تھا۔ میرے بیان پر حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے میری تائید کی تھی مگر موجودہ مسلم لیگ کا قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی مسلم لیگ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔(227)

لیبیا کا دورہ

اسی روز مولانا نیازی اور پروفیسر شاہ فرید الحق لیبیا روانہ ہوگئے جہاں انہوں نے پانچ روزہ

دعوت اسلامیہ کانفرنس میں شرکت کرنا تھی۔ یہ کانفرنس طرابلس میں منعقد ہوئی۔(228)

2/ اکتوبر 1986ء کو جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام پتوکی ضلع قصور میں ایک بہت بڑا جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس سے مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا نیازی، شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ قادری قصوری ودیگر مقررین نے خطاب کیا۔ مولانا نیازی نے اپنے خطاب میں فرمایا:

''جنرل ضیاء الحق، جی ایم سید (متعصب سندھی لیڈر، کانگریسی ایجنٹ) کو ملنے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ غداران ملک کی حوصلہ افزائی کے مجرم ہیں۔ ہم نے اپنی پچاس سالہ سیاسی زندگی میں پاکستان کو تعمیر کیا ہے مگر آج اس کے پرزے اڑانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لاہور کے حالیہ فسادات حکومت کی نااہلی کا بین ثبوت ہیں۔''(229)

لاہور میں نماز جمعہ

4/ اکتوبر 1986ء کو مولانا نیازی نے مدنی مسجد لاہور میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرقہ وارانہ منافرت پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور تجویز پیش کی کہ حکومت اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے اور جب تک امن قائم نہیں ہو جاتا اور حالات معمول پر نہیں آ جاتے اس وقت تک شیعہ سنی اختلافات کے جلسے جلوسوں پر پابندی لگا دی جائے۔ جن علماء کرام اور ذاکروں نے قابل اعتراض اور اشتعال انگیز تقاریر کی ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دی ہے ان پر مقدمات قائم کر کے سزا دی جائے۔ فریقین کا جو مالی نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کے لئے پوری مستعدی سے کام کیا جائے اور انتظامیہ کے بعض متعصب افسران جو ان فسادات میں ملوث تھے، کے خلاف بھی مقدمات درج کر کے انہیں سخت سزا دی جائے۔ تعلیمی اداروں میں پڑھائے جانے والے نصاب سے فرقہ وارانہ مواد خارج کر کے ایک متفقہ تاریخ مرتب کی جائے جس کے لئے حکومت فوری طور پر ایک ہسٹاریکل ریسرچ بورڈ قائم کرے۔ فقہی اختلافات کو ختم کرنے کے لئے وہی طریق کار اختیار کیا جائے جو ممالک اسلامیہ میں نافذ ہے جہاں جس کی اکثریت ہے اسے سٹیٹ لاء اور دوسروں کو پرسنل لاء کا درجہ دیا جائے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ شریعت بل اور دیگر امور کے بارے میں حتمی اور قطعی موقف اختیار کرے۔ اقلیتوں کو فتنہ وفساد پھیلانے کی اجازت نہ دے اور اکثریت کو اقلیتوں کے حقوق کا پابند بنایا جائے۔(230)

لاہور میں پریس کانفرنس

9/ اکتوبر 1986ء کو لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے جمعیت الوحدۃ الاسلامیہ العالمیہ لیبیا کی تیسری کانگریس میں شرکت کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام میں عراق ایران جنگ اور افغانستان میں روسی مداخلت پر شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے مسائل کے حل کے لئے لیبیا کے دارالحکومت طرابلس میں منعقدہ جمعیت الوحدۃ الاسلامیہ العالمیہ میں اتحاد بین المسلمین کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ اس کانگریس میں ستاسی ممالک کے مسلمان مندوبین شریک ہوئے۔ جن ممالک میں مسلمانوں کی حکومت نہیں ہے وہاں مسلمانوں کے نمائندوں کو بطور خاص اس کانگریس میں مدعو کیا گیا تھا۔

اس کانگریس کے ایک سیشن کی صدارت مولانا نیازی نے کی اور اس کے اجلاس مسلسل پندرہ سے بیس ستمبر تک ہوتے رہے۔ مولانا نیازی نے اپنے قیام لیبیا کے دوران کرنل معمر قذافی سے بھی ملاقات کی۔ اس ملاقات میں ان کی قیام گاہ پر امریکی بمباری کے وحشیانہ حملوں پر اپنی اور پاکستان کے عوام کی طرف سے ہمدردی کا اظہار کیا اور متذکرہ حملوں کو بربریت اور ننگی جارحیت قرار دیا۔

مولانا نیازی نے بتایا کہ کانگریس کے مندوبین کے دلوں میں اتحاد بین المسلمین کے بارے میں بڑی تڑپ ہے۔ اس کا اظہار کانگریس میں منظور ہونے والی قراردادوں میں بھی کیا گیا۔ کانگریس کے آخری اجلاس میں افغانستان سے روسی فوجوں اور پاکستان سے مہاجرین کی آبرومندانہ واپسی کا مطالبہ کیا گیا۔ ایک اور قرارداد میں اتحاد عالم اسلامی کی ضرورت پر زور دیا گیا تاکہ مسلمان ممالک اپنے مسائل خود حل کر سکیں۔ کانگریس میں عراق ایران جنگ کے خاتمے کی خواہش کا اظہار کیا گیا اور جہاد کے لئے عالم اسلام کی ایک تنظیم قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔

مولانا نیازی نے کہا کہ میں نے ملاقات کے دوران لیبیا کے سربراہ کرنل معمر قذافی کی قیام گاہ دیکھی جو امریکی بمبار طیاروں کی وحشیانہ بمباری کا اس بری طرح نشانہ بنی ہوئی تھی کہ اس میں کرنل معمر قذافی اور اس کے اہل خانہ کا بچ نکلنا ایک معجزہ سے کم نہیں تھا۔ انہوں نے کہا کہ میری صدارت میں منعقدہ کانگریس کی ایک نشست میں عراق ایران جنگ بند کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ دونوں مسلمان ممالک کے مابین جنگ سے مسلمانوں ہی کا ضیاع ہو رہا ہے۔(231)

مجلس مذاکرہ

9 اکتوبر 1986ء ہی کو قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ سوسائٹی اور پاکستان لائیرز نیشنل فرنٹ کے زیر اہتمام چائنز لنچ ہوم لاہور میں مولانا نیازی کی زیر صدارت ایک مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی۔ جس میں میاں محمد شفیع (م ش)، سابق جسٹس خلیل الرحمان چوہدری اور قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ سوسائٹی کے صدر محمد اشرف فلاحی ایڈووکیٹ نے اظہار خیال کیا۔

مولانا نیازی نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ اس وقت پوری انسانیت امریکہ اور روس کے شکنجے میں تڑپ رہی ہے اس لئے اگر ہم نے روس، بھارت اور امریکہ کی خیر خواہی کی تو یہ ہماری خودکشی ہوگی۔ روس، افغانستان اور امریکہ، لبنان میں بے نقاب ہو گیا ہے۔ اس لئے پاکستان کو اپنی عزت نفس کے تحفظ کے لئے اپنے وقار کا علم بلند کرنا ہوگا۔

پاکستان کی موجودہ پالیسی اس ملک کے عوام کی خواہشات اور امنگوں کی ہرگز عکاسی نہیں کرتی۔ سیاچین کا علاقہ دشمن کے قبضہ میں چلا گیا ہے اور امریکہ اپنے مفادات کے لئے پاکستان کو استعمال کر رہا ہے اور پاکستان کے مقابلے میں بھارت کی بالادستی قائم کرنے کی فکر میں ہے۔ اس لئے حکومت اور عوام کو امریکی عزائم کے بارے میں خبردار رہنا چاہئے۔ (232)

لاہور میں نماز جمعہ سے قبل خطاب

11 اکتوبر 1986ء کو مولانا نیازی نے موتی مسجد لاہور میں نماز جمعہ سے قبل اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے امریکہ کے سیکرٹری خارجہ کیسپر وائن کی بھارت نوازی اور پاکستان دشمنی کی شدید مذمت کی۔ مولانا نے فرمایا کہ امریکہ کے سیکرٹری خارجہ کیسپر وائن برگر، بھارت کے معاملہ میں پاکستان کے سیاسی تشخص اور جذبات کی توہین کر رہے ہیں اور پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں۔ مسٹر وائن برگر کا یہ کہنا کہ پاکستان، بھارت کو علاقے کی سپر پاور تسلیم کرے۔ جبکہ ساری دنیا کے علم میں ہے کہ بھارت، پاکستان کا سراسر دشمن رہا ہے اور چالیس سال کے عرصے میں تین جنگیں پاکستان پر مسلط کر چکا ہے اور پاکستان کو کبھی دل سے تسلیم نہیں کیا اور پاکستان کے علاقے سیاچین گلیشیئر جو کہ ایک اہم فوجی مورچہ ہے پر جارحانہ کارروائی کر کے قبضہ کر لیا ہے۔ ایسی صورت میں وائن برگر کا بھارت کو سپر پاور تسلیم کر لینے کا مشورہ دینا عین پاکستان دشمنی کے مترادف ہے اور اس کو ہم وائن برگر کی طرف سے امریکہ کو بھارت کا دوست ثابت کر کے

اپنے ہتھیار بیچنے کی ایک انتہائی گہری حرکت سمجھتے ہیں۔ پاکستان کی اندرونی سیاسی صورت حال پر ان کا یہ کہنا کہ موجودہ جمہوری عمل اگر پاکستان میں جاری نہ رہا اور اس میں رخنہ پڑا تو امریکہ اس کا سختی سے نوٹس لے گا، سراسر پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے۔

جنرل ضیاء الحق کا یہ کہنا کہ سیاچین گلیشیئر پر نہ گھاس ہے نہ تیل ہے اور نہ پانی ہے اور یہ کہ رات کی تاریکی میں ہندوؤں نے اس پر قبضہ کر لیا، اپنی دفاعی ذمہ داریوں میں ناکامی کو چھپانے کی بڑی بھونڈی حرکت ہے۔ مولانا نے شیعہ سنی فسادات کے بارے میں کہا کہ حکومت کو چاہئے کہ ایک اسلامی ہسٹاریکل ریسرچ بورڈ (تاریخی تحقیقاتی بورڈ) فوراً قائم کیا جائے۔ جس میں تمام فرقوں کی تاریخی کتب میں متفقہ مواد پر ان اختلافی واقعات پر تاریخی تحقیقی مواد ملت اسلامیہ کو متحد کرنے کی خاطر مرتب کیا جائے تاکہ ان تاریخی واقعات کے اختلاف کی بنیاد پر جو فرقہ بندی ہوئی ہے اس کا ہمیشہ کے لئے سدباب ہو جائے اگر حکومت اس معاملے میں پیش رفت نہیں کرتی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ان اختلافات کو جاری رکھنا چاہتی ہے۔

مولانا نے کہا کہ ایسے مذہبی جلوسوں کی اجازت نہ دی جائے جن سے فسادات کا خدشہ ہے۔ حالیہ فرقہ وارانہ فسادات میں جانی نقصانات کی تلافی کی جائے۔ شریعت بل کے بارے میں مولانا نے کہا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نفاذ شریعت چاہتے ہیں اور فقہ نہیں چاہتے یہ ان کی دین کے بارے میں کج فہمی ہے کیونکہ فقہ حنفیہ، قرآن وسنت کے عین مطابق مسائل کے متعلق دینی احکام کا نام ہے اور اس فقہ کے تحت ہندو پاکستان میں ملک کا عدالتی نظام کار فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ تاتارخانی اور فتاویٰ عالمگیری کی شکل میں انگریز کے آنے تک ساڑھے گیارہ سو سال نافذ رہا اور عالم اسلامیہ اہل سنت و جماعت کی فقہ حنفیہ، فقہ شافعیہ مالکیہ یا فقہ حنبلیہ اپنے اپنے ملک میں اکثریت کی بنیاد پر نافذ رہی۔ نفاذ فقہ جعفریہ والے جب یہ کہتے ہیں کہ چونکہ سب فرقوں کے لوگوں نے مل کر پاکستان بنایا تھا تو یہاں پر تمام فرقوں کی فقہ نافذ کی جائے۔ ایک تو یہ کہ نا قابل عمل ملغوبہ کی بات کرتے ہیں دوسرے یہ کہ تحریک پاکستان میں اہل سنت و جماعت نے ہی سو فیصد شرکت کی جبکہ دوسروں نے من احیث الجماعت یا تو تحریک پاکستان کی سراسر مخالفت کی یا ان کے دس یا بیس فیصد حصہ نے تحریک پاکستان کا ساتھ دیا اور باقی نے انڈین کانگریس اور انگریز کا ساتھ دیا اور جبکہ دنیا بھر میں جمہوری فیصلے اکثریت کی بنیاد پر ہوتے ہیں اور اسی کے تحت ایران میں 35 فیصد

سنی آبادی ہونے کے باوجود پبلک لاء فقہ جعفریہ کے مطابق ان پر لاگو ہے تو پاکستان کی 90 سے 95 فیصد کثرت کثیرہ کے مطابق فقہ حنفیہ نافذ ہونی چاہئے۔ ہم شریعت بل میں مؤاخذہ قوانین کے دیئے ہوئے اصولوں کو قبول کرتے ہیں لیکن فقہ حنفیہ کے مطابق تمام طے شدہ مسائل پر دوبارہ نئے سرے سے فیصلے کرنے کا حق کسی اور کو نہیں دے سکتے۔ جو نئے مسائل ہوں ان پر شریعت بل میں دیئے ہوئے اصولوں کے مطابق فیصلے کئے جانے چاہئیں۔(233)

مزید پریس کانفرنس

گزشتہ صفحات میں مولانا نیازی کے دورہ لیبیا کے سلسلے میں آپ نے مولانا کی پریس کانفرنس ملاحظہ فرمائی ہے۔ ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور نے اس پریس کانفرنس کی کچھ مزید تفصیل شائع کی ہے جو درج ذیل ہے:

طرابلس میں ہونے والی ورلڈ اسلامک کونسل کی تیسری کانگریس میں منظور ہونے والی قراردادوں میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ تمام اسلامی ممالک یورپین اور امریکی بنکوں سے اپنے پیسے نکلوالیں جبکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عالم اسلام کے لئے جہاد کی ایک تنظیم قائم کی جائے۔ اس امر کا اظہار جمعیت علماء پاکستان کے رہنما مولانا عبدالستار خان نیازی نے لیبیا سے واپسی پر گزشتہ روز پریس کانفرنس میں کیا۔

انہوں نے بتایا کہ کانگریس میں لیبیا کے صدر کرنل قذافی نے کہا کہ ہم جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تمام مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں۔ بعض لوگ ہماری طرف سے شروع کی گئی جنگ کو دہشت گردی کہتے ہیں وہ درحقیقت ہمارا جہاد ہے۔

مولانا نیازی نے کہا کہ اس دورے کے دوران کرنل قذافی سے ملاقات کے دوران میں نے اپنی جماعت جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے لیبیا کو ایک لاکھ رضا کاروں کی پیشکش کی ہے جس پر کرنل قذافی نے مسرت کا اظہار کیا۔(234)

پگڑی کا طرہ

لیبیا کے دورہ کے دوران مولانا کی پگڑی کا طرہ سب کی توجہ کا مرکز بنا رہا، کئی افراد نے مولانا کے ساتھ کھڑے ہو کر تصویر بنوائی بلکہ وہاں کے ایک ڈائریکٹر نے پوچھ بھی لیا کہ مولانا آپ کا طرہ کیسے کھڑا ہے؟ کیا کوئی کیل وغیرہ لگائے ہیں؟ جس پر مولانا نے کہا کہ نہیں، یہ اپنے ہی زور سے

کھڑا ہے۔

پاکستان کے معروف صحافی اور کالم نگار عطاء الحق قاسمی نے اپنے کالم ''روزن دیوار سے'' میں ''مولانا عبدالستار خان نیازی کا طرہ!'' کے عنوان سے یوں تبصرہ کیا:

''اگر ہم نے مولانا عبدالستار خاں نیازی کو ان کے طرے سمیت نہ دیکھا ہوتا، تو ہم لیبیا والوں کی حیرت پر حیران ہوتے، لیکن ہم تو بچپن سے مولانا کو ان کے طرے سمیت دیکھتے آ رہے ہیں۔ اگر کسی نے مردانہ وجاہت کا بہترین نمونہ دیکھنا ہو تو وہ مولانا کو دیکھ لے۔ سرخ و سفید رنگ چوڑی چکلی چھاتی، چھ فٹ قد، دو فٹ طرہ۔ آواز میں گھن گرج اتنی کہ تقریر کر رہے ہوں تو لگتا ہے کہ جنگل میں شیر دھاڑ رہا ہے۔ ہمیں مولانا پر رشک آتا ہے کہ ستر بہتر برس کی عمر میں بھی اتنی رعنائی کے مالک ہیں، ان کی داڑھی پر ابھی تک کالے بال وافر تعداد میں ہیں، مولانا پر رشک آنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ ابھی تک غیر شادی شدہ ہی، تاہم اس کالم کو ضرورت رشتہ کا اشتہار نہ سمجھا جائے کیونکہ مولانا نے اپنی شادی کے لئے جو شرط عائد کی تھی وہ ابھی تک پوری نہیں ہوئی۔ دراصل تحریک پاکستان کے دوران تین نوجوانوں یعنی مولانا عبدالستار خاں نیازی، مولوی محمد ابراہیم علی چشتی اور جناب م ش (میاں محمد شفیع م ش) نے یہ عہد کیا تھا کہ جب تک پاکستان نہیں بن جاتا اور یہاں خلافت کا نظام رائج نہیں ہو جاتا، وہ شادی نہیں کرائیں گے، بقول شخصے یہ تو شادی نہ کرانے والی بات ہے، مگر ہوا یوں کہ کچھ دیر انتظار کے بعد مولوی محمد ابراہیم علی چشتی نے شادی کر لی، جناب م ش نے بقول کسے ایک شادی اپنی ''بے بے'' کو خوش کرنے کے لئے اور ایک مولانا کے کوٹے میں اور پھر تیسری یہ کہہ کر کہ اب وہ عہد مولانا کو کیا یاد ہوگا! لیکن عبدالستار خاں نیازی اپنے طرے کی طرح اپنے مقام پر کھڑے رہے۔''

''یہ ساری باتیں ہمیں مولانا کے طرے کے حوالے سے یاد آ رہی

ہیں جسے دیکھ کر لیبیا والے حیران رہ گئے۔ دراصل مولانا کا طرہ ہی نہیں بلکہ وہ خود ہی فرقہ پرستی کے اس عہد میں اپنے زور سے کھڑے ہیں، وہ اتحاد بین المسلمین کے داعی ہیں اور اس سلسلے میں اپنے بہت سے "دوستوں" کو بھی ناراض کر بیٹھتے ہیں، یہ بیان ہم کسی اور وقت کے لئے "پینڈنگ" رکھتے ہیں، کیونکہ فی الحال کچھ مزید باتیں محض طرے کے حوالے سے کرنے کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ لیبیا میں مولانا کی حیثیت اگر مہمان کی نہ ہوتی تو وہ متذکرہ ڈائریکٹر کے سوال کے جواب میں یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ تیسری دنیا کے بہت سے لیڈروں کے طرے بھی بغیر کسی "سپورٹ" کے کھڑے ہیں اور ان پر تو یہ شعر بھی صادق آتا ہے:

بھرم کھل جائے ظالم تیری قامت کی درازی کا
اگر اس طرہ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

اسی طرح ایران عراق جنگ میں دونوں ممالک اپنے طروں کو اونچا رکھنے کے لئے انسانوں کے خون کو بطور "مایہ" استعمال کر رہے ہیں۔ خود ہمارے ہاں بھی کچھ طرے ایسے ہیں جو "اس پر طرہ یہ" قسم کے ہیں اور یوں اقتدار کی جنگ کچھ ایسی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے جسے صرف خاصی بدشکل ہی کہا جا سکتا ہے۔

ہمارا ارادہ تو اس ضمن میں کچھ مزید مثالیں دینے کا بھی تھا مگر یاد آیا کہ کہیں یہ مثالیں مولانا کے طرے کے ساتھ گڈمڈ نہ ہو جائیں۔ یہ احتیاط ہم نے اس لئے برتی کہ ہم مولانا کے دیرینہ نیازمندوں اور مداحوں میں سے ہیں، مولانا کا طرہ علمائے سو کی سر کے ساتھ چپکی ہوئی پگڑیوں کا کفارہ ہے۔ وہ نہ کسی سے ڈرتے ہیں نہ دبتے ہیں اور یوں انہیں اپنا طرہ اونچا رکھنے کا حق ہے۔ ایک دفعہ کسی جلسے میں ہم مولانا کی تقریر سن رہے تھے۔ اتنے میں ایک فوٹو گرافر آگے بڑھا اور ان کی تصویر لینے لگا۔ مولانا نے گرجدار آواز میں کہا، "رک جاؤ" بیچارا فوٹو گرافر سہم کر پیچھے ہٹ گیا،

مولانا نے برابر میں رکھی ہوئی اپنی طرے دار پگڑی سر پر رکھی اور اسی گھن گرج سے کہا، "ٹھیک ہے اب تصویر بنالو" اس سے پگڑی کے ساتھ مولانا کی وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مولانا ہر وقت ہاتھ میں کھونٹی اور سر پر دستار رکھتے ہیں۔" (235)

ملتان میں خطاب

17 اکتوبر 1986ء کو قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں مولانا نیازی نے جمعیت علماء پاکستان ملتان سٹی کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں پاکستان کے اندر اور باہر ہونے والے تخریب کاری کے واقعات سے نہ صرف باخبر رہنا چاہئے بلکہ ان سے نبرد آزما ہونے کی خاطر خود کو تیار کرنا ہوگا۔ بڑی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کی غرض سے عالم اسلام کا اتحاد نہایت ضروری ہے۔ غیر جماعتی انتخابات میں حصہ لینے والوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مسلم لیگ کے احیاء کی بات کریں۔ مسلم لیگ یقیناً پاکستان کی خالق جماعت ہے لیکن پاکستان کے قیام کے چند برس بعد خود مسلم لیگیوں نے ہی اس جماعت کو مسترد کر دیا تھا۔ یہ جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ختم ہو گئی۔ کسی وقت جی ایم سید بانی پاکستان قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے لیکن بعد میں وہ ٹکٹوں کی تقسیم پر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے ناراض ہو گئے۔ اس طرح جی ایم سید کا یہ ذاتی اختلاف پہلے عناد پھر فساد کی صورت اختیار کر گیا اور اب وہ خود اللہ تعالیٰ، حضور نبی کریم ﷺ اور اسلام کے باغی ہو گئے ہیں۔

محب وطن پریس کو چاہئے کہ سرحدی گاندھی ولی خاں، بزنجو اور جی ایم سید ایسے لوگوں کے نام تک اخبارات میں شائع نہ کریں کیونکہ اخبارات کے صفحات پاکیزہ ہیں اور ان سیاستدانوں نے گاندھی کی سیاسی سوچ اور فکر مستعار لی ہے۔ پی ڈی پی (پاکستان جمہوری پارٹی) پی پی پی (پاکستان پیپلز پارٹی)، این پی پی (نیشنل پیپلز پارٹی) اور مسلم لیگ، دین اسلام کے نام کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر رہی ہیں۔ جبکہ جمعیت علماء پاکستان اسلامی اصولوں پر کاربند ہے۔ جماعت اسلامی اپنے اصولوں سے انحراف کر چکی ہے اور جمعیت علماء اسلام آج وہ نہیں ہے جو علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم نے 1945ء میں قائم کی تھی جسے تحریک پاکستان کی حمایت حاصل تھی بلکہ موجودہ جمعیت علماء اسلام بھارت کی جمعیت علماء ہند کا چربہ ہے۔ (236)

دورۂ یورپ

4 نومبر 1986ء کو مولانا نیازی، انگلینڈ اور یورپ کے پانچ ہفتے کے تبلیغی دورے پر روانہ ہو گئے۔ 16 نومبر کو لندن میں ہائیڈ پارک سے عید میلاد النبی ﷺ کا جو عظیم الشان جلوس نکلا اس کی قیادت مولانا نیازی نے فرمائی۔ اس جلوس میں برطانیہ میں مقیم علماء کرام اور مسلمانوں نے بڑی تعداد میں شرکت کر کے اپنے آقا کملی والے ﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ اس کے بعد مولانا ہالینڈ، ناروے، بلجیم، فرانس اور دیگر یورپی ممالک کا پانچ ہفتے کا دورہ مکمل کر کے 13 دسمبر کو کراچی پہنچے اور پھر چودہ دسمبر کو واپس لاہور تشریف فرما ہو گئے۔ لاہور ایئر پورٹ پر جنرل کے ایم اظہر خان، سلیم اللہ خاں، شبیر احمد ہاشمی، میاں مسعود احمد اور دیگر عہدیداران و کارکنان جمعیت علماء پاکستان نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ (237)

لاہور میں پریس کانفرنس

15 دسمبر 1986ء کو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کراچی کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ حکومت اور سیاستدان مل کر قوم کو ان مصائب سے نجات دلانے کے لئے پروگرام بنائیں۔ کراچی کے خونریز واقعات پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مولانا نے تجویز پیش کی کہ تمام محبِ وطن سیاستدان مل بیٹھیں اور ان فسادات پر غور کریں اور اس کے سدباب کے لئے لائحہ عمل مرتب کریں۔ مسائل کو ملتوی کرنے یا انہیں نظر انداز کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

قومی رہنماؤں کو دوستی یا دشمنی عقیدہ اور نصب العین کی بنیاد پر قائم کرنی چاہئے یہ نہیں کہ جو حکومت کا مخالف ہے وہ ہمارا دوست ہے بلکہ جو پاکستان اور اسلام کا دشمن ہے اور حکومت کے خلاف ہے وہ ہمارا دوست نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ بھٹو ازم یا سوشلزم کو لانا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ نظام مصطفیٰ ﷺ کے علمبرداروں کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

مولانا نے حکومت کے رویہ پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ حکومت بتائے کہ وہ کون سی بات ہے جس سے وہ متاثر ہو سکتی ہے وہ نہ دلیل سے متاثر ہوتی ہے نہ منطق اس پر کوئی اثر کرتی ہے اور نہ ہی وہ ان مسائل پر بات کرنا چاہتی ہے۔ طلباء کے ہنگاموں کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا نے کہا کہ اگر ان کے مسائل اور معاملات کا پہلے نوٹس لیا جاتا تو ایسا نہ ہوتا جس سے تلخی پیدا ہو رہی ہے۔ حکومت

عام انتخابات کے بارے میں 1990ء پر اصرار کر رہی ہے جبکہ ہمارا موقف یہ ہے کہ 1990ء سے پہلے انتخابات ہوں۔ اس مسئلہ پر بیٹھ کر بات ہونی چاہئے۔ موجودہ برسراقتدار طبقے نے غیر جماعتی بنیاد پر انتخابات میں حصہ لیا تھا اور وزیراعظم مسٹر جونیجو خود مسلم لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے تھے۔ اب جب انہوں نے سیاسی پارٹی بنالی ہے تو انہیں فوری طور پر عوام سے اعتماد کا ووٹ لینا چاہئے۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے قومی حکومت کے بارے میں جو بیان دیا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ملک میں جو تعصبات ابھرے ہیں اور ہنگامے برپا ہوئے ہیں یہ سب مارشل لاء دور کی ہی پیداوار ہیں۔ (238)

لاہور میں استقبالیہ

24 دسمبر 1986ء کو ینگسٹرز ویلفیئر ایسوسی ایشن کی جانب سے انٹرنیشنل ہوٹل لاہور میں مولانا نیازی کے کامیاب دورہ یورپ کی خوشی میں ایک استقبالیہ دیا گیا۔ جس میں مولانا نیازی کے علاوہ جمعیت علماء پاکستان کے سینئر نائب صدر پیر سید برکات احمد شاہ، ممتاز مسلم لیگی رہنما سید احمد سعید کرمانی، قاری زوار بہادر، سید طالب حسین گردیزی، قاری عبدالحمید قادری اور میاں مسعود احمد نے خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ مغرب کا معاشرہ روحانی اعتبار سے تباہ حال ہو چکا ہے۔ وہاں عیسائی اپنے گرجے فروخت کر کے دین و مذہب سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر رہے ہیں اور آج جس انداز تبلیغ کی یورپی ممالک میں ضرورت ہے اس کا عالمگیر بحران ہے۔ برطانیہ میں یہودیوں کی کل تعداد چار لاکھ ہے جبکہ ان کے پانچ وزراء اور پارلیمنٹ میں 22 ممبر ہیں۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد 12 لاکھ ہے اور ان کی کوئی سیاسی حیثیت نہیں ہے۔ وہ سیاسی طور پر غلاموں جیسی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی اور دینی تعلیم کا کوئی اہتمام نہیں ہے جبکہ یہودیوں نے برسوں پہلے اپنی دینی تعلیم کا اہتمام اپنے خرچ پر کیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی حکومت، برطانیہ میں مذہبی تعلیم کا اہتمام سرکاری طور پر کرے۔

مولانا نے یورپ میں موجود مشائخ کو تجویز پیش کی کہ وہ وہاں اپنے اپنے وابستگان دامن کو ملی اجتماعیت کا درس دیں تاکہ قوم دیار غیر میں دین حق کی تعلیم کے فروغ میں انقلابی کردار ادا کر سکے۔ مبلغین کی وہ ٹیمیں وہاں جائیں جو دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے تقاضوں سے بھی

واقف ہوں۔ مولانا نے کہا کہ میں نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے ایک مشترکہ جلسے میں پروفیسر آرنلڈ ٹائین بی کا ایک قول سنایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ اس وقت دنیا کو صرف دو مسئلے درپیش ہیں۔ ایک بیروزگاری اور بے وسیلہ لوگوں کا تحفظ اور دوسرا علاقائیت اور رنگ و نسل کا بت توڑنا۔ اس کا علاج یہ تجویز کیا تھا کہ رسول کریم ﷺ کی تعلیمات کو مشعل راہ بنایا جائے۔

مولانا نے کہا کہ مغرب میں رؤیت ہلال کے مسئلہ نے بھی جھگڑے کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اس کا علاج وہاں پر رؤیت ہلال کمیٹی کا تقرر ہے جو جدید آلات کی مدد سے دیار غیر میں مسلمانوں کو اس جھگڑے سے بچا سکے۔

پیر سید برکات احمد شاہ نے مولانا نیازی کی پچاس سالہ سیاسی زندگی کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ مولانا نیازی جیسے مبلغین کی جماعت اگر مسلمانوں کو فراہم ہو جائے تو پوری دنیا میں اسلام ایک بہت بڑی سیاسی قوت بن کر ابھر سکتا ہے۔ پیر صاحب نے برطانیہ جانے والے ان واعظین کی مذمت کی جو وہاں پر مسلمانوں کے عقائد میں مداخلت کر کے اپنے فرقے اور اپنی جماعت کے عقائد ان پر ٹھونستے ہیں۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ کافروں کو مسلمان بنایا جائے لیکن یہ لوگ مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔(239)

سرگودھا بار سے خطاب

27/دسمبر 1986ء کو مولانا نیازی نے سرگودھا بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے صدر جنرل محمد ضیاء الحق (ف1988ء) سے مطالبہ کیا کہ وہ جی ایم سید کی عیادت کرنے اور غفار خاں کو محبِّ وطن ہونے کی سند دینے کے سلسلے میں قوم سے معذرت کریں۔

مولانا نے کہا کہ قیام پاکستان کے بعد کسی بھی حکومت نے ملک کے استحکام اور اسلام کے نفاذ کے لئے مخلصانہ جدوجہد نہیں کی۔ ملک میں ایک طبقہ پاکستان اور نظریہ پاکستان کو دل سے قبول نہیں کرتا اور اسلام کو مکمل نظام حیات نہیں سمجھتا مگر ایسے لوگوں کو محبِّ وطن قرار دیا جاتا ہے۔ حکمرانوں نے اقتدار کو محض اپنی ذات کے لئے اپنا رکھا ہے۔ ملک میں قتل و غارت، ڈاکہ زنی اور ہنگامے ہو رہے ہیں جو دس سالہ گھٹن کا نتیجہ ہے۔

مولانا نے انتباہ کیا کہ ملک میں فرقہ بازی کو ہوا نہ دی جائے ورنہ اس کے نتائج نہایت خطرناک ہوں گے۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کے سلسلے میں کسی الجھاؤ کی ضرورت نہیں ہے۔ وقت کا

تقاضا ہے کہ یہ فوری طور پر نافذ کر دیا جائے۔ مولانا نے وکلاء سے اپیل کی کہ وہ حسب سابق عوام کی رہنمائی کے لئے اپنا موثر کردار ادا کریں اور مطالبہ کیا کہ دانشوروں کے مشورہ کے مطابق بلا تاخیر مڈٹرم انتخابات کروائے جائیں ورنہ حالات کی ذمہ داری موجودہ حکومت پر عائد ہوگی۔

بعد ازاں مولانا نے شہر سرگودھا کی نومنتخب تنظیموں کے عہدیداروں سے حلف لیا اور اس موقع پر کارکنوں پر زور دیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تنظیم میں شامل کر کے مخلصانہ کوششیں کریں۔ تنظیم کے ضلعی صدر حاجی محمد عظیم اور ضلعی جنرل سیکرٹری خالد اقبال مسرت اور مولانا احمد سعید ہاشمی صدر شہری تنظیم نے بھی خطاب کیا۔(240)

پتوکی میں کانفرنس

31/دسمبر 1986ء کو مجاہد ملت مولانا نیازی نے کمیٹی باغ پتوکی ضلع قصور ''نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس'' کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ متحدہ شریعت محاذ کی طرف سے شریعت بل قوم کے ساتھ ایک بہت بڑا دھوکہ اور 1973ء کے آئین سے انحراف ہے اور صدر جنرل ضیاء الحق (ف1988ء) اب اپنے حامیوں کے ذریعے شریعت بل کی آڑ میں 1973ء کے آئین اور اہم قومی مسائل کو التواء میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

متحدہ شریعت محاذ محض سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے یہ ظاہر کر رہا ہے کہ وہ ملک میں شریعت کے علمبردار ہیں اور جو لوگ ان سے تعاون نہیں کرتے وہ مخالف ہیں حالانکہ شریعت بل کے پس پردہ ان کے سیاسی عزائم اور موجودہ حکومت کو آئینی تحفظ فراہم کرنا ہے جبکہ ہم نہ تو جنرل ضیاء الحق کے ریفرنڈم کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ان کی موجودہ حکومت کو۔ اقلیتی گروہ کا یہ کہنا کہ ملک میں ہماری فقہ نافذ کرو، ایسا مطالبہ ہے جس کے پیچھے کوئی دلیل اور معقولیت نہیں ہے۔(241)

جلسہ کے بعد مقامی صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا نیازی نے مزید کہا کہ شریعت بل کو ماننا ضیاء الحق (ف1988ء) کے ریفرنڈم اور غیر آئینی حکومت کو تسلیم کرنا ہے۔ صدر سیاست دانوں کا سامنا کرنے سے کترا رہے ہیں اسی لئے ملک کے دانش وروں کو دعوت دی گئی ہے۔ مولانا نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ شریعت بل فراڈ ہے۔ اگر صدر خود چاہئیں تو فوری طور پر نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کر سکتے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ میں مخلص نہیں ہیں۔ ترکی اور مصر میں اہل سنت کی اکثریت ہے اور وہاں فقہ حنفی نافذ ہے۔ ایران میں

شیعہ حضرات کی اکثریت ہے وہاں فقہ جعفریہ نافذ ہے جبکہ دوسرے عقیدہ رکھنے والوں کو ان کی فقہ کے مطابق حقوق دیئے جاتے ہیں۔

مولانا نیازی نے استفسار کیا کہ پاکستان میں 80 فیصد اہل سنت ہیں تو پھر یہاں فقہ حنفی کا نفاذ کیوں نہیں کیا جاتا۔ ہم شریعت بل کو مسترد کرتے ہیں اور ملک میں ایسے نظام کو رائج کرنے کے حق میں ہیں جو فقہ حنفیہ سے متصادم نہ ہو۔ ایک سوال کے جواب میں مولانا نیازی نے فرمایا کہ وفاقی کابینہ کا مستعفی ہونا اور ان ہی کو دوبارہ وزیر بنانا قوم کو دھوکہ دینا ہے۔ عوام کو ایسے حربوں سے بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا۔ ہمارا مقصد حکومت سے ٹکراؤ اور تصادم نہیں ہے بلکہ ہماری جماعت پاکستان میں آزادانہ جمہوری متناسب نمائندگی سے جماعت انتخابات چاہتی ہے اور 1973ء کے آئین کی بحالی کا مطالبہ کرتی ہے۔

ایک طرف تو ضیاء الحق کا یہ کہنا کہ میں ریفرنڈم کے ذریعے آئینی صدر منتخب ہوا ہوں اور دوسری طرف یہ کہنا کہ آئین میں ترامیم کا حق مجھے سپریم کورٹ نے دیا ہے، سمجھ میں نہیں آتا۔ صدر ضیاء اگر مخلص ہیں تو فوری طور پر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا اعلان کر دیں۔(242)

ایران و عراق جنگ

12 رجنوری 1987ء کو مولانا نیازی نے اقوام عالم بالخصوص اسلامی ممالک سے اپیل کی کہ وہ ایران و عراق جنگ میں آگ اور خون کی بارش کے ذریعہ خلق خدا کی تباہی، شہروں کی بربادی، بیوگان، یتیموں، مساکین کے قتل عام، آبادیوں پر بمباری اور گولہ باری، مقامات مقدسہ کی بے حرمتی، تباہی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی امت کی کرب و اضطراب کی کسک محسوس کرتے ہوئے ایک لمحہ کا توقف کئے بغیر فریقین کو جنگ بندی پر مجبور کر دیں اور عراق و ایران کو الٹی میٹم دیا جائے کہ 24 گھنٹے کے اندر اندر جو فریق جنگ بندی نہیں کرے گا، سب مل کر اس کو جنگ بندی پر طاقت کے ذریعہ مجبور کر دیں گے۔

مولانا نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اینگلو امریکن اور روسی بلاک انسانیت کے اس مظلومانہ، مجبورانہ قتل عام کو دیکھ رہے ہیں اور فریقین کو اس سے نہیں روک سکے بلکہ اس بھڑکتی ہوئی آگ پر تیل ڈالنے کے لئے اسلحہ فروخت کر کے زر اندوزی کر رہے ہیں۔ عالم اسلام کو اقدام کرتے ہوئے امت محمدیہ کو اس قتل عام سے بچانا چاہئے۔ یہ دونوں امت محمدیہ کے افراد ہیں۔ حکم

ربانی اور ارشاد نبوی ﷺ کی رو سے ان کا فرض ہے کہ امت کو اس تباہی سے بچائیں۔ جو فریق جنگ بندی کرنے پر آمادہ نہ ہو اس کے ساتھ ہر قسم کے سفارتی، تجارتی، ثقافتی تعلقات ختم کر دیئے جائیں اور اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل جنگ بندی پر مائل نہ ہونے والے فریق کو مجلس اقوام سے خارج کر دے۔

اسی روز مولانا نیازی نے کراچی میں غنڈوں کے ہاتھوں دو لڑکیوں کے اندوہناک قتل پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ جب تک معاشرے کی جانب سے احتساب نہ ہو اس قسم کے واقعات ہوتے رہیں گے۔ اگر کوئی اس بات کے انتظار میں رہے کہ پولیس سفر و حضر میں اس کا تحفظ کرے گی یہ بات بہت مشکل ہے۔ جب بدامنی اور افراتفری پھیل جاتی ہے تو اس موقعہ پر لوگ محلوں، گلیوں اور شہروں میں رضا کارانہ طور پر پہرہ دیتے ہیں۔ اگر غنڈوں، ڈاکوؤں، بدمعاشوں کو یہ پتہ چل جائے کہ دائیں بائیں پھرنے والے لوگ کسی واردات کے موقع پر تماشائی نہیں رہیں گے بلکہ مظلوم کی مدد کے لئے مجرم، ظالم اور غاصب پر حملہ کر دیں گے تو وارداتوں میں کمی آ جائے گی۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ ہر محلے گلی میں رضا کارانہ مسلح فورس قائم کی جائے جو ایسے افراد کا قلع قمع کر سکتی ہے۔(243)

بھائی پھیرو کانفرنس

17 رجنوری 1987ء کو مرکزی دار العلوم انوار غوثیہ بھائی پھیرو ضلع قصور میں ''نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس'' کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ حکومت نہ تو پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کر سکی ہے اور نہ ہی نظریاتی سرحدوں کی۔ اس لئے اسے قائم رہنے اور حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جن لوگوں کو ہم نے 1947ء میں سیاسی شکست دی اور وہ تحریک پاکستان میں پاکستان کی تشکیل کو نہ روک سکے اور آج بھی پاکستان توڑ دو کے نعرے لگا رہے ہیں، صدر ضیاء الحق (ف 1988ء) انہیں بھی حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ دیتے ہیں اور آج بھی غفار خاں (ف 1988ء) کو اپنا جہاز دے کر کانگریس کے اجلاس میں شرکت کے لئے دہلی بھیجتے ہیں اور جی ایم سید کی تیمارداری کر کے محب وطن پاکستانیوں کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہیں۔ مولانا نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ کراچی اور حیدر آباد کے حالیہ تباہ کن فسادات نے ثابت کر دیا ہے کہ غیر جماعتی انتخابات سے قوم کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا اور یہ

تجربہ بھی تباہی اور بربادی کا باعث بنا ہے۔(244)

پیپلز پارٹی کا تعصب

18 رجنوری 1987ء کو مولانا نیازی نے پیپلز پارٹی سندھ کے صدر میر ہزار خان بجرانی کے اس بیان کی شدید مذمت کی جس میں اس نے سندھ میں غیر سندھیوں کے داخلے پر عارضی پابندی عائد کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ مولانا نیازی نے کہا کہ اس طرح کا نعرہ بلند کر کے اس نے پنجاب کو سندھ سے لڑانے کی کوشش کی ہے اور قومی سیاسی جماعت ہونے کی دعویدار کی جانب سے یہ بات انتہائی جاہلانہ، متعصبانہ اور اشتعال انگیز ہے۔ جبکہ یہ وقت ایسا ہے کہ وحدت ملی کے لئے سب کو اکٹھا کیا جائے اور مل بیٹھ کر حالات کو سازگار بنانے کے اقدام کئے جائیں۔

مولانا نے کہا کہ حکومت کراچی اور حیدر آباد میں امن و امان قائم کرنے میں ناکام ہو گئی ہے۔ وہاں چند مکانات تقسیم کرنا مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ حکومت اپنی ناکامی کا اعتراف کرے اور سیاستدانوں سے تعاون حاصل کرے کیونکہ حکومت اور اپوزیشن مل کر حالات ٹھیک کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ حکومت 1990ء پر اصرار نہ کرے اور اپوزیشن کے مشورے سے انتخابات کی تاریخ طے کی جائے، نمائندہ منتخب حکومت ہی ان حالات کو کنٹرول کر سکتی ہے۔(245)

یوم صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

13 رفروری 1987ء کو جامعہ محمدیہ رضویہ گلبرگ لاہور میں یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں منعقدہ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ موجودہ حکمران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلے خطبے کو مشعل راہ بنا کر اسلامی مثالی حکومت قائم کریں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حکومت کے تمام ملازمین میں مساوات قائم کی تھی اور خود اپنا ماہانہ وظیفہ ایک غریب ترین عام آدمی کے برابر بیت المال سے مقرر کیا تھا۔ ملک سے ظلم کو ختم کرنے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ مظلوم کی مدد کی اور ظلم و جبر کو روک دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قوم کو جہاد کا حکم دیا اور فرمایا ''جو قوم جہاد نہیں کرتی وہ ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتی ہے۔'' مگر ضیاء الحق (ف 1988ء) کی حکومت اس کے برعکس ملک میں جبر کی بنیاد پر قائم ہے اور حکمران اپنے آپ کو عدالتوں سے بالاتر سمجھتے ہیں۔

موجودہ حکمران بیت المال کے غلط استعمال اور رشوت سے امیر تر ہو رہے ہیں اور قوم کو بھارت کے مقابلے میں حقیرانہ طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔(246)

بھارت میں کرکٹ میچ

فروری 1987ء کے دوسرے عشرے میں صدر جنرل ضیاء الحق (ف 1988ء) راجیو گاندھی وزیر اعظم ہندوستان کی خوشامد کرنے کے لئے کرکٹ میچ دیکھنے کے بہانے انڈیا گئے تو مولانا نیازی نے 21 رفروری 1987ء کو جناح ہال گوجرانوالہ میں ''تاجدار ختم نبوت کانفرنس'' سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے وہ تباہ و برباد ہو جاتی ہے، اس لئے ہمیں خود کو ہمیشہ جہاد کے لئے تیار رکھنا چاہئے کیونکہ پاکستان اور نظریہ پاکستان کے دشمن پاکستان کو نقصان پہنچانے کی تیاریوں میں مصروف عمل ہیں اور ہمارے حکمران بھارت کے حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بھارت میں میچ دیکھنے کے لئے گئے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ہمارے حکمران بات چیت کا ایجنڈا طے کرنے کے بعد وہاں جا کر بات چیت کرتے مگر انہوں نے تمام تر قومی و ملی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر ایجنڈا طے کئے بغیر میچ دیکھنے کے لئے وہاں جانے کو ترجیح دی ہے جو کہ خوشامد کے سوا کچھ نہیں۔

موجودہ حالات کے پیش نظر ضرورت اس امر کی تھی کہ پاکستانی قوم کو جہاد کے لئے تیار کیا جاتا، انہیں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم دی جاتی مگر یہاں قوم کو گانوں اور سامان تعیش کی طرف راغب کرنے کا کام کیا جا رہا ہے۔ بھارتی مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی خاطر ہمیں وہاں کے حکمرانوں سے بات چیت کرنا چاہئے کہ وہ لیاقت نہرو معاہدے کے مطابق وہاں کے مسلمانوں کے حقوق کا خیال کریں لیکن ہم اس کے برعکس خوشامد کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ بھارتی فوجوں کے پاکستانی سرحدوں پر اجتماع کے پیش نظر ہمیں خود کو مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرنا چاہئے تھا لیکن ہم نے ایسا کرنے کی بجائے اپنی کمزوری کا مظاہرہ کرتے ہوئے منت سماجت شروع کر دی ہے۔''(247)

پھر دورۂ یورپ

فروری کے آخر میں مولانا نیازی دو ہفتے کے غیر ملکی دورے پر تشریف لے گئے۔ آپ نے

اس دورہ کے دوران سوئٹزرلینڈ، یورپ، لیبیا اور روم میں بہت سے تبلیغی اجتماعات، پریس کانفرنسوں اور اجلاسوں سے خطاب کر کے نظام مصطفیٰ ﷺ کی ہمہ گیر برکات سے لوگوں کو آگاہ کیا۔10/مارچ 1987ء کو واپس لاہور تشریف لے آئے۔(248)

12/مارچ 1987ء کو لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے اپنے غیر ملکی دوروں کی تفاصیل بتاتے ہوئے کہا کہ لیبیا اور پاکستان کے درمیان بہتر تعلقات قائم ہونے چاہئیں۔ لیبیا میں مقیم پاکستانیوں کے معاملات اب بہتر ہو گئے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ وہ لیبیا کی دعوت پر لیبیا کے دسویں ''جشن استقلال جمہوریت'' کی تقریبات میں شرکت کے لئے گئے تھے۔ کرنل قذافی نے ملاقات کے دوران ان کی تقریر کی تعریف کی اور کہا کہ '' انہوں نے مولانا کی تقریر سنی ہے جو بڑی موثر تھی۔''

مولانا نیازی نے کہا کہ کرنل قذافی نے ان سے کہا ہے کہ وہ عالم اسلام کو سامراجوں کے چنگل سے آزاد کرانے کے لئے سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار ادا کریں۔ مولانا نے پاکستان کی جانب سے لیبیا کو مکمل حمایت کا یقین دلایا اور کہا کہ پاکستان، لیبیا کو اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ لیبیا کی حکومت سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اس وقت عالم اسلام کو جو خطرات درپیش ہیں ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیبیا کے صدر نے اپنی تقریر میں عالم اسلام کو سامراجی طاقتوں کے خطرات سے آگاہ کیا اور کہا وہ ایک ایک کر کے مسلم حکومتوں کو نشانہ بنائیں گے۔ جو حکومتیں امریکہ کے تابع نہیں ہوں گی انہیں تباہ کر دے گا۔ اگر امریکہ اسرائیل نے جنگ چھیڑی تو لیبیا ان کا مقابلہ کرے گا۔(249)

آزاد کشمیر میں خطاب

29/اپریل 1987ء کو جماعت اہل سنت آزاد کشمیر کے زیر اہتمام کوٹلی میں نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کشمیر بنوک شمشیر کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک مقبوضہ کشمیر آزاد نہیں ہوتا اور بھارتی مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ نہیں ہو جاتا۔ مولانا نے عوام سے فکری انقلاب پیدا کرنے کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ وہ نظام مصطفیٰ ﷺ سے کم کسی بات پر راضی نہ ہوں۔ اسلام ہر فرد کی ضروریات کی ضمانت دیتا ہے۔(250)

شریعت بل مذاکرات

3/مئی 1987ء کو مولانا نیازی نے وفاقی وزیر مذہبی امور حاجی سیف اللہ کی طرف سے ''شریعت بل'' کے بارے مذاکرات کی دعوت مسترد کر دی اور حکومت کو اپنی پارٹی کے فیصلے سے آگاہ کر دیا۔ مولانا نے کہا کہ ہماری جماعت غیر جماعتی بنیادوں پر منتخب ہونے والی اسمبلیوں اور حکومت کو تسلیم نہیں کرتی اور نہ ہی نفاذ شریعت کے سلسلے میں ان سے کوئی توقع وابستہ رکھی جا سکتی ہے بلکہ موجودہ حکومت کو نظام مصطفیٰ ﷺ کی راہ میں رکاوٹ سمجھتی ہے۔ ان حالات میں جمعیت علماء پاکستان، شریعت بل کے مسئلے پر حکومت سے مذاکرات کو بے سود سمجھتی ہے۔(251)

یاد رہے کہ شریعت بل جنرل ضیاء الحق (ف 1988ء) کی خواہش کے مطابق جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام اور دیگر سنیت دشمن جماعتوں نے پیش کیا تھا۔ اس بل میں بہت سے سقم موجود تھے۔ مثلاً حضور سرور کائنات ﷺ کی تشریحی اور نیابتی حاکمیت کو قانونی حیثیت نہیں دی گئی اور فقہ حنفی کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

افطار پارٹی سے خطاب

7/مئی 1987ء کو جامعہ کریمہ انگوری باغ اسکیم باغبانپورہ لاہور میں افطار پارٹی سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ رمضان کا مہینہ گیارہ مہینے گزارنے کا تربیتی کورس ہے۔ اس کورس سے مسلمانوں کے اندر خود اعتمادی اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ روزہ خدا اور بندے کے درمیان بلا واسطہ تعلق کا ذریعہ ہے۔ روزہ سے ضبط نفس اور جذبہ جہاد پیدا ہوتا ہے۔(252)

لاہور پریس کانفرنس

9/مئی 1987ء کو لاہور میں اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ پاکستان کی خارجہ امور اور داخلہ پالیسیاں ملک کے عظیم مفاد کو پیش نظر رکھ کر مرتب کی جانی چاہئیں اور کسی دوسرے اعتراضات کی پرواہ کئے بغیر پاکستان کی سلامتی اور دفاع کے لئے اپنی تیاریاں جاری رکھنی چاہئیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اتنی جنگی تیاری کرو کہ کسی کو تم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو۔

اس وقت اپنے بیگانے سب ہی اس بات پر تنقید کر رہے ہیں کہ پاکستان کو امریکہ کے اوا کس

طیارے نہیں لینے چاہئیں۔ ان لوگوں کو یہ بتانا چاہئے کہ اگر ہم امریکہ سے اسلحہ نہ لیں اور روس بھی ہمیں اسلحہ فراہم نہ کرے تو ہم اپنی حفاظت کے لئے کس کی طرف رجوع کریں۔ دراصل یہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں، پاکستان کو بے دست وپا اور کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ افغانستان کی طرف سے ہم پر بمباری ہورہی ہے۔ ایک سپر پاور ہمارے خلاف ہے۔ بھارت اسلحہ کے انبار لگا رہا ہے۔ ان حالات میں ہم کیسے اپنی دفاعی ضروریات سے غافل ہوسکتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ وہ بمباری کو رکوائیں۔ روس سے کہیں کہ وہ افغانستان سے نکل جائے اور افغان مہاجرین کو اپنے گھروں میں آباد ہونے کی سہولت فراہم کرے۔ اگر یہ سب کچھ نہیں ہوتا اور روس اور بھارت ہمارے خلاف کارروائیوں میں مصروف رہتے ہیں تو پھر ہمارے لئے کون سا راستہ رہ جاتا ہے۔ درحقیقت یہ لوگ چاہتے ہیں کہ پاکستان کو بھارت کا طفیلی اور ذیلی ملک بنادیا جائے اور روس کو افغانستان میں اپنی پوزیشن مضبوط بنانے کا موقع فراہم کیا جائے۔(253)

جلسہ بھائی پھیرو

یکم جون 1987ء کو جمعیت علمائے پاکستان بھائی پھیرو ضلع قصور کے زیر اہتمام ایک عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ آئندہ انتخابات میں جاگیرداروں، رسہ گیروں، استحصال پسندوں، وزیروں اور اقتدار کے پجاریوں کی ضمانتیں ضبط کروادی جائیں گی۔ کسانوں، مزدوروں اور غریبوں کے ذریعے ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کیا جائے گا۔

موجودہ حکومت غیر آئینی اور غیر جمہوری ہے اور مسلم لیگ مفاد پرستوں کا ٹولہ بن گئی ہے جو مارشل لاء کے دور کے تحفظ کے سوا کچھ نہیں کرسکتی۔ اس لئے جمعیت علماء پاکستان موجودہ حکومت سے کوئی خیر کی امید نہیں رکھتی۔ موجودہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں جاگیرداروں کے سوا کوئی نہیں ہے اور یہ لوگ بھی مسلم لیگ کے نہیں بلکہ یہ تو صرف اقتدار کے پجاری ہیں۔(254)

جمعیت کے انتخابات

8/جون 1987ء کو لاہور میں جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی عہدیداروں کے انتخابات ہوئے۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا نیازی کو بلامقابلہ تین سال کے لئے صدر اور سیکرٹری جنرل منتخب کرلیا گیا۔ مورخہ 24/جون کو پتوکی ضلع قصور میں خادمین کے تربیتی کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ آئندہ بلدیاتی انتخابات میں نظریہ پاکستان کے

کسی دشمن کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے تاکہ آئندہ منتخب ہونے والے ادارے قومی اور صوبائی ایوان ان سے محفوظ رہ سکیں۔(255)

دورۂ عراق

5/جون 1987ء کو مولانا نیازی عراقی حکومت کی وزارت اوقاف وشیؤن دینیہ کی دعوت پر عراق تشریف لے گئے اور 19/جولائی 1987ء کو واپس تشریف لے آئے۔ اس دورہ کے دوران مولانا نے بغداد شریف، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، مدائن (سلمان پاک)، موصل، کوفہ اور سامرہ میں مزارات اولیاء، علماء اور انبیاء پر حاضری دی۔ علاوہ ازیں دینی، علمی اداروں اور وزارت کی عمومی سرگرمیوں کا معائنہ کیا۔(256)

15/اگست 1987ء کو انجمن طلباء اسلام کے مرکزی صدر محمد ظفر اقبال نوری کے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ سے لاہور میں خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ ملت اسلامیہ نے انجمن طلباء اسلام کے کارکنوں سے بے شمار امیدیں وابستہ کررکھی ہیں۔ انجمن کے کارکنان کو تحفظ پاکستان کے لئے اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ پاکستان کو آج نہ صرف بیرونی دشمنوں کا سامنا ہے بلکہ اندرونی غداروں کی ریشہ دوانیاں بھی عروج پر ہیں۔ بلوچستان میں غوث بخش بزنجو (ف 1989ء)، سندھ میں جی ایم سید اور سرحد میں ولی خاں وغیرہ لسانی عصبیتوں کو فروغ دے کر ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ قیام پاکستان میں ملنے والی ذلت آمیز شکست کا بدلہ لینا چاہتے ہیں لیکن ہم آج کے دور کے ان میر جعفر اور میر صادق کا خواب بد کبھی پورا نہیں ہونے دیں گے۔(257)

گولڈ میڈل

14/اگست 1987ء کو یوم آزادی کے موقعہ پر تحریک پاکستان کے مجاہدوں کو حکومت پنجاب کی طرف سے گولڈ میڈل دیئے گئے۔ تو مولانا نیازی نے یہ ایوارڈ لینے سے انکار کردیا مگر پنجاب مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل اور صوبائی وزیر صنعت مسٹر غلام حیدر وائیں نے مورخہ 16/اگست کو ان کی اقامت گاہ 22۔ اونکار روڈ، اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور میں جاکر یہ میڈل دیا اور کہا کہ تحریک پاکستان میں مولانا کی خدمات کے اعتراف کے طور پر یہ ایک علامتی چیز ہے۔

اس موقعہ پر مولانا نیازی نے کہا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ پاکستان کے قیام کی صورت میں مجھے گولڈ میڈل مل گیا تھا اور دوسرا گولڈ میڈل اس وقت ملا جب آئین میں قرآن وسنت کی بالادستی کو تسلیم کیا گیا۔ اب ہم نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔(258)

سیال کوٹ میں خطاب

18/ستمبر 1987ء کو سمبڑیال ضلع سیالکوٹ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے اس بات پر زور دیا کہ ملک میں ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو برائی سے روکے اور نیکی کی ہدایت کرے۔ مسلم لیگ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ کبھی ایوب خان او ریحییٰ خان کی لونڈی بنی رہی ہے۔ اب پھر اس مردہ ماں کو قبر سے نکال کر عوام کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت ناکام ہو چکی ہے۔ ہم ملک کے اندر مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ چاہتے ہیں اور امریکہ اور روس کے منشور کو مسترد کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس وقت ہی ہوسکتا ہے جب ملک کی قیادت غیرت مند ہوگی اور یہ انقلاب صرف پرچی سے آئے گا جس کے لئے ابھی سے ہم کو تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔(259)

ڈویژنل کنونشن لاہور

19/ستمبر 1987ء کو لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کے ڈویژنل کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے ارشاد کیا کہ قیام پاکستان کے بعد ہم نے مسلم لیگ کے اندر شرعی خلافت کا پروگرام دیا تھا جس پر آج تک عمل درآمد نہیں ہوا ہے اور نہ ہی مسلم لیگ نے اسے قبول کیا ہے۔ ہمیں تو افسوس ہے کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے منشور سے سب لوگ بھاگ گئے ہیں۔ صرف ہمارے کارکن میدان عمل میں موجود ہیں۔ مسلم لیگ ہر حکمران کے ہاتھوں کھیلتی رہی ہے۔ جماعت اسلامی نے پاکستان کی مخالفت کی لیکن وہ پاکستان کے مال غنیمت میں سے اپنا حصہ لے رہی ہے۔ ہم لوگ چور دروازے سے اقتدار میں نہیں آئیں گے ہم صحیح اور جمہوری طریقے سے کامیابی حاصل کریں گے۔

کنونشن میں ایک کارکن کے سوال کہ 1953ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران وہ دیگ میں چھپ کر بھاگ گئے تھے، پر مولانا نیازی نے کہا کہ پہلے اتنی بڑی دیگ بنوادو جس میں نیازی آ

سکے۔ دوسرا یہ کہ تحریک پاکستان سے لے کر آج تک میرا کردار عوام کے سامنے ہے، میں نے کبھی حکمرانوں کے آگے سر نہیں جھکایا اور نہ کبھی کوئی مراعات حاصل کی ہیں، حالانکہ مجھے کئی بار اہم پیشکشیں ہوئی ہیں۔(260)

جھنگ تربیتی کنونشن

25/ستمبر 1987ء کو جھنگ میں جمعیت علمائے پاکستان کے کارکنوں کے تربیتی کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ ہم اقتدار یا وزارتوں کے بھوکے نہیں ہیں اور ہم نے وزارتوں کو کئی بار ٹھکرایا ہے۔ ہم پوری قوم کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ ہم کارکنوں کی عزت اور وقار کا سودا نہیں کریں گے۔ ہم دوسری جماعتوں کے ساتھ اتحاد نہیں کریں گے کیونکہ ہم پہلے بھی اتحاد کر کے نتائج دیکھ چکے ہیں کہ دوسری جماعتوں نے قوم کو بیچ دیا۔ قوم نے تو نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے لہو بہایا لیکن قومی اتحاد (مفتی محمود اینڈ کمپنی) کے لیڈروں نے اس خون کا سودا کر کے وزارتیں حاصل کر لیں۔(261)

غیر ملکی دورہ

13/اکتوبر 1987ء کو مولانا نیازی لیبیا کے دورہ پر جانے کے لئے لاہور سے کراچی روانہ ہوئے۔ رات پی آئی اے کے زیر اہتمام ”براڈوے ہوٹل“ میں قیام رہا اور 14/اکتوبر کی صبح چار بجے جہاز روانہ ہوا۔ دورہ بے حد مصروفیت کا حامل رہا۔ کراچی سے عمان، روم اور پھر طرابلس پہنچ گئے۔ 15/اکتوبر کو ”الاعوۃ الاسلامیہ العالمیہ“ (World Islamic Call Society) طرابلس (لیبیا) کے مراکز کا دورہ کیا۔ اسی روز کرنل قذافی سے ملاقات بھی ہوئی۔ 16/اکتوبر کو مولانا نیازی لندن چلے گئے اور اہم مراکز ہنسلو، سلو، ویمبلی، نارتھ وڈ، برک لین میں جلسے منعقد کئے۔ علاوہ ازیں دوسرے مقامات مثلاً ہڈرز فیلڈ، مانچسٹر، بریڈ فورڈ، برمنگھم، راشڈ ہل، شیفلڈ، لیسٹر، پیٹر برو، گلاسکو میں بھی شاندار اجتماعات ہوئے۔ اس کے بعد ہالینڈ کا تبلیغی دورہ کیا۔ مغربی جرمنی کی سرحد پر واقع شہر زوالو میں ایک مسجد (گلزار مدینہ) کا سنگ بنیاد رکھا۔ لارڈ میئر اور دیگر لوگ بھی شریک ہوئے۔ سنگ بنیاد کے علاوہ جلسہ عام بھی رہا۔ 10/نومبر کو برمنگھم میں بغداد شریف سے آمدہ وفد کے اعزاز میں زبردست استقبالیہ اور جلسہ منعقد ہوا۔ 11/نومبر کو لندن سے

کراچی کے لئے روانہ ہوئے، 12 کو کراچی اور 14 کو لاہور پہنچ گئے۔(262)

احتجاجی جلسہ

11 دسمبر 1987ء کو جماعت اہل سنت پنجاب کے زیر اہتمام مرکزی عید گاہ ملتان میں اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے خلاف شائع ہونے والے لٹریچر کے سلسلہ میں منعقدہ احتجاجی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا اور مطالبہ کیا کہ گستاخ رسول ﷺ اور اولیائے کرام کے متعلق غلیظ لٹریچر شائع کرنے والوں کو سزائے موت دی جائے تاکہ مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور مقام اولیائے کرام کے تقدس کی اہمیت برقرار رہے۔(263)

12 دسمبر 1987ء کو ملتان سے لاہور پہنچنے پر اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ اگر بڑی طاقتیں اخوت، مساوات کی اعلیٰ اخلاقی قدروں کا تحفظ نہیں کر سکتیں تو خود ان کی اپنے ہاتھوں تباہی کا وقت دور نہیں ہے۔ بڑی طاقتوں کو یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہئے کہ انسانیت کی بقاء امن و سلامتی کے ذریعے ہی ممکن ہے لہٰذا امریکی سامراج کو اسرائیل کی ناز برداریوں سے اجتناب کر کے عالم عرب کے حق و صداقت پر مبنی مطالبات کو تسلیم کرنے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنا چاہئے۔ اسی طرح روسی سامراج کو بھی یہ محسوس کرنا چاہئے کہ افغانستان کے چالیس پینتالیس لاکھ باشندے جلاوطنی کی سزا بھگت رہے ہیں۔ دس لاکھ سے زائد افغان شہید ہو چکے ہیں۔ باقی افغانیوں کی زندگی بھی جہنم بن چکی ہے لہٰذا اسے فوری طور پر افغانستان سے فوجیں نکال لینی چاہئیں اور روس کو بھارتی سامراج کو بھی احترام آدمیت کا سبق سکھانا چاہئے کہ وہ اقلیتوں کے جان و مال کا تحفظ کرے بصورت دیگر بھارت کو دولت مشترکہ اور اقوام متحدہ سے خارج کرانا چاہئے۔

متعصب سندھی لیڈر جی ایم سید (غلام مرتضیٰ سید ف 1995ء) کی گرفتاری کے بارے میں مولانا نے فرمایا کہ وہ شر و فساد کی جتنی آگ بھڑکا سکتا تھا اس نے کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ لہٰذا اسے امن عامہ میں خلل ڈالنے کے جرم کی بجائے ملک و ملت سے بغاوت کی سزا ملنی چاہئے۔ یہ بات انتہائی افسوسناک ہے کہ سرحدی گاندھی (عبدالغفار خان ف 1988ء) اور جی ایم سید کو ڈھیل دے کر ملکی و ملی وحدت کو پرزے پرزے کر دیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ مسٹر جی ایم سید کو 9 دسمبر 1987ء کو گرفتار کیا گیا تھا۔(264)

سردار عبدالقیوم خان صدر آزاد کشمیر نے 14 اگست 1987ء کو ناروے میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ "اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا کلام گمراہی پھیلاتا ہے، اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ سارے کے سارے لوگ گمراہ اور ہدایت سے ہٹے ہوئے ہیں، اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی بداعمالیوں پر ندامت تھی، کلام اقبال رحمۃ اللہ علیہ پڑھنے والے اور ان کے صاحبزادے بھی گمراہ اور ہدایت سے دور ہیں۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں عشق رسول ﷺ کا جس طرح ذکر کیا ہے عملی زندگی میں وہ اس سے دور تھے۔ چونکہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی بداعمالیوں پر ندامت تھی اس لئے ان کی بخشش تو ہو سکتی ہے لیکن کلام اقبال رحمۃ اللہ علیہ پڑھنے والوں اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ڈاکٹر جاوید اقبال کی تو یہ صورت بھی نہیں۔" غرض سردار صاحب نے اپنی اس تقریر میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال کا تذکرہ انتہائی گستاخانہ انداز میں کیا۔

جب یہ بات پاکستان پہنچی تو ادارہ "نوائے وقت" نے ناروے سے سردار عبدالقیوم خاں کی تقریر کی وڈیو فلم منگوائی اور 13 دسمبر 1987ء کو ایوان وقت کی ایک تقریب میں ملک کے ممتاز دانشوروں کو دکھائی جن میں مولانا نیازی اور دیگر بہت سے لوگ مثلاً ممتاز احمد خاں، زیڈ اے سلہری وغیرہ شامل تھے۔ سب حضرات نے شدید برہمی کا اظہار کیا۔

مولانا نیازی نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے فرمایا کہ سردار عبدالقیوم خاں کی تقریر سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ان کے منہ میں جو آیا ہے وہ بولتے چلے گئے ہیں یہ بالکل الجھی ہوئی تقریر ہے۔ سردار صاحب نے اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی بداعمالیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ چونکہ اپنی بداعمالیوں پر شرمندہ تھے اس لئے ان کی بخشش ہو سکتی ہے حالانکہ بخشش کی دعا کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان بداعمال ہی ہوگا۔ تمام انبیائے کرام، صحابہ کرام اور بزرگان دین ہمہ وقت استغفار میں مشغول رہتے تھے۔ بندہ جتنا اپنے رب کے قریب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ توبہ استغفار کرتا ہے۔ کیا سردار قیوم صاحب خدانخواستہ ان سب کو بداعمال قرار دیں گے۔

جہاں تک انسان کی ظاہری شکل و صورت کا تعلق ہے یہ درست ہے کہ وہ قرآن اور سنت کے مطابق ہونی چاہئے لیکن علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شرقپوری رحمۃ اللہ جو کسی داڑھی منڈھے سے ملنے کو

تیار نہیں ہوتے تھے انہوں نے اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو قلندر قرار دیا اور ملاقات کے لئے ان کے پیچھے دوڑتے ہوئے گئے۔

اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے کلام کو گمراہی کا باعث قرار دینے سے پہلے سردار صاحب کو سوچ لینا چاہئے تھا کہ حضرت علامہ رحمتہ اللہ علیہ نے تو اس صدی کے بڑے منہ زور سیلاب کا رخ موڑنے کے لئے اہم کردار ادا کیا اور نوجوان نسل کو مغربی تہذیب کے چنگل سے نجات دلائی۔ انہی کے کلام سے اثر لے کر نوجوانوں کی بڑی تعداد نے تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا ہے اور حضرت علامہ رحمتہ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو لکھا جن کی روشنی میں مسلمانوں نے انگریزوں اور ہندو کی غلامی سے نجات حاصل کی۔ ایسے شخص کے بارے میں سردار قیوم کی ہرزہ سرائی ان کی شخصیت اور کلام سے عدم واقفیت اور جہالت ہے۔

اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے کلام میں زندگی کے ہر مسئلہ کا حل موجود ہے اور اقبال کی فکر پر قرآن کی فکر حاوی ہے۔ وہ قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات پر ایک کروڑ مرتبہ درود بھیجنے والے فنافی الرسول ﷺ کے مقام پر فائز شخص کے بارے میں یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ بداعمال تھا اور اس کا کلام گمراہی کا باعث بنتا ہے۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ جو شخص قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے اس قدر روتا تھا کہ قرآن کے اوراق بھیگ جاتے تھے اور جس کے اپنے کلام نے برصغیر کے مسلمانوں کو پاکستان کی نعمت بخشی، اس کے بارے میں زبان کھولنے سے پہلے سوچنا چاہئے۔(265)

عام انتخابات کا مطالبہ

31/دسمبر 1987ء کو لاہور میں مولانا نیازی نے اخبار نویسوں سے غیر رسمی بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ملک میں بلا تاخیر 1988ء میں جماعتی بنیادوں پر عام انتخاب کرائے جائیں۔ ووٹر کے لئے شناختی کارڈ لازمی قرار دیا جائے اور منصفانہ، غیر جانبدارانہ انتخابات کے لئے الیکشن کمیشن کی زیرنگرانی ایک ایسی فورس قائم کی جائے جو قومی مفادات کی خاطر حکومت یا فریقین کی جانب سے دھاندلی کو روکے اور ایسا کرنے والوں کو عبرتناک سزا دے۔

مولانا نے کہا کہ موجودہ حالات اس قدر تشویش ناک ہیں کہ اگر 1990ء سے پہلے

انتخابات کے انعقاد میں جتنی تاخیر کی گئی اتنے ہی علاقائی تعصبات بھڑکیں گے۔ موجودہ جوں کی توں کی پالیسی صدر مملکت کے مفادات کے حق میں ہوسکتی ہے اور وزیراعظم (محمد خاں جونیجو) کے لئے بھی شاید بہتر ہو مگر ملک کی تباہی و بربادی کے لئے سامان اکٹھا ہو رہا ہے۔ جو لوگ کھلم کھلا نظریہ پاکستان سے بغاوت کر رہے ہیں، صوبائی تعصب کو ہوا دے رہے ہیں ان کو کبھی گلدستہ بھیجا جاتا ہے اور کبھی ہوائی جہاز مہیا کئے جاتے ہیں۔(266)

پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی

4/فروری 1988ء کو مولانا نیازی نے ایک بیان میں پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی تقریبات منانے کی سخت مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ایک ایسے صوبے میں یہ تقریبات منائی جا رہی ہیں جس میں پچیس سال سے زائد عرصے تک مارشل لاء اور ایمرجنسی نافذ رہی ہے۔ 1937ء سے 1947ء تک کا عرصہ فرنگیوں کی ملوکیت کا دور ہے۔ پھر اس میں خضر حیات ٹوانہ (ف 1975ء) کا غیر جمہوری دور بھی شامل ہے۔ صوبے میں 1969ء میں گورنر راج نافذ ہوا اور پھر صوبے میں نامزد وزارت کام کرتی رہی۔ لہٰذا کون سی جمہوریت کی یاد تازہ کی جا رہی ہے۔ ہمیں یہ تلاش کرنا پڑے گا کہ کس وقت یہاں جمہوریت تھی اور کب مارشل لاء اور گورنر راج رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ گولڈن جوبلی منا رہے ہیں مگر میرے خیال میں سلور جوبلی تو کیا کاپر جوبلی بھی نہیں بنتی۔ یہاں یک طرفہ ریفرنڈم کرایا گیا، آئین کی شکل مسخ کر کے اسے کچھ سے کچھ بنا دیا گیا۔ پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ کو ختم کر کے الیکشن لڑے گئے، افراد کے گوشوارے پیش کرنے کی پابندی ختم کر کے کیش گروپ پر اعتماد کیا گیا۔ ریفرنڈم میں بااثر لوگوں نے بیلٹ پیپروں پر دھڑا دھڑ مہر لگائیں۔ ان تمام باتوں میں ملوث رہنے والوں کو ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کرنے کے بجائے گولڈن جوبلی منائی جا رہی ہے حالانکہ گولڈن جوبلی کی بجائے احتساب اور جواب طلبی کی تقریب منانی چاہئے تھی۔(267)

کالا باغ ڈیم

6/فروری 1988ء کو فیصل آباد میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا مسئلہ حکومت نے خود کھڑا کیا ہے تاکہ عوام کی توجہ اصل مسئلے سے ہٹا کر صوبائی تعصب کو ہوا دی جائے۔ مولانا نے کہا کہ پاکستان میں زیادہ تر دریائی وسائل

سے بجلی تیار کی جاتی ہے اور تیل و گیس جنریٹروں سے جو بجلی تیار کی جاتی ہے اس کا تیس فیصد حصہ تیل کی درآمد پر منحصر ہے۔ گیس سے چلنے والے سٹیشنوں سے بجلی کی تیاری 1985ء میں کلی طور پر روک دی گئی جس سے حالات پوری طرح واضح ہو جاتے ہیں۔ ہائیڈل وسائل سے تیس ہزار میگا واٹ بجلی تیار کرنے کی استعداد ہو سکتی ہے اور ہم ان وسائل سے صرف تین ہزار میگا واٹ بجلی حاصل کر سکے ہیں۔ ہائیڈل طریق کار کے علاوہ جو طریق کار ہیں ان پر انحصار کرنے سے بجلی کی تیاری کے اخراجات بہت بڑھ جائیں گے اور اس طرح صنعتی اور زرعی اشیاء کی قیمتیں بری طرح متاثر ہوں گی اور میعار زندگی پر بھی اثر پڑے گا۔ اس پس منظر کے حوالے سے یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ مجوزہ ڈیم سیاسی بحث ومباحثہ کا شکار ہو گیا ہے۔ یہ بڑی خوفناک بات ہے کہ اس ڈیم کو صرف ایک صوبے کا منصوبہ قرار دیا جا رہا ہے۔ ڈیم اگرچہ پنجاب میں ہوگا تاہم اس کی جھیل صوبہ صرحد میں ہوگی۔ یہی بات صوبوں کے مابین اختلاف کی بنیادی وجہ ہے جبکہ یہ نقطہ نظر کلی طور پر غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے فاضل بجلی اور پانی پاکستان کے دوسرے صوبوں میں بھی پوری طرح اور مساوی تقسیم ہوگا۔

ایک اور غور طلب بات یہ ہے کہ مجوزہ کالا باغ ڈیم، دریائے کابل کے بے پناہ وسائل کو اس وقت قابو میں لانے کا واحد ذریعہ ہوگا، جب وارسک ڈیم کی عمر پوری ہو جائے گی۔ مولانا نے کہا کہ پانی کی فراہمی کے حوالے سے دریائے کابل، چناب اور جہلم کے دریاؤں سے بہت بڑا ہے۔ کالا باغ ڈیم کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ تعمیر کے بعد آبپاشی کے لئے پانی کی سالانہ فراہمی میں جو کمی ہے اس میں 68 فیصد کی کمی ہو جائے گی۔ کالا باغ پانی کے ذخیرہ سے سیلابوں کی شدت کم ہو جائے گی یا سیلابی پانی مکمل طور پر ذخیرہ میں شامل ہو جائے گا۔ ان باتوں سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ڈیم کے منصوبے سے صرف ایک ہی صوبے کو فائدہ نہیں ہوگا۔

زمین زیر آب آنے کے خطرات کے حوالے سے مولانا نیازی نے کہا کہ صرف سات فیصد قابل کاشت رقبہ زیر آب آئے گا اور یہ رقبہ تقریباً آٹھ ہزار ایکڑ ہوگا۔ یہ رقبہ اتنا بڑا نہیں کہ اس سے منصوبہ ختم کرنے کا جواز پیدا ہوتا ہو۔ ڈیم کے نظر ثانی شدہ ڈیزائن کی وجہ سے نوشہرہ کے گرد حفاظتی تعمیرات کی بھی ضرورت نہیں رہی جبکہ یہ دعویٰ کیا جا رہا تھا کہ منصوبے کی وجہ سے نوشہرہ کو سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ اس طرح کے زیادہ تر اعداد وشمار صرف ایک صوبے کا پروپیگنڈا اقرار

دیئے گئے اور حقائق سے سیاسی حلقے یا تو ناواقف تھے یا ان پر اعتبار نہیں کیا گیا اور انہیں غلط سمجھا گیا۔ اس مسئلے پر اتفاق رائے کے لئے ضروری ہے کہ کالا باغ ڈیم سے متعلق تمام تر معلومات متعلقہ لوگوں کو فراہم کی جائیں۔ اسی لئے ہم نے معلومات کی فراہمی کے لئے ''کالا باغ ڈیم بناؤ'' تحریک شروع کی ہے۔ (268)

ناظرین! آپ نے کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے بارے میں مولانا نیازی کی ماہرانہ رائے ملاحظہ فرمائی۔ مولانا نے ڈیم کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ کسی قسم کے ابہام کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ یہ ڈیم تعمیر نہ کیا جائے۔ مگر ستیاناس ہو صوبائی تعصب کا جس نے قومی سطح پر سوچنے کی قوتیں ہی سلب کر لی ہیں اور اسی تعصب کی بناء پر بہت سے قومی مسائل حل طلب پڑے ہوئے ہیں۔ بہر حال مولانا نیازی کے جامع بیان کی روشنی میں تعصب وجاہلیت کے بت کو پاش پاش کر کے قومی سطح پر سوچنا ضروری ہے۔

ذہنی آزمائش کا پروگرام

14 رفروری 1988ء کو ادارہ ''نوائے وقت'' لاہور کے ذہنی آزمائش کے پروگرام میں عمرے کے ٹکٹ اور دیگر انعامات حاصل کرنے والوں کے اعزاز میں منعقدہ ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ اخبار عوام کی رہنمائی کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ عوام کی رہنمائی کرتے ہیں اور ان کے سیرت و کردار کی تعمیر میں گرانقدر خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ اس تقریب میں راجن پور کے سید مشتاق احمد اور مانسہرہ کی مس بی بی گل کو عمرے کا ٹکٹ دیا گیا۔ جبکہ سب سے زیادہ حل بھیجنے والے دو افراد، راولپنڈی کے مرزا محمود بیگ اور حجرہ شاہ مقیم (اوکاڑہ) کے ڈاکٹر محمد طفیل بھٹی کو سیرت النبی ﷺ کے مکمل سیٹ پیش کئے گئے۔ اس تقریب میں تمام انعامات مولانا نیازی نے اپنے دست اقدس سے تقسیم کئے۔

مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اخبار رائے عامہ کا امام ہوتا ہے غلام نہیں۔ صداقت ایک قوت ہے، سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ صداقت نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔ ''نوائے وقت'' نے ذہنی آزمائش کا یہ پروگرام شروع کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے جو اس کی پالیسیوں کے عین مطابق ہے۔ مولانا نے ''نوائے وقت'' کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس اخبار نے عوام کی سیرت و کردار کو نکھارنے میں

جو خدمات انجام دی ہیں وہ ان مٹ ہیں۔(269)

جلسہ یوم پاکستان

24/مارچ 1988ء کو جمعیت علماء پاکستان ضلع لاہور (جنوبی) کے زیر اہتمام قرطبہ مارکیٹ لاہور میں "یوم پاکستان" کے سلسلے میں منعقدہ جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ جمہوریت کا مغربی تصور انگریز کی سامراجی چال ہے، اس نے اس نظام کو مشرقی اقوام کی طرف پھینکا ہے مگر خود اس کا پابند نہیں ہے۔ اگر وہ خود پابندی کرتا اور اکثریت کو حاکمیت کو مانتا تو اس وقت عرب اقوام اکثریت میں ہیں اور یہودی اقلیت ہیں مگر انگریزی سامراج، یہودی اقلیت کا حامی ہے۔

مولانا نیازی نے کہا کہ ہندوستان میں بسنے والے تمام مسلمان یوں تو اپنے آپ کو ہندوؤں سے علیحدہ قوم ہی مانتے تھے مگر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس فکر کو ہندو اور انگریز استعمار سے آئینی طور پر منوایا۔ تقسیم ہند کے کئی فارمولے پیش کئے گئے جن میں مولانا محمد علی جوہر کا فارمولا برابری کی بنیاد پر اختیارات کی تقسیم تھا اور نواب شاہنواز ممدوٹ نے مسلم اکثریت کے صوبوں کی ہندو اکثریت کے صوبوں سے کنفیڈریشن کی تجویز پیش کی۔ اس طرح میں نے بھی خلافت پاکستان کی تجویز قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بڑی گرم تجویز قرار دیا تھا اور جواب میں میں نے عرض کیا تھا کہ یہ ایک ابلتے ہوئے سینے سے برآمد ہوئی ہے۔

جب خضر وزارت کے خلاف ہم نے تحریک چلائی تو اس وقت مسلم لیگ کے فنڈ میں صرف سات سو روپے تھے مگر ہم نے مسلم لیگ کو روپیہ کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا کیونکہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ولولہ انگیز قیادت میں طلبہ کی بڑی بھاری قوت تھی۔(270)

جمعیت کا چالیسواں جشن تشکیل

25/مارچ 1988ء کو مولانا نیازی نے جمعیت علماء پاکستان کے چالیسویں جشن تشکیل کے سلسلے میں "ایوان وقت" میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان ان علماء و مشائخ نے قائم کی جو تحریک پاکستان میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے۔ مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد قادری، مولانا عبدالحامد بدایونی اور سید احمد سعید کاظمی مسلم لیگ میں سرگرم عمل

رہے۔ یہ علماء تحریک آزادی میں نمایاں خدمات انجام دینے والے دینی رہنماؤں کے جانشین تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام اور جمہوریت کے استحکام کے لئے جمعیت تشکیل دی گئی۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت، 1969ء کی تحریک بحالی جمہوریت، 1974ء کی اینٹی قادیانی تحریک اور 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں جمعیت نے بھرپور کردار ادا کیا۔ جمعیت نے 1973ء کے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرائی اور اسلام سرکاری مذہب قرار دیا۔ ہم نے پاکستان قومی اتحاد میں رہتے ہوئے مارشل لاء حکومت میں شمولیت کی مخالفت کی اور جب بعض جماعتیں وزارتوں کے لئے مارشل لاء سے تعاون پر آمادہ ہوئیں تو ہم نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ہم پاکستان کو اتنا مضبوط اور مستحکم بنانا چاہتے ہیں کہ یہ عالم اسلام کے اتحاد کے لئے آواز بلند کرنے کی پوزیشن میں ہو، بنگلہ دیش کو ساتھ ملانے کی جدوجہد کر سکے اور بھارت کے مسلمانوں کا تحفظ کر سکے۔ ہم اتحاد، جہاد اور فلاحی روحانی مملکت کے فلسفے کے تحت پاکستان کو ایک زندہ قوت بنا دینا چاہتے ہیں۔ جس طرح "نوائے وقت" نے نظریہ پاکستان کو کسی قیمت پر بھی فراموش نہیں کیا اسی طرح ہماری انفرادیت یہ ہے کہ ہم نے ملک دشمن عناصر اور پاکستان کے بنیادی نظریہ کو تسلیم نہ کرنے والے عناصر کے خلاف ہمیشہ آواز حق بلند کی۔(271)

قائدین ایوانِ وقت میں

انہی دنوں ہی ادارہ "نوائے وقت" نے "جمعیت علماء پاکستان کے قائدین ایوان وقت میں" کے زیر عنوان ایک اور تقریب کا اہتمام کیا جس کا مقصد جمعیت علماء پاکستان کے کردار کا جائزہ لینا تھا۔ اس موقعہ پر مولانا نیازی نے اظہار خیال کرتے ہوئے تحریک پاکستان میں جمعیت کے اکابر کے کردار پر بھرپور روشنی ڈالی۔ مولانا نے فرمایا کہ جمعیت علماء پاکستان کے نام سے جماعت کا قیام 28/مارچ 1948ء کو ہوا۔ جس کے پہلے صدر مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اور ناظم اعلیٰ غزالی دوراں علامہ احمد سعید شاہ کاظمی منتخب ہوئے۔ تحریک پاکستان میں جمعیت علماء پاکستان کے اکابر نے بھرپور حصہ لیا۔ صرف نام کا فرق ہے۔ اس وقت علماء نے سنی کانفرنس اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے قیام پاکستان کے لئے کام کیا تھا۔ اگر ہم تھوڑا سا اور ماضی میں جھانک کر دیکھیں تو 1857ء سے آزادی کی باقاعدہ تحریک شروع ہو چکی تھی۔ انگریز اسے غدر کا نام دیتے ہیں جبکہ ہم اسے جنگ آزادی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اس سے قبل برصغیر میں شاہ اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی نے بھی جنگ کا آغاز کیا تھا لیکن ان کی جنگ سکھوں کے خلاف تھی، انگریزوں کے خلاف نہ تھی۔ بلکہ ان کے سوانح نگاروں کے حوالہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں سکھوں کے خلاف جنگ میں انگریزوں کی امداد اور تعاون حاصل تھا۔ پھر انہوں نے سرحد میں جا کر بعض اعتقادی مسائل بھی چھیڑ دیئے جس سے معاملات خراب ہو گئے لیکن انگریزوں کے خلاف ایک منصوبہ کے تحت جن علماء نے بھرپور حصہ لیا ان میں مولانا فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔ انہیں بہادر شاہ ظفر اور جنرل بخت خان کی حمایت حاصل تھی۔ دیگر علماء میں مولانا احمد اللہ شاہ مدارسی، مولانا امام بخش صہبائی، مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی وغیرہ شامل ہیں۔ ان علماء نے جنگ کی منصوبہ بندی اس حکمت و دانائی کے ساتھ کی کہ اگر اس وقت مسلمانوں میں بعض لوگوں مثلاً مرزا الٰہی بخش وغیرہ نے غداری نہ کی ہوتی تو مسلمان جنگ جیت جاتے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی اور جنرل بخت خاں نے اپنی کوششوں سے نوے ہزار فوج تیار کر لی تھی۔ یہ جنگ تو عارضی طور پر ناکام ہو گئی لیکن علماء کی جدوجہد جاری رہی اور ہمارے علماء نے انگریزی اقتدار کو چیلنج کیا۔ یہ سرگرمیاں سنی کانفرنس کے نام سے جاری رہیں۔ 1895ء میں پہلی سنی کانفرنس، پٹنہ میں منعقد ہوئی دوسری سنی کانفرنس 1925ء میں مراد آباد (انڈیا) اور تیسری سنی کانفرنس 1935ء بدایوں میں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کی زیر صدارت منعقد ہوئی جبکہ آخری آل انڈیا سنی کانفرنس 1946ء میں تحریک پاکستان کے دوران بنارس (انڈیا) میں منعقد ہوئی، جس میں صدر کانفرنس امیر ملت محدثؒ علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے سات ہزار سے زیادہ علماء و مشائخ اور لاکھوں عوام نے شرکت کی۔

ایسی بہت سی کانفرنسیں برصغیر کے مختلف شہروں میں منعقد کی گئیں یہی وجہ ہے کہ تحریک پاکستان کو عوام میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ عوام اس حد تک مطالبہ پاکستان کے حامی ہو گئے تھے کہ سنی کانفرنس کے صدر مجلس استقبالیہ سید محمد محدث کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ اگر کسی وجہ سے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ بھی مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو جائیں تو ہم پاکستان بنا کر دم لیں گے بلکہ سنی کانفرنس نے پاکستان کے نظام کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے ایک تیرہ رکنی کمیٹی بھی تشکیل دے دی۔ جس میں امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے

خلیفہ ارشد بخشی مصطفیٰ علی خان رحمتہ اللہ علیہ، شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی اور سید محمد محدث کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔

اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ برصغیر میں 1929ء تک ہندو مسلم اتحاد کی تحریکیں بھی چلیں لیکن سائمن کمیشن 1929ء اور دہلی تجاویز اور نہرو رپورٹ 1930ء ایسے واقعات تھے جنہوں نے مسلمانوں کو الگ ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس سے قبل برصغیر میں انگریزوں کا نعرہ تھا، ''خلق خدا کی، ملک انگریز کا اور حکم کمپنی بہادر کا'' لیکن نہرو رپورٹ کے بعد اس میں تبدیلی آئی اور کہا گیا کہ ''خلق خدا کی، ملک انگریز کا اور حکم ہندو مہاسبھا کا'' ہندوؤں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کی دل آزاری کی کوششیں کیں، رسول اکرم ﷺ کی توہین کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہندو مسلم فسادات ہوئے۔

ہم نے 1939ء میں ''تحریک خلافت پاکستان'' پیش کی۔ جس میں واضح کیا کہ قومیں وطن اور علاقہ سے نہیں بنتیں بلکہ مسلم قومیت عقیدے کی بنیاد پر بنتی ہے۔ اس وقت میں ''مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کا صدر تھا۔ ہم نے اقلیت و اکثریت کے حقوق کو پیش نظر رکھا اور کوشش کی کہ یہ دس کروڑ عوام کسی نہ کسی شکل میں متحد ہوں۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے جمعیت کی تشکیل کی اور اس میں شامل ہوئے۔ انہوں نے تحریک پاکستان میں شاندار کردار ادا کیا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمات سے کون واقف نہیں وہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے معتمد تھے اور بعد میں جمعیت کے صدر بنے۔ ملک میں سلسلہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کے جو بھی مراکز تھے انہوں نے پاکستان کی تائید اور حمایت کی اور اپنے مریدوں کو تاکید کی کہ وہ مطالبہ پاکستان کی حمایت کریں بلکہ پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ تو اس معاملے میں بڑے متشدد تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو مطالبہ پاکستان کی حمایت نہیں کرتا اس کے ایمان اور عقیدے میں فرق ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ علماء نے اس کی مخالفت کی، تو اس سلسلے میں عرض ہے علماء میں سے علماء اہلسنت نے تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تاہم علمائے دیوبند میں سے مولانا شبیر احمد عثمانی نے تحریک کی حمایت کی۔ جبکہ علماء دیوبند کی اکثریت کانگریس کی حامی اور مطالبہ پاکستان کی مخالفت تھی۔

ہمارے آستانوں سیال شریف (سرگودھا) جلالپور شریف (جہلم) گولڑہ شریف (راولپنڈی)

تونسہ شریف (ڈیرہ غازی خاں) بھیرہ شریف (سرگودھا) علی پور شریف (سیالکوٹ) مانکی شریف (پشاور) زکوڑی شریف (ڈیرہ اسماعیل خاں) مٹیاری شریف (حیدرآباد، سندھ) وغیرہ نے کھل کر کام کیا اور اعلان کیا کہ مسلمانوں کے دو جھنڈے ہیں، ایک اسلام کا اور دوسرا کفر کا۔ اسلام کا جھنڈا مسلم لیگ کا ہے۔ جب کانگریسی علماء نے مسلم لیگی مسلمانوں کا جنازہ نہ پڑھنے کا اعلان کیا تو ہمارے علماء نے واضح کیا کہ جو مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دے گا اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کانگریس مطالبہ پاکستان کی کس قدر مخالف اور علماء مشائخ اہل سنت کس حد تک مطالبہ پاکستان کے حامی تھے۔ انہوں نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا، مسلم لیگ کی کونسل میں ہم نے 1943ء میں قرارداد پیش کی تھی کہ اس کا نظام شریعت اسلامی کے مطابق ہوگا۔ ہم نے بعد ازاں قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگ خلافت پاکستان گروپ قائم کیا جس کا مقصد نظام مصطفیٰ ﷺ کا قیام تھا۔

اس کے بعد 52-1951ء میں ایک رپورٹ آتی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ کتاب و سنت کے تحت قانون سازی ہوگی۔ چنانچہ وہاں ہم نے سوال اٹھایا کہ اس میں خاتمیت احکام رسالت کی پابندی کی جائے اور اس سلسلے میں برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں تمام پارٹیوں کی کانفرنس بلائی اور اس نکتہ پر سب کو متفق کیا۔ ہم نے کبھی اس مشن سے روگردانی نہیں کی بلکہ اس ملک کو مضبوط بنانے کے بعد اس کو اسلام کا گہوارہ بنانے اور اسے مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے تحریکیں چلتی رہیں اور اس میں ہمارے علماء نے شاندار کردار ادا کیا۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت کے صدر علامہ ابوالحسنات قادریؒ تھے۔ 1974ء میں تحریک ختم نبوت میں جمعیت کا کردار اور اس سلسلے میں آئین میں ترمیم اور مسلمان کی تعریف کے تعین کے لئے علامہ شاہ احمد نورانی نے شاندار اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب قرار دلوانے کے لئے جمعیت نے اسمبلی کے اندر اور باہر جو کردار ادا کیا، اس کا سب اعتراف کرتے ہیں۔ 1977ء کی تحریک میں ہمارا کردار اتنا اجلا ہے کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے ہمارے منشور کے نام پر اس پوری تحریک کا نام "تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ" پڑ گیا۔ اب اگر آپ غور کریں تو آپ کو ہماری جدوجہد کے کئی مراحل نظر آئیں گے ایک مرحلہ تھا مسلمانوں کو علیحدہ اور جداگانہ مسلم قومیت کے لئے تیار کرنا، ہمارے علماء نے 1940ء تک یہ کیا، بعد ازاں جب 1940ء میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو ہمارے علماء و مشائخ نے قیام

پاکستان کے مطالبہ کی حمایت کی۔ پھر مرحلہ تھا قیام پاکستان کے بعد استحکام پاکستان کا۔ اس کے لئے ہماری جدوجہد حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار ہے۔ اب آخری مرحلہ اس ملک میں "نظام مصطفیٰ ﷺ" کے نفاذ کا ہے اس کے لئے ہم شروع سے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اپنے ماضی سے ہمارا تسلسل قائم ہے اور اس کے لئے ہم جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

تحریک پاکستان کے لئے قائداعظمؒ کی قابل فخر قیادت نے ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ انہوں نے انگریزوں سے ان کی زبان میں بات کی اور کہا کہ ہم تہذیب، ثقافت، مذہب اور تاریخ میں ہندو سے جدا ہیں۔ اس لئے ہم ایک الگ قوم ہیں اور جب انگریز نے اکثریت کی حکومت کی بات کی تو انہوں نے فوراً کہا کہ ٹھیک ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں ان کی حکومت قائم کر دی جائے گی لیکن انگریز دوعملی کا شکار تھا اور اب بھی ہے.......... اس کا جی چاہتا ہے تو اکثریت کی حکومت کو تسلیم کر لیتا ہے، جہاں پسند کرتا ہے اقلیت کی حکومت کو تسلیم کر لیتا ہے لیکن قائداعظمؒ نے بڑی جوانمردی اور جرأت کے ساتھ ہندو اور انگریز کو شکست دی اور پاکستان کا مطالبہ منوا کر دم لیا۔

اب ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے نام سے جو ملک ہمیں مل گیا ہے اسے ہم مستحکم کریں تاکہ عالم اسلام، پوری دنیائے اسلام کے لئے قلعہ بنے اور بھارت کے کروڑوں مسلمانوں کے تحفظ کے لئے کام کریں۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ جب بھارت کے مسلمانوں پر ظلم ہوتا ہے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں بھارت کے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہئے۔ کیوں نہیں دینا چاہئے۔ ہمیں ضرور دخل دینا چاہئے۔ وہاں کے مسلمانوں کا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے۔ حیدرآباد دکن، مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی چیخوں پر ہم کان نہیں دھریں گے تو ان کی آہ و فغان کون سنے گا۔ وہ جنہوں نے اپنا کل ہمارے آج کے لئے قربان کر دیا، ان کی مدد کے لئے ہم آگے نہیں بڑھیں گے تو اور کون بڑھے گا۔ اگر بھارت، بنگلہ دیش کو اپنے ساتھ ملانے کی سازش کرے تو ہمیں اس کا ہاتھ پکڑنا چاہئے۔ یہ کیا بے غیرتی ہے کہ ہمیں چپ رہنا چاہئے۔ یہ مسلمانوں کے عزم جہانگیری اور عزم تسخیر کائنات کے خلاف ہے۔ جو قیادت ہمیں ایسے معاملات سے دور رکھنا چاہتی ہے وہ اسلام کے تصور تسخیر کائنات سے عاری ہے۔ الحمدللہ! جمعیت مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و ناموس کا تحفظ چاہتی ہے، نعرہ اتحاد، جہاد اور روحانی فلاحی مملکت ہمارا نصب العین ہے۔ جب یہ مقصد حاصل کر لیں گے تو میں سمجھوں گا کہ تحریک پاکستان کے مقاصد کی تکمیل ہوگئی ہے۔ اگر یہ نہ ہوا تو

میں کہوں گا یہ ذلت کی زندگی ہے اور اس سے تو عزت کی موت بہتر ہے۔ یہی جمعیت علماء پاکستان کا مقصد اور نصب العین ہے اور یہی ہم سکھانا چاہتے ہیں۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہمارا ماضی شاندار اور روایات کا امین اور ہمارا حال قابل فخر کردار کا حامل ہے۔ جس سے ہمیں یقین ہے کہ جمعیت قوم کے شاندار مستقبل کی تعمیر کے لئے بھی اپنا کردار بھرپور طور پر ادا کرتی رہے گی۔(272)

یوم اقبال

21/اپریل 1988ء کو مرکزیہ مجلس اقبال لاہور کے زیر اہتمام یوم اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی تقریب سے الحمراء ہال نمبر 2 میں خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ ابھی ابھی میرے عزیز کوثر نیازی نے ہمیں یاس اور ناامیدی دی ہے مگر صورت حال یہ ہے کہ ہماری نااہل قیادت کے مقابلے میں قوم میں بہادری کا جو جذبہ پیدا ہوا، اس سے افغان مجاہدین نے ایک سپر پاور کو بے نقاب کر کے اسے ہزیمت اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ یہ ملت اسلامیہ اگر اپنے اندر جذبہ کراریت پیدا کرے تو پلٹ کر دشمن پر حملہ کر کے اس کے تمام عزائم کو خاک میں ملا سکتی ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہم نااہل اور منافق قیادت سے نجات حاصل کریں۔

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے سیاست، دین، تصوف، معاشیات غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں ہماری رہنمائی کی۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کو علمائے کرام کے کارناموں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے تھا، ان کا اشارہ علماء سو کی طرف ہے مگر پاکستان بننے سے قبل علمائے اہل سنت نے بنارس میں مطالبہ پاکستان کی حمایت کی اور یہاں تک کہا کہ اگر قائداعظمؒ مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو گئے تو بھی ہم پاکستان بنا کر رہیں گے۔ پیر جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو ولی اللہ قرار دیا۔

مولانا نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ یہ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا ہی اعجاز تھا جنہوں نے اسلام کے افکار سے ملت اسلامیہ کو روشناس کرایا۔ کبھی علمائے کرام مثنوی روم سے استفادہ کرتے تھے مگر آج کوئی ایسا عالم دین نہیں جو رومی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہندی کے افکار سے استفادہ نہ کرتا ہو ہمیں امریکہ اور روس کا کوئی خوف نہیں۔ ہمارے برخوردار (مولانا کوثر نیازی) کو روس میں اچھے اچھے مقامات دکھائے گئے اور انہوں نے روس کی حمایت شروع کر دی۔

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے تو بہت عرصہ پہلے مسلمانوں کو علاقائی، نسلی اور قومیت کے فتنوں سے آگاہ کر دیا تھا۔ وہ اسلام کے مرد قلندر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ سے علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی تو باریش نہ ہونے کے باوجود حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ ان سے بڑی شفقت سے پیش آئے اور کہا کہ اسلام میں داڑھی ہے، داڑھی میں اسلام نہیں۔ اقبال کی فکر، اقبال کا عشق رسول ﷺ ہمارے لئے خضر راہ ہے اور اب پرانے فلسفے ٹوٹ رہے ہیں۔ اگر آپ حکمرانوں سے مایوس ہو چکے ہیں تو قوم سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ مولانا نے کہا کہ جب علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری ایام میں، (عبدالستار نیازی) حمید نظامی اور مولوی محمد ابراہیم علی چشتی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین ان سے ملنے کے لئے گئے اور ان سے مسلم نوجوانوں کی تنظیم کے قیام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ تنظیم ضرور قائم ہونی چاہئے اور اس کا نصب العین ''پاکستان'' ہونا چاہئے۔ بہر حال اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے پیغام کو عام کیا جائے تاکہ نژاد نو صراط مستقیم پر گامزن ہو سکے اور ہماری نظریاتی سرحدیں مضبوط اور محفوظ ہو جائیں۔(273)

پاکستان کے معروف دانشور، صحافی اور کالم نگار عطاء الحق قاسمی نے اپنے کالم ''روزن دیوار سے'' میں اس جلسہ کی یوں تصویر کھینچی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جلسہ میں نعرہ ہائے تکبیر و رسالت گونجتے رہے جس سے عوامی جلسوں کی یاد تازہ ہو گئی اس جلسے کے عوامی رنگ کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا کوثر نیازی کی تقریر کے دوران بھی مسلسل تالیاں بجتی رہیں اور نعرے لگتے رہے اور جب مولانا عبدالستار خاں نیازی آئے اور انہوں نے ''برخودار'' کوثر نیازی کی چٹکیاں لیں تو اس دوران بھی نہ صرف یہ کہ تالیاں بجیں اور نعرے لگے بلکہ ان تالیوں اور نعروں میں شدت آ گئی۔(274)

جناب مجیب الرحمٰن شامی نے اپنے کالم ''جلسہ عام'' میں مولانا نیازی کی باطل سوز اور ایمان افروز تقریر کو خوب خراج تحسین پیش کیا۔ شامی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''مولانا عبدالستار نیازی نے جو کچھ کہا اور جس لہجے میں کہا، وہ برسوں یاد رہے گا، یہ وہ شخص ہے کہ برسوں سے اقبال، اسلام اور پاکستان کا مجاہد ہے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، اس کی زندگی ہے۔ تحریک پاکستان میں جوانی کھپا دی اور اب ماہ و سال کے اعتبار سے بڑھاپا ہے، لیکن

جوانوں کے لہجے میں پاکستان کے مخالفوں کو للکارنا اس پر ختم ہے۔ ایک ایسا شخص جس نے نہ کسی بندے کے سامنے سر جھکایا ہو، نہ کسی بندے کو خدا بنایا ہو، نہ کسی سے فائدہ اٹھایا ہو، نہ کسی عہدے کے پیچھے بھاگا ہو، نہ کسی درخواست گزاری کے فن سے آشنا ہوا ہو۔ وہ جب حالات پر گفتگو کرتا ہے تو دلوں میں اس طرح آگ لگاتا ہے کہ جو بجھائے نہ بجھے۔ مولانا نیازی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے لہجے میں اہل غرض کو دھتکار رہے تھے۔ اجتہاد کے نام پر دین کی بنیادی اقدار کو تہہ و بالا کرنے کی کوشش کرنے والوں پر برس رہے تھے۔ سننے والے بے اختیار بول اٹھے کہ لاریب یہی مولانا نیازی اقبال مند ہیں۔'' (275)

نظریہ پاکستان کے عظیم مبلغ اور فلسفہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے پرستار جناب سعید فاروقی نے ''مجلس اقبالؒ میں ولولہ تازہ کی جستجو'' کے زیر عنوان اپنے مضمون میں 21/اپریل والے یوم اقبالؒ کے جلسہ کی رپورٹ درج کی ہے اور مولانا نیازی کی تقریر کو بہت سراہا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''پاکستان کے سود و زیاں پر بامعنی گفتگو کے لئے مصور پاکستان کی یاد میں منائے جانے والے دن سے زیادہ موزوں دن کم ہی ہوں گے۔ لیکن حیف کہ اس ہجوم مردم کو جو کہ وہاں اکٹھا ہوا تھا ''یک حرفے کاش کہ'' پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ وہ تو خدا بھلا کرے مولانا عبدالستار خاں نیازی کا کہ انہوں نے مجمع کی نبض اور مزاج کو پہچان کر اپنی حسب حال تقریر سے لوگوں کے قلب و ذہن کی تشنگی کافی حد تک دور کر دی۔ چونکہ ان کا تعلق حزب اختلاف کی ایک جماعت سے ہے لہٰذا انہوں نے اپنی تقریر کے دوران موجودہ حکمرانوں پر بھی کڑی تنقید کی ہر چند کہ وہ جو شعلے طرز خطابت کی شہرت رکھتے ہیں اور اس موقع پر بھی ان کا جوش و خروش دیدنی و شنیدنی تھا۔ تاہم ملکی مشکلات و آفات پر اظہار خیال کے ضمن میں ان کا رویہ متوازن تھا اور اپنے پیشرو مقررین کی روش سے ہٹ کر انہوں نے محض ''بغض معاویہ'' کی پیروی کو ضروری نہیں سمجھا کہ ہر معاملہ میں

حکومت کو ضرور رگیدا جائے۔ انہوں نے حاضرین کی ایک لحاظ سے ترجمانی بھی کرتے ہوئے ان الفاظ سے آغاز کیا کہ ''پہلے مقرر شکوہ، شکایت تو سردار عبدالقیوم سے رکھتے ہیں لیکن یہاں لوگوں کو خواہ مخواہ پریشان کر رہے ہیں۔''

اس کے بعد پوری تقریر کے دوران بے تحاشہ داد و تحسین اور بھرپور تالیوں سے گویا ان کی تائید کی گئی۔ انہوں نے حکیم الامت پر عالمانہ اظہار خیال کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ قوم کو یاس و ناامیدی سے دوچار کرنا درست نہیں ہے بلکہ نااہل قیادت کے باوجود اس میں ایثار، قربانی اور شجاعت کے جو اوصاف ہیں ان کی تحسین اور حوصلہ افزائی درکار ہے۔ انہوں نے ملک و ملت کو درپیش مسائل اور خطرات کا تجزیہ کر کے مثبت اور کلام اقبال رحمۃ اللہ علیہ ہی کے برجستہ حوالوں سے ہمت افزا راہ عمل کی نشاندہی بھی کی۔ اس طرح وہاں پر موجود افراد کو بہت حد تک اپنے ان سوالوں کا شافی جواب مل گیا جس کی جستجو میں وہ کثیر تعداد میں آئے تھے اور جو کہ خدمت و تحفظ وطن کے جذبوں نے ان کے ذہنوں میں اکٹھے کر دیئے تھے اور اسی طرح کے طرز فکر و عمل کی اہل پاکستان کو آج کے حالات میں ضرورت ہے کیونکہ پاکستان کے اندر اور باہر جوالہ مکھی جیسی جو کیفیت ہے اس کے پیش نظر وطن عزیز کے اہل علم و بصیرت پر لازم آتا ہے کہ وہ اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے عوام کی دیانت دارانہ رہنمائی کریں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں فکر و فلسفہ کی منفرد اہمیت اور افادیت ہے مگر اس کا وقت کی رفتار اور ملی تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا مستحسن بنتا ہے۔ اس لئے جب آشوب ہلاکو جیسا ہنگامہ تند رفتار بڑھتا دکھائی دے رہا ہو تو آرام دہ ایوانوں میں فتوے اور فلسفوں پر بحث و تمحیص کا نتیجہ کسی آب رود دجلہ میں خون کی ٹھاٹھیں مارتی موجوں کی شکل میں برآمد ہوتا ہے لیکن اگر توپ و تفنگ کے ساتھ ساتھ حرف و صوت کی طاقت کو بھی خدمت و دفاع وطن

کے لئے ولولہ تازہ بیدار کرنے میں صرف کیا جائے تو بظاہر گئی گزری قوم بھی وطن دشمن عفریتوں کو ناک چنے چبوا سکتی ہے اور ملک وملت کو بہا لے جانے کے لئے بڑھتے ہوئے سیلابوں کے رخ پھیر سکتی ہے۔ آج اسلامیان پاکستان کو ایسے ہی پیغام وکلام کی طلب ہے، جسے ہم پہنچانے کی اہلیت وصلاحیت سے بہرہ ور ایک سے ایک نابغہ روزگار ارض پاک پر موجود ہے لیکن نہ جانے کئی ایک کی آستینوں کے بت انہیں اتنا بے بس کیوں کئے ہوئے ہیں کہ وہ اکثر و بیشتر بہکے اور بھٹکے رہتے ہیں۔'' (276)

اتحاد بین المسلمین کی تقریب رونمائی

یکم مئی 1988ء کو تحریک اصلاح عامہ لاہور کے زیر اہتمام فلیٹیز ہوٹل لاہور میں مولانا نیازی کی معرکتہ آلارا کتاب ''اتحاد بین المسلمین، وقت کی اہم ضرورت'' کی تقریب رونمائی ہوئی جس میں مولانا نیازی کے علاوہ ڈاکٹر محمد یوسف گواریہ (ف 1995ء) مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، چوہدری غلام جیلانی (ف 1990ء) مفتی غلام سرور قادری راجہ رشید محمود، ممتاز احمد خاں، میاں مسعود احمد، مولانا حافظ کاظم رضا نجفی، پروفیسر سید نثار نقوی اور مولانا محمد حسین صفدر نے خطاب کیا جبکہ محمد انور قریشی نے پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کا مقالہ پڑھا۔

مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے بیس سال قبل ایک ہسٹاریکل ریسرچ بورڈ کے قیام کی تجویز پیش کی تھی تا کہ باہمی اختلافات کو دور کیا جائے اور پاکستان کے آئین میں یہ بات شامل ہے کہ صدر مملکت مسلمانوں کی اکثریت منتخب کرے گی۔ دنیا بھر میں اسلام کی عظمت اجاگر ہو رہی ہے۔ برناڈ شاہ کہہ چکا ہے کہ یورپ کا آئندہ مذہب اسلام ہو گا۔ بڑے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ دنیا میں بڑی طاقتیں مسلمانوں کو آپس میں لڑا رہی ہیں۔ افغانستان میں پندرہ لاکھ مسلمان ہلاک ہو چکے ہیں، بھارت میں شیعہ سنی نہیں بلکہ مسلمانوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔ عراق، ایران میں بھی یہی صورت حال ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر ہمیں آپس میں اختلافات ختم کرنے چاہئیں یا کم از کم دوسروں کی دل آزاری سے گریز کرنا چاہئے اور ایسی باتوں کو سامنے رکھنا چاہئے جن پر ایک دوسرے کو اتفاق ہے۔ میں نے اپنی اس کتاب میں صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے مسائل کا حل بھی پیش کیا ہے۔ مولانا نے کہا کہ عراق ایران

جنگ ختم ہونی چاہئے اور ایک اسلامی عدالت کو جنگ میں جارحیت کا تعین کر کے سزا دینی چاہئے۔ ایران اور سعودی عرب کے درمیان سفارتی تعلقات ختم ہونا انتہائی افسوسناک امر ہے۔ اگر عراق جنگ ختم کرنے کی پیشکش کرے تو آیت اللہ خمینی کو یہ پیشکش قبول کر لینی چاہئے۔

مولانا نیازی نے اس بات کی شدید مذمت کی کہ افغانستان میں پندرہ لاکھ افراد کی شہادت اور پچاس لاکھ افراد کو مہاجر بنانے کی ذمہ دار روسی فوج کی افغانستان میں آمد کی سالگرہ پر لاہور میں بعض افراد نے جشن منانے کی کوشش کی۔ مولانا نے کہا کہ فکری اور شرعی مسائل کے حل کے لئے اسمبلی ایسی ہو سکتی ہے جو بالغ نظر، باشعور افراد پر مشتمل ہو۔

ممتاز محقق ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ نے آج کے حالات میں اجتماعی اجتہاد پر زور دیا اور کہا کہ مولانا نیازی نے اپنی کتاب میں ''اتحاد بین المسلمین'' کے لئے جو چار نکاتی فارمولا پیش کیا ہے، اس کے پہلے تین نکات پر کم از کم دیوبندی اور بریلوی مکتبہ فکر کا اتفاق ممکن ہے۔ اہل حدیث اور اہل تشیع کے بارے میں انہوں نے ''جیو اور جینے دو'' کا اصول پیش کیا ہے۔ اس کتاب کی قابل قدر بات، اجتماعی اتحاد پر بہت زور دیا گیا ہے اور یہ اس دور کا سب سے بڑا اہم تقاضا ہے خلافت عثمانیہ میں دو سو سال تک اجتہاد اور الحاد کی کشمکش جاری رہی، تقلید و جمود کے حامی اجتہاد کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترک اجتہاد کے بجائے الحاد کو اپنانے پر مجبور ہو گئے۔ آج کل پاکستان بھی انہی حالات سے دوچار ہے اگر یہاں بھی اجتماعی اجتہاد کو نہ اپنایا گیا تو الحاد کا راستہ روکنا دشوار ہو جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مولانا نیازی نے یہ نظریہ پیش کر کے مذہبی حلقوں میں انقلاب برپا کر دیا ہے کیونکہ ہر شخص اپنے آپ کو خدائی فوجدار سمجھتا ہے جبکہ ایک جدید اسلامی ریاست میں مسلمہ آئین، قانونی تقاضوں کے مطابق اجتماعی اجتہاد کے ذریعہ ملک وملت کے درپیش مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے اور اجتماعی اجتہاد کے حق کی عملی صورت یہی ہے کہ مسلمانوں کی قومی اسمبلی اسے استعمال کرے۔

ادارہ منہاج القرآن کے بانی اور سرپرست اعلیٰ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا مقالہ محمد انور قریشی نے پڑھا۔ جس میں کہا گیا کہ عالم اسلام کی بقاء، ترقی کا انحصار اتحاد بین المسلمین پر ہے۔ مقالہ میں مولانا نیازی کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ مولانا نیازی کا قائدانہ

کردار پوری ملت اسلامیہ کے لئے مشعل راہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا نیازی نے یہ کتاب تحریر کر کے عالم اسلام کے اتحاد کے لئے جامع اور تاریخی دستاویز فراہم کر دی ہے۔

جامعہ نعیمیہ لاہور کے سربراہ مفتی محمد حسین نعیمی نے کہا کہ ملک کا ہر طبقہ، فرقہ مولانا نیازی کی دینی، ملی خدمات کا احترام کرتا ہے اور یہ کہ اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت ہے۔ یہ ملک کی بقاء، سلامتی کے علاوہ ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ اور عالم اسلام کے اتحاد کے لئے بھی ضروری ہے۔ انہوں نے ایک مقرر (ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ) کا حوالہ دیا اور کہا کہ یہ کہنا کہ موجودہ اسمبلیاں اسلامی آئین اور نظام کی پوری تفسیر کرنے کی اہل ہیں جبکہ ان اسمبلیوں کے ارکان کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ کیسے ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ دوسرے ڈاکٹر یوسف گورایہ نے اجتماعی اجتہاد کی ضرورت و اہمیت کو ابھارا ہے جبکہ بہت سے معاملات پر پہلے ہی اکابرین اجتہاد کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں۔

جامعہ المنتظر لاہور کے شیعہ عالم دین مولانا محمد حسین صفدر نے کہا کہ اسلام کے بنیادی اصول اور محور ایک ہیں۔ اللہ، رسول ﷺ، قرآن، بیت اللہ اور بہت سے پہلو ہیں جن پر دنیا کے ہر مسلمان کو اتفاق ہے مگر دشمنوں نے مسلمانوں میں اختلافات پیدا کرنے کی مسلسل کوششیں کی ہیں اس کے برعکس بعض اکابرین نے مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوششیں بھی کیں۔ اس ضمن میں مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی کاوشیں انتہائی قابل قدر ہیں۔ (277)

اس تقریب رونمائی کے بعد ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ نے اتحاد بین المسلمین کے عنوان سے اپنے ایک اخباری مضمون میں مولانا نیازی کی کتاب اور مولانا کو خوب داد تحسین دی۔ پڑھیے، لطف اٹھائیے اور مولانا نیازی کی عظمت و بزرگی کو سلام کیجئے:

''اس تحریر میں ہم مجاہد ملت جناب مولانا عبدالستار خاں نیازی کی کتاب ''اتحاد بین المسلمین'' پر اپنا مطالعہ اور تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ مولانا صاحب دلی شکریئے کے مستحق ہیں جنہوں نے امت کو درپیش مسائل میں سے ایک اہم مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں اپنے علم اور تجربے کی روشنی میں ''چار نکاتی فارمولا'' کی بنیاد پر ''اتحاد بین المسلمین'' کا حل پیش کیا ہے۔ میرے خیال میں فاضل مصنف نے خلوص دل سے امت کے افتراق کے تباہ کن نتائج کو درد دل سے محسوس کیا ہے۔ کتاب کا حصہ اول زیادہ تر اندرون ملک تفرقہ بازی کی تباہ کاریوں اور ان پر

فاضل مصنف کے تبصرے و تحقیق پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ بیرون ملک نفرت و افتراق انگیزی کی تفصیلات اور ملوکیت سعودیہ کی معاونت سے ان ہلاکت خیز حالات پر قابو پانے کی مساعی پر محیط ہے۔ حصہ اول صفحات 74 تا 86 پر پاکستان کے تین بڑے فرقوں کے عقائد درج ہیں۔ جن کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فرقے الٰہیات و تاویلات میں الجھ کر رہ گئے ہیں اور یہ امت کے مفاد مطلق سے بہت دور ہیں۔ اسلام امت کے مفاد عامہ کا نام ہے۔ قانون کی حکمرانی، بنیادی انسانی حقوق اور شہری آزادیاں اس دین کا طرۂ امتیاز ہیں۔ حکومت نبوی ﷺ کا آغاز، میثاق مدینہ، تاریخ عالم کا پہلا تحریری آئین ہے اور انتہا خطبہ، حجۃ الوداع، حقوق انسانی کا چارٹر ہے۔ باآئین حکومت اسلامی ہے، بے آئین حکومت غیر اسلامی، چاہے وہ عربی ملوکیت ہو یا فوجی آمریت ہو۔

مصنف کتاب نے اتحاد ملت کے لئے ''چار نکاتی فارمولا'' اور ''وضاحت و استدراک'' حصہ اول صفحات 99 تا 111 پر بیان کئے ہیں۔ میری رائے میں پہلے تین نکات، فاضل مصنف کی علمی، تحقیقی اور مختلف فرقوں کی نفسیات کے گہرے مطالعے کا نتیجہ ہیں۔ ان پر عمل درآمد کی صورت میں کم از کم فقہ حنفی کے مقلدین، بریلوی اور دیوبندی کے اختلافات پر قابو پایا جا سکتا ہے کیونکہ ان میں مذکور شخصیات دونوں کی مقتداء ہیں۔ جیسے شاہ ولی اللہؒ، شیخ عبدالحق، شاہ عبدالعزیز، حاجی امداد اللہ، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی کتاب ''المہند علی المفند۔''

مؤلف کے خیال میں اہل حدیث اور اہل تشیع چوتھے نکتے کے اصول پر اتحاد کر سکتے ہیں۔ اس کے باوجود اختلافات کی صورت میں علماء کے متفقہ بورڈ یا شرعی عدالت سے فیصلہ کرایا جا سکتا ہے۔ حصہ دوم صفحہ 108 پر شیعہ سنی اتحاد پر استدلال کے دوران اسلامی جمہوریہ ایران کے آئین کے حوالے سے مولانا کے خیال میں یہ بحث ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں، ''میں ساری دنیا کے علماء اہل تشیع سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ جب ایران میں آیت اللہ خمینی نے انقلاب کے بعد پیش کردہ آئین میں یہ امر بالوضاحت تسلیم کر لیا ہے کہ ''وامرھم شوریٰ بینھم'' کے تحت مسلمانوں کا امیر رائے عامہ کے مشورہ سے مقرر کیا جائے گا۔ ہیئت حاکم اور منتخب امیر کو بموجب آیت قرآنی ''وشاورھم فی الامر'' (میرے محبوب! امور سلطنت میں ان سے مشورہ کر لیا کریں) سے جمہوری روایت قائم ہوئی ہے۔ لہٰذا اس انقلابی آئینی فیصلہ کے بعد شیعہ سنی اختلافات کا یہ پہلو کہ خلافت کسی خاص طبقہ، قبیلہ، نسل یا خاندان کا حق ہے، اس پر شیعہ سنی

بحث ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔ اب رہا فضیلت کا مسئلہ، یہ قلبی رجحان کی بات ہے اس پر پہرے نہیں بٹھائے جاسکتے۔''

میری رائے میں اہل حدیث اس چار نکاتی فارمولا سے مطمئن نہیں ہوں گے کیونکہ اس کے پہلے تین نکات میں جن شخصیات پر اتفاق کرنے کی خواہش کی گئی ہے، وہ انہیں حرف آخر نہیں مانتے۔ البتہ مصنف نے حصہ اول صفحہ 60 پر ''نیشنل اسمبلی ہال'' میں کتاب وسنت کو معیار حق مانتے ہوئے متنازعہ فیہ تمام امور کا فیصلہ کرنے کی جو تجویز پیش کی ہے، اہلحدیث کو اسے تسلیم کرلینا چاہئے۔ اس طرح چاروں فرقوں کو ایک دوسرے کے قریب آنے کا امکان پیدا ہوسکتا ہے۔ محترم نیازی صاحب نے پہلے نکتے کی وضاحت میں صفحہ 104 پر فرقہ واریت کے اسباب کے ضمن میں لکھا ہے!'' برصغیر میں مسلمانوں کے اندر تشتت وافتراق کا خوفناک پروگرام انگریزوں نے شروع کیا۔'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ فرقہ واریت استعمار کی پیداوار ہے۔ قبل ازیں یہ ملوکیت کی ضرورت تھی۔ اب پاکستان، ملوکیت اور استعمار دونوں سے نجات حاصل کرچکا ہے۔ کیا ہمارے فرقہ پرستوں کو اس کی خبر ہے؟

محترم مولانا نے صفحہ 87 پر'' انقلابات ہیں زمانے کے'' کے زیر عنوان بصیرت افروز بحث کی ہے انہوں نے بتایا کہ موجودہ فرقوں کے عقائد حالات زمانہ کے تحت بدلتے رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کے دوائم اور حرف آخر ہونے کی حیثیت خود بخود ختم ہوجاتی ہے۔ تو پھر کیوں نہ دین وملت کی خاطر انہیں خیر باد کہہ کر دین حنیف پر اتفاق کرلیا جائے جو کامل ومکمل ''محفوظ و معوّن''، غیر متغیر اور غیر متبدل ہے۔ فاضل مصنف نے صفحہ 27 پر اتحاد بین المسلمین کا واضح ہدف ''جمہوریت اور تحفظ ختم نبوت'' کو قرار دیا ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ اب کسی فرد یا فرقے کو الٰہیاتی اتھارٹی حاصل نہیں رہی۔

ختم نبوت کے بعد اب اجتہاد اور تعبیر شریعت کا اختیار مسلمانوں کے اجتماعی اجتہاد کو حاصل ہے، جس کی عملی شکل مسلمانوں کی منتخب پارلیمنٹ ہے۔ جس کے طریق انتخاب میں ایسی تبدیلی کی جائے کہ صحیح نمائندوں کا انتخاب ہو۔ مولانا صاحب کے متذکرہ ہدف کا دوسرا جز جمہوریت ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جمہور مسلمانوں کے نمائندے اس اختیار کے مالک ہیں جن کی مدد اور تعاون علماء، فقہاء اور ماہرین قانون اپنے انفرادی اجتہاد سے کرتے ہیں۔ یہ انفرادی اجتہادات،

پارلیمنٹ میں اجتماعی اجتہاد کی شکل اختیار کرکے ملکی قانون کا درجہ حاصل کرتے ہیں۔ میں یہاں واضح کردینا چاہتا ہوں کہ اختیار حکمرانی اور اختیار تعبیر شریعت، امت کا حق ہے۔ جسے وہ اپنی آزادانہ رائے سے اہل نمائندگان کو سونپ سکتے ہیں۔

میری نظر میں فاضل مصنف کی بصیرت اور اس کتاب کی سب سے قابل قدر خوبی کا ثبوت صفحہ 60 پر موجود ہے۔ وہاں انہوں نے اتحاد کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ موجودہ فرقہ وارانہ کشمکش جاری رہے۔ '' دوسری صورت یہ ہے کہ حکومت کے زیر اہتمام'' نیشنل اسمبلی ہال میں فریقین کے معتمد وجید علماء علمی تحقیقی انداز میں متفق علیہ ججوں کے سامنے اپنا اپنا نقطہ نگاہ پیش کریں اور کتاب وسنت کو معیار مانتے ہوئے متنازعہ فیہ تمام امور کا فیصلہ ہوجائے۔ اگر صلوٰۃ وسلام کتاب و سنت کی روشنی میں جائز بلکہ فرض ہے تو بلا تخصیص عقیدہ ومسلک ہر مسجد میں اس کی اجازت ہو چونکہ بیرون پاکستان ایک حکومت اور اس کی طفیلی امارات صلوٰۃ وسلام کو شرک، بدعت اور کفر سمجھی ہیں، اس لئے ان کے نمائندوں کو بھی اس فیصلہ کن مجلس مذاکرہ میں بلالیا جائے۔ اگر وہ پاکستان میں آکر اپنے موقف کی صحت ثابت کرنے کے لئے تیار نہیں تو اپنے گھر میں بین الاقوامی عدالت کے جج صاحبان کی موجودگی میں وہیں تصفیہ کرادیں۔'' (حصہ اول ص60)

میرے خیال میں موجودہ حالات میں اختلافات کو ختم کرکے ایک متحدہ ومتفقہ دینی لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں۔ مؤلف محترم نے اپنی وسعت نظری اور وسعت فکری کا ایک اور ثبوت صفحہ 39 پر دیا ہے۔ جہاں انہوں نے قرآن کے ایک متفق علیہ ترجمہ کی تجویز پیش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں،'' ایک عالمی موتمر کا اہتمام کیجئے جس میں ساری دنیا سے مسلمانوں کے نمائندہ وجید علماء دین اور مفسرین قرآن عظیم کو دعوت دیں۔ یہ تمام علماء ومفسرین دین کی خدمت اور اہل اسلام کے عالمی اتحاد کی خاطر باہمی مذاکرہ ومفاہمت کے بعد صرف ایک ترجمہ پر جمع ہو جائیں۔ تعصب وعناد کو مسترد کرتے ہوئے تفسیر بالرائے کے بجائے قرآن کی تفسیر ومفہوم خود قرآن سے اخذ کریں۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ احادیث صحیحہ، تعامل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تفقہ سلف سالحین کو سامنے رکھا جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح روئے زمین پر بائبل وعہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کا صرف ایک ہی انگریزی ترجمہ موجود ہے، اس طرح قرآن پاک کا بھی ایک ہی معیاری ترجمہ مرتب کرکے دنیا کی تمام زبانوں پر شائع کیا جائے۔ کیونکہ جب تک

کسی ایک ترجمہ پر اجماع امت نہیں ہو جاتا کوئی شخص، جماعت، ادارہ یا فرقہ، گروہ یا حکومت اپنی مرضی کا ترجمہ دوسروں پر مسلط نہیں کر سکتا۔''

جناب مولانا نیازی نے صرف متفقہ ترجمہ قرآن اور عقائد کی تدوین و ترتیب ہی کا ذکر نہیں کیا بلکہ انہوں نے اسلامی شریعت کی متفق علیہ تعبیر پر بھی زور دیا ہے۔ صفحہ 62 پر داعیان اتحاد کے پانچ نکاتی پروگرام پر تبصرے کے دوران لکھا ہے'' بے شک پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے اور زندگی کے ہر معاملہ میں اسلامی شریعت کی متفق علیہ تعبیر سے گریز کیا ہے بلکہ اسے مبہم چھوڑ دیا گیا ہے۔'' فاضل مصنف نے کتاب میں جگہ جگہ انفرادی اجتہاد کی جگہ اجتماعی اجتہاد کی ضرورت کو واضح کیا ہے وہ صفحہ 64 پر لکھتے ہیں،'' حال ہی میں اخبارات کے اندر ایک مرحوم مفکر اسلام'' اور '' مزاج شناس رسول ﷺ'' کا حل پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے دین و شریعت کے فرق کو بیان کیا ہے اور آخر میں ہر شخص کو شریعت کی تعبیر میں کھلا چھوڑ کر ذاتی تفقہ و اجتہاد کی روشنی میں اعمال اسلامی کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ حالانکہ اب انفرادی اجتہاد کو اجتماعی اجتہاد یعنی اجماع امت کی پابندی اختیار کرنا ہوگی۔ یہاں انفرادی اجتہاد کو اجتماعی اجتہاد کا پابند بنا کر مصنف نے ایک انقلابی نظریئے کی تائید کی ہے۔ یہ بہت مثبت اور تعمیری سوچ ہے جو پختہ علم و رائے پر مبنی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس اجتماعی اجتہاد کو عہد حاضر میں روبہ عمل کیسے لایا جائے؟ ظاہر ہے کہ دور جدید میں اس کی عملی شکل مسلمانوں کی منتخب پارلیمنٹ ہی ہے۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اجتماعی اجتہاد کے انقلابی نظریئے کو پیش تو کیا ہے مگر انہوں نے اس کی تفصیلات نہیں بتائیں امید ہے وہ کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں اس پر مزید روشنی ڈالیں گے۔ اجتماعی اجتہاد کا تصور بذات خود مذہبی جماعتوں کی سوچ میں انقلاب سے کم نہیں۔ ان جماعتوں کا مزاج یہ ہے کہ نہ صرف جماعت کا فتویٰ خدائی حکم رکھتا ہے بلکہ ان میں سے ہر شخص خدائی فوجدار کی حیثیت سے اپنے ذاتی فتوے کو حکم الٰہی کے مترادف قرار دیتا ہے۔ اس ماحول میں ایک جید عالم دین کا اجتماعی اجتہاد کی اہمیت کو اجاگر کرنا، مذہبی انقلاب سے کم حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ صفحہ 70 پر لکھتے ہیں،'' بے شک ہر مسلمان کو قرآن و سنت پر غور و فکر کرنے کا حق حاصل ہے لیکن جب تک اس غور و فکر اور اجتہاد کو اجتماعیت کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا اسے محض انفرادی اجتہاد سمجھنا چاہئے۔ قرآن پاک سورہ النساء آیت 115 میں'' سبیل المومنین'' سے انحراف کو دین میں

افتراق و انتشار کا نام دیا گیا ہے اور اہل ایمان کی کثرت رائے کے فیصلے کو محفوظ سمجھا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اجتماعیت کی خاطر ہی جماعت بندی پر زور دیا ہے اور فرمایا ہے،'' تمہیں جماعت کا پابند رہنا چاہئے۔ جو جماعت سے کٹ گیا وہ جہنم واصل ہوا یعنی برباد ہو گیا۔'' جماعت کی حفاظت اور برکت کا تذکرہ ایک اور حدیث میں یوں کیا ہے،'' جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے یعنی اللہ اس کا محافظ ہے۔'' سب سے بڑھ کر یہ کہ حضور ﷺ نے اپنی امت کو اجتماعیت یعنی اتفاق رائے کو کامیابی اور کامرانی کی ضمانت دیتے ہوئے فرمایا:'' میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔'' بالفرض محال ہو جائے تو وہ امت محمدیہ نہ ہو گی کوئی اور شے ہو گی کیونکہ آپ کا ارشاد واضح ہے'' **لا تجمع امتی علی الضلالہ**۔''

صفحہ 97 پر'' دعوت غور و فکر'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:'' میں ایسے برخود غلط داعیان تحریک اتحاد ملت کو اپنے خیال میں مخبوط چھوڑ کر براہ راست عامۃ المسلمین کو خطاب کرتا ہوں اور اپنا فارمولا بمع'' وضاحت واستدراک'' پیش کر دیتا ہوں اور فیصلہ ان پر چھوڑتا ہوں کہ وہ سنگین حقائق کا مقابلہ کرتے ہوئے یا نعرہ بازی کا شکار ہوتے ہیں۔''

فاضل مصنف کے ان افکار سے واضح ہوتا ہے کہ وہ روح عصر سے ہم آہنگ ہیں۔ خلافت عثمانیہ میں دو سو سال تک اجتہاد و الحاد کی کشمکش جاری رہی۔ تقلید و جمود کے حامی اجتماعی اجتہاد کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مصطفیٰ کمال اتاترک اجتہاد کی بجائے الحاد اپنانے پر مجبور ہو گیا۔ پاکستان آج کل انہی حالات سے دوچار ہے۔ اگر یہاں بھی اجتماعی اجتہاد کو نہ اپنایا گیا تو الحاد کا راستہ روکنا دشوار ہو جائے گا۔ جناب مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی نے اجتماعی اجتہاد کے ذریعے ملکی، ملی اور دینی مسائل حل کرنے کی ضرورت کو واضح کر کے بروقت قوم کی رہنمائی کی ہے۔ یہ ان کی تجویز ہے، حرف آخر نہیں، مگر بہت مثبت اور تعمیری تجویز ہے۔ یہ اتحاد بین المسلمین کیلئے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کرتی ہے۔ جس پر آئندہ لائحہ عمل کو واضح شکل دی جا سکتی ہے۔ مولانا صاحب نے اس میں جس کشادہ دلی کا اظہار کیا ہے وہ قابل مبارکباد ہے۔ میری رائے میں اب ملوکیت اور آمریت کے دارالافتاؤں کا زمانہ گزر گیا ہے، اب ان کی کوئی نمائندہ حیثیت باقی نہیں رہی۔ اب مسلمانوں کے اپنے منتخب نمائندہ اجتماعی اجتہاد کے اداروں کا زمانہ ہے کیونکہ اللہ و رسول ﷺ نے اختیار حکمرانی اور اختیار تعبیر شریعت امت کو بحیثیت مجموعی تفویض کیا ہے۔ اس نے یہ حق کسی

بادشاہ یا فوجی آمر کو نہیں سونپا ہے۔(278)

فقہ حنفی کے نفاذ کا مطالبہ

16 رجون 1988ء کو مولانا نیازی نے لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ملک میں حنفی فقہ کو پبلک لاء قرار دیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو شریعت کا نفاذ ممکن نہیں ہوگا اور ہر مسلک کے لوگ پبلک لاء کے بارے میں اپنی فقہی توجیہات پیش کریں گے اور اس طرح ایک ''پنڈورا باکس'' کھل جائے گا۔

قاضی کورٹس کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ انگریزوں نے بھی 1868ء تک برصغیر میں قاضی کورٹس پر عمل کیا اور وہ بھی فقہ حنفیہ کے پابند بن گئے کیونکہ ملک کی اکثریت اس مسلک سے تعلق رکھتی تھی۔ موجودہ آرڈیننس میں اس مسئلہ کو حل نہیں کیا گیا بلکہ کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس سے دوسرے مسالک کے لوگ مطالبہ کریں گے کہ ان کی فقہ نافذ کی جائے۔ مولانا نے کہا کہ ایسا نہ کرنا فکری دیوالیہ پن ہے اور واضح موقف اختیار کئے بغیر بزدلانہ راہ فرار اختیار کرنے کے مترادف ہے۔ سعودی عرب اور مشرق بعید کے مسلم ممالک میں فقہ حنبلی، مراکش، لیبیا، الجزائر وغیرہ میں فقہ مالکی، ترکی، افغانستان، مصر میں فقہ حنفی اور ایران میں فقہ جعفریہ نافذ ہے جبکہ دوسرے مسالک کے پرسنل لاء نافذ کئے گئے ہیں۔ پاکستان میں حنفی مسلک کی اکثریت ہے یہاں بھی اسی طرح فقہ حنیفہ کا پبلک لاء نافذ کیا جائے۔

مولانا نے کہا کہ عدالت عدالیہ کے جج صاحبان جب تک اسلامی فقہ کی مہارت حاصل نہیں کرتے، قضا ان کے سپرد کرنا نادانی ہے اور ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ اس کو طے کیا جائے کہ مفتی کن کو مقرر کیا جائے گا اور عالم کون ہوں گے۔ ان حالات میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ صدر جنرل ضیاء الحق نے جیسے ریفرنڈم میں اسلام کا نام استعمال کیا تھا، آج قرآن وسنت کے نام پر شریعت کا نعرہ بلند کر کے ان کا استعمال کر رہے ہیں۔ ویسے ہم سمجھتے ہیں کہ اس چیز کا اقرار کہ کتاب وسنت کی بالادستی ہے، قابل قدر بات ہے اور علماء حق کے لئے آگے مکمل اور جامع شرعی نظام پیش کرنے کے لئے راستہ کھل گیا ہے۔(279)

جمعیت کا منشور

21 رجون 1988ء کو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر لاہور میں مولانا نیازی نے اپنی

جماعت کے 14 نکاتی منشور کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے پروگرام سے ایک روحانی، فلاحی اور انقلابی مملکت قائم ہوگی جس میں ہر خاص و عام کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ جمعیت علماء پاکستان اصولی سیاست کی علمبردار ہے اور اپنی سابقہ روایات برقرار رکھتے ہوئے موجودہ مسائل حل کرنا چاہتی ہے۔

جمعیت کے منشور کے جن 14 نکات کا اعلان کیا گیا وہ یہ ہیں:

1- پاکستان میں ایک اسلامی، روحانی، سیاسی اور فلاحی مملکت قائم کی جائے گی۔

2- ہر شعبہ زندگی میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے مکمل نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے جدوجہد کرنا۔

3- ہر شہری کو بنیادی ضروریات غذا، لباس، مکان، تعلیم اور صحت کی مکمل ضمانت دی جائے گی۔

4- ہر صحت مند فرد کو روزگار کی ضمانت دی جائے گی، محتاجوں کو وسیع معاش فراہم کیا جائے گا۔

5- عام لوگوں کو اشیائے ضرورت سستے داموں مہیا کی جائیں گی۔

6- جاگیردارانہ نظام کا مکمل خاتمہ، ملک میں لاکھوں ایکڑ غیر آباد اراضی کو قابل کاشت بنا کر ہاریوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

7- ہر نوجوان کو لازمی فوجی تربیت دے کر جہاد کے لئے تیار کیا جائے گا۔

8- عالم اسلام کے اتحاد، مسئلہ کشمیر، مسئلہ فلسطین کے حل، قبلہ اول بیت المقدس کو یہودیوں کے قبضے سے آزاد کرنے کے لئے قابل عمل منصوبہ بنائیں گے۔

9- عدلیہ کو انتظامیہ سے آزاد کر کے انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں گے۔

10- چادر، چار دیواری کا مکمل تحفظ، خواتین کو جائز سیاسی، معاشی، معاشرتی حقوق دلائیں جائیں گے۔

11- نوکر شاہی، سول و فوجی انتظامیہ کے نظام میں انقلابی تبدیلی لا کر انہیں سیاسی مداخلت سے روک دیا جائے گا۔ غنڈہ گردی اور رشوت کا خاتمہ کیا جائے گا۔

12- ملکی معیشت کو بیرونی سودی قرضوں سے آزاد کیا جائے گا۔

13- صدر، وزیراعظم، مرکزی وصوبائی وزراء، وزیر اعلیٰ، گورنر، عدلیہ کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

14۔ انتظامیہ کے اخراجات اور ٹیکسوں میں زبردست کمی کی جائے گی۔(280)

گزشتہ صفحات میں ہم قاضی کورٹس کے بارے میں مولانا نیازی کے خیالات عالیہ بیان کر چکے ہیں۔اس کا پس منظر یہ ہے کہ 15 رجون 1988ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق (ف 1988ء) نے ملک میں شریعت آرڈیننس جاری کیا تھا جو سرکاری اعلامیہ کے مطابق فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔اس آرڈیننس کی رو سے قانون کا اعلیٰ ترین سرچشمہ شریعت کو قرار دیا گیا تھا اور شریعت کی بنیاد قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ کو تسلیم کیا گیا تھا۔آرڈیننس کی رو سے کسی بھی خلاف شریعت قانون کو شرعی عدالت کے علاوہ اب کسی بھی ہائی کورٹ میں چیلنج کیا جا سکے گا اور ہائی کورٹ کو 60 دن کے اندر اندر اس قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرنا ہوگا۔یہ اختیار ملک کی اعلیٰ ترین عدالتوں ہی کو دیا گیا تھا۔ماتحت عدالتوں کو یہ اختیار نہیں دیا گیا تھا البتہ وہ کسی کیس کو بطور ریفرنس ہائی کورٹ میں پیش کر سکتی تھیں۔

صدر کے اعلان کے مطابق 30 دن کے اندر دو کمیشن قائم کئے جائیں گے جو معیشت اور تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور شرعی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے کام کریں گے۔یہ کمیشن وقتاً فوقتاً اس ضمن میں اپنی سفارشات پیش کرتے رہا کریں گے۔

اس آرڈیننس پر جس کے نافذ ہونے کی بازگشت صدر کے اسمبلیاں توڑنے کے حکم کے فوراً ہی بعد سے سنائی دینے لگی تھی، ملک کے مختلف طبقوں کی طرف سے مختلف ردعمل کا اظہار کیا گیا تھا خصوصاً دو طبقات علمائے کرام اور عدلیہ سے وابستہ صاحبان نے مختلف قسم کی آراء ظاہر کی تھیں۔

مولانا نیازی نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا:

> ''اسلام کسی شخص کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ اسلامی قوانین کو اپنا تابع بنالے۔ قرآن کی رو سے کوئی فرقہ عدلیہ سے بالاتر نہیں ہے۔اسلامی تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ حاکمین وقت کو عدالتوں کے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا۔اس وقت پرسنل لاء کا نہیں بلکہ پبلک لاء کا مسئلہ درپیش ہے۔شریعت آرڈیننس کے بعد عمومی قوانین بھی مشکوک ہو کر رہ گئے ہیں۔''(281)

فقہ حنفی کے نفاذ پر اتفاق رائے

آل پاکستان سنی کانفرنس ملتان 1978ء کے موقعہ پر مولانا نیازی نے اپنے ایمان افروز

خطاب میں پرزور مطالبہ کیا تھا کہ ملک میں فقہ حنفی کا نفاذ کیا جائے اور پاکستان کو سنی ریاست قرار دیا جائے۔اس پر دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء نے عموماً اور ان کے سیاسی قائد مفتی محمود (ف 1980ء) نے مجاہد ملت مولانا نیازی کے اس مطالبے کا مذاق اڑایا تھا اور بھرپور مخالفت کی تھی مگر مولانا نیازی نے ہر قسم کی مخالفتوں کی پرواہ کئے بغیر اپنا مشن جاری رکھا۔مفتی محمود کی رحلت کے بعد ان کی جماعت جمعیت علماء اسلام نے ہوش کے ناخن لئے اور مولانا نیازی کے اس مطالبے سے اتفاق کیا۔اس سلسلے میں دیوبندی علماء نے قائدین جمعیت علماء پاکستان سے کئی ملاقاتیں کیں اور پھر 13 رجولائی 1988ء کو شام پانچ بجے دفتر جمعیت علماء پاکستان 7 سکندر روڈ عقب انٹرنیشنل ہوٹل لاہور میں جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء اسلام (درخواستی گروپ) کے مرکزی رہنماؤں کے درمیان اہم مذاکرات ہوئے۔

اس گفتگو میں جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے مولانا نیازی، قاری عبدالحمید قادری، قریشی محمد سعید اسدی، انجینئر خان سلیم اللہ خاں وغیرہ اور جمعیت علماء اسلام کی طرف سے مولانا سمیع الحق، مولانا زاہد الراشدی، مولانا فداالرحمٰن درخواستی وغیرہ شریک ہوئے۔ملاقات کم وبیش ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی اور مندرجہ ذیل مشترکہ اعلامیہ پر اتفاق ہوا۔جس کا اعلان مذاکرات کے فوراً بعد مذکورہ بالا رہنماؤں کی موجودگی میں اخبار نویسوں کے سامنے کیا گیا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

> ''جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء اسلام کے قائدین کے اجلاس میں طے پایا کہ چونکہ فقہ حنفی اس ملک کی غالب اکثریت کی ترجمان ہے اور اس ملک میں کتاب وسنت کی صحیح تعبیر وتشریح ہے اور اس پر اس ملک میں اجماع امت ہے۔اس لئے اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مسلم مروجہ اصول کے مطابق پاکستان میں پبلک لاء کی حیثیت سے نافذ کی جائے اور دوسرے اقلیتی مذاہب کو ان کے اپنے شخصی قوانین پر عملدرآمد کرنے کی مکمل آزادی ہو۔
>
> دونوں جماعتیں اس بات پر بھی متفق ہیں کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا تشخص ''سنی سٹیٹ'' کی

حیثیت سے ہونا ضروری ہے۔ دونوں جماعتوں کے منشور میں یہ بات موجود ہے اور اس پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ اس تشخص اور اجماع امت کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔

آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے کہ ملک میں فقہ حنفی کو موثر طور پر نافذ کرایا جائے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے گی جو مزید تفصیلات اور لائحہ عمل مرتب کرے گی تاکہ مذکورہ بالا ہر دو مقاصد کے حصول کے لئے طریقہ کار وضع کیا جاسکے۔'' (282)

غیر جماعتی انتخابات کی مذمت

21 / جولائی 1988ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق (ف 1988ء) نے اعلان کیا کہ 16 / نومبر کو عام انتخابات غیر جماعتی ہوں گے تو اس پر پورے ملک کے سیاست دانوں نے زبردست تنقید کی۔ مولانا نیازی نے 27 / جولائی 1988ء کو اقبال پارک لاہور میں نماز عیدالاضحیٰ کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ صدر کو گیارہ سالہ دور کی ناکامی کے بعد قوم کو پھر عذاب میں نہیں ڈالنا چاہئے۔

غیر جماعتی امیدوار ''شتر بے مہار'' اغراض کا بندہ ہوگا۔ منشور و دستور سے خالی ذاتیات کے تنگ ماحول میں گھر کر وحدت ملی، استحکام ملکی کو پارا پارا کر دینے کا ایک زہریلا تجربہ ہوگا۔ صدر کو چاہئے کہ وہ ہٹ دھرمی چھوڑ کر مقصدیت اور ملی اجماعیت کا راستہ اختیار کریں۔ ان کے اس غلط اقدام سے ملک کے اندر ذہنی، فکری خلفشار کا خطرہ پیدا ہوگا۔ قومی پریس نے بھی جماعتی انتخابات کا مشورہ دیا ہے۔ سیاست دانوں نے اس غلط اقدام پر انتباہ کیا ہے کہ وہ غیر جماعتی کی رٹ چھوڑ دیں کیونکہ یہ ملک وملت کے مفاد میں نہیں ہے۔ (283)

یکم اگست 1988ء کو ملتان میں اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان دیگر سیاسی جماعتوں کے ساتھ مل کر غیر جماعتی انتخابات کے خلاف ہر ممکن جدوجہد کرے گی اور اگر ضرورت محسوس کی گئی تو لاکھوں عوام کے پرامن مظاہروں اور ہڑتال کے ذریعے غیر جماعتی انتخابات کے خلاف عوام کی ناراضگی ظاہر کی جائے گی، اس کے علاوہ آئینی سطح پر اس فیصلے کو عدالت میں چیلنج کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کمیٹی قائم کر دی گئی ہے جو محرم الحرام کے بعد

عدالت سے رجوع کرے گی۔ (284)

2 / اگست 1988ء کو مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام شاہی عیدگاہ ملتان میں ایک روزہ علماء کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ پاکستان تاریخ کے نازک دور سے گزر رہا ہے۔ صوبائی عصبیت، پانچ قومیتوں کے نعرے نظریہ پاکستان کو تباہ کرنے کی سازش ہیں۔ روسی جاسوس، امریکی گماشتے اور بھارتی ایجنٹ ہماری غیرت ملی کو للکار رہے ہیں اور وحدت ملی کو پارہ پارہ کرنے کے لئے متحد ہو چکے ہیں۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ جمہوریت کے قاتل اب اس کے علمبردار اور شریعت کے مخالف اس کے حامی بنے ہوئے ہیں۔ علماء کو وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جمعیت علماء پاکستان اور جماعت اہلسنت کے ساتھ بھرپور تعاون کرنا چاہئے۔ (285)

تاثرات! پہلا یوم آزادی

12 / اگست 1988ء کو ''نوائے وقت'' لاہور میں ''یادیں اور تاثرات، پہلا یوم آزادی'' کے زیر عنوان ایک فیچر شائع ہوا جس میں مختلف قومی رہنماؤں کے تاثرات شامل تھے۔ مولانا نیازی نے اپنی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے اپنے تاثرات یوں بیان کئے کہ '' پہلے جشن آزادی کے وقت میں اپنے شہر عیسیٰ خیل میں تھا۔ ہمیں اپنی کوششوں کے کامیاب ہونے کی بہت خوشی تھی۔ اس خوشی میں ہر ذات اور ہر نسل سے تعلق رکھنے والے مسلمان شامل تھے۔ یوم آزادی کے موقعہ پر میرے گاؤں کے لوگوں نے بہت اہتمام کیا تھا۔ جھنڈیاں لگائی گئیں۔ دیگیں پکوا کر تقسیم کی گئیں پھر آزادی کے جشن میں عید کی خوشیاں بھی شامل تھیں۔ اس لئے ہر طرف بڑی گہما گہمی اور رونق تھی۔ مگر اسی عالم میں کچھ ناخوشگوار باتیں بھی پیش آئیں۔ مثلاً میرے علاقے کا ایک ہندو دوکاندار تھا، لوگوں کو دیگ کے لئے چاول چاہئیں تھے، اس نے چاول بہت مہنگے بیچنے شروع کر دیئے۔ اس پر مسلمان مشتعل ہو کر میرے پاس آئے اور کہنے لگے ہم اس دوکاندار کو سزا دیں گے۔ میں نے بڑی مشکل سے لوگوں کو سمجھا بجھا کر درگزر پر آمادہ کیا۔ انہیں سمجھایا کہ اب تمہارے حقوق کا تحفظ ہوگا لیکن باضابطہ طریقہ سے۔ اب محسوس ہوتا ہے کہ آزادی کا یہ جشن اور ہنگامہ ہاؤ ہو لوگوں کو دکھانے کے لئے صرف ایک ''تماشا'' ہے۔ اس کے ذریعے لوگوں کو ایک ایکسپلائٹ کیا جارہا ہے۔ ہماری وحدت پارہ پارہ ہو چکی ہے۔ آج مسلمان بھائی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں وہ ملک جسے ''کلمہ'' کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، فرقہ پرستی اور نفرتوں کا شکار ہے۔ پوری قوم کو

متحد ہو کر اس کے لئے سوچنا چاہئے۔ سیاسی جماعتوں کو بھی اکٹھے ہو کر ملکی فضا میں امن وامان کی کوشش کرنی چاہئے بلکہ میں تو کہوں گا موجودہ حالات میں 14 اگست کے دن کو ہمیں ''یوم احتساب'' کے طور پر منانا چاہئے۔(286)

پنجاب خادمین کنونشن لاہور

14-13/اگست 1988ء کو جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے خادمین کا دوروزہ کنونشن جمعیت کے صوبائی دفتر لاہور میں ہوا۔ حاضری کے اعتبار سے یہ کنونشن بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ مولانا نیازی نے اس کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے حاصل کیا گیا تھا لہٰذا پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے سوا کوئی نظام یا ازم برداشت نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ برصغیر کے مسلمان ''لا الہ الا اللہ'' کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے تھے اور انہوں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر پاکستان قائم ہوگیا تو ہم وہاں تیرا بھیجا ہوا نظام قائم کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی طویل جدوجہد اور بے مثال قربانیوں کے بعد آخر کار ہمیں ایک علیحدہ وطن حاصل ہوگیا مگر آج یہاں طرح طرح کے ازموں کی بات کی جارہی ہے۔ مولانا نیازی نے کہا کہ حکمران اسلام کو اپنے ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کررہے ہیں اور وہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ میں قطعاً مخلص نہیں ہیں۔(287)

میانوالی پریس کانفرنس

عام انتخابات کا غلغلہ بلند ہوا تو 31/اگست 1988ء کو مولانا نیازی نے جمعیت علماء پاکستان ضلع میانوالی کے دفتر میں ایک نیوز کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان عام انتخابات میں تمام مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے لئے تین نکاتی فارمولے کا اعلان کرتی ہے۔ ان تین نکات میں اتحاد، جہاد اور ویلفیئر اسٹیٹ کا قیام شامل ہیں۔ اگر ان تین نکات کے اتحاد پر کوئی مذہبی جماعت انتخابات میں ہمارے ساتھ اتحاد کرنا چاہے تو جمعیت علماء پاکستان اس کے لئے تیار ہے۔ اس اتحاد میں نظریہ پاکستان کو اولیت حاصل ہوگی۔

ایک سوال کے جواب میں مولانا نیازی نے کہا کہ قوم کی یہ بدبختی ہوگی کہ مردوں کی بجائے ان پر کوئی عورت حکمرانی کرے۔ اگر ملکی مسائل مردوں سے حل نہ ہوں تو پھر بے نظیر بھٹو، خالدہ ضیاء (بنگلہ دیش کے مرحوم صدر جنرل ضیاء الرحمٰن کی اہلیہ) اور حسینہ واجد (غدار پاکستان شیخ مجیب

الرحمٰن کی بیٹی) کا سہارا لے سکتے ہیں ایک طرف تو بے نظیر یہ کہتی ہے کہ سیاست سے مذہب کا کوئی تعلق نہیں، وہ قادیانیوں کو مظلوم بھی کہتی ہے اور کالا باغ ڈیم کو ٹیکنیکل مسئلہ نہیں سمجھتی۔ کیا یہ پاکستان اور اسلام کے استحکام کے خلاف سوچ نہیں ہے؟

مولانا نے کہا کہ موجودہ نگران قومی اور صوبائی حکومتوں میں شامل لوگوں کو ضیاء الحق مرحوم نے ان کے سابقہ ریکارڈ کی وجہ سے ''فصلی بٹیرے'' کہا تھا لیکن افسوس کا مقام ہے کہ وہی لوگ روپ بدل کر ''نیشنل ہیرو'' بنے بیٹھے ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں مولانا نیازی نے کہا کہ 1970ء کے انتخابات میں بھٹو کے ساتھ مل کر ادھر ہم اور ادھر تم کا نعرہ لگا کر پاکستان کو دو ٹکڑے کرنے والے، پولینڈ کی قرارداد کو پھاڑنے والے بھٹو کے ساتھی اور ہمراز جو پہلے پیپلز پارٹی میں شامل تھے اب مسلم لیگ میں شامل ہیں۔ ایک اور سوال کے جواب میں مولانا نے کہا کہ ہر صاحب اقتدار انتخابات کے سلسلے میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کی رٹ لگاتا ہے لیکن ہمارے سامنے قیام پاکستان سے لے کر آج تک جتنے انتخابات ہوئے ہیں ان میں صریحاً دھاندلی کے ذریعے ہر قسم کی بدعنوانی کا سہارا لے کر غیر مستحق لوگوں کو کامیاب کرایا گیا۔ ماضی قریب میں ریفرنڈم، غیر جماعتی انتخابات اور سینٹ کی تشکیل اخلاق وشرافت کے مسلم اصولوں کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔(288)

الیکشن قومی اسمبلی

16/نومبر 1988ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات ہوئے مولانا نیازی نے جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر حلقہ این اے 53 میانوالی سے انتخاب لڑا۔ مولانا کے مقابلہ میں سات امیدواروں نے حصہ لیا مگر کامیابی نے مولانا نیازی کے قدم چومے۔ ذیل میں ہم امیدواروں کے نام اور حاصل کردہ ووٹوں کی تعداد درج کررہے ہیں(289):

نمبر شمار	نام امیدوار	نام جماعت	حاصل کردہ ووٹ
1	مولانا عبدالستار خان نیازی	جمعیت علماء پاکستان	44537
2	ڈاکٹر محمد انور خاں	پیپلز پارٹی	7650
3	محمد مقبول احمد خاں	آزاد	9923

4	عبدالرحمٰن خان	آزاد	1929
5	نوابزادہ ملک مظفر خان	آزاد	24848
6	حاجی اصغر عزیز خاں	آزاد	246
7	حق داد خاں نیازی	آزاد	1121
8	خان گل احمد خاں	آزاد	186

مولانا نیازی کی اس شاندار کامیابی پر نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ پاکستان کے نامور صحافی اور تحریک پاکستان کے کارکن جناب میاں محمد شفیع المعروف م ش نے اپنی ڈائری میں یوں اظہار مسرت کیا:

"مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی کی شاندار کامیابی ایک عظیم پاکستانی اور باعمل مسلمان کی کامیابی سے تعبیر کی جا سکتی ہے۔ حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی، پاکستان کی ان چند نامور سیاسی شخصیات میں شامل ہیں، جنھوں نے روز اول سے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا تھا اور جنھوں نے دیوانہ وار تمام عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو کر تحریک آزادی میں جانفشانی سے کام کیا۔ ان کی ذاتی زندگی پاکیزگی کا بلند ترین نمونہ ہے۔ وہ اسلامی عزت، حب الوطنی، شرافت، عشق رسول ﷺ اور اتباع سنت میں فرد فرید ہیں اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح معنوں میں قلندر ہیں۔ وہ پارلیمنٹ میں ایک گراں بہا اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔" (290)

مشہور صحافی عبدالقادر حسن نے اس طرح خراج تحسین پیش کیا:

"مولانا عبدالستار خاں نیازی کی کامیابی سے جو راحت ملی ہے وہ دل ہی جانتا ہے۔" (291)

صدر پاکستان سے ملاقات

22 رنومبر 1988ء کو صدر پاکستان غلام اسحٰق خاں نے مولانا نیازی کو دعوت دی کہ وہ 24 رنومبر کو اسلام آباد تشریف لا کر ان سے ملاقات کریں۔ چنانچہ مولانا نیازی تشریف لے گئے اور دس

بجے صبح ایوان صدر میں بڑے خوشگوار ماحول میں ملاقات ہوئی۔ (292)

24 رنومبر کو صدر غلام اسحٰق خاں سے ملاقات کے بعد اسلام آباد میں پیر سید برکات احمد کی رہائش گاہ پر ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ صدر صاحب نے یقین دلایا ہے کہ وہ آئین کی مکمل پابندی کریں گے، وزیراعظم کی نامزدگی سپیکر کے انتخاب کے بعد ہوگی اور غیر جانبدارانہ طور پر انتقال اقتدار ہوگا۔

مولانا نیازی نے صدر پاکستان سے ملاقات کے دوران یہ مطالبہ بھی کیا کہ بنی افغاناں (میانوالی) پر نوابزادگان کالاباغ کے مظالم کی عدالت عالیہ کے جج سے تحقیقات کرائی جائے، گرفتار شدگان کو رہا کیا جائے۔ 19 راگست کو بنی افغاناں میں سال اول کا طالب علم قتل کر دیا گیا اس سلسلے میں ملک مظفر خاں آف کالاباغ کے خلاف ایف آئی آر درج کرائی گئی مگر ضلعی حکام گرفتاری عمل میں لانے میں ناکام رہے۔ 28 راکتوبر کو مظاہرین اور پولیس کے درمیان تصادم میں کئی افراد مارے گئے، صدر نے ان واقعات کی تحقیقات کرانے کا وعدہ کیا۔ (293)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ان انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان کے صرف تین ارکان منتخب ہوئے۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی، ڈاکٹر شیر افگن (میانوالی) میجر جنرل ریٹائرڈ حافظ محمد حسین انصاری (لاہور) مظفر گڑھ سے ڈاکٹر ذوالفقار علی برق نے آزادانہ حیثیت سے الیکشن لڑا مگر وہ جمعیت کے حمایت یافتہ تھے۔

25 رنومبر 1988ء کو لاہور میں اخبارنویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ حالیہ انتخابات میں صرف "فصلی بٹیروں" ہی کو فائدہ پہنچا ہے۔ یہ انتخابات کسی نظریئے، عقیدے اور مسلک پر نہیں تھے بلکہ یہ بڑ بونگ تھی۔ اس سے نقصان ہوا ہے۔ قوم کو کوئی منشور اور مثبت پروگرام نہیں دیا گیا۔ اب قوم کو عقیدے اور مسلک پر جمع کرنا ہے اور ہم یہ ذمہ داری پوری کریں گے۔ اس سے قبل گزشتہ روز لاہور میں جمعیت کے مرکزی دفتر میں کارکنوں کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نے کہا تھا کہ نئی حکومت اور اسمبلی دو سال سے زیادہ نہیں چل سکے گی کیونکہ سیاسی ہم خیال یکجا ہونے کے بجائے جوڑ توڑ میں مصروف ہیں اور اسمبلی میں اکثریت اہل غرض کی ہے۔ (294)

وزیراعظم بےنظیر بھٹو

یکم دسمبر 1988ء کو صدر غلام اسحٰق خان نے پیپلز پارٹی کی شریک چیئرپرسن مسز بےنظیر بھٹو کو

ملک کا وزیر اعظم نامزد کیا کیونکہ ان کی پارٹی اکثریتی پارٹی بن کر ابھری تھی۔ پنجاب میں چونکہ پیپلز پارٹی اقلیت میں تھی اور اسلامی جمہوری اتحاد نے اکثریت حاصل کی تھی لہٰذا میاں نواز شریف نے بطور وزیر اعلیٰ حلف اٹھایا جبکہ سندھ اور سرحد میں پیپلز پارٹی کے قائم علی شاہ اور آفتاب شیر پاؤ نے حلف اٹھایا۔ بلوچستان میں اسلامی اتحاد کے میر ظفر اللہ جمالی وزیر اعلیٰ بنے۔

12 / دسمبر 1988ء کو بے نظیر بھٹو نے بحیثیت وزیر اعظم اعتماد کا ووٹ حاصل کیا تو مولانا نورانی کے اشارے پر جمعیت علمائے پاکستان کے تین ارکان قومی اسمبلی ڈاکٹر شیر افگن، جنرل انصاری اور ڈاکٹر ذوالفقار علی برق نے اپنے پارلیمانی لیڈر مولانا عبدالستار خاں نیازی سے بغاوت کر کے بے نظیر پر اعتماد کا نہ صرف اظہار کیا بلکہ بعد میں وزیر اعظم کے چیمبر میں مسز بے نظیر بھٹو سے ملاقات کر کے اپنی حمایت کا یقین بھی دلایا (295)۔ یہیں سے مولانا نورانی کے ساتھ مولانا نیازی کے اختلافات کا آغاز ہو گیا۔

بلوچستان اسمبلی توڑ دی گئی

15 / دسمبر 1988ء کو وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے ایماء پر گورنر بلوچستان موسیٰ خاں نے بلوچستان اسمبلی توڑ دی۔ اس پر پورے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ قومی اسمبلی میں سخت گرما گرمی ہوئی پیپلز پارٹی کی حکومت نے اپوزیشن کو بات چیت کرنے کے لئے کہا مگر اپوزیشن رہنماؤں نے کہا کہ جب تک اسمبلی توڑنے کا حکم واپس نہیں لیا جاتا وزیر اعظم سے بات چیت نہیں ہو سکتی مگر حکومت نے نہ مانا۔ اس پر مولانا نیازی دوسرے اپوزیشن لیڈروں کے ساتھ واک آؤٹ کر گئے مگر ڈاکٹر شیر افگن اور ڈاکٹر ذوالفقار علی برق نے واک آؤٹ میں حصہ نہیں لیا۔ گویا انہوں نے اپنی تائید و حمایت حکومت کے پلڑے میں ڈال کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ بلوچستان اسمبلی کے توڑنے کا اقدام درست ہے۔ اس پر مولانا نیازی نے کہا کہ ان دونوں ارکان سے جواب طلبی کی جائے گی اور ہم بلوچستان اسمبلی توڑنے کے غیر آئینی اقدام کے خلاف قومی اسمبلی کے بجٹ سیشن کا بائیکاٹ کرنے میں اپوزیشن کے دیگر گروپوں کا ساتھ دیں گے۔ (296)

16 / دسمبر 1988ء کو مولانا نیازی نے اسلام آباد میں جمعیت علماء پاکستان کی مقامی شاخ کے زیر اہتمام استقبالئے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پیپلز پارٹی نے اب پھر بلوچستان کے عوام کے خلاف غیر جمہوری اقدام کر کے ان کی توہین کی ہے۔ پیپلز پارٹی نے بلوچستان میں اپنی

حکومت نہ بن سکنے کی وجہ سے بلوچستان کے عوام کو اتنی بڑی سزا دی ہے اور اس حساس صوبے میں دوسری مرتبہ اکثریت پر اقلیت کو مسلط کرنے کی کوشش کی ہے۔ مولانا نیازی نے وزیر اعلیٰ بلوچستان ظفر اللہ خاں جمالی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جس شخص نے ابھی تک اعتماد کا ووٹ حاصل نہیں کیا وہ کیسے وزیر اعلیٰ رہ سکتا ہے اور جس نے اسلامی جمہوری اتحاد سے بغاوت کر کے پیپلز پارٹی میں پناہ حاصل کر لی وہ کیسے ممبر اسمبلی رہ سکتا ہے اور اس پوزیشن میں وہ کسی طرح بھی گورنر کو اسمبلی توڑنے کا مشورہ دے سکتا ہے۔ (297)

مولانا شاہ احمد نورانی نے جمعیت علماء پاکستان کے باغی ارکان سے کوئی باز پرس نہ کی بلکہ در پردہ انہیں شاباش دی۔ بلوچستان اسمبلی کے توڑے جانے پر بھی خاموشی اختیار کر کے پیپلز پارٹی کی حمایت کی۔ مولانا نورانی کی بے نظیر نوازی، سیاسی قبلہ بدلنے اور اصولوں سے ہٹ جانے پر ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ نے ایک دردناک مضمون لکھا جو بلا تبصرہ نذر قارئین ہیں:

''بھٹو کے زوال کی نشانی تجھے کیا ہوا''

''ملکی انتخابات (نومبر 1988ء) میں جمعیت علماء پاکستان اور اس کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار ابھی زیر بحث ہی تھا اور اپنوں بیگانوں کی قیل و قال ابھی جاری تھی کہ اچانک ایک اور دھاکہ ہو گیا کہ قومی اسمبلی میں مولانا نیازی کے ماسوا دیگر ارکان جمعیت نے خاتون وزیر اعظم کو اعتماد کو ووٹ دے ڈالا اور بلوچستان اسمبلی ٹوٹنے کے واقعہ پر ایک رکن (ڈاکٹر شیر افگن) مولانا نیازی کی ہمنوائی کے بجائے اکیلا اسمبلی میں ڈٹا رہا اور پیپلز پارٹی کی قصیدہ خوانی کرتا رہا۔ اس پر جب واویلا ہوا تو یہ اعلان سننے میں آیا کہ 31 / دسمبر (1988ء) کو جمعیت کے اجلاس میں ایسے ارکان کی جواب طلبی ہو گی۔

مگر آہ! جب 31 / دسمبر کو اجلاس ہوا تو مولانا نورانی نے یہ کہہ کر ساری ذمہ داری اپنے سر لے لی کہ ''قومی اسمبلی میں ہمارے رکن نے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کو اعتماد کا ووٹ اور بلوچستان اسمبلی توڑنے کے خلاف واک آؤٹ نہ کرنے کا فیصلہ وفاق کی سالمیت کے پیش نظر کیا۔'' **لا حول ولا قوة الا باللہ۔**

نورانی صاحب: اس کا مطلب تو یہ ہوا نا، کہ آپ کے دست راست، جمعیت کے مرکزی رہنما اور جمعیت کے پارلیمانی گروپ کے لیڈر مولانا عبدالستار خاں نیازی نے خاتون وزیر اعظم

کو ووٹ نہ دے کر اور بلوچستان اسمبلی کے واقعہ پر واک آؤٹ کر کے معاذ اللہ وفاق کی سالمیت کے خلاف اقدام کیا؟ نیز بقول آپ کو معلوم ہوا کہ خاتون وزیر اعظم پر یہ اظہار اعتماد وغیرہ آپ ہی کے خفیہ اشارہ پر ہے۔

فرمایئے: ''قائد اہلسنت وقائد جمعیت'' کہلانا اسی کا نام ہے۔ اٹھارہ سال نظام مصطفیٰ ﷺ کا نعرہ لگانے کا یہی نتیجہ نکلنا تھا کہ صورت وسیرت میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے بالکل برعکس ایک شمع محفل نوجوان بے پردہ خاتون کی وزارت وسربراہی پر مہر تصدیق کیا آپ کی جمعیت کی یہی تنظیم نظم وضبط اور اتحاد واتفاق ہے کہ خود آپ نے جمعیت کے مرکزی جنرل سیکرٹری اور پارلیمانی لیڈر کے صحیح کردار سے لاتعلقی ظاہر کر کے نہ صرف پارٹی لیڈر بلکہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے باغی ارکان کی پشت پناہی فرمائی: ؎ کچھ تو کئے کہ لوگ کہتے ہیں۔

نورانی میاں: آپ تو اپنے یہ نعرے لگواتے اور سنتے تھے، کہ ''بھٹو کے زوال کی نشانی، شاہ احمد نورانی'' لیکن بھٹو کے مرنے پر آپ سب کچھ بھول گئے اور معاذ اللہ بھٹو ازم اور بھٹو کی صاحبزادی کے اتنے طرفدار بن گئے، نہ آپ کو ''گڑھی خیرو'' کی ظالمانہ قید وبند یاد رہی۔ نہ ہی لاہور میں بھٹو کے ''جیالوں'' کے ہاتھوں اپنی اور اپنے ''عمامہ شریف'' کی بے حرمتی کا احساس ہوا اور نہ ہی مولانا نیازی پر سرعام بھٹو کے ''شیدائیوں'' کا المناک تشدد حافظہ میں محفوظ رہا۔ نورانی میاں یہ آپ کو کیا ہو گیا۔ ملک وقوم، جماعت، جمعیت اور خود نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے منشور ونعرہ کو آپ سے ایسی توقع تو ہرگز نہ تھی۔ نورانی صاحب ملک و وطن کے لحاظ سے یقیناً وفاق کی سالمیت بہت اہم چیز ہے لیکن اسلام ونظام مصطفیٰ ﷺ کی سالمیت وپیروی تو بہرحال اس سے بھی بہت اہم ہے: ؎

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے
تو احکام حق سے نہ کر بیوفائی (298)

خواجہ رفیق کی برسی

23/دسمبر 1988ء کو لاہور میں خواجہ محمد رفیق شہید کی برسی کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا، جس کی صدارت نوابزادہ نصر اللہ خاں نے کی۔ اس جلسے سے مولانا عبدالستار خاں نیازی، سید احمد سعید کرمانی، مجیب الرحمٰن شامی، خواجہ رفیق شہید کے صاحبزادے سعد رفیق ودیگر مقررین نے

خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ جلسہ پیپلز پارٹی کے خلاف منعقد نہیں ہو رہا لیکن خواجہ رفیق کے قتل کے سلسلے میں جو زیادتی ہوئی اسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ خواجہ رفیق نے اس دور میں جمہوریت کی بات کی جب حکومت جمہوریت کو قتل کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ 1963ء ذوالفقار علی بھٹو اور ان کے قائد ایوب خاں نے جن دس قائدین کے خلاف بغاوت کا مقدمہ کراچی میں درج کروایا تھا اس مقدمے میں خواجہ رفیق، میں (مولانا نیازی) اور نوابزادہ نصر اللہ خاں بھی شامل تھے۔ خواجہ رفیق ملک میں جمہوریت کے فروغ کا ایک ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی ہمیشہ باقی رہے گی۔

بے نظیر بھٹو کی طرف سے اپنے باپ کی یادگار بنانے اور اسمبلی میں بھٹو کی قرارداد مغفرت پیش کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے تو ہمارا مطالبہ ہے کہ دینی حقوق کے تحفظ اور تحریک بحالی جمہوریت میں قربانیاں دینے والے شہداء کی یادگاریں بھی بنائی جائیں۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو نے ختم نبوت کو آئین میں شامل کروایا ہے جبکہ بھٹو دور میں ختم نبوت کو آئین میں شامل کئے جانے کے حق کے لئے لڑنے والے علماء کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا گیا اور 1974ء میں تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کے متحد ہو جانے کے بعد ختم نبوت کو آئین میں شامل کیا گیا۔ میاں طفیل محمد (جماعت اسلامی)، مجھ پر اور دیگر رہنماؤں اور جبر وتشدد کے باوجود جب تحریک کو نہ روکا جا سکا تو بھٹو، ختم نبوت کو آئین میں شامل کرنے پر تیار ہوئے۔ اس کا کریڈٹ ذوالفقار علی بھٹو کو نہیں بلکہ علمائے دین اور سیاسی رہنماؤں کو ملنا چاہئے۔ (299)

جہاد افغانستان

24/دسمبر 1988ء کو الحمرا آرٹ کونسل لاہور میں ''جہاد افغانستان'' کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس سے مولانا نیازی کے علاوہ نوابزادہ نصر اللہ خاں، معروف صحافی مجیب الرحمٰن شامی، رکن پنجاب اسمبلی بشریٰ رحمٰن نے خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے اپنے فکر انگیز خطاب میں کہا کہ افغان جدوجہد اب اس مرحلہ پر پہنچ گئی ہے کہ جارحیت کا ارتکاب کرنے والا خود اپنی غلطی کو تسلیم کر رہا ہے اور ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن چکی ہے۔ 20ویں صدی میں الجزائر کے بعد افغانستان کے مجاہدین نے نئی تاریخ رقم کی ہے۔

اس وقت افغانستان کے تقریباً تمام شہروں پر مجاہدین کا قبضہ ہے اور ڈاکٹر نجیب کی حکومت بیکار ثابت ہو چکی ہے۔ جبکہ روسی حکومت اب براہ راست مجاہدین کے ساتھ مذاکرات پر مجبور ہوگئی ہے۔ اس موقعہ پر سپر طاقت امریکہ یہ انتباہ کیا جانا ضروری ہے کہ مذاکرات کے موقع پر وہ افغان مجاہدین کے موقف کی سو فیصد تائید کرے اور کسی شرارت کی راہ نہ نکالے۔ (300)

یوم قائداعظم

25 دسمبر 1988ء کو مجلس قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ لاہور کے زیر اہتمام بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کے یوم ولادت کے موقع پر جناح ہال لاہور میں منعقدہ ایک خصوصی تقریب میں مولانا نیازی، مجید نظامی، چوہدری محمد حسین چٹھہ، نوابزادہ نصر اللہ خاں، ڈاکٹر افتخار احمد، ملک برکت علی عتیق اور دیگر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

مولانا نیازی نے اپنے خطاب میں ارشاد کیا کہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ایمان، اتحاد، تنظیم عالم اسلام کے لئے کامیاب زندگی کا ایک رہنما اصول ہے اور قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''دین اور سیاست'' ایک ہی چیز ہے اور ''سیاست کو دین سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔'' قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے فکر و ذہن سے نظریہ پاکستان کو تمام آلائشوں سے پاک صاف کیا اور مسلمانوں کا مقدمہ اس انداز میں پیش کیا جیسے کوئی مفتی اعظم اسلام کی وکالت کرتا ہے۔ قائد نے آئینی جنگ کے ساتھ انقلابی اور نظریاتی جنگ بھی لڑی تھی۔ اگر 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں نہ آتا تو انہوں نے 26 اگست کو ''راست اقدام'' کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور دس کروڑ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور ان سے کہا تھا کہ ہمارا دین، ہماری سیاست اور ہماری سیاست ہمارا دین ہے۔ ہمیں قرآن حکیم کی موجودگی میں کسی قانون کی ضرورت نہیں ہے اور مسلمانوں کا ضابطہ حیات آج سے 14 سو سال قبل ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں عطا کر دیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ یورپ کے اقتصادی تصورات، اسلام کے معاشی تصور کے سامنے ہیچ ہیں اور مسلمانوں کا سیاسی و اقتصادی تصور بالکل جدا ہے۔

مولانا نیازی نے کہا کہ صوبائی یا مرکزی تمام سیاسی جماعتوں کو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نصب العین کو مدنظر رکھنا ہوگا اور قوم کو ایک اللہ، رسول ﷺ، کتاب پر جمع کرنے کی ضرورت

ہے۔ اس سے تمام مصیبتیں اور تکالیف دور ہو جائیں گی۔

قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی ولولہ انگیز قیادت نے برصغیر کے مسلمانوں میں ذہنی اور فکری انتشار کو ختم کر دیا اور یہی ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ انہوں نے اس نظریہ اور فکر کو وہ پاکیزگی عطا کی کہ انہوں نے پاکستان کے حصول کا مقدمہ جیت لیا۔ یہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت تھی جس سے متاثر ہو کر علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے واضح کر دیا تھا کہ صرف آپ ہی وہ لیڈر ہیں جو برصغیر کے مسلمانوں کی صحیح قیادت کرنے کے اہل ہیں۔ (301)

رحلت ظہور عالم شہید

26 دسمبر 1988ء کو ممتاز صحافی، تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور مولانا نیازی کے عظیم ساتھی جناب ظہور عالم شہید کا دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہوگیا۔ پورے ملک میں رنج والم کی لہر دوڑ گئی۔ اگلے دن ان کی نماز جنازہ آہوں اور سسکیوں کے درمیان مولانا نیازی نے پڑھائی اور میانی صاحب میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ چند روز بعد ایڈیٹرز فورم لاہور کے زیر اہتمام ایک تعزیتی تقریب مولانا نیازی کی صدارت میں ہوئی۔ مقررین میں ریٹائرڈ جسٹس ذکی الدین پال، ڈاکٹر مسکین حجازی اور جمیل اطہر ایڈیٹر روزنامہ ''تجارت'' لاہور شامل تھے۔ اس تقریب میں ظہور عالم شہید مرحوم و مغفور کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔

مولانا نیازی نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ مرحوم ظہور عالم شہید ایک غیرت مند مرد مومن تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں کوئی ڈر اور کوئی لالچ تحریک پاکستان اور نظریہ پاکستان کی حمایت سے باز نہ رہ سکا۔ مولانا نے بتایا کہ جب پنجاب میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے قیام کے دوران مسلمانوں میں نفاق ڈالنے کی کوشش کی گئی سازش کے مقابل آن کھڑے ہوئے۔ شہید صاحب اپنے دل میں پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانے کا جذبہ رکھتے تھے اور اسی جذبے کو عملی شکل دینے کے مشن کی تکمیل کے لئے انہوں نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کے حضور نذر کر دی۔ مرحوم ایک قناعت پسند آدمی تھے اور بہت تھوڑے پر قانع رہتے تھے۔ (302)

نورانی میاں کی قلابازی

گزشتہ صفحات میں ہم عام انتخابات کے سلسلے میں مولانا نورانی اور مولانا نیازی کے

اختلافات کا ذکر کر چکے ہیں۔ مولانا نورانی مکمل طور پر پیپلز پارٹی کی طرف جھک گئے اور ڈاکٹر شیر افگن، ڈاکٹر ذوالفقار علی برق اور جنرل انصاری کو قومی اسمبلی کے اندر پیپلز پارٹی کی حمایت پر کمر بستہ کر دیا اور خود اسمبلی کے باہر اسلامی جمہوری اتحاد کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ انہوں نے میاں نواز شریف، پنجاب، پنجابیوں کو کوسنا شروع کر دیا۔ اپنے منہ میاں مٹھو بن کر بے سروپا باتیں شروع کر دیں۔ اس پر سواد اعظم اہل سنت میں بیزاری کی لہر دوڑ گئی اور قومی اخبارات میں بے شمار مراسلوں کے ذریعے مولانا نورانی سے جمعیت علماء پاکستان کی صدارت سے علیحدہ ہونے کا مطالبہ کیا گیا۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے مندرجہ ذیل ''اداریہ'' لکھ کر عوام اہل سنت کی یوں ترجمانی کی۔ ملاحظہ فرمائیے:

''مولانا نورانی کی نئی منطق؟''

''جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ گزشتہ 18 برسوں میں کئی مرتبہ اقتدار نے جمعیت کے دفتر کا طواف کیا ہے مگر ہم نے چور دروازے سے اقتدار اور ذاتی مفادات حاصل نہیں کئے۔ بعض لوگ ذاتی مفادات کے تحفظ کے لئے سندھی اور پنجابی قومیت کے نعرے لگا رہے ہیں جو مسلم امہ کے خلاف سازش ہے۔

مولانا نورانی کی قیادت میں جمعیت علماء پاکستان کو حالیہ انتخابات میں جس شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کرنے اور اپنی غلطیوں کا جائزہ لے کر قابل عمل حکمت عملی وضع کرنے کے بجائے مولانا نورانی کی طرف سے سابقہ ادوار میں غیر جمہوری طریقے سے اقتدار کی پیشکشوں کا تذکرہ جماعت کی چنداں کوئی خدمت نہیں۔ اگر مولانا نورانی اپنا بیشتر وقت غیر ملکی دوروں میں صرف کرنے کے بجائے جماعتی تنظیم اور عوامی رابطے کے لئے وقف رکھتے تو اس شکست سے بچا جا سکتا تھا مگر مولانا اس کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام لے رہے ہیں حالیہ عام انتخابات میں مذہبی جماعتوں کی سیاست نے اسلامی جمہوری اتحاد کو نقصان پہنچانے کے سوا کوئی بڑا کارنامہ نہیں دیا اور مستقبل

میں بھی اس بات کی توقع بہت کم ہے کہ عوام قومی سیاست کے بجائے فرقہ وارانہ سیاست کے علمبرداروں کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیں گے۔

1946ء میں علماء و مشائخ اہلسنت نے مسلم لیگ کا ساتھ دے کر دو قومی نظریئے کی تائید کی تھی اور اب بھی وہ استحکام پاکستان کی خاطر ہم خیال اور نظریاتی اشتراک کی حامل جماعت سے تعاون کر سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے غیر جمہوری طریقے سے اقتدار میں شمولیت نہیں کی تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ جمہوری طریقے سے عوام کے ووٹوں کی طاقت سے بھی وہ کبھی ایوان اقتدار کی دہلیز پر قدم رکھنے کے قابل ہوئے ہیں یا نہیں۔ اگر اس کی نوبت ہی نہیں آسکی تو یہ کس کا قصور ہے۔ مولانا نے پنجابی قومیت کو مسلم امہ کے خلاف سازش قرار دیا ہے۔ معلوم نہیں انہوں نے کس خوردبین سے پنجابی قومیت کے جرثومے کا پتہ چلایا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پنجابی اول و آخر پاکستانی ہیں اور وہ کسی غیر ملکی نظریئے اور مستعار لی ہوئی اصطلاحوں کا اسیر ہونے کے لئے تیار نہیں۔ اگر پنجابی کسی تعصب کا شکار ہوتے تو 1970ء، 1985ء اور 1988ء میں کسی سندھی وزیر اعظم کی کامیابی کی راہ ہموار نہ کرتے۔ بہتر ہے کہ مولانا نورانی اور ان کی جماعت اپنے کردار کا جائزہ لے اور کراچی اور سندھ کے علاوہ دوسرے صوبوں میں جو انتخابی نتائج سامنے آئے ہیں ان کی روشنی میں حقیقت پسندانہ پالیسیاں اختیار کر کے ان کوتاہیوں کا ازالہ کریں جن کی وجہ سے پارلیمنٹ میں ان کی نمائندگی کا گراف گزشتہ اٹھارہ سال سے مسلسل روبہ انحطاط ہے۔''(303)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند ایک مراسلے بھی نقل کر دیئے جائیں تا کہ نورانی صاحب کی پالیسیوں کے بارے میں عوام کی رائے، سوچ اور رد عمل بھی سامنے آ جائے۔ میاں محمد خالد آف کامونکی ضلع گوجرانوالہ لکھتے ہیں:

''جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا الشاہ احمد نورانی سے درخواست

ہے کہ وہ فی الفور جے یو پی کی صدارت سے مستعفی ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لیں، اور بطور صدر ورلڈ اسلامک مشن اپنے تبلیغی کام کو بیرون ملک جاری رکھیں اسی میں اہلسنت و جماعت کی بہتری ہے۔ مولانا الشاہ احمد نورانی گزشتہ اٹھارہ برس سے مسلسل جے یو پی کے صدر چلے آ رہے ہیں لیکن انہوں نے اس دوران تنظیمی کام کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور نہ ہی عوام سے رابطہ قائم کیا بلکہ اس کے برعکس وہ بیرون ملک تبلیغی دورے کرتے رہے اور انہوں نے بلا وجہ جے یو پی کے سینکڑوں مخلص ارکان کو جن میں محمد حنیف طیب، عبدالمصطفیٰ ازہری، محمد عثمان خاں نوری، حافظ محمد تقی، ظہور الحسن بھوپالی شہید، رفیق احمد باجوہ اور دیگر ارکان شامل ہیں جے یو پی سے نکال دیا اور اس طرح نورانی صاحب کی متنازعہ شخصیت کی وجہ سے جماعت اہلسنت اور انجمن طلباء اسلام دو حصوں میں تقسیم ہو گئی جس سے اہلسنت و جماعت کا شیرازہ بکھر گیا اور اس انتشار کی وجہ سے جے یو پی کو حالیہ انتخابات میں زبردست ناکامی ہوئی۔ 1970ء کے عام انتخابات میں اکیلے جے یو پی نے پیر قمر الدین سیالوی کی صدارت میں سات سیٹیں جیتیں اور اس دفعہ دو جماعتی اتحاد کے باوجود صرف تین امیدوار کامیاب ہوئے اور اگر جے یو پی کی موجودہ قیادت اور پالیسی یہی رہی تو آئندہ ایک سیٹ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ لہٰذا ہماری مولانا نورانی صاحب سے گزارش ہے کہ وہ جے یو پی کی صدارت سے استعفیٰ دے کر نوجوان قیادت حنیف طیب، عثمان خان نوری، حافظ محمد تقی وغیرہ کے ہاتھ میں دے دیں جو بطور کارکن کام کرنا جانتے ہیں اور وہ پورے ملک میں جمعیت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کریں گے۔" (304)

نورانی میاں پر عدم اعتماد

31 دسمبر 1988ء کو جمعیت علماء پاکستان کی صوبائی مجلس شوریٰ و عاملہ کا اجلاس لاہور میں ہوا۔ جس میں مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا نیازی، پیر سید برکات احمد شاہ، جنرل کے ایم اظہر،

جنرل انصاری و دیگر حضرات نے شرکت کی۔ میاں مسعود احمد سیکرٹری فنانس جے یو پی پنجاب نے جمعیت کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے "جمعیت علمائے پاکستان فارورڈ بلاک" قائم کرنے کا اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ انتخابات میں پارٹی کی شکست مولانا نورانی کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہوئی ہے اور جمعیت نے عام انتخابات میں اسلامی جمہوری اتحاد کے مقابلہ پر ہر نشست پر امیدوار کھڑے کر کے پیپلز پارٹی کو کامیاب کرایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت غیر ملکی امداد پر چل رہی ہے اور سمندر پار رہنے والے ایک شخص (سید غلام سیدین) نے جمعیت کو پیپلز پارٹی کی بی ٹیم بنا دیا ہے۔ اس نے جمعیت کو لاکھوں روپے فراہم کئے ہیں قومی اسمبلی میں پیپلز پارٹی کو ووٹ دے کر جمعیت کے عہدیداروں، ارکان کے علاوہ ان افراد سے بھی دھوکہ کیا گیا ہے جنہوں نے جمعیت کے امیدواروں کو ووٹ دیا تھا۔ اس لئے وہ جمعیت علماء پاکستان کے ان ساتھیوں سے مل کر فارورڈ بلاک قائم کر رہے ہیں۔

میاں مسعود احمد نے مزید کہا کہ "جب وزیر اعظم کو جمعیت کے ارکان قومی اسمبلی نے اعتماد کا ووٹ دیا اور مولانا نیازی نے ووٹ نہ دیا تو اس وقت ریٹائرڈ جنرل انصاری کا کہنا تھا کہ مولانا نیازی نے پیپلز پارٹی کو ووٹ نہ دے کر مرکزی عاملہ کے فیصلہ کی خلاف ورزی کی ہے۔"

مولانا نورانی نے اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر جمعیت کے دو ارکان نے قومی اسمبلی میں بائیکاٹ نہیں کیا تو یہ جمہوریت کا معمول ہے اور ایسا ہوتا رہتا ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر قومی اسمبلی میں انہوں نے وزیر اعظم کو اعتماد کا ووٹ دیا تو ایسا وفاق کی سالمیت کے پیش نظر کیا گیا۔ (305)

ناظرین! میاں مسعود احمد کا بیان آپ نے پڑھا اور پھر مولانا نورانی کے ارشادات بھی ملاحظہ فرمائے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ نورانی صاحب، جمعیت علماء پاکستان کے منشور و دستور سے انحراف اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے نعرہ سے روگردانی کر کے کن مصلحتوں کی وجہ سے پیپلز پارٹی کے حامی بن گئے ہیں:

ہیں کواکب کچھ نظر آتے کچھ

بنی افغاناں پر مظالم

15 جنوری 1989ء کو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر لاہور میں ایک پریس کانفرنس

سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے بنی افغاناں (میانوالی) پر ہونے والے مظالم سے آگاہ کیا اور کہا کہ پنجاب حکومت کی اپنے فرائض سے دانستہ عدم ادائیگی کے نتیجے میں میانوالی ضلع کے بیس ہزار سے زائد افراد در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ یہ سبھی پاکستانی تحصیل عیسیٰ خیل کے متعدد گاؤں میں بسنے والے بنی افغان قبیلے کے افراد ہیں۔ جن کے نوجوان لڑکے تاج رسول کے قاتل کو ابھی تک گرفتار نہیں کیا گیا جبکہ اس قبیلے کے 53 افراد کو میانوالی میں گرفتار کر کے جیلوں میں پابجولاں رکھا گیا ہے۔ قومی سطح کے اس مسئلے کے حل کے لئے ہائی کورٹ کے جج سے بنی افغاناں اور نواب آف کالا باغ کے لڑکوں کے مابین پائے جانے والے تنازعات کی تحقیقات کرائی جائے اور مقامی انتظامیہ سے خوفزدہ گھر بار چھوڑ کر ادھر ادھر بکھر کر در بدر زندگی گزارنے والے 20 سے زائد افراد کو باوقار اور باعزت طور پر اپنے گھروں میں واپس آنے کی فضا مہیا کی جائے۔

مولانا نیازی نے کہا کہ پنجاب کی حکومت نے ابھی تک بنی افغاناں کے نوجوان طالب علم تاج رسول کے قاتلوں کو گرفتار نہیں کیا جسے 19 راگست 1988ء کو قتل کیا گیا تھا اور پولیس میں جو ابتدائی رپورٹ درج کرائی گئی تھی اس میں ملزم کی نشاندہی بھی کی گئی تھی۔ صوبائی حکومت کے ایماء پر ضلعی انتظامیہ نے قاتلوں کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قاتلوں کو گرفتار کیا جائے ضلع اور ڈویژن کی انتظامیہ کے ذمہ دار عہدیداروں کو وہاں سے تبدیل کر کے غیر جانبدار افسروں کو تعینات کیا جائے۔ کیونکہ ان دونوں جگہ کی انتظامیہ کے ارکان بنی افغان قبیلے کے مخالف نواب کالا باغ کے لڑکوں کو حمایت کر رہے ہیں۔ (306)

''میانوالی نمبر'' کی تقریب رونمائی

3 رفروری 1989ء کو آواری ہوٹل لاہور میں ہم ''ہم سخن ساتھی'' کے زیر اہتمام پنجابی ادبی بورڈ کے میانوالی نمبر کی تقریب رونمائی ہوئی۔ اس تقریب کی صدارت معروف ادیب، صحافی اور شاعر احمد ندیم قاسمی نے کی۔ مولانا نیازی کے علاوہ ڈاکٹر شیر افگن ممبر قومی اسمبلی، اشفاق احمد، عطاء الحق قاسمی، پروفیسر ڈاکٹر اجمل نیازی نے بھی خطاب کیا۔

ڈاکٹر شیر افگن نے اپنی تقریر میں گوہر افشانی کی کہ میانوالی کا لسانی یا ثقافتی طور پر پنجاب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ علاقہ انگریزوں نے سازش کے تحت پنجاب میں شامل کیا تھا۔ اس پر پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل نیازی نے گرفت کرتے ہوئے کہا کہ اگر ڈاکٹر شیر افگن کے بقول میانوالی کو سرحد

میں شامل کیا گیا تو میں لاہور میں میانوالی کا پہلا مہاجر ہوں گا۔

مولانا نیازی نے اپنے ولولہ انگیز اور فکر خیز خطاب میں کہا کہ تمام زبانیں محبت کی زبانیں ہوتی ہیں۔ زبانوں کی بنیاد پر تعصب پھیلانا اور اختلافات پیدا کرنا نادانی ہے۔ اپنی زبان میں سوچ کا اظہار بہتر طور پر ہوتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم دوسری زبانوں کو نظر انداز کریں۔ مولانا نے کہا کہ قومی سطح پر رتبہ اس کا بڑھے گا جو لوگوں کے مسائل حل کرے گا خواہ اس کا تعلق پنجاب سے ہو، صوبہ سندھ سے، بلوچستان سے یا سرحد سے۔ انہوں نے پنجابی ادب کو میانوالی نمبر نکالنے پر مبارک باد پیش کی۔ (307)

جناح ہال لاہور میں صدیقی ویلفیئر سوسائٹی کے زیر اہتمام منعقدہ تقریب میں مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سندھ میں ایم کیو ایم کو وہاں آباد دوسرے لوگوں کو اغیار نہیں انصار خیال کرنا چاہئے۔ پاکستان کے ماحول کو پاکیزہ بنانے کی اشد ضرورت ہے، ہمیں دوسروں میں خوشیاں تقسیم کرنی چاہئیں اور فرمان رسول ﷺ کے مطابق دوسروں کے لئے بھی وہی کچھ پسند کرنا چاہئے جو وہ اپنے لئے پسند کریں۔

موجودہ حکومت کی تشکیل کے وقت کراچی اور حیدر آباد میں قتل و غارت کرنے والوں کو بھی وزیر بنایا گیا ہے، اس ضمن میں میں نے اسمبلی میں بھی آواز اٹھائی تھی۔ مولانا نے کہا کہ 1973ء کے آئین میں اسلام سے متصادم اور جمہوریت کے منافی آٹھویں ترمیم سمیت تمام ترامیم ختم کروائی جائیں گی۔ جہاں تک آٹھویں ترمیم کا تعلق ہے تو قبل ازیں صدر فوج کا کمانڈر انچیف بھی تھا مگر موجودہ صدر کے کمانڈر انچیف نہ ہونے کے باعث ترمیم کا ایک حصہ تو از خود ختم ہو جاتا ہے۔ جہاں تک دوسرے حصے کا تعلق ہے تو اس کے تحت صدر کو اسمبلی توڑنے کا اختیار حاصل ہے لیکن اس ضمن میں سپریم کورٹ نے کہہ دیا ہے کہ وہ بلا جواز اسمبلی کو نہیں توڑ سکتے۔

مولانا نے سوسائٹی کے اغراض و مقاصد کو سراہا اور کہا کہ سوسائٹی نے ''اسلامی فلاحی ریاست'' کے تصور کو چھوٹے پیمانے پر اپنے پروگرام میں سمو لیا ہے۔ مولانا نے سوسائٹی کو ایک ہزار روپے کا چندہ بھی دیا۔ مولانا کے علاوہ اس تقریب سے بیگم بشریٰ رحمٰن ایم پی اے، چوہدری اختر رسول ایم پی اے و دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔ (308)

سلمان رشدی نامی بھارتی نژاد ایک شخص نے ''شیطانی آیات'' کتاب لکھ کر حضور سید

عالم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیں۔ اس کتاب کے خلاف دنیا بھر میں احتجاج کیا گیا اور شمع رسالت کے پروانوں نے اسے قتل کرنے کا پروگرام بنایا مگر وہ شخص برطانیہ میں رہتے ہوئے اپنی حکومت کی پشت پناہی کے سبب زیرزمین چلا گیا۔ سب سے پہلے بھارتی مسلمانوں نے صرف زبردست احتجاج کیا بلکہ اس کتاب کی اسلام دشمن اور مسلم دل آزار حیثیت کی طرف بھارتی حکومت کو متوجہ کیا اور کتاب پر پابندی عائد کروائی۔

پاکستان میں یہ کتاب پہلی مرتبہ اکتوبر 1988ء میں نوٹس میں آئی تھی جس پر اس وقت کی نگران حکومت نے پابندی عائد کر دی تھی اور اپنے سفیر متعینہ لندن کو ہدایت کی تھی کہ وہ دوسرے ممالک کے سفیروں سے مل کر برطانوی وزیر داخلہ سے رابطہ کریں اور کتاب کو مارکیٹ سے واپس لینے پر زور دیں، اگرچہ اس ہدایت پر پاکستانی سفیر شہریار نے فوری اقدام کیا اور بعض برادر ممالک کے وفد کے ساتھ برطانوی وزیر داخلہ سے ملاقات کی جنہوں نے ان کے موقف کو پوری توجہ سے سنا اور ضروری کارروائی کا یقین دلایا، برطانیہ میں مقیم پاکستانی سفیر اپنے طور پر سرگرم رہے۔ البتہ پاکستان میں عام انتخابات کی مصروفیات کے باعث کوئی ٹھوس اقدام نہ کیا گیا البتہ جب فروری 1989ء کے شروع میں ''نیوزویک'' کا تازہ شمارہ پاکستان پہنچا تو 7 رفروری 1989ء کو مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے ایماء پر قومی اسمبلی میں نوابزادہ نصراللہ خاں نے اس مسئلے کو اٹھایا۔ جس پر ارکان اسمبلی نے مصنف اور ناشر کے خلاف شدید غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے حکومت پاکستان پر زور دیا کہ سفارتی ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے امریکی اور برطانوی حکومتوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ اس کتاب پر پابندی لگائیں اور ناشر جب تک اسلامیان عالم سے معافی نہیں مانگتا اس کی تمام مطبوعات کی پاکستان میں درآمد پر پابندی لگائی جائے۔

اسی روز ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' نے 12 رفروری کو دوپہر لال مسجد اسلام آباد سے امریکن سنٹر تک ایک پرامن احتجاجی جلوس نکالنے کا اعلان کیا، تا کہ امریکی قونصل کو اس ''شیطانی کتاب'' کی امریکہ میں طباعت نو رکوانے کے لئے ایک یادداشت پیش کی جائے اور وہ یہ اندازہ بھی کرلیں کہ اسلامیان پاکستان کے جذبات اس بارے میں کتنے شدید ہیں۔ بعد میں اس جلوس کی مقامی انتظامیہ سے اجازت بھی لے لی گئی تھی اور امریکی قونصل نے بھی سنٹر سے باہر آ کر یادداشت وصول کرنے سے اتفاق کرلیا تھا۔

12 رفروری کو ہزاروں عاشقان رسول ﷺ حسب پروگرام جلوس کے قائدین مولانا عبدالستار خاں نیازی، نوابزادہ نصراللہ خاں، مولانا کوثر نیازی، مولانا فضل الرحمٰن...... اور دوسرے علماء و مشائخ کی قیادت میں ''نعرہ تکبیر و رسالت'' اور ''غلامی رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے۔''، ''آر کریں گے پار کریں گے، رشدی کے ٹوٹے ہزار کریں گے۔''، ''اج تے ہو گئی نبی ﷺ نبی ﷺ''، ''مسلمان عظمت مصطفیٰ ﷺ پر کٹ مریں گے۔''...... کے نعرے لگاتے ہوئے امریکن سنٹر کی طرف رواں دواں تھے۔ ان میں ہر مکتبہ فکر، ہر عمر اور ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے جو ٹرکوں، سوزوکیوں، ویگنوں اور موٹر سائیکلوں پر سوار تھے جبکہ ہزاروں افراد پیدل چل رہے تھے۔ سینکڑوں مظاہرین کے ہاتھوں میں مختلف کتبے اور درجنوں نے سلمان رشدی کے پتلے اٹھا رکھے تھے۔ ایک پتلے کے گلے میں مرا ہوا کوا اور جوتوں کے ہار تھے، جس کے سینے پر یہ کتبہ لٹک رہا تھا کہ ''خبیث راجپال کی اولاد ملعون سلمان رشدی واجب القتل ہے۔''...... جلوس انتہائی پرامن تھا۔ لیکن جیسے ہی ہراول دستہ امریکن سنٹر سے چند سو گز پیچھے پولیس کو دھکیل کر آگے بڑھا، امریکن سنٹر جسے پولیس کی بھاری جمعیت نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا اور جس کے سامنے دور دور تک خاردار تاریں بچھی تھیں، اس کے سامنے کھڑے پولیس کے دستے نے اچانک آنسو گیس داغنا شروع کر دی اور فیڈرل پولیس کے جیالوں نے بے شمار شیل پھینکے۔ گیس آنکھوں اور گلے پر بری طرح اثر انداز ہو رہی تھی۔ مختلف سمتوں میں پولیس اور شمع رسالت کے پروانوں کے درمیان آنکھ مچولی جاری تھی۔ پولیس مظاہرین پر بار بار اور بے تحاشہ آنسو گیس پھینک رہی تھی جبکہ مظاہرین پولیس پر پتھراؤ کر رہے تھے۔ پورا علاقہ آنسو گیس کی زد میں تھا، اس کے باعث سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا کہ اچانک ہوا کا رخ بدلا اور پولیس اپنی ہی گیس اور پتھراؤ کی زد میں آ کر پسپا ہونے پر مجبور ہوگئی۔ پھر اچانک فضا خودکار ہتھیاروں سے نکلنے والی گولیوں سے گونج اٹھی کہ اتنے میں تین نوجوان امریکن سنٹر کی طرف بڑھے اور آنسو گیس اور گولیوں کی بوچھاڑ کی پرواہ کئے بغیر پانچ فٹ اونچی دیوار کو پھلانگتے آناً فاناً سنٹر کی چھت پر جا پہنچے اور امریکی پرچم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یہ نوجوان نیچے اتر رہے تھے کہ ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی، امریکن سنٹر کے قریب پہنچنے والوں میں سے کئی موقع پر ہی گر گئے۔ پورا علاقہ میدان جنگ کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ کئی عاشقان رسول ﷺ خون میں نہا گئے تھے۔ صورت حال بتدریج گھمبیر ہوگئی تھی۔ اسلام آباد اپنی تاریخ

کے ''بدترین خونی مناظر'' کا نظارہ کر رہا تھا۔ امن وسکون کا شہر خاک وخون میں نہا گیا تھا۔ امریکن سنٹر کے اردگرد پھٹے ہوئے خون آلود کپڑے اور جوتے بکھرے پڑے تھے اور جگہ جگہ سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ پولیس اور مظاہرین کے درمیان یہ تصادم اڑھائی تین گھنٹے جاری رہا جس میں پولیس نے خودکار ہتھیاروں سے بے تحاشہ گولیاں چلائیں اور آنسو گیس کے سینکڑوں گولے پھینکے۔ اس کے نتیجہ میں پانچ افراد شہید اور ایک سو سے زائد زخمی ہو گئے۔

زخمیوں میں مولانا کوثر نیازی، مولانا فضل الرحمٰن اور نوابزادہ نصر اللہ خان بھی شامل تھے۔ جبکہ مولانا عبدالستار خان نیازی بے ہوش ہو گئے تھے۔ لوگوں نے ان کو اٹھا کر حفاظتی جگہ لے جا کر رکھا اور وہ کافی دیر بعد ہوش میں آئے۔(309)

اس سانحہ سے پورے ملک میں کہرام مچ گیا۔ 13 ؍فروری کو لیاقت باغ راولپنڈی میں شہداء کی نماز جنازہ کے بعد شہریوں کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالستار خاں نیازی، سابق وزیر اعظم محمد خاں جونیجو اور مولانا کوثر نیازی نے مطالبہ کیا کہ اسلام آباد انتظامیہ کے ایڈمنسٹریٹر، آئی جی، ڈپٹی کمشنر، ایس ایس پی اور دوسرے پولیس اہل کاروں کے خلاف قتل عمد کا مقدمہ درج کر کے انہیں سزائیں دی جائیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو تحریک چلائی جائے گی۔ انہوں نے وزیر داخلہ اعتزاز احسن کے اس دعویٰ کو غلط قرار دیا کہ پولیس نے اپنے دفاع میں گولی چلائی بلکہ امریکی سنٹر کو بچانے کے لئے لوگوں کو ہلاک کیا گیا۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اپنے خطاب میں کہا کہ کسی کو امریکہ کو خوش کرنے کی خاطر عوام کی جانوں سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ اپنی باون سالہ سیاسی زندگی میں ایسا ظلم پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ جلوس پر تشدد کا کوئی جواز نہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ امریکی سنٹر کو نقصان پہنچ جاتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ اسلام کا نام لے کر اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والے کے لئے اس ملک میں کوئی جگہ نہیں۔(310)

27 ؍فروری 1989ء کو سانحہ اسلام آباد کی تحقیقات کے سلسلے میں راولپنڈی میں لاہور ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس شیخ اعجاز نثار کی عدالت میں مولانا نیازی نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں نے تحریک پاکستان سے اب تک ایسا ظلم وتشدد نہیں دیکھا جو پولیس نے 12 ؍فروری 1989ء کو اسلام آباد میں کیا۔ ہمارے کوئی سیاسی مقاصد نہیں تھے، حکومت خود بھی ہمارے مقصد کی حمایت

کر چکی تھی۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ سلمان رشدی اور اس کی کتاب کے خلاف احتجاجی مراسلہ امریکی سنٹر میں پیش کی جائے کیونکہ امریکہ میں اس شیطانی کتاب کو نو زبانوں میں شائع کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

سلمان رشدی نے برطانیہ میں کتاب تحریر کر کے ساری دنیا کے مسلمانوں کے جذبات مجروح کئے۔ اس کتاب پر بھارت نے ابتداء میں ہی پابندی لگا دی تھی حتیٰ کہ برطانیہ کے کتب فروشوں کی دکانوں سے بھی یہ کتاب اٹھا لی گئی تھی۔ چنانچہ 7 ؍فروری کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں تحریک پیش ہوئی جس میں مسلمانوں کے جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ حکومت پاکستان امریکی حکومت سے اس کتاب پر پابندی کا مطالبہ کرے کیونکہ امریکہ میں اس کتاب کے نو مختلف زبانوں میں تراجم کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ برطانوی اشاعتی ادارے ''وائیکن اینڈ پینگوئن'' سے بھی اس کتاب کی مزید اشاعت رکوائی جائے۔ حکومت امریکہ، برطانیہ اور اشاعتی اداروں کو دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کرے اور کتاب کی مزید اشاعت رکوائے۔ اس تحریک کے سارے ایوان نے حمایت کی البتہ حزب اقتدار کی طرف سے وفاقی وزیر قانون و پارلیمانی امور (سید افتخار گیلانی) نے متعلقہ حکومتوں سے سفارتی طریقہ کار کے مطابق وضاحت طلب کرنے کی مہلت مانگی۔

جب ایوان کے ارکان نے تحریک پر زور دیا اور بتایا کہ ملک بھر میں اس کتاب کی مذمت جاری ہے تو یہ تحریک یعنی قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی اور حزب اقتدار نے بھی اس کی بھرپور حمایت کی اور فوری اقدام کرنے کا مطالبہ کیا۔ لیکن اگلے روز میں نے خبر پڑھی کہ امریکہ میں تحریر و تقریر کی آزادی ہے اس لئے امریکی حکومت سے اس کتاب پر پابندی کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا البتہ امریکی عدالتوں میں مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے۔ اس خبر کی اشاعت کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' کے زیر اہتمام امریکی حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لئے احتجاجی مظاہرہ کیا جائے اور جلوس نکالا جائے کیونکہ اس مسئلہ میں حکومت کی حمایت حاصل تھی، اس لئے حکومت کے مشیر مذہبی امور مولانا سراج احمد دین پوری (دیوبندی) سے رابطہ قائم کیا گیا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ خود بھی اس مظاہرہ میں شرکت کریں گے کیونکہ مظاہرہ کے شرکاء کا مقصد پاکیزہ تھا کہ وہ ''ناموس رسالت'' کے لئے ایسا کرنے والے تھے۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ احتجاجی مراسلہ پیش

کیا جائے۔ چنانچہ اس پر جلوس نکالنے کی اجازت دے دی گئی۔ انتظامیہ اور تحریک کے درمیان معاہدہ طے پا گیا۔ جلوس کے کسی بھی قسم کے سیاسی اغراض و مقاصد نہ تھے۔

جامعہ رضویہ کے پرنسپل سید حسین الدین شاہ، مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کے خطیب پیر فیض علی فیضی (ف 1994ء) مولانا شیر عالم مجددی اور مخدوم قاضی اسرار الحق (ف 1996ء) سمیت کئی علماء اور کارکنوں نے ہم سے رابطہ قائم کیا کہ وہ ان کے ہمراہ جلوس کی قیادت کریں۔ جلوس سے قبل ''جامع مسجد قطب شہید'' میں نماز ظہر ادا کریں جس کے بعد جلوس کی صورت میں مسجد سے نکلیں گے اور ''لال مسجد'' جا کر دوسرے جلوس میں شامل ہو جائیں گے۔ میں نے نماز ظہر جامع مسجد قطب شہید میں ادا کی اور پھر دو بجے سے کچھ اوپر کا وقت ہوگا کہ وہاں سے جلوس کی صورت میں نکل پڑے تاکہ لال مسجد پہنچا جا سکے۔ راستے میں یہ بات علم میں لائی گئی کہ لال مسجد سے جلوس روانہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ ہم نے منزل کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ راستے میں مجھے کہا گیا کہ آپ یہاں رک جائیں اور اس جیپ میں سوار ہوں جس پر مولانا فضل الرحمٰن، نوابزادہ نصر اللہ خاں اور کوثر نیازی سوار ہیں لیکن میں نے یہ مشورہ مسترد کر دیا اور کہا کہ ''ناموس رسالت ﷺ'' کے سلسلہ میں پیدل چلنے پر بہت زیادہ ثواب حاصل ہوگا۔ میں اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر چلا جانا بھی مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ میں نے شرکاء جلوس کو سختی سے ہدایت کی کہ حکومت کے خلاف نعرہ بازی نہ کی جائے نہ کسی کا دل آزاری کی جائے کیونکہ حکومت نے ہمارے مقصد کی حمایت کی ہے اور ہمارے ساتھ ہے۔ البتہ رشدی اور اس کے سرپرستوں کے خلاف نعرے لگائے جائیں۔ چنانچہ جلوس کلمہ توحید اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے نعرۂ تکبیر و رسالت لگاتے آگے بڑھتا گیا۔ شرکاء جلوس ''رشدی، یہودی کتا'' کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔

بعض شرکاء نے میرے حق میں ''زندہ باد'' کے نعرے بلند کئے لیکن میں نے انہیں سختی سے منع کر دیا کیونکہ یہ جلوس ''ناموس رسالت مآب ﷺ'' کے تحفظ کے بارے میں تھا اس لئے ذاتی تشہیر نہیں ہونی چاہئے تھی۔ جلوس پرامن طور پر آگے بڑھتا گیا۔ روزنامہ ''ڈان'' کے دفتر کے قریب پہنچے تو پولیس کی بھاری جمعیت کھڑی تھی جس نے راستہ روکا۔ پولیس والے آہنی ڈھالوں سے مسلح تھے۔ میں نے شرکاء جلوس کو روک لیا اور پولیس والوں سے بات کی۔ اس دوران میں نے کہا کہ اگر سینئر حکام موجود ہوں تو ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی یہ بات چیت جاری تھی کہ

پولیس والوں نے رکاوٹ کی دائیں طرف سے مظاہرین کو گزرنے کا راستہ دے دیا۔ اس اثناء میں یک لخت پتھراؤ شروع ہوا اور آنسو گیس کے گولے بھی آنے شروع ہو گئے۔ میرے دائیں بائیں موجود رضا کاروں نے مجھے گھیرے میں لے کر پتھراؤ سے بچایا۔ میرا کزن محمد افضل خان جو لمبے قد کا ہے میرے سامنے کھڑا ہو گیا اور میرا تحفظ کیا، اگرچہ وہ خود اور چند رضا کار پتھراؤ سے زخمی ہوئے۔ آنسو گیس کا وسیع مقدار میں استعمال کیا گیا اور یہ اتنی زہریلی تھی کہ میرا دم گھٹنے لگا۔ جب میرا دم گھٹ رہا تھا تو ورکرز مجھے ''ڈان'' اخبار کے برآمدہ میں لے گئے اور غسل خانہ سے رومال بھگو کر لائے تاکہ میں آنکھوں کو صاف کر سکوں۔ قریباً آدھ گھنٹہ بعد میری طبیعت بحال ہوئی تو اس وقت بھی پتھراؤ اور آنسو گیس کے گولے پھینکے جانے کا عمل جاری تھا۔ اس دوران جب ''ڈان اخبار'' کے دفتر پر پولیس پتھراؤ کر رہی تھی تو کارکن مجھے چوتھی منزل پر اس اخبار کے ریکارڈ روم میں لے گئے۔ وہاں مجھے گولیاں چلنے کی آواز آئی اور کارکنوں نے تصدیق کی کہ باہر فائرنگ اور پتھراؤ جاری ہے جبکہ نوجوانوں کا ایک مجمع بھی مغربی حصہ میں جمع ہے۔ قومی اسمبلی کے اجلاس میں جانا چاہتا تھا، لیکن جب نیچے اترنا شروع کیا تو پولیس کا ''ڈان'' کے دفتر پر پتھراؤ ابھی جاری تھا۔ ساڑھے پانچ بجے کچھ خاموشی ہوئی تو میں نے اسمبلی ہال جانے کے لئے ٹیلی فون کر کے اپنی کار منگوائی۔ میں نے اپنی 52 سالہ سیاسی زندگی میں ایسا ظلم و تشدد اور طاقت کے ناجائز استعمال کا عمل نہیں دیکھا۔

1941ء میں ''وائسرائے نیشنل ڈیفنس کونسل'' میں جب سر سکندر حیات شامل ہوئے تھے تو طلباء نے ان کے خلاف تحریک میں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ ہم نے سر سکندر حیات کے خلاف جلوس بھی نکالے اور جنازے بھی لیکن غیر ملکی تسلط کے باوجود پولیس نے طاقت کا اتنا ظالمانہ استعمال نہیں کیا تھا۔ 1947ء میں خضر حیات کے خلاف ''سول نافرمانی کی تحریک'' 1953ء میں ''تحفظ ختم نبوت کی تحریک'' اور 1977ء میں انتخابی دھاندلیوں کے خلاف تحریک میں بھی ایسا تشدد روا نہیں رکھا گیا۔ 1977ء کی تحریک اگرچہ حکومت کے خلاف تحریک تھی لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ موجودہ حکومت کے دور میں یہ ظلم کیوں کیا گیا کہ جب حکومت خود بھی ہمارے مقصد کا ساتھ دے رہی تھی۔

ہمارا اس مظاہرہ میں کوئی سیاسی مفاد نہ تھا۔ گزشتہ گیارہ سالہ دور میں بحالی جمہوریت کے

لئے میں نے ایم آر ڈی (تحریک بحالی جمہوریت) سے مل کر کئی جلسوں سے خطاب کیا۔ اس دوران نوابزادہ نصر اللہ خاں اور مولانا فضل الرحمٰن بھی میرے ہمراہ موجود تھے لیکن ایسا تشدد دیکھنے میں نہیں آیا حالانکہ مجھے مارچ 1977ء میں گرفتار کیا گیا اور 14/جولائی 1977ء کو ہائی کورٹ کے حکم پر رہا کیا گیا لیکن مارشل لاء حکومت کے حکم پر مجھے دوبارہ چند دنوں کے بعد گرفتار کرلیا گیا۔ موجودہ قومی اسمبلی کا ریکارڈ ملاحظہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ موجودہ حکومت کے خلاف ہمارے مقاصد نہیں ہیں۔

اسی روز راولپنڈی میں ہی ''متحدہ علماء کنونشن'' کا انعقاد ہوا۔ اہل سنت کی نمائندگی مولانا نیازی نے کی۔ آپ کے ساتھ صاحبزادہ فضل کریم، حافظ محمد تقی، مفتی ظفر علی نعمانی، مفتی محمد حسین نعیمی، خواجہ حمید الدین سیالوی، قاضی اسرار الحق، مولانا سلیم اللہ خان، مولانا غلام دستگیر افغانی کراچی، مولانا فضل سبحان (سرحد) مولانا عبدالکریم بلوچ (کوئٹہ) ودیگر بہت سے علماء تھے جب مولانا نیازی کنونشن میں جلوہ افروز ہوئے تو ان کا پرجوش نعروں سے استقبال کیا گیا۔ اس موقع پر مولانا سمیع الحق دیوبندی نے خیر مقدمی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ یہ دین کا مسئلہ ہے قیادت کا نہیں ہم مولانا نیازی کی قیادت میں کام کرنے کو تیار ہیں۔ مولانا نیازی نے جواباً فرمایا کہ دین کی خدمت کے لئے ہم سب مل کر کام کریں گے۔

کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عورت کو ملک وملت کے انتظامات، جہاد کی تیاری اور خارجہ پالیسی کی استواری سے مستثنیٰ رکھا ہے۔ اب تک کے تجربے نے ثابت کردیا ہے کہ عورت سربراہ کے طور پر ناکام رہی ہے۔ موجودہ آئین میں عورت کے سربراہ مملکت وحکومت بننے پر پابندی نہیں اس لئے یہ آئینی مسئلہ آئینی طریقے سے حل کیا جائے۔ اس مسئلہ کے لئے آئین میں ترمیم کی جائے اور نئے انتخابات کا مطالبہ کیا جائے۔ صرف عورت کی قیادت کا مسئلہ ہی نہیں بلکہ ملک کو نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لئے ماحول فراہم کرنے والے نمائندے منتخب ہوکر آنے چاہئیں۔ (311)

12/مارچ 1989ء کو لاہور میں ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' کے زیراہتمام ایک سیمینار ''شیطان رشدی کی حمایت میں عالم کفر کا اتحاد اور عالم اتحاد کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر منعقد ہوا جس کی صدارت نوابزادہ نصر اللہ خاں نے کی جبکہ مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی ودیگر مقررین

نے خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے اپنے خطاب پر انوار میں کہا کہ ہمارا حکمران طبقہ سلمان رشدی کے مسئلہ کو سیاسی مسئلہ سمجھتا ہے جبکہ یہ کوئی سیاسی بات نہیں ہے۔ سیاسی طور پر جو حکومت آج پاکستان میں موجود ہے قیام پاکستان کی جدوجہد میں اس کے اکابرین کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ حکومت کو گمان ہے کہ ہم جلوس نکال کر اس کی حکومت کو چھیننا چاہتے تھے۔ حالانکہ حکومت تو یہ بے گناہوں پر گولیاں برسا کر خود ختم کر رہے ہیں۔

سلمان رشدی کے مسئلہ پر حضرت نبی کریم ﷺ کی امت اپنے اختلافات ختم کرکے متحد ہوگئی ہے اور حضور ﷺ کی محبت اور اطاعت نے ہمیں یکجا کردیا ہے۔ (312)

شیر افگن کی وزارت

22/مارچ 1989ء کو وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے وفاقی کابینہ میں توسیع کی تو جمعیت علماء پاکستان کے ممبر قومی اسمبلی ڈاکٹر شیر افگن جو میانوالی سے مولانا نیازی کی حمایت سے کامیاب ہوئے تھے، نے مولانا نورانی کی آشیرباد سے ''وزیر مملکت برائے پارلیمانی امور'' کا حلف اٹھا لیا۔ جبکہ اس سے قبل ڈاکٹر صاحب اور جنرل انصاری 12/دسمبر 1988ء کو بے نظیر کو اعتماد کا ووٹ دے چکے تھے اور مولانا نورانی نے اسے وفاق کی سلامتی کی خاطر جائز قرار دیا تھا۔ اب اس اقدام سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مولانا نورانی در پردہ پیپلز پارٹی سے ساز باز کرکے جمعیت علماء پاکستان کا سودا کرچکے ہیں۔ (313)

ایوان وقت میں جلسہ

23/مارچ 1989ء کو لاہور میں ''ایوان وقت'' کے زیراہتمام ایک فکر انگیز نشست بعنوان ''قیام پاکستان کے مقاصد کیوں حاصل نہیں ہوسکے'' انعقاد پذیر ہوئی۔ مولانا نیازی نے اظہار خیال فرماتے ہوئے کہا کہ ہم ''ادارہ نوائے وقت'' کے بے حد مشکور ہیں کہ انہوں نے اس اہم موضوع پر دعوت دے کر اہل علم ودانش کو یہاں اکٹھا کیا ہے۔ یہ موضوع اتنا اہم ہے کہ اس پر ایک نشست میں سیر حاصل بات نہیں ہوسکتی۔ تاہم میری کوشش ہوگی کہ اس کے اسباب بتا سکوں۔

اصل بات یہ ہے کہ امت مسلمہ اس برصغیر میں ساڑھے گیارہ سو سال حکمران رہی ہے۔ اس

عرصہ میں اس کا اپنا تشخص تھا، اپنا قانون اور اقدار حیات تھیں۔ اسی لئے قائداعظم نے 1945ء میں جب گاندھی سے خط و کتابت کی تو ان تمام پہلوؤں کو واضح کیا اور کہا کہ ہمارا دین، مذہب، اعتقادات، اقدار حیات، رہنے سہنے کا ڈھنگ اور زندگی کے مقاصد غیر مسلموں سے جدا ہیں۔ جب تک ایک اور علیحدہ ملک میں مسلمانوں کی ایک جدا خود مختار حکومت قائم نہیں ہو جاتی۔ یہ مقاصد پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتے۔ حیدرآباد میں ایک امریکی جرنلسٹ کو بھی انٹرویو دیتے ہوئے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ان ہی باتوں کا اعادہ کیا اور جب 1948ء میں کراچی بار سے خطاب کیا تو انہوں نے ملک میں قانون کے بارے میں کہا کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے جو قانون پیش کیا تھا اسی کو اپنا کر ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔ پھر سٹیٹ بنک کے افتتاح کے موقعہ پر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ملکی معیشت کے بارے میں وضاحت کی۔

خرابی اس وقت پیدا ہوئی جب قیام پاکستان کے بعد تحریک پاکستان کے آئندہ مقاصد کی وضاحت نہیں ہوئی، اگرچہ قرارداد پاکستان میں اشارے موجود ہیں۔ مسلم لیگ نے قیام پاکستان کے وقت جو اپنا منشور پیش کیا تھا۔ اس کی وجہ سے مسلم لیگ کو زندہ کرنے کے ساتھ ساتھ جب تک اس کے سامنے چمکتا ہوا ''لائحہ عمل'' اور پروگرام نہ دیا جاتا محض کسی نعرے یا نام پر تبدیلی نہیں آسکتی۔

ہمارے ہاں کسی نے کسی کی موت کو بیچا ہے اور کسی نے نعرے کو بیچا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنا مقصد اس لئے حاصل نہیں کر سکے کہ ہماری منزل واضح نہ تھی۔ میں نے اس وقت مسلم لیگ کے اندر ''خلافت کا نظام'' قائم کرنے کے لئے کہا تھا لیکن مسلم لیگ نے اس پر عمل نہیں کیا۔

نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف 1969ء) اور میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (ف 1995ء) کی جنگ کا مرکز پر بھی اثر پڑا کیونکہ وہ جنگ کسی نظریئے، اصول یا اعتقاد کے خلاف نہ تھی کہ وہ صرف اقتدار کی جنگ تھی۔ نورالامین (ف 1974ء) نے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ (ف 1948ء) کا خط پڑھا جس میں انہوں نے غریبوں کی ضروریات پورا کرنے کے بارے میں لکھا تھا کہ اقتصادی مسئلہ کتنا اہم ہے۔

جنرل ایوب خاں (ف 1974ء) نے جس طرح اپنے اقتدار کو طول دیا۔ پھر یحییٰ خاں (ف 1980ء) آئے انہوں نے جس طرح ''پیٹریٹ'' کو توڑا وہ آپ کے سامنے ہے۔

اس وقت تاریخ کو جس طرح مسخ کیا جا رہا ہے وہ قابل افسوس ہے۔ موجودہ ''پریس'' کسی

خاص پارٹی، نظریئے یا جماعت کا وکیل نہیں ہے بلکہ وہ اپنے اخبار کو سرخی پاؤڈر لگا کر زیادہ بیچنے کی فکر میں رہتا ہے۔ تحریک پاکستان میں جو بڑھ چڑھ کر سرگرم رہا آج وہ دفاع کی پالیسی اپنائے ہوئے ہے۔ جبکہ دوسری طرف ابلاغ عامہ کے ذرائع برسراقتدار پارٹی اپنے لئے استعمال کر رہی ہے۔ ریڈیو پر پی ایس ایف (پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن) کے ایک لڑکے کے قتل ہونے پر خاصا لمبا پروپیگنڈہ کیا گیا جبکہ ایم ایس ایف (مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن) کے طالب علم کے قتل پر کچھ نہیں کہا گیا۔ اس وقت ریڈیو اور ٹی وی قوم کو گمراہ کر رہے ہیں، آج ریڈیو اور ٹی وی کا ڈائریکٹر کہتا ہے کہ ہم اقلیتی طبقے کو نظرانداز نہیں کر سکتے اور وہ بھانڈوں اور نقالوں کو آگے لا رہے ہیں۔ اس طرح وہ اس گندگی کو سارے ملک میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ میوزک 89ء پر جب واویلا ہوا تو ملک کی وزیراعظم کو بھی کہنا پڑا کہ یہ صرف ایک فیصد کو خوش کرنے کے لئے پیش کیا گیا لیکن ڈائریکٹر موصوف کا بیان تھا کہ ایسے پروگرام جاری رہیں گے۔

قومی اسمبلی میں ایک صاحب نے خارجہ پالیسی کے بارے میں اپنی تقریر میں کہا کہ ''کیا پڑی ہے ہمیں کشمیر کے لئے لڑنے کی، کشمیری جانے اور کشمیر'' مجھ سے اس موقعہ پر ضبط نہ ہو سکا، میں نے کہا کہ پھر محلے کے میراثی بن جاؤ اور گھر گھر ڈھنڈورا پیٹو۔ ایسے لوگ بھی ہمارے پاکستان میں موجود ہیں آج جو لوگ صوبائیت اور علاقائیت کی بات کرتے ہیں انہیں جس طرح نائیجیریا کے اندر بیافرا کو الگ کیا گیا، اسی طرح یہاں ہمیں مقامی لوگوں کو تیار کر کے ان کا قلع قمع کرنا چاہیئے۔

آج ہر سیاسی جماعت کی ایک بغل بچہ تنظیم ہے، جبکہ ہمارے وقت میں صرف ایک طلبہ تنظیم ہوتی تھی۔ بھٹو کی یادگار تعمیر کرنے کے بارے میں کہا جا رہا ہے تو ماضی کے گڑھے دوبارہ نہ اکھاڑو۔ اس طرح تمہیں خواجہ رفیق شہید (ف 1972ء) کے علاوہ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے قربانیاں دینے والے دیگر شہداء کی یادگاریں بھی تعمیر کرنا پڑیں گی۔ قاتل و مقتول دونوں شہید کس طرح ہو سکتے ہیں۔

میں نے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ اڑھائی گھنٹے گزارے۔ میں نے ان سے نظام حکومت دینے کے لئے کہا جس کے جواب میں انہوں نے کہا ابھی نہیں، میں وہ خوش قسمت انسان ہوں جس کے پاس قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا ایک نہیں بلکہ 17 خطوط موجود ہیں۔ جس میں انہوں نے مقاصد پاکستان کے بارے تفصیل سے بات کی ہے۔ میں نے 1936ء سے علامہ اقبال

رحمتہ اللہ علیہ کے مشورے پر تحریک پاکستان کے لئے جدوجہد شروع کی تھی اور وہ آج بھی جاری ہے۔اس نصب العین کے لئے کبھی کسی سے سودے بازی نہیں کی ہے۔

آج پھر ملک میں اقتدار کی جنگ جاری ہے۔جن بتوں کو ہم نے توڑا تھا وہ پھر سر اٹھا رہے ہیں۔آج ارکان اسمبلی کی جس طرح بکر منڈی لگی ہوئی ہے ذرا بھی کسی میں صبر و تحمل نہیں۔حکومت مذاق نہیں ہے جہاں اس میں آسائشیں ہیں وہاں دوسری طرف سختیاں بھی برداشت کرنا پڑی ہیں۔

جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

افغانستان کی آزادی کے لئے 15 لاکھ افغانیوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ جسے مرنا نہیں آتا، اسے جینا نہیں آیا۔

آج مرکز اور صوبے میں ایک کشمکش جاری ہے۔صوبہ ایک ایجنسی ہے جبکہ مرکز کی حیثیت قلب کی سی ہے۔اگر قلب خون نہ دے تو اس کے اشارے پر دیگر اعضاء کام نہ کریں۔آج سیاسی ارتداد جنم لے رہا ہے۔ان میں بعض ایسے مسلمان ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اسلام اس زمانے میں ناقابل عمل ہے اور بعض کا خیال ہے کہ سارا مذہب ہی ڈھکوسلہ ہے۔جو یا تو اقتصادی حالات کا نتیجہ ہوتا ہے یا دبی ہوئی جنسی خواہشات کا ردعمل۔کوئی اسلام کے معاشی نظام کو فرسودہ و بیکار سمجھتا ہے تو کوئی جنسی تعلقات پر اسلام کی عائد کردہ پابندیوں کو فطری حیاتیاتی عمل کی ایک ناواجب، مضر صحت اور خارج از وقت رکاوٹ سمجھ کر اس کا استحقاق کرتا ہے۔کوئی اسلامی عبادات کو بے معنی سمجھتا ہے، کوئی زکوٰۃ کو موقوف کرنا چاہتا ہے کوئی حج کو، کوئی قربانی کو، کوئی نماز و روزہ کو اور ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو اسلام ہی کے نام پر اسلام کی اساسیات کا انکار کرتے ہیں اور وہ اپنے غیر اسلامی تصورات کو اسلام کا نام دیتے ہیں۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ گویا اسلام اپنے دیس میں پردیسی ہے۔

میری بات کا لب لباب یہ ہے کہ ہمیں ایک نظریئے پر متفق ہونا چاہئے۔ایک فکر اور نظام ہونا ضروری ہے اور ہمارے اندر اخلاص ہونا چاہئے۔ہمیں قوم کی صحیح رہنمائی کرنی چاہئے کیونکہ جب قوم ایک نظریہ لے کر اٹھے گی تو اللہ تعالیٰ بھی ہماری مدد کرے گا اور ہم قیام پاکستان کے مقاصد کو بھی پالیں گے۔(314)

مدرسہ انوار العلوم کا جلسہ

24/ مارچ 1989ء کو مدرسہ انوار العلوم ملتان کے 47ویں سالانہ جلسہ دستار فضیلت کے دوسرے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ اسلام عورت کی حکمرانی کی اجازت نہیں دیتا، اسلامی نقطہ نظر سے کسی طور پر بھی عورت کی حکمرانی کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔(315)

علماء کی غلط سیاسی سوچ

26/ مارچ 1989ء کو پاکستان کے مایہ ناز مفکر، مصنف اور کالم نگار میاں عبدالرشید (ف 1991ء) کا ایک مضمون نوائے وقت میں شائع ہوا جس کا عنوان تھا ''علمائے عصر حاضر'' میاں صاحب نے علماء کی غلط سیاسی سوچ پر کڑی تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ:

> ''لیکن حیرت ہے ان علماء پر جو اسلام کو نجی معاملہ کہنے والوں یعنی سیکولر ازم کے علمبرداروں سے پینگیں بڑھاتے یا سیاسی اتحاد قائم کرتے ہیں۔
>
> ایک مولانا (مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی مکتبہ فکر کے عالم دین) ایم آر ڈی میں پیپلز پارٹی کے حلیف رہ چکے ہیں۔دوسرے نورانی چہرہ (مولانا شاہ احمد نورانی) نے ایک طرف سیکولر ازم کے حامی اصغر خاں سے سیاسی اتحاد قائم کیا۔دوسری طرف، انہوں نے انتخابات کے دوران بالواسطہ پیپلز پارٹی کی حمایت کی اور اتحاد (اسلامی جمہوری اتحاد) کی بہت سی نشستوں سے اس پارٹی کے امیدواروں کو کامیاب کرایا۔''(316)

میاں عبدالرشید نے مولانا نورانی کی درپردہ پیپلز پارٹی کی حمایت کی قلعی کھول کر مولانا نیازی کے موقف کی تائید کر دی۔مولانا نیازی سیکولر ازم کی حامی جماعتوں سے اتحاد کے خلاف تھے اور پھر انتخابات میں ہر نشست پر امیدوار کھڑا کرنے کے حق میں نہیں تھے تاکہ پیپلز پارٹی فائدہ نہ اٹھا سکے مگر افسوس کہ مولانا نورانیؒ نے سینہ زوری کر کے نہ صرف اسلامی اتحاد بلکہ جمعیت علماء پاکستان کو بھی زبردست نقصان پہنچایا۔

اراکین اسمبلی کا اغواء

26/ مارچ کو ہی اسلام آباد میں مولانا نیازی نے کہا کہ قومی اسمبلی میں اراکین کو اغواء کرنے

کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے اور اس کی تازہ مثال ڈاکٹر شیر افگن ہیں، جن کو وزارت دے کر ہم سے الگ کیا گیا ہے اور یہ سراسر غیر جمہوری اقدام ہے۔(317)

مولانا نیازی کے اس بیان پر اگلے روز ''نوائے وقت'' نے ایک جامع اداریہ لکھا جو درج ذیل ہے:

''وزارت کے لئے پارٹی چھوڑنے کا رجحان''

''جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خاں نیازی نے کہا ہے کہ ڈاکٹر شیر افگن کو جمعیت علماء پاکستان سے الگ کرنے کے لئے وزارت دی گئی جو ایک ''غیر جمہوری اقدام'' ہے۔ عام انتخابات کے بعد وزیراعظم کو اعتماد کا ووٹ دینے سے لے کر سپیکر اور خواتین کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کے امیدواروں کی حمایت تک کے معاملات میں جمعیت علماء پاکستان نے جو پالیسی اختیار کی اور بلوچستان اسمبلی کی برطرفی کے مسئلہ پر ڈاکٹر شیر افگن نے پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی کر کے جس طرز فکر و عمل کا مظاہرہ کیا اس کے بعد ان کی وزارت میں شمولیت پر کسی کو تعجب تو نہیں ہونا چاہئے لیکن مولانا نیازی کی یہ بات صحیح ہے کہ یہ غیر جمہوری طریقہ ہے۔ پیپلز پارٹی نے حکومت میں آنے کے بعد اپنے ہارے ہوئے کارکنوں اور معاونین کو جس انداز میں نوازا ہے اور بعض صورتوں میں انہیں منتخب ارکان پر بھی ترجیح دے کر جو تاثر پیدا کیا ہے اس کے بارے میں تو ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے لیکن جیتنے والے ارکان کو دوسری جماعتوں سے توڑ کر وزارتیں دینا ہرگز جمہوریت کی خدمت نہیں۔ جمہوریت کے کسی بھی معیار کے مطابق اس ''سیاسی ارتداد'' کا کوئی جواز نہیں۔ جو ارکان اپنی پارٹیاں چھوڑ کر حکمران جماعت میں شامل ہوتے ہیں وہ تو بے اصول ہیں ہی لیکن جو پارٹی انہیں نہ صرف قبول کرتی ہے بلکہ وزارتیں بھی پیش کرتی ہے اسے بھی اصول پسندی کا دعویٰ زیب نہیں دیتا۔ پیپلز پارٹی نے پہلے دور میں بھی یہی کیا تھا اور اب بھی اسی طرز عمل کا اعادہ کیا جا رہا

ہے۔ وزیراعظم تو حسن اتفاق سے امریکہ اور برطانیہ کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں پڑھتی رہی ہیں وہ اس چیز سے بے خبر نہیں ہو سکتیں کہ ان ممالک میں سیاسی وفاداری تبدیل کرنا کس قدر معیوب بات ہے۔ اس سے زیادہ بری حرکت ہی نہیں ہو سکتی کہ کوئی رکن جس جماعت کے ٹکٹ پر منتخب ہوا ہو، اسے چھوڑ کر محض وقتی مفاد کے لئے حکمران پارٹی میں چلا جائے۔ ایک بھارتی اخبار کی اطلاع کے مطابق امریکی سفیر، پیپلز پارٹی اور اسلامی جمہوری اتحاد میں صلح کرانے کے لئے کوشاں ہے۔ اس معزز شخصیت کو چاہئے کہ وہ فریقین کو یہ باور کرانے کی کوشش بھی کریں کہ ارکان اسمبلی کی سیاسی وفاداریاں خریدنا کس قدر معیوب بات ہے۔ ڈاکٹر شیر افگن کے علاوہ ایسے تمام ارکان اسمبلی کا جو اپنی جماعتیں چھوڑ چکے ہیں یا چھوڑنا چاہتے ہیں، فرض ہے کہ وہ اب رکنیت ترک کر کے نئے سرے سے الیکشن لڑیں تا کہ عوام ان کے اس اقدام کی توثیق یا مخالفت کر کے از سرِ نو اپنا مینڈیٹ دے سکیں۔ یہی جمہوری طریق کار ہے۔''(318)

27/ مارچ 1989ء کو مولانا نیازی کی قیادت میں ''تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ'' کے ایک وفد نے سہ پہر کو اسلام آباد ایئرپورٹ پر برطانوی وزیر خارجہ جیفری ہاؤ سے ملاقات کر کے سلمان رشدی کی شیطانی کتاب کے خلاف یادداشت پیش کی۔ اس نے وفد کے احتجاجی مراسلے پر سنجیدگی سے غور کرنے اور مسلمانان پاکستان کے جذبات برطانوی حکومت تک پہنچانے کا وعدہ کیا۔(319)

2/ اپریل 1989ء کو لاہور میں مولانا نیازی نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے ''وفاقی وزیر مملکت برائے پارلیمانی امور'' ڈاکٹر شیر افگن کے خلاف الیکشن کمیشن میں ریفرنس دائر کیا جائے گا جس میں ان کی قومی اسمبلی کی رکنیت ختم کرنے کی استدعا کی جائے گی کیونکہ ڈاکٹر شیر افگن نے اپنی پارٹی کے فیصلے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کی حکومت میں شمولیت اختیار کی ہے۔ قانونی مشیروں سے صلاح مشورہ کیا جا رہا ہے۔ اگر ڈاکٹر شیر افگن نے کابینہ میں شامل ہونا تھا تو ان کو چاہئے تھا کہ وہ قومی اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے کر دوبارہ انتخاب لڑتے۔

انہوں نے جو کچھ کیا ہے سراسر جمہوریت کے اصولوں کے خلاف ہے۔ برسر اقتدار جماعت نے انہیں وزارت کی رشوت دے کر اغواء کیا ہے یہ بری بات ہے اور یہ روش اچھی نہیں ہے یہ چھینا چھپٹی کی سیاست ہے، اسے شرافت کی سیاست نہیں کہا جاسکتا۔(320)

10 / اپریل 1989ء کو مولانا نیازی نے ڈاکٹر شیر افگن کو تحریری نوٹس ارسال کر دیا جس میں کہا گیا تھا کہ وہ فوری طور پر وفاقی وزارت کے عہدہ سے علیحدہ ہو جائیں ورنہ ان کے خلاف اسمبلی کی رکنیت ختم کرنے کے لئے الیکشن کمیشن میں ریفرنس دائر کیا جائے گا۔ وہ پندرہ دن کے اندر اندر جماعت کی رکنیت اور وفاقی وزارت میں سے کسی ایک کا فیصلہ کر لیں۔ پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی وفاقی کابینہ میں شمولیت کے بعد ان کی قومی اسمبلی کی رکنیت ختم ہوگئی ہے۔ اب ان پر الزام ہے کہ وہ اسمبلی کی رکنیت سے الگ ہو کر دوبارہ انتخابات میں حصہ لیں۔(321)

یوم اقبال

21 / اپریل 1989ء کو مرکزیہ مجلس اقبال لاہور کے زیر اہتمام الحمراء سنٹر میں ''یوم اقبالؒ'' کی ایک شاندار تقریب سپیکر قومی اسمبلی ملک معراج خالد کی صدارت میں منعقد ہوئی جس سے مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی، ڈاکٹر جاوید اقبال، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، پروفیسر پریشان خٹک اور ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ نے خطاب کیا جبکہ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس اے ایس سلام مہمان خصوصی تھے۔

مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت علامہ اقبالؒ نے امت مسلمہ کے اتحاد کے لئے واضح نصب العین دیا تھا۔ فکر اقبال کے باعث برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے نصب العین کا تعین کر لیا اور پھر علماء اور مشائخ بھی تحریک پاکستان کے قافلے میں شامل ہوگئے۔ بنارس میں سنی کانفرنس کے موقع پر اعلان کیا گیا کہ خدانخواستہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ اگر مطالبہ پاکستان سے ہٹ گئے تو علماء اور مشائخ پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

اس وقت علاقائی، نسلی اور لسانی نفرتوں نے ہر طرف مایوسی پھیلا دی ہے۔ جب خودی قانون کی پابند ہو تو وہ مومن ہے ورنہ وہ کافر اور منکر بن جاتی ہے۔ مرکز اور صوبہ یا جماعت کے اندر تنازعہ ہو تو اس کے لئے شریعت کو حاکم بنایا جائے۔ ہم نے تو پاکستان بنانے اور اس کے استحکام کے لئے جوانی صرف کر دی مگر آج تعصبات جاہلیہ سے ملک وملت کو پرزے پرزے کرنے کی

سازشیں ہو رہی ہیں۔ آج کراچی اور حیدرآباد میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں مرکز اور صوبہ میں محاذ آرائی ختم ہونی چاہئے اور ہمیں اس ملک سے تعصبات کے خاتمے کے لئے فکر اقبال سے رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔ فکر اقبال کو عام کرنے سے ملک میں امن وامان قائم ہو جائے گا۔

پاکستان کے ممتاز دانشور، مفکر، صحافی اور بزرگ رہنما میاں محمد شفیع المعروف م ش نے ''یوم اقبالؒ'' کے موقعہ پر کی گئی تقریر پر یوں تبصرہ کیا:

> ''جناب مولانا عبدالستار خاں نیازی کی تقریر کا ایک ایک لفظ ان کی اپنی عملی زندگی کی صداقت کا آئینہ دار تھا۔ انہوں نے ہماری آنکھوں کے سامنے اپنی ساری زندگی اور اپنی جوانی ایک بکھری ہوئی اور بٹی ہوئی قوم کو ایک مرکز پر لانے میں محاذ جنگ پر جھونک دی تھی انہوں نے 1935ء میں جو عہد کیا تھا تختہ دار پر لٹکائے جانے کے مارشل لاء کی عدالت کے ''فیصلے'' کے باوجود عزم وہمت سے آج تک نبھایا ہے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں افسوس کے لہجے میں کہا کہ وہ قوم جسے ہم نے بے شمار باہمی اختلافات کے باوجود توحید اور رسالت کے عقیدے کی بناء پر ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا تھا وہ قوم آج ایک بار پھر لسانی، علاقائی، فرقہ وارانہ اور نسلی اختلافات کا شکار ہو کر درہم برہم ہونے کے مقام پر آ کھڑی ہوئی ہے۔ انہوں نے اقبالؒ کے حوالے سے شعوب وقبائل کی زنجیروں کو توڑ کر قوم کو توحید ورسالت کی بناء پر متفق ومتحد ہونے کی دعوت دی۔''

نامور کالم نگار عطاء الحق قاسمی نے اپنے کالم ''روزن دیوار میں'' مولانا نیازی کی اس تقریر کو ''مدبرانہ خطاب'' قرار دیا۔(322)

11 / مئی 1989ء کو داؤدخیل ضلع میانوالی میں جمعیت علماء پاکستان کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ ڈاکٹر شیر افگن کے خلاف ریفرنس پیش کرنے کا فیصلہ لاہور میں 14 مئی کو منعقد ہونے والے جمعیت کے اجلاس میں کیا جائے گا۔ جمعیت علماء پاکستان ضلع میانوالی کی طرف سے ڈاکٹر شیر افگن کے تمام سیاسی پروگراموں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے گا اور اگر

جمعیت کے کسی ورکر نے ان کے کسی اجتماع میں حصہ لیا تو اسے بھی جمعیت سے فارغ کر دیا جائے گا۔ ڈاکٹر شیر افگن نے آدھی وزارت اور اپنے لڑکے کو سرکاری خرچ پر بیرون ملک اعلیٰ تعلیم دلوانے کی خاطر بھیج کر اپنا ایمان اور نظریہ بیچ دیا ہے۔(323)

مولانا نیازی نے اسمبلی کے اندر اور باہر پیپلز پارٹی کی حکومت کی غلط پالیسیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تو حکومت بوکھلا اٹھی اور مولانا کے حلقہ انتخاب میں ان کی جانب سے بجلی کی فراہمی، واٹر سپلائی اور ٹیلی فون کی تنصیب کے جو ترقیاتی کام ہو رہے تھے انہیں ایک خفیہ حکم کے تحت روک دیا گیا۔(324)

حکومت پر تنقید

11 رجون 1989ء کو قومی اسمبلی کے بجٹ اجلاس میں حصہ لیتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ موجودہ حکومت گزشتہ گیارہ سال پر الزام تراشی ترک کر کے اپنی کارکردگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ گزشتہ گیارہ سالہ جدوجہد کا کریڈٹ حکمران جماعت اکیلی نہیں لے سکتی، اس میں دیگر بزرگ رہنما بھی شامل تھے۔

مولانا نیازی نے بجٹ میں سرمایہ داروں پر ٹیکس لگانے کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ غریب آدمی کو ٹیکس کے بوجھ سے محفوظ رکھا جائے اور قوم کو قومی خزانہ کی ایک ایک پائی کا حساب دیا جائے وزراء پر خرچ ہونے والی رقوم میں کمی کی جائے۔ اگر ان کی کارکردگی درست نہیں تو نکال باہر کیا جائے۔ وزیراعظم سادگی اختیار کریں اور ہر روز رہائش تبدیل نہ کریں قومی خزانہ اللوں تللوں میں نہ اڑایا جائے۔

مولانا نے وزیراعظم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو معمولی اکثریت حاصل ہے۔ آپ کے دور میں پولیس بلا جواز شہریوں کو تھانے میں بلا کر تشدد روا رکھتی ہے حتیٰ کہ انسانوں کی خرید و فروخت میں بھی پولیس کے اہلکار شامل ہیں۔ بنگلہ دیشی لڑکیوں کی فروخت میں دو سب انسپکٹر تین کانسٹیبل اور ایک ڈی ایس پی ملوث پایا گیا ہے۔

مولانا نیازی کے اس مجاہدانہ خطاب کے بارے میں ''نوائے وقت'' کے رپورٹر ظفر ملک نے ''قومی اسمبلی جھلکیاں'' کے زیر عنوان یوں تبصرہ کیا:

''مولانا نیازی کی تقریر خاصی دلچسپ رہی۔ انہوں نے کہا کہ جو اٹھتا ہے وہ گیارہ سالہ دور کی

بات کرتا ہے کیا یہ سیاسی مناظرہ ہے۔

یہ بات مورخ پر چھوڑ دو کہ قاتل شہید ہے یا مقتول شہید ہے۔ بھٹو شہید ہے یا خواجہ رفیق شہید ہے۔

انہوں نے کہا کہ امریکہ کی جمہوریت لبنان میں گندی ہو رہی ہے اور روس کی جمہوریت افغانستان میں گندی ہو رہی ہے۔ ہمارے ہاں یہ کیا جمہوریت ہے کہ نائب قاصد کی نوکری کے لئے وزیر کی سفارش درکار ہے۔

بیگم نسرین راؤ رشید (پوائنٹ آف آرڈر پر) نواز شریف چپڑاسی کا تبادلہ بھی خود کرتا ہے۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی............

احمد سعید اعوان: یہ غیر پارلیمانی الفاظ ہیں حذف کئے جائیں۔

ڈپٹی سپیکر: الفاظ حذف کئے جاتے ہیں۔

عبدالستار نیازی: یہ ابھی طفل مکتب ہیں دیر سے ہی میری بات سمجھیں گے۔

بیگم نسرین راؤ رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

ڈپٹی سپیکر: مولانا ان کی بات سن لیں۔ یہ بڑی دیر سے کھڑی ہیں۔

عبدالستار نیازی: وہ کھڑی ہیں تو کھڑی رہیں۔

بیگم نسرین راؤ رشید: مولانا ہم آپ، نوابزادہ نصراللہ خاں، مولانا فضل الرحمٰن اور ولی خاں کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ جب بھی بنچوں کے اس طرف کا کوئی ذکر ہوتا ہے تو اس میں آپ کی طرف کبھی بھی اشارہ نہیں ہوتا۔

عمر حیات لالیکا: بہت خوشی کی بات ہے یہ چار شخصیتیں تو قابل زیارت ہیں جن کی عزت محترمہ نسرین راؤ کرتی ہیں۔ عزت کا لفظ آج ان کی زبان سے پہلی مرتبہ نکلا۔

نسرین راؤ عبدالرشید: آپ بھی اپنے آپ کو اس قابل بنا لیں۔

مولانا عبدالستار نیازی: گیارہ سالہ دور کے خلاف جدوجہد کا کریڈٹ آج صرف تم لوگ لے رہے ہو:

ہمیں دعائیں دو کہ تمہیں دلبر بنا دیا

انہوں نے کہا کہ ابھی ایک بزرگ ایسے تقریر کر رہے تھے جیسے سوکن کو سنے دے رہی ہو۔

انہوں نے کہا کہ بجٹ کی جمع تفریق اس شخص کی طرح ہے جو دریا کی گہرائی کی اوسط نکال کر خاندان کو پار لے جانے لگا تو سارا خاندان ڈوب گیا۔ اس نے دوبارہ حساب لگایا تو اوسط گہرائی پھر بھی کم نکلی اور اس نے کہا: اربعہ جوں کا توں، کنبہ ڈوبا کیوں۔

انہوں نے کہا کہ اقتدار مطلب یہ نہیں آپ لوگ حلوائی کی دکان اور دادا جی کی فاتحہ والا مسئلہ بنالیں۔

ضیاء الحق کے نام کی بار بار تکرار پر مولانا عبدالستار خان نیازی نے کہا کہ جو مر گیا اس کو چھوڑ دیں۔ مختار اعوان، ان کو اللہ جنت میں بھیجے تو یہ وہاں جا کر اس سے حساب کتاب کرتے رہیں۔

خارجہ پالیسی پر مولانا عبدالستار خاں نیازی نے کہا کہ ایسی خارجہ پالیسی نہ بناؤ کہ میراثی ادھر بھی ڈھول بجاتے چلے جاتے ہیں اور ادھر بھی ڈھول بجاتے چلے جاتے ہیں اور ادھر بھی ڈھول بجاتے چلے آتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ آپ نے ہمارا ایک ممبر اغواء کرلیا ہے۔ میں نے بیگم صاحبہ سے کہا تو انہوں نے کہا کہ نہیں ہم نے قرض لیا ہے۔" (325)

چنیوٹ کانفرنس

3/جون 1989ء کو چنیوٹ ضلع جھنگ میں "سنی فورس" کے زیر اہتمام ایک روزہ "عظمت تاجدار ختم نبوت کانفرنس" سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ عورت کی حکمرانی مسلمانوں کے لئے عذاب خداوندی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ملک میں عریانی، فحاشی، ظلم اور بے حیائی عام ہو چکی ہے جس روز سے اس ملک پر عورت کی سربراہی مسلط کی گئی ہے ملک کے عوام زبردست پریشان ہو چکے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر عریاں پروگرام پیش کئے جا رہے ہیں۔

مولانا نے واضح کیا کہ عورت کی حکمرانی کے حق میں فتویٰ دینے والے مفاد پرست "ملاں" کو خدا کا خوف کرنا چاہئے انہوں نے کہا کہ قادیانی گروہ ربوہ میں بین الاقوامی جاسوسوں کا اڈہ ہے، جہاں سے قادیانی بیرونی دنیا، عالم اسلام کے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور پیپلز پارٹی کے برسر اقتدار آنے کے بعد سرگرم ہو چکے ہیں۔ مولانا نے صوبہ پنجاب اور مرکز کے اختلافات کے بارے میں کہا کہ یہاں کسی نظام کی جنگ نہیں ہو رہی بلکہ مفاد پرستی اور اپنے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے عوام کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔ غریب اور مظلوم لوگ ظلم کی چکی

میں پس رہے ہیں۔ انہوں نے بدنام زمانہ گستاخ رسول ﷺ سلمان رشدی کی کتاب کے خلاف نکالے گئے اسلام آباد میں ایک پرامن جلوس پر آنسو گیس کا استعمال اور مار پٹائی کے بارے میں حکومت کی شدید مذمت کرتے ہوئے وقوعہ کے مرتکب ملزمان کی گرفتاری کا مطالبہ کیا۔ (327)

صدر مملکت سے دوبارہ ملاقات

4/جولائی 1989ء کو مولانا نیازی نے اسلام آباد میں صدر پاکستان غلام اسحٰق خاں سے ان کی خواہش پر ملاقات کی۔ مولانا نے اس ملاقات میں صدر پر واضح کیا کہ وفاقی وزیر تعلیم غلام مصطفیٰ شاہ کی سرگرمیاں ناقابل برداشت ہیں۔ مولانا نے وفاقی وزیر کی زیر ادارت شائع ہونے والے رسالے "سندھ کوارٹرلی" کے دو قابل اعتراض اقتباسات پیش کئے جن میں نقاش پاکستان حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں زبان طعن دراز کر کے اور صوبائی تعصبات بھڑکا کر کھلم کھلا خانہ جنگی کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جواباً صدر نے کہا کہ میں نے بھی یہ رسالہ دیکھا ہے۔ مولانا نے کہا کہ صدر مملکت کی حیثیت سے آپ کی اہم ذمہ داریاں ہیں۔ آپ نے اور ہم نے اس امر کا حلف لیا ہے کہ ملکی وحدت و استحکام کے لئے جدوجہد کریں گے لیکن غلام مصطفیٰ شاہ کی ادارت میں یہ رسالہ پنجاب اور پنجابیوں کو غلیظ گالیاں دیتا ہے۔ نقاش پاکستان اور بابائے قوم کی شان میں گستاخی کرتا ہے جبکہ ملک میں حالات پہلے ہی خاصے خراب ہیں۔

صدر مملکت نے کہا کہ وہ وزیراعظم کو ان تمام خدشات سے آگاہ کر چکے ہیں اور خود بھی غلام مصطفیٰ شاہ کے "مجلّے" کے تخریبی انداز سے آگاہ ہیں اور اس بارے میں اپنی ذمہ داری کو نبھائیں گے۔ (328)

افغانستان کانفرنس

5/جولائی 1989ء کو لاہور میں "ادارہ امور پاکستان" کے زیر اہتمام مسئلہ افغانستان کے موضوع پر ایک تقریب منعقد ہوئی جس سے جسٹس ریٹائرڈ انوار الحق، جنرل ریٹائرڈ سرفراز خاں، زیڈ اے سلہری، پروفیسر محمد منور مرزا، پروفیسر شفیق جالندھری، مجیب الرحمٰن شامی کے علاوہ مولانا نیازی نے بھی خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے کہا کہ افغانستان سے ہمارے روحانی تعلقات تازہ ہیں۔ آج ہمارے ملک

میں بعض لوگ فارن پالیسی میں امریکہ کے قدموں پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں اور موجودہ حکومت کی افغانستان کے معاملے میں پالیسی معذرت خواہانہ ہے۔ہمیں یہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے بلکہ ہمیں بھائیوں کے جہاد میں شامل ہو جانا چاہئے۔امریکہ بدمعاشوں کی انجمنوں کا ممبر ہوسکتا ہے مگر اپنے رویئے کی وجہ سے جمہوری ملکوں کی ایسوسی ایشن کا ممبر نہیں ہوسکتا۔(329)

ڈاکٹر شیر افگن کے خلاف رٹ!

6/جولائی 1989ء کو الیکشن کمیشن پاکستان اسلام آباد نے ڈاکٹر شیر افگن کے خلاف مولانا نیازی کی درخواست کی سماعت کی اور ڈاکٹر شیر افگن کو نوٹس جاری کرنے کا حکم دیا۔یہ الیکشن کمیشن چیف الیکشن کمشنر جسٹس نعیم الدین، لاہور ہائی کورٹ کے قائم مقام چیف جسٹس محمد رفیق تارڑ اور سندھ ہائی کورٹ کے جسٹس عبدالرزاق پر مشتمل تھا۔مولانا نیازی کے وکیل چوہدری محمد اشرف ایم این اے ایڈووکیٹ نے کمیشن کے روبرو نصف گھنٹے تک دلائل دیتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر شیر افگن نے الیکشن سے پہلے جمعیت علماء پاکستان کی رکنیت قبول کی۔جس کے بعد جے یو پی پاکستان عوامی اتحاد میں شامل ہوگئی۔ڈاکٹر شیر افگن نے الیکشن میں کامیابی حاصل کی۔اس طرح انہیں قومی اسمبلی کے ایوان میں پاکستان عوامی اتحاد کے رکن کی حیثیت سے نشست الاٹ کی گئی مگر ڈاکٹر شیر افگن نے بعد میں پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حکومت میں وزیر کی حیثیت سے شمولیت اختیار کر لی اور اس طرح وہ پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کی شق (8)(بی) کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں۔اس پر فاضل عدالت نے کیس کی سماعت کے لئے 5 ستمبر کی تاریخ مقرر کی۔(329)

گورنری کی پیشکش

6/جولائی 1989ء کو راولپنڈی میں مولانا نیازی نے انکشاف کیا کہ 1980ء میں مرحوم صدر جنرل ضیاء الحق نے ان کو پنجاب کی گورنری پیش کی تھی۔جس پر مولانا نیازی نے کہا تھا کہ ''ابن زیاد بننے سے پہلے میرے لئے ضروری ہوگا کہ یزید کی بیعت کروں اور یہ میں نہیں کرسکتا۔''اس کے بعد جنرل ضیاء الحق اور جمعیت علمائے پاکستان کے درمیان فاصلے بڑھتے چلے گئے تھے۔(330)

کراچی میں پریس کانفرنس

7/جولائی 1989ء کو کراچی میں جمعیت علمائے پاکستان کے دفتر میں ایک پریس کانفرنس

سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے پاکستان کو برسات میں جلتے ہوئے گھر سے تشبیہ دیتے ہوئے تمام محب وطن سیاسی دینی سماجی تنظیموں اور ذرائع ابلاغ کے نمائندوں سے اپیل کی کہ وہ ملک کو بچانے کے لئے تحریک پاکستان کے جذبے سے سرشار ہو کر متحدہ و مشترکہ جدوجہد کریں۔ مولانا نے مطالبہ کیا کہ محصورین بنگلہ دیش کی وطن واپسی اور آبادکاری کے لئے خصوصی ٹیکس عائد کیا جائے۔قیام امن کے لئے سیاست سے بالاامتیاز محلّہ اور گلی کی بنیادوں پر کمیٹیاں قائم کی جائیں خارجہ پالیسی کو اسلام و نظریہ پاکستان کے اغراض و مقاصد سے ہم آہنگ کیا جائے۔

مولانا نے کہا کہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ، علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ پنجابیوں اور مہاجروں کے خلاف زہر فشانی پر وفاقی وزیر تعلیم سید غلام مصطفیٰ شاہ کو برطرف کر کے گرفتار کیا جائے۔محلّہ کمیٹیوں کے ذریعے تمام شہریوں کے روزگار، خاندانی کیفیت اور پیشے سے منسلک اعداد و شمار جمع کئے جائیں۔غنڈوں، بدمعاشوں اور جرائم پیشہ افراد کو بے نقاب کیا جائے اور تمام شہری مل جل کر اغواء ڈکیتیوں، لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی روک تھام کے لئے اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔

مولانا نیازی نے وزیراعظم بے نظیر بھٹو کی جانب سے امریکہ میں جمہوری ممالک کی ایسوسی ایشن کے قیام کی سخت مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ ایسوسی ایشن بن گئی تو یہ ظالموں، چوروں، ڈاکوؤں اور فلسطینیوں کے قاتلوں کی ایسوسی ایشن ہوگی۔مولانا نے کہا کہ بھارت کے ساتھ کئی گھمبیر مسائل حل طلب ہیں۔انہیں حل کئے بغیر بھارت سے دوستی بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔(331)

پاکستان دشمن عناصر کی مذمت

17/جولائی 1989ء کو ''پاکستان قومی محاذ'' کے زیر اہتمام جناح ہال لاہور کے باہر ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس کی صدارت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان نے کی۔اس جلسہ سے غلام حیدر وائیں، میاں زاہد سرفراز، شیخ رشید احمد، پیر کبیر علی شاہ، بیگم بشریٰ رحمٰن، مجیب الرحمٰن شامی، میاں منظور احمد موہل ایم پی اے، خواجہ سعد رفیق و دیگر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کی برسراقتدار وفاقی قیادت سے مطالبہ کیا کہ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ، قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ، اہل پنجاب، مہاجروں کے بارے میں ہرزہ سرائی کرنے والے وفاقی وزیر تعلیم سید غلام مصطفیٰ شاہ کو فوری طور پر وزارت سے برطرف کیا جائے اور ان کے خلاف غداری کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے۔جلسہ عام میں اعلان کیا گیا کہ کل سے

قومی محاذ کے زیر اہتمام تحریک شروع کی جائے گی۔ جس کے تحت وفاقی وزیر تعلیم کے خلاف مذمت کے سلسلے میں جلسے اور جلوسوں کا پروگرام شروع ہو رہا ہے۔ علماء کرام کے جلسے ہوں گے، طلبہ کے جلوس نکالے جائیں گے اور خواتین کی ریلی بھی منعقد ہوگی اس جلسہ عام میں خاتون مقرر بیگم بشریٰ رحمٰن ایم پی اے نے بطور احتجاج اپنی چادر کو تار تار کر دیا اور اعلان کیا کہ جب تک وفاقی وزیر تعلیم کو برطرف نہیں کر دیا جاتا وہ یہی چادر اوڑھے رکھیں گی اور سراپا احتجاج گلی گلی اور محلہ محلہ جائیں گی۔

مولانا نیازی نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے والوں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ پاکستان کی سالمیت، استحکام اور نظریہ پاکستان کی بالا دستی ختم کرنے والے خاک گمنامی میں دفن ہو جائیں گے۔ وفاقی وزیر تعلیم نے پنجاب کے فوجیوں کو بھی معاف نہیں کیا اور جو کچھ انہوں نے اپنے رسالے میں لکھا ہے اس کے پیش نظر پیپلز پارٹی کے ارکان قومی وصوبائی اسمبلی کا فرض ہے کہ وہ اس کا نوٹس لیں اور وزیر تعلیم کو مستعفی ہونے پر مجبور کیا جائے۔

مولانا نے کہا کہ تین ارب روپے کے ترقیاتی فنڈز کو پیپلز پارٹی کی صوابدید پر دے دیا گیا ہے اور ایک میٹرک فیل شخص کو گریڈ 19 میں ملازم رکھا گیا۔ اسمبلی میں پوچھا گیا تو بتایا گیا کہ اس نے کوڑے کھائے ہیں۔ پرائم منسٹر ہاؤس کا پہلے خرچہ پانچ کروڑ تھا اب نو کروڑ ہو گیا۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے قوم کو ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ میوزک 89ء پیش کر کے بے حیائی کا مظاہرہ کیا گیا۔ مولانا نے مطالبہ کیا کہ جب تک وزیر تعلیم کو برطرف نہیں کیا جاتا اس وقت تک پنجاب سے تعلق رکھنے والے ارکان قومی وصوبائی اسمبلی کا گھیراؤ کیا جائے۔(332)

وفاقی وزارت کی پیشکش

انہی دنوں وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے مولانا نیازی کو وزارت کی پیشکش کی تو مولانا نے یہ پیشکش پائے استحقار سے ٹھکرا دی۔ میاں محمد شفیع (م ش) نے اس کی تفصیل کچھ اس طرح لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اگلے روز اسلام آباد میں ایک کھانے کی تقریب میں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی کی ملاقات وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو سے اتفاقیہ ہوئی۔ گفت وشنید کے دوران وزیر اعظم نے مولانا سے فرمایا،

"مولانا میرے پاس آپ کے لئے ایک وزارت کا منصب خالی پڑا ہے۔ آپ جب چاہئیں اسے سنبھال لیں۔" اس کے جواب میں مولانا نے کیا فرمایا، اس کو دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں لیکن میں محترمہ وزیر اعظم کی یہ پیشکش سن کر یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان کی وزیر اعظم کو ابھی تک پاکستان کے اسماء الرجال کا پورے طور پر علم نہیں۔ اس لئے کہ جب ملک کی وزیر اعظم کو اپنی پارلیمنٹ کے ایک رکن کے متعلق یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ 1937ء سے سر سکندر حیات خاں، 1977ء تک جناب ذوالفقار علی بھٹو تک حکمرانوں کے خلاف سر پر کفن باندھ کر برسرپیکار رہا ہو اور جو ایک بالغ سیاست دان ہونے کے علاوہ ایک عظیم دینی اور سماجی شخصیت بھی ہو۔ اسے محترمہ بے نظیر بھٹو کی طرف سے وزارت کی پیشکش اسماء الرجال سے بے علمی کا نتیجہ ہی ہو سکتا ہے۔"(333)

مینار پاکستان پر بچوں سے ملاقات

8 / اگست 1989ء کو "ایوان وقت" کے زیر اہتمام مینار پاکستان پر سکولوں اور کالجوں کے طلباء اور بچوں کے ساتھ مولانا نیازی کی ملاقات کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ مولانا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اس بناء پر قائم ہوا کہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے ان علاقوں پر مشتمل مسلمانوں کا ملک ہو لیکن اس کے علاوہ باقی فریقوں کا موقف تھا کہ جمہوریت جو فیصلہ کرے گی وہ سب کو تسلیم ہوگا مگر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہم تمہاری اس جمہوریت کو نہیں مانتے جس میں 49 ایک طرف ہوں اور 51 دوسری طرف تو 51 کی بات مانی جاتی ہے خواہ ان کا موقف درست نہ بھی ہو۔ مولانا نے بچوں اور نوجوانوں کے مختلف سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا موقف یہ تھا کہ مسلمان جنہوں نے تمہیں تہذیب دی، تمدن دیا، کلچر دیا تم ووٹوں کی بنیاد پر ان کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہو۔ مولانا نے بچوں کو بتایا کہ 23 / مارچ 1940ء کے اجتماع میں کم وبیش ایک لاکھ افراد موجود تھے بعض لوگ اپنے بچوں کو بھی ساتھ لائے تھے۔ نواب بہادر یار جنگ، مولانا ظفر علی خاں بھی موجود تھے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے لمبی تقریر کی اور بتایا کہ انگریز کا جو پارلیمانی نظام حکومت ہے وہ ہمارے

مزاج کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ انگریز کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ایک ملک میں بسنے والے لوگ ایک قوم ہیں لیکن ہمارا جو نقطہ نگاہ ہے اس میں قوم بنتی ہے ایمان پر، عقیدے پر، یقین پر۔

قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ اگر ایک طرف لوگ زیادہ ہو گئے ہیں تو جو وہ کہہ رہے ہیں وہی درست ہے۔ اسلام کا معاملہ تو یہ ہے کہ اگر ایک طرف 99 ہوں اور دوسری طرف صرف ایک شخص خدا کے حکم پر کھڑا ہو تو سب کو اس کی بات ماننی پڑے گی۔ اس لحاظ سے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہم چاہتے ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے پنجاب، سندھ، بلوچستان، سرحد، آسام اور بنگال وہاں مسلمانوں کی حکومت ہو۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہم شریعت کے خلاف کسی کے غلام بن کر نہیں رہ سکتے جن صوبوں میں ان کی اکثریت ہے وہ ان کا گھر ہوگا۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا اسلام خود ایک تقدیر ہے ہم اپنی قسمت دوسروں کے حوالے نہیں کر سکتے۔ مسلمان اور ہندو اکٹھے نہیں رہ سکتے اور غلام بھی بن کر نہیں رہ سکتے۔ جب قومیت کی ہر تعریف کے لحاظ سے ہم قوم ہیں اور قوم کو اپنا گھر ملنا چاہئے۔

مولانا نیازی نے نوجوانوں کو بتایا کہ اقبال پارک میں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ڈیڑھ دو گھنٹے تقریر کی۔ لوگ اپنے بچوں کو بھی لے کر آئے۔ زیادہ لوگ امرتسر سے آئے۔ امرتسر بہت بیدار علاقہ تھا۔ مولانا نے بتایا کہ بعد میں بچہ لیگ بھی بنی تھی۔

ایک نوجوان نے مولانا نیازی سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ''تحریک پاکستان'' کا جذبہ برقرار نہیں رہا۔ مولانا نیازی نے کہا قیام پاکستان کے بعد ہمارا نصب العین ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور ذمہ دار لوگ اقتدار میں الجھ گئے۔ ''نوائے وقت'' ایک ادارہ ہے جس نے ہمیشہ ''نظریہ پاکستان'' کی بات کی ہے اور نوائے وقت کے موقف کی وجہ سے نظریہ پاکستان کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں صورت حال پھر اس طرح کی بن رہی ہے اور قدرت پھر ''نوائے وقت'' سے کام لینا چاہتی ہے۔

مولانا نیازی نے مینار پاکستان کے سائے میں ''ایوان وقت'' کے زیر اہتمام سکولوں اور کالجوں میں نمایاں پوزیشن لینے والے طلبہ و طالبات کے سوالات کے جواب بڑے دلچسپ پیرائے میں دیئے۔ مولانا نے 1940ء میں قرارداد پاکستان کے جلسے کے واقعات سے 14/اگست 1947ء کے دن تک کے واقعات اس طرح بیان کئے کہ اس موقع پر مینار پاکستان دیکھنے

کے لئے آنے والے بے شمار افراد جمع ہو گئے اور انہوں نے تقریر سن کر جذباتی انداز میں پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے۔

سوالات کے جواب دینے کے بعد مولانا نیازی نے بچوں میں ٹافیاں تقسیم کیں جو ٹافیاں بچ گئیں مولانا نے کہا بڑے بھی ایک ایک ٹافی لے لیں۔ (334)

فیصل آباد میں جلسہ

20/اگست 1989ء کو فیصل آباد میں ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' زیر اہتمام ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس سے مولانا نیازی، نوابزادہ نصراللہ خاں صدر جمہوری پارٹی، مولانا کوثر نیازی اور چوہدری شجاعت حسین پارلیمانی لیڈر (مسلم لیگ) نے خطاب کیا۔ مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت نے جمہوری ملکوں کی تنظیم کے قیام کا نعرہ بلند کر کے ملک کی نظریاتی اساس کو کمزور کرنے کی سازش کی ہے۔ آج سب سے زیادہ ضرورت اسلامی دنیا کے اتحاد کی ہے جس کی بنیاد تحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ ہی بن سکتی ہے۔ مولانا نے پیپلز پارٹی کے کارکنوں پر زور دیا کہ وہ اپنی قیادت کو مجبور کریں کہ وہ تحفظ ناموس مصطفیٰ ﷺ کے لئے کام کریں۔ (335)

لاہور میں مجلس مذاکرہ

2/ستمبر 1989ء کو روزنامہ ''نوائے وقت'' (ایوان وقت) کے زیر اہتمام لاہور میں ایک مذاکرہ بعنوان ''تحریک پاکستان...... نظریہ پاکستان، آج تک ہم سے کیا غلطیاں سرزد ہوئیں؟'' الحمراء ہال میں منعقد ہوا۔ جس سے مولانا نیازی، چوہدری محمد حسین، چٹھہ، خواجہ خیر الدین، نواب محمد عثمان جوگیزئی، مولانا بشیر احمد اخگر، پروفیسر محمد اسحاق قریشی، سردار شوکت حیات خاں، ظہیر نیاز بیگی و دیگر حضرات نے خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نظریہ پاکستان کی تشریح تو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے گاندھی کے نام اپنی خط و کتابت میں کر دی تھی اور واضح کر دیا تھا کہ مسلمانوں کا قومی تشخص ہندوؤں اور غیر مسلموں سے بالکل جدا ہے۔ مولانا نے کہا کہ قیام پاکستان کی تحریک ایک مثبت تحریک تھی اس لئے اسے ہندوؤں کی تنگ نظری سے عبارت نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تحریک کسی اقتصادی نعرے کے تابع نہیں تھی بلکہ مسلمانوں کی ریاست بنانے کے لئے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی

قیادت میں چلائی گئی مگر پاکستان بننے کے بعد وہ چیز ہم نے گم کردی جس مقصد کے لئے پاکستان حاصل کیا گیا۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں مسلم لیگ کی صوبائی قیادت الجھ پڑی۔ سندھ میں کھوڑو ازم سامنے آ گیا۔ صوبہ سرحد میں قیوم خاں اور پیر مانکی شریف میں اختلافات ابھرے اور قاضی عیسیٰ کی بلوچستان کے مسلم لیگی لیڈروں سے جنگ شروع ہوگئی اور پاکستان کے حصول کا نصب العین اقتدار کی کشمکش میں ہی گم ہو گیا اور آج تک وہ نصب العین گم ہے۔

مولانا نے کہا کہ پاکستان کو اقوام عالم کی قیادت ملنی چاہئے تھی کیونکہ پوری انسانیت روسی دہریت اور امریکی سرمایہ داری کے چنگل میں گرفتار تھی۔ امریکہ جمہوریت کے نام پر جمہوریت کش اقدامات اٹھا رہا ہے اور اس نے اسرائیل کی مدد کے لئے سلامتی کونسل میں جو کردار ادا کیا وہ سب کے سامنے ہے مگر بی بی (بےنظیر) کہتی ہے کہ جمہوری ممالک کی ایسوسی ایشن بناؤ، پاکستان نے تو صاحب پیغام قوم بن کر ابھرنا تھا۔ روس نے مسلمانوں کو دبایا تھا مگر آج روس میں مسلمان ریاستیں جاگ اٹھی ہیں۔ ہم رحمت کائنات ﷺ کی امت ہیں ہمیں تو جنگی طاقت بننا تھا مگر ہم آج امریکہ سے مانگے تانگے کا اسلحہ خریدنے پر مجبور ہیں۔

مولانا نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ کشمیر کا مسئلہ زندہ ہے۔ جنرل ضیاء شہید ضرور تھا اس لئے کہ وہ وردی میں جاں بحق ہوا مگر اس کا ریفرنڈم، غیر جماعتی انتخابات اور پھر قومی اسمبلی کو توڑنے کا اقدام فراڈ تھا۔ مولانا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ ہم سے سب سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ ہم نے اس نصب العین کو ہی فراموش کر دیا جس کے تحت پاکستان قائم ہوا تھا۔ (336)

یوم قائداعظم

11 ستمبر 1989ء کو مجلس قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے زیر اہتمام جناح ہال لاہور میں حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں مجید نظامی ایڈیٹر روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور کی صدارت میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس سے مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی، نوابزادہ نصر اللہ خاں، طالب علم رہنما خواجہ سعد رفیق، محمد حنیف رامے، سردار محمد اقبال پرنسپل لاء کالج لاہور، مجلس قائداعظم کے بانی ملک برکت علی عتیق اور صدر جلسہ نے خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے اپنے ولولہ انگیز اور فکر خیز خطاب میں کہا کہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ ہمارے عظیم محسن تھے۔ انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو الگ وطن لے کر دیا جو بہت بڑا کارنامہ ہے۔ جو

قوم اپنے محسنوں کو بھول جاتی ہے وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی یاد منانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دشمنوں کی ان سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے خود کو تیار کریں جو وہ پاکستان کے مقاصد کے حصول میں رکاوٹیں ڈالنے کے لئے کر رہے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ ہم ایک امت ہیں قوم کی بنیاد عقیدہ اور نظریہ ہے۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو ایک نظریئے پر جمع کیا۔ انہوں نے دنیا کو بتایا کہ اسلام کی تہذیب، تمدن، روایات اور اقتدار حیات دوسروں سے جدا ہیں۔

مولانا نے بھارت کا نام لئے بغیر کہا کہ ہم آج تک اپنے دشمن کو نہیں پہچان سکے ہم دشمن سے پینگیں بڑھا رہے ہیں، ہم اس کے ساتھ تجارتی معاہدے کر رہے ہیں، دشمنوں کے ساتھ معاہدے پاکستان کی نفی ہے۔ بھارتی وزیراعظم نے پاکستان میں آ کر یہ کہا کہ کشمیر میں رائے شماری نہیں کرائی جائے گی کیونکہ وہاں تین بار انتخابات ہو چکے ہیں۔ ہم شملہ معاہدے کو بھارت کے منہ پر مارتے ہیں، ہم کشمیر کو بزور شمشیر فتح کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم پارٹی بازی سے بالاتر ہو کر نئے عزم اور نئے ولولے کے ساتھ عظیم تر پاکستان کے لئے متحد ہو جائیں...... مولانا نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ بعض لوگ وقتی اقتدار کے لئے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے پروگرام کو داؤ پر لگانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اقتدار کی خاطر تمام اصولوں کو قربان کیا جا رہا ہے۔ پاکستان کے وجود کو پرزے پرزے کرنے کے لئے مختلف تعصبات کو ابھارا جا رہا ہے۔ ہم اسی کامن ویلتھ (دولت مشترکہ) میں واپس جانے کے لئے بے چین ہیں جس نے سب سے پہلے بنگلہ دیش کی حکومت کو تسلیم کیا تھا۔

مولانا نے بڑے دکھ کے ساتھ کہا کہ بدقسمتی سے آج وہی سازشی قوتیں میدان میں آ رہی ہیں جو کافروں کو خوش کرنے کے لئے یہ کہتی ہیں کہ ہم بنیاد پرست نہیں ہیں دراصل یہ عناصر مادہ پرست ہیں۔ مولانا نے کہا کہ نیشنلزم کا تصور کافرانہ ہے اور جارحانہ۔ نیشنلزم نے ملت اسلامیہ کو پرزے پرزے کیا ہے قومیت کی بنیاد وطن نہیں بلکہ عقیدہ اور نظریہ ہے اور یہی حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا کارنامہ ہے۔ (337)

22 اکتوبر 1989ء کو ''ایوان وقت'' میں اظہار خیال کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ جس نظریہ اور مقصد کی خاطر پاکستان قائم کیا گیا اسے موجودہ حکمرانوں نے فراموش کر دیا ہے اور

مرکز اور صوبوں میں جو محاذ آرائی ہو رہی ہے وہ محض ہوس زر اور ہوس اقتدار کے لئے ہے۔ اسے عقیدے، نظریئے، اصول اور قوم و ملک کی عزت و آبرو کے لئے جنگ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مولانا نے کہا کہ جس مقصد کے لئے پاکستان حاصل کیا گیا تھا اس کی آبیاری کے لئے میں 1936ء سے کام کر رہا ہوں اور اسی نظریہ کو پاکستان میں فوقیت حاصل ہونی چاہئے۔ مولانا نے کہا کہ سندھ کے مسئلہ پر سیاسی جماعتوں کی کانفرنس فوری طور پر طلب کی جائے۔ مڈٹرم انتخابات نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ اگر مڈٹرم انتخابات کرائے گئے تو انتخابی مہم پرامن نہیں رہے گی بلکہ وسیع پیمانے پر قتل و غارت ہوگی۔(338)

وزیراعظم بے نظیر کیخلاف عدم اعتماد

23 راکتوبر 1989ء کو متحدہ حزب اختلاف نے وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے خلاف تحریک عدم اعتماد کا نوٹس دے دیا۔ اس پر قومی اسمبلی کے 86 ارکان نے دستخط کئے جن میں مولانا نیازی بھی شامل تھے۔ ایم کیو ایم کے 14 کے اور فاٹا کے 5 ارکان نے بھی تحریک کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ اس طرح اپوزیشن نے دعویٰ کیا کہ دیگر ارکان شامل کر کے ہمارے حامیوں کی تعداد 129 بنتی ہے۔ تحریک پیش ہونے کے بعد پیپلز پارٹی نے دھن دھونس کے ساتھ اپوزیشن کے ارکان توڑ لئے چنانچہ جب یکم نومبر کو ووٹنگ ہوئی تو اپوزیشن 12 ووٹوں سے ناکام ہوگئی۔ تحریک کی کامیابی کے لئے 119 ووٹوں کی ضرورت تھی جبکہ اسے 107 ووٹ ملے۔ حکومت نے اپوزیشن کے 22 ارکان کو حاضری لگوا کر وزیراعظم کے چیمبر میں یرغمال بنا لیا تھا۔ اس طرح اپوزیشن کو خاسر و نامراد کر دیا گیا۔(339)

اقبال ڈے

9 رنومبر 1989ء کو مرکزیہ مجلس اقبال کے زیر اہتمام الحمراء سنٹر لاہور میں حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں ایک شاندار تقریب ڈاکٹر جاوید اقبال کی صدارت میں ہوئی، جس سے پروفیسر پریشان خٹک، ڈاکٹر قمر واحدہ، پروین شوکت علی، میاں ظفیر احمد، میاں محمد شفیع المعروف (م ش) اور مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی نے خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے اپنے روح پرور خطاب میں فرمایا کہ علامہ اقبال کو حضور نبی اکرم ﷺ

سے عشق کی بدولت حیات جاوداں مل گئی اور تا قیامت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔ مولانا نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ بعض عناصر علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی حیثیت کو کم کرنے کی مذموم کوششوں میں مصروف ہیں۔ گزشتہ رات کراچی سے جوٹی وی پروگرام پیش کیا گیا اس میں ان کے بارے میں بے سروپا باتیں کی گئیں۔

مولانا نے کہا کہ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے برصغیر کے مسلمانوں کی بروقت رہنمائی کی اور جب انہوں نے اسلام کا نظریہ قومیت پیش کیا تو علاقائیت کے فلسفہ کو رد کر دیا۔ ان کی وفات کے بعد لاہور میں یوم اقبال رحمتہ اللہ علیہ پر جو جلسہ ہوا اس میں، میں نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سر انجام دیئے تو راجہ نریندر ناتھ نے اس تقریب میں علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے اسلام کے نظریہ قومیت کو تنگ نظریہ قرار دے دیا۔ مولانا نے کہا کہ اسی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان حاصل کیا گیا۔ آج دنیا میں اشتراکیت اور سرمایہ داری نظام دم توڑ رہے ہیں لیکن ہمارے ہاں بے حیائی پھیلائی جا رہی ہے۔ میوزک 88ء کا بہیمانہ پروگرام پیش کر کے اسلامی تہذیب وثقافت کا مذاق اڑایا گیا حتیٰ کہ وزیراعظم نے بھی اس پروگرام کے خلاف ردعمل ظاہر کیا مگر ٹی وی کے انچارج نے کہا کہ اس پروگرام میں کوئی ہرج نہیں۔ مولانا نے کہا کہ ہمیں امریکہ اور روس کی ذہنی غلامی سے نکلنے کے لئے فکر اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو اپنانا ہوگا۔(340)

بے نظیر کی دعوت مسترد

19 رنومبر 1989ء کو وزیراعظم پاکستان بیگم بے نظیر بھٹو نے مولانا نیازی کو ملاقات کی دعوت دی۔ مولانا نے اس ملاقات کی دعوت کو مسترد کر دیا اور کہا کہ ''ہم قلندر ہیں اور بازار مصطفیٰ ﷺ میں بک چکے ہیں اور اصولوں پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا تاہم ہم نیکی میں تعاون کریں گے اور برائی کی مخالفت کریں گے۔ مجھ سے ملنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور ہماری کسی سے کوئی جنگ نہیں ہے۔ آپ کی ہر اچھی بات کی تائید کریں گے اور ہر غلط بات پر ٹوکیں گے۔''(341)

محفل مذاکرہ

یکم دسمبر 1989ء کو ''نوائے وقت'' لاہور کے ادارہ ''ایوان وقت'' میں ''موجودہ جمہوری نظام کا پہلا سال کیسا رہا؟'' کے زیر عنوان ایک مذاکرہ ہوا۔ جس میں سیاست دانوں، علماء،

اقتصادی ماہرین اور دانشوروں نے اظہار خیال کیا۔ مولانا نیازی کے علاوہ غلام مصطفیٰ جتوئی قائد حزب اختلاف، غلام حیدر وائیں ایم این اے، عظیم احمد طارق چیئرمین مہاجر قومی موومنٹ، پروفیسر غفور احمد (جماعت اسلامی) سید عبداللہ شاہ (سپیکر سندھ اسمبلی) ڈاکٹر حمیدہ کھوڑو (سندھ نیشنل الائنس) خورشید محمود قصوری (تحریک استقلال) طارق حمید (صدر لاہور چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری) نے حصہ لیا۔

مولانا نیازی نے کہا کہ موجودہ جمہوری حکومت کے ایک سال کے حوالے سے آج ایوان میں جو بھی گفتگو ہوئی ہے اس میں ہمیں زیادہ زور اس بات پر دینا چاہئے تھا کہ مجموعی طور پر ملی تشخص کہاں تک بیدار ہوا ہے؟ لوگوں کو معاشی خوشحالی، سیاسی استحکام، صنعتی ترقی فراہم کرنا ایک حکومت کا کام ہے وہ کہاں تک ہوا ہے؟ اس پر بغیر کسی پارٹی کا نام لئے بات ہونی چاہئے تھی مگر ہم یہاں ایک تنازعہ کی طرف نکل گئے ہیں۔ یہ بحث فضول ہے کہ کس نے کس پر ظلم کیا ہے۔ اس وقت پورے ملک میں سیاسی خانہ جنگی جیسی صورت حال ہے خلق خدا پریشان ہے۔ اس موجودہ سال کے دوران کوئی صنعتی ترقی نہیں ہوئی ہے بلکہ پہلے سے قائم صنعتیں بھی تباہ ہو رہی ہیں۔

ایک چپڑاسی، کلرک، ہیلتھ وزیٹر اور چوکیدار جیسی معمولی پوسٹ کے لئے وزیر اعلیٰ یا وزیر کی سفارش درکار ہے۔ کیا ہے یہ سب کچھ؟ پہلے ان کاموں کے لئے بورڈ مقرر تھے، کمیٹیاں تھیں، بااختیار افسران تھے۔ مگر کہاں گیا یہ سب کچھ۔ ان سب چیزوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔

ہم تو توحید اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ جب تک کسی قوم کا کوئی مقصد حیات نہیں ہوتا وہ ترقی نہیں کر سکتی۔ اس وقت پوری قوم کا مقصد گم ہو چکا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن لغو قسم کے پروگرام پیش کر رہے ہیں۔ ہمارے نوجوان بجائے محمد بن قاسم یا محمود غزنوی بننے کے میوزک دھنوں پر ناچ رہے ہیں۔ ہمارے ہاں جہاد کے جذبے کو ابھارنے کی ضرورت ہے مگر ایسا نہیں ہو رہا ہے، قوم گمراہ ہو چکی ہے، حرام حلال کی تمیز مٹ چکی ہے۔ جمہوریت کے حوالے سے آدمی کا احترام لازم ہے۔ مسلمانون کے اندر اخوت کا تصور ہونا چاہئے مگر یہاں مسائل کا انبار ہے، پانی کی تقسیم کا مسئلہ ہے۔ ڈیم کا مسئلہ ہے، تعصبات کی فضا پھیل رہی ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو چاہئے کہ وہ صوبوں کے درمیان پھیلتی ہوئی نفرت کو دور کرے مگر ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ ملک میں امن کی ذمہ داری برسر اقتدار حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ یہ ملک ایک "وحدت" ہے اور ملت ایک

اخوت ہے اس کو واپس لانے کی ضرورت ہے۔ ہم نے اس وحدت کو گم کر دیا ہے۔ بھارت میں بابری مسجد کے تنازعے پر کوئی موثر احتجاج نہیں ہو رہا۔ موجودہ ایک سال کے دوران حالات پہلے سے بھی بدتر ہیں۔ آگے بچاؤ کی صورت نظر نہیں آ رہی۔

میں نے اپنے 53 سالہ سیاسی کیریئر میں ایسی صورت حال نہیں دیکھی۔ میں پریس سے بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ہر چھانگے مانگے کا بیان اخبارات میں چھاپ کر اسے لیڈر بنا دیتے ہیں۔ جی ایم سید کو اخبارات نے لیڈر بنا دیا۔ میرے نزدیک اس وقت پریشان نظری کا حل سوچا جائے۔ قوم کی منزل کا تعین ہونا ضروری ہے۔ 11 ماہ میں وحدت ختم ہو کر رہ گئی ہے ہمارے ملک میں عورت کی سربراہی تباہی ہے۔ موجودہ وزیر اعظم سرکاری خزانے سے ہر غدار ایم پی اے اور ایم این اے کو خریدتی پھرتی ہے۔ کہاں ہے فلور کراسنگ کا قانون، آج ہر طرف پنجابی، سندھی، بلوچی اور مہاجر کا شور ہے۔ اس ملک میں فلاحی ریاست کے نظام کی ضرورت ہے۔ بے شک 4 صوبوں کے بجائے 15 صوبے ہو جائیں مگر چند امیروں سے دولت چھین کر تمام لوگوں میں مساوی بانٹ دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم جن لوگوں کو طاقت دیتے ہیں انہیں اس کا استعمال صحیح کرنا چاہئے۔ میرے نزدیک جہاں تک حزب اختلاف کا تعلق ہے وہ بھی اعلیٰ اقدار کی پابندی نہیں کر رہی ہے۔

جب تک ملک میں صحیح اسلامی اقدار، جذبہ جہاد پیدا نہیں کیا جاتا ہماری ناکامی بڑھتی جائے گی۔ ہمیں اس وقت زیادہ سے زیادہ محمد بن قاسم، محمود غزنوی جیسے لوگوں کی ضرورت ہے!!(342)

سانحہ مشرقی پاکستان پر مذاکرہ

5ر دسمبر 1989ء کو "ایوان وقت" لاہور کے زیر اہتمام ایک مذاکرہ بعنوان "سانحہ مشرقی پاکستان کے اسباب اور ہمارا رویہ" انعقاد پذیر ہوا۔ شرکائے مذاکرہ میں میجر جنرل ریٹائرڈ راؤ فرمان علی سابق مشیر گورنر مشرقی پاکستان، محمد حنیف خاں سابق وفاقی وزیر، مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی ایم این اے و سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے پاکستان، محمود علی سابق وفاقی وزیر و چیئرمین استحکام پاکستان کونسل، مولانا کوثر نیازی سابق وفاقی وزیر، خورشید حسن میر سابق وفاقی وزیر، قیوم نظامی سیکرٹری اطلاعات پاکستان پیپلز پارٹی شامل تھے۔

"نوائے وقت" کے سوالات اور مولانا نیازی کے جوابات ملاحظہ ہوں:

نوائے وقت: مولانا عبدالستار خاں نیازی صاحب! سقوط مشرقی پاکستان کے پس منظر میں احساس محرومی کے علاوہ اور کیا عوامل کارفرما تھے؟

مولانا عبدالستار خاں نیازی: "نحمد و نصلی علیٰ رسولہ الکریم" میں اس مذاکرے کے انعقاد پر "ایوان وقت" کو مبارک باد دیتا ہوں۔ آپ نے ہمیں احساس زیاں اور پھر اس کا مداوا کرنے کی طرف توجہ دلا کر مہربانی فرمائی ہے۔ یہاں دوستوں نے سقوط مشرقی پاکستان کے جذباتی پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب جذبات والی بات بھی ختم ہو گئی ہے۔ افسوسناک امر تو یہ ہے کہ اس المیہ کو گزرے اٹھارہ سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ مگر ہم ملی وحدت کو برقرار رکھنے اور پاکستان کی سالمیت کو محفوظ کرنے کی طرف بہت کم توجہ دے رہے ہیں۔ آخر ہم نے اس المناک واقعہ سے کیا سبق سیکھا ہے؟ جہاں تک ذلت آمیز شکست والی بات ہے، جنرل راؤ فرمان علی کے انٹرویوز "نوائے وقت" کے علاوہ کئی دوسرے رسالوں میں بھی چھپ چکے ہیں۔ تفصیلات ہمارے سامنے ہیں۔ ٹھیک ہے دنیا کی کئی قوموں کو اس سے زیادہ بڑی شکستوں کا سامنا کرنا پڑا مگر ہماری اپنی مسلم تاریخ میں یہ بہت ہی المناک واقعہ ہے۔ اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ سقوط مشرقی پاکستان کے المیہ کو فراموش کر کے اس سے جذباتی وابستگی قائم نہ رکھنا خود اپنے آپ کو فنا کرنے کے مترادف ہے:

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

سقوط مشرقی پاکستان کے بعد جو تفصیلات ہمارے سامنے اب تک آ چکی ہیں ان کے مطابق ہماری افواج نے 9 ماہ تک سخت مشکل اور کسمپرسی کے عالم میں وہاں کئی ہزار میل لمبی سرحد کی حفاظت کی۔ فوج نے حکمرانوں سے دشمن کے علاقے میں پیش قدمی کی اجازت مانگی مگر انہیں کہا گیا نہیں تم اپنی حدود میں رہ کر سرحد کی حفاظت کرو گے۔ پھر انہوں نے آسام کی پٹی توڑ کر چین کے ساتھ رابطہ کرنے کی اجازت چاہی جو انہیں نہ دی گئی۔ جنرل نیازی نے کہا کہ ہمارا دفاع مغرب سے ہونا تھا، جبکہ مغربی پاکستان کی سرحدوں پر متعین فوج کو ادھر سے حملہ کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ ذرا غور تو کیجئے، یہ سب کچھ کیا تھا، کون کر رہا تھا مشرقی پاکستان کا چپہ چپہ فوج کا مخالف ہو چکا تھا، ان نامساعد حالات میں ہماری فوج نے وہاں جس طرح حوصلہ مندی کے ساتھ مادر

وطن کا دفاع کیا میں سمجھتا ہوں انہی کا کام تھا۔

نوائے وقت: آپ کے خیال میں مسئلے کا سیاسی حل بروقت کیوں نہ عمل میں آ سکا؟

مولانا عبدالستار خان نیازی: سیاسی تصفیہ ہو جاتا مگر جس شخص نے یہ نہیں ہونے دیا اور ملک کو دولخت کر کے چھوڑا آج وہ "زندہ باد" ہے۔ وفاقی وزیر حنیف خاں یہاں تشریف فرما ہیں۔ 1970ء کے انتخابات کے بعد ساری لڑائی ہی ذاتیات کی تھی۔ ساری قوم دو مفاد پرست لیڈروں کی لڑائی میں تباہ ہوئی ہے۔ ایک نے دوسرے کو اکثریت کا حامل ہونے کے باوجود وزیراعظم نہیں مانا جبکہ دوسرے نے کہا صدر کا تقرر میں خود اپنی مرضی سے کروں گا۔ پھر اس بات پر افسوس کا اظہار ہی کیا جا سکتا ہے کہ ملک کو دولخت کرنے والا شخص آج زندہ باد ہے۔ سقوط مشرقی پاکستان کی ذمہ داری اس کے سر پر ڈالنے کے لئے کوئی تیار ہی نہیں۔ خودغرضی اور نظریات کے ٹکراؤ کی وجہ سے ہی ہمارا ملک ٹوٹا تھا۔ آپس کے اختلافات کو دور کرنے کی کوئی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ میرے سامنے پوری تاریخ ہے۔ میں 1936ء سے سیاست میں ہوں۔ میں نے قیام پاکستان سے پہلے بھی وہاں کے لوگوں کو دیکھا ہے، مسلم سٹوڈنٹس کی تحریک میں فضل القادر چوہدری ہمارے جنرل سیکرٹری تھے۔ اس وقت اور بعد ازاں سب کچھ ٹھیک تھا۔ ایک زمانے میں وہاں سوشلزم کا نعرہ لگایا گیا تھا۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں جا کر صورت حال کو سنبھالا۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں کہا کہ اردو کے خلاف تحریک نہ چلاؤ، تمہاری زبان کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا مگر بعد ازاں قیام پاکستان کے بعد یہاں سے جو بیوروکریسی گئی، اس نے وہاں کے لوگوں کے دلوں میں خوب نفرت پیدا کی۔ محبت اور الفت سے وہاں کے لوگوں میں جگہ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

نوائے وقت: اس ضمن میں بھارتی کردار کے بارے میں بھی کچھ اظہار خیال کر دیجئے؟

مولانا عبدالستار خاں نیازی: اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ میں نے نظریہ پاکستان کو خلیج بنگال میں دفن کر دیا۔ بھارت نے تو روز اول ہی سے پاکستان کو قبول نہیں کیا تھا۔ پھر آج بھی اس سے خیر کی امید کرنا خیال خام ہی کہلا سکتا ہے۔ دشمن کو دوست سمجھنے والے سے بڑا احمق اور کوئی نہیں ہو سکتا اور جو اپنی تباہی اور بربادی کے سامان پر نگاہ نہ رکھے اس سے زیادہ اپنا دشمن کوئی نہیں۔ پھر ہمیں بھارت سے وفا کی امید نہیں رکھنی چاہئے۔ ہمیں اس کے گھناؤنے عزائم پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ بھٹو مرحوم نے ایک مرتبہ بڑی کام کی بات کہی تھی کہ ہم ایک وقت بھوکا رہ کر گھاس کھا لیں

گے مگر جنگی تیاریوں میں کوئی کمی نہیں لائیں گے۔ حکمرانوں، سیاست دانوں اور عوام سے آج بھی میری یہی استدعا ہے کہ وہ دشمنوں کے عزائم پر نگاہ رکھیں اور اپنی جدوجہد سے پاکستان کے خلاف ہر سازش کو ناکام بنا دیں۔

نوائے وقت: آج بنگلہ دیش کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کرنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

مولانا عبدالستار خاں نیازی: بنگلہ دیش میں آج بھی پاکستان اور اسلام سے محبت کرنے والے عوام کی اکثریت ہے۔ بابری مسجد کا معاملہ ہو یا پلید سلمان رشدی کی کتاب پر احتجاج کا موقع۔ وہاں کے لوگوں نے ہمیشہ نبی ﷺ کی محبت اور اسلام کے ساتھ اپنے والہانہ لگاؤ کا اظہار کیا ہے۔ ہمیں بنگلہ دیش کے ساتھ کنفیڈریشن قائم کر کے اپنے رشتوں کو اور مضبوط بنانا چاہئے۔ دونوں ملکوں کے رشتے مزید مستحکم بنانے کے لئے ہمیں ان کے قریب آنا پڑے گا۔ بدقسمتی سے آج بھی سندھ میں علیحدگی پسندوں کی تحریک چل رہی ہے۔ پیپلز پارٹی نے وہاں سے وفاق کے نام پر ووٹ حاصل نہیں کئے بلکہ بعض تعصبات، جاہلانہ کو قبول کر کے اکثریت حاصل کی ہے۔ یہ صورت حال علیحدگی پسند عناصر کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے۔

نوائے وقت: سقوط مشرقی پاکستان کے تناظر میں آج کے سیاسی ماحول کو آپ کس طرح دیکھتے ہیں؟

مولانا عبدالستار خاں نیازی: آج بھی صوبے اور مرکز میں اقتدار کی جنگ جاری ہے۔ اسے ختم ہونا چاہئے۔ وفاق اور صوبے کا باہمی تعلق دل اور اعضاء کا ہے۔ قلب اعضاء کو اپنا خون دے کر طاقتور بناتا ہے۔ میں نے قومی اسمبلی میں بھی کہا تھا کہ میں مرکز کے ساتھ ساتھ صوبے کی سیاسی روش کو بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ آج بھی سیاسی رشوتوں کا بازار گرم ہے۔ میں حیران ہوں کہ آج بھی اگر ہم ماضی سے سبق حاصل نہ کر سکے تو پھر کب کریں گے؟ ہمارا نظریہ نبی ﷺ کی محبت اور اسلام ہے۔ سبھی کو اس نظریئے پر متحد ہونا چاہئے

نوائے وقت: آپ کچھ اور فرمانا چاہتے ہیں؟

مولانا عبدالستار خاں نیازی: میں اس بات کا زیادہ چرچا نہیں کرنا چاہتا کہ بھٹو نے اس ملک کو توڑا مگر اس بات کو ضرور سامنے لانے کے حق میں ہوں کہ وہ ذوالفقار علی بھٹو ہی تھا کہ جس نے ''ادھر ہم ادھر تم'' کا نعرہ لگایا تھا اور کہا تھا کہ جو ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے

لئے گیا اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔ پھر اقوام متحدہ میں پولینڈ کی قرارداد پھاڑ کر اعلان کیا کہ ہم ایک ہزار سال تک لڑیں گے۔ یہ سب قوم کے ساتھ کھلا مذاق تھا۔ جس کا آنے والا مورخ ضرور پردہ چاک کرے گا۔ ہتھیار ڈالنے کے بجائے اگر مشرقی پاکستان میں جنگ بندی ہوتی تو قوم کو ذلت و رسوائی نہ اٹھانی پڑتی۔ شاید تصفیہ بھی ہو جاتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج پاکستان میں ''سندھو دیش'' سمیت تمام نسلی اور علاقائی تعصبات کو ختم کرنے کے لئے ملی وحدت اور یکجہتی کا درس عام کیا جائے۔ اسی طرح ہم پاکستان کو مضبوط تر بنا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں سقوط ڈھاکہ پر جذباتی ہاؤ ہو کرنے کی بجائے تدبر کے ساتھ سیاسی حالات سے نمٹا جائے بنگلہ دیش کے ساتھ گہرے رشتے استوار کرنا ہماری ترجیحات میں شامل ہونا چاہئے۔ دونوں ملکوں کے سربراہوں کو مزید دورے بھی کرنے چاہئیں۔(343)

خواجہ رفیق کی برسی

22 ر دسمبر 1989ء کو خواجہ محمد رفیق شہید سوسائٹی لاہور کے زیر اہتمام ''الحمراء آرٹس کونسل لاہور'' میں خواجہ محمد رفیق شہید کی سترہویں برسی (17 ویں) مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی صدارت میں منائی گئی۔ اس تقریب سے سابق وفاقی وزیر چوہدری محمد ارشد، مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل اقبال احمد خاں، تحریک پاکستان کے بزرگ رہنما خواجہ خیر الدین، رکن صوبائی اسمبلی میاں شہباز شریف، نوید ملک، معروف صحافی مجیب الرحمٰن شامی، ملک برکت علی عتیق، انجمن طلباء اسلام کے سابق مرکزی صدر ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، خواجہ رفیق شہید کے بیٹے اور مسلم لیگ یوتھ ونگ کے نائب صدر خواجہ سعد رفیق نے خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا کہ اس وقت ملک میں جمہوریت کے نام پر آمریت قائم کی جا رہی ہے۔ ملازمتوں، ترقی اور تنزلی کے معاملات میں جو کچھ ہو رہا ہے نہ صرف جمہوریت کی نفی ہے بلکہ اس کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جمہوریت کا تذکرہ کرنے والے بچے جموروں کو جان لینا چاہئے کہ جس جمہوریت میں اسلام کی عزت نہیں ہو گی، مسترد کر دیئے جانے کے قابل ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ سیاست دان اغراض و مقاصد اور مفادات کی سیاست ترک کر کے اصول اور نصب العین کی سیاست کریں۔

مولانا نیازی نے کہا کہ جب موجودہ قومی اسمبلی کا پہلی مرتبہ اجلاس شروع ہوا تو مجھے معلوم ہوا

کہ ذوالفقار علی بھٹو کی یادگار تعمیر کی جا رہی ہے۔ میں نے اسمبلی میں کہا اگر یادگار بنے گی تو سب سے پہلے خواجہ محمد رفیق کی بنے گی اور ان افراد کی یادگاریں بنیں گی جنہوں نے جمہوری اقدار کو قائم کرنے کے لئے جدوجہد کی ہے اور ہم اس شخص کی یادگار قائم کرنے کی اجازت نہیں دیں گے جو خواجہ رفیق کا رشتہ حیات منقطع کرنے کا ذمہ دار تھا۔

مولانا نے خواجہ رفیق کی خدمات کو سراہتے ہوئے بتایا کہ 1963ء میں کراچی میں منظور کی جانے والی ایک قرارداد پر ہمارے خلاف بغاوت کا مقدمہ درج ہوا۔ میں اور خواجہ رفیق بطور ملزم عدالت میں پیش ہوتے رہے لیکن میں نے کبھی مرحوم کے پائے استقامت میں لغزش نہیں دیکھی۔

مولانا نیازی نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرنگی طرز جمہوریت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کا نعرہ تھا کہ بھارت کے دس کروڑ مسلمان اقلیت نہیں ایک الگ قوم ہیں جبکہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو گاندھی اور ان کے رفقاء نے کہا تھا کہ بھارت کو آزاد ہو جانے دیں، آزاد بھارت کے سب سے پہلے صدر آپ ہوں گے۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر یہ پیشکش مسترد کر دی تھی کہ میں صدارت کے لئے اپنی قوم کو مستقبل میں غلامی میں نہیں دے سکتا۔(344)

نورانی در مدح پی پی پی

27-28 دسمبر 1989ء کو لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ اور شوریٰ کا ہنگامہ خیز اجلاس ہوا۔ جس میں مولانا نورانی اور ان کے ساتھیوں مثلاً پروفیسر شاہ فرید الحق، جنرل کے ایم اظہر، جنرل انصاری وغیرہ نے پیپلز پارٹی کی حمایت میں تقریریں کیں اور اس کی تائید میں قراردادیں پاس کروانا چاہئیں مگر مولانا نیازی نے دلائل و براہین سے ان سب کو خاموش کر دیا اور پھر کسی کو قرارداد پیش کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ مولانا نیازی نے کہا کہ ہم بے نظیر بھٹو کی سربراہی کو شرعی طور پر تسلیم نہیں کرتے۔ اس پر مولانا نورانی نے کہا کہ وہ تو اسلام کی پابند ہے، سر پر دوپٹہ بھی اوڑھتی ہے، اب اس کی حکومت میں کیا غیر شرعی بات رہ گئی ہے۔ مولانا نیازی نے کہا کہ رواجی دوپٹہ اوڑھنے سے بے نظیر پاکباز نہیں بن سکتی۔ غرض اس اجلاس میں اختلافات اتنے بڑھے کہ جمعیت علماء پاکستان میں دو واضح گروپ نورانی گروپ (پیپلز پارٹی کا حامی) اور نیازی گروپ (اسلامی قوتوں کا حامی) بن گئے۔(345)

اس اجلاس کے بعد مولانا نورانی کے اشارے پر جے یو پی کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات پیر اعجاز احمد ہاشمی نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ قومی اسمبلی میں جمعیت علماء پاکستان کا پارلیمانی گروپ آزاد حیثیت سے بیٹھے گا اور جو بھی ملک و قوم کے لئے بہتر کام کرے گا ہم اس کی حمایت کریں گے۔ قومی اسمبلی میں غلام مصطفیٰ جتوئی ہمارے لیڈر نہیں ہیں ہمارے لیڈر مولانا عبدالستار نیازی ہیں۔ ہم قومی اسمبلی میں متحدہ اپوزیشن کے فیصلوں کے پابند نہیں ہیں۔

اس پر مولانا نیازی نے اپنے بیان میں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جمعیت علماء پاکستان نے قومی اسمبلی میں متحدہ اپوزیشن سے جس شکل میں تعاون کیا تھا وہ ابھی تک برقرار ہے۔ قومی اسمبلی میں اپوزیشن جماعتوں کے درمیان تحاریک التواء، قانون سازی، تحاریک استحقاق، شریعت اسلامی کا نفاذ، جمہوریت کی بحالی، ملک میں امن و استحکام کا قیام اور مہنگائی کے خاتمہ کے سلسلہ میں مکمل اتفاق ہے اور ہم متحدہ اپوزیشن سے ان امور پر تعاون کریں گے۔(346)

اس صورت حال پر روزنامہ ''نوائے وقت'' نے ''جے یو پی سیاسی قبلہ درست رکھیں!'' کے عنوان سے ایک زوردار اداریہ لکھ کر پیر اعجاز ہاشمی کے بیان کی دھجیاں بکھیر دیں اور اس طرح مولانا نورانی کی در پردہ سازش کامیاب نہ ہو سکی اداریہ ملاحظہ ہو:

''جے یو پی کا یہ فیصلہ خود جماعت کے اندر متنازعہ شکل اختیار کر گیا ہے کہ جماعت کا پارلیمانی گروپ آئندہ قومی اسمبلی میں آزادانہ حیثیت میں بیٹھے گا۔ جمعیت کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اس کی یہ تشریح کی ہے کہ اس فیصلے کے باوجود سی او پی (متحدہ اپوزیشن) سے تعاون برقرار رہے گا اور اصولوں کی بنیاد پر جمعیت کا پارلیمانی گروپ سی او پی کی حمایت جاری رکھے گا جبکہ جے یو پی کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات پیر اعجاز احمد ہاشمی کا کہنا ہے کہ جمعیت کا پارلیمانی گروپ آئندہ سے سی او پی کے فیصلوں کا پابند نہیں ہوگا۔ اسی طرح متحدہ اپوزیشن کے لیڈر غلام مصطفیٰ جتوئی بھی جے یو پی کے لیڈر نہیں رہے اور نہ قومی اسمبلی کے باہر سی او پی کے جلسوں میں شرکت کی جائے گی۔ یہ جمعیت کا اندرونی تنازعہ ہے اور اس پر فیصلہ کرنا خود جے یو پی کی قیادت کا کام ہے لیکن جمعیت کی ہر آن

بدلتی وفاداریوں سے عوام کے ذہنوں پر کچھ اثرات ضرور مرتب ہو رہے ہیں۔ جمعیت کے بارے میں اول تو لوگوں کا ذہن اس حوالے سے بھی صاف نہیں ہو رہا کہ 1988ء انتخابات میں اس کے الیکشن میں کودنے سے اسلامی جماعتوں کے ووٹ بری طرح تقسیم ہوئے اور اس کا نقصان یہ ہوا کہ اسلامی جمہوری اتحاد کی تین درجن سیٹیں ضائع چلی گئیں۔ اب پھر لاہور کے قومی اسمبلی کے ضمنی انتخابات (حلقہ نمبر 9 رائے ونڈ، چوہنگ، کاہنہ نو) میں ابھی تک کسی جماعت نے الیکشن لڑنے کا منصوبہ ظاہر نہیں کیا لیکن جے یو پی سب سے پہلے میدان میں اترنے کا فیصلہ کر چکی ہے اور بعض اطلاعات کے مطابق خود مولانا نورانی کو اس معرکے کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔ دوسری طرف قومی اسمبلی میں جمعیت کے ایک رکن ڈاکٹر شیر افگن شروع ہی میں پیپلز پارٹی کی حکومت میں جا شامل ہوئے۔ ایک صاحب (ڈاکٹر ذوالفقار برق) تحریک عدم اعتماد کے وقت ٹریژری بنچوں پر جا بیٹھے اور اب جنرل انصاری ''پرواز'' کے لئے پر تول رہے ہیں اگرچہ انہوں نے ایک ہفت روزہ کے ساتھ انٹرویو میں کہا ہے کہ انہیں ابھی وزارت کی پیشکش نہیں ہوئی لیکن وزارت کی پیشکش ہوئی تو وہ قبول کر لیں گے اور وہ پیپلز پارٹی سے تعاون میں کوئی ہرج بھی نہیں سمجھتے۔ جنرل انصاری صاحب بہتر طور پر بتا سکتے ہیں کہ نومبر 1988ء کے انتخابات میں انہوں نے پیپلز پارٹی کے سیکرٹری جنرل (شیخ رفیق احمد) کے مقابلے میں الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیوں کیا اور یہ تعاون شروع ہی سے کیوں نہ کیا۔ اس صورت حال میں جے یو پی کے اندر اسلامی قوتوں کی آخری امید مولانا عبدالستار خاں نیازی ہی ہیں جنہیں تحریک پاکستان میں اپنے کردار کے حوالے سے آج جمعیت کے اندر اصولی اور نظریاتی سیاست کا اصول منوانا چاہیے۔ حالیہ اجلاس میں جے یو پی کی قیادت کا فیصلہ مبہم بھی ہے اور قوم کی توقعات پر بھی پورا نہیں اترتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جمعیت کو اپنے فیصلے محض ایم کیو ایم

کے رویئے ہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہیں کرنے چاہئیں۔ اصولی اور نظریاتی سیاست کا اصول پیش نظر رہے تو لوگوں کی نظر میں سبکی سے بھی بچا جا سکتا ہے اور ملک میں سیاسی استحکام اور جمہوری پیش رفت کے مقاصد میں بھی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔'' (347)

ٹی وی کے خلاف مظاہرہ

9 رجنوری 1990ء کو قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کے ستر سے زائد ارکان نے پاکستان ٹیلی ویژن کے نامناسب رویئے کے خلاف مولانا نیازی کی قیادت میں پاکستان ٹیلی ویژن ہیڈ کوارٹر اسلام آباد کے باہر احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین میں ولی خاں، غلام مصطفیٰ جتوئی، چوہدری شجاعت حسین، نوابزادہ نصراللہ خاں، ڈاکٹر عمران فاروق وغیرہ بھی شامل تھے۔ مظاہرین جنہوں نے پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے پارلیمنٹ ہاؤس سے ٹیلی ویژن ہیڈ کوارٹر تک پر امن انداز میں مارچ کرتے ہوئے گئے اور پندرہ منٹ تک ٹیلی ویژن کی عمارت کے سامنے دھرنا مار کر بیٹھے رہے۔ انہوں نے پریس ٹرسٹ کے اخبارات کی کاپیاں نذر آتش کیں۔ مظاہرین میں سینٹ اور صوبائی اسمبلی کے ارکان بھی شامل تھے۔ ایم ایس ایف کے نوجوان ایک گروپ کی صورت میں نعرے لگا رہے تھے۔ اسلام آباد میں دفعہ 144 نافذ ہونے کے باعث ارکان پارلیمنٹ نے پوری احتیاط سے کام لیا۔ ٹیلی ویژن سنٹر کی عمارت کے قریب پولیس کی بھاری تعداد موجود تھی۔ مظاہرین نے جو پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے ان پر لکھا تھا کہ ٹی وی میں پنجاب حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ بند کرو۔ ٹی وی عوام کی ملکیت ہے پی پی پی کی نہیں۔ ٹی وی والو، عقل کے اندھو! منفی پروپیگنڈہ بند کرو۔ مغرب پرستی اور فحاشی دور کرو۔ اسلامی اقدار کو فروغ دو۔ ٹیلی ویژن پر متحدہ حزب اختلاف کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ بند کرو۔ ٹیلی ویژن آزاد کرو۔ حزب اختلاف کو ٹیلی ویژن پر برابر کا وقت دو۔

اس موقعہ پر مجاہد ملت مولانا نیازی نے مظاہرہ کے اختتام پر یہ دعا کی:

''اے خدا! تو مظلوموں اور بے نواؤں کی سنتا ہے ہماری بھی سن اور فحاشی، عریانی اور جھوٹ کے محور ٹیلی ویژن سے ہماری جان چھڑا۔ ہمیں اتحاد، برکت اور طاقت دے کہ ہم تیرے دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں۔

اے خدا! تو جانتا [illegible] حکومت اسلام اور شریعت کی کوئی خدمت نہیں کر

سکتی، اس نے ملک میں فحاشی، عریانی اور بے حیائی کو فروغ دیا ہے اس
سے ہماری جان چھڑا۔ (آمین)
اے خدا! ہم اس ملک وملت کی فلاح کے لئے جدوجہد کررہے ہیں ہمیں
کامیاب فرما۔ یا اللہ! ہم تیرے نام پر اکٹھے ہوئے ہیں ہمیں متحد رکھ اور
اسلام کی سربلندی کے لئے ہماری کوششوں کو بارآور فرما'' دعا کے آخر
میں سب رہنماؤں نے زوردار آواز میں ''آمین'' کہا۔(348)

پاکستان کے نامور صحافی میاں محمد شفیع (م ش) نے اپنی ''ڈائری'' میں اس مظاہرہ پر تبصرہ
کرتے ہوئے مولانا نیازی کو یوں خراج تحسین پیش کیا:

''حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی تو اسلامیات اور سیاست میں
میرے پیرومرشد ہیں۔ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن، مسلم لیگ، انٹر
کالجیٹ مسلم برادرہڈ اور خلافت پاکستان کے پلیٹ فارم میں، میں ان کا
ہمنوا رہا ہوں۔ البتہ ان کی ''امام'' اہلسنت مولانا نورانی سے وابستگی
میرے لئے خلش کا باعث ہے کیونکہ میرے نزدیک مولانا نورانی سیاسی
مصلحتوں کا عموماً شکار ہو جاتے ہیں۔ جبکہ مجاہد ملت حضرت مولانا
عبدالستار خاں نیازی برہنہ تلوار ہیں۔''(349)

قومی کشمیر کانفرنس

روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور کے زیراہتمام 28رجنوری 1990ء کو الحمراء ہال نمبر2 شارع
قائداعظم لاہور میں ''قومی کشمیر کانفرنس'' منعقد ہوئی جس میں مولانا نیازی اور دیگر قومی لیڈروں،
دانشوروں اور کشمیری رہنماؤں نے خطاب کیا۔ مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس
مسئلے پر اتفاق کامل ہے کہ کشمیر کی جنگ ہماری جنگ ہے۔ اگرچہ یو این او اسلام دشمنوں کی انجمن
ہے مگر کشمیری حریت پسندوں پر بھارتی فوج مظالم ڈھا رہی ہے اس لئے بلاتاخیر سلامتی کونسل کا
اجلاس بلایا جائے اور مسئلہ کشمیر اس میں پیش کیا جائے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ پاکستان اس میں ملوث
نہیں پاکستان اس میں ملوث ہے یہ مسئلہ یو این او میں ہے۔ ہمیں جنگ کے لئے تیار رہنا چاہیے۔
کشمیری مجاہدین کی ہر طرح امداد کی ضرورت ہے جنگ ہوتی ہے تو ہو جائے۔ کشمیری حریت

پسندوں کے حق میں عالمی رائے عامہ کو بھی بیدار کیا جائے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ کشمیر،
پاکستان کی شہ رگ ہے۔

جیسا کہ ایئر مارشل اصغر خاں نے کہا ہے، میرا بھی یہی خیال ہے کہ قومی حکومت قائم ہونی
چاہیے۔ ریڈیو سے جہاد کے نغمے نشر ہونے چاہئیں۔ بھارت استصواب رائے کو مان چکا ہے اس
پر عملدرآمد کے لئے کشمیری حریت پسند اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ عالمی سطح پر بھارت کی برہمن ازم
پر قائم جمہوریت کا پردہ چاک کیا جائے۔ کشمیر کا مسئلہ اب حل نہ ہوا تو کبھی نہ ہوگا۔ اس مقصد کے
لئے حکومت پاکستان بھی تیار ہو۔ تمام اختلافات ختم کئے جائیں ہم بھی تیار ہیں۔ اس راہ میں ممبری
وغیرہ کوئی شے نہیں ہم ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہیں۔ جب تک مسئلہ کشمیر بذریعہ استصواب رائے
یا بزور شمشیر حل نہیں ہوتا ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

مولانا نیازی نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ معاہدوں سے اب کوئی کام نہیں چلے
گا۔ سورن سنگھ (بھارتی وزیر خارجہ) اور ذوالفقار علی بھٹو (ایوب دور میں پاکستانی وزیر خارجہ) کے
درمیان بھی مذاکرات ہوئے تھے جس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ جب ہم نے اعلان تاشقند کے موقع
پر اس اعلان کو مسترد کر دیا تھا تو ہمیں جیل بھیج دیا گیا تھا۔ مولانا نے کہا کہ محترمہ بے نظیر بھٹو نے
عبدالستار (سیکرٹری خارجہ) کو بھارت بہتری کے لئے بھیجا تھا لیکن نہ جانے بہتری کب ہوگی اور
وہ بھی ناکام ہو کر آئے پھر صاحبزادہ یعقوب علی خاں (پاکستانی وزیر خارجہ) تشریف لے گئے وہ
بھی ناکام لوٹے۔ دوطرفہ مذاکرات کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمیں پہلے اپنی صفوں کو ٹھیک کرنا ہو
گا۔ محاذ آرائی کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ داخلی اور خارجی انتشار کو دور کرنا ہوگا۔ پھر کشمیر کے مسئلے کو بھی
تقویت مل سکتی ہے۔ مولانا نے مطالبہ کیا کہ حکومت، کشمیر کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے عالم اسلام
کے رہنماؤں کی کانفرنس بھی فوری بلائے اور رائے عامہ کو ہموار کرے۔(350)

11رفروری 1990ء کو روزنامہ ''جنگ'' نے راولپنڈی میں ''قومی کشمیر کانفرنس'' کا انعقاد کیا
جس کی صدارت صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خاں نے کی۔ اجلاس سے ملک بھر کے اہم
سیاستدانوں مثلاً ایئر مارشل اصغر خاں، غلام مصطفیٰ جتوئی، ملک محمد قاسم، راجہ ظفر الحق، سردار سکندر
حیات وزیراعظم آزاد کشمیر وغیرہ کے علاوہ مجاہد ملت مولانا نیازی نے خصوصی خطاب فرمایا۔

مولانا نیازی نے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ نقطہ نگاہ میں تبدیلی کی ضرورت ہے، تو میں ہر

طرف جنگ آزادی لڑ رہی ہیں مگر کشمیر کا مسئلہ جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ بھارت کے حکمرانوں نے استصواب رائے کا وعدہ کیا تھا مگر بدعہدی کر کے مسئلے کو پس پشت ڈالنا چاہا۔ پاکستان کو چاہیے تھا کہ وہ استصواب کراتا۔ پاکستان اور اقوام متحدہ کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا چاہئیں تھیں۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ سیاچین پر قبضہ کیا شملہ معاہدے کے مطابق ہوا ہے۔ شملہ معاہدے میں کوئی ایسی بات نہیں کہ لوگوں کو ان کے حق سے محروم کیا جائے۔

مولانا نے کہا کہ ہمیں قوت ایمانی پیدا کرنا ہوگی۔ یہ کہنا کہ جنگ نہیں کریں گے ایسے جینے سے مرنا بہتر ہے۔ کشمیر میں بھارت کے ظلم وستم کو روکنا سب کی ذمہ داری ہے۔ ان حالات میں آپ کا فرض تھا کہ آپ ان سے حساب کتاب چکاتے۔ بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے قوم کو کسی محمد شاہ رنگیلے اور واجد علی شاہ کی ضرورت نہیں بلکہ قوم کو محمد بن قاسم اور احمد شاہ ابدالی کی ضرورت ہے۔ پاکستان کو ہر ممکن وسائل استعمال کرنا چاہئیں۔ گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔ کشمیری موت وحیات کی کشمکش سے دوچار ہیں ان کی فوراً مدد کی جائے۔ تم جہاد کیوں نہیں کرتے۔ افغان مجاہدین بھی ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ پاکستان کا ہے، پاکستان کی بقاء کا ہے ہر پاکستانی کو مقبوضہ کشمیر کی جنگ میں حصہ لینا چاہیے۔(351)

نورانی میاں کی معزولی

24رفروری 1990ء کو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر 7 سکندر روڈ عقب انٹرنیشنل ہوٹل اپر مال لاہور میں ''کل پاکستان خادمین کنونشن'' منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر قرارداد منظور کر کے مولانا شاہ احمد نورانی کو جمعیت علماء پاکستان کی صدارت سے معزول کر دیا گیا۔ قرارداد میں کہا گیا کہ جمعیت کے خادمین کا یہ کل پاکستان کنونشن جمعیت کے منشور، آئین، اغراض ومقاصد اور پارٹی کے مفاد کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث ہونے کی بناء پر جمعیت کے صدر (مولانا نورانی) کی قیادت کو یکسر مسترد کرتا ہے اور انہیں صدارت کے عہدہ سے معزول کرتا ہے۔

ایک دوسری قرارداد میں کنونشن کے شرکاء نے جمعیت کے قائد مولانا عبدالستار خاں نیازی اور پیر سید برکات احمد کی قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے پارٹی کے لئے ان کی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ کنونشن نے مولانا نیازی کو جمعیت کا صدر منتخب کیا اور انہیں جمعیت کے دستور کے مطابق صدر کے تمام اختیارات دیئے گئے جبکہ آئندہ انتخابات تک انہیں جنرل

سیکرٹری کے اختیارات بھی استعمال کرنے کا اختیار دیا گیا۔ کنونشن میں پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان سے جمعیت کے خادمین نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔

کنونشن سے مولانا نیازی کے علاوہ انجینئر سلیم اللہ خان، خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ، قاری عبدالحمید قادری، سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی، مولانا سلیم اللہ خان (لاہور)، مولانا ضیاء الحق اور محمد سعید اسدی ایڈووکیٹ نے خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے اپنے خطاب میں کہا کہ پارٹی میں چند افراد نے پارٹی کے منشور اور دستور سے انحراف کیا تھا، انہیں پارٹی سے خارج نہیں کیا گیا اور 28رفروری کو مولانا نورانی نے جمعیت کی مجلس عاملہ وشوریٰ کا جو اجلاس طلب کیا ہے وہ آئین کے خلاف ہے کیونکہ 27ردسمبر کو شوریٰ کے گزشتہ اجلاس میں بھی کچھ افراد کی جانب سے پیپلز پارٹی کی تائید وحمایت کی تجویز پیش کی گئی تھی جبکہ متعدد ارکان نے اس کی مخالفت کی اور یہ طے پایا کہ پارٹی آزاد، خودمختار حزب اختلاف کا کردار ادا کرے گی اور جماعت کے منشور ودستور کے مطابق فیصلے کئے جائیں گے۔

کنونشن کے بعد اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا جن افراد نے پارٹی حلف سے انحراف کیا ہے وہ دندناتے پھر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پارٹی میں کوئی نظام نہیں رہا۔ محض پسند وناپسند کی بنیاد پر سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ پارٹی انتہائی خلفشار کا شکار ہے۔ اس پر خادمین نے یہ فیصلہ کیا ہے 26رمارچ کو لاہور میں علماء ومشائخ کا ایک کنونشن ہوگا جس میں کارکنوں اور ارکان کو بھی مدعو کیا جائے گا۔ پارٹی کی عاملہ وشوریٰ کے فیصلے کے مطابق مئی تک پارٹی کے مرکزی سطح تک انتخابات مکمل کئے جائیں گے۔(352)

سندھ امن کانفرنس

28رفروری 1990ء کو ''ایوان وقت'' کے زیر اہتمام لاہور میں ''سندھ امن کانفرنس'' کا انعقاد ہوا جس سے مولانا نیازی کے علاوہ میاں شہباز شریف (برادر میاں نواز شریف وزیراعلیٰ) روزنامہ ''نوائے وقت'' کے ایڈیٹر مجید نظامی، سابق وزیراعلیٰ سندھ سید غوث علی شاہ، معروف صحافی نذیر ناجی، جماعت اسلامی کے نائب امیر پروفیسر غفور احمد ودیگر بہت سے حضرات نے خطاب کیا۔

مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ سندھ میں امن

قائم کرے جو حکومت امن قائم نہیں رکھ سکتی اسے حکمرانی کا بھی کوئی حق حاصل نہیں۔ میں کئی سالوں سے مطالبہ کر رہا ہوں کہ سندھ کے مسئلہ پر کل جماعتی کانفرنس بلائی جائے۔ پاکستان کو ویلفیئر سٹیٹ بنایا جائے۔ نوجوانوں کو روزگار دیا جائے۔ ملک کی سیاسی و دینی جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ سندھ میں امن قائم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ تعصبات پھیلانے والے لیڈروں اور تنظیموں کی حوصلہ شکنی کی جائے اور ہر علاقے میں امن کمیٹیاں بنائی جائیں۔ شریعت کو فروغ دیا جائے اور اندھے فتنوں کو کچلا جائے۔(353)

نورانی گروپ کا قیام

مولانا نیازی نے مولانا نورانی کو جن وجوہ کی بناء پر جمعیت سے خارج کیا ان کی تفصیل گزشتہ صفحات میں دی جا چکی ہے۔ ایک وجہ پیپلز پارٹی کی حمایت بھی تھی۔ چنانچہ مولانا نورانی نے 28/ فروری 1990ء کو اپنے حامیوں کا اجلاس اسلام آباد طلب کر کے جمعیت علماء پاکستان (نورانی گروپ) کی بنیاد رکھ دی۔ مولانا نورانی کا ساتھ دینے والوں میں جنرل محمد حسین انصاری، جنرل کے ایم اظہر، صاحبزادہ محمد اکرم شاہ جیسے لوگ تھے جو صرف عہدوں سے چمٹے رہنا ہی سیاست گردانتے ہیں۔ ان لوگوں کا نہ تو پارٹی میں کوئی ورک ہے اور نہ ہی عوام میں کوئی اہمیت۔ یہ لوگ مولانا نیازی کے طفیل ہی جمعیت میں زندہ تھے لیکن اب وفاداری بدل کر مولانا نورانی سے جا ملے۔

نورانی در مدح بے نظیر

یکم مارچ کو مولانا نورانی نے راولپنڈی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کی مکمل حمایت کا اعلان کر دیا اور فرمایا کہ ان کی پارٹی وزیراعظم بے نظیر کی جمہوری اور آئینی حیثیت کو پوری طرح تسلیم کرتی ہے اور موجودہ جمہوری عمل کی کامیابی کے لئے جدوجہد کرے گی۔ نواز شریف اور سابق جنرل ضیاء الحق کی دوسری باقیات موجودہ جمہوری نظام کو ذاتی مفادات کی خاطر درہم برہم کر دینا چاہتی ہیں۔ وزیراعظم بے نظیر کو عوام کی حمایت اور مینڈیٹ حاصل ہے اور انہیں امور مملکت چلانے کا پورا حق حاصل ہے۔

میں نے آئین کا مطالعہ کیا ہے مجھے کوئی ایسی شق نظر نہیں آئی جس کے تحت وزیراعظم 20/ مارچ کے بعد دوبارہ اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کی پابند ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وزیراعظم بے نظیر

بھٹو سے ملاقات کرنے میں کوئی حرج ہے۔ مڈٹرم الیکشن کی کوئی ضرورت نہیں موجودہ حکومت کو اپنی آئینی مدت پوری کرنی چاہئے۔

مولانا نورانی نے بے نظیر بھٹو کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہا کہ بے نظیر بھٹو نے فرانس سے ایٹمی پاور پلانٹ حاصل کرنے کا معاہدہ کر کے شاندار کارنامہ انجام دیا ہے۔ ضیاء کی باقیات نے وزیراعظم بھٹو کو عدم اعتماد کی تحریک کے ذریعے ہٹانے کی کوشش کی تھی، یہ غیر جمہوری اور منفی پالیسی قومی مفاد میں نہیں ہے۔ مولانا نیازی، میاں نواز شریف کے آلہ کار بن گئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔

مولانا نورانی نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ صدر اور وزیراعظم پانچ سال کے لئے منتخب ہوئے ہیں اور انہیں 20/ مارچ کے بعد دوبارہ اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور وزیراعظم بے نظیر کو پانچ سال تک حکومت کرنے کا حق حاصل ہے اور ہم وزیراعظم بے نظیر کی مکمل تائید و حمایت کرتے ہیں۔ اس پریس کانفرنس میں جنرل کے ایم اظہر، پروفیسر شاہ فرید الحق جنرل ایم ایچ انصاری اور پیر اعجاز احمد ہاشمی بھی موجود تھے۔(354)

قارئین کرام! لیجئے، بلی تھیلے سے باہر آ گئی۔ آخر وہی ہوا جو مولانا نیازی کہا کرتے تھے کہ مولانا نورانی در پردہ پیپلز پارٹی کے مفاد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اب مولانا نورانی پیپلز پارٹی کی حمایت میں لنگر لنگوٹ کس کر میدان میں آ گئے ہیں اور اپنی خفت مٹانے کے لئے مجاہد ملت مولانا نیازی پر بے سروپا الزامات لگا کر اپنی عاقبت سنوار رہے ہیں۔ مولانا نیازی کا کردار سب کے سامنے ہے۔ اس مرد مجاہد کو آج تک کوئی حکمران دبا سکا ہے نہ جھکا سکا ہے۔ اس نابغہ روزگار شخصیت نے ہر دور میں کلمہ حق بلند کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا حتیٰ کہ دار و رسن کی منزلوں تک بھی پہنچے۔ اس کے مقابلے میں مولانا نورانی نے 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے سوا ایک دن بھی جیل نہیں دیکھی۔ 1977ء میں نورانی میاں کی گرفتاری، بھٹو حکومت کی مجبوری تھی ورنہ وہ تو مولانا نیازی کو ہی جیل میں بھجوا کر اپنا فرض ادا کر لیتے تھے۔

م ش در مدح نیازی

مولانا نیازی کے کردار کے بارے میں تحریک پاکستان کے نامور سپاہی اور بزرگ صحافی میاں محمد شفیع (م ش) نے اپنی ڈائری (م ش کی ڈائری میں) کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ اس سے

جہاں مولانا نیازی کا مجاہدانہ، دلیرانہ اور قلندرانہ کردار سامنے آتا ہے وہاں مولانا نورانی کی مصلحت پسندی، حقائق سے چشم پوشی اور مولانا نیازی کے مقام و مرتبہ سے نا آشنائی بھی پوری طرح عیاں ہے ملاحظہ ہو:

''نیازی بنام نورانی بزبان اقبالؒ''

''اقبال کا کلام اس لحاظ سے ہمارے دور کی حزبی سیاست میں اس قسم کی رو معنویت سے معمور اور بھرپور ہے۔ مثلاً ''شمع اور شاعر'' والی نظم کے بعض اشعار کا انطباق جمعیت علمائے پاکستان کی موجودہ قیادت کے درمیان خلفشار پر حسن و خوبی سے ہو سکتا ہے حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی جس دینی سیاست کے گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصے سے علم بردار چلے آ رہے ہیں اور جس طرح سر سکندر حیات خاں کے دور سے لے کر موجودہ وزیراعظم بیگم بے نظیر زرداری کے دور تک وہ قلندرانہ، مجاہدانہ اور خالصتاً للہیت سے خواجہ پرستی کے خلاف چٹان کی مانند ڈٹے رہے ہیں، اس کا چرچا پنجاب کے بچے بچے کی زبان پر ہے۔ انہوں نے دور شباب سے لے کر بڑھاپے کی منزل میں داخل ہونے تک ہر دور میں اسلام اور اسلامی اقدار سے اپنی وابستگی کی جو غیر فانی اور لازوال روایات قائم کی ہیں اس پر مسلمانوں کی تمام نسلوں کو فخر اور ناز ہے۔ انہیں دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی پر جب مارشل لاء کی عدالت نے موت کا فتویٰ صادر کیا تھا تو فوجی عدالت کے پریذائڈنگ آفیسر نے طنزاً مولانا سے پوچھا، ''کہئے! آپ کا مورال کیسا ہے؟'' تو اس پر میرے کانوں نے مولانا کی پر اعتماد آواز کی گونج میں سنا، ''میرا مورال آسمانوں تک بلند ہے۔'' حضرت مولانا نیازی کی کتاب زندگی کا ایک ایک باب اور ہر ایک باب کا ایک ایک صفحہ مجاہدانہ کارناموں سے معمور ہے۔ انہوں نے مسلم لیگ کی سیاست میں آخری مرحلہ تک مصالحانہ اور تعمیری کردار ادا کرنے کے بعد جب کوئی چارہ نہ دیکھا تو انہوں نے اپنے دینی مقاصد کی تکمیل کے لئے جمعیت علمائے

پاکستان کی تعمیر اور تشکیل کی طرف توجہ دی اور حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کو جو ایک غیر معروف شخصیت تھے صحت عقائد کی بنیاد پر جمعیت کے معاملات میں کرتا دھرتا بنا دیا اور ان کے نام کو جس سے پنجاب کے عوام نا آشنا تھے گھر گھر پہنچا دیا اور مولانا نورانی کو نعت گوئی کے مقام سے اٹھا کر نیابت اہل سنت کے مقدس مقام پر فائز کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا لیکن:

سچ آکھیاں بھانبڑ مچدا اے

کہاں اہل تشیع کے امام خمینی اور کہاں اہل سنت کے امام مولانا نورانی، ایک نے شہنشاہیت کے بت سنگین دل آئینہ رو کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ دوسرے کا منصب امامت اسمبلی کی رکنیت کے بکھیڑوں میں الجھ کر رہ گیا۔ اب اقبال کی زبان سے حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی کا مولانا نورانی کے نام پیغام سنئے:

قیس پیدا ہوں تیری محفل میں یہ ممکن نہیں
تنگ ہے صحرا تیرا محمل ہے بے لیلیٰ ترا
میں تو جلتا ہوں کہ ہے مضمر میری فطرت میں سوز
تو فروزاں ہے کہ پروانوں کو ہو سودا ترا
گریاں ساماں میں کہ میرے دل میں ہے طوفان اشک
شبنم افشاں تو کہ بزم گل میں ہو چرچا ترا
گل بدامن ہے میری شب کے لہو سے میری صبح
ہے تیرے امروز سے نا آشنا فردا ترا
توں تو روشن ہے مگر سوز دروں رکھتا نہیں
شعلہ ہے مثل چراغ لالہ صحرا ترا
سوچ تو دل میں لقب ساقی کا ہے زیبا تجھے
انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا

اور ہے تیرا شعار، آئین ملت اور ہے
زشت روئی سے تری، آئینہ ہے رسوا ترا
کعبہ پہلو میں ہے اور سودائی بت خانہ ہے
کس قدر شوریدہ سر ہے شوق بے پروا ترا (355)

عزتِ انصار بھی گئی

11/ مارچ 1990ء کو مولانا نورانی نے پرائم منسٹر ہاؤس اسلام آباد میں وزیر اعظم بے نظیر بھٹو سے ملاقات کر کے انہیں پارلیمنٹ کے اندر اور باہر اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ جنرل انصاری بھی اس موقعہ پر موجود تھے۔ اخبار نویسوں کے مطابق اس ملاقات کے بعد جنرل انصاری کی کابینہ میں شمولیت کے امکانات بڑھ گئے تھے (356)۔ مگر افسوس کہ لیلیٰ وزارت جنرل انصاری کا مقدر نہ بن سکی اور جنرل صاحب وزارت کے لالچ میں اپنی عزت بھی کھو بیٹھے:

اس عاشقی میں عزت انصار بھی گئی

قارئین کرام! اس ملاقات پر ”نوائے وقت“ کے معروف کالم نگار نذیر ناجی کا دلچسپ تبصرہ ملاحظہ ہو:

”شکست خوردہ اور غیر منتخب سیاستدانوں کی بریفنگ میں وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے کشمیری حریت پسندوں کے لئے کچھ کیا ہو یا نہ کیا ہو، اپنے لئے ایک سیاسی پوائنٹ ضرور سکور کر لیا۔ نورانی میاں جو عورت کی حکمرانی کے قائل نہیں، نہ صرف ایک خاتون کی حکمرانی کی حقیقت تسلیم کر کے، کشاں کشاں اس بریفنگ میں تشریف لے گئے بلکہ ان کے ساتھ ایک خصوصی ملاقات بھی فرمائی۔ بریفنگ کے لئے جاتے وقت ان کے منہ میں پان، ہاتھ میں چھڑی اور جیب میں ریٹائرڈ جنرل انصاری تھے۔ پتہ نہیں ملاقات سے واپسی پر انصاری صاحب ان کی جیب میں ہی تھے یا نہیں۔ بہرحال اب وہ عورت کی حکمرانی کے خلاف کتنے ہی فتوے دیں، ان کے عمل نے ثابت کر دیا ہے کہ ویسے چاہے مت مانو لیکن عورت حکمران ہو تو اس کی حیثیت تسلیم کر لو اور جب ایک بار کر لو تو پھر پانچ سال

کے لئے جیسا کہ نورانی میاں نے فرمایا ہے! یہ بھی نظریہ ضرورت کی ایک قسم ہے۔ اقتدار کے یہی فائدے ہیں۔ یہ آپ کے ہاتھ میں ہے تو خواہ آپ فوجی آمر ہوں یا خاتون، جہاں سے چاہئیں نظریہ ضرورت کے تحت اپنے آپ کو منوا لیں۔ ہر وہ شخص جو کسی فرد کو، کسی بناء پر، آگے پیچھے ماننے سے ”انکاری“ ہے اس کے دور اقتدار یا امید اقتدار میں اپنی طرز کا ایک نظریہ ضرورت تیار کر کے اس کا اور اپنا وقت گزار لیتا ہے اور بعد میں سلسلہ وہیں سے شروع کر دیتا ہے جہاں سے ٹوٹا تھا۔“ (357)

نوائے وقت کا کردار

15/ مارچ 1990ء کو روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور کے زیر اہتمام ”قومی صحافت میں نوائے وقت کا کردار“ کے موضوع پر ایک مجلس مذاکرہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ میں اور حمید نظامی مرحوم کلاس فیلو تھے۔ انہوں نے صحافتی زندگی کے آغاز کا فیصلہ کیا اور ہم میاں محمد شفیع کے ساتھ مولانا ظفر علی خاں سے ملاقات کے لئے میکلوڈ روڈ پر واقع ”زمیندار“ (روزنامہ) کے دفتر پہنچے اور ان سے ایک قطعہ لکھوایا۔ مولانا نے کہا کہ ”نوائے وقت“ کے تین ادوار ہیں...... تحریک پاکستان میں ”نوائے وقت“ کا کردار بے حد موثر رہا۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کو مرحوم حمید نظامی پر اعتماد تھا۔ 1946ء کے انتخابات میں انہوں نے مسلم لیگی امیدواروں کی پرزور حمایت کی۔ پاکستان بننے کے بعد انہوں نے اپنوں کا احتساب کیا۔ دولتانہ اور ممدوٹ کی لڑائی میں انہوں نے انصاف کا دامن نہ چھوڑا اور گورنر سر فرانسس موڈی کے خلاف کلمہ حق بلند کیا۔ پاکستان کے مسائل حل کرنے کے لئے ”نوائے وقت“ نے اپنے اداریوں میں ہمیشہ قوم کی رہنمائی کی۔ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جس سے اپنی بساط سے بڑھ کر اپنا کردار ادا کیا ہے اپنے موقف کے تسلسل کو برقرار رکھا۔

انہوں نے کہا کہ اس وقت بھی جب مرکز اور صوبے کے تعلقات نے تصادم کی صورت اختیار کر لی ہے، نوائے وقت نے دونوں حکومتوں کا احتساب کیا۔ مولانا نے مدیر ”نوائے وقت“ کو خراج تحسین پیش کیا، جنہوں نے ”نوائے وقت“ کے کردار کو نمایاں رکھا۔ (358)

جمعیت کے نئے صدر

22 / مارچ 1990ء کو مولانا نیازی نے جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام علماء و مشائخ کے ملک گیر کنونشن کا انعقاد کیا۔ یہ کنونشن جامعہ نعیمیہ لاہور میں حضرت پیر سید برکات احمد شاہ سینئر مرکزی نائب صدر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ ملک بھر سے پانچ ہزار علماء و مشائخ اور کثیر تعداد میں سنی مسلمانوں نے شرکت کی۔ کنونشن نے مولانا نیازی کی حمایت کا اعلان کیا اور مولانا شاہ احمد نورانی کو عہدہ صدارت سے معزول کر کے مولانا نیازی کو جمعیت کا نیا صدر منتخب کیا۔ چیدہ چیدہ حضرات کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔ خواجہ حمید الدین سجادہ نشین سیال شریف (سرگودھا) صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم (فیصل آباد) پیر محمد صدیق سجادہ نشین مرولہ شریف (اوکاڑہ) سید یعقوب شاہ آف پھالیہ، سید عارف حسین شاہ سجادہ نشین دوہٹہ شریف (گوجرانوالہ) سید محمد حسین شاہ، سید حسین الدین شاہ (راولپنڈی) صاحبزادہ سید زین العابدین سجادہ نشین سید ریاض سرکار رحمتہ اللہ علیہ ملتان، سید حامد علی شاہ (گجرات) مولانا عبدالعزیز چشتی (گوجرانوالہ) چادروالی شبیر حسین شاہ (حافظ آباد) مولانا حافظ محمد عالم (سیالکوٹ) حاجی محمد حنیف طیب (کراچی) سید مولانا غلام محمد سیالوی (کراچی) حافظ محمد تقی (کراچی) صاحبزادہ حفیظ الرحمٰن معصومی موہری شریف (گجرات) صاحبزادہ فیض القادری (لاہور) مفتی محمد حسین نعیمی (لاہور) مفتی عبدالقیوم ہزاروی (لاہور) مولانا شمس الزمان قادری (لاہور) مولانا عبدالخالق صدیقی (لاہور) پیرزادہ محمد عثمان نوری (لاہور) انجینئر سلیم اللہ خاں (لاہور) میاں مسعود احمد (لاہور) مولانا سلیم اللہ خاں (لاہور) قاری عبدالحمید قادری (لاہور) شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ قصوری، شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی (بھکر) مولانا محمد یعقوب قادری (نواب شاہ، سندھ) قاضی اسلم علی (اوکاڑہ) حاجی ذکی احمد قریشی (بہاولپور) خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ (سرگودھا) مفتی عبدالشکور ہزاروی (وزیر آباد) مولانا محمد حیات قادری (بلوچستان) صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ (بھیرہ ضلع سرگودھا) سید نذر حسین شاہ (فیصل آباد) پروفیسر محمد سعید اسد (فیصل آباد) قریشی محمد سعید اسدی ایڈووکیٹ (میانوالی) مولانا عبدالغفور الوری (رائے ونڈ) سید نصر الدین شاہ (لودھراں) لطیف احمد چشتی (کامونکی، گوجرانوالہ) خلیفہ اللہ دتہ بٹ خلیفہ موہری شریف (لاہور) ظفر اللہ خاں ڈھانڈلہ ایم پی اے (بھکر) ڈاکٹر خالد سعید شیخ ضلعی صدر جے یو پی

(سیالکوٹ) سید محمد امین علی نقوی (فیصل آباد) گل محمد فیضی ایڈیٹر ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور، صاحبزادہ محمد یونس شاہ کاظمی (گجرات) مولانا محمد اسحاق صدیقی (بھائی پھیرو ضلع قصور) مولانا عبدالتواب اچھروی (ابن مناظر اعظم مولانا محمد عمر اچھرویؒ) امجد علی چشتی (کامونکی ضلع گوجرانوالہ) مولانا کمال الدین (مری) علامہ سید ضیاء الحق شاہ (راولپنڈی) پیر صاحب بٹ خیلہ شریف (سرحد)، پیر عبدالقادر (واہ کینٹ) وغیرہم۔

جو علماء اور مشائخ کنونشن میں شریک نہ ہو سکے انہوں نے اپنے پیغامات کے ذریعے مولانا نیازی کو اپنی مکمل تائید و حمایت کا یقین دلایا اور کہا جو مشن بنارس کانفرنس میں علماء و مشائخ لے کر چلے تھے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہمارے کارکن مولانا نیازی کی سربراہی میں سربکف ہو کر چلنے کے لئے حکم اور لائحہ عمل کے منتظر ہیں۔

اس نورانی اور مقدس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے ارشاد کیا کہ پاکستان مساجد اور خانقاہوں سے شروع ہونے والی جدوجہد کا فیض ہے۔ اس لئے اس کی بقاء کے لئے "نظام مصطفیٰ ﷺ" کا نفاذ ضروری ہے۔ سوشلزم اور لادینیت کی دعویدار موجودہ غیر شرعی حکومت کے خلاف نعرۂ حق بلند کر کے میں نے علماء و مشائخ کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ جو کچھ مولانا نورانی اور ان کے ساتھیوں نے میرے ساتھ کیا ہے اس کے لئے میں اپنا مقدمہ علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ میں نے جن اکابرین کے ساتھ کام کیا ہے وہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے داعی تھے۔ اس لئے ان کی جانب سے لادینیت کی حمایت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

گزشتہ کچھ ماہ سے جمعیت کو پیپلز پارٹی کی گود میں ڈالنے کے لئے متواتر کوششیں کی جاتی رہیں لیکن میں نے ہر کوشش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ہم پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی دونوں کا احتساب کریں گے جو بھی قوت اسلام کے بارے میں عدم دلچسپی یا نفاق کا مظاہرہ کرے گی وہ عوام کے احتساب سے نہیں بچ سکے گی۔

مولانا نیازی نے کہا کہ افغانستان میں مجاہدین کی حکومت کے قیام کے لئے حکومت کی دلچسپی لینی چاہئے تھی، کشمیر کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف جذبہ جہاد کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا لیکن حکومت سرد مہری کا مظاہرہ کرتی رہی اور بعض اسلام کے علمبردار (مولانا نورانی) ان کی

بریفنگ پر اطمینان کا اظہار کرتے رہے لیکن اب جمعیت علماء پاکستان کو ایسے لوگوں سے پاک کر دیا گیا ہے۔ اب جمعیت کے دروازے علماء اور مشائخ کے لئے کھلے ہیں۔ اب علماء اور مشائخ جمعیت کی رہبری اور رہنمائی کریں گے۔ پالیسی بناتے کے لئے مشاورتی ادارے کا کام کریں گے۔ مولانا نیازی نے کہا کہ عنقریب علماء و مشائخ پر مشتمل سپریم کونسل بنائی جائے گی جس میں چاروں صوبوں کے اکابرین شامل کئے جائیں گے۔

مولانا نیازی نے کہا کہ قیام پاکستان کی تحریک کو علماء و مشائخ کی شرکت نے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ آج پھر اسی جذبے اور ولولے کی ضرورت ہے، آج پھر پاکستان کے حالات ہمارے اتحاد کے متقاضی ہیں۔ ہمیں انقلابی جدوجہد کرنی ہوگی۔ آج ملت کی نگاہیں علماء و مشائخ پر مرکوز ہیں، آج ملت کو پھر اخوت و محبت کا پیغام دینے کی ضرورت ہے۔ آج کا عظیم الشان اجتماع اس بات کی علامت ہے کہ علماء و مشائخ موجودہ بدامنی، لاقانونیت، بے روزگاری، تعصبات اور عورت کی نااہل اور غیر شرعی قیادت سے تنگ آچکے ہیں۔

کونشن سے خطاب کرتے ہوئے حاجی محمد حنیف طیب صدر نظام مصطفیٰ پارٹی نے کہا کہ نظام مصطفیٰ پارٹی کے دو اجلاس کراچی اور لاہور میں ہوئے جس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ پارٹی کو جمعیت علماء پاکستان میں ضم کیا جائے اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی قیادت میں کاروان اتحاد پورے ملک کا دورہ کرے گا اور ہر ایسے عالم، شیخ طریقت اور کارکن سے رابطہ کیا جائے گا جس کو جمعیت سے نکالا گیا تھا۔

حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی نے اپنے خطاب میں کہا کہ آستانہ عالیہ سیال شریف کے تمام وابستگان مولانا نیازی کی قیادت میں جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم پر کام کریں گے۔ ہمیں مولانا نیازی کی قیادت پر مکمل اعتماد ہے اور علماء و مشائخ کو صرف وہی جمعیت قابل قبول ہے جو مولانا نیازی کی قیادت میں کام کر رہی ہے۔ ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے مولانا نیازی نے جب بھی آواز دی ہم ہر طرح کے قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ یہ تاثر غلط ہے کہ جمعیت دو دھڑوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ چند مفاد پرست افراد کو جمعیت سے خارج کر دیا گیا ہے۔

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد فیصل آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے جگر گوشہ

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت پاکستان نے کہا کہ جماعت اہلسنت پاکستان کے تمام امراء اور محدث اعظم پاکستان رحمتہ اللہ علیہ کے تمام وابستگان مولانا نیازی کی قیادت میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے کام کریں گے۔ جو مشن بنارس کانفرنس میں علماء و مشائخ لے کر چلے تھے اس کی تکمیل کے لئے ہم مولانا نیازی کے حکم پر عمل پیرا ہوں گے۔

سید عبدالقادر جیلانی صدر جماعت اہلسنت برطانیہ نے اس عظیم الشان تاریخی کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجھے بیرونی ممالک کے علماء نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے اور ان کا پیغام ہے کہ ہم مولانا نیازی کی قیادت پر مکمل اتحاد کرتے ہیں۔

مفتی ظفر علی نعمانی (کراچی) اور پیر طریقت صاحبزادہ نور اللہ جان نقشبندی آف سبی (بلوچستان) نے اپنے اپنے پیغام میں مولانا نیازی کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور اپنے تعاون کا یقین دلایا۔

اس موقعہ پر بارہ قراردادیں اتفاق رائے سے منظور کی گئیں۔ پہلی قرارداد میں مولانا نیازی کی جرأت مندانہ، مجاہدانہ اور مومنانہ قیادت کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا اور ان کے اقدامات کی مکمل حمایت کا اعلان اور اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ دوسری قرارداد میں مرکز اور پنجاب کی محاذ آرائی پر اظہار افسوس کرتے ہوئے دونوں حکومتوں کو باہمی اخوت کو پروان چڑھانے اور اختلافات کو آئینی ادارے مشترکہ مفادات کونسل کا اجلاس بلا کر طے کرنے کی ترغیب دی گئی۔ تیسری قرارداد میں بھارت کے جارحانہ عزائم کو ناکام بنانے اور عالم اسلام کے تحفظ کے لئے پاکستان کو ایٹمی قوت بننے پر زور دیا گیا۔ چوتھی قرارداد میں اخبارات کے دفاتر پر حملہ کی مذمت کی گئی پانچویں قرارداد میں سرکاری ذرائع ابلاغ کے اسلام دشمن اور وطن دشمن پروگراموں کی مذمت کی گئی اور انہیں متنبہ کیا گیا کہ وہ اپنی پالیسی قومی امنگوں اور تقاضوں کے مطابق بنائیں۔ چھٹی قرارداد میں عورت کی غیر شرعی حکومت کے خاتمہ کے سلسلہ میں مولانا نیازی کی خدمات کو سراہا گیا اور مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنے کے عزم کا اظہار کیا گیا۔

ساتویں قرارداد میں کشمیری بھائیوں کی جدوجہد آزادی میں ان کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کیا گیا اور بھارتی مظالم کی پرزور مذمت کی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ حکومت پاکستان اسلامی سربراہان مملکت کی کانفرنس طلب کر کے کشمیر، آذربائیجان، لتھونیا، اری ٹیریا، افغانستان اور فلسطینی بھائیوں

کی مدد کے لئے بھرپور لائحہ عمل تیار کرے۔ آٹھویں قرارداد میں افغانستان کی جیتی ہوئی جنگ کو موجودہ حکومت کی طرف سے ہار جانے کی مذمت کی گئی اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ افغانستان کے بارے میں سابقہ حکومت کی پالیسی اور خارجہ حکمت عملی کو دوبارہ اختیار کرے۔ نویں قرارداد میں سنی اوقاف کو الگ کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ دسویں قرارداد میں فقہ حنفی کو پبلک لاء کے طور پر نافذ کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

گیارہویں قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت سندھ ابتر حالات پر قابو پانے کے لئے موثر اقدامات کرے۔ وفاقی حکومت سندھ کے حالات کی اصلاح کے لئے آل پارٹیز کانفرنس بلا کر موثر اقدامات کرے۔ بارہویں قرارداد میں ملک میں بڑھتی ہوئی بیروزگاری، مہنگائی، رشوت ستانی اور بدعنوانی کی شدید مذمت کی گئی اور اسے موجودہ حکومت کی نااہلی تصور کی گئی۔(359)

بلوچستان کا وفد

23/ مارچ 1990ء کو صاحبزادہ محمد نوراللہ جان نقشبندی آف سبی (بلوچستان) کی قیادت میں ایک وفد مولانا نیازی کو اپنی حمایت کا یقین دلانے کے لئے کوئٹہ سے لاہور آیا جس میں مولانا محمد حیات قادری، شیخ صابر پرویز، آغا محمد شاہ، پیر سید رخیل شاہ، صاحبزادہ سید حسین شاہ، مولانا غیاث الدین قادری، مولانا محمد عمر حلیمی، مولانا محمد حسن نقشبندی، مولانا محمد پناہ، مولانا عنایت اللہ سیلاچی، مولانا عبدالغفور، مولانا در محمد، مولانا ابراہیم اور محمد صادق جماعتی شامل تھے۔

مولانا نیازی نے اس وفد کو خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ موجودہ پر آشوب سیاسی حالات میں اہلسنت و جماعت کے تمام اکابرین علماء کرام اور مشائخ عظام کو اپنی خانقاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ وفاقی اور صوبائی حکومتیں عوام سے اپنے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے میں ناکام ہو چکی ہیں اور عوام کے مسائل بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کو پاکستان میں فوری طور پر نافذ کیا جائے تاکہ اقوام عالم کے لئے دکھوں سے نجات کا ایک نمونہ میسر آئے۔ اراکین وفد نے مولانا نیازی کو یقین دلایا کہ وہ اس سلسلے میں اپنی تمام مساعی کو بروئے کار لائیں گے۔(360)

مسلم لیگ کا جلسہ مینار پاکستان

23/ مارچ ہی کو مینار پاکستان لاہور میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام "قرارداد پاکستان گولڈن

جوبلی تقریبات" کے سلسلہ میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس سے محمد خان جونیجو صدر پاکستان مسلم لیگ، میاں نواز شریف صدر پاکستان مسلم لیگ پنجاب، چوہدری شجاعت حسین، گوہر ایوب خان، سید غوث علی شاہ سابق وزیر اعلیٰ سندھ، غلام حیدر وائیں، اقبال احمد خاں و دیگر زعماء نے خطاب کیا۔ مولانا نیازی کو اس جلسہ میں خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ جب مولانا نیازی سٹیج پر پہنچے تو میاں نواز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب نے بڑھ کر استقبال کیا اور شرکاء جلسہ نے نعروں کی گونج اور تالیوں کے ہجوم میں مولانا کا خیر مقدم کیا۔ انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر نے "مرد حق مرد غازی، خان نیازی خان نیازی" کے فلک شگاف نعروں سے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا۔

مولانا نیازی نے اس عظیم الشان تاریخی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس مقصد کے لئے پاکستان بنایا تھا، اس کی تکمیل کے لئے اس عمر میں بھی جوانوں کی طرح جدوجہد جاری رکھوں گا۔ ابھی تک ہم اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکے گا بلکہ ہم نے ملک کو دولخت کر دیا۔ پچاس سال بعد فرزندان توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا یہ سمندر ہے۔ جب قرارداد پاکستان منظور ہو رہی تھی تو نوجوانوں نے اس میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ آئیے ہم سب اس موقعہ پر عہد کریں کہ ہم پاکستان کو پھر متحد کریں گے اور تمام صوبائی و لسانی جھگڑے ختم کریں گے۔

مولانا نے کشمیر جنت نظیر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر، پاکستان کی شہ رگ ہے۔ پاکستان اس وقت تک نامکمل ہے جب تک اس میں کشمیر کی "ک" شامل نہیں ہو جاتا۔ اس وقت کشمیر میں قتل و غارت ہو رہی ہے۔ پاکستان، کشمیر کے مقدمہ میں فریق ہے لہٰذا کشمیری مسلمانوں کی امداد کے لئے جہاد فرض ہے۔ پاکستان فوری طور پر کشمیر کے حالات کا نوٹس لے اور اعلان جہاد کرے۔ مسئلہ افغانستان کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ افغانستان مجاہدین کی ہر ممکن حمایت کی جانی چاہئے۔ دوران تقریر جب مولانا نے فرمایا کہ 1940ء میں قرارداد پاکستان کے موقعہ پر میں ایم ایس ایف میں شامل تھا تو ایم ایس ایف کے کارکنوں نے زبردست تالیں بجا کر خوشی کا اظہار کیا۔(361)

22/ مئی 1990ء کو مولانا نیازی نے بحیثیت صدر جمعیت علماء پاکستان اور صدر اتحاد اہلسنت سپریم کونسل، سپریم کونسل کی 36 رکنی مجلس عمل کا اعلان کیا۔ اس کونسل کے قیام کا مقصد مالیاتی معاملات کو وفاقی شریعت کورٹ کے دائرہ اختیار سے باہر رکھنے کی حکومتی کوششوں کو ناکام

بنایا ہے۔ مجلس عمل ملک بھر کے دینی مدارس، مساجد اور عوام میں حکومت کی اسی کوششوں کا پردہ چاک کرے گی۔ مجلس عمل میں خواجہ حمید الدین سیالوی، پیر سید برکات احمد شاہ، پیر محمود احمد قادری، سید نصرالدین شاہ (لودھراں) سید عارف حسین شاہ (حافظ آباد) صاحبزادہ نور اللہ جان (کوئٹہ) صاحبزادہ حاجی فضل کریم (فیصل آباد) سید ریاض حسین شاہ (راولپنڈی) مفتی غلام سرور قادری (لاہور) مفتی ظفر علی نعمانی (کراچی) مفتی عبدالقیوم ہزاروی (لاہور) مفتی محمد حسین نعیمی (لاہور) مولانا سید حسین الدین شاہ (راولپنڈی) مولانا غلام دستگیر افغانی (کراچی) مولانا غلام محمد سیالوی (کراچی) صاحبزادہ سید زین العابدین شاہ (ملتان) سید نذر حسین شاہ (فیصل آباد) صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ (سرگودھا) حاجی محمد حنیف طیب (کراچی) شیخ محمد صابر (بلوچستان) پروفیسر محمد سعید اسد (فیصل آباد) حاجی ذکی احمد قریشی (بہاولپور) حافظ شیر خاں نیازی (کراچی) حافظ محمد تقی (کراچی) چوہدری محمد صدیق رندھاوا ایڈووکیٹ (فیصل آباد) میاں محمد مسعود احمد (لاہور) انور حسین قریشی (ڈیرہ غازی خاں) مولانا عبدالخالق صدیقی (لاہور) لطیف احمد چشتی (گوجرانوالہ) چوہدری محمد حسین ورک (کراچی) قریشی محمد سعید اسدی ایڈووکیٹ (میانوالی) حاجی غلام سرور خاں نیازی (لاہور) میاں خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ (لاہور) جبکہ انجینئر محمد سلیم اللہ خان کو مجلس عمل کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ (362)

بحیثیت صدر پہلے اجلاس کی صدارت

26 مئی 1990ء کو جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی شوریٰ و عاملہ کا مشترکہ اجلاس مولانا نیازی کی صدارت میں پارٹی کے مرکزی دفتر لاہور میں ہوا جس میں 160 ارکان نے شرکت کی۔ شوریٰ نے پارٹی کے مرکزی عہدیداروں کا اتفاق رائے سے انتخاب کیا۔ یہ انتخاب تین سال کے لئے کیا گیا۔ جو عہدیدار منتخب ہوئے ان میں مولانا نیازی اور سابق وفاقی وزیر حاجی محمد حنیف طیب کو بالترتیب پارٹی کا صدر اور سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا۔ دوسرے عہدیداروں کا انتخاب اس طرح کیا گیا۔ حافظ خواجہ حمید الدین سیالوی سینئر نائب صدر، میاں جمیل احمد شرقپوری، صاحبزادہ فضل کریم (فیصل آباد) مفتی ظفر علی نعمانی (کراچی) شیخ صابر پرویز (بلوچستان) صاحب زادہ محمد نعمان (سرحد) کو نائب صدر منتخب کیا گیا۔ جبکہ قریشی محمد سعید اسدی ایڈووکیٹ (میانوالی) کو پارٹی کا ڈپٹی سیکرٹری جنرل، قاری عبدالحمید قادری (لاہور) خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ (سرگودھا) عفیف

حسن علوی (کراچی) اور مولانا محمد ظاہر شاہ میاں (سرحد) کو جوائنٹ سیکرٹری، پروفیسر محمد سعید اسد (فیصل آباد) کو آرگنائزنگ سیکرٹری حاجی غلام سرور خاں نیازی (لاہور) کو سیکرٹری مالیات، میاں مسعود احمد (لاہور) کو مرکزی سیکرٹری اطلاعات، علامہ سید ریاض حسین شاہ (راولپنڈی) کو شعبہ تعلیم وتربیت کا چیئرمین، چوہدری محمد حسین ورک (کراچی) کو شعبہ خدمت کا چیئرمین اور قومی اسمبلی کی سابق رکن بیگم قمر النساء قمر (کراچی) کو شعبہ خواتین کا انچارج مقرر کیا گیا۔ (363)

نفاذ شریعت کانفرنس

15/ جون 1990ء کو متحدہ علماء کونسل پاکستان کے زیر اہتمام الحمراء ہال نمبر 1 شاہراہ قائداعظم لاہور میں علماء، فضلاء اور وکلاء کا ایک شاندار اجتماع بسلسلہ نفاذ شریعت ہوا جس کی صدارت سابق وفاقی وزیر راجہ ظفر الحق نے کی۔ مقررین میں زیڈ اے سلہری، مجیب الرحمٰن شامی، وزیر اعلیٰ کے مشیر حسین حقانی، مفتی محمد حسین نعیمی وغیرہم شامل تھے جبکہ مولانا نیازی خصوصی دعوت پر جلوہ افروز تھے۔ اس جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ سینٹ میں شریعت بل پاس ہونے سے ملک میں نفاذ اسلام کا صحیح طور پر راستہ کھلا ہے۔ آج مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے۔ شریعت بل اس ملک کی حفاظت کرے گا۔ میں جب بجٹ سیشن میں تقریر کر رہا تھا تو ملک احمد سعید اعوان نے کہا تھا کہ مسلمانوں کی اکثریت نے ووٹوں کے ذریعے پی پی (پیپلز پارٹی) کو منتخب کیا ہے اور اب اس کی حیثیت شرعی ہے جس پر میں نے جواب دیا تھا کہ شریعت ووٹوں سے نہیں بنتی اور نبی ﷺ کا واحد ووٹ ساری کائنات پر بھاری ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں ایسے قوانین موجود ہیں جو شریعت سے متصادم ہیں جن کو شرعی بنایا جانا چاہئے۔ شریعت میں قرآن وسنت کو بالادستی حاصل ہوگی اور تمام فرقے اس کے پابند ہوں گے۔ قوانین کے شریعت سے متصادم ہونے کی وجہ سے شریعت بل کی ضرورت ہے۔ تمام عدالتوں کو شریعت کورٹس میں تبدیل ہو جانا چاہئے۔ اس بل میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس کو کوئی فرقہ تسلیم نہ کرے۔

اگر جمہوریت، شریعت سے متصادم ہوگی تو ہم اس کو بھی مسترد کر دیں گے۔ مالیاتی قوانین کو شریعت کے مطابق بنانے کے لئے مقرر کی جانے والی دس سال کی مدت اس سال جون میں پوری ہو رہی ہے اور اس کے بعد مالیاتی قوانین کو برقرار رکھنا شریعت کے خلاف جنگ ہے۔ اس سودی مالیاتی نظام کو ختم کر کے اسلامی نظام کے مطابق بنانا چاہئے۔ اگر اسمبلی میں شریعت بل منظور نہ کیا

گیا تو ہم اس کے پرزے اڑا دیں گے۔(364)

17 / جون 1990ء کو متحدہ اپوزیشن کے زیر اہتمام اسلام آباد میں آل پارٹیز شریعت کانفرنس منعقد ہوئی جس سے غلام مصطفیٰ جتوئی، میاں نواز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب، نوابزادہ نصر اللہ خاں، پروفیسر غفور احمد، مولانا فضل الرحمٰن، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم وغیرہم کے علاوہ مجاہد ملت مولانا نیازی نے بھی خطاب فرمایا۔ مولانا نیازی نے کہا کہ شریعت بل سے انکار بغاوت ہے۔ آئین کی دفعہ 6 میں موجود ہے جو حکومت یا فرد آئین کو مسترد کرے وہ باغی ہے اس کے خلاف غداری کے تحت مقدمہ چل سکتا ہے۔ آئین میں درج ہے کہ تمام قوانین کو شریعت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ قرارداد مقاصد آئین کا حصہ ہے۔ اس لحاظ سے اسمبلی کا جو ممبر یا حکومت آئین کے اس آرٹیکل کی خلاف ورزی کرے وہ بغاوت کا مرتکب ہوگا۔(365)

29 / جولائی 1990ء کو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر لاہور میں آل پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی جس کا مقصد ملک میں نفاذ شریعت اور قومی اسمبلی سے شریعت بل منظور کروانا تھا۔ کانفرنس میں جمعیت علماء پاکستان، مسلم لیگ، جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام، جمعیت مشائخ، جماعت اہلسنت، مجلس دعوت الاسلامی، متحدہ علماء کونسل، نظام اسلام پارٹی، جمعیت اہلسنت، مرکزی جمعیت اہلحدیث، جمعیت اشاعت توحید وسنت، خاکسار تحریک اور انجمن سپاہ مصطفیٰ ﷺ کے نمائندوں نے شرکت کی۔

کانفرنس میں ایک مجلس عمل تشکیل دی گئی جس کے صدر مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی اور سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق (جمعیت علماء اسلام) منتخب ہوئے۔ اس کانفرنس کو ''تحریک نفاذ شریعت'' کا نام دے کر باقاعدہ تنظیم کی شکل دے دی گئی۔ اجلاس میں مندرجہ ذیل اراکین مجلس عمل کو متفقہ طور پر منتخب کیا گیا۔ قاضی اسلم علی اوکاڑوی، حاجی محمد حنیف طیب، انجینئر محمد سلیم اللہ خاں، صاحبزادہ محمد فضل کریم، پیر محمد یعقوب شاہ پھالیہ، چوہدری محمد صدیق رندھاوا، صاحبزادہ منظور آصف طاہر آف چورا شریف، پیر سید عارف حسین شاہ، دوہٹہ شریف (حافظ آباد)، صاحبزادہ چن جی کیلیانوالہ شریف، پیر خواجہ حمید الدین سیالوی، صاحبزادہ حفیظ الرحمٰن معصومی آف موہری شریف (گجرات) مولانا عبدالخالق صدیقی (لاہور)، مفتی غلام سرور قادری، مفتی محمد حسین نعیمی (لاہور) پروفیسر خاور بٹ، مولانا غوث شاہ، صاحبزادہ فرزند علی، مولانا

اکبر علی نقشبندی، صاحبزادہ غلام نصیر الدین سیالوی (جمعیت علماء پاکستان، جماعت اہلسنت کی طرف سے)، راجہ ظفر الحق، اقبال احمد خاں، محمد ریاض خاکی، مولانا اللہ وسایا، صاحبزادہ طارق محمود، مولانا اسفندیار خاں، قاضی احسان الحق، مولانا وصی مظہر ندوی، سید معین الدین ایڈووکیٹ، مولانا محمد عبداللہ، قاری محمد نذیر فاروقی، میاں فضل حق، عبدالرزاق، مولانا معین الدین لکھوی، پروفیسر ساجد میر، مولانا عبدالقادر روپڑی، مولانا محمد اجمل خاں، میاں محمد اجمل قادری، مولانا زاہد الراشدی، حافظ زبیر احمد ظہیر، مولانا عبدالمالک، حافظ محمد ادریس، چوہدری محمد اسلم سلیمی، مولانا قاضی عبداللطیف، چوہدری عبدالغفور، ملک خدا بخش ٹوانہ، حافظ حسین احمد، پروفیسر غفور احمد، مجیب الرحمٰن شامی، مصطفیٰ صادق اور خان محمد اشرف خان۔

اجلاس میں عوامی رابطہ کمیٹی کے کنوینر صاحبزادہ محمد فضل کریم، قانونی کمیٹی کے کنوینر راجہ ظفر الحق، مالیاتی کمیٹی کے کنوینر میاں فضل حق اور پارلیمانی رابطہ کمیٹی کے کنوینر نوابزادہ نصر اللہ خاں منتخب کئے گئے۔ اجلاس کے اختتام پر پرجوش نعروں کی گونج میں مولانا نیازی کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا گیا۔(366)

اگلے دن یعنی 30 / جولائی کو لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ شریعت بل کو قومی اسمبلی سے منظور کروانے اور اس پر عملدرآمد کرانے کے سلسلے میں ''تحریک نفاذ شریعت'' کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ مجھے (مولانا نیازی) کو اس کا صدر اور سینٹر مولانا سمیع الحق کو سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا ہے۔ پارلیمنٹ کے اندر نفاذ شریعت کی جدوجہد کو منظم کرنے کے لئے نوابزادہ نصر اللہ خاں کی سربراہی میں پارلیمانی رابطہ کمیٹی قائم کی گئی ہے۔ جس میں سینٹر قاضی عبداللطیف، حافظ حسین احمد ایم این اے، چوہدری شجاعت حسین ایم این اے، چوہدری عبدالغفور ایم این اے اور ملک خدا بخش ٹوانہ ایم این اے کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عوامی رابطہ کمیٹی میں جس کے چیئرمین صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کے علاوہ مولانا منظور احمد چنیوٹی، خان محمد اشرف خان، حاجی محمد حنیف طیب، مولانا محمد حسین شیخوپوری، اعجاز الحق، ہمایوں اختر، حافظ عبداللہ شیخوپوری، لیاقت بلوچ، مولانا عبدالمالک، مولانا بشیر احمد شاد، قاری عبدالحمید قادری، غلام حیدر روائیں، میجر امین منہاس، قاضی احسان الحق، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی، پروفیسر محمد یحییٰ، شیخ رشید احمد ایم این اے، مولانا محمد یعقوب، حافظ سلمان

روپڑی اور صاحبزادہ طارق محمود شامل ہوں گے۔

اسی طرح وکلاء رابطہ کمیٹی میں راجہ ظفر الحق (چیئرمین) چوہدری محمد اقبال، میاں محمد عارف، سید حسنین شاہ، چوہدری محمد صادق، خالد حبیب الٰہی اور عبدالرشید قریشی کو شامل کیا گیا ہے۔ جبکہ پبلسٹی کمیٹی میں پروفیسر ساجد میر (چیئرمین) مولانا زاہد الراشدی، انجینئر سلیم اللہ خاں، گل محمد فیضی، حافظ زبیر احمد ظہیر، مولانا محمد امجد خان، صفدر چوہدری، ریاض احمد خاکی شامل ہوں گے۔ مالیاتی کمیٹی میں میاں فضل حق (چیئرمین) میاں مسعود احمد اور حاجی محمد حنیف طیب کو شامل کیا گیا ہے۔

مولانا نے بتایا کہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ 3/اگست کو پورے ملک میں ''یوم نفاذ شریعت'' منایا جائے گا اور مساجد میں جمعتہ المبارک کے اجتماع میں نفاذ شریعت کی اہمیت بیان کریں گے جبکہ 10/اگست کو پورے ملک میں نماز جمعہ کے بعد شریعت بل کے حق میں عوامی مظاہرے کئے جائیں گے۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کے انعقاد کے موقعہ پر 7/اگست کو اسلام آباد میں ''تحریک نفاذ شریعت'' کی مرکزی مجلس عمل کا اجلاس ہوگا جس میں آئندہ کے لئے لائحہ عمل تیار کیا جائے گا۔

مولانا عبدالستار خاں نے فرمایا کہ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ تحریک نفاذ شریعت کو فوری طور پر صوبائی سطح پر منظم کرنے کا پروگرام بھی بنایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں پنجاب میں صاحبزادہ فضل کریم، سندھ میں مولانا جان محمد عباسی، سرحد میں مولانا قاضی عبداللطیف اور بلوچستان میں حافظ حسین احمد کو صوبائی کنوینز مقرر کیا گیا ہے۔ شیعہ حضرات کی طرف سے شریعت بل کی مخالفت کا بطور خاص جائزہ لیا گیا ہے اور اس امر کا اظہار کیا گیا کہ شریعت بل میں شیعہ حضرات کے لئے پرسنل لاء میں ان کی اپنی فقہ کے مطابق فیصلوں میں واضح ضمانت کے باوجود ان کی طرف سے شریعت بل کی مخالفت کی کوئی اصولی وجہ موجود نہیں ہے۔ میاں فضل حق کی سربراہی میں تحریک نفاذ شریعت کا ایک وفد شیعہ رہنماؤں سے ملاقات کر کے ان سے اس سلسلے میں بات چیت کرے گا۔

حکومتی حلقوں کی طرف سے شریعت بل کے بارے میں مذاکرات اور مفاہمت کی باتیں سامنے آرہی ہیں۔ اس ضمن میں ہمارا موقف یہ ہے کہ جب حکومت شریعت کو ملک کا سپریم لاء تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو مذاکرات کس موضوع پر ہوں؟ ہمارے نزدیک شریعت کو ملک کا اعلیٰ ترین قانون اور سپریم لاء قرار دینا ایک اعتقادی اور بنیادی مسئلہ ہے کیونکہ شریعت کو تمام قوانین سے بالاتر تسلیم کئے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اس لئے جب تک حکومت شریعت

اسلامیہ کو ملک کا سپریم لاء تسلیم کرنے کا اعلان نہیں کرتی، اس سے کسی قسم کے مذاکرات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شریعت بل کے سامنے آتے ہی حکمران جماعت سراسیمگی کا شکار ہوگئی اور شریعت بل کو قومی اسمبلی سے منظور کرا کے اسلام کو بطور دین نافذ کرنے کے بجائے اس نے نفاذ شریعت کی جدوجہد کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔(367)

6/اگست 1990ء کو صدر پاکستان غلام اسحاق خاں نے اسمبلیاں توڑ دیں اور جناب غلام مصطفیٰ جتوئی کو نگران وزیراعظم مقرر کر کے ہنگامی حالت کا نفاذ کر دیا۔ ملک بھر کے سیاستدانوں نے صدر پاکستان کے اس اقدام کا خیر مقدم کیا۔ مولانا نیازی نے قومی اسمبلی توڑنے اور حکومت برطرف کر کے نگران حکومت بنانے کا خیر مقدم کیا۔ مولانا نے کہا کہ مرکز اور صوبوں میں محاذ آرائی نے ملک کو تباہی کے کنارے پر لا کھڑا کیا تھا۔ قومی اسمبلی کے سابق ارکان، وفاقی وزراء کا احتساب ہونا چاہئے۔(368)

9/اگست 1990ء کو مولانا نیازی کی قیادت میں تحریک نفاذ شریعت کے ایک وفد نے نگران وزیراعظم غلام مصطفیٰ جتوئی سے ملاقات کی اور ان سے مطالبہ کیا کہ انہیں فوری طور پر ایک آرڈیننس کے ذریعے شریعت محمدی نافذ کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات کا موقعہ فراہم کیا ہے۔ مسٹر جتوئی نے وفد کو یقین دلایا کہ ملک میں شریعت محمدی کے نفاذ سے انہیں دلی طمانیت حاصل ہوگی۔ میں کوشش کروں گا کہ شریعت محمدی نافذ ہو جائے تاکہ غریب عوام کو فوری اور سستا انصاف مل سکے۔(369)

صدر پاکستان نے اسمبلیاں توڑنے کے اعلان کے ساتھ ہی اگلے انتخابات 24/اکتوبر الیکشن 1990ء کو کروانے کا پروگرام دیا تھا۔ چنانچہ مولانا نورانی نے پیپلز پارٹی کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ جبکہ مجاہد ملت مولانا نیازی نے اسلامی جمہوری اتحاد کے ساتھ اپنا اتحاد کر کے اسلامی قوتوں کو تقویت دی۔ اسلامی جمہوری اتحاد نے جمعیت علماء پاکستان (نیازی گروپ) کو قومی اسمبلی کی آٹھ اور پنجاب اسمبلی کی دس سیٹیں دیں۔ قومی اسمبلی کی نشستوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

1۔	مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی	حلقہ نمبر 53 میانوالی
2۔	مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی	حلقہ نمبر 54 میانوالی
3۔	ملک اللہ یار خاں	حلقہ نمبر 42 اٹک

4۔ سید عارف حسین شاہ بخاری — حلقہ نمبر 75 گوجرانوالہ
5۔ ظفر اللہ خاں ڈھانڈلہ — حلقہ نمبر 56 بھکر
6۔ حاجی محمد حنیف طیب — حلقہ نمبر 135 مظفر گڑھ
7۔ مخدوم عماد الدین — حلقہ نمبر 148 رحیم یار خاں
8۔ پیر خورشید احمد شاہ بخاری — حلقہ نمبر 139 لیہ

بعد میں مولانا نیازی حلقہ نمبر 54 سے دستبردار ہو گئے جہاں مسلم لیگ نے گل حمید خاں روکڑی کو نامزد کر دیا۔ حلقہ نمبر 135 مظفر گڑھ سے حاجی محمد حنیف طیب بھی آئی جے آئی کے صوبائی امیدواروں کی پیپلز پارٹی سے سودے بازی اور سرد مہری کے سبب دستبردار ہو گئے۔ اس طرح جمعیت علماء پاکستان کے پاس قومی اسمبلی کی چھ نشستیں رہ گئیں۔

مولانا نیازی انتخابات میں سرگرم عمل ہو گئے۔ اپنے حلقہ کے علاوہ اپنے ساتھیوں کے حلقہ جات کا بھی دورہ فرماتے۔ 2/اکتوبر 1990ء کو تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور بزرگ صحافی جناب میاں محمد شفیع (م ش) نے اپنی ڈائری (م ش کی ڈائری) میں ''باصول مجاہد اسلام پیکر حب الوطنی مولانا نیازی کا امتحان'' کے عنوان سے مولانا کے حلقہ کے ووٹروں کو جھنجھوڑا اور مولانا کی مذہبی، ملی اور سیاسی خدمات کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے اپیل کی کہ مولانا جیسے ''مرد مجاہد'' کو کامیاب و کامران کریں۔ اب ڈائری ملاحظہ ہو:

''اگر میری جسمانی صحت نے میرا ساتھ نہ چھوڑا ہوتا تو میں اپنی حب الوطنی اور دین اسلام سے اپنی غیر فانی وابستگی کے تقاضوں کے پیش نظر ہر ایک کام چھوڑ کر میانوالی کے اس حلقے میں دن رات کام کرنے کی سعادت حاصل کرتا جہاں مولانا عبدالستار خاں نیازی مرکزی اسمبلی کے لئے انتخاب لڑ رہے ہیں۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی سیاسی اور دینی میدان میں اس وقت سے سرگرم عمل ہیں جب سیاست نہ صرف ہارس ٹریڈنگ کا ذریعہ ہی نہ تھی بلکہ جس قسم کی سیاست کے مولانا عبدالستار خاں نیازی پرچم بردار تھے اس میں جیلیں، گرفتاریاں بلکہ پھانسی کے پھندے تھے۔ ایک پاک باز

جوانی کے پیکر رعنا، سرخ اسپید غیور پٹھان عبدالستار خاں نیازی نے جبکہ وہ کالج میں ایم اے کے طالب علم تھے۔ جب ایک مرتبہ آنکھیں کھول کر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے ہاتھ اپنے آپ کو بازار عشق میں فروخت کر دیا تھا۔ آج جبکہ وہ بڑھاپے کی منزلیں (جوانوں سے زیادہ ولولے کے ساتھ) طے کر رہے ہیں اپنا سب کچھ اس راہ میں قربان کر دیا۔ نہ گھر بنایا نہ بیوی بچوں کے جھنجھٹ میں گرفتار ہوئے نہ دولت کمانے کا سوچا نہ اقربا پروری کے لئے دل میں کوئی نرم گوشہ رکھا جبکہ صورت حال یہ تھی کہ گورنری اور وزارت اور دنیا کی دولت ان کے گھر پر دستک دیتی رہیں لیکن مولانا اپنے عشق میں اتنے محو اور مستغرق تھے کہ انہیں ان آوازوں پر دھیان دینے کی فرصت ہی نہ تھی۔

میں میانوالی کے ووٹروں کو عزت واحترام سے یہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ پٹواریوں اور تھانے داروں سے کام کروانا یونین کونسل کے اراکین کے فرائض میں شامل ہے۔ ملازمتوں کے لئے سفارش کرنا ڈپٹی کمشنروں کو سلام کر کے اپنے دوستوں کے جائز اور ناجائز کام کروانا جن لوگوں کا کام ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ افسروں کو جھوٹے سچے رقعے لکھ کر سائلوں کی طرف سے کام کرنے کی عاجزانہ درخواست دینا ان مخصوص طبقوں کا کام ہے جن کی گھٹی میں کاسہ لیسی اور خوشامد پڑی ہے۔ لیکن اسلام اور شریعت اسلام کے نفاذ کے لئے جلوس میں اپنے سینے کو گولیوں کی بوچھاڑ کے سامنے برہنہ کر کے ڈٹ جانا پاکستان کے دس کروڑ عوام کے حقیقی جمہوری اسلامی اور معاشی حقوق کے لئے سر سکندر حیات خاں کے دور سے بیگم بھٹو کے دور تک نصف صدی سے زائد عرصے تک ہر قسم کی قربانیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہنا، پاکستان کے مسلمانوں کو عالم اسلام کی زنجیر میں مضبوط کڑی بنا کر دنیائے اسلام کو کفر کے مقابلے میں متحد کرنا، روس کے استعماری نظام کے انہدام کے بعد امریکہ

کی گرتی ہوئی بین الاقوامی ساکھ کے پس منظر میں عالم اسلام کو ایک سپر پاور بنانے کے لئے دن رات کام کرنا، فلسطین، کشمیر اور دوسرے علاقوں کے مسلمانوں کی جنگ آزادی میں اپنے تمام وسائل سے مدد کرنا ان تمام امور میں مولانا نیازی کا پلہ تمام افراد اور جماعتوں کے مقابلے میں معنی خیز اہمیت رکھتا ہے۔ قومی معاملات میں وہ نیشنل ڈیفنس کونسل کی رکنیت کا معاملہ ہو مولانا کے قدم کبھی کسی موقع پر کسی قیمت پر کبھی نہیں ڈگمگائے۔ معطل شدہ اسمبلی کی زندگی کے دوران مولانا کو وزارت کی پیشکش کی گئی۔ ٹیکسٹائل پالیسی اور مل لگوانے کی پیشکش کی گئی لیکن اس غیور پٹھان نے کسی قیمت پر اپنی دینی محبت کا سودا نہ کیا۔

تحریک ختم نبوت میں جب مارشل لاء کی عدالت نے مولانا کو پھانسی کا حکم سنایا اور ایک کرنل نے ازراہ تمسخر مولانا سے انگریزی میں پوچھا، ''کہئے اب مزاج کیسے ہیں؟'' اس پر مولانا نے بے ساختہ فرمایا! ''اس وقت میری اخلاقی بلندیاں آسمان کو چھو رہی ہیں۔'' مجھے اپنی وہ کیفیت یاد ہے جب مولانا بغیر آزار بند کے جیل کا پاجامہ پہنے اور ایک بوسیدہ سی قمیض زیب تن کئے پھانسی کی کوٹھڑی میں گلے میں پھانسی کا پھندہ لگنے کے لمحوں کا انتظار کر رہے تھے۔ میں اور میرے ساتھی جن میں حکیم انور بابری سرفہرست تھے یہ منصوبہ بندی کر رہے تھے کہ بندوق اور رائفل سے مسلح ہو کر جیل پر دھاوا مارا جائے اور مولانا کو رہا کروالیا جائے۔ لیکن جب ہم پھانسی کی کوٹھڑی کی سلاخوں کے باہر ان کے ''آخری دیدار'' کو گئے تو مولانا کو دیکھ کر ہماری کیفیت ہی بدل گئی۔ وہ اپنے خالق مطلق سے ملنے کے اشتیاق اور اپنے محبوب ترین پیغمبر ﷺ کے تلوں سے اپنی آنکھیں ملنے کے ذوق میں اتنے سرشار نظر آئے کہ ہمیں اس عاشق پاک طینت کی پھانسی کی کوٹھڑی سے وابستہ تمام نفسیات یکسر فراموش ہوگئیں۔ میں یہ حق نہیں رکھتا کہ میں ان کے مدمقابل امیدواروں پر اپنی

رائے کا اظہار کرسکوں۔ ممکن ہے کہ ان امیدواروں نے حلقے کے بعض لوگوں کو ملازمتیں دلوائی ہوں، بعض کے غلط یا صحیح کام کئے ہوں، بعض نے ڈسٹرکٹ میں بعض مستحق یا غیر مستحق لوگوں کے قانونی یا غیر قانونی طور پر کام کروائے ہوں لیکن جہاں تک قومی پیمانے پر کام کا تعلق ہے اور جہاں تک قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ اور تحریک پاکستان سے وابستگی کا تعلق ہے اور جہاں تک نظریہ پاکستان کی حمایت میں ولولوں کا تعلق ہے، ان کے مخالف امیدوار تو کیا پاکستان میں مولانا نیازی کے پایہ کا دوسرا آدمی نظر نہیں آتا۔

آج مالی وسائل سے تہی دست، سرکاری اثر ورسوخ سے بے نیاز لیکن دولت عشق سے مالا مال اور حب الوطنی کا ایک زندہ جاوید پیکر اسلام کی عزت کے لئے مر مٹنے کے جذبے سے سرشار ایک فقیر بے نوا میانوالی کے غیور مسلمانوں سے بجا طور پر یہ توقع کرسکتا ہے کہ وہ اس کی نصف صدی سے زائد ملی اور قومی خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں شاندار کامیابی سے ہمکنار کریں گے۔

''نوائے وقت'' نے 1964ء کے عام انتخابات میں مولانا نیازی کا خوانین عیسیٰ خیل کے مقابلے پر ساتھ دیا تھا۔ مولانا نے ''نوائے وقت'' کے اس اعتماد کو کبھی زائل نہیں کیا۔ میں جو کہ ''نوائے وقت'' کا ایک ادنیٰ کارکن ہوں۔ میانوالی کے غیور پٹھانوں اور مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جمعیت علمائے پاکستان کے صدر ہی نہیں بلکہ پاکستان کے تمام مسلمانوں کے مایہ ناز دینی اور سیاسی سرمایہ کو اس انتخابی معرکہ میں کامیاب کروا کے عنداللہ وعندالناس مشکور ہوں۔ وماعلینا الا البلاغ۔ (370)

9/اکتوبر 1990ء کو جناب میاں محمد شفیع (م ش) نے اپنی ڈائری میں مولانا کو پھر بھرپور خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ:

''اگر عبدالستار خاں نیازی جیسے درویش صفت لوگ ملک کی وزارت عظمیٰ پر فائز ہوں تو پاکستان نہ صرف اسلام کا قلعہ بن جائے گا بلکہ عالم اسلام

کے لئے ایک ایسی مثال ہوگا کہ بادشاہ اور ڈکٹیٹر لڑھک جائیں گے اور امت محمد ﷺ اور امت مسلمہ کے افراد جن کے متعلق اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے کہ:۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

ایسے مجاہد اور موت سے لاپرواہ عوام اقتدار میں آ جائیں گے جن کے کارناموں سے دنیا محو حیرت ہو جائے گی اور بھارت کو یک دم ان مسلم اقلیتوں اور کشمیریوں کا پاک خون بہانا بند کرنا پڑے گا۔"(371)

الیکشن میں کامیابی

24/ اکتوبر 1990ء کو قومی اسمبلی کا الیکشن ہوا تو مولانا نیازی بھاری اکثریت سے انتخاب جیت گئے۔ مولانا کے باقی پانچ امیدواروں میں سے تین کامیاب ہوئے جبکہ دو ہار گئے۔ تفصیل کچھ یوں ہے:

نمبر شمار	نام امیدوار	حاصل کردہ ووٹ	مدمقابل کے ووٹ	نتیجہ
1	مولانا عبدالستار خاں نیازی	55700	ڈاکٹر شیر افگن، پیپلز پارٹی 31588	کامیاب
2	ملک اللہ یار خاں	68/40	امیر محمد خاں، پیپلز پارٹی 55204	کامیاب
3	ظفر اللہ خاں ڈھانڈلہ	52348	رشید اکبر خاں (آزاد) 38441	کامیاب
4	پیر خورشید احمد بخاری	59660	ملک نیاز احمد جھکڑ پیپلز پارٹی 42901	کامیاب
5	مخدوم عماد الدین	57727	مخدوم شہاب الدین پیپلز پارٹی 59163	ناکام

نمبر شمار	نام امیدوار	حاصل کردہ ووٹ	مدمقابل کے ووٹ	نتیجہ
6	پیر سید عارف حسین شاہ	46762	افضل حسین تارڑ (آزاد) 49309	ناکام (372)

27/ اکتوبر کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے تو پنجاب اسمبلی میں مولانا نیازی کے دس امیدوار کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے:

نمبر شمار	حلقہ	نام امیدوار	حاصل کردہ ووٹ
1	پی پی، 12 اٹک۔1	سردار محمد صادق خان	44966
2	پی پی، 42 بھکر۔3	نعیم اللہ خاں شاہانی	47519
3	پی پی 44 فیصل آباد۔2	خالد محمود خاں	
4	پی پی 75 ٹوبہ ٹیک سنگھ۔5	حاجی غلام ربانی	36070
5	پی پی 99 گجرات۔9	پیر سید محمد یعقوب شاہ آف پھالیہ	
6	پی پی 138 شیخوپورہ۔5	سردار محبوب حسین ڈوگر	19203
7	پی پی 174 خانیوال۔1	سردار خضر حیات خاں سیال	26369
8	پی پی 221 بہاولنگر۔2	چوہدری محمد اقبال	
9	پی پی 226 بہاولنگر۔2	میاں شوکت علی لالیکا	20821
10	پی پی 236 رحیم یار خاں۔5	مخدوم مشرف حسین(373)	

7/ نومبر 1990ء کو اسلام آباد میں جمعیت علماء پاکستان کے منتخب اراکین قومی اسمبلی کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں پارٹی کے سربراہ مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کو پارٹی کا پارلیمانی لیڈر چن لیا گیا اور پنجاب اسمبلی میں پیر سید محمد یعقوب شاہ آف پھالیہ کو پارلیمانی لیڈر نامزد کیا گیا۔(374)

وفاقی وزارت کا منصب

9/ نومبر 1990ء کو وزیر اعظم محمد نواز شریف (جو 6/ نومبر کو وزیر اعظم منتخب ہوئے تھے) کی 18 رکنی وفاقی کابینہ نے حلف اٹھایا جس میں مولانا نیازی کو بھی شامل کیا گیا۔ وزراء اور ان کے محکموں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

نمبر شمار	نام وفاقی وزراء	محکمہ جات
1	غلام مرتضیٰ جتوئی	مواصلات
2	میر ہزار خاں بجارانی	ریلوے
3	اسلام نبی	پیداوار
4	سید طارق محمود	ہاؤسنگ و تعمیرات
5	رانا چندر سنگھ	نارکوٹیکس کنٹرول
6	سید علی گوہر شاہ	امور نوجواناں
7	سرتاج عزیز	خزانہ واقتصادی امور
8	سردار یعقوب خاں ناصر	ماحولیات شہری امور
9	صاحبزادہ یعقوب خان	امور خارجہ
10	چوہدری شجاعت حسین	صنعت اضافی چارج امور داخلہ
11	مولانا عبدالستار خاں نیازی	بلدیات، دیہی ترقی اضافی چارج خصوصی تعلیم وسماجی بہبود
12	سید فخر امام	تعلیم، اضافی چارج قانون انصاف پارلیمانی امور
13	ملک نعیم خاں	تجارت
14	چوہدری نثار علی	پٹرولیم، قدرتی وسائل
15	حامد ناصر چٹھہ	پلاننگ، ترقی اضافی چارج سائنس و ٹیکنالوجی
16	تسنیم نواز گردیزی	صحت
17	جنرل عبدالمجید ملک	خوراک، زراعت
18	اعجاز الحق	محنت افرادی قوت واوورسیز پاکستانیز

روائیداد خاں وزیراعظم کے مشیر جبکہ سید اجلال حیدر زیدی وزیراعظم کے امور دفاع کے مشیر مقرر کئے گئے۔

حلف اٹھانے کے بعد مولانا نیازی وزیر بلدیات ودیہی ترقی نے کہا کہ ترقیاتی فنڈ کا ایک ایک پیسہ عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ ہوگا جبکہ ماضی میں یہ رقم پارٹی کے مفادات کے لئے خرچ کی جاتی رہی اور عوام سہولتوں سے محروم رہے۔ پیپلز پروگرام کے فنڈ کو پارٹی کارکنوں کے مفادات میں استعمال کیا گیا۔(375)

مولانا کے وفاقی وزیر بننے پر پورے ملک میں زبردست خیر مقدم کیا گیا۔ ہر طرف سے مرحبا صد مرحبا کی صدائیں بلند ہونے لگیں اوراس انتخاب پر وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے اپنے ''اداریہ'' میں ''نئی وفاقی کابینہ.....نوجوان قیادت، فعال کردار'' کے زیرعنوان مولانا نیازی کے بارے میں یوں تبصرہ کیا:

> ''بزرگ مولانا عبدالستار خاں نیازی اپنی سیاسی زندگی میں پہلی مرتبہ کوئی حکومتی منصب قبول کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں ان کے پس منظر کی وجہ سے بہتر تھا کہ انہیں تعلیم کی وزارت دی جاتی جہاں وہ اپنے علم اور تجربے کو بروئے کار لاکر ایک اچھی ''تعلیمی پالیسی'' قوم کو دیتے مگر اب بھی قوم ان سے اچھی توقعات رکھتی ہے۔''(376)

وفاقی وزیر بلدیات ودیہی ترقی کا چارج سنبھالنے کے بعد مولانا نیازی نے اے پی پی سے ایک خصوصی انٹرویو میں کہا کہ پی پی پی کے دور حکومت میں شروع کئے گئے پیپلز پروگرام کو پارٹی مفادات کو تقویت دینے کا ذریعہ بنایا گیا۔ اس کے فنڈز کا وسیع پیمانے پر ترقیاتی منصوبوں کے نام پر پی پی کے کارکنوں نے ناجائز استعمال کیا۔ اب ہم کسی کو ایک پیسہ بھی اپنی جیب میں ڈالنے کی اجازت نہیں دیں گے اور اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ ہر پیسہ غریب عوام کی حالت بہتر بنانے پر صرف ہو۔

مولانا نیازی نے واضح کیا کہ ضلع کمیٹیوں میں ہر ضلع سے دو بڑے سیاسی گروپوں سے ارکان شامل کئے جائیں گے تاکہ عوامی پیسہ کے درست استعمال کو یقینی بنایا جاسکے۔ پیپلز پارٹی پر تنقید کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی کی سابقہ حکومت نے وزیراعظم کے صوابدیدی اختیارات کے تحت 29 کروڑ روپے اس فنڈ سے نکلوائے اوراس سے سلائی مشینیں اور سائیکلیں

خریدی گئیں اور پارٹی کارکنوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے پراجیکٹ شروع کئے گئے۔ مولانا نے مزید بتایا کہ پیپلز پروگرام کا پندرہ کروڑ روپیہ انتظامی عملے، ساز وسامان کی خریداری، سڑکیں بنانے والی مشینری اور گاڑیوں وغیرہ پر خرچ نہیں کیا گیا اور جو ترقیاتی کام شروع بھی کیا گیا وہ صرف پی پی پی کے مخصوص علاقوں میں کیا گیا جس سے پیپلز پروگرام مکمل طور پر پی پی پی پروگرام بن گیا۔ تاہم پیپلز پارٹی کے تحت جو ترقیاتی پروگرام 6/اگست سے قبل شروع کئے گیے تھے ان کو مکمل کیا جائے گا۔

مولانا نیازی نے بتایا کہ سرکاری فنڈز کے ناجائز استعمال کے سلسلے میں پیپلز پارٹی کے سابق ارکان قومی اسمبلی وصوبائی اسمبلی اور پیپلز پروگرام کے ایڈمنسٹریٹروں کے خلاف 40 کیس تفتیش کے لئے ایف آئی اے کو بھجوائے جا چکے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ موجودہ حکومت معاشرے سے کرپشن ختم کرنے کی پوری کوشش کرے گی۔ دیہی آبادی کے مسائل کی طرف خصوصی توجہ دی جائے گی جو کہ ہماری کل آبادی کا 70 فیصد ہے اور وہ اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ آئندہ ترقیاتی سکیموں میں دیہی علاقے کو اس کا پورا حق ملے۔

مولانا نیازی نے کہا کہ اقتدار ایک مقدس امانت ہے اور حکومت خلفائے راشدین کی قائم کردہ مثالوں سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرے گی۔ شریعت بل پوری قوم کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کا ذریعہ ہوگا کیونکہ اس کا مقصد قرآن اور سنت کی بالادستی ہے اور یہ تمام مکاتب فکر کے لئے قابل قبول تھا۔(377)

12/نومبر 1990ء کو اسلام آباد میں وفاقی کابینہ کے پہلے اجلاس میں وزیر اعظم میاں نواز شریف نے اجلاس کے آغاز میں مولانا نیازی کو ثابت قدمی سے جدوجہد کرنے پر خراج تحسین پیش کیا۔(378)

غوث الاعظم کانفرنس

16/نومبر 1990ء کو جامع مسجد فضل راولپنڈی صدر میں ''غوث الاعظم کانفرنس'' کا صدارتی خطبہ دیتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ اگر امریکہ نے عراق کے خلاف جنگ کا آغاز کیا تو پاکستان کے گیارہ کروڑ مسلمانوں میں امریکہ کے خلاف غصہ اور نفرت کی شدید لہر دوڑ جائے گی۔ اس کا جورد عمل ہوگا وہ اتنا شدید ہوگا کہ اس پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔ عالم اسلام کے

95 فیصد مسلمان، غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کے معتقد ہیں، ان کی آخری آرام گاہ بغداد میں ہی واقع ہے۔ امریکہ، عراق پر فوج کشی سے باز رہے اور عرب ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرے کیونکہ اس کے سنگین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔(379)

دورہ لاہور

23/نومبر 1990ء کو مجاہد ملت مولانا نیازی، وفاقی وزیر بننے کے بعد پہلی دفعہ لاہور پہنچے تو ''جمعیت علماء پاکستان'' کے دفتر میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شریعت بل ایک ماہ کے اندر قومی اسمبلی میں منظور ہو جائے گا کیونکہ سابق حکومت میں پہلا شریعت بل تو ختم ہو گیا اب یہ دوبارہ سینٹ میں جائے گا۔ اس میں ترمیم کی بھی گنجائش ہے۔ سینٹ میں پاس ہونے کے بعد اسے آئندہ ماہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں منظور کر لیا جائے گا۔(380)

24/نومبر 1990ء کو لاہور میں اپنے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ہم جہاد کشمیر، شریعت بل اور ویلفیئر سٹیٹ بنانے کے لئے جدوجہد کرتے رہیں گے جب ہم یہ سمجھیں گے کہ اب ہماری بات سنی نہیں جاتی تو ہم وزارت اور ممبری کو ٹھوکر مار کر باہر آجائیں گے۔ مولانا نے کہا کہ للو اور کلو کے آنے سے نظام نہیں بدل سکتا اس کے لئے جدوجہد کرنا ہوگی۔

مولانا نے کہا کہ میں نے بے نظیر بھٹو سے کہا تھا کہ بی بی تم سے مسائل حل نہیں ہوں گے، مرد میدان میں آئے گا تو مسائل حل ہوں گے۔ تمہارے یہ چھوکرے وزیر تمہیں لے ڈوبیں گے۔ بے نظیر اگر خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا مذاق نہ اڑاتیں اور اپنے کئے پر معافی مانگ لیتیں تو ان کا پانسہ پلٹ سکتا تھا۔ اگر ہم بھی کوئی غلط کام کریں تو آپ لوگ ہم سے جواب طلبی کریں، ہمارا محاسبہ کریں۔

آپ لوگوں کو شریعت کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرنا ہوگا۔ میں نے تو کابینہ کے اجلاس میں کہہ دیا تھا کہ اگر مہنگائی اور بدامنی کم ہوگی تو نبی پاک ﷺ کے صدقے سے ہوگی۔(381)

25/نومبر 1990ء کو جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس مجاہد ملت مولانا نیازی کی سربراہی میں مرکزی دفتر لاہور میں ہوا۔ جس میں پیر سید برکات احمد (ف 1994ء)

حاجی محمد حنیف طیب (سیکرٹری جنرل) قریشی محمد سعید اسدی ایڈووکیٹ، انجینئر محمد سلیم اللہ خاں، خالد اقبال ایڈووکیٹ (سرگودھا) مولانا محمد سلیم اللہ خاں (لاہور) قاری عبدالحمید قادری، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، میاں مسعود احمد، خان شیر احمد خاں نیازی، میاں خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ، پیر سید محمد عارف حسین شاہ، خواجہ محمد اقبال ایڈووکیٹ، محمد یعقوب قادری ایڈووکیٹ (سندھ) صاحبزادہ زین العابدین (ملتان) مولانا وارث علی اور دیگر حضرات نے شرکت کی۔

اجلاس میں ملک میں شریعت کے فوری نفاذ کا مطالبہ کیا گیا اور قومی اسمبلی کے ارکان سے اس توقع کا اظہار کیا گیا کہ وہ شریعت بل کی منظوری کے سلسلہ میں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوں گے۔

اجلاس میں سندھ میں اغواء کی وارداتوں پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا اور وزیراعظم کی جانب سے ایسے مجرموں کو سرعام پھانسی کی سزا دینے کی تجویز کی حمایت کی گئی اور اس سلسلہ میں بلا تاخیر ایک آرڈیننس نافذ کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ جمعیت نے کشمیری حریت پسندوں کی حمایت کا اعلان بھی کیا گیا کہ آزمائش و بتلاء کی اس گھڑی میں ہم کشمیری بھائیوں کے ساتھ ہیں۔ اقوام متحدہ اور عالمی اداروں سے اپیل کی گئی کہ وہ کشمیر میں استصواب رائے کرانے کے لئے بھارت پر دباؤ ڈالیں۔

اس اجلاس میں بنگلہ دیش میں محصور پاکستانیوں کو پاکستان لانے اور مہنگائی کی روک تھام کا مطالبہ کیا گیا۔(382)

میانوالی میں استقبالیہ

یکم دسمبر 1990ء کو انجمن تاجران میانوالی کے زیر اہتمام ایک استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ پاکستانی قوم کو خود پر انحصار کرنا ہوگا اور سادہ زندگی اختیار کرنی ہوگی۔ وطن عزیز کو اسلامی وفلاحی ریاست اور امن وآشتی کا گہوارہ بنانے کے لئے تمام طبقات کا تعاون ضروری ہے۔ میں نے وزیراعظم سے کہا ہے کہ تمام وزراء سے سرکاری گاڑیاں واپس لے لی جائیں اور تمام وزراء دفاتر میں ایک بس میں بیٹھ کر آئیں تاکہ پٹرول اور دیگر اخراجات میں بچت ہو۔

مولانا نیازی نے کہا کہ مجھے وفاقی وزارت کسی کوٹہ سسٹم میں نہیں ملی بلکہ میرے کردار، زندگی کے عمل تجربے اور تحریک نفاذ شریعت کے مرکزی صدر کی حیثیت سے پیش کی گئی ہے۔ یہ وزارت میں نے ملک اور قوم کے وسیع تر مفاد کے لئے قبول کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومت میں رہ کر

انشاء اللہ قوم کے ساتھ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے عوام سے کیا جانے والا وعدہ منوا کر رہوں گا۔ اگر ملک میں نظام شریعت کا نفاذ نہ کیا گیا تو میں وزارت اور اسمبلی کی نشست اس پر قربان کرنے کے بعد منکرین شریعت کے ساتھ کھلی جنگ کروں گا۔

مولانا نے سلسلہ خطاب جاری رکھتے ہوئے کہا کہ 1988ء کے انتخابات میں اسلامی جمہوری اتحاد کو جو 46 نشستیں حاصل نہ ہو سکی تھیں، اب وزیراعظم کو 153 ووٹ ملنے سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ 1988ء میں 46 نشستیں جو ہمارے الحاق نہ ہونے کی وجہ سے نہ مل سکی تھیں وہ 1990ء میں واپس آ گئی ہیں۔

مولانا نے عیسیٰ خیل، کمر مشانی، موسیٰ خیل، میانوالی شہر میں استقبالیہ تقریبات میں خطاب کرنے کے علاوہ ہزاروں ضرورت مند لوگوں کے مسائل اپنی درویشانہ قیام گاہ پر سنے اور ان کے مکان پر ہزاروں لوگوں کے جمگھٹے نے رات گئے تک انہیں اپنے جھرمٹ میں لئے رکھا۔(383)

حج پالیسی کا اعلان

4 دسمبر 1990ء کو اسلام آباد میں مجاہد ملت مولانا نیازی نے (وفاقی وزارت بلدیات کے علاوہ مذہبی امور کی وزارت کا اضافی چارج بھی آپ کے پاس تھا) حج پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ آئندہ سال ریگولر سکیم کے تحت چالیس ہزار پاکستانی حج بیت اللہ ادا کریں گے تاہم سپانسر شپ سکیم کے تحت درخواستوں کی تعداد پر کوئی پابندی عائد نہیں ہوگی۔ چھ ہزار پانچ سو عازمین حج بذریعہ بحری جہاز اور باقی ہوائی جہازوں کے ذریعے حج کے لئے جائیں گے۔ ریگولر اور سپانسر سکیم کے تحت ابتدائی اور آخری تاریخیں ایک ہی ہوں گی درخواستیں پانچ جنوری 1991ء تک وصول کی جائیں گی جس کے لئے گروپ سکیم از سر نو نافذ کر دی گئی ہے۔ یہ سکیم 83-1982ء میں رائج کی گئی تھی جو 1988ء تک کامیابی سے چلتی رہی لیکن پچھلے سال اسے ختم کر دیا گیا تھا جس سے حاجیوں کو رہائش اور ٹرانسپورٹ کے سلسلے میں سخت دشواریاں پیش آئیں اس سال تمام درخواستیں 40,20, 10 اور 50 کے گروپوں میں وصول کی جائیں گی۔ نئی حج پالیسی میں کرایہ میں اضافہ نہیں کیا گیا ہے جبکہ زرمبادلہ کا ذاتی کوٹہ 1050 ڈالر سے بڑھا کر 1200 ڈالر کر دیا گیا ہے۔

مولانا نیازی نے بتایا کہ حج درخواستیں ان وجوہ کی بناء پر نامنظور قرار دی جائیں گی:

1۔ افراد یا گروپوں کی طرف سے موصولہ درخواستیں اگر مقررہ تعداد میں نہ ہوں۔

2- غیر تسلیم شدہ درخواستیں۔

3- کسی ایم بی بی ایس ڈاکٹر کے میڈیکل سرٹیفکیٹ کے بغیر۔

4- قومی شناختی کارڈ کے بغیر۔

5- فقہ حنفی سے تعلق رکھنے والی خواتین کے شرعی محرم کے بغیر۔

6- سابق حاجی بااستثنٰی محرم غیر حاجی میاں بیوی، حقیقی بہنیں اور بیٹی (ریگولر سکیم کے تحت درخواست گزاروں کے لئے)۔

7- سابق حاجی جو ریگولر سکیم کے تحت تیسری بار حج بدل کے لئے جا رہے ہوں۔ (اس کا اطلاق ریگولر سکیم پر ہوتا ہے)۔

تاہم انہوں واضع کیا کہ جو لوگ پہلے حج کر چکے ہیں انہیں سپانسر شپ سکیم کے تحت حج کرنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ پچھلے سالوں میں انہیں یہ اجازت نہیں تھی۔(384)

کالا باغ ڈیم کی حمایت

5/دسمبر 1990ء کو ایسوسی ایشن آف پاور انجینئر لاہور کے زیر اہتمام ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالستار خاں نیازی نے فرمایا کہ کالا باغ ڈیم کی مخالفت کرنے والے ضدی اور جاہل ہیں، ان کی مخالفت میں کوئی جان نہیں ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر کالا باغ ڈیم بن جائے تو اس سے کسی کا نقصان نہیں ہوگا ملک کو فائدہ ہوگا۔ سندھ میں جو لوگ ڈیم بنانے کی مخالفت کر رہے ہیں وہ ٹیلی ویژن پر آ کر مجھ سے مناظرہ کر لیں، میں انہیں سمجھانے کے لئے تیار ہوں۔

مولانا نیازی نے کہا کہ مسلمانوں نے سائنس کے شعبے میں ہمیشہ ترقی کی ہے۔ اس میدان میں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے بڑا نام پیدا کیا ہے اور اس کے بڑے چرچے ہیں۔ انہوں نے انجینئروں پر زور دیا کہ وہ حکومت کی مشکلات کو ختم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں تمام قوم آپ کی شکر گزار ہوگی۔

اس تقریب سے ایسوسی ایشن کے صدر ایوب سدوزئی، نائب صدر انجینئر محمد سلیم اللہ خاں اور دیگر لوگوں نے بھی خطاب کیا۔(385)

مولانا نیازی کے اس خطاب پر اگلے روز روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور نے ”کالا باغ ڈیم

ضد بازی چھوڑیئے“ کے زیر عنوان مندرجہ ذیل اداریہ لکھ کر ان کے موقف کی تائید کی:

”لاہور میں ایسوسی ایشن انجینئرز کی تقریب کے موقع پر اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے وزیر بلدیات مولانا عبدالستار خاں نیازی نے کہا ہے کہ کالا باغ ڈیم کی مخالفت محض ضد کی بنیاد پر ہو رہی ہے ورنہ اس کی تعمیر سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ ملک کو فائدہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ میں ان لوگوں سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں جو اس ڈیم کی مخالفت کر رہے ہیں اور میں انہیں اس بات پر قائل کر لوں گا کہ اس ڈیم کی تعمیر پاکستان کے مفاد میں ہے۔ جیسا کہ وزیر بلدیات نے کہا کالا باغ ڈیم کی مخالفت محض ضد اور ہٹ دھرمی کی بنیاد پر کی جا رہی ہے اس کی کوئی فنی یا ٹیکنیکل بنیاد نہیں ہے۔ معترضین اس ڈیم کے فرضی نقصانات کی بھیانک تصویر تیار کر کے صوبہ سندھ اور صوبہ سرحد کے عوام کو گمراہ کر رہے ہیں کہ اس کی تعمیر سے انہیں نقصان پہنچے گا حالانکہ غیر ملکی ماہرین بھی اس بات کی تصدیق کر چکے ہیں کہ اس ڈیم کی تعمیر سے کسی صوبے کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ کالا باغ ڈیم کا مسئلہ فنی سے زیادہ سیاسی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور حکومت محض سیاسی ردعمل کے خوف سے اس کی تعمیر میں پس و پیش کر رہی ہے۔ دوسری طرف ملک میں توانائی کا بحران روز بروز شدید ہوتا جا رہا ہے اور اس بات کا خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ نہ صرف ہماری صنعتی پیش رفت کو نقصان پہنچے گا بلکہ عوام کو بھی لوڈ شیڈنگ کے طویل دورانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لئے ملکی مفاد کا تقاضا ہے کہ کالا باغ ڈیم جلد از جلد تعمیر کیا جائے۔ علاوہ ازیں ہم اس کی ابتدائی تحقیق پر اربوں روپے خرچ بھی کر چکے ہیں۔ اگر یہ منصوبہ ترک کر دیا گیا تو یہ سارا پیسہ ضائع چلا جائے گا۔ حکومت کو چاہئے کہ کالا باغ ڈیم کے تمام معترضین کو ایک کانفرنس میں مدعو کر کے ان کے تمام اعتراضات کا شافی جواب دے دے پھر اس کے بعد اللہ کا نام لے کر اس منصوبہ پر

عملدرآمد شروع کر دے۔'' (386)

کراچی میں استقبالیہ

9/دسمبر 1990ء کو کراچی کے شہریوں کی طرف سے دیئے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالستار خاں نیازی نے کہا کہ حکومت، بنگلہ دیش میں موجود پاکستانیوں کو ملک میں آباد کرنے کو تیار ہے۔ ان پاکستانیوں کا پاکستان پر اتنا ہی حق ہے جتنا یہاں کے رہنے والے پاکستانیوں کا ہے۔ انہوں نے یقین دلایا کہ کابینہ کی اگلی میٹنگ میں وہ ان کی بحالی کے مسئلہ کو اٹھائیں گے۔

انہوں نے کہا کہ سندھ میں لاقانونیت، اغواء اور ڈکیتی کے واقعات عام ہو چکے ہیں، ان میں ملوث تمام افراد کا محاسبہ کیا جائے گا۔ ہر ایک کو خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے تحت انصاف ملے گا۔ وفاقی حکومت صوبے میں لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کے لئے صوبہ سندھ سے ہر قسم کا تعاون کرے گی بعد ازاں سکھر میں ''نوائے وقت'' سے خصوصی بات چیت کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ شریعت بل کی مخالفت کرنے والے یا تو منافقین ہیں یا پھر غیر محب وطن، شریعت کے نفاذ کے لئے میری جدوجہد پہلے کی طرح اب بھی جاری ہے اور میں ''نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ'' کے لئے آخری سانس تک جنگ جاری رکھوں گا۔(387)

مولانا کوثر نیازی کی کتاب کی تقریب رونمائی

12/دسمبر 1990ء کو ''جنگ پبلشرز'' لاہور کے زیر اہتمام ملک کے معروف دانشور، صحافی اور سیاست دان مولانا کوثر نیازی (ف 1994ء) کی کتاب ''مشاہدات و تاثرات'' کی تقریب رونمائی ہوئی جس کی صدارت پنجاب ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس محمد رفیق تارڑ نے کی۔ اس تقریب میں نوابزادہ نصر اللہ خاں، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، مجیب الرحمٰن شامی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل نیازی نے اظہار خیال کیا اور مولانا کوثر نیازی نے سب مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی وفاقی وزیر بلدیات و دیہی ترقی اور خصوصی تعلیم نے خصوصی طور پر شرکت کی اور خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرارداد مقاصد اس وقت پاکستان کے آئین کا حصہ ہے جس کی رو سے پاکستان میں کوئی قانون ایسا نہیں بن سکتا جو قرآن وسنت کے

منافی ہو۔ خدا نے ہمیں اب موقعہ دیا ہے ہمیں چاہئے کہ ہم تمام فرقہ بندیاں ختم کر دیں جو قانون قرآن وسنت کے عین مطابق ہو اسے قبول کر لیا جائے اور جو متصادم ہو اسے مسترد کر دیا جائے۔ ہندوستان میں جاری ہندو تعصب کا بھی ہمیں سختی سے نوٹس لینا چاہئے کیونکہ مسجد کو مندر بنانے والی جمہوریت ناپاک ہے۔ انہوں نے کہا کہ کویت پر عراق کے قبضہ سے زیادہ سنگین مسئلہ بابری مسجد پر ہندوؤں کے قبضہ کا ہے۔ اس صورت حال پر ہمیں عالمی رائے عامہ کو اجاگر کرنا چاہئے۔

بھارت میں آج مسلمانوں کے خلاف جس درندگی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اور اس پلید جمہوریت میں جس طرح ہندوؤں نے بابری مسجد پر قبضہ کیا ہے وہ کویت پر عراق کے قبضے سے زیادہ سنگین معاملہ ہے جس پر امریکہ اور اقوام متحدہ کی توجہ مبذول ہونا زیادہ ضروری ہے۔(388)

خواجہ رفیق کی برسی

21/دسمبر 1990ء کو خواجہ محمد رفیق شہید سوسائٹی لاہور کے زیر اہتمام خواجہ محمد رفیق شہید کی 18ویں برسی کے سلسلہ میں الحمراء میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی نے کی۔ اس تقریب سے پاکستان مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل اقبال احمد خاں، میاں شہباز شریف رکن قومی اسمبلی، میئر لاہور خواجہ ریاض محمود، خواجہ افتخار احمد، ملک برکت علی عتیق، مولانا احمد علی قصوری اور خواجہ رفیق شہید کے صاحبزادے خواجہ سعد رفیق نے خطاب کیا۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اپنے خطاب میں کہا کہ اگر شریعت بل منظور نہ کیا گیا تو وہ وزارت چھوڑ دیں گے۔ آئی جے آئی سے ہمارا تعاون صرف شریعت بل کے مسئلے پر ہے۔ اگرچہ انتخابات میں ٹکٹ ہماری مرضی کے مطابق نہیں ملے تاہم ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں وہ نظام آئے کہ یہاں کسی کو محتاج نہ ہونا پڑے۔

خواجہ محمد رفیق شہید کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ خواجہ شہید نے ملک میں نظام خلافت راشدہ اور اسلام جمہوریت کے قیام کے لئے جدوجہد کی۔ کراچی میں جب ہم پر بغاوت کا مقدمہ قائم ہوا وہ بھی ہمارے ساتھ شامل تھے اور انہوں نے جس جرأت و استقامت کا مظاہرہ کیا وہ ہم سب کے لئے راہ عمل ہے۔ خواجہ صاحب کو شہید کرنے والوں کا جو براحشر ہوا وہ ہمارے سامنے ہے۔(389)

قومی اسمبلی میں گونج

27 دسمبر 1990ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں مولانا نیازی نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ الیکشن میں دھاندلی کے الزامات غلط ہیں۔ اگر محترمہ بے نظیر بھٹو اسلامی قوانین کے بارے میں توبہ تائب کرتیں تو نتائج مختلف ہو سکتے تھے۔ اسلامی فلاحی مملکت کے قیام کے لئے کوششیں کرنی چاہئیں۔ اس ایوان کی طرف سے امریکہ کو متنبہ کیا جائے کہ وہ جنگ سے گریز کرے۔ کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے اس پر بھی امریکہ کو بولنا چاہئے۔ امریکہ نہیں چاہتا کہ یہاں شریعت نافذ ہو۔ اسے فلسطین سے اسرائیل کو نکالنے پر مجبور کرنا چاہئے۔ امریکہ کو چاہئے کہ وہ فلسطین سے اپنے غنڈے کو باہر نکالے۔ کشمیر کا مسئلہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک تنازعہ ہے، استصواب رائے آج آئی کی ذمہ داری ہے، ساری قوم کو جنگ کے لئے تیار کرنا ہوگا۔ بابری مسجد کے مسئلے پر ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہئے۔ آج نواز شریف کو اعلان کرنا چاہئے کہ وہ صرف اخلاقی حمایت نہیں کریں گے بلکہ کشمیریوں کی عملی مدد کرنی چاہئے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوانوں کو فوجی تربیت دی جائے۔ انہیں عمران خاں بنانے کی بجائے محمود غزنوی بنایا جائے۔ وزیراعظم حالات کے دھارے پر چلنے کی بجائے حالات کے دھارے کو موڑنے کے عزم کا ثبوت دیں۔ جو بظاہر آج پھنے خاں بنے ہوئے ہیں وہ حقیقت میں کمزور ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے اسلامی تہذیب کو قتل کیا جا رہا ہے، یہ ادارے بے حیائی پھیلا رہے ہیں۔

مولانا نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ محصورین بنگلہ دیش کو واپس لایا جائے اور بے نظیر بھٹو کو اس سلسلہ میں وسیع القلبی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ صوبہ سرحد کا نام خیبر رکھا جائے کیونکہ "پشتونستان" علیحدگی کی تحریک تھی۔ اس لئے اس صوبے کا نام "پختونستان" نہ رکھا جائے۔ (390)

مولانا نیازی کی اس حقائق افروز اور باطل سوز تقریر پر روزنامہ "جنگ" لاہور کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیے اور مولانا کی حق گوئی و بیباکی کی داد دیجئے:

"قومی اسمبلی میں جمعرات کو بھی صدر مملکت کے پارلیمنٹ سے خطاب پر اراکین کی تقریریں جاری رہیں۔ یہ مولانا عبدالستار خاں نیازی کا دن تھا جنہوں نے ماضی، حال اور مستقبل کے حوالے سے گفتگو کی۔ اس تقریر میں انہوں نے وزیراعظم نواز شریف کے لئے پند و نصائح بیان کئے

بینظیر بھٹو کی سابقہ حکومت کی پالیسیوں پر شدید نکتہ چینی کی اور تحریک پاکستان کے حوالے سے سرخپوشوں کو ہدف تنقید بنایا۔ ان کی اس طرز گفتگو پر پیپلز پارٹی اور عوامی نیشنل پارٹی کی طرف سے بیک وقت مداخلت ہوتی رہی مگر مولانا مصر تھے کہ کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق، یہی وہ بات تھی جس پر مولانا نے یہ شعر پڑھا:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مولانا نیازی نے 12 فروری 1989ء کو اسلام آباد میں سلمان رشدی کے خلاف جلوس پر فائرنگ کا ذکر کرتے ہوئے اس وقت کے وزیر داخلہ اعتزاز احسن پر تنقید کی اور کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جب ان کے پاس حکومت ہوتی ہے تو شمر اور یزید بن جاتے ہیں اور جب حکومت سے باہر ہوتے ہیں تو شیخ شبلی رحمتہ اللہ علیہ بن جاتے ہیں۔ اعتزاز احسن نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ مجھ پر بے جا الزام لگایا گیا ہے۔ اس واقعے کی انکوائری رپورٹ میں میرا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مولانا نیازی نے جواب دیا کہ اس رپورٹ کے مطابق آپ پر مقدمہ بھی چلے گا اور سزا بھی ملے گی۔ میں نواز شریف (وزیراعظم) سے مایوس نہیں ہوں میں انہیں جو بھی مشورہ دوں گا وہ مانیں گے جب نہیں مانیں گے تو پھر دیکھیں گے۔

عوامی نیشنل پارٹی کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ اجمل خٹک ہمارے دوست ہیں مگر انہوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ سپیکر نے کہا کہ آپ اجمل خٹک کا نام کیوں لیتے ہیں وہ پھر آپ کا جواب دینے کھڑے ہو جائیں گے۔ مولانا نیازی نے کہا کہ میں تو اس کا نام لوں گا وہ کھڑا ہوتا ہے تو ہو جائے اس موقع پر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

گونجتے تھے جن کچھاروں میں کبھی جنگل کے شیر
گیدڑ ان میں مارتے ہیں آج کل قلقاریاں

مولانا نیازی نے اخبار نویسوں کو بھی لتاڑا اور کہا کہ ان کا مقام بھی راویان حدیث کی طرح ہے۔ جو رپورٹر نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، شراب پیتا ہے اخباری مالکان کو چاہئے کہ وہ اسے اپنے ادارے سے نکال دیں یہ لوگ پاکستان کی تعمیر نہیں کر سکتے۔'' (391)

دورۂ گوجرانوالہ

28 دسمبر 1990ء کو مولانا نیازی بحیثیت وفاقی وزیر بلدیات، دیہی ترقی و خصوصی تعلیم پہلی دفعہ گوجرانوالہ پہنچے تو ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ استقبال کرنے والوں میں صوبائی وزیر تعلیم بیرسٹر عثمان ابراہیم، غلام دستگیر خاں ایم این اے، میئر کارپوریشن الحاج محمد اسلم بٹ، مولانا سعید احمد مجددی، مولانا عبید اللہ امیر جماعت اسلامی، مولانا عبدالعزیز چشتی و دیگر بہت سے علماء کرام و زعمائے عظام شامل تھے۔

جامع مسجد گلزار مدینہ المعروف چشتی صاحب والی مسجد میں خطبہ جمعۃ المبارک دیتے ہوئے مجاہد ملت مولانا نیازی نے کہا کہ شریعت بل کے متعلق اس وقت ملک میں پایا جانے والا ابہام اور غلط فہمیاں ایک منظم سازش کے تحت پھیلائی جارہی ہیں۔ پاکستان کے عوام یہاں صرف اسلامی نظام کے خواہاں ہیں اور اب یہاں صرف حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کو اولیت دے کر نفاذ اسلام کی منزل حاصل کی جائے گی۔

مولانا شاہ احمد نورانی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے کہا کہ ہمارے کچھ ساتھیوں نے بی بی (بے نظیر بھٹو) کی بیعت کرکے اس کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا اور اپنی ضمانتیں ضبط کرا بیٹھے۔ (392)

انہدام بابری مسجد کے خلاف جلسہ

29 دسمبر 1990ء کو ''متحدہ علماء کونسل پاکستان'' کے زیر اہتمام الحمرا ہال لاہور میں ''بھارت میں مسلمانوں کے قتل عام اور بابری مسجد کے انہدام'' کے خلاف علماء کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا جس کی صدارت مولانا نیازی نے کی۔ آپ نے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ حکومت پاکستان کو چاہئے کہ وہ بھارت کو انتباہ کرے کہ جب تک بابری مسجد کا مسئلہ حل نہیں ہوتا پاکستان اس کے خلاف اعلان جنگ کرے گا۔ بابری مسجد کا مسئلہ کویت سے زیادہ اہم ہے۔ اقوام متحدہ کا فرض ہے

کہ وہ اس مسئلہ پر بھارت کے خلاف پابندیاں عائد کرے اور اسے اقوام متحدہ سے نکالا جائے۔ شریعت بل کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا کہ میں اس وقت بونس پر زندہ ہوں۔ میری عمر 76 برس ہوگئی ہے۔ 1936ء سے آج تک نظام اسلام کے لئے ہماری جدوجہد جاری رہی ہے۔ میری آخری سانس بھی انشاء اللہ تعالیٰ ملک میں شریعت کے نفاذ کے لئے ہوگی۔

مجاہد ملت نے علماء کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا کہ اپنے اندر ''جیو اور جینے دو'' کا جذبہ پیدا کریں۔ یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ فروعی مسئلہ نہیں ہے یہی اصل دین ہے۔ ہمیں اپنی ترجیحات میں معاشیات کی جگہ اول ترجیح شریعت کو دینا ہوگی اور اس کو وفاقی کابینہ کے اجلاس کے موقعہ پر سب نے تسلیم کیا تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں تین دور دیکھے ہیں، پہلا دور تحریک پاکستان، دوسرا دور تحریک ختم نبوت، تیسرا دور ''تحریک نظام مصطفیٰ'' اور اب چوتھا تحریک نفاذ شریعت کا ہے۔ جلسے کے دوران مختلف کارکنوں کی طرف سے لگنے والے نعروں سے متعلق انہوں نے کہا کہ جو نعرہ کسی مسلک کے مطابق نہیں ہے تو اسے برداشت کرنا چاہئے۔ آپ میں تلخی کا مطلب یہ ہے کہ آپ دنیا کے لئے ''تماشا'' بننا چاہتے ہیں۔

مسئلہ کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ آپ کو کشمیر کی اخلاقی اور سیاسی امداد کی بجائے عملی امداد کرنا ہوگی۔ غیرت ملی میں تمام مسائل کا حل موجود ہے اور تمام معاملے اس وقت تک بیکار ہیں جب تک آپ کے اندر دینی غیرت نہ ہو۔ (393)

امریکہ کا عراق پر حملہ

17 جنوری 1991ء کی صبح کو امریکہ، برطانیہ، فرانس، آسٹریلیا اور ان کے اتحادیوں (کل 28 ممالک) نے عراق پر فضائی حملہ کرکے جنگ کا آغاز کر دیا تو پورا عراق اللہ اکبر کے نعرے لگاتا ہوا عراقی صدر صدام حسین کی حمایت میں گھروں سے نکل آیا اور لڑنے مرنے کا عہد کیا۔ یہ حملہ امیر کویت اور سعودی عرب کے حکمران شاہ فہد کی حمایت میں کیا گیا تھا۔ اس موقعہ پر عراقی صدر سید صدام حسین نے بغداد ریڈیو سے اپنی تقریر کا آغاز قرآن پاک کی اس آیت ''کہ آگ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہوگئی'' سے کرتے ہوئے کہا کہ عراق کے عوام ملحدوں اور ان کے حلیفوں کو شکست دے دیں گے۔ انہوں نے عراقیوں، عربوں اور مسلح افواج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ایک بہت بڑی خوفناک جنگ شروع ہو چکی ہے۔ بش ابلیس (امریکی صدر) نے نیکی کی قوتوں کے

خلاف جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔ بش جرم کا ارتکاب کر چکا ہے تاہم ہماری فتح قریب ہے، ہمیں تاریخی فتح کا یقین ہے۔ ہم حق پر ہیں، فتح انشاءاللہ تعالیٰ ہماری ہوگی۔ یہ جنگ حق و باطل کی جنگ ہے۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ فلسطین اور مکہ مکرمہ کے لوگ آزاد ہوں گے۔ جولان کی پہاڑیاں اور لبنان بھی انشاءاللہ آزاد ہوں گے۔

صدر صدام حسین نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کثیر القوامی فوج کو اپنے ملک میں آنے کی دعوت دینے پر شاہ فہد کو زبردست ہدف تنقید بنایا اور کہا کہ شاہ فہد غدار ہے۔ خدا تعالیٰ مسلمان مجاہدین کو فتح مند کرے گا۔ جنگ جوں جوں شدت اختیار کرتی جائے گی مجاہدین کی استقامت، بحران کے حل کی طرف پیش رفت کا باعث بنے گی۔ بدعنوانی پر قائم تاج وتخت الٹ جائیں گے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ایک بار پھر کہا کہ عراق، کویت سے دستبردار نہیں ہوگا۔ عراقی عوام پر زور دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ شیطانی قوتوں کا مقابلہ کریں، مارے گئے تو شہید اور زندہ رہے تو غازی۔ اگر تم پہلے جنت میں گئے تو میرا انتظار کرنا اور اگر میں پہلے جنت میں گیا تو تمہارا انتظار کروں گا۔ خدا تم سب کا حامی و ناصر ہو۔

صدر صدام حسین نے اپنے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب میں کہا کہ شیطان بش اور ظالم صیہونیوں نے جنگ شروع کر دی ہے اور ہم خداوند قدوس کی مدد سے فتح حاصل کریں گے۔ خدا ہمارے ساتھ ہے اور یقیناً کامیاب ہوں گے۔ اے عراق کے عظیم عوام! تم جہاں بھی ہو، جس جگہ بھی ہو، اٹھ کھڑے ہو۔ شر اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جہاد کرو۔ سولہ جنوری صبح رات اڑھائی بجے غدار فوج نے عراق پر حملہ شروع کر دیا ہے شیطان اپنے جرم کے ساتھ سامنے آگیا ہے ابدی سچائی اور شیطان کے مابین تصادم میں انشاءاللہ فتح سچائی کی ہوگی۔

بیٹو اور بھائیو! مسلمانو! پیغمبر ﷺ کے فرزندو! اسلام کے مشعل بردارو! تمہارے بھائی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ مجرم شرمندہ نہیں ہیں۔ حرمین شریفین کے خادم ہونے کا دعویٰ کرنے والے، شاہ فہد نے یہ جنگ شروع کی ہے۔ وہ دوزخ میں جلے گا۔ وہ مجرم ہے۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ خدا صابرین کے ساتھ ہے۔ ہم مستقل مزاج ہیں تو کامیابی ہماری ہوگی۔ جنگ ختم ہوگی تو امریکہ کا ساتھ دینے والوں کے تختے الٹ دیئے جائیں گے۔ تل ابیب (اسرائیلی دارالحکومت) تباہ کر دیا جائے گا گولان آزاد ہوگا۔ عرب انسان، عرب فرد آزاد ہوگا۔ اللہ اکبر! فتح

اہل ایمان کی ہوگی۔ مجرم دوزخ میں جائیں گے۔

عراق پر حملے کے خلاف پورے عالم اسلام بالخصوص پاکستان میں کہرام برپا ہو گیا۔ عراق کی حمایت میں احتجاجی جلوس نکالے گئے، مظاہرے کئے گئے اور دعائیں کی گئیں جمعیت علماء پاکستان (نیازی گروپ) نے امریکہ کو عالم اسلام کا دشمن نمبر ون قرار دیتے ہوئے اعلان کیا کہ اس ظلم و بربریت کی جنگ میں مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کے خلاف ہم عراقی مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی ہدایت پر جمعیت کے رہنماؤں نے ایک بیان جاری کرتے ہوئے عراق پر امریکہ حملہ کی سخت مذمت کی اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ سعودی عرب میں پاکستانی افواج اپنے عراقی مسلمانوں کے خلاف کسی کارروائی میں حصہ نہ لیں اور جہاں حرمین شریفین کی حفاظت کر رہی ہیں وہاں عراق میں مقامات مقدسہ کے تحفظ کو بھی یقینی بنائیں۔ (394)

مجاہد ملت کی ہدایت پر جمعیت علماء پاکستان (نیازی گروپ) کے عہدیداروں اور کارکنوں نے ملک بھر میں مختلف انداز میں عراق کی حمایت میں زور و شور سے کام کرنا شروع کر دیا۔ 18 ر جنوری 1991ء کو لاہور میں جے یو پی پنجاب کے سیکرٹری جنرل اور انجمن پاک عراق دوستی کے چیئرمین خان محمد سلیم اللہ خان کی زیر قیادت عراق کے حق میں زبردست مظاہرہ کیا گیا۔ فیصل آباد میں جے یو پی کے مرکزی نائب صدر صاحبزادہ محمد فضل کریم نے جھنگ بازار میں عراق کے لئے بھرتی کیمپ کا افتتاح کیا جس میں لوگوں نے دھڑا دھڑ نام لکھوائے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے امریکہ اور اتحادیوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا۔ پورے ملک میں امریکہ کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک اٹھی اور صدر صدام حسین کی حمایت کا اعلان کیا گیا۔

افسوس کہ سرکاری ملاّ عبدالقادر آزاد خطیب بادشاہی مسجد لاہور نے روایتی ایمان فروشی اور بے ضمیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کے دوران عراق کے خلاف دریدہ دہنی کی اور امریکہ اور اس کے حاشیہ بردار شاہ فہد کی حمایت کی۔ حکیم الامت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے:

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ و دلق اویسؓ و چادر زہراؓ

سرگودھا میں جے یو پی (نیازی گروپ) کے مرکزی رہنما خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ کی زیر قیادت بعد نماز جمعہ ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا۔شرکاء جلوس نے صدر صدام کے بڑے بڑے فوٹو اٹھا رکھے تھے۔مقررین نے جلوس سے خطاب کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ امریکہ سے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے جائیں اور سعودی عرب سے پاکستانی فوج واپس بلا لی جائے۔حکومت سے پرزور مطالبہ کیا گیا کہ عراق میں مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے رضا کار بھیجے جائیں۔شرکاء جلوس نے صدر صدام کی کامیابی کے لئے خصوصی دعائیں کیں اور آخر میں امریکی صدر بش کا پتلا بھی جلایا گیا۔(395)

صاحبزادہ فضل کریم کی اپیل پر 20رجنوری 1991ء کو فیصل آباد شہر و مضافات میں مکمل ہڑتال رہی۔ تمام کاروباری مراکز بند رہے۔سکولوں اور کالجوں کے طلباء امریکی صدر بش کے خلاف مظاہرے کرتے رہے اور ٹولیوں کی صورت میں دن بھر مختلف شاہراہوں، چوکوں میں ٹائروں کو آگ لگا کر ٹریفک کو بھی معطل کرتے رہے۔ چوک گھنٹہ گھر میں ایک بہت بڑا احتجاجی جلسہ ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نے کہا کہ پاکستان کی حکومت کو چاہئے کہ وہ امریکہ کے خلاف اس جنگ میں عراقی حکومت کا ساتھ دے۔ وزیر اعظم نواز شریف یا تو وزارت عظمیٰ چھوڑ دیں یا عراقی بھائیوں کا کھل کر ساتھ دیں۔ اسی طرح دوسرے شہروں میں بھی جلسے جلوس ہوئے۔(396)

مجاہد ملت مولانا نیازی نے نواز شریف وزیر اعظم پاکستان کو بہت سمجھایا کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم عراق کی حمایت کریں مگر برا ہو اقتدار کے نشہ کا کہ وزیر اعظم نے امریکہ اور سعودی عرب کی خوشنودی حاصل کرنے کو ترجیح دی۔ اس پر مجاہد ملت نے 27رجنوری 1991ء کو بلدیہ ساہیوال کے سبزہ زار میں انجمن تاجران کی جانب سے دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ جنگ کویت پر قبضہ کرنے کے بجائے عراق کو ختم کرنے کی امریکی سازش ہے جسے عالم اسلام کو متحد ہو کر ناکام بنانا ہوگا۔ امریکہ، عراق پر بارود برسانے کے بعد اسلام کو ختم کرنے پر تلا ہوا ہے جسے کوئی بھی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔ سلامتی کونسل اس نازک موڑ پر اپنا کردار صحیح طور پر ادا نہیں کر رہی اور ایک جنگی ادارہ بن گئی ہے۔ امریکہ نے انتہائی ظالم اور فاسق بن کر عراق پر حملہ کر دیا اور یہ مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ صدر صدام حسین نے کویت کو

مسئلہ فلسطین کے ساتھ ملا کر حق کی آواز بلند کی ہے اور گونگی زبان کو آواز دی ہے۔ ادھر ایک طرف امریکہ نے بیت المقدس پر قبضہ کر رکھا ہے اور اب حرمین پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ فوری طور پر خلیج سے نکل جائے اور اپنی فوجوں کو واپس بلا لے۔(397)

مجاہد ملت ایوان کے اندر اور باہر عراق کی حمایت اور امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف نعرہ حق بلند کرتے رہے۔ وزارت کی گدی پر بیٹھ کر حکومتی پالیسی کے خلاف بیان دینا اور حق کی بات کہنا صرف اور صرف مجاہد ملت کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ نے شہر شہر اور نگر نگر صدر صدام کے حق میں فضا تیار کی۔ 27رفروری کو پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد میں اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تاریخ انسانیت میں اتنا بڑا المیہ سامنے نہیں آیا کہ مدمقابل فریق کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ہر ممکن غارت گری، درندگی اور بربریت کا مظاہرہ کیا جائے۔ صدام نے کویت کو خالی کر دیا ہے لیکن اس کے باوجود اتحادی درندوں نے ان کا گھیراؤ کر کے قتل عام شروع کر رکھا ہے۔

مجاہد ملت نے امریکہ کے عوام سے اپیل کی وہ ظالم، قاتل اور انسانیت دشمن بش کو صدارت سے الگ کر دیں۔ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کا فرض ہے کہ ایک ایک لمحہ ضائع کئے بغیر بش کو وارننگ دیں کہ وہ جنگ بند کرے اور اپنی فوجیں واپس لے جائیں۔ اگر یہ ادارے ایسا نہیں کرتے تو ان کا انجام بھی لیگ آف نیشنز کی طرح عبرتناک ہوگا اور تاریخ کے اس نازک موڑ پر اور امریکہ کی درندگی پر خاموش رہنا خلق خدا کو درندوں کے سپرد کرنے کے مترادف ہوگا۔(398)

ساہیوال میں خطاب

یکم مارچ 1991ء کو جامعہ فریدیہ ساہیوال کے جلسہ تقسیم اسناد سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ 15 سال سے 35 سال تک کے عوام کو فوجی تربیت حاصل کرنی ضروری قرار دینی چاہئے تا کہ یہودیوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ سعودی حکومت کے پاس اتنی بھی طاقت نہیں کہ حالیہ جنگ کے دوران پھیلنے والی شراب نوشی اور امریکہ سے طوائفوں کی آمد کو بند کر سکے۔ ہم امریکہ کے کسی نیو آرڈر کو تسلیم نہیں کرتے۔ جس کا مقصد ظلم و جبر ہو اور اب صرف وہ قومیں ہی زندہ رہ سکتی ہیں جن کے عوام فوجی تربیت حاصل کریں۔(399)

وزارت سے استعفیٰ

4 / مارچ 1991ء کو اسلام آباد میں اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) کی پارلیمانی پارٹی کا اجلاس ہوا جس میں خلیج کے مسئلے پر وزیر اعظم نواز شریف اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی وفاقی وزیر بلدیات و دیہی ترقی کی آپس میں گرما گرمی ہوگئی۔ میاں نواز شریف نے مجاہد ملت کی پالیسیوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے حکومتی موقف کے منافی صدر صدام حسین کی حمایت میں بیانات دینے شروع کر دیئے ہیں جبکہ حکومتی پالیسی یہ تھی کہ پاکستان، کویت اور سعودی عرب کی حمایت کرے گا۔ حکومت کی طے شدہ پالیسی کے خلاف نیازی صاحب کا رویہ قابل افسوس ہے۔

اس پر مجاہد ملت اپنی نشست پر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ میں نے جو صحیح سمجھا اس کا اظہار کر دیا۔ میرا آج بھی وہی موقف ہے۔ اگر آپ کو میرے موقف سے اختلاف ہے تو میں کابینہ سے استعفیٰ دینے کے لئے تیار ہوں۔ مولانا کے اس اعلان حق کے بعد نواز شریف بوکھلا گیا اور کہا کہ آپ بیانات جاری کرنے سے قبل اگر وزارت سے استعفیٰ دیتے تو زیادہ اچھا تھا۔ نواز شریف کی یہ بات سن کر قلندر صفت مجاہد ملت نے گرجدار آواز میں فرمایا:

"میں ابھی اور اسی وقت استعفیٰ دیتا ہوں، مجھے وزارت کی پرواہ نہیں۔"

مجاہد ملت نے جب یہ اعلان فرمایا تو ہر سو سناٹا چھا گیا۔ نواز شریف کو کوئی اور بات کرنے کی جرأت نہ ہو سکی بعض وزراء اور ارکان اسمبلی نے معاملہ رفع دفعہ کرانے کی کوشش کی مگر مجاہد ملت کے جلال کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ مجاہد ملت اجلاس سے اٹھ کر سیدھے اپنے دفتر پہنچے جہاں انہوں نے استعفیٰ لکھا اور وزیر اعظم کو بھجوا دیا۔ پھر اپنے ذاتی کاغذات وغیرہ لے کر دفتر سے روانہ ہوگئے۔ استعفیٰ کا متن یہ ہے:

محبی جناب میاں محمد نواز شریف صاحب وزیر اعظم پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مورخہ 2 / جنوری کو شریعت بل کمیٹی نے اہل تشیع، عیسائیوں اور خواتین کے اعتراضات کا جامع و مانع بلکہ شافی جواب دینے کے بعد بل کا بالاستیعاب جائزہ لیا اور بارہ بجے رات اسے سرکاری عملہ کے حوالے کر دیا۔ قاضی عبداللطیف ممبر سینٹ نے اصرار کیا

کہ اسے دوبارہ سینٹ میں پاس کرایا جائے تاکہ ہم سعادت سے محروم نہ رہیں۔ یہ سن کر آپ نے فیصلہ کیا کہ بطور سرکاری بل اسے سینٹ میں اور بعد ازاں قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ اس فیصلہ کے باوجود آپ نے اس بل کے بارے میں آئی جے آئی اسمبلی پارٹی سے رائے طلب کی۔ دو روز کی بحث کے بعد آپ نے فرمایا کہ پہلے آئین میں ترمیم ہوگی اور بعد میں بل پیش ہوگا۔ حالانکہ شریعت بل اس آئینی ترمیم کا محتاج نہ تھا۔ بہرحال کئی روز سے سینٹ اور اسمبلی کا سیشن جاری ہے، قانون سازی ہو رہی ہے مگر ابھی شریعت بل کے سلسلے میں کچھ نہیں ہوا اور بل کو اسی سیشن میں پاس کرانے کے سلسلہ میں آپ نے طوالت والتواء کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے اور مجھے آج تک بحیثیت چیئرمین شریعت بل کمیٹی، بل پاس کرانے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اس طرز عمل سے عامۃ المسلمین کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں۔ ان میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو چکا ہے اور ان میں مایوسی پھیل رہی ہے۔ مجھ سے جواب طلبی کر رہے ہیں۔ میں انہیں آپ کی جانب سے امید دلاتا ہوں مگر وہ اس پر مطمئن نہیں۔ آپ کے تغافل اور احتراز کی وجہ سے میں بھی انہیں مطمئن نہیں کر سکتا اور دل برداشتہ ہو کر وزارت کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔

آج میری یہ مایوسی اور دل برداشتگی ناقابل برداشت بن گئی جب میری امانت و دیانت کو چیلنج کیا گیا اور آج کی پارلیمانی پارٹی میں آپ نے غلط اور بے بنیاد وجوہ کی بناء پر مسئلہ خلیج کے بارے میں میری پالیسی کو حکومت پاکستان کی طے شدہ پالیسی کے خلاف قرار دیا اور دلیل یہ دی کہ اخبارات میں میرا یہی موقف بیان کیا گیا ہے جو آپ کو پسند نہیں، میں نے اسی وقت کھڑے ہو کر واضح کیا کہ میری اسمبلی کی تقریر کی کیسٹ موجود ہے جس میں میرا موقف ملک وملت کے بہترین مفاد کے عین مطابق اور موافق ہے۔ یہی کیسٹ آپ کی خدمت میں بطور ثبوت پیش کی جا سکتی ہے۔ نیز بعض اخبارات میں اس کی صحیح رپورٹنگ نہیں کی گئی۔ بجائے اس کے کہ آپ میری 7 فروری 91ء کی اس تقریر کی کیسٹ طلب کرتے آپ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اپنی بات پر قائم رہے۔ میں نے اسی وقت یہ کہا تھا کہ آپ کے اس انداز گفتگو کو دیکھ کر میں آپ کی کابینہ میں نہیں رہنا چاہتا اور استعفیٰ دیتا ہوں۔ آپ نے میرے اس اعلان حق کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور میری امانت و دیانت کو قابل قبول نہ سمجھا۔

مسئلہ خلیج کے بارے میں کل تک آپ صدر صدام حسین سے ملاقات کے مشتاق تھے اور سفیر عراق کو یقین دلا رہے تھے کہ میں صدر عراق صدام حسین سے مسئلہ خلیج کے حل کے لئے مذاکرات کرنا چاہتا ہوں پہلے آپ کا نقطہ نگاہ معذرت خواہانہ تھا لیکن اب عراق کی ''شکست'' اور امریکہ کی ''کامیابی'' کے بعد تحکمانہ بن گیا ہے عوام پاکستان کا دباؤ کم ہو جانے کے بعد امریکہ کی حمایت میں دیدہ دلیر بن گئے ہو۔ میں آپ کے اس طرز عمل کے بعد کابینہ میں نہیں رہ سکتا اور اپنے منصب وزارت سے مستعفی ہوتا ہوں۔

فقط والسلام مع الاکرام مخلص محمد عبدالستار خاں نیازی

(4 بجے بعد دوپہر) مورخہ 4/ مارچ 1991ء (400)

روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے اپنی اشاعت 6/ مارچ 1994ء کے اداریہ بعنوان ''مولانا نیازی کا استعفیٰ، وزیراعظم کی ذمہ داری'' میں مجاہد ملت کے استعفیٰ پر یوں تبصرہ کیا:

''جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ اور وفاقی وزیر بلدیات، دیہی ترقی اور خصوصی تعلیم مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اسلامی جمہوری اتحاد کی پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں وزیراعظم نواز شریف سے خلیج کی پالیسی پر اختلاف کے بعد اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ خلیج کے مسئلہ پر قومی پالیسی کے بارے میں برسراقتدار اسلامی جمہوری اتحاد کی پارلیمانی پارٹی میں بھی اختلاف رائے پایا جاتا ہے اور قومی اسمبلی میں خلیج کے مسئلہ پر بحث کے دوران اس کا برملا اظہار بھی ہوتا رہا ہے۔ خود مسلم لیگ کے ارکان اسمبلی بھی اپنی تقریروں میں حکومتی پالیسی پر تنقید کرتے رہے ہیں۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی بھی وفاقی کابینہ میں شامل ہونے کے باوجود اپنے جماعتی موقف کے مطابق سعودی عرب میں امریکی فوجوں کی آمد اور عراق کے خلاف حملے کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ اسلامی جمہوری اتحاد کی پارلیمانی پارٹی میں وزیراعظم نے اصولی موقف اختیار کیا کہ کم از کم وفاقی وزراء کو حکومتی اور جماعتی پالیسی کی تائید وحمایت کرنی چاہئے تھی مگر چونکہ گزشتہ ایک ڈیڑھ ماہ میں اسلامی جمہوری اتحاد کی پارلیمانی پارٹی کے ارکان اور خود وفاقی کابینہ میں خلیج کے مسئلہ پر یک رنگی کی کیفیت نہیں رہی اس لئے مولانا عبدالستار نیازی کا موقف بھی اصول پر مبنی تھا کہ انہوں نے پارلیمانی پارٹی کی اختیار کردہ پالیسی سے انحراف نہیں کیا اور وزیراعظم چاہئیں تو قومی اسمبلی میں ان کی تقریر کا کیسٹ سن سکتے ہیں۔ بہرحال اگر بات استعفیٰ تک نہ پہنچتی تو بہتر تھا۔ اب بھی مولانا

نیازی نے وزارت سے استعفیٰ دینے کے باوجود آئی جے آئی میں رہ کر کلمہ حق بلند کرنے کا عندیہ ظاہر کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پارٹی کے اجلاس میں ہونے والی گرما گرمی کو بھول جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لئے وزیراعظم کو بھی اس جذبے کا جواب مثبت انداز میں دینا چاہئے۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق مولانا نیازی اور وزیراعظم کے درمیان اختلافات اور غلط فہمیوں کے خاتمے کے لئے سینئر وزراء نے دونوں طرف رابطے کئے ہیں۔ ماضی کے خوشگوار تعلقات اور مولانا نیازی کی دینی وملی خدمات کے پیش نظر نہ صرف انہیں آئی جے آئی بلکہ حکومت میں شامل رکھنے کی سعی ہونی چاہئے اور اگر مولانا استعفیٰ واپس لے لیں تو کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ اگر خدانخواستہ ایسا نہ ہوا تو مزید غلط فہمیاں جنم لیں گی اور دینی سیاستدانوں میں سے صرف مولانا سمیع الحق کا گروپ ہی حکومت کے ساتھ رہ جائے گا۔ امید کرنی چاہئے کہ حکومت معاملات کو اس حد تک خراب نہیں ہونے دے گی۔'' (401)

ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور کے ایڈیٹر مجیب الرحمٰن شامی نے ''مولانا نیازی کا استعفیٰ'' کے زیر عنوان مجاہد ملت کے موقف کی یوں تائید کی:

''اسلامی جمہوری اتحاد کی پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں خلیج کی جنگ کے دوران اپنی پالیسی سے اختلاف کرنے والوں پر وزیراعظم نواز شریف نے جس طرح برہمی کا اظہار کیا اور جس طرح مولانا نیازی نے استعفیٰ دینے کا اعلان کیا وہ سب افسوسناک ہے۔ مولانا نے شریعت بل کو سرد خانے میں ڈالنے کی سرکاری کاوش کو بھی اپنے استعفیٰ کا ایک سبب بتایا ہے۔ انہوں نے وزیراعظم کو لکھا ہے کہ میں تو پہلے ہی دل برداشتہ تھا، اب خلیج کے بحران کے بعد آپ کے ردعمل نے مزید زخم لگا دیئے۔ مولانا نیازی ایک دبنگ اور جرأت مند انسان ہیں۔ وہ جس بات پر ڈٹ جائیں اس پر ڈٹ جاتے ہیں۔ ان سے گزارش کر کے ان کو ساتھ تو چلایا جا سکتا ہے، ان پر حکم نہیں چلایا جا سکتا۔ وزیراعظم کو ماضی کے بجائے مستقبل کی طرف دیکھنا چاہئے اور اپنی کشتی میں سوراخ کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے .... خودسری اور منہ زوری کسی حکمران کے لئے مفید ثابت نہیں ہوئی تو ان کے لئے بھی نہیں ہوگی۔'' (402)

نامور دانشور، ادیب اور صحافی ڈاکٹر محمد اجمل خاں نیازی نے روزنامہ ''پاکستان'' لاہور میں اپنے کالم ''قطب نما'' میں ''شاہیں بناتا نہیں آشیانہ'' کے زیر عنوان مجاہد ملت کے استعفیٰ کو جس

طرح موضوعِ سخن بنایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ لیجئے پڑھئے اور داد دیجئے:

'' آج کل مولانا عبدالستار خاں نیازی کا استعفیٰ موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ ایک آدمی نے کہا کہ یہ بڑی جرأت کی بات ہے۔ وہاں موجود ایک دل جلے نے کہا، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ:

'' مولانا نے اب تک شادی نہیں کی''

شاید مولانا نے اپنی زندگی میں ایسے فیصلے کرنے کے لئے بہت پہلے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ سب حیران کن فیصلے اسی فیصلے کی کوکھ سے نکلے ہیں۔ مولانا روایتی مولوی نہیں۔ انہوں نے روایتی زندگی بسر نہیں کی۔ ساری عمر اضطراب اور اطمینان کی امتزاجی کیفیت میں گزار دی مگر لوگوں کو حیران کئے رکھا۔

حیران کن بات یہ نہیں کہ انہوں نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا بلکہ حیران کن بات یہ تھی کہ انہوں نے وزارت قبول کر لی۔ ساری قوم نے مولانا کے وزیر بننے پر جناب نواز شریف کو مبارک باد دی۔ یہ ان کے لئے انتخابات میں کامیابی سے کم نہ تھی۔ وزیراعظم نے خود اس بات کو اپنے لئے ایک اعزاز قرار دیا تھا۔ مولانا نیازی نے پاکستان کے پہلے وزیراعظم جناب لیاقت علی خاں کی مخالفت سے اپنی سیاسی زندگی کی ابتداء کی اور پھر اس رستے پر انتہا کر دی۔ کوئی وزیراعظم ان کی صاف گوئی اور فاش گوئی سے نہ بچ سکا۔ ہمارے آئینی معاملات میں کئی بار صدر اور وزیراعظم کا عہدہ گڈمڈ ہوتا رہا۔ سابق مغربی پاکستان کا ایک گورنر ملک امیر محمد خاں آف کالا باغ بھی اپنے آپ کو وزیراعظم ہی سمجھتا تھا۔ امیر محمد نے جبر میں کمال حاصل کیا تو لوگوں نے صبر میں کمال حاصل کر لیا۔ تب بھی مولانا کو کسی قسم کا خوف اور کسی رنگ کا لالچ زیر نہ کر سکا۔ جسٹس کیانی مرحوم کے بقول سبز باغ دیکھنے والے لوگ کالا باغ دیکھنے کے عادی ہو گئے۔ ان دنوں ایک جلسے میں مولانا نیازی نے کہا کہ وہ دن قریب ہیں جب ملک امیر محمد کو کالا باغ کی دیواریں بھی پناہ نہ دیں گی۔

دوست دشمن تسلیم کرتے ہیں کہ مولانا نیازی ایک صاحب کردار انسان ہیں۔ انہوں نے پورے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے بھی دوٹوک بات کی۔ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے لئے ہی کہا تھا '' اے نوجوان! مجھے تم پر فخر ہے۔'' کتنی خوشی کی بات ہوتی کہ اپنے دل میں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے عشق کی ساری نشانیاں محفوظ رکھنے والے مولانا نیازی جناب نواز شریف کے لئے یہی کہتے '' اے نوجوان! مجھے تم پر فخر ہے۔''

یہ بات پورے یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا ہوتا کہ آپ کا جانشین کون ہوگا تو وہ دو آدمیوں کا نام ضرور لیتے۔ سردار عبدالرب نشتر اور مولانا عبدالستار خاں نیازی۔ تحریک پاکستان کے چھوٹے اور بڑے لیڈروں کے خلاف اب تک مسلسل سازشیں ہو رہی ہیں۔ جب مولانا نیازی نے مسلم لیگ سے علیحدگی کا فیصلہ کیا تو یہ بھی ایک سازش کا شاخسانہ تھا۔ مسلم لیگ کو صرف اقتدار کا آشیانہ بنا دیا گیا تھا۔ افسوس یہ ہے کہ یہ آشیانہ ہمیشہ شاخ نازک پر بنایا گیا۔ اب جو کچھ ہوا ہے وہ بھی یقیناً ایک سازش ہے۔ یہ سازش مولانا نیازی کے خلاف بھی ہوگی مگر بظاہر یہ جناب نواز شریف کے خلاف ہے۔ مولانا نیازی جیسے مرتبے کے آدمی کا ایک وزیراعظم کی کابینہ میں موجود ہونا کس کا اعزاز تھا؟ وزارت اور امارت مولانا کا تو کبھی مسئلہ ہی نہیں رہا۔ اگر مولانا کے دل میں ایسی کوئی ننھی سی خواہش بھی ہوتی تو اس سے پہلے کسی دور میں وہ جو چاہتے انہیں مل جاتا۔ بے نظیر بھٹو کے زمانے میں صدارت کی پیشکش بھی ان کو کی گئی۔ وزارت سے جانا مولانا کا نقصان نہیں۔ جس آدمی کا گھر ہی نہ ہو اسے آپ گھر سے کیسے نکالیں گے۔ جب مولانا نے وزارت قبول کی تھی تو ان کے کئی دوستوں کو روتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر

جناب نواز شریف نے کابینہ کی پہلی میٹنگ میں سات منٹ تک مولانا نیازی کی تعریف توصیف میں احساس تشکر کے ساتھ تقریر کی۔ پھر کیا ہوا کہ اسی شخص کے ساتھ دل دکھانے والا رویہ اختیار کیا گیا۔ کیا یہ وہی رویہ نہیں جو ذوالفقار علی بھٹو اور بے نظیر نے وزیراعظم کے طور پر اپنے بڑوں کے ساتھ اختیار کیا تھا۔ جناب نواز شریف تو محبت کرنے والے، عزت کرنے والے، خوش اخلاق اور خوش اطوار انسان ہیں۔ پھر یہ سب کیا ہو گیا۔ جب جناب نواز شریف، بے نظیر بھٹو کے خلاف سینہ سپر تھے تو ان کی حمایت کے لئے پہلی صف میں جو لوگ کھڑے تھے ان میں سب سے نمایاں مولانا عبدالستار خاں نیازی تھے۔ نوجوان لیڈر شیخ رشید احمد نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ '' مولانا نیازی ہمارے محسن ہیں'' تو پھر اچھے دن آنے پر ہی محسنوں کو یاد رکھنا چاہئے۔

پاکستانی سوچ رکھنے والے لوگوں کو وزیراعلیٰ پنجاب اور تحریک پاکستان کے رکن جناب غلام حیدر وائیں کا یہ بیان پڑھ کر بہت تکلیف ہوئی کہ مولانا نیازی کے جانے سے آئی جے آئی کی حکومت کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ پاکستان کی کئی حکومتیں اس طرح کا نقصان اٹھا چکی ہیں۔ میں نے

خود دیکھا کہ جناب وائیں اپنی جھنڈے والی کار میں بہ نفس نفیس نامور دانشور مختار مسعود کو گھر تک چھوڑنے آئے کہ انہوں نے تحریک پاکستان کے لئے کام کیا ہے۔اس طرح کے کردار کے خالصتاً سیاسی مزاج کے لیڈر کی طرف سے یہ بیان بہت عجیب وغریب اور افسوسناک ہے۔جناب وائیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ تحریک پاکستان کے حوالے سے مولانا کا کیا مقام ہے؟اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ایسا نہیں کہہ سکتے ضرور اخبار کی غلطی ہے یا پھر رپورٹر نے ٹھیک نہیں سنا۔ہم نے تو کچھ عرصہ پہلے جناب وائیں، جناب جونیجو اور جناب نواز شریف سے گزارش کی تھی کہ وہ مل کر مولانا عبدالستار خاں نیازی سے استدعا کریں کہ وہ مسلم لیگ کی سربراہی قبول کریں۔اس منصب کے وقار کے لئے مولانا سے بہتر لیڈر اس وقت اور کوئی نہیں۔مسلم لیگی ذہن کے لوگ تو ایک انٹرنیشنل مسلم لیگ کے قیام کے لئے بھی خواہش مند ہیں۔مسلم لیگ کو صرف اقتدار کی سیڑھی بنائے رکھنا تحریک پاکستان کے مقاصد سے ہم آہنگ نہیں۔

آخری سوال یہ ہے اور اس کا بھی جواب گم ہے کہ کیا کابینہ کے ارکان کی اپنی شخصیت، سوچ اور رائے نہیں ہوتی۔پھر مولانا نیازی تو کابینہ میں جمعیت علمائے پاکستان کے نمائندے تھے۔اس پر مولانا نیازی جیسے آدمی سے یہ توقع رکھنا کہ وہ کسی اور کی آنکھوں سے دیکھیں گے اور کسی اور کے کانوں سے سنیں گے ایک مغالطہ تھا۔شکر ہے اس کا احساس جلدی ہوگیا۔'' (403)

تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور بزرگ صحافی میاں محمد شفیع (م ش) نے ''م ش کی ڈائری'' میں ''اثر کرے نہ کرے سن تو لو میری فریاد'' کے زیرعنوان مجاہد ملت کے استعفیٰ کو یوں موضوع سخن بنایا:

''حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی کے وزارت سے مستعفی ہونے کا معاملہ میرے لئے سخت ذہنی اضطراب کا باعث بنا ہے۔اس لئے نہیں کہ مولانا وزیر نہیں رہے جب وہ وزیر بنے تھے تو مجھے تعجب ہوا تھا اور میں نے اپنے استعجاب کو اپنے کسی کالم میں ظاہر نہیں ہونے دیا تھا لیکن میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ان کے مستعفی ہونے سے دو دن پہلے میں نے فون پر ان سے بات کرتے ہوئے اپنے اضطراب کا اس بات پر اظہار کیا تھا کہ شریعت بل کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے میں کس بنا پر تاخیر سے کام لیا جارہا ہے۔فون کرنے کے بعد میں نے انہیں ایک خط لکھا جس میں ان کے وزارت میں شمولیت کے دوران نیک نام رہنے کی دعا کی تھی۔دوسرے روز ریڈیو نے دبی زبان

سے مولانا کے وزارت سے مستعفی ہونے کی خبر دی لیکن رات کو بی بی سی نے ان کے استعفیٰ کے پس منظر پر روشنی ڈالی۔

حضرت مولانا 1937ء سے 1990ء کے عام انتخابات تک اپوزیشن کے سرگرم قائد رہے ہیں۔انہوں نے اس راہ کی تمام قربانیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا تھا حتیٰ کہ وہ پھانسی کا پھندا بھی چوم کر اپنے گلے میں ڈالنے کے لئے تیار ہوگئے تھے۔میں اسے میاں نواز شریف کی خوش قسمتی سمجھتا تھا کہ انہیں مولانا جیسی پاک باز شخصیت کو اپنی وزارت میں شامل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔میاں نواز شریف ایک کولیشن وزارت کے قائد ہیں۔مولانا نے ایک پارٹی کے قائد کی حیثیت سے نواز شریف کولیشن وزارت میں شمولیت اختیار کی تھی اور انہیں کولیشن کے مسلمہ اصولوں کے مطابق اہم قومی اور بین الاقوامی معاملات پر اپنی رائے کے اظہار کا پورا حق حاصل تھا جسے مولانا نے استعمال فرمایا۔اس اختلاف رائے کے اظہار کی بناء پر مولانا کی وزارت سے علیحدگی میرے نزدیک کولیشن وزارت کے اصولوں کی خلاف ورزی ہے اور میں اسے جمہوریت کے لئے نیک فال نہیں سمجھتا۔(404)

مفکر قرآن ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ نے اپنے ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور میں ''سر دلبراں'' کے زیرعنوان اداریہ میں مجاہد ملت کے وزارت سے استعفیٰ پر میاں نواز شریف کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ:

'' آزمائش کے اس مرحلہ میں آپ کو اس بات کا جائزہ لینا ہوگا کہ وہ قوتیں جن کے تعاون سے آپ اس مرحلہ پر پہنچے ہیں ان کے ساتھ آپ کا طرز عمل کیسا ہے؟ اختلاف رائے ہر مسئلہ میں ممکن ہے لیکن اس کی بنیاد پر اپنے رفقاء کار کو نظرانداز کردینا قرینہ دانشمندی نہیں ہے۔حالات کچھ بھی ہوئے ہوں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی آپ کی کابینہ کا وقار تھے ان کی شناخت وفاقی وزیر ہونا ہرگز نہ تھا اور نہ ہے۔وہ تحریک پاکستان کے ان مجاہدین میں سے ہیں جو قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کے ہراول دستہ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ایسی شخصیت کے ساتھ ایسا طرز عمل کوئی جچتا نہیں۔آج پورے ملک میں ان کے قد کاٹھ کا آدمی خال ہی نظر آتا ہے۔انہوں نے اپنی زندگی کو جرأت، شجاعت، حق گوئی اور بیباکی کا امین بنائے رکھا۔اپنے تو اپنے پرائے بھی ان کی حب الوطنی، دیانت اور اسلام سے وابستگی پر انگلی نہیں اٹھا سکتے۔ہر دور استبداد میں ان کا

’’شملہ‘‘ علامت وقار رہا ہے۔

1988ء کے الیکشن میں یہ جماعت آپ کے اتحاد میں شامل نہ تھی جس کا نتیجہ ہم سب نے دیکھا۔ 30,35 نشتیں ضائع ہوگئیں جس کے نتیجہ میں پی پی پی (پاکستان پیپلز پارٹی) کو حکومت تشکیل دینے کا موقعہ مل گیا۔ قوم کا درد رکھنے والے افراد نے جے یو پی (جمعیت علماء پاکستان) کی قیادت سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی حکمت عملی پر نظر ثانی کرے۔ مولانا نیازی نے مثبت سوچ رکھنے والے افراد کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اتحاد میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔ انہیں اس سلسلہ میں اپنے کئی ساتھیوں کی بھی قربانی دینی پڑی لیکن دنیا نے دیکھا کہ 1990ء کے الیکشن میں ان کے تعاون کے سبب اتحاد کو واضح کامیابی حاصل ہوئی اگر کسی دوست ملک (سعودی عرب) کو ان کی کسی بات سے ناگواری تھی تو آپ کے فرائض میں شامل تھا کہ ان کو یہ احساس دلاتے کہ یہ اسلامی جمہوری ملک ہے۔ یہاں کے ہر شہری کو بنیادی حقوق حاصل ہیں۔ ان حقوق میں فکر اور اظہار فکر کی آزادی بھی شامل ہے۔ آپ کو اپنے طرز عمل سے یہ بات ثابت کرنا چاہئے تھا کہ ایک آزاد ملک کی حکومتیں بیرونی اشاروں سے نہیں بدلتیں بلکہ اپنے معاملات میں وہ اپنے قومی تقاضوں کے مطابق ہی تشکیل پذیر ہوتی ہیں اور پروان چڑھتی ہیں۔ (405)

شریعت بل کے لئے مساعی

وزارت سے مستعفی ہونے کے بعد مجاہد ملت نے اپنی تمام تر توانائیاں شریعت بل کی منظوری کے لئے وقف وصرف کر دیں۔ 7 مارچ 1991ء کو اسلام آباد میں جمعیت علماء پاکستان کا اجلاس مجاہد ملت کی صدارت میں ہوا جس میں شریعت بل کی منظوری کے لئے تن من دھن کی قربانیاں دینے کا عزم کیا گیا اور حکومت کی طرف سے تاخیر پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا۔ (406)

13/مارچ 1991ء کو اسلام آباد میں ’’نوائے وقت‘‘ سے بات چیت کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ ’’خارجی دباؤ کے پیش نظر شریعت بل منظور نہیں کیا جا رہا ہے۔ امریکہ ہمیں بنیاد پرست کہتا ہے اور نہیں چاہتا کہ شریعت بل منظور ہو لیکن ہمیں امریکہ کی مخالفت کی پرواہ نہیں کیونکہ ہم متوکل لوگ ہیں۔ مجاہد ملت نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں نے کابینہ سے استعفیٰ شریعت بل کو معرض التواء میں ڈالنے کی وجہ سے دیا جو میرے لئے ناقابل برداشت تھا اور اس کا ذکر میں نے اپنے استعفیٰ میں کیا ہے۔ میں نے 3/مارچ کو کراچی کے جلسہ عام میں بھی کہا تھا کہ

شریعت بل کے سلسلے میں تاخیری حربوں کی وجہ سے میں حکومت کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ میں بار بار یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ شریعت بل منظور نہ ہوا تو استعفیٰ دے دوں گا۔ وزیر اعظم نواز شریف کا یہ کہنا درست نہیں کہ شریعت بل کی نوک پلک ٹھیک نہیں تھی جبکہ ہم نے ایک ایک شق اور نکتے پر بحث کر کے اسے حتمی شکل دی اور پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں ایک دو کے سوا تمام ارکان نے اس کی تائید کی۔ یہ اجلاس رات ساڑھے دس بجے ختم ہوا جبکہ اس سے پہلے پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں میں نے کہا کہ شریعت بل کی منظوری سے فرقہ بندی ختم ہو جائے گی۔ نئے شاندار دور کا آغاز ہوگا اور یہ بل منظور کرنے والے تاریخ میں زندہ جاوید ہو جائیں گے۔ جس پر نواز شریف نے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ اسے سرکاری بل کی حیثیت سے پیش کریں گے اور اتفاق رائے کے انتظار کی بجائے سادہ اکثریت سے منظور کرائیں گے۔ اس موقع پر قاضی عبداللطیف نے کہا تھا کہ ہم نے سینٹ میں چھ سال جدوجہد کی ہے اس لئے ہمیں اس سعادت سے محروم نہ کریں۔ جس پر وزیر اعظم نے کہا کہ شریعت بل دونوں ایوانوں میں سرکاری بل کے طور پر پیش کیا جائے گا۔ اس کے بعد سینٹ اور قومی اسمبلی کے اجلاس جاری رہے لیکن شریعت بل کا کوئی نام ونشان نظر نہ آیا جس سے ہم مایوس ہو گئے کیونکہ یہ تاخیری حربے قوم میں مایوسی پیدا کر رہے ہیں۔ اب وزیر اعظم کہتے ہیں کہ شریعت بل بہتر صورت میں پیش کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بل ابھی پیش کیا جائے، میں راضی ہوں، ہم آئی جے آئی میں شامل ہیں اور اپنے منشور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں۔

مجاہد ملت نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ وزیر اعظم نے استعفیٰ طلب کرنے کی بات ہے حالانکہ اراکین سینٹ وقومی اسمبلی کی موجودگی میں میں نے کہا تھا: ’’اگر آپ میری تقریری کیسٹ نہیں سننا چاہتے تو استعفیٰ دیتا ہوں۔‘‘ جس پر وزیر اعظم نے کہا، ’’دے دیں۔‘‘ اس کے بعد وفاقی وزراء (چوہدری شجاعت حسین، چوہدری نثار علی خاں اور جنرل مجید ملک) نے میرے پاس آ کر کہا تھا کہ خلیج کے مسئلے پر غلط فہمی دور ہو گئی ہے اس لئے استعفیٰ واپس لے لیں میں نے کہا کہ شریعت بل منظور کریں۔ اس کے بعد وزیر اعظم سے ملاقات کرنے کے لئے کہا گیا، تو میں نے جواب دیا کہ پہلے شریعت بل کے لئے ’’ڈیڈ لائن‘‘ مقرر کرو۔

مجاہد ملت نے مزید کہا کہ اب یک لخت یہ کہا گیا ہے کہ استعفیٰ کی وجہ شریعت بل کا مسئلہ نہیں تھا

اور اگر ایسا نہیں تھا تو پھر استعفیٰ کی واپسی پر کیوں زور دیا جا رہا تھا۔ وزراء بار بار میرے پاس کیوں آ رہے تھے اور یوں کہا جا رہا تھا کہ غلط فہمی دور ہو گئی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ نواز شریف وزیر اعظم ہوتے ہوئے بات کو چھپا رہے ہیں حالانکہ وہ خدا اور خلق خدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔(407)

14/مارچ 1991ء کو مجاہد ملت، اسلام آباد سے لاہور پہنچے تو انہیں لاہور ایئر پورٹ کے وی آئی پی لاؤنج میں پریس کانفرنس سے روک دیا گیا۔ مجاہد ملت نے اس پر احتجاجاً وی آئی پی لاؤنج کے باہر کھڑے ہو کر پریس کانفرنس کی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی طرف سے شریعت کے نفاذ میں تاخیری حربے استعمال کرنے پر آئندہ لائحہ عمل طے کرنے کے لئے جماعت اسلامی، جمعیت علمائے پاکستان، مسلم لیگ، پی ڈی پی (پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی) اور متحدہ علماء کونسل کا مشترکہ اجلاس 18/مارچ کو طلب کر لیا گیا ہے۔ آئی جے آئی شریعت کے نفاذ کے نام پر اقتدار میں آئی تھی اور میں نے شریعت کے نفاذ کی تاخیر کی وجہ سے استعفیٰ دیا تھا۔ نواز شریف حکومت امریکی دباؤ کی وجہ سے شریعت کا نفاذ نہیں چاہتی اور امریکی حواری بھی اس میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ میں نے اس خدشے کا پہلے ہی اظہار کر دیا تھا۔ وزیر اعظم نے بیرون ملک دورے کے دوران بھی مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ شریعت بل اسمبلی میں فوراً پیش کر دوں گا لیکن بعد میں پتہ نہیں کہ انہیں کونسی مصلحت لے بیٹھی۔(408)

16/مارچ 1991ء کو لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس مجاہد ملت کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ پاکستان چونکہ 27/رمضان المبارک کو معرض وجود میں آیا تھا لہٰذا اس دن کی نسبت سے 27/رمضان المبارک کو قومی اسمبلی کا خصوصی اجلاس طلب کر کے اس میں شریعت بل پیش کیا جائے اور چونکہ اس بل پر مختلف طبقوں سے بات چیت اور تیاری میں پارلیمانی کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے جمعیت علماء پاکستان کے صدر مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی نے مرکزی کردار ادا کیا ہے، اس لئے شریعت بل کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے کی سعادت بھی انہیں کے حصے میں آنی چاہیے۔(409)

مجاہد ملت کی ہدایت پر جمعیت علماء پاکستان کے تمام عہدیداران و کارکنان نے شریعت بل کی منظوری کے لئے بھرپور جدوجہد کی اور شہر شہر، قریہ قریہ شریعت بل کے لئے جلسے کئے، جلوس نکالے اور پریس کانفرنسوں سے خطاب کر کے نواز شریف حکومت کو بتا دیا کہ مجاہد ملت سے بیوفائی

کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔ جمعیت کے مرکزی جائنٹ سیکرٹری خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ آف سرگودھا نے 20/مارچ 1991ء کو اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے حکومت پر واضح کیا کہ شریعت بل میں لیت و لعل کی پالیسی ملک و حکمرانوں کے لئے بہتر نہیں ہوگی اور اگر حکومت نے شریعت بل کو 27 رمضان المبارک تک اسمبلی میں پیش نہ کیا تو جمعیت علماء پاکستان، اسلامی جمہوری اتحاد سے علیحدگی اختیار کر لے گی۔ شریعت بل کے بارے میں اگر حکومت کی طرف سے ٹال مٹول کی پالیسی جاری رہی تو یہ حکومت بھی خدا کے عذاب کی گرفت میں آ جائے گی اور اس کا حشر پیپلز پارٹی سے بھی بدتر ہوگا۔ ہم نے ملک گیر عوامی احتجاجی تحریک چلانے کے لئے دیگر جماعتوں سے رابطے شروع کر دیئے ہیں۔(410)

25/مارچ 1991ء کو جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے سیکرٹری جنرل انجینئر سلیم اللہ خاں کی طرف سے لاہور میں دی گئی افطار پارٹی سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ محترمہ بے نظیر بھٹو نے شریعت بل کی مخالفت اور شرعی قوانین کو وحشیانہ سزائیں کہنے کے نتیجے میں عذاب الٰہی سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا اور حکومت سے ہاتھ دھونے کے باوجود وہ پھر شریعت بل اور شرعی قوانین کی مخالفت کر رہی ہیں۔ مجاہد ملت نے اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا کہ جہاں وزیر اعظم نواز شریف اپنی 23/مارچ کی تقریر میں شریعت کے نفاذ کو حکومت کا نصب العین قرار دیتے ہیں وہاں ان کے وزیر اعلیٰ حیدر وائیں (ف 1993ء) بے نظیر بھٹو کی راگنی آلاپتے ہوئے اسے ملائیت کا نام دے رہے ہیں۔ اگر شریعت کا نفاذ ملائیت ہے تو قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑے ملا تھے۔ جب پنجاب اسمبلی نے شریعت بل پاس کروانے کی قرارداد منظور کی ہے تو پھر غلام حیدر وائیں کو ایسی باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔ نواز شریف بھی وہی حربے استعمال کر رہے ہیں۔ جو بے نظیر بھٹو نے اپنے دور اقتدار میں کئے تھے۔ اب بھی اگر شریعت بل منظور نہ کیا گیا تو تمام سیاسی جماعتیں متحد ہو کر تحریک چلانے کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوں گی۔(411)

29/مارچ 1991ء کو جامع مسجد احاطہ فضل الٰہی راولپنڈی صدر میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ شریعت بل کی منظوری میں تاخیر اور چالاکیاں برداشت نہیں کی جائیں گی انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ اپنے نمائندوں یعنی ارکان اسمبلی کا محاسبہ اور گھیراؤ کر کے انہیں شریعت بل کی حمایت کرنے پر مجبور کریں۔ اس طرح عوام نے غیرت

ایمانی کا مظاہرہ کیا تو شریعت بل انشاء اللہ منظور ہو جائے گا۔ مجاہد ملت نے کہا کہ میں شریعت پر ایک ہزار وزارتیں قربان کر سکتا ہوں اور اگر حکومت، شریعت بل منظور کرائے تو میں وزارت کے بغیر بھی خوش ہوں۔(412)

30/مارچ 1991ء کو اسلام آباد میں مجاہد ملت کی صدارت میں مختلف دینی وسیاسی جماعتوں کا اجلاس منعقد ہوا جس میں امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد، جمعیت علماء اسلام (سمیع الحق گروپ) کے مولانا سمیع الحق، قاضی عبداللطیف جمعیت علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) کے پارلیمانی لیڈر مولانا محمد خان شیرانی، قومی اسمبلی کے رکن مولانا محمد صدیق شاہ، حزب جہاد کے امیر آغا مرتضیٰ پویا، متحدہ جمعیت اہل حدیث کے پروفیسر محمد یحییٰ، متحدہ علماء کونسل کے مولانا عبدالرؤف ملک، جے یو پی کے انجینئر سلیم اللہ خاں، میاں مسعود احمد، سید الطاف حسین مشہدی، انجمن سپاہ اولیاء کے سربراہ پیر سید رسول فیض اور سابق وزیر ریلوے میاں عطاء اللہ نے شرکت کی۔

اجلاس میں ملک میں شریعت کی بالادستی کے قیام کے لئے مشترکہ جدوجہد کرنے پر اتفاق رائے ہوا۔ تاہم اس سلسلہ آئندہ لائحہ عمل اگلے اجلاس جو کیم اپریل کو اسلام آباد میں ہوگا، میں طے کیا جانا قرار پایا۔(413)

کیم اپریل 1991ء کو اسلام آباد میں مجاہد ملت کی صدارت میں حسب پروگرام اجلاس ہوا۔ جس میں ایک متفقہ قرارداد منظور کی گئی کہ سینٹ کے پاس کردہ شریعت بل میں حکومت کی نئی ترامیم اور نئی جائزہ کمیٹیوں کی تشکیل سراسر تاخیری حربے ہیں اور ایک متفقہ معاملے کو متنازعہ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہم کسی قیمت پر بھی ترمیمی بل کی حمایت نہیں کر سکتے۔(414)

5/اپریل 1991ء کو مرکزی جامع مسجد لال کڑتی راولپنڈی میں نماز جمعہ کے بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ حکومت سینٹ سے منظور کردہ شریعت بل قومی اسمبلی سے من وعن منظور کرا کر شریعت کو قانون سازی میں سپریم لاء قرار دے اور اس طرح اللہ کے سامنے سرخرو ہو جائے۔ اگر حکومت نے شریعت بل کی منظوری میں گڑ بڑ کی تو قوم اسے مسترد کر دے گی۔ مجاہد ملت نے نفاذ شریعت کے لئے اپنی جدوجہد کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس درویش قلندر کے دباؤ کی وجہ سے وزیر اعظم نواز شریف افطاری سے سحری تک میٹنگیں کر رہے ہیں۔ جس نے حکومت پر واضح کر دیا ہے کہ جب تک شریعت بل منظور نہیں کیا جاتا وزارت سے

استعفیٰ واپس نہیں لوں گا۔ میں حضور ﷺ کے ناموس کے لئے پھانسی کے تختے پر پہنچا ہوں اور شریعت کے لئے ایک ہزار وزارتیں قربان کرنے کو تیار ہوں۔ نفاذ شریعت کی راہ میں ہم کسی مکر و فریب کو نہیں چلنے دیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو سب سے ''اعلیٰ'' اور نبی کریم ﷺ کو ''مختار کل''، تسلیم نہیں کیا جاتا تو پھر ہم بھی کسی قانون اور حکومت کو تسلیم نہیں کریں گے۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ شریعت بل کی منظوری سے بنیادی حقوق ختم اور آئین بیکار ہو جائے گا۔ جبکہ خود آئین میں یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔ اس طرح آئین کو تسلیم کرنے سے قرآن اور شریعت کی بالادستی تسلیم ہو جاتی ہے اور اگر شریعت کو سپریم لاء تسلیم نہ کیا گیا تو عوام کسی قانون کو تسلیم نہیں کریں گے۔ ہم حکومت بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر قانون سازی میں اللہ اور رسول ﷺ کو اعلیٰ و بالا نہ مانا گیا تو ہم حکومت، قانون اور آئین کو نہیں مانیں گے۔

مجاہد ملت نے سلسلہ خطاب جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہم شریعت کا انقلاب لانا چاہتے ہیں جس کے ذریعے غریب، مسکین کو سرپرستی، بیوہ اور یتیم کو آسرا ملے، اسلام کو تہذیب وتمدن اور ثقافت غرضیکہ ہر شعبے پر نافذ کیا جائے اور حرام خور بیت المال نہ کھا سکیں۔ اسلام کے نفاذ کے بعد ساری قوم کو جہاد کے لئے تیار ہونا ہوگا۔ مسلمانوں میں جرأت پیدا ہوگی اور مظلوم کشمیریوں اور بیت المقدس کی آزادی کے لئے جہاد کا اعلان کیا جائے گا۔ دنیا تمام نظاموں کو آزما چکی ہے۔ امریکہ اور روس کے نظام ناکام ہو چکے ہیں اور آج ساری دنیا رحمت اللعالمین ﷺ کی قیادت کی منتظر ہے۔ اپنے آقا و مولا ﷺ کی شریعت نافذ ہونے سے دنیا میں امن قائم ہوگا، ظلم و جبر کا خاتمہ ہو جائے گا۔(415)

تحریک نفاذ شریعت

6/اپریل 1991ء کو اسلام آباد میں مجاہد ملت کی زیر صدارت ''تحریک نفاذ شریعت'' کا اجلاس انعقاد پذیر ہوا جس میں ''جماعت اسلامی'' کے امیر سینٹر قاضی حسین احمد، سینٹر پروفیسر خورشید احمد ''جمعیت علماء اسلام (س)'' کے نائب امیر قاضی عبداللطیف، ''تحریک نفاذ فقہ جعفریہ'' کے سید مظفر علی شاہ ایڈووکیٹ، سید شبیر حسین نقوی، ''جمعیت اہل حدیث'' کے پروفیسر محمد یحییٰ، ''حزب جہاد'' آغا مرتضیٰ پویا، سید علی غضنفر کراروی، سابق وزیر ریلوے وصنعت میاں عطاء اللہ اور

جمعیت علماء پاکستان کے انجینئر سلیم اللہ خاں، خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ اور سید الطاف حسین مشہدی نے شرکت کی۔ تین گھنٹے تک جاری رہنے والے اس اجلاس کے بعد جاری کئے گئے اعلامئے میں کہا گیا کہ شریعت بل کے اصول اور مسلمات پر ملک کی تمام دینی جماعتوں میں اتفاق ہو چکا ہے اور شریعت بل کی موجودہ حتمی صورت کو بڑی محنت کے ساتھ متفق علیہ بنایا گیا ہے اس لئے اس کو قبول کیا جائے۔ اگر حکومت کی طرف سے شریعت کو سپریم لاء نہ رکھا گیا تو کوئی قانون سازی قابل قبول نہیں ہوگی۔

اجلاس کے بعد مجاہد ملت نے اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ جب حکومت کی طرف سے اسلامی اصلاحات سامنے آئیں تو ان کا جائزہ لے کر لائحہ عمل طے کریں گے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ شریعت کی بالادستی تسلیم کی جائے اس پر رائے شماری کی ضرورت نہیں ہے۔ حضور ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا ایک طے شدہ بات ہے۔ یہ تو ہر ایک کو ماننا پڑے گا کہ شریعت سپریم لاء ہے اور اس کا انکار کرنے والا پاکستان سے غداری اور آئین سے بغاوت کا مرتکب ہوگا کیونکہ کل اس پر رائے شماری نہیں کرائی جاسکتی۔ خدا ایک ہے یا دو، نبی خاتم الانبیاء ہیں یا نہیں کیونکہ یہ ہمارا ایمان اور طے شدہ عقیدہ ہے۔ ہمارا پرائیویٹ بل فروری میں سینٹ میں پیش کیا گیا تھا اس بل کو اس شکل میں بغیر کسی ترمیم وتنسیخ منظور کر دیا جائے۔ ایک سوال کے جواب میں مجاہد ملت نے کہا کہ شریعت بل کے بارے میں ہمارا استدلال حاوی ہے اور رائے عامہ ہمارے ساتھ ہے۔(416)

مجاہد ملت کی شریعت بل کے بارے میں دیوانہ وار کوششوں اور مجاہدانہ یلغار سے وزیراعظم میاں نواز شریف کی نیندیں اڑ گئیں اور 7 راپریل کو وزیراعظم ہاؤس سے مجاہد ملت کو فون کر کے ملاقات کی دعوت دی...... مجاہد ملت نے ایجنڈے کے بارے میں دریافت کیا تو میاں نواز شریف نے کہا کہ آپ جو چاہیں گے وہی ہوگا، آپ تشریف تو لائیں۔ چنانچہ آٹھ اپریل کو وزیراعظم سیکرٹریٹ میں مجاہد ملت ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ کابینہ سے استعفیٰ کے بعد مجاہد ملت کی نواز شریف سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ اس ملاقات میں وزیراعظم کا نقطہ نظر سننے کے بعد مجاہد ملت نے شریعت بل کو فوری طور پر منظور کرانے کا آعادہ کیا اور اس سلسلے میں انہیں تحریک نفاذ شریعت اور دینی جماعتوں کے مطالبے سے آگاہ کیا۔

بعد میں راولپنڈی میں جمعیت علماء پاکستان کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے کہا کہ سینٹ کا منظور کردہ وہ شریعت بل جسے وزراء اور ارکان اسمبلی نے میری سربراہی میں حتمی تشکیل دی تھی اسے کمیٹیوں کے چکر میں ڈالنا اور اس میں ردوبدل تاخیری حربوں کے مترادف ہے ایسا بل ہمارے لئے ناقابل قبول ہوگا۔ ہم نے 2 رجنوری کو بل کا مسودہ وزیراعظم پاکستان کے سپرد کیا تھا اور وزیراعظم نے اسے منظور کرانے کا وعدہ کیا تھا لیکن اب اس سے جان چھڑانا افسوسناک ہے۔(417)

10 راپریل 1991ء کو وزیراعظم نواز شریف نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قرآن اور سنت کو سپریم لاء قرار دینے کا اعلان کیا۔ ان کی تقریر کی چیدہ چیدہ سرخیاں یہ ہیں کہ شریعت بل کے ساتھ آئین میں ترمیم کا بل بھی قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا، معاشرتی برائیوں کی روک تھام، نظام تعلیم میں اصلاحات، ملاوٹ اور رشوت ختم کرنے کے لئے قوانین بھی قومی اسمبلی میں پیش کئے جائیں گے۔ بے گناہ کے خلاف مقدمہ درج کرنے والے کو بھی سزا ملے گی۔ ضرورتمندوں، غریبوں، یتیموں، معذوروں اور بیواؤں کی بھلائی کے لئے بیت المال قائم کیا جائے گا۔ منصف عدالتیں قائم کی جائیں گی، انصاف عوام کے دروازے تک پہنچانے کے لئے ''ون ونڈو آپریشن'' کا اہتمام کیا جائے گا۔ اسلام نے پاکستان بنایا، پاکستان نے اپنے آئین بنائے لیکن آئین میں اسلام نہیں آیا۔ میں بنیاد پرست نہیں ہوں وغیرہ وغیرہ۔(418)

13 راپریل 1991ء کو اسلام آباد میں آٹھ دینی وسیاسی جماعتوں کا اجلاس مجاہد ملت کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں پارلیمنٹ میں وزیراعظم نواز شریف کے خطاب اور قومی اسمبلی میں پیش کئے گئے سرکاری نفاذ شریعت بل کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی غور وخوض کیا گیا۔ شریعت کو سپریم لاء بنانے کے اعلان کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے واضح کیا گیا کہ اس ضمن میں ضروری آئینی وقانونی میں تاخیر اور طوالت کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ نیز اس امر پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ شریعت کو سپریم لاء تسلیم کرنے کے اعلان کے ساتھ سود کو جاری رکھنے کی ضمانت دی جارہی ہے۔ اجلاس میں حکومتی اقدامات اور نفاذ شریعت بل سے تضاد پر غور کرنے کے لئے قاضی عبداللطیف کی سربراہی میں ایک سب کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں سینیٹر مولانا سمیع الحق (جے یو آئی) مولانا محمد خاں شیرانی (جے یو آئی) پروفیسر خورشید احمد (جماعت اسلامی) علامہ ساجد علی

نقوی (تحریک نفاذ فقہ جعفریہ) پروفیسر محمد یحییٰ (جمعیت اہل حدیث) اور خان سلیم اللہ خاں (جے یو پی) شامل تھے۔ اس کمیٹی کا اجلاس جمعیت علماء پاکستان (نیازی گروپ) کے دفتر واقع 7 سکندر روڈ عقب انٹرنیشنل ہوٹل اپر مال لاہور میں 22 اپریل کو گیارہ بجے دن منعقد ہونا قرار پایا۔

اجلاس کے اختتام پر جاری کئے گئے مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا کہ ملک کی تمام دینی جماعتیں شریعت کی آڑ میں سودی نظام کے مجوزہ تسلسل کو ہرگز قبول نہیں کریں گی کیونکہ ایک ہاتھ سے ''کٹا پھٹا'' شریعت بل دے کر دوسرے ہاتھ سے مالیاتی قوانین پر شریعت کورٹ کے آئینی اختیارات ختم کئے جا رہے ہیں۔ شریعت کو سپریم لاء بنانے والی (اعلان کردہ) آئینی ترمیم کا اسمبلی میں پیش نہ کرنا نفاذ شریعت کے اعلان کی 24 گھنٹے کے اندر وعدہ خلافی ہے۔ سینٹ کے پاس کردہ شریعت بل میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔ اعلامئے کے مطابق قرآن وسنت اور آئین کے خلاف آئندہ اندرونی و بیرونی سودی قرضوں کا اختیار حکومت کو نہیں دیا جا سکتا۔ سودی معیشت کا جاری رکھنا قرآن پاک کے حکم کی رو سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ جو اسلامی فلاحی مملکت بنانے کے دعوے کی بھی نفی ہے۔ سودی معیشت نے غریب کو غریب تر اور امیر کو امیر تر بنانے کا استحصالی نظام مسلط کر رکھا ہے بیرونی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے شریعت کے نفاذ کے باوجود سودی نظام جاری رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہیں جبکہ پارلیمنٹ کی سو فیصد اکثریت کو بھی قرآن وسنت کے منافی سودی نظام کو جاری رکھنے کا اختیار نہیں دیا جا سکتا۔ اجلاس میں کہا گیا کہ ملک میں اسلامی معاشی نظام کی تشکیل پر اتنا کام ہو چکا ہے کہ مزید ایک روز کے لئے سودی نظام کو جاری رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت دنیا میں جو استحصالی کشمکش جاری ہے اور انسانیت کو یہودی سودی معیشت کے چنگل میں ڈال کر سرمایہ داروں کو درندہ صفت بنا دیا گیا ہے جس کا واحد علاج بلا سود نظام معیشت ہے اس لئے سودی نظام کو جاری رکھ کر اللہ اور رسول ﷺ کی ناراضگی کی جسارت نہیں کرنی چاہئے۔(419)

مجاہد ملت کی زیر صدارت اس اجلاس اور اعلامئے کے جاری کرنے کے بعد وزیر اعظم نواز شریف پر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور اس نے ان تمام مذہبی جماعتوں کی کانفرنس بلانے کا فیصلہ کیا جو پرائیویٹ شریعت بل کے نفاذ کی خواہاں تھیں تاکہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں بل پر مباحثے کے آغاز سے پہلے ہی کوئی مفاہمت ہو جائے۔(420)

16 اپریل 1991ء کو اقبال پارک لاہور میں نماز عید الفطر کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ پاکستان بناتے وقت ہمارا نصب العین یہی تھا کہ پاکستان میں سپریم لاء، قانون شریعت ہوگا جس میں ہر چیز کا خالق و مالک اللہ ہوتا ہے لیکن آج پارلیمنٹ کو ہر شے کا مالک بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مجاہد ملت نے قرارداد مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے یاد دلایا کہ ملک کے 33 علماء ان 22 نکات پر متفق تھے جو کہ قرارداد مقاصد کا حصہ ہی اور جس میں حاکم مطلق صرف اللہ کو مانتے ہوئے اقرار کیا گیا ہے کہ حکومت پاکستان کو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلایا جائے گا۔ مسلمانوں کا انفرادی، اجتماعی اور سرکاری مذہب صرف اسلام ہوگا اور کوئی قانون وسنت کے خلاف نہیں بن سکے گا اور جو قوانین اسلام سے متصادم ہیں انہیں اسلام کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ یہ قرارداد آئین کا حصہ بن چکی ہے لیکن ہم آج بھی شریعت کو نافذ کرنے میں لیت ولعل سے کام لے رہے ہیں۔

سود کے معاملہ میں شریعت کورٹ کو اختیار نہ دے کر فیڈرل شریعت کورٹ کے اختیارات پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے اور سودی معیشت کو برقرار رکھ کر حرام کھانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ حالانکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اعلان فرما دیا تھا کہ میری امت پر سود حرام ہے لیکن آج امریکہ کے دباؤ میں آکر ہم سودی نظام کو روا رکھ کر شریعت بل کو داغدار کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ پاکستان میں محمود غزنوی، احمد شاہ ابدالی، محمد بن قاسم اور شہاب الدین غوری جیسے کردار پیدا ہوں لیکن یہاں محمد شاہ رنگیلے پیدا ہو رہے ہیں۔(421)

نماز عید کے موقعہ پر نمائندہ روزنامہ ''جنگ'' لاہور سے گفتگو کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہی کہ شریعت بل کی حمایت کرنے والے صرف مولوی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جس شخص نے بھی پاکستانی آئین کا حلف اٹھایا ہے اسے شریعت کا پابند ہونا پڑے گا اور شریعت سے انکاری بغاوت ہے۔(422)

22 اپریل 1991ء کو لاہور میں آٹھ دینی جماعتوں کا اجلاس مجاہد ملت کی صدارت میں ہوا۔ اس اجلاس میں سرکاری شریعت بل کے بارے میں رپورٹ مرتب کی گئی، کمیٹی کا اجلاس چار گھنٹے جاری رہا جس میں سرکاری شریعت بل اور سینٹ میں منظور ہونے والے شریعت بل کا جائزہ لیا گیا۔ سرکاری شریعت بل میں آئین اور شریعت سے متصادم دفعات اور قانونی شقوں کی فہرست

مرتب کی گئی۔ اجلاس میں شریعت کورٹ کے مالیاتی قوانین پر اختیارات کی روشنی میں سرکاری بل کی متضاد شقوں کا جائزہ لیا گیا اور بلاسود معیشت اور ملک میں شریعت کے نفاذ کے لئے آئندہ لائحہ عمل کے لئے تجاویز مرتب کی گئیں۔(423)

23 / اپریل 1991ء کو جماعت اسلامی کے ہیڈ کوارٹر منصورہ، لاہور میں نو دینی وسیاسی جماعتوں کا ایک اہم اجلاس مجاہد ملت کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں جمعیت علماء اسلام کے قاضی عبداللطیف کی سربراہی میں قائم کردہ کمیٹی کی رپورٹ جمعیت علماء پاکستان کے انجینئر سلیم اللہ خاں نے پیش کی اور حکومت کی جانب سے قومی اسمبلی میں پیش کئے جانے والے سرکاری بل پر شق وار 5 گھنٹے تک غور کرنے کے بعد جس متفقہ رائے کا اظہار کیا گیا اس کے مطابق موجودہ بل کے دیباچہ میں سینٹ کے پاس کردہ بل کے برعکس دستور کی دفعہ دو الف (قرارداد مقاصد) کے حوالہ کو حذف کر دیا گیا ہے جس سے بل کی آئینی بنیاد کمزور ہوگئی ہے۔ مزید برآں دیباچہ میں ایسی عبارت رکھی گئی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ اور جمہوریت کے لئے اسلامی تصور کے بجائے عوامی حاکمیت اور مغربی تصور جمہوریت کا تاثر ملتا ہے۔ سینٹ کے پاس کردہ بل میں عدالتوں کو شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند کیا گیا تھا اور اس کا ایک واضح طریق کار تجویز کیا گیا تھا جبکہ موجودہ بل میں یہ سب غائب ہے۔ اس میں شریعت اور بل کی مختلف دفعات کے نفاذ کا سرے سے کوئی طریقہ نہیں رکھا گیا جس سے بل غیر موثر اور فقط وعظ وتلقین بن کر رہ گیا ہے۔

سینٹ کے پاس کردہ بل میں شریعت کی تعبیر وتشریح کے سلسلے میں مسلمہ اصول وقواعد کے ساتھ تمام مسلمہ فقہاء کی آراء سے استفادہ کرنے کا اہتمام تھا جو کہ موجودہ بل سے حذف کر کے من مانی تعبیر وتشریح کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سینٹ کے منظور کردہ بل میں انتظامیہ بشمول صدر مملکت ووزیراعظم کو پابند بنایا گیا تھا کہ وہ کوئی ایسا حکم جاری نہیں کر سکتے جو شریعت سے ٹکراتا ہو لیکن موجودہ بل سے اسے بالکل نکال دیا گیا ہے۔ سینٹ کے پاس کردہ بل کی رو سے تمام عمال حکومت بشمول صدر، وزیراعظم، وزراء وافسران کے لئے شرعی فرائض کی پابندی اور منکرات سے اجتناب لازمی قرار دیا گیا تھا جبکہ نئے بل سے اسے خارج کر دیا گیا ہے۔ نئے بل میں نظام معیشت کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے لئے جس کمیشن کا انتظام کیا گیا ہے اسے اس کام کے لئے تین سال کی میعاد دی گئی ہے اور پھر اس میعاد میں لامحدود توسیع کا اختیار اسمبلی کو دے

دیا گیا ہے اس طرح سینٹ کے منظور کردہ بل کے برعکس بین الاقوامی سطح پر ہونے والے معاہدات کو شریعت سے مستثنیٰ قرار دینے کے ساتھ آئندہ ہونے والے معاہدات کو بھی مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ ان دفعات کے ذریعے گویا سود کی لعنت کو لامحدود عرصہ تک ملک پر مسلط رکھنے کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں ایک طرف پوری قوم خدا اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کی وعید کی سزاوار رہے گی اور دوسری طرف بین الاقوامی استحصالی قوتوں کے قرضوں کے جال سے کبھی نجات نہ پا سکے گی جو ہمارے معاشی نظام اور قومی غیرت کو گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔

ملک کی دینی سیاسی جماعتوں کے اس اجلاس نے اس بات کا بھی سنجیدگی سے نوٹس لیا کہ وزیراعظم کے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں وعدہ اور اعلان کے باوجود قرآن وسنت کو سپریم لاء یعنی بالاتر قانون قرار دینے کی آئینی ترمیم کا بل قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا۔ بل میں معاشی نظام کی اصلاح کے لئے جو معیار اور اس میں توسیع کا طریقہ تجویز کیا گیا ہے اس کی روشنی میں یہ بات اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ حکومت مالی قوانین کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر پرکھنے کے اس اختیار کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے واپس لینا چاہتی ہے جو آئین کی رو سے اسے جون 1990ء سے حاصل ہو چکا ہے۔

اجلاس میں کہا گیا کہ دینی سیاسی جماعتیں وفاقی شرعی عدالت کے اختیارات کو کم کرنے کے لئے کوئی آئینی ترمیم قبول نہیں کریں گی۔ ان وجوہ کی بناء پر یہ اجلاس موجودہ سرکاری شریعت بل کو مسترد کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ سینٹ کا منظور کردہ بل قومی اسمبلی اور سینٹ میں پیش کر کے فوری طور پر منظور کر دیا جائے۔ اجلاس نے خاص طور پر اس بات پر بھی غور کیا کہ اسلامی جمہوری اتحاد نے جس بل کو سینٹ میں پاس کر دیا، جسے قومی اسمبلی میں پیش کرنے اور منظور کرانے کے لئے 66 ارکان اسمبلی نے خصوصی اجلاس طلب کرنے کا مطالبہ کیا اور جسے پیپلز پارٹی کی حکومت سے منوانے کے لئے مہم چلائی پھر جس کے بارے میں حالیہ انتخابات میں قوم سے یہ وعدہ کر کے ووٹ لیا گیا کہ اسے قومی اسمبلی اور سینٹ کے پہلے اجلاس میں منظور کرایا جائے گا، اب حکومت اس سے جان چھڑانے کے درپے ہے۔ اجلاس میں کہا گیا کہ حکومت کا یہ رویہ پاکستان کے قیام کے مقصد سے پہلو تہی کرنے کے مترادف ہے اور بین الاقوامی اسلام دشمن قوتوں، کرپٹ بیورو کریسی اور سود کے ذریعہ استحصال کرنے والی قوتوں کے مفاد میں ہے لہٰذا دینی سیاسی جماعتوں کا

یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ پاکستان میں شریعت کے حقیقی نفاذ سے مختلف حربوں کے ذریعے فرار کا رویہ ترک کر کے صدق دل سے شریعت کے نفاذ کا راستہ اختیار کیا جائے تا کہ آئی جے آئی کے قوم سے وعدوں اور قیام پاکستان کے مقصد کی تکمیل ہو سکے اور ہم رب العالمین کے سامنے سرخرو ہو سکیں اجلاس کے اختتام پر قوم سے اپیل کی گئی کہ 26/اپریل کو جمعہ کے اجتماعات میں قراردادوں کے ذریعہ اس اجتماع کے مطالبہ کی تائید وحمایت کی جائے۔(424)

29/اپریل 1991ء کو اسلام آباد میں وفاقی وزیر مملکت برائے قانون چوہدری امیر حسین نے مجاہد ملت سے ملاقات کی اور مذاکرات میں یہ طے پایا کہ شریعت بل سے متنازعہ پہلو حذف کر دیئے جائیں گے، تین سال کے لئے سودی نظام جاری رکھنے پر اصرار نہیں ہوگا اور وفاقی شرعی عدالت کے اختیارات میں کمی نہیں کی جائے گی۔ وزیر مملکت نے مولانا نیازی کو یقین دلایا کہ حکومت شریعت بل کے بارے میں آپ کے جذبات کا احترام کرتی ہے۔(425)

2/مئی 1991ء کو چوہدری امیر حسین وزیر مملکت نے مجاہد ملت کی رہائش گاہ پر حاضر ہو کر یقین دلایا کہ حکومت شریعت بل، اتفاق رائے سے نافذ کرنے کے لئے کام کر رہی ہے۔ وزیر موصوف نے یہ بھی کہا کہ مذہبی جماعتوں کی طرف سے اٹھائے جانے والے 8 نکات میں سے چار نکات تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ جبکہ دیگر چار بھی حکومت کے زیر غور ہیں اور توقع ہے کہ باہمی افہام وتفہیم سے حل نکل آئے گا۔(426)

4/مئی 1991ء کو آٹھ دینی سیاسی جماعتوں کا ایک ہنگامی اجلاس اسلام آباد میں آغا مرتضیٰ پویا کی اقامت گاہ پر مجاہد ملت کی زیر صدارت ہوا جو چار گھنٹے جاری رہا۔ اجلاس میں جماعت اسلامی کے پروفیسر خورشید احمد، چوہدری رحمت الٰہی، مولانا گوہر رحمٰن، لیاقت بلوچ گل انداز عباسی، جمعیت علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) کے حافظ حسین احمد، مولانا عبدالرزاق عزیز، تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے حافظ سید ریاض حسین نقوی، سید امجد حسین کاظم، حزب جہاد کے مرتضیٰ پویا، سید شبیر حسین نقوی، علامہ علی غضنفر کراروی، جماعت علماء پاکستان کے انجینئر محمد سلیم اللہ خاں، شیعہ پولیٹیکل پارٹی کے سید سکندر حسین شاہ، انجمن سپاہ اولیاء کے مولانا سید رسول فیض اور سابق وفاقی وزیر میاں عطاء اللہ نے شرکت کی۔ اجلاس میں مجاہد ملت اور دیگر رہنماؤں کی وزیر مملکت برائے قانون چوہدری امیر حسین سے ملاقاتوں اور مذاکرات کی تفصیل پر غور کیا گیا اور اس سلسلے

میں آٹھ نکاتی مطالبات پر حکومتی ردعمل کا شق وار جائزہ لیا گیا اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ تسلیم شدہ چار نکات کے بارے میں تحریری یقین دہانی کرائی جائے اور شریعت کو سپریم لاء بنانے کے بارے میں آئینی ترمیم، سود کے خاتمے اور حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کے احکامات اور ذاتی کردار کو شریعت کا پابند بنانے کے بارے میں دینی جماعتوں کے مشترکہ مطالبات پر حکومت تحریری طور پر اپنے موقف سے آگاہ کرے۔

قائد تحریک نفاذ شریعت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی زیر صدارت مختلف اجلاسوں میں غور وخوض کے بعد دینی سیاسی جماعتوں کی طرف سے سرکاری شریعت بل پر جو آٹھ اعتراضات اٹھائے گئے تھے، ان میں سے پہلے تیسرے، چھٹے اور ساتویں اعتراض پر حکومت نے دینی جماعتوں کا موقف درست تسلیم کرتے ہوئے شریعت بل میں ترامیم پر آمادگی ظاہر کی تھی۔

آٹھ اعتراضات کا متن حسب ذیل ہے:

1- موجودہ بل کے دیباچے میں سینٹ کے پاس کردہ بل کے برعکس دستور کی دفعہ دو الف (قرارداد مقاصد) کے حوالہ کو حذف کر دیا ہے۔ اس سے بل کی آئینی بنیاد کمزور ہو گئی ہے۔ مزید برآں دیباچہ میں ایسی عبارت رکھی گئی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ اور جمہوریت کے اسلامی تصور کی بجائے عوامی حاکمیت اور مغربی تصور جمہوریت کا تاثر ملتا ہے۔

2- سینٹ کے پاس کردہ بل میں عدالتوں کو شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند کیا گیا تھا اور اس کا ایک واضح طریقہ کار تجویز کیا گیا تھا جبکہ موجودہ بل میں یہ سب غائب ہے اور شریعت بل کی مختلف دفعات کے نفاذ کا سرے سے کوئی طریقہ نہیں رکھا گیا۔ اس سے یہ بل غیر موثر اور فقط وعظ وتلقین بن کر رہ گیا ہے۔

3- سینٹ کے پاس کردہ بل میں شریعت کی تعبیر وتشریح کے سلسلہ میں مسلمہ اصول وقواعد کے ساتھ تمام مسلمہ فقہاء کی آراء سے استفادہ کرنے کا اہتمام تھا جو موجودہ بل سے حذف کر کے من مانی تعبیر وتشریح کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔

4- سینٹ کے پاس کردہ بل میں انتظامیہ بشمول صدر اور وزیر اعظم کو پابند بنایا گیا تھا کہ وہ کوئی ایسا حکم جاری نہیں کر سکتے جو شریعت سے ٹکراتا ہو لیکن موجودہ بل سے اس کو نکال دیا گیا

ہے۔

5۔ سینٹ کے پاس کردہ بل کی رو سے تمام عمال حکومت بشمول صدر، وزیراعظم، وزراء اور افسران کے لئے شرعی فرائض کی پابندی اور منکرات سے اجتناب لازمی قرار دیا گیا تھا جبکہ نئے بل سے اسے خارج کر دیا گیا ہے۔

6۔ نئے بل میں نظام معیشت کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے لئے جس کمیشن کا انتظام کیا گیا ہے اسے تین سال کی میعاد دی گئی ہے اور پھر اس میعاد میں لامحدود توسیع کا اختیار اسمبلی کو دیا گیا ہے۔ اس طرح سینٹ کے پاس کردہ بل کے برعکس بین الاقوامی سطح پر ہونے والے معاہدات کو شریعت سے مستثنیٰ قرار دینے کے ساتھ آئندہ ہونے والے معاہدات کو تحفظ بھی دیا گیا ہے۔ اس طرح ان دفعات کے ذریعے گویا سود کو لامحدود عرصے تک ملک پر مسلط رکھنے کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک طرف پوری قوم خدا اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کی وعید کی سزاوار رہے گی اور دوسری طرف بین الاقوامی استحصالی قوتوں کے قرضوں کے جال سے کبھی نجات نہ پا سکے گی۔ جو ہمارے معاشی نظام اور قومی غیرت کو گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔

7۔ ملک کی دینی سیاسی جماعتوں کے اجلاس میں اس بات کا بھی سنجیدگی سے نوٹس لیا ہے کہ وزیراعظم کے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں وعدے اور اعلان کے باوجود قرآن و سنت کو سپریم لاء قرار دینے کی آئینی ترمیم کا بل قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا۔

8۔ بل میں معاشی نظام کی اصلاح کے لئے جو میعاد اور اس میں توسیع کا طریقہ تجویز کیا گیا ہے اس کی روشنی میں یہ بات اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ حکومت مالی قوانین کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھنے کے اس اختیار کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے واپس لینا چاہتی ہے جو آئین کی رو سے اسے جون 1990ء سے حاصل ہو چکا ہے لہٰذا دینی سیاسی جماعتوں نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے اختیارات کو کم کرنے کے لئے کوئی آئینی ترمیم قبول نہیں کی جائے گی۔ (427)

7رمئی 1991ء کو وزیراعظم نواز شریف کی دعوت پر وزیراعظم سیکرٹریٹ اسلام آباد میں دینی جماعتوں کے متحدہ فورم کے ارکان نے مجاہد ملت کی زیر قیادت وزیراعظم سے ملاقات کی۔ یہ

ملاقات سوا تین گھنٹے تک جاری رہی۔ حکومت نے دینی جماعتوں کے مزید دو نکات منظور کر لئے اور بقیہ دو نکات پر غور کرنے کے لئے مہلت مانگ لی۔ ان دو نکات میں سے ایک تو شریعت کورٹ کے اختیارات کا تعین ہے اور دوسرے کا تعلق بین الاقوامی (غیر ملکی) قرضوں پر سود سے ہے۔ دینی فورم کی جانب سے زور دیا گیا کہ آئین میں شریعت بل کے سلسلے میں پیش کئے جانے والے ترمیمی بل کا مسودہ پہلے فورم سے منظور کرایا جائے۔

مذاکرات کے دوران حکومت کا استدلال یہ تھا کہ سرکاری بل پرائیویٹ سے بہتر ہے جبکہ مجاہد ملت کا استدلال یہ تھا کہ چونکہ سرکاری بل کی تیاری میں دینی جماعتوں سے کوئی مشورہ نہیں کیا بریں وجہ اس بل میں بہت سی خامیاں رہ گئی ہیں۔ میاں نواز شریف کے لئے یہ بات قابل قبول نہ تھی۔ مذاکرات کے دوران ایک مرحلے پر بات چیت ٹوٹنے کے قریب تھی کہ مجاہد ملت نے صورت حال کو سنبھال لیا۔ اس موقع پر بحث و تمحیص کے طول پکڑ جانے کی وجہ سے وزیراعظم نے دینی رہنماؤں سے کہا کہ اگر آپ کو ہمارا بل قبول نہیں ہے تو آپ اپنا شریعت بل منظور کرا سکتے ہیں تو کرا لیجئے۔ اس مرحلے پر مجاہد ملت مولانا نیازی نے ارشاد کیا کہ ہم حکومت کو زچ کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں بلکہ شریعت بل پر اتفاق رائے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ ان مذاکرات اور بحث و تمحیص کے دوران مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی (اہل حدیث) اور مولانا عبدالرحمٰن مدنی (اہل حدیث) نے بڑے طمطراق سے سرکاری بل کی حمایت کی اور مجاہد ملت اور ان کے ساتھیوں کے بل اور موقف کی بھرپور مخالفت کی۔ میں اپنی طرف سے اس پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتا۔ قارئین کرام خود ہی اس گتھی کو سلجھائیں اور دونوں حضرات کی روپہلی مصلحتوں کا کھوج لگائیں۔ (428)

8رمئی 1991ء کو لاہور میں دینی جماعتوں کے متحدہ فورم کا ایک خصوصی اجلاس مجاہد ملت کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں اپنے اس موقف کا اعادہ کیا گیا کہ حکومت کو سودی کاروبار جاری رکھنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیں گے اور شریعت کورٹ کے اختیارات میں کسی قیمت پر بھی کمی قبول نہیں کریں گے۔ (429)

بل شریعت کی منظوری

16رمئی 1991ء کو قومی اسمبلی نے شریعت بل گرما گرم بحث کے بعد منظور کر لیا۔ ایوان میں

138 ارکان موجود تھے، اکثریت نے بل کے حق میں رائے دی۔ پی ڈی اے (پیپلز پارٹی اور اتحادی جماعتوں) نے مخالفت کی، جمعیت علمائے اسلام نے کارروائی کا بائیکاٹ کیا۔ ایم کیو ایم نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ ایوان میں موجود 138 ارکان میں سے اسلامی جمہوری اتحاد کے 106، پی ڈی اے کے 18 عوامی نیشنل پارٹی کے تین پختونخواہ ملی عوامی پارٹی کا ایک اور دس آزاد ارکان تھے۔

شریعت بل کی مخالفت کرنے والوں میں پیپلز پارٹی کے فاروق لغاری، اعتزاز احسن اور افتخار گیلانی سرفہرست تھے۔ مجاہد ملت نے ایوان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ شریعت بل کے مخالفین کو اپنے بزرگوں کی تربیت نہیں ملی جس کی وجہ سے یہ اس بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ سردار محمد خاں لغاری (والد فاروق لغاری) اور چوہدری محمد احسن (والد اعتزاز احسن) نے اپنے صاحبزادوں کو اس انداز میں تربیت نہیں دی اور یہ نوجوان آج نئی روشنی کی چکا چوند سے اپنی آنکھیں خیرہ کر بیٹھے ہیں۔ افتخار گیلانی کے ماموں سید علاء الدین میرے ساتھ تحریک پاکستان میں رہے، ان کے خیالات اور ہیں۔

شریعت بل کی منظوری کے بعد چاروں طرف سے مجاہد ملت کو "مبارک باد" کہنے والوں نے گھیر لیا۔ اخبار نویسوں کی طرف سے مبارک باد کے جواب میں "خیر مبارک" کہتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ آج ایک بہت بڑا مرحلہ سر کر لیا گیا ہے، تاہم اس شریعت بل پر عملدرآمد، اس کا درست نفاذ بھی بہت بڑا امتحان ہے۔(430)

قارئین کی دلچسپی اور تاریخی ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لئے قومی اسمبلی کے منظور کردہ شریعت بل کا متن درج ذیل ہے:

"ہرگاہ کہ ساری کائنات پہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس حاکمیت کو پاکستان کے عوام کی طرف سے اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے اس کی بیان کردہ حدود کے اندر استعمال کرنا ایک مقدس امانت ہے۔

اور ہرگاہ کہ اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا جا چکا ہے اور اس طرح تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن مجید اور سنت کے احکام پر عمل کریں تاکہ ان کی زندگیاں مکمل طور پر خدائی قوانین کی اطاعت کے تحت آجائیں۔

اور ہرگاہ کہ قرارداد مقاصد کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مستقل جزو کے طور پر شامل کیا گیا ہے اور ہرگاہ کہ اسلامی ریاست کی یہ ایک بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ شہریوں کی عزت، زندگی، آزادی، جائیداد اور بنیادی حقوق کا تحفظ کرے اور امن کو یقینی بنائے اور اسلامی نظام عدل کے ذریعے تمام عوام کو سستا اور جلد انصاف فراہم کرے۔

اور ہرگاہ کہ اسلام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اسلامی اقدار کی بنیاد پر سماجی نظام قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اور ہرگاہ کہ مذکورہ بالا مقاصد اور اہداف کے حصول کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان اقدامات کی آئینی اور قانونی پشتیبانی کی جائے۔

چنانچہ درج ذیل قانون بنایا جاتا ہے۔

1۔ مختصر نام، اطلاق اور آغاز

(الف) اس ایکٹ کو نفاذ شریعت ایکٹ 1991ء کا نام دیا گیا ہے۔

(ب) اس کا اطلاق پورے پاکستان پر ہوگا۔

(ج) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

(د) اس ایکٹ کا کوئی جزو غیر مسلموں کے پرسنل لاز، مذہبی آزادی، روایات، رسم و رواج اور طرز زندگی پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

2۔ تعریف

......اس ایکٹ میں شریعت کا مطلب قرآن و سنت کے بیان کردہ اسلامی احکامات ہیں۔

وضاحت نمبر 1

شریعت کی تشریح و توضیح کرتے وقت قرآن و سنت کی تشریح و توضیح کے مسلمہ اصولوں کی پیروی کی جائے گی اور اسلام کے مسلمہ فقہاء کی تشریح اور آراء پر عمل کیا جائے گا۔ موجودہ اسلامی مکاتب فقہ کی آراء پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔

وضاحت نمبر 2

جیسا کہ آئین کے آرٹیکل 227 میں بیان کیا گیا ہے، مسلمانوں کے کسی بھی فرقہ کے پرسنل

لاز کے حوالے سے تشریح کرتے وقت قرآن وسنت کی تشریح سے مراد قرآن وسنت کی اس فرقہ کی تشریح ہوگی۔

3۔ شریعت کی بالادستی

شریعت یعنی اسلام کے احکامات جو قرآن وسنت میں بیان کئے گئے ہیں، پاکستان کا بالا دست قانون (سپریم لاء) ہوں گے بشرطیکہ سیاسی نظام اور حکومت کی موجودہ شکل متاثر نہ ہو۔

4۔ قوانین کی تشریح

قوانین کی تشریح شریعت کی روشنی میں ہوگی اس ایکٹ کے مقصد لئے:۔

(الف) سینچولاء کی تشریح کرتے وقت اگر ایک سے زائد تشریحات ممکن ہوں تو عدالت اس تشریح کو اپنائے گی جو اسلامی اصولوں اور فقہ کے مطابق ہوگا اور

(ب) جہاں دو یا اس سے زیادہ تشریحات مساوی طور پر ممکن ہوں، تو وہ تشریح اختیار کی جائے گی جو آئین میں پالیسی کے اصولوں اور اسلامی دفعات کو آگے بڑھائے۔

5۔ مسلمان شہریوں کی طرف سے شریعت پر عمل کرنا

پاکستان کے تمام مسلمان شہری شریعت ایکٹ پر عمل کریں گے۔

6۔ شریعت کی تعلیم اور اس کی تربیت وغیرہ

ریاست درج ذیل مقاصد کے لئے موثر انتظامات کرے گی:۔

(الف) تعلیمی اور پیشہ ورانہ تربیت کی مناسب سطح پر شریعت اسلامی، فقہ اور اسلامی قانون کی دیگر تمام شاخوں کی تعلیم وتربیت۔

(ب) لاء کالجوں کے نصاب میں شرعی کورس شامل کرنا۔

(ج) عربی زبان کی تعلیم دینا اور

(د) شریعت اسلامی، فقہ اور افتاء کی مناسب تعلیم رکھنے والے افراد کی خدمات عدالتی نظام کے لئے حاصل کرنا۔

7۔ تعلیم کی اسلامائزیشن

1۔ ریاست اس بات کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کرے گی کہ پاکستان کا تعلیمی نظام،

تعلیم، تدریس اور کردار سازی اسلامی اقدار کی بنیاد پر قائم ہو۔

2۔ وفاقی حکومت اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد 30 دنوں کے اندر اندر ماہرین تعلیم، ماہرین قانون، علماء اور منتخب نمائندوں جنہیں وہ مناسب سمجھے پر ایک کمیشن مقرر کرے گی اور ان میں سے ایک کو کمیشن کا چیئرمین مقرر کرے گی۔

3۔ کمیشن کا کام یہ ہوگا کہ وہ پاکستان کے نظام تعلیم کا جائزہ لے تاکہ ذیلی دفعہ 1 میں بیان کردہ مقاصد حاصل کئے جاسکیں اور اس سلسلہ میں سفارشات تیار کرے۔

4۔ کمیشن کی سفارشات پر مشتمل ایک رپورٹ وفاقی حکومت کو پیش کی جائے گی جو اسے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے دونوں ایوانوں کے سامنے رکھے گی۔

5۔ کمیشن کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ جس حوالے سے بھی مناسب سمجھے اپنی کارروائی کرے اور اپنا طریقہ کار بنائے۔

6۔ تمام انتظامی اتھارٹیاں، ادارے اور مقامی اتھارٹیاں کمیشن کی مدد کریں گی۔

7۔ حکومت پاکستان کی وزارت تعلیم، کمیشن سے متعلقہ انتظامیہ امور کی ذمہ دار ہوگی۔

8۔ معیشت کی اسلامائزیشن

1۔ ریاست اس امر کو یقینی بنانے کے اقدامات کرے گی کہ پاکستان کا اقتصادی نظام اسلامی اقتصادی مقاصد، اصولوں اور ترجیحات کی بنیاد پر تعمیر کیا جائے۔

2۔ وفاقی حکومت اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد 30 دن کے اندر اندر ماہرین اقتصادیات، بینکاروں، قانون دانوں، علماء اور منتخب نمائندوں اور ایسے دوسرے افراد جنہیں وہ مناسب سمجھے، پر مشتمل ایک کمیشن قائم کرے گی اور ان میں سے ایک کو کمیشن کا چیئرمین مقرر کرے گی۔

3۔ کمیشن کے ذمہ یہ کام ہوں گے:۔

(الف) ایسے اقدامات، جن میں مناسب متبادل بھی شامل ہوں گے، تجویز کرنا جن کی بدولت اسلام کا بیان کردہ اقتصادی نظام قائم کیا جاسکے۔

(ب) پاکستان کے اقتصادی نظام میں ایسی تبدیلیوں کے لئے جن سے آئین کے آرٹیکل 38 میں بیان کردہ عوام کی سماجی اور اقتصادی بہبود حاصل ہو سکے، ذرائع، طریقے اور حکمت عملی

تجویز کرنا۔

(ج) ہر مالی قانون یا ٹیکس اور فیس عائد کرنے یا ان کی وصولی سے متعلقہ قانون یا بینکاری اور انشورنس کے قانون یا طریقہ کار کا جائزہ لینا تا کہ یہ امر متعین کیا جا سکے کہ یہ قوانین شریعت سے متصادم ہیں یا نہیں اور ان قوانین، طریقہ ہائے کار کو شریعت کے مطابق بنانے کے لئے سفارشات تیار کرنا اور

(د) اقتصادیات کی اسلامائزیشن میں ہونے والی پیش رفت کی نگرانی کرنا۔ اس میں کوتاہیوں اور رکاوٹوں کی شناخت کرنا اور کسی بھی مشکل کو دور کرنے کے لئے متبادل تجویز کرنا۔

4۔ کمیشن اقتصادی امور کے ہر شعبہ سے کم از کم ممکن وقت میں ربوا کے خاتمہ کے عمل کی نگرانی اور حکومت کو اقدامات کی سفارش کرے گا جو معیشت سے ربوا کے مکمل خاتمہ کو یقینی بنائیں گے۔

5۔ کمیشن باقاعدہ بنیادوں پر مناسب وقفوں سے اپنی رپورٹیں وفاقی حکومت کو پیش کرے گا جو انہیں مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے دونوں ایوانوں میں رکھے گی اور کمیشن اسلامی بنیادی نظام کے قیام کے سلسلے میں وفاقی حکومت کے کسی بھی استفسار کا جواب دے گا۔

6۔ کمیشن کو اختیار ہو گا کہ وہ اپنی کارروائی اور طریقہ کار کو ہر حوالے سے جو وہ مناسب سمجھے چلائے۔

7۔ تمام انتظامی اتحاد، اتھارٹیاں، ادارے اور مقامی اتھارٹیاں کمیشن کی مدد کریں گی۔

8۔ حکومت پاکستان کی وزارت خزانہ، کمیشن سے متعلق انتظامی امور کی ذمہ دار ہوگی۔

9۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلامی اقدار کا فروغ

1۔ حکومت ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلامی اقدار کو فروغ دینے کے سلسلے میں ضروری اقدامات کرے گی۔

2۔ شریعت کے خلاف توہین آمیز مواد جس میں فحاشی کی ترغیب دی گئی ہو کی اشاعت پر مکمل پابندی ہوگی۔

10۔ ہر شہری کی جان و مال اور شخصی آزادی کی ضمانت

پاکستان کے ہر شہری کے جان و مال، عزت، حقوق اور آزادی کے تحفظ کی خاطر حکومت

قانونی اور انتظامی اقدامات کرے گی جس کے تحت:

(الف) انتظامیہ اور پولیس میں اصلاحات کا نفاذ۔

(ب) دہشت گردی اور سبوتاژ اور تخریبی سرگرمیوں کو روکنا۔

(ج) غیر قانونی اسلحہ کا رکھنا اور اس کے مظاہرے پر پابندی لگانا۔

11۔ رشوت اور کرپشن کا خاتمہ

رشوت ستانی، کرپشن اور بددیانتی پر قابو پانے کے لئے حکومت قانونی اور انتظامی اقدامات کرے گی اور ہر جرم کے لئے مثالی سزا دی جائے گی۔

12۔ فحاشی اور بے حیائی کو دور کرنا

فحاشی، بے حیائی اور دیگر غیر اخلاقی حرکات کے خاتمہ کے لئے حکومت قانونی اور انتظامی اختیارات کا سختی سے استعمال کرے گی۔

13۔ سماجی برائیوں کا خاتمہ

قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اصولوں کے تحت اسلامی شعائر کے فروغ کے لئے حکومت سماجی برائیوں پر قابو پانے اور ان پر عملدرآمد کے لئے ضروری قوانین وضع کرے گی۔

14۔ نظام عدل

حکومت عدلیہ کے نظام کو اسلامی رنگ دینے کے لئے ضروری اقدامات کرے گی اور اسے قوانین کو ختم کر دے گی، جس میں مختلف عدالتوں میں ایک ہی مقدمہ کی سماعت سے انصاف حاصل کرنے میں تاخیر ہوتی ہو۔ اس کے علاوہ مقدمہ کے اخراجات میں کمی کے علاوہ عدالت سے انصاف کے حصول کی جستجو کو یقینی بنایا جائے گا۔

15۔ بیت المال

(ویلفیئر فنڈ) غریبوں، بے سہارا، حاجت مندوں، معذوروں، بیواؤں، یتیموں اور بے کس لوگوں کی مالی امداد کے لئے حکومت ایک بیت المال قائم کرے گی۔

16۔ نظریہ پاکستان کا تحفظ

پاکستان کو ایک اسلامی مملکت کی حیثیت سے اس کے نظریہ، یکجہتی اور استحکام کی حفاظت کے لئے حکومت ضروری قوانین نافذ کرے گی۔

17۔ جھوٹے الزامات کے خلاف حفاظتی اقدامات

پاکستانی شہریوں کے خلاف جھوٹے الزامات، کردار کشی اور ان کی پرائیویٹ زندگی کے خلاف سرگرمیوں کو روکنے کے لئے حکومت قانونی اور انتظامی کارروائی کرے گی تا کہ ان کی عزت اور شہرت کا تحفظ کیا جائے۔

18۔ بین الاقوامی مالیاتی فرائض

اس ایکٹ میں شامل ہر جز و یا کسی عدالت کے فیصلے کے باوجود جب تک کہ متبادل اقتصادی نظام نافذ نہیں کر دیا جاتا، موجودہ مالی ذمہ داریاں اور قومی اداروں اور غیر ملکی اداروں کے درمیان کئے جانے والے معاہدے، برقرار، قانونی، واجب العمل اور جاری رہیں گے۔

تشریح:۔ اس شق میں قومی ادارے کی تشریح کے طور پر ایسے تمام وفاقی اور صوبائی ادارے، قانونی کارپوریشن، کمپنیاں، ادارے، باڈی، کار عظیم یا پاکستان کا کوئی شخص اور غیر ملکی ایجنسی کی اصطلاح میں بیرونی حکومت، غیر ملکی مالیاتی ادارہ، غیر ملکی کیپٹل مارکیٹ جس میں بنک یا کوئی غیر ملکی قرضہ جاری کرنے والی کمپنی بشمول فرد واحد اور مال مہیا کرنے یا خدمات ادا کرنے والا شخص۔

19۔ موجودہ فرائض کا پورا کرنا

اس ایکٹ میں شامل ہر جز و یا اس کے تحت کیا جانے والا کوئی فیصلہ کسی بھی ادا شدہ مالیاتی فرائض بشمول کوئی معاہدہ جو کسی کنٹریکٹ کے تحت کیا گیا ہو یا کسی دوسرے طریقہ سے جس میں رقم کی ادائیگی کا وعدہ کیا گیا ہو یا وفاقی صوبائی حکومت کسی مالیاتی یا قانونی ادارے یا کسی ادارے نے ادائیگی کا وعدہ کیا ہو اور یہ سب کنٹریکٹ اور ادائیگی کے وعدے قانونی اور پابند رہیں گے اور اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک کہ ایک متبادل اقتصادی نظام معرض وجود میں نہ آ جائے۔

20۔ عورتوں کے حقوق اثر انداز نہیں ہوں گے

اس ایکٹ میں شامل کسی بھی جز و کے باوجود آئین کے تحت عورتوں کے دیئے جانے والے

کوئی بھی حقوق اثر انداز نہیں ہوں گے۔

21۔ پارلیمنٹ کے قانون سازی کے حقوق اثر انداز نہیں ہوں گے

اس ایکٹ میں شامل کسی بھی جز و کے باوجود پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو آئین کے تحت متعلقہ امور کے بارے میں قانون سازی کے خصوصی حقوق حاصل ہوں گے۔

22۔ اس ایکٹ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے وفاقی حکومت سرکاری گزٹ میں ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے قوانین کا اعلان کر سکے گی۔

مقاصد اور ان کی وجوہات کی تشریح

پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کی عوامی خواہش کا احترام کرتے ہوئے دیگر امور کے علاوہ:۔

(الف) ایک ایسا سماجی نظام قائم کیا جائے گا جس میں شہریوں کے مابین مساوات پر مبنی ایک ایسی سوسائٹی قائم کی جائے جو لوٹ کھسوٹ کے بجائے شہریوں کے جان و مال، آزادی اور حقوق کو یقینی بنائے اور آزادانہ اسلامی انصاف کی طرز پر ہر شہری کو سستا اور فوری انصاف مہیا کرے۔

(ب) شریعت کے مطابق ایسا سسٹم رائج کیا جائے گا جس کے تحت رشوت، کرپشن اور بدعنوانی کا خاتمہ ہو۔

(ج) فحاشی، غیر اخلاقی اور دیگر سماجی برائیوں کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔ یہ بل قرار دیتا ہے کہ شریعت یعنی قرآن و سنت کے بیان کردہ احکام، پاکستان کا سپریم لاء ہوں گے۔ بل تقاضا کرتا ہے کہ پاکستان کے تمام مسلمان شہری شریعت پر ایمان داری سے عمل کریں گے۔ بل ریاست پر ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ:

1۔ شریعت اور اسلامی فقہ کے اصولوں کی تعلیم و تربیت کے لئے نتیجہ خیز انتظامات کرے۔

2۔ اسلامی طریقہ انصاف کو با اثر بنانے کے لئے ضروری اقدامات کرے تا کہ لوگوں کو مختلف عدالتوں سے رجوع کی ضرورت سے بچایا جائے۔

3۔ لوگوں کی زندگی، عزت، آزادی، جائیداد اور حقوق کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لئے پولیس میں اصلاحات کرے۔

4- ہر قسم کی کرپشن کو ختم کرنے کے لئے قانون کو جامع اور اثر پذیر بنائے۔

5- غریبوں، حاجت مندوں، بیواؤں، یتیموں اور بے سہارا شہریوں کی مدد کے لئے ایک بیت المال قائم کرے۔

6- فحاشی، بے حیائی اور دیگر برائیوں کے خاتمہ کے لئے قانونی اور انتظامی اقدامات کرے۔

7- پاکستان کے نظریہ استحکام اور یکجہتی کی حفاظت کے لئے ضروری قوانین وضع کرے۔

8- غیر قانونی اسلحہ رکھنے یا اس کا مظاہرہ کرنے پر پابندی لگانے کے لئے ضروری قوانین بنائے۔

9- پاکستان کے اقتصادی نظام کو اسلامی اقدار اور اصولوں کی بنیاد پر قائم رکھنے کے لئے ایک کمیشن قائم کرے جس میں ماہر اقتصادیات، بینکنگ، قانونی ماہرین، علماء اور عوام کے منتخب نمائندے شامل ہوں جن کے فرائض میں ایسے اقدامات اور طریق کار کی سفارش کرنا ہو جو موجودہ اقتصادی نظام کے بدلے ایک اسلامی اقتصادی نظام کی بنیاد رکھ سکے جس پر عمل کرنے سے اقتصادی نظام کے بدلے ایک اسلامی اقتصادی نظام کی بنیاد رکھ سکے جس پر عمل کرنے سے اقتصادیات کو اسلامائزیشن کے روپ میں ڈھالا جا سکے اور یہ ایک ایسا اسلامی اقتصادی نظام ہو جو اقتصادیات کے ہر شعبہ سے ربا کا کلی طور پر خاتمہ کر سکے اور یہ عمل جلد از جلد ہونا چاہیے۔

10- ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلامی اقدار کے فروغ کے لئے ضروری اقدامات کرے۔

11- پاکستان کے تعلیمی نظام کو اسلامی اقدار پرستی تعلیمات، درس و تدریس اور اخلاقیات کے فروغ کو یقینی بنانے کے لئے ضروری اقدامات کے سلسلے میں ایک کمیشن قائم کرے جس میں تعلیمی ماہرین، قانون دان، علماء اور عوام کے منتخب نمائندے شامل ہوں گے جو درج ذیل امور کے لئے اپنی سفارشات پیش کریں:۔

(الف) سماجی برائیوں کو دور کرنے اور قرآن و سنت میں بیان کردہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اسلامی اصولوں پر مبنی اسلامی اقدار کے فروغ کو یقینی بنائے۔

(ب) پاکستان کے اقتصادی نظام کو تباہی سے بچانے اور تمام معاہدوں کا احترام کرتے ہوئے انہیں باعزت طور پر پورا کرنے کی خاطر یہ بل تمام مالی فرائض اور معاہدہ جات جو قومی اداروں اور غیر ملکی ایجنسیوں کے مابین کئے گئے ہیں کسی نئے اقتصادی نظام کے نفاذ تک

ان پر عملدرآمد کو یقینی بنائے۔(431)

24؍مئی 1991ء کو کھوڑ ضلع اٹک میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ اگرچہ قومی اسمبلی سے منظور شدہ شریعت بل ہماری منشاء اور دلی خواہشات کا آئینہ دار نہیں لیکن پھر بھی ہمارے آٹھ میں سے چھ نکات تسلیم کر لئے گئے ہیں جن کی وجہ سے نفاذ شریعت کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔ سودی معیشت کے بارے میں ترمیم لائی جارہی ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ اس موقعہ پر جو کچھ حاصل ہوگیا ہے اسے قبول کرلیا جائے اور شریعت بل کی خامیوں کو باہمی اتحاد و اتفاق اور آٹھ جماعتی فورم کے فیصلوں کی روشنی میں دور کرا لیا جائے۔(432)

شریعت بل کی منظوری کے بعد 28؍مئی 1991ء کو اسلام آباد میں پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں وزیر اعظم میاں نواز شریف نے مجاہد ملت کو شریعت بل کے قومی اسمبلی میں پیش کئے جانے کے دوران ان کے کردار پر زبردست خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ اس سلسلے میں مولانا کا کردار انتہائی قابل تعریف تھا۔ میاں نواز شریف نے کہا کہ شریعت بل پر بحث کے دوران مولانا نیازی نے اپوزیشن کی تنقید کی یلغار کا حوصلے سے مقابلہ کیا۔(433)

5؍جون 1991ء کو شریعت بل کی منظوری کے لئے فائل صدر مملکت غلام اسحٰق خاں کے پاس بھیجی گئی اور 6؍جون کو صدر نے دستخط کر کے واپس کر دی۔(434)

6؍جون 1991ء کو وزیر اعظم میاں نواز شریف نے مجاہد ملت سے درخواست کی کہ وہ امسال حج وفد کی قیادت کریں۔ چنانچہ سولہ رکنی حج وفد، مجاہد ملت کی سربراہی میں 13؍جون کو صبح ساڑھے دس بجے پی آئی اے کے خصوصی حج پرواز کے ذریعے حجاز مقدس روانہ ہوگیا جس میں چاروں صوبائی وزرائے اوقاف، ارکان قومی اسمبلی اور سرکاری افسروں کے علاوہ جمعیت علماء پاکستان کے سینئر مرکزی نائب صدر سینٹر پیر سید برکات احمد (ف 1994ء) سیکرٹری جنرل حاجی محمد حنیف طیب، مفتی محمد حسین نعیمی شیخ الجامعہ، جامعہ نعیمیہ لاہور وغیرہ شامل تھے۔

26؍جون کو شاہ فہد فرمانروائے سعودی عرب نے مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی قائد حج وفد کے اعزاز میں ایک عشائیہ دیا۔ عشائیہ میں پاکستانی سفیر متعینہ سعودی عرب محمد ولی اللہ خان خسگی اور حج وفد کے ارکان نے بھی شرکت کی۔ شاہ فہد نے شریعت بل کی منظوری پر مجاہد ملت اور حکومت پاکستان کو مبارک باد دی۔ اس کے بعد مجاہد ملت نے وفد کے ہمراہ متعدد حاجی کیمپوں کا

دورہ کیا اور حاجیوں سے انتظامات کے سلسلے میں بات چیت کی۔ 30 ر جون کو مجاہد ملت نے جدہ میں پاکستانی قونصل خانے میں اخبار نویسوں سے خطاب کرتے ہوئے دنیا کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے حجاج کرام کو مبارکباد دی اور مسلم امہ کی کامیابی و کامرانی کی دعا کی۔ انہوں نے مسلم امہ کو قرآن کریم کی تعلیمات اور رسول مقبول ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی تلقین کی اور بنی نوع انسان کے تمام مسائل حل کرنے اور روحانی، اخلاقی اور معاشی معراج کے حصول کے لئے حضور ﷺ کے آخری خطبہ حج کو مشعل راہ بنانے کا مشورہ دیا۔(435)

8 ر جولائی 1991ء کو مجاہد ملت کی قیادت میں بخیریت حج وفد اسلام آباد پہنچ گیا۔ اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ ہم نے اس دورے میں سعودی حکام اور اسلامی ممالک کے وفد سے ملاقاتیں کر کے مقبوضہ کشمیر کے بارے میں پاکستان کے موقف کی وضاحت کی۔ اس پر سب نے پرجوش حمایت کا یقین دلایا۔ 13 ر جولائی 1991ء کو فلیٹیز ہوٹل لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کے کارکنوں کی طرف سے دیئے گئے استقبالئے سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے کہا کہ سعودی حکومت کا رویہ ہمارے مسلک کے ساتھ نرم ہو رہا ہے۔ شاہ فہد نے ہمیں بتایا ہے کہ میں وہابی نہیں ہوں بلکہ حنبلی سنی ہوں اور امام احمد بن حنبلؒ کا مقلد ہوں۔ سعودی حکومت نے مسجد نبوی ﷺ میں محافل میلاد کی اجازت دے دی۔(436)

سنگ بنیاد ''باب پاکستان''

14 ر اگست 1991ء کو جشن آزادی کے موقعہ پر والٹن لاہور میں ''باب پاکستان'' کی تقریب سنگ بنیاد سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم میاں نواز شریف نے مجاہد ملت کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ مجاہد ملت جب اپنی جماعت جمعیت علمائے پاکستان کے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے جلسہ گاہ میں پہنچے تو ان کے حق میں زبردست نعرے بازی ہوئی اس پر لاکھوں کے اجتماع نے مطالبہ کیا کہ مجاہد ملت سٹیج پر کھڑے ہو کر ہمیں زیارت کرائیں چنانچہ مجاہد ملت کھڑے ہو گئے۔ وزیر اعظم نے ان کا ہاتھ اٹھا کر کہا کہ '' جب تک مولانا نیازی جیسے ''مرد مجاہد'' ہماری صفوں میں موجود ہیں، پاکستان کو کوئی نہیں ہلا سکتا۔ دیکھیں کیسے سج رہے ہیں اور اس عمر میں مجھ سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔''(437)

دورۂ کوئٹہ

16 ر جولائی 1991ء کو مجاہد ملت نے کوئٹہ (بلوچستان) میں جمعیت علمائے پاکستان کے دفتر کا افتتاح کیا اور اس کے بعد ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے مسائل کا حل اسلام میں ہے، ہم سب کو متحد ہو کر ملک و قوم کی خدمت کرنی چاہئے۔ 17 ر جولائی کو ایم پی اے ہاسٹل کوئٹہ میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے کہا کہ امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر مکمل فراڈ ہے، یہ اسلامی قوتوں کو دبانے اور مسلمانوں کی معیشت کو سیاسی طور پر تباہ کرنے کی یہودی سازش ہے۔ مسلم ممالک کو اپنی علیحدہ دولت مشترکہ بنانی چاہئے کیونکہ یہ مسلم اتحاد کے لئے ضروری ہے تاکہ مغربی دنیا کی معاشی گرفت سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کریں۔(438)

وفاقی وزارت مذہبی امور کا منصب

10 ر ستمبر 1991ء کو وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے وفاقی کابینہ میں توسیع کی تو مجاہد ملت کو ''وزیر اعظم مذہبی امور'' بنا دیا گیا۔ حلف اٹھانے کے بعد 11 ر ستمبر 1991ء کو مجاہد ملت نے جامعہ رضویہ شمس العلوم کراچی کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سوشلزم اور سرمایہ دارانہ نظام دونوں انسان کے مسائل حل کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ سوشلزم کی ناکامی روس کے انتشار کی صورت میں سامنے آ چکی ہے۔ جو لوگ تکبر کے نشے میں آج نیو ورلڈ آرڈر کی بات کر رہے ہیں ان کا نشہ بھی جلد ہرن ہو جائے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک کو نظام مصطفیٰ ﷺ کا گہوارہ بنانے کے لئے علماء جدوجہد کریں اور اس عظیم مشن کے لئے ہماری رہنمائی کریں۔

وزارت میں شمولیت کی وجہ بیان کرتے ہوئے مجاہد ملت نے کہا کہ میری زندگی کا نصب العین پاکستان میں شریعت کا نفاذ ہے۔ ہم نے بڑی جدوجہد کر کے شریعت بل منظور کرایا ہے اب اس کے نفاذ کا وقت آ چکا ہے۔ جب حکومت شریعت کے نفاذ کے لئے ہم سے تعاون چاہتی ہے تو ہمیں اس مقصد کے حصول کے لئے پوری کوشش کرنی چاہئے۔(439)

بعض بے درد ظاہر بین لوگوں نے مجاہد ملت کے دوبارہ وزارت قبول کرنے کے اقدام کو ہدف تنقید بنایا اور طرح طرح کی الزام تراشیاں کیں۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ مجاہد ملت اسلام کے

سچے اور پکے سپاہی ہیں، ان کی تمام زندگی مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی کوششوں میں گزری ہے۔ انہوں نے میاں نواز شریف کی درخواست پر دوبارہ وزارت اس وعدے پر قبول کی کہ ان کی رہنمائی میں ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ کیا جائے گا۔ میاں نواز شریف وزیر اعظم پاکستان کے مجاہد ملت کو یقین دلایا کہ نفاذ شریعت ضرور ہوگا آپ وزارت قبول فرما کر ہمارا ساتھ دیں۔ مجاہد ملت نے اس یقین دہانی پر وزارت قبول کر لی اور نفاذ شریعت کے لئے عملی اقدامات شروع کر دیئے۔

اعلیٰ حضرت کو خراج تحسین

13 ستمبر 1991ء کو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے زیر اہتمام آواری ہوٹل لاہور میں ''امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس'' منعقد ہوئی جس سے کویت کے سابق وزیر اوقاف الشیخ السید یوسف الہاشم رفاعی، جسٹس محمد الیاس جج لاہور ہائی کورٹ، سیکرٹری اوقاف پنجاب سید آل احمد، میاں شہباز شریف رکن قومی اسمبلی، جسٹس میاں نذیر اختر لاہور ہائی کورٹ، جامعہ ملیہ دہلی (بھارت) کے استاذ علامہ یٰسین اختر مصباحی، ڈاکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ (بھارت) کے ڈپٹی ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر سید جمال الدین، ملائیشیا کے محمد الزواوی، سابق وفاقی وزیر حاجی محمد حنیف طیب، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر وغیرہم کے علاوہ مجاہد ملت نے بھی خطاب کیا۔

مجاہد ملت نے اپنے پراثر اور پرسوز خطاب میں کہا کہ امام احمد رضا بریلوی نے انگریز اور ہندو دونوں کے خلاف جنگ کی اور مسلمانوں پر واضح کیا کہ ہندو کے ساتھ کبھی بھی مسلمان کی دوستی نہیں ہوسکتی۔ پاکستان ایسے ہی بزرگوں کی فکری اور روحانی رہنمائی میں حاصل ہوا۔ انگریز نے جب پورے ہندوستان میں تسلط قائم کر لیا تو وہ پریشان تھے کہ مسلمان ابھی تک غلامی قبول نہیں کر رہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس میں انگریز کو یہ بتایا گیا کہ مسلمانوں کو الجھانے کے لئے ہندوستان میں ایک جعلی نبی پیدا کیا جائے۔ چنانچہ یہ سازش کی گئی لیکن برصغیر کے مسلمان پھر بھی انگریز کی غلامی پر راضی نہ ہوئے تو انگریزوں نے دوبارہ اپنی خفیہ کانفرنس کی۔ اب اس کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان کے نبی ﷺ کی عظمت کو ختم کیا جائے چنانچہ اس نئی سازش کے تحت ایسے لوگ تیار کئے گئے جنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیاں شروع کر دیں لیکن مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے ان تمام سازشیوں کو

بھانپ لیا اور حضور ﷺ کی شان میں جہاں کہیں کسی نے گستاخی کی اس کی گرفت کی۔ (440)

ڈانڈا اور طرہ!

روزنامہ ''پاکستان'' لاہور کی اشاعت 20 ستمبر 1991ء میں معروف ماہر تعلیم، ادیب، شاعر اور صحافی ڈاکٹر محمد اجمل نیازی نے اپنے کالم ''جل تھل'' میں ''ڈانڈا اور طرہ'' کے عنوان سے مجاہد ملت کو جو بھرپور خراج تحسین پیش کیا اس کا یہاں نقل نہ کرنا قارئین سے انتہائی زیادتی ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''کسی نے ایک نوجوان سے پوچھا کہ میانوالی کی مشہور چیز کیا ہے؟ اس نے بیساختہ جواب دیا، مولانا عبدالستار خاں نیازی، میانوالی نے یہ بیش بہا تحفہ قوم کے حوالے کر دیا اور وہ پاکستان کی مشہور چیز بن گئے۔ اپنے کردار و عمل کی دھاک انہوں نے پوری دنیا پہ بٹھادی۔ وہ جلال و جمال کا آئینہ ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی کی مشہور چیز کیا ہے تو کہا گیا ان کا ڈانڈا اور طرہ۔ ڈنڈے سے مجھے اپنے سکول کا زمانہ یاد آ گیا اور جسٹس ایم آر کیانی یاد آئے ہیں۔ جب ایوب خاں کے زمانے میں ججوں کی کاروں پر جھنڈے لگانے کی ممانعت کر دی تو جسٹس کیانی نے کہا کہ جھنڈا نہ سہی ہمارے پاس ڈانڈا تو ہے۔ کچھ لوگ ڈانڈا صرف بھینس ہانکنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مولانا نیازی سمجھتے ہیں:

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

ان کے پاس جھنڈا ابھی ان کا طرہ ہی ہے، جو ہمیشہ سربلند پرچم کی طرح لہراتا ہے۔ یہ پرچم کبھی سرنگوں نہیں ہوا۔ یورپ کے دورے کے دوران ایک خاتون نے ان سے پوچھ لیا تھا:

''آپ نے اسے کھڑا کس طرح رکھا ہوا ہے؟''

مولانا نیازی کا طرہ ان کا طرہ امتیاز ہے۔ وہ جہاں ہوں، مختلف نظر آتے ہیں۔ وہ کابینہ میں بھی مختلف ہی نظر آئیں گے۔ وہ اس طرح کے وزیر نہ ہوں گے جس طرح کے ہمارے ہاں ہوا کرتے ہیں۔ میں مولانا نیازی کے بارے میں اس لئے بات نہیں کر رہا کہ میں بھی اتفاق سے نیازی ہوں۔ نیازی تو جنرل نیازی بھی ہے۔ مولانا ایک سچے لیڈر ہیں اور لیڈر کسی ایک علاقے کا نہیں ہوتا۔

جسٹس کیانی اور مولانا نیازی دو ہی آدمی تھے جنہوں نے ملک امیر محمد خاں کالاباغ کی گورنری

کے زمانے میں بھی کلمہ حق بلند کیا۔ جسٹس کیانی کا یہ جملہ کبھی نہیں بھلایا جائے گا:

"پہلے حکمران سبز باغ دکھایا کرتے تھے موجودہ حکمران کالا باغ دکھایا کریں گے۔"

اور اب موجودہ حکومت مولانا عبدالستار خاں نیازی دکھایا کرے گی۔ وہ بھی آرزوؤں اور ارادوں کا سبز باغ ہیں۔ باب پاکستان کی افتتاحی تقریب میں میاں نواز شریف نے مولانا نیازی کے ساتھ کندھا جوڑ کے کہا:

حبیب جالب کا والد ہمیشہ اسے برا بھلا کہتا تھا کہ تو رات دیر گئے واپس آتا ہے۔ پتہ نہیں کن لچے لفنگوں کے ساتھ گھومتا رہتا ہے! ایک دن وہ مولانا نیازی کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلا گیا اور والد سے کہا:

آپ روز مجھے برا بھلا کہتے ہیں۔ پھر مولانا کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"ہمارے ساتھ مولانا نیازی ہیں۔ میں ان کے ساتھ گھومتا پھرتا ہوں۔"

اس کے بعد حبیب جالب کو ان کے والد نے کبھی برا بھلا نہیں کہا۔

کیا موجودہ حکومت اس نیک نامی کی حفاظت کرے گی کہ کوئی اس کے خلاف بات کرتے ہوئے ہزار بار سوچے؟

ایک زمانے میں جیل، مولانا کا دوسرا گھر تھا بلکہ دوسرا ٹھکانہ تھا۔ وہ مذاق مذاق میں جیل کو سسرال بھی کہتے ہیں۔ اس میں لطف کی بات یہ ہے کہ انہوں نے شادی کی ہے نہ اپنا گھر بنایا ہے۔ حبیب جالب پھر یاد آتے ہیں کہ جب کبھی انہیں گھر جانے میں دیر ہو جائے تو وہ تھانے کی طرف چل پڑتے ہیں۔ ہمارے کئی لیڈر تھے جن کی آدمی زندگی ریل میں اور آدھی جیل میں گزر گئی۔

مجھے یقین ہے کہ مولانا عبدالستار نیازی دوسری بار وزارت کی وادی میں آئے ہیں تو اس میں جیل کی کوٹھڑی کی کچھ نہ کچھ خصوصیات ہوں گی۔ مولانا جیسے آدمی کے اندر ایک فاتح ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ سٹیج جس کے لئے تخت شاہی کی طرح ہوتا ہے، تختہ دار بن جائے تو بھی نعمت ہے:

جو کوئے یار سے نکلے سوئے دار چلے

وزیر آتے جاتے رہتے ہیں۔ وزیر بننا ایک اچھی خبر بنی جب مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی وزیر بنے۔ جس طرح انہوں نے وزارت سے استعفیٰ دیا، اس کی مثالیں کم کم ہیں۔ وہ دوسری بار وزیر بنے جیسے پہلی بار بن رہے ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حکومت نے

مولانا نیازی کے موقف کو تسلیم کیا ہے اور ان کے مرتبے کو بھی محسوس کیا ہے۔

کابینہ کی پہلی میٹنگ میں بھی وزیراعظم نواز شریف نے ان کی تعریف و توصیف کی تھی اور ان کی رفاقت کو اپنی حکومت کا اعزاز کہا تھا۔

وزارت نیازی صاحب کا مسئلہ نہیں، رفاقت ان کا مسئلہ ہے۔ ان رفاقتوں کی حفاظت کرنا میاں نواز شریف کی ذمہ داری ہے۔ اعتماد کی فضا میں جس آدمی نے دوبارہ وزارت قبول کی وہ عناد کے ماحول میں دوبارہ استعفیٰ بھی دے سکتا ہے۔ وزارت تو ہمیشہ مولانا نیازی کے پیچھے پیچھے رہی ہے۔ سہروردی انہی کی جماعت کا وزیراعظم تھا اور اس نے پیشکش بھی کی تھی۔ ایوب خاں نے کوشش کی۔ بھٹو صاحب کو کوشش کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ میاں نواز شریف کا اعزاز ہے کہ ان کی کابینہ میں قائداعظم کا سچا ساتھی، بہادر اور بے لوث انسان بھی شامل ہے۔ مولانا نے کچھ سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے انہیں یقین ہوگا کہ اس نوجوان کی قیادت میں وہ منزل سر کی جا سکتی ہے جس کے لئے وہ مسلسل پچاس برس سے حالت سفر میں ہیں۔ امید ہے کہ میاں صاحب کی رفاقتوں کو استحکام دیں گے۔ مجھے ایک شعر یاد آ رہا ہے جو مولانا کی طرف سے میاں نواز شریف کو سنانا چاہتا ہوں:

میں ہوں وحشت میں گم میں تری دنیا میں نہیں رہتا
بگولہ رقص میں رہتا ہے صحرا میں نہیں رہتا

مجھے اقبال کا یہ شعر بھی یاد آ رہا ہے:

خرد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر

میاں صاحب اور مولانا نیازی تاریخ اور وقت کے بہت اہم اور نازک موڑ پر اکٹھے ہوئے ہیں اللہ کرے اب یہ نہ ہو:

اگلا موڑ جدائی کا

ایسے کسی موڑ پر مولانا نیازی کی باتیں یاد آتی ہیں:

"لوگو! میں تمہارے ساتھ دنیاداری جیسے وعدے نہیں کرتا۔ میرے دل میں ایک خواب تڑپتا ہے۔ یہ منور خواب تم بھی دیکھ لو تو کبھی چین سے نہ بیٹھو۔ میں یہ خواب تمہارے خوابوں میں ملا دینا چاہتا ہوں۔ پاکستان کو ایک اسلامی، روحانی اور فلاحی مملکت بنانے کی لگن نے میرے لہو میں

ہزار مشعلوں کی روشنی جلا رکھی ہے۔ ایک سلامتی والا معاشرہ میرے بے تابیوں کا آشیانہ ہے جہاں کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے۔ میں انسانوں کو انسانوں کے در کا سوالی بنانے والوں کے خلاف ہوں۔ وہ لوگ ظالم ہیں جن کے گھروں کے سامنے لوگ اپنے جائز معاملوں کا کشکول لئے قطاروں میں کھڑے ہوتے ہیں۔ خیرات انہیں پھر نہیں ملتی۔'' (441)

سیرت کانفرنس اسلام آباد

23 ستمبر 1991ء کو اسلام آباد میں سیرت کانفرنس کے پہلے اجلاس میں جس کی صدارت، صدر مملکت غلام اسحٰق خاں نے کی، اپنے خطبہ استقبالیہ میں مجاہد ملت نے کہا کہ اگر ہم منصب رسالت ﷺ کو سمجھ لیں، عظمت رسالت ﷺ کو پہچان لیں اور مقام رسالت ﷺ کا شعور حاصل کر لیں تو ہم نیو ورلڈ آرڈر کا جواب دے سکتے ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ تمام انسانوں کے لئے نمونہ کامل ہیں۔ آپ ﷺ کا اسوۂ مبارک ایک ان پڑھ انسان سے لے کر سب سے بڑے علامہ تک کے لئے، ایک چپڑاسی سے لے کر صدر مملکت کے لئے اور ایک سپاہی سے لے کر کمانڈر انچیف تک کے لئے کامل نمونہ ہے۔ (442)

20 نومبر 1991ء بروز بدھ الحمراء ہال لاہور میں یوم اقبال رحمتہ اللہ علیہ سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے تمام مسلم امتوں کو اپنے اختلافات ختم کر کے ایک ہونے کا پیغام دیا۔ انہوں نے عصر حاضر کے علوم کو پڑھنے کے لئے کہا تھا۔ نہ کہ ان میں گم ہو جانے کے لئے۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے جمہوریت کے متعلق کہا تھا کہ اس میں بندوں کو گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا۔ ہماری جمہوریت کو قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہئے۔ ہمارا علاج یہی ہے کہ ہم ایک ملت بن جائیں ہمیں اس وقت سندھی، پنجابی، پٹھان اور بلوچی کے تعصّبات سے بچنا ہوگا۔ مجاہد ملت نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے ہمیشہ عشق مصطفیٰ ﷺ اور وحدت امت کا سامان دیا۔ اقبال رحمتہ اللہ علیہ اس وقت ہمارا رہبر؍ رہنما ہے۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ پھر ایک بار امت کو متحد کرے گا اور اس کے ذریعے ہم ایک امت بنیں گے۔ (443)

اتحاد بین المسلمین کانفرنس

8 فروری 1992ء کو حافظ آباد میں ''اتحاد بین المسلمین کانفرنس'' سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ نفاذ اسلام کے لئے ہماری جدوجہد جاری ہے۔ اگر حکومت نے ذمہ داری پوری نہ کی تو میں اکیلا جنگ لڑوں گا۔ میری ذمہ داری صرف وزارت مذہبی امور تک محدود نہیں ہے بلکہ ہم نے ساری حکومت کو کلمہ پڑھانا ہے۔ ایسے لوگ بھی اسمبلیوں میں موجود ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں اور شریعت کو سپریم لاء نہیں بننے دے رہے۔ ہمیں شرابی، بے نماز اور شعائر اسلام کے مخالف ''الو کے پٹھوں'' کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے وزیر اعظم (میاں محمد نواز شریف) ایسے شریعت مخالف عناصر سے مرعوب نہ ہوں۔ (444)

یوم اقبال 92ء

21 اپریل 1992ء کو الحمراء ہال نمبر 2 شاہراہ قائداعظم لاہور میں یوم اقبال کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ ہم علامہ اقبال کو مفکر اور عاشق رسول ﷺ سمجھتے ہیں۔ مقررین کو حالات حاضرہ پر تنقید کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے مگر ڈاکٹر جاوید اقبال نے بہت سی باتیں ایسی کہیں جو ان کے اپنے شکوک وشبہات ہیں اور ان کے اظہار خیال کے لئے یہ مناسب فورم نہیں ہے۔ اس لئے انہیں الگ فورم کرنا چاہئے۔ ہم یہاں ''زندہ باد، مردہ باد'' کہلانے نہیں آئے۔ جس طرح ہمارے نظریہ حیات میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اس کے علاج کے لئے ہمیں قائداعظم اور علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے افکار کو سامنے رکھنا ہوگا۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی جمہوریت کتاب وسنت کے تابع ہے اور علامہ اقبال نے ہی قادیانیوں کو کافر اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ ہم نے اینٹی قادیانی تحریک میں حصہ لیا اور ہمارا کوئی سیاسی مقصد نہیں تھا بلکہ ہم نے خدا کی رضا کے مطابق اس تحریک میں حصہ لیا تھا۔ اسلامی قوانین کے بارے میں ڈاکٹر جاوید اقبال نے جن غلطیوں کی نشان دہی کی ہے وہ اس بارے میں حکومت کو اصلاح کی تجاویز بھی پیش کریں۔ مجاہد ملت نے استفسار کیا کہ اگر وفاقی شرعی عدالت حکومت کی لونڈی تھی تو اس نے سود کے بارے میں حکومت کے خلاف فیصلہ کیوں دیا ہے۔ (445)

نفاذ شریعت کمیٹی

8/جولائی 1992ء کو اسلام آباد میں نفاذ شریعت ورکنگ کمیٹی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے، جو ان کی صدارت میں منعقد ہوا، مجاہد ملت نے کہا کہ وفاقی شرعی عدالت نے قرآن وسنت کو سپریم لاء قرار دے دیا ہے اور ملکی آئین میں بھی ایسی دفعات موجود ہیں جو قرآن وسنت کی بالا دستی پر دلالت کرتی ہیں۔ قرآن وسنت کے سپریم لاء ہونے کو فی الفور آئین کا حصہ بنایا جائے کیونکہ اس سلسلے میں ایسی مزید کسی مشاورت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس وقت نظام صلوٰۃ فوری طور پر نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ عشر اور زکوٰۃ کا نظام بھی مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔ لوگ اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ کی پوری پوری زکوٰۃ ادا کریں تو اس قدر رقم جمع ہوگی کہ ملک میں کوئی حاجت مند اور ضرورت مند نہ رہے گا اور ملک خوشحال ہو جائے گا۔ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اسلام کے نفاذ کے لئے فی الفور اقدامات کریں۔ آپ کی سفارشات وزیر اعظم کو پیش کی جائیں گی تا کہ کابینہ کی کمیٹی ان پر عملدر آمد کے لئے جائزہ لے۔

مجاہد ملت کے خطاب کے بعد نفاذ شریعت ذیلی کمیٹی کے کنوینر پیر خورشید احمد بخاری ایم این اے (جے یو پی) نے اپنی ذیلی کمیٹی کی سفارشات پیش کیں، جن کی توثیق کر دی گئی۔ اس کے بعد قرطاس عمل پر بحث وتمحیص ہوئی اور تمام ارکان نے باری باری اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بحث میں حصہ لینے والوں مفتی غلام سرور قادری، پروفیسر منیب الرحمٰن، مولانا غلام رسول سعیدی (اہل سنت) مولانا معین الدین لکھوی (اہل حدیث) مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، مفتی محمد رفیع عثمانی (دیو بندی) علامہ عباس حیدر عابدی (شیعہ) وغیرہم نے بالخصوص حصہ لیا۔

اجلاس نے مندرجہ ذیل سفارشات کی منظوری دی:

1۔ نفاذ شریعت ورکنگ کمیٹی کا یہ اجلاس محترم وزیر اعظم پاکستان سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ جب وفاقی شرعی عدالت نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ قرآن وسنت ملک کا سپریم لاء ہے اور آئین میں بھی ایسی دفعات موجود ہیں جن سے قرآن وسنت کی بالا دستی واضح ہوتی ہے تو وہ وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ فیصلے کو من وعن قبول کرتے ہوئے اسے آئین کا حصہ بنائیں کیونکہ اس سلسلے میں مزید کسی مشاورت کی ضرورت باقی نہیں ہے۔

2۔ ملک میں نفاذ اسلام کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل نے جو سفارشات مرتب کی ہیں ان پر

عملدر آمد کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں۔ نیز ان سفارشات کے حتمی یا غیر حتمی ہونے کے بارے میں جو ابہام پیدا ہو رہا ہے اسے فی الفور دور کیا جائے۔

3۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ کمیٹی کی سفارشات براہ راست وزیر اعظم کو پیش کی جائیں تا کہ کابینہ کی کمیٹی ان پر عملدر آمد کے لئے جائزہ لے اور نفاذ اسلام کے لئے فوری اقدامات کئے جا سکیں۔

4۔ ملک میں نظام صلوٰۃ کو از سر نو زندہ کیا جائے اور اس کے نفاذ کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں زکوٰۃ اور عشر کو اسلامی احکام کے مطابق وصول کیا جائے اور انہی احکام کے مطابق مستحقین میں تقسیم کیا جائے۔ زکوٰۃ کی رقوم مستحقین تک پہنچانے کا موثر انتظام کیا جائے۔

5۔ معاشرتی برائیوں کے انسداد اور اسلامی اقدار کے فروغ کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں۔ اس سلسلے میں ذرائع ابلاغ اپنا کردار ادا کریں۔ خصوصاً جنسی اشتہارات دینے والی فلموں، وڈیوز اور لٹریچر پر سخت پابندی عائد کی جائے۔ منکرات اور بے حجابی کے خاتمے کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عملدر آمد کیا جائے۔

6۔ اس کمیٹی نے اقتصادی نظام سے متعلق جو سفارشات مرتب کی ہیں وہ کمیشن برائے اسلامی معیشت واقتصادیات کو بھیج دی جائیں اس طرح تعلیم سے متعلق سفارشات کمیشن برائے اسلامی تعلیم کو بھیجی جائیں تا کہ دونوں کمیشن ہماری سفارشات سے استفادہ کر سکیں۔

7۔ نفاذ اسلام کے سلسلے میں بالخصوص سود کی حرمت سے متعلق وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں کو عملدر آمد کے لئے اقدامات کئے جائیں۔

8۔ نفاذ اسلام کے عمل کو موثر بنانے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس سلسلے میں مختلف اداروں کی طرف سے نفاذ اسلام کے لئے دی گئی سفارشات کا جائزہ لے اور جن سفارشات پر بغیر کسی رکاوٹ کے عمل ہو سکتا ہے، ان پر عملدر آمد کرائے اور جن سفارشات کی راہ میں کچھ رکاوٹیں ہوں انہیں دور کرنے کا جائزہ لے اور ان رکاوٹوں کا سد باب کرنے کے لئے سفارشات دے۔(446)

شناختی کارڈ میں مذہب کا اندراج

13 / اکتوبر 1992ء کو اسلام آباد میں وزارت داخلہ کے زیر اہتمام مختلف مکاتیب فکر کے ممتاز علماء اور مشائخ، حکومت کے اعلیٰ حکام کے مشترکہ اجلاس زیر صدارت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی وفاقی وزیر مذہبی امور، فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ وزارت داخلہ کی طرف سے جاری ہونے والے نئے شناختی کارڈوں میں ہر فرد کے مذہب کا اندراج کیا جائے گا اور اب تک جو شناختی کارڈ جاری ہو چکے ہیں ان میں بھی اس فیصلے کے مطابق تبدیلی کر دی جائے گی۔ وزارت داخلہ کی طرف سے تمام رجسٹریشن دفاتر کو یہ ہدایت جاری کی جا رہی ہے کہ اب کوئی شناختی کارڈ مذہب کے اندراج کے بغیر جاری نہ کیا جائے۔ اجلاس میں وفاقی وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین بھی موجود تھے۔

یہ فیصلہ صوبائی حکومتوں، مذہبی امور کی وزارت اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے مطابق کیا گیا تھا۔ ان سفارشات میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ پاکستان کے آئین میں ایک مسلمان کی جو تعریف کی گئی ہے اس کے مطابق اس کے قومی شناختی کارڈ میں بھی ایک خانہ ایسا ہونا چاہئے جس میں درخواست دہندہ اپنے مذہب کا اعلان کر سکے کہ آیا وہ مسلمان، عیسائی، قادیانی، ہندو، پارسی، سکھ، بدھ مت یا کسی دوسرے مذہب سے تعلق رکھتا ہے چونکہ پاکستان میں انتخابی فہرستیں بھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کی الگ الگ تیار کی جاتی ہیں اس لئے ضرورت تھی کہ قومی شناختی کارڈ میں بھی مذہب کی وضاحت موجود ہو۔(447)

مجاہد ملت کے اس اقدام کی ہر طرف سے مخالفت شروع ہوگئی، غیر مسلم تو غیر مسلم ٹھہرے، مسلمانوں نے بھی شور وغوغا شروع کر دیا۔ 2 / نومبر 1992ء کو سندھ اسمبلی نے اس فیصلہ کے خلاف قرارداد منظور کی۔ قرارداد اقلیتی رکن سلیم کھوکھر نے پیش کی جسے ایوان نے متفقہ طور پر منظور کیا اور امید ظاہر کی کہ وفاقی حکومت ان کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ شامل نہیں کرے گی۔

اسی روز لاہور میں ''پاکستان اقلیتی محاذ برائے مساوی حقوق'' کے زیر اہتمام عورتوں، بچوں اور محاذ کے کارکنوں نے شناختی کارڈ میں مذہبی خانہ کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرے کی قیادت سیموائیل سرویا، رومیل رائے، پیٹر عارف کھوکھر اور صدیق گل نے کی۔ محاذ کے مرکزی

صدر پطرس غنی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر حکومت نے شناختی کارڈ میں مذہبی خانہ کے فیصلے کو واپس نہ لیا تو 4 / نومبر کو تین بجے بعد دوپہر دوبارہ احتجاجی مظاہرہ کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں اقلیتی ایکشن الائنس کی زیر قیادت حکومت کے فیصلے شناختی کارڈ میں مذہبی خانے کے اندراج کے خلاف اقلیتوں کا احتجاجی جلوس بھی نکالا گیا۔ جلوس ناصر باغ سے شروع ہو کر گورنر ہاؤس پر پرامن طور پر منتشر ہو گیا۔(448)

3 / نومبر 1992ء کو سندھ اسمبلی کی قرارداد پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ سندھ اسمبلی کی یہ قرارداد حکومتی فیصلے کو متاثر نہیں کر سکے گی۔ مجاہد ملت نے کہا کہ ان سیاسی نابالغوں کو سمجھانے کی کوشش کریں گے کہ مذہب کے خانہ سے نہ صرف اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ہو گا بلکہ اسمبلیوں میں نمائندگی بھی یقینی ہو جائے گی۔ جس اسمبلی نے سب سے پہلے پاکستان کے لئے قرارداد منظور کرنے کا اعزاز حاصل کیا وہاں اب ملک کے بنیادی اصولوں کے خلاف بات ہو رہی ہے۔ پاکستان مسلمانوں کی جدوجہد سے حاصل ہوا نہ کہ ہندوؤں اور عیسائیوں کی۔ ان کے کہنے پر اپنی شناخت ختم نہیں کر سکتے۔

دریں اثناء پیپلز پارٹی کے سینئر وائس پریذیڈنٹ شیخ رشید نے سندھ اسمبلی کو شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کے خلاف قرارداد پاس کرنے پر مبارکباد دی اور مجاہد ملت کے فیصلہ پر بھرپور تنقید کی۔(449)

عیسائیوں نے لاہور اور فیصل آباد میں جلوس نکالے اور توڑ پھوڑ کی اور تو اور سینٹ میں قائد حزب اختلاف اور پیپلز پارٹی کے مرکزی رہنما یحییٰ بختیار نے بھی مجاہد ملت کے اس خالص مذہبی اقدام کی مخالفت کی اور اسلام آباد میں اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ اگر وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا عبدالستار خاں نیازی کو شناختی کارڈ میں مذہبی خانہ کے اضافے کا بہت شوق ہے تو تمام پاکستانیوں کو قومی شناختی کارڈ کے ساتھ ایک مذہبی شناختی کارڈ بھی جاری کر دیں۔(450)

14 / نومبر 1992ء کو روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے ''شناختی کارڈ میں مذہبی خانہ'' کے عنوان سے ایک باطل سوز اداریہ لکھا جو درج ذیل ہے:

> ''وطن عزیز میں شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ شروع کرنے پر بعض لوگوں کی طرف سے جو ایجی ٹیشن جاری ہے، وہ اب تخریبی رخ رنگ کرتا دکھائی

دیتا ہے۔ مذہبی خانہ کے اجراء سے مسیحیوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان کے نام پہلے ہی مسلمانوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی طرف سے مذہبی خانے کے اجراء کی مخالفت قابل فہم نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس ایجی ٹیشن کے پیچھے قادیانیوں کے ہاتھ ہے کیونکہ ان کے نام مسلمانوں سے ملتے جلتے ہیں اور مذہبی خانے کے اجراء سے ان کا تشخص واضح ہوجائے گا۔ اس ایجی ٹیشن میں سراسر جذبات سے کام لیا جا رہا ہے اور اقلیتوں کو دوسرے درجے کا شہری بننے سے ڈرایا جارہا ہے حالانکہ مذہبی تشخص واضح ہونے پر اقلیتوں کے حقوق پہلے سے زیادہ محفوظ ہوجائیں گے۔ پاکستان میں پہلے ہی جداگانہ طرز انتخاب رائج ہے لیکن شناختی کارڈ میں مذہب کا اندراج نہ ہونے کے باعث ووٹر کی چیکنگ نہیں ہوسکتی جس کے نتیجے میں بوگس ووٹ بھی پڑ جاتے ہیں۔ اگر شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ شروع ہوگیا تو بوگس ووٹوں کا انسداد ہوسکتا ہے۔ ویسے بھی چوتھی آئینی ترمیم جس کے تحت قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا گیا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ قادیانیوں کا تشخص واضح کیا جائے۔ اس آئینی تقاضے کو پورا کرنے کے لئے شناختی کارڈ میں مذہبی خانے کا اجراء ناگزیر ہے۔ خود محترمہ بے نظیر نے بھی اپنے زمانہ وزارت عظمیٰ میں ایسا شناختی کارڈ جاری کرنے کی حامی بھری تھی۔ اب بعض ناعاقبت اندیش لوگ حکومت کو جداگانہ انتخاب ختم کر کے مخلوط انتخاب شروع کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں حالانکہ اسی مخلوط انتخاب کے نتیجے میں ہم پہلے آدھا پاکستان گنوا چکے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ موجودہ ایجی ٹیشن کے جواب میں حکومت خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے اور مذہبی امور کے وزیر مولانا عبدالستار خاں نیازی کے سوا کوئی دوسرا وزیر حکومتی پالیسی کے دفاع میں سرگرم عمل نہیں ہے۔ ہم وزیراعظم نواز شریف سے امید رکھتے ہیں کہ وہ آئین، قانون اور عوامی خواہشات کے مطابق اس فیصلے پر ثابت قدم

رہیں گے اور کسی قسم کے دباؤ میں نہیں آئیں گے۔" (451)

14 رنومبر 1992ء کو لاہور میں وزیر مملکت برائے اقلیتی امور پیٹر جان سہوترا نے اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی وفاقی وزیر مذہبی امور کے خلاف بڑی غلیظ زبان استعمال کی اور مجاہد ملت کو دھمکیاں دیں۔ علمائے کرام کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کئے اور کہا کہ مولانا نیازی کو کسی وزیر کی حمایت حاصل نہیں ہے۔ پیٹر جان سہوترا نے وزیراعظم میاں نواز شریف سے مطالبہ کیا کہ مجاہد ملت کو کابینہ سے فارغ کردیا جائے۔

اسی روز لاہور میں جمعیت مشائخ پاکستان کے مشائخ یوتھ ونگ کے زیراہتمام شناختی کارڈ میں مذہبی خانہ کی حمایت میں ایک بہت بڑا جلوس نکلا اور مظاہرہ بھی کیا گیا۔ مظاہرین میں علمائے کرام، مشائخ اور طلباء کے علاوہ مختلف مذہبی، سیاسی تنظیموں کے اراکین نے شرکت کی۔ جلوس کی قیادت "مشائخ یوتھ فورس" کے صدر ایس اے جعفری، پنجابی الائنس کے اورنگ زیب خاں جمعیت مشائخ کے رہنما حاجی محمد صدیق نقشبندی، مولانا رجیع اللہ خاں اور دیگر رہنماؤں نے کی۔ مظاہرین نے تین گھنٹے تک ٹائر جلا کر گلبرگ کے تمام راستے بند رکھے۔ پولیس اور مظاہرین میں آنکھ مچولی ہوتی رہی۔ بعد ازاں مظاہرین پرامن طور پر اکٹھے ہوگئے۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مشائخ یوتھ فورس کے صدر ایس اے جعفری نے کہا کہ اقلیتوں اور سیکولر سیاست دانوں نے شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کے خلاف بلاجواز احتجاج کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور حکومت کو سنگین نتائج کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ شناختی کارڈ میں مذہبی خانہ کی مخالفت کرنے والے قادیانیوں، ملک دشمنوں اور بیرونی عناصر کے اشاروں پر ملک کو کمزور کرنا چاہتے ہیں جس کا واضح ثبوت ان کے جلوسوں میں علمائے کرام اور مشائخ عظام کے پتلے جلا کر مسلمانوں کو مشتعل کرنا ہے۔ (452)

15 رنومبر 1992ء کو مسیحیوں نے شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کے خلاف ناصر باغ سے گورنر ہاؤس تک احتجاجی جلوس نکالا جس میں مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی وفاقی وزیر مذہبی امور کا پتلا جلایا، ان کے خلاف زبان درازی کی اور ان کی برطرفی کا مطالبہ کیا۔ پولیس اور مسیحیوں میں سخت تصادم ہوا۔ مظاہرین نے منہ اور جسم کالا کر رکھا تھا، پودے توڑ کر ڈنڈے بنالئے اور راستے میں جو گاڑی نظر آئی توڑتے گئے۔ ٹائر جلا کر ٹریفک روک دی۔ گورنر ہاؤس کا گیٹ توڑنے کی کوشش کی اور لائٹیں توڑ دیں۔ مظاہرہ کی قیادت مسیحی پارٹی کے رہنما طارق گل نے کی جو

اسمبلی ہال کے احاطے میں دفن ہونے کے لئے تابوت ہمراہ لائے تھے اور کفن پہن رکھا تھا مگر لاٹھی چارج شروع ہوتے ہی طارق گل کفن سمیت فرار ہو گئے۔(453)

مجاہد ملت کے خلاف جلسے جلوسوں کا یہ سلسلہ جاری رہا مگر میاں محمد نواز شریف، وفاقی کابینہ، ارکان اسمبلی اور حکومت کے ارباب بست وکشاد نے مجاہد ملت کی حمایت میں نہ کوئی بیان دیا اور نہ ہی مخالفین کی مذمت کی اور تو اور حکومت کے فیصلے کے خلاف شور وغوغا ہوتے دیکھ کر پراسرار خاموشی اختیار کئے رکھی جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ میاں نواز شریف کی حکومت خود ہی شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کی حامی نہیں ہے۔ عجیب بات ہے کہ حکومت کے فیصلے پر اکیلے وفاقی وزیر مذہبی امور توڈٹے رہیں جبکہ دیگر ارکان حکومت اپنے فیصلے کی تذلیل پر منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر خاموش تماشائی بنے رہیں۔

25/نومبر 1992ء کو مجاہد ملت نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں پی پی اے سے خصوصی بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ ضرور ہو گا چاہے اس کے لئے انہیں وزارت سے مستعفی ہی نہ ہونا پڑے۔ مذہب کے خانے کے اندراج کا فیصلہ واپس لینا صریحاً خودکشی ہو گی۔ بے نظیر بھٹو اور قادیانی طبقہ مسیحی اقلیت کو شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کے اندراج کے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔ مجاہد ملت نے مسیحی برادری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ کسی کے بہکاوے میں ہرگز نہ آئیں کیونکہ اس فیصلہ سے اقلیتوں کے حقوق سلب نہیں ہوں گے۔ موجودہ کابینہ میں دو وزیر اقلیتی برادری سے ہیں اور پہلی مرتبہ ان کو علیحدہ فنڈ دیئے گئے ہیں۔(454)

27/نومبر 1992ء کو جامع مسجد اسلام آباد میں جمعتہ المبارک کا خطبہ دیتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ جو لوگ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کے اندراج پر معترض ہیں، حقیقت میں وہ لادین اور آئین پاکستان سے نابلد ہیں۔ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کے اندراج سے اقلیتوں کے حقوق متاثر نہیں ہوں گے۔(455)

مجاہد ملت کی بار بار یقین دہانیوں کے باوجود مسیحیوں کے دماغ میں بات نہ آئی اور وہ مسلسل قادیانیوں و دیگر ملک دشمن عناصر کے آلہ کار بن کر تخریبی کارروائیاں کرتے رہے۔ 26/دسمبر کو مجاہد ملت نے اسلام آباد میں پی پی اے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ ختم نہیں ہوا، مخالفت کرنے والے جاہل اور پلید ہیں۔ بے نظیر بھٹو لادین ہے اور اس کا ذہن

سیکولر ہے اس لئے وہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کے خلاف ہے اور لاحاصل بیانات دے رہی ہے۔ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا مقصد صرف اور صرف قادیانیوں کو غیر مسلم ظاہر کرنا ہے۔(456)

افسوس کہ میاں نواز شریف کی حکومت نے اپنی روپہلی مصلحتوں کی بناء پر شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ واپس لینے کے فیصلے کا اعلان کر دیا اور اس طرح مجاہد ملت کے مشن کو جو نقصان میاں نواز شریف حکومت نے پہنچایا وہ ناقابل بیان ہے۔ وہ ملک جو خالصتاً اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر بنا تھا اس میں اب اقلیتوں کی بات مانی جا رہی ہے اور مسلمانوں کے مطالبات کو قابل توجہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ حکومت کے اس انتہائی غلط فیصلے اور اقدام کے خلاف لاہور میں 3/ جنوری 1993ء کو دینی جماعتوں کا ایک اجلاس ریٹائرڈ جنرل ایم ایچ انصاری کی صدارت میں ہوا۔ جس میں تمام دینی جماعتوں کے نمائندوں نے اظہار خیال کرتے ہوئے حکومت کے اس اقدام کی مذمت کی اور کہا گیا کہ حکومتی فیصلہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے دستوری فیصلے سے انحراف ہے، غداری ہے۔ اجلاس میں اتفاق رائے سے اسلام آباد کے گھیراؤ کا فیصلہ کیا گیا اور حکومت کے خلاف تحریک منظم کرنے کا اعلان کیا گیا۔(457)

5/مارچ 1993ء کو مجاہد ملت نے جامع مسجد عیدگاہ مراڑیاں شریف ضلع گجرات میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے کہا کہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کے اندراج کی قرارداد وفاقی وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین کی موجودگی میں وفاقی کابینہ نے منظور کی تھی لیکن اب ان پر سناٹا چھا گیا ہے۔ مجاہد ملت نے عوام سے اپیل کی کہ وہ مذہبی خانہ کے اندراج کے لئے مطالبے کرتے رہیں اور جدوجہد جاری رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین ہمارے لیڈر ہیں لیکن وہ اب اس معاملے میں بالکل خاموش ہیں۔ عوام آئندہ اس شخص کو ووٹ دیں جو شریعت محمدی ﷺ کے نفاذ کا کام کرے۔(458)

اسمبلی توڑ دی گئی

18/اپریل 1993ء کو صدر غلام اسحٰق خاں نے آٹھویں ترمیم کے تحت حاصل اختیارات استعمال کرتے ہوئے قومی اسمبلی توڑ کر فوری طور پر وزیراعظم نواز شریف اور ان کی کابینہ کو برطرف کر دیا۔ سردار بلخ شیر مزاری نے نگران وزیراعظم کا حلف اٹھالیا جبکہ پیپلز پارٹی کے سردار فاروق

لغاری اور مسلم لیگ (جونیجو گروپ) کے حامد ناصر چٹھہ نے وفاقی وزراء کا حلف اٹھایا۔(459)

اللہ تعالیٰ نے میاں نواز شریف کو موقعہ فراہم کیا تھا مگر افسوس کہ انہوں نے اپنی حکومت کے دوران نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے کچھ بھی نہ کیا۔ مجاہد ملت کی قابلیت، تجربہ اور بزرگی سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ مجاہد ملت کی نفاذ شریعت کی کوششوں کو سبوتاژ کیا۔ مجاہد ملت نے جب پہلی دفعہ وفاقی وزارت سے استعفیٰ دیا تھا تو نواز شریف نے منتیں کر کے اور معافیاں مانگ کر دوبارہ وزارت مذہبی امور کا قلمدان سونپا تھا مگر وعدوں کے باوجود نفاذ اسلام کے لئے مجاہد ملت کی تمام کوششوں اور سفارشات کو سرد خانے میں ڈال دیا اور یوں مجاہد ملت قوم سے کئے گئے وعدے پورے نہ کر سکے۔ اس بات کا مجاہد ملت کو دلی طور پر شدید صدمہ ہوا، یہ مجاہد ملت کی ناراضی ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نواز شریف سے حکومت چھین لی۔

شاہ فرید الحق کی نگران وزارت

3 رمئی 1993ء کو نگران وفاقی کابینہ میں جمعیت علمائے پاکستان (نورانی گروپ) کے سینئر نائب صدر پروفیسر شاہ فرید الحق کو بھی وزیر زرعی تحقیق بنا دیا گیا اور یوں نورانی گروپ کے اصول اور جمہوریت کے لئے جعلی کوششیں منظر عام پر آگئیں۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ اقتدار کے بھوکوں نے کتنی بے صبری سے وزارت قبول کی۔ پروفیسر شاہ فرید الحق کو وزیر زرعی تحقیق بنایا گیا جبکہ ان کا زراعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پروفیسر صاحب عالم دین اور تدریسی آدمی تھے ان کو وزارت تعلیم یا مذہبی امور لینی چاہئے تھی مگر برا ہوا اقتدار کے نشے کا کہ انہوں نے اشارہ ملتے ہی حلف اٹھا لیا۔(460)

شاہ فرید الحق نے حلف اٹھانے کے بعد زرعی تحقیق تو کیا کرنا تھی البتہ انہوں نے اپنے دفتر کی زیب و آرائش کی تحقیق فوراً کی۔ جیسا کہ معروف صحافی اور کالم نگار قیوم قریشی نے اپنے کالم "گر تو برا نہ مانے" میں "جو نہیں جانتے وفا کیا ہے" کے زیر عنوان لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اور شاہ صاحب کے ذوق کی داد دیجئے:

"پروفیسر مولانا شاہ فرید الحق جب نگران کابینہ کے رکن کی حیثیت سے زندگی میں پہلی بار مسند وزارت پر فائز ہوئے تو انہوں نے ایک بڑا دعویٰ، ایک بہت بڑا اعلان کیا۔ مولانا نے ایوان صدر میں وزیروں کی فوج ظفر موج کے ساتھ کھڑے ہو کر صدر غلام اسحٰق خاں کے سامنے اپنے عہدۂ وزارت کا حلف اٹھانے کے تھوڑی ہی دیر بعد اخباری نمائندوں سے گفتگو کی اور اسی گفتگو

میں متذکرہ بالا بہت بڑا دعویٰ اور بہت بڑا اعلان کیا۔ ان کا دعویٰ اور اعلان یہ تھا کہ:

"میں آپ لوگوں کو اس طرح وزارت کر کے دکھاؤں گا کہ قوم ہمیشہ یاد رکھے گی کہ وزارت اس طرح بھی کی جاتی ہے۔"

اس حقیقت کے پیش نظر کہ نگران کابینہ صرف 90 دن کے لئے قائم کی گئی اور اسے صرف ایک ہی کام انجام دینا تھا اور وہ ایک کام 14 رجولائی کی مقررہ تاریخ پر قومی اسمبلی کا انتخاب ہے یا مین میخ نکالنے والے بعض لوگوں نے چبھتا ہوا سوال پوچھنا شروع کر دیا کہ آخر پروفیسر شاہ فرید الحق نوے دن کی قلیل مدت میں ایسا کیا کارنامہ کر دکھائیں گے کہ قوم اسے کبھی فراموش نہیں کر سکے گی؟ اس طرح کی مین میخ نکالنے والے ایک حقیقت کو فراموش کر جاتے ہیں اور وہ حقیقت یہ ہے کہ پروفیسر مولانا شاہ فرید الحق کا تعلق اس جمعیت علمائے پاکستان سے ہے جس کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی ہیں اور یہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی ہی ہیں جن کا دعویٰ یہ ہے کہ "اگر ہم برسر اقتدار آ گئے تو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اسلام (یا ان کے اپنے الفاظ ہیں) نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کر دیں گے۔" اگر مولانا شاہ احمد نورانی جو نورانی میاں کے نام سے بھی مشہور ہیں ملک میں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اسلام نافذ کر سکتے ہیں تو ان کے ایک قریبی ساتھی جو پروفیسر بھی ہیں اور مولانا بھی نوے دن (جن میں کم و بیش تیس دن پہلے ہی گزر چکے ہیں) میں کوئی ایسا کارنامہ کیوں انجام نہیں دے سکتے جسے پوری قوم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یاد رکھے؟

جمعیت علمائے پاکستان (نورانی گروپ) کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اسلام نافذ کرنے کا دعویٰ ضیاء دور میں اکثر اوقات کیا کرتے تھے۔ اصل میں وہ یہ دعویٰ کر کے جنرل ضیاء الحق مرحوم کے نفاذ اسلام کے عمل پر طنزیہ چوٹ کیا کرتے تھے اور ساتھ ہی وہ یہ تاثر بھی دینے کی کوشش کرتے تھے کہ اسلام تو پلک جھپکنے میں نافذ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے صرف اقتدار کی قوت کا ہونا ضروری ہے۔ نورانی میاں کی قیادت و رہنمائی میں جمعیت علمائے پاکستان نے اپنے سیاسی سفر میں کئی راہیں بدلیں تاہم ان کا کہنا ہے کہ ہماری منزل ہمیشہ ایک ہی رہی اور وہ ہے "پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ۔" ایک وقت تھا جب نورانی میاں اپنی اس منزل کے حصول کے لئے پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) کے ہمرکاب ہو گئے۔ ان کو پورا یقین

تھا کہ یہ منزل اسی طرح حاصل ہوگی پھر نہ جانے کیا ہوا کہ نورانی میاں نے ایئر مارشل (ریٹائرڈ) اصغر خاں کی تحریک استقلال کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی جمعیت علمائے پاکستان کو پی این اے سے علیحدہ کرلیا۔اس وقت تک ایئر مارشل اپنے بعض بیانات میں اس روشن حقیقت کو جھٹلا چکے تھے کہ پی این اے کی تحریک نظام اسلام یا نظام مصطفیٰ ﷺ کے نظام کی تحریک تھی۔ایئر مارشل جو 7 مارچ 1977ء کے (نام نہاد) انتخابات سے ایک دن پہلے تک برسر اقتدار آنے کی صورت میں قوم سے قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی نظام نافذ کرنے کے وعدے کرتے آرہے تھے، اچانک یہ کہنے لگے کہ پی این اے کی تحریک تو صرف انتخابات میں دھاندلیوں کے خلاف تحریک تھی اسے تحریک نفاذ اسلام کا نام نہیں دیا جاسکتا۔(اب تو وہ یہ بھی نہیں مانتے کہ پی این اے کی تحریک بھٹو کے خلاف تھی) جماعت اسلامی، جمعیت علمائے اسلام، اہل حدیث اور خاکسار تحریک جیسی نفاذ اسلام کی علمبردار جماعتیں اس وقت تک پی این اے ہی میں تھیں۔اس کے باوجود نورانی میاں اپنی اصل منزل............نظام مصطفیٰ ﷺ............کی تلاش میں پی این اے کو چھوڑ کر تحریک استقلال کے پیچھے چل پڑے)۔

اس کے بعد نورانی میاں کی کاٹ دار زبان ایک طرف جنرل ضیاء الحق کے نفاذ اسلام کے عمل پر برستی رہی اور دوسری طرف جماعت اسلامی اور پی این اے کو اپنی کاٹ کا نشانہ بناتی رہی۔1985ء کے غیر جماعتی انتخابات میں بھی شرکت یا عدم شرکت کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت ان کا جھکاؤ زیادہ تر انہی جماعتوں کی طرف رہا جن کے بارے میں اسلام کے حوالے سے یہی کہا جاسکتا ہے............

جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

1988ء کے عام انتخابات میں بھی نورانی میاں کی انتخابی حکمت عملی کا فائدہ پیپلز پارٹی کو پہنچا اور قومی اسمبلی کی کم سے کم پچیس نشستیں ایسی تھیں جو صرف جمعیت علمائے پاکستان کے میدان میں ہونے کی وجہ سے اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) کے ہاتھوں سے نکل گئیں۔1990ء کے انتخابات میں جمعیت کی طرف سے یہی کچھ ہونا تھا لیکن ووٹروں نے اس مرتبہ جمعیت کے امیدواروں کے وجود، عدم وجود میں کوئی فرق نہ کیا اور یا تو ووٹ پیپلز پارٹی کو دیئے یا پھر آئی جے آئی کو۔اس کی ایک مثال راولپنڈی سے قومی اسمبلی کی نشست کی پیش کی جاسکتی ہے۔اس نشست

پر جمعیت کے امیدوار نے 1988ء میں 38000 ووٹ لے کر آئی جے آئی کے امیدوار کو ہرادیا اور پیپلز پارٹی کا امیدوار کامیاب ہوگیا۔لیکن 1990ء میں جمعیت کا وہی امیدوار صرف 6000 ووٹ حاصل کرسکا۔اس طرح وہ اور پیپلز پارٹی کا امیدوار دونوں ہار گئے اور آئی جے آئی کا امیدوار بھاری اکثریت سے جیت گیا۔

آئی جے آئی کی حکومت جتنا عرصہ رہی نورانی میاں کی شدید نکتہ چینی کی زد میں رہی۔نورانی میاں کا دعویٰ یہ تھا کہ آئی جے آئی کی حکومت اسلامی نظام نافذ نہیں کرسکتی۔اب قومی اسمبلی کی معزولی اور آئی جے آئی حکومت کی برطرفی کے بعد نگران حکومت بنی تو اس میں شمولیت کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ سے اپنا نمائندہ اور وہ بھی اپنا دست راست (شاہ فرید الحق) کو بھیج دیا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو ہاتف غیبی نے یہ بتادیا ہے کہ اگر اسلام نافذ ہوگا تو اسی نگران حکومت کے ہاتھوں جس کے (لاتعداد) ارکان کی بھاری اکثریت......

بابر باعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

کے فلسفے پر عمل پیرا ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ نورانی میاں کو اپنے نگران وزیراعظم میر بلخ شیر مزاری کے بارے میں یہ بشارت دے دی گئی ہو کہ دین اسلام کے ساتھ ان کی وابستگی نفاذ اسلام کی ضامن بن جائے گی اور انہوں نے اپنا ایک وزیر نگران وزیراعظم کی اطاعت میں دینے کا فیصلہ کرلیا۔اب دیکھنا یہ ہے کہ پروفیسر مولانا شاہ فرید الحق نگران حکومت کی مقررہ مدت کے اندر وہ کیا کارنامہ کر دکھاتے ہیں جس کی بناء پر قوم انہیں کبھی فراموش نہیں کرسکے گی۔

فی الحال تو ایک خبر کی رو سے پروفیسر شاہ فرید الحق نے جنہیں زرعی تحقیق کا قلمدان دیا گیا ہے اپنی فوری ضرورتیں پوری کرنے پر توجہ دی ہے۔دوسرے بے شمار وزیروں، وزرائے مملکت اور مشیروں کی طرح شاہ فرید الحق کے لئے بھی کوئی دفتر کسی سیکرٹریٹ میں دستیاب نہیں تھا اس لئے انہیں زرعی تحقیق کی قومی کونسل کی عمارت میں جگہ دے دی گئی۔شاہ صاحب نے جب دفتر دیکھا تو انہیں اس کی زیبائش وآرائش پسند نہ آئی۔انہوں نے دفتر کا تمام فرنیچر، پردے اور دوسرا سامان فوری طور پر بدل دینے کا حکم دیا۔جس سامان کی تبدیلی بہت ضروری تھی اس میں بیڈ کورز اور بیڈ شیٹیں بھی شامل تھیں۔مولانا نے رنگین ٹی وی، وی سی آر اور ڈیک بھی فی الفور مہیا کرنے کا حکم دیا۔انہوں نے یہ بھی حکم دیا کہ ان کی وزارت کے لئے 1600 سی سی کی چار نئے ماڈل کی گاڑیاں

بھی جن میں کم سے کم ایک پجیرو ضرور مہیا کی جائیں۔ خبر میں باقی سامان کے بارے میں تو کچھ نہیں بتایا گیا البتہ گاڑیوں کے ضمن میں کیبنٹ ڈویژن کے اس پالیسی فیصلے سے ضرور مولانا شاہ فرید الحق کو آگاہ کر دیا گیا کہ ہر وزارت کو صرف ایک گاڑی مل سکتی ہے۔ نگران حکومت میں جمعیت علمائے پاکستان (نورانی گروپ) کے نمائندہ وزیر کی ضرورت کی اشیاء کی یہ فہرست دیکھ کر یہ اندازہ ہو ہی جاتا ہے کہ شاہ صاحب اپنے دور وزارت میں خواہ اس کی مدت کتنی ہی کم کیوں نہ ہو کچھ کر دکھائیں گے اور اس کچھ نہ کچھ کو تو قوم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یاد رکھے گی۔" (461)

کشمیر کانفرنس 93ء

3/ جولائی 1993ء کو لاہور میں کشمیر سنٹر کے زیر اہتمام کشمیر کانفرنس سے مہمان خصوصی کی حیثیت سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ کشمیر کے مسئلے کا واحد حل جہاد ہے۔ ہمیں کشمیر کے لئے کسی تائید یا امداد کی ضرورت نہیں بلکہ جسمانی امداد کی ضرورت ہے۔ کشمیر کی جنگ ہماری جنگ ہے، کشمیری ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اس لئے صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ امریکہ کھلم کھلا بھارت کی حمایت کر رہا ہے۔ کفر متحد ہو کر اسلام کے مقابلے میں آ گیا ہے۔ یو این او اسلام دشمنوں کی انجمن ہے۔ اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا اجلاس بلایا جائے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلامی دنیا کا علیحدہ میڈیا کا انتظام کیا جائے۔

مجاہد ملت نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ حکومت کا فرض ہے پندرہ سے پینتیس سال تک کے صحت مند افراد کو فوجی تربیت دے اور جہاد کے لئے تیار کرے کیونکہ کشمیر کی آزادی کا صرف اور صرف یہی حل ہے اور بس۔ (462)

اہم اجلاس

سپریم کورٹ سے حکومت کی بحالی کے بعد 11/ جولائی 1993ء کو وزیر اعظم نواز شریف کی قائم کردہ تین کمیٹیوں اتحاد بین المسلمین کمیٹی، نفاذ شریعت ورکنگ کمیٹی اور اسلامی فلاحی مملکت کمیٹی کے مشترکہ اجلاس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ملک میں شریعت محمدی ﷺ فی الفور نافذ کی جائے اور شریعت کو ملک کا سپریم لاء بنانے کے لئے پاکستان کے آئین میں بلا تاخیر ضروری ترامیم کی جائیں۔ اجلاس کی صدارت مذہبی امور کے وفاقی وزیر مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خاں نیازی

نے کی۔ جبکہ اس میں تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام، مذہبی سکالر اور ماہرین قانون شریک تھے۔

اس مشترکہ اجلاس میں کمیٹیوں نے رپورٹوں کا جائزہ لے کر ان میں مناسب آئینی ترامیم کی سفارش کی تاکہ اس عمل کو جلد از جلد مکمل کر کے معاشرے کو اسلامی اقدار کے مطابق ڈھالا جا سکے جو وقت کی ضرورت ہے مذکورہ کمیٹیاں وزارت مذہبی امور میں متعدد اجلاس منعقد کر چکی ہیں اور شریعت محمدی کے نفاذ کے لئے اپنی سفارشات مکمل کر کے صدر اور وزیر اعظم کو پیش کر چکی ہیں تاکہ وہ ان کی منظوری دے دیں اور ملک میں عملاً نظام مصطفیٰ ﷺ نفاذ ہو۔ اس اجلاس میں جن علمائے کرام اور دانشور حضرات نے شرکت کی ان میں اہلسنت کے سینئر پیر سید برکات احمد (ف 1994ء) مولانا مفتی ظفر علی نعمانی چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی، مولانا شاہ تراب الحق کراچی، مولانا فتح محمد باروزئی کوئٹہ، انجینئر محمد سلیم اللہ خاں لاہور، مولانا غلام محمد سیالوی کراچی، مولانا منیب الرحمٰن کراچی، مولانا قاری رضا المصطفیٰ کراچی، مولانا محمد ادریس ڈاہری (سندھ)، مولانا محمد شریف رضوی بھکر، مخدوم قاضی محمد اسرار الحق حقانی راولپنڈی، دیو بندی مکتبہ فکر کے قاضی عبد اللطیف ڈیرہ اسمٰعیل خاں، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا محمد رفیع عثمانی آف کراچی، مولانا ملک عبد الرؤف لاہور، مولانا اشرف علی قریشی پشاور وغیرہم، اہل حدیث جماعت کے میاں فضل حق لاہور، پروفیسر ساجد میر، شیعہ فرقہ کے علامہ عباس حیدر عابدی، جماعت اسلامی کے مولانا فتح محمد لاہور کے علاوہ سابق وزیر تعلیم سینیٹر نوابزادہ محمد علی خاں ہوتی، (جسٹس ریٹائرڈ) گل محمد خاں سابق چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت (ف 1993ء) اور وزارت مذہبی امور کے سیکرٹری اور دیگر سینئر افسران شامل تھے۔

اپنے صدارتی خطبہ میں مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خاں نیازی نے اس امید کا اظہار کیا کہ کمیٹیوں کی سفارشات کے نتیجے میں حکومت شریعت کو ملک کا عظیم ترین قانون بنانے میں تاخیر سے کام نہیں لے گی۔ انہوں نے کہا کہ کچھ عناصر جنہوں نے نظریہ پاکستان اور قائد اعظم کو دل سے قبول نہیں کیا وہ شریعت محمدی ﷺ کی راہ میں مختلف حربوں سے رکاوٹیں ڈال رہے ہیں لیکن ان کے مذموم عزائم خاک میں مل جائیں گے۔ (463)

الیکشن 93ء

6/ اکتوبر 1993ء کے الیکشن میں مجاہد ملت نے میانوالی سے قومی اسمبلی کی دونوں نشستوں

این اے 53اور این اے 54 پر مسلم لیگ اور جمعیت علماء پاکستان کے مشترکہ پلیٹ فارم سے الیکشن لڑا۔ مجاہد ملت کے مقابلہ پر حلقہ 53 میں عبیداللہ خاں شادی خیل (آزاد)، گل حمید روکڑی (آزاد) اور محمد مقبول احمد خاں (آزاد) امیدوار تھے۔ جبکہ پیپلز پارٹی نے صداقت اللہ خاں کو ٹکٹ دیا تھا۔ عبیداللہ خاں سابق رکن صوبائی اسمبلی غلام رسول شادی خیل جیسے بہت بڑے جاگیردار اور سرمایہ دار کا بیٹا، گل حمید روکڑی مشہور ٹرانسپورٹر عبداللہ روکڑی کا بیٹا اور مقبول احمد خاں نیازی سابق وفاقی وزیر مذہبی امور اور جاگیردار تھا۔ حلقہ 54 میں مجاہد ملت کا مقابلہ ڈاکٹر شیر افگن (پی پی کا حمایت یافتہ) سے تھا۔ ان دونوں سیٹوں پر میانوالی کے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے نظریہ، اصول اور اخلاقی اقدار کو پامال کر کے مجاہد ملت کے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا۔ چنانچہ جب نتائج نکلے تو مجاہد ملت دونوں سیٹوں سے ہار گئے۔ (464)

اس الیکشن میں جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے اپنی جماعت کا نام تبدیل کر کے اسلامک فرنٹ رکھ لیا اور تنہا پرواز کر کے بڑے جوش وخروش کے ساتھ انتخابی مہم چلائی نتیجۃً خود دونوں سیٹوں سے ہار گئے اور پورے ملک میں صرف چار نشستوں پر ان کے ٹکٹ ہولڈر جیت سکے۔ اس سے پیپلز پارٹی کو فائدہ پہنچا اور وہ چند سیٹیں نواز شریف سے زیادہ لے کر حکومت بنانے کی پوزیشن میں آ گئی۔

8 / اکتوبر 1994ء کو مجاہد ملت نے اپنے ایک اخباری بیان کے ذریعے پیپلز پارٹی کی کامیابی پر جماعت اسلامی کے امیر اور اسلامک فرنٹ کے سربراہ قاضی حسین احمد کو مبارک باد دی اور کہا کہ بے نظیر بھٹو کو بھی ان کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کیونکہ اسلامی فرنٹ کی حمایت کے بغیر ان کی کامیابی ممکن نہیں تھی۔ دینی قوتوں سے جدا ہو کر تنہا پرواز کے شوق میں قاضی حسین احمد نے جہاں ملک سے دینی قوتوں کو منتشر کرنے اور انہیں بے توقیر کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کیا ہے۔ وہاں وہ جماعت اسلامی کو بھی 1970ء سے بھی بدتر پوزیشن پر لے آئے ہیں۔ قومی اسمبلی کے انتخابات میں اسلامی فرنٹ نے پیپلز پارٹی کو پنجاب اور سرحد میں بیس نشستوں پر کامیاب کرایا ہے۔ (465)

18 / اکتوبر 1993ء کو مسلم لیگ ہاؤس لاہور میں درگاہ حضرت بل سری نگر (کشمیر) کی بے حرمتی کے خلاف مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک احتجاجی جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے کہا کہ کشمیری مجاہدین ہمارے لئے تکالیف اٹھا رہے ہیں اور غیرت ملی کے ناموس کے

تحفظ کے لئے جہاد ہم پر فرض ہو گیا ہے کیونکہ پانی سر سے گزر چکا ہے۔ حکومت پاکستان کو بھارت کو باقاعدہ وارننگ دینی چاہئے کہ وہ درگاہ حضرت بل کو خالی کر کے اس کی تعمیر کرائے ورنہ نبی پاک ﷺ کے موئے مبارک کے تحفظ کے لئے ہم اعلان جہاد کر دیں گے۔ اب ہمیں حکومتوں اور وزارتوں کے جھگڑے کو چھوڑ کر صرف مسئلہ کشمیر کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔ (466)

3 / نومبر 1993ء کو کندیاں ضلع میانوالی میں اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ میرے علاقے کے عوام نے مجھے مسترد کر دیا ہے اب میں کسی اور شہر سے ضمنی انتخابات میں حصہ نہیں لوں گا بلکہ سیاست سے بھی ہو سکتا ہے کہ کنارہ کشی کر لوں۔ البتہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے میری کوششیں جاری رہیں گی۔ میں ملک میں نفاذ شریعت اور نظام مصطفیٰ ﷺ کا بول بالا دیکھنا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں میری جدوجہد اسمبلی سے باہر بھی جاری رہے گی۔ لیکن اب میں ''گومگو'' کی سیاست سے خائف ہوں کیونکہ اس منافقانہ اور دھینگا مشتی کی سیاست سے میرا اعتماد اٹھ گیا ہے حالانکہ مجھے اب بھی کئی شہروں سے ضمنی انتخابات میں حصہ لینے کی پیشکش ہوئی ہے اور میاں نواز شریف صدر مسلم لیگ نے بھی اپنی ایک خالی نشست سے ضمنی انتخاب لڑنے کی آفر کی ہے۔ لیکن اب میرا ضمیر نہیں مانتا کیونکہ مجھے اپنے علاقہ کے عوام نے ایک بار مسترد کر دیا ہے اگر علاقہ کے لوگوں کا مجھ سے اعتماد اٹھ گیا ہے تو میں کسی دوسرے شہر کے حلقے سے انتخاب میں حصہ نہیں لے سکتا۔ میرا ضمیر مطمئن ہے کہ نظام مصطفیٰ ﷺ اور نفاذ شریعت کے لئے میری جدوجہد رائیگاں نہیں جائے گی، اس کا جلد یا بدیر ''پھل'' مجھے مل جائے گا۔ (467)

قارئین کرام! مجاہد ملت کی باتیں دکھی دل کی باتیں ہیں۔ مجاہد ملت نے اپنے علاقہ کی بے پناہ خدمت کی، بے شمار ترقیاتی منصوبوں کو مکمل کیا۔ خانقاہوں پر ہال اور لائبریری روم بنا دیئے۔ میٹل روڈ، سولنگز اور سکولوں کی عمارات وغیرہ بنوائیں مگر اس دفعہ آستانے بک گئے، لوگوں نے بیوفائی کی، درویش کی حمایت کرنے کے بجائے جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور ٹرانسپورٹروں کی گود میں جا بیٹھے، مرد مجاہد مرد مومن کی دعائیں لینے کی بجائے سنہری گولیوں کے دلدادہ ہو گئے بھلا مجاہد ملت لوگوں کو دعاؤں، نیک تمناؤں اور پیار کے علاوہ اور کیا دے سکتے تھے۔ میانوالی کے عوام نے مجاہد ملت کی تمام خدمات کو پس پشت ڈال کر فقیر کو چھوڑ کر امیروں کے دامن میں پناہ لی۔ آخرت کے بجائے دنیا کو ترجیح دی اور مجاہد ملت کو شکست سے دوچار کر دیا۔ اب آپ ہی انصاف

فرمائیں کہ مجاہد ملت دل برداشتہ نہ ہوتے تو کیا ہوتے۔

مادر ملت کو خراج تحسین

17 نومبر 1993ء کو "جنگ فورم" میں "مادر ملت اور جمہوریت" کے موضوع پر مذاکرہ سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ محترمہ فاطمہ جناح نے تحریک پاکستان میں جو خدمات انجام دیں وہ ہماری تاریخ کا سنہری باب ہے۔ انہوں نے ملک میں جمہوریت کے لئے قائداعظم کے خلاء کو جس انداز میں پر کیا وہ ان کی جرأت و بہادری کا ایک بڑا ثبوت ہے۔ جمہوریت کے فروغ اور ملک میں قانون کی حکمرانی کے لئے محترمہ فاطمہ جناح نے آمر مطلق ایوب خاں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قوم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ اگر ان کے خلاف صدارتی انتخابات میں دھاندلی نہ ہوتی تو وہ الیکشن جیت چکی تھی۔ لیکن دھاندلی کے باوجود بھی انہوں نے 80 ہزار میں سے 36 ہزار سے زائد ووٹ حاصل کئے۔ جبر و تشدد کے دور میں محترمہ فاطمہ جناح کی طرف سے انتخابات میں حصہ لینے کی وجہ سے پوری قوم کو جرأت اور حوصلہ ملا۔ محترمہ نے تحریک پاکستان کے دوران قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو جو قیمتی مشورے دیئے وہ ہمارا اثاثہ ہیں۔ (468)

نظریہ سیکولر ازم کی مذمت

بے نظیر بھٹو کے وزیر اعظم بننے کے بعد پیپلز پارٹی والوں نے بھانت بھانت کی بولیاں شروع کر دیں، وزیر اعظم کے سسر حاکم علی زرداری ایم این اے نے شوشہ چھوڑا کہ "قیام پاکستان کی بنیاد سیکولر ازم پر تھی۔ نظریہ پاکستان اور اسلام اس میں شامل تھا مگر بنیاد پرستی نہ تھی۔ دوسرے پاکستان کی پہلی حکومت میں دو وزیر غیر مسلم بھی تھے۔" مجاہد ملت نے زرداری صاحب کے اس بیان پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا کہ زرداری صاحب نہ تو سیکولر ازم اور اس کے تقاضوں سے واقف ہیں اور نہ ہی اسلام کے اساسی اصولوں سے۔ پھر یہ کہنا کہ پاکستان کی بنیاد بنیاد پرستی پر نہ تھی۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بنیاد پرستی اور اسلام کے اصول اور مسلمات سے انتہائی بے خبر ہیں۔ بنیاد پرستی دشمنان اسلام نے ہمارے خلاف اسی قسم کے سازشی طعنہ زنی کی ہے جیسے وہ اشاعت اسلام بزور شمشیر کے اعتراضات کیا کرتے تھے۔ زرداری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر سیکولر ازم کو بنیاد مانا جاتا تو متحدہ قومیت اور وطنیت کو تسلیم کرتے ہوئے پاکستان وجود میں نہیں آسکتا تھا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ

علیہ نے 1944ء میں بنائے پاکستان کے دلائل دیتے ہوئے گاندھی کے ساتھ خط و کتابت میں لکھا تھا کہ ہماری تہذیب، تمدن، ثقافت، روایات، قانون، مذہب، تذکرہ بہادران، اقدار حیات، اسماء اور تقویم تم سے جدا ہیں۔ ہماری آئیڈیالوجی جدا ہے، اس لئے اپنے جداگانہ تصور حیات کی بنیاد پر ہم الگ ملک چاہتے ہیں۔ بنیاد پرست کی اصطلاح عیسائی فرقہ کے لئے استعمال کی جاتی تھی جو لکیر کے فقیر تھے اور مذہب میں عقل کو دخل نہیں دیتے تھے۔ دوسرے ان لوگوں کو بنیاد پرست کہا گیا جو ڈارون کے "نظریہ ارتقاء" کو نہیں مانتے تھے اور تیسرے جن عیسائیوں نے انقلاب فرانس میں حکمرانوں کا ساتھ دیا تھا۔ اسلام کے متعلق پہلی بار کفر نے یہ سازشی طعنہ زنی گھڑی ہے اور جارج بش نے اپنے نیو ورلڈ آرڈر میں اس کا چرچا کیا ہے۔

پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ، دس کروڑ مسلمانوں کا نعرۂ مستانہ تھا اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت ملت کے لئے اس نعرے کی تعبیر میں یہ فرمایا تھا کہ ایک خدا، ایک رسول ﷺ، ایک امت اور ایک کتاب ہماری متفقہ بنیاد ہے۔ پانچویں ان کا یہ کہنا کہ دو غیر مسلم وزیر مقرر کرنے سے اسلامی نظریہ حیات کو نقصان پہنچتا ہے، یہ اسلامی انسانی بنیادی حقوق سے قطعاً ناواقفیت کی دلیل ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ غیر مسلم اسلامی سلطنت میں وزیر بن سکتا ہے البتہ کلیدی آسامی پر مقرر نہیں ہو سکتا۔ آخر میں ان کے اس مطالبے پر کہ صوبہ سرحد کو نیا نام دیا جائے، کوئی اعتراض نہیں۔ جس طرح سندھ اور پنجاب دریاؤں کے نام پر صوبے بنے ہیں اسی طرح صوبہ سرحد کو بھی خیبر یا گومل صوبہ کا نام دیا جا سکتا ہے البتہ ایسا نام جیسے پختونستان وغیرہ جسے تحریک پاکستان کے خلاف استعمال کیا گیا ہو یا جس سے جاہلی تعصب اجاگر ہوتا ہو اسے قبول نہ کیا جائے۔ (469)

کالا باغ ڈیم بننا ضروری ہے

یکم جنوری 1994ء کو لاہور میں "کالا باغ ڈیم" کی تعمیر کے سلسلے میں ایک بیان میں مجاہد ملت نے فرمایا کہ کالا باغ یم کا مسئلہ پولیٹکل نہیں ٹیکنیکل ہے۔ بجائے اس کے کہ سیاسی تعلقات اور روابط کے پیش نظر کوئی فیصلہ کیا جائے، ماہر انجینئروں کی رائے کو فوقیت دی جائے۔ ماضی میں اے این پی (عوامی نیشنل پارٹی) کی رائے سے مرعوب ہو کر اس اہم ملکی منصوبے کو نظر انداز کیا گیا۔ اب سندھ کے سیاسی اتحادیوں کی رائے سے متاثر ہو کر موجودہ حکومت اس مسئلے کو بھرپور

طوالت اور التواء کے چکر میں ڈال رہی ہے۔ جب پاکستان ایک آزاد خود مختار حکومت ہے تو اسے صوبوں یا اضلاع کی خاطر ملک وملت کے مفاد کو قربان نہیں کرنا چاہئے۔ اگر صوبے اپنی ضد اور انانیت کو مسلط کرنے پر تل جائیں تو ملک کی سالمیت ختم ہو جاتی ہے۔ موجودہ حکومت کو چاہئے کہ صوبوں کی رضامندی کی بجائے ماہرین کے فیصلوں کو اہمیت دے۔(470)

ریڑھ کی ہڈی میں تکلیف

حضرت مجاہد ملت کو 2/دسمبر 1993ء کو ریڑھ کی ہڈی میں تکلیف ہوگئی تھی جو روز بروز بڑھتی گئی مگر اس کے باوجود سرگرمیاں جاری رہیں۔ 5/فروری 1994ء کو جہاد کشمیر سے یک جہتی کے اظہار کے لئے مجاہد ملت نے اپنی اقامت گاہ پر ایک احتجاجی جلسہ منعقد کیا جس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بھارت کے خلاف جہاد کریں اور قوم کو جہاد کے لئے تیار کریں اور مجاہدین کی مالی و مادی امداد کریں۔ اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے رکن ممالک بھارت کو الٹی میٹم دیں اور اس کے بعد بھارت سے اقتصادی اور سفارتی تعلقات توڑ لئے جائیں۔ اقوام متحدہ اپنی قراردادوں پر اس طرح عمل کرائے جس طرح کویت کے بارے میں کیا گیا۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو مسلم ممالک اپنی الگ اقوام متحدہ قائم کر کے کشمیر، بوسنیا، فلسطین کے مسائل زور بازو سے حل کریں۔(471)

فرقہ واریت کا خاتمہ ہونا چاہئے

11/فروری 1994ء کو مجاہد ملت نے صدر فاروق لغاری کی طرف سے فرقہ واریت کے خاتمے کے بیان کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے کہا کہ صدر، امت کا اتحاد چاہتے ہیں تو سابق دور میں قائم کی گئی ''اتحاد بین المسلمین کمیٹی'' کی سفارشات کو عملی جامہ پہنائیں۔ یہ سفارشات صدر اور وزیر اعظم کو روانہ کر دی گئی ہیں اور ان دستاویزات پر فقہ جعفریہ اور سپاہ صحابہ کے دستخط بھی موجود ہیں جبکہ اہل حدیث اور دیوبندی مکاتب فکر کے علاوہ ارکان سینٹ، قومی اسمبلی اور ماہرین امور مذہبیہ بھی ان سفارشات پر رضامند ہیں۔ اسی طرح اگر حکومت نفاذ شریعت کمیٹی اور اسلامی فلاحی مملکت کمیٹی کی سفارشات کو نافذ کر دے تو ملک میں مکمل اسلامی نظام قائم ہو جائے گا۔ چونکہ صدر مملکت نے اس وقت اتحاد بین المسلمین کے مسئلہ پر زور دیا ہے اور اس کی اہمیت کے پیش نظر عملی

اقدامات کی ضرورت محسوس کی ہے اس لئے سردست ان کی توجہ اسی اتحاد بین المسلمین کمیٹی کی سفارشات کی جانب مبذول کراتے ہوئے واضح کرتا ہوں کہ کمیٹی نے ایک 20 نکاتی ضابطہ اخلاق بھی مرتب کیا ہے، شر انگیز نزاعی لٹریچر کو ضبط کرنے کے ساتھ ساتھ فتنہ انگیز مقررین کے احتساب کا بھی مطالبہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں کے شعبہ تاریخ کے صدر پر مشتمل آل پاکستان ہسٹاریکل ریسرچ بورڈ بھی قائم کیا گیا۔ بورڈ کی یہ ذمہ داری ہے کہ تاریخ اسلام کے سارے لٹریچر کا تنقیدی جائزہ لے۔ موافقات اور متفق علیہ واقعات کو نمایاں کر کے اختلافی مواد کی پڑتال کر کے اس کی مصالحانہ توجیہ کرے اور جہاں یہ بھی ممکن نہ ہو تو ایسے لٹریچر کو ضبط اور مسترد کرنے کا فیصلہ دے۔(472)

سینیٹر منتخب ہونا

17/فروری 1994ء کو سینٹ کی 41 نشستوں کے لئے 120 امیدواروں نے کاغذات داخل کرائے۔ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار نیازی کے کاغذات انجینئر سلیم اللہ خاں نے داخل کرائے۔ مجاہد ملت کے تجویز کنندہ صاحبزادہ محمد فضل کریم ایم پی اے اور تائید کنندہ صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری ایم پی اے تھے۔(473)

2/مارچ کو سینٹ کا الیکشن ہوا تو مسلم لیگ اور اس کی اتحادی جماعتوں نے گیارہ اور پیپلز پارٹی اور اس کی اتحادی جماعتوں (پی ڈی ایف) نے انیس نشستیں حاصل کیں۔ مجاہد ملت مولانا نیازی مسلم لیگ اور اتحادی جماعتوں کے امیدوار تھے۔ کامیابی نے آپ کے قدم چومے اور آپ تیس ووٹ لے کر سینٹ کے ممبر بن گئے۔ اگر سرگودھا ڈویژن کے کچھ ممبران صوبائی اسمبلی غداری نہ کرتے تو مجاہد ملت کے ووٹ اس سے بھی زیادہ ہوتے۔ 12/مارچ 1994ء کو چیف الیکشن کمشنر پاکستان اسلام آباد نے مجاہد ملت اور دیگر کامیاب ارکان کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔(474)

''یوم قرارداد پاکستان''

23/مارچ 1994ء کو ''یوم قرارداد پاکستان'' کی تقریبات کے سلسلے میں موچی دروازہ لاہور کی تاریخی گراؤنڈ میں پنجاب مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام تین بجے سہ پہر منعقد ہوا جس سے میاں محمد نواز شریف صدر پاکستان مسلم لیگ سید غوث علی شاہ صدر سندھ مسلم لیگ، سید

صابر حسین شاہ سابق وزیر اعلیٰ سرحد، شیخ رشید احمد ایم این اے، سردار عبدالقیوم خاں وزیر اعظم آزاد کشمیر وغیرہم اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی نے خطاب فرمایا۔ مجاہد ملت نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اس وقت ملک کی تمام محب وطن جماعتیں نواز شریف کے ساتھ کھڑی ہیں۔ جس کا ثبوت مسلم لیگ اور اتحادی جماعتوں کا چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین سینٹ کا الیکشن جیتنا ہے۔ ولی خاں اور نواز شریف ملک کو امریکہ کے ایجنٹوں سے نجات دلانے کے لئے اکٹھے ہو گئے ہیں اور ملک میں پھر عوامی حکومت ہو گی۔ (475)

25/ مارچ 1994ء کو ''تنظیم کارکنان تحریک پاکستان'' کے زیر اہتمام لاہور کے ایک ہوٹل میں (''یوم قرارداد پاکستان'' 23 مارچ) کے حوالے سے منعقدہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ ہماری نجات اسلامی معیشت میں ہی ہے ملک میں فتنے فساد پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے جو اس ملک کو شدید نقصان پہنچا سکتی ہے جسے قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ کوششوں اور مسلمانوں کی عظیم قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا تھا۔ یہودی اور دیگر کافر ہمیں تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔ (476)

مجلس عاملہ کا اجلاس

7/ جون 1994ء کو اسلام آباد میں جمعیت علمائے پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس صدر جمعیت سینیٹر مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی زیر صدارت منعقد ہوا جو ساڑھے تین گھنٹے جاری رہا۔ اس اجلاس میں ملک کی مجموعی صورت حال پر عدم اطمینان کا اظہار کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ بدعنوانیوں اور سکینڈلز کے الزامات کی تحقیقات اعلیٰ عدالتوں سے کرائی جائے اور جو لوگ ملوث ثابت ہوں ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے خواہ وہ حزب اقتدار یا حزب اختلاف سے تعلق رکھتے ہوں۔ اجلاس میں کہا گیا کہ صدر مملکت خود سکینڈل میں ملوث ہیں اور ان کی طرف سے کی گئی وضاحت قطعی طور پر غیر تسلی بخش ہے۔ ملک میں حکومت نام کی کسی شے کا وجود نہیں ہے حکومت مصنوعی آکسیجن کے سہارے آخری سانس لے رہی ہے۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ وزیر خارجہ سردار آصف احمد علی کو اپنے عہدے سے فی الفور استعفیٰ دے دینا چاہئے کیونکہ انہوں نے پاکستان کی ایٹمی ٹیکنالوجی کا مشروط معائنہ کئے جانے کا اعلان کیا ہے اور وہ ایک وفد لے کر مصر میں غیر جانبدار ممالک کی کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے گئے لیکن وہ کشمیریوں کی حمایت میں

ایک لفظ بھی قرارداد میں شامل نہ کرا سکے اور انہوں نے آئی ایس آئی کے بارے میں ایسا بیان دیا جو ایک بھارتی وزیر ہی دے سکتا ہے۔ اجلاس میں کشمیر کے لئے حکومت کی ناکامی کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ اجلاس میں حاجی محمد حنیف طیب سیکرٹری جنرل، حافظ محمد تقی ایم این اے، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم ایم پی اے، سید عارف حسین شاہ ایم پی اے، حاجی غلام سرور خاں نیازی مرکزی سیکرٹری مالیات، انجینئر سلیم اللہ خاں، عفیف حسن علوی، خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ، محمد یعقوب قادری ایڈووکیٹ، حافظ محمد عالم، مولانا غلام محمد سیالوی، صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ، مولانا محمد اقبال، مولانا عبدالخالق صدیقی، گل محمد فیضی، پروفیسر محمد اعظم لودھی اور صاحبزادہ فضل الرحمٰن اوکاڑوی نے شرکت کی۔ (477)

بے نظیر کا رد

16/ جولائی 1994ء کو ''انجمن تاریخ و آثار شناسی پاکستان'' کے زیر اہتمام ملتان میں ''حضرت غوث بہاء الدین زکریا کانفرنس'' سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم بے نظیر نے علماء کے سیاست میں حصہ لینے پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ علماء اپنا کردار دین اسلام کے لئے ادا کریں اور سیاست دانوں کو اپنا کردار ادا کرنے کا موقعہ دیں۔ ہمارے معاشرے میں کچھ لوگ اپنی سیاست کو چمکانے کے لئے دین کو استعمال کر رہے ہیں۔ دین کے اصل وارث سیاست سے دور رہ کر عوام کی خدمت کرتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ علماء کرام دین کا کام کریں اور غلط سیاسی راستہ پر نہ آئیں بلکہ پاکستان کی بہتری، خوشحالی، بے روزگاری کا خاتمہ، مہنگائی اور غربت سے نجات، ملک کی عزت اور مستقبل کے لئے دعا کریں۔ (478)

بے نظیر کے ان ریمارکس پر پورے ملک کے علمائے کرام نے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ مجاہد ملت مولانا نیازی نے کہا کہ بے نظیر شریعت سے واقفیت نہیں رکھتیں، جس نے انہیں تقریر لکھ کر دی وہ پڑھ دی ہے۔ انہیں دینی مسائل پر آئندہ احتیاط کرنی چاہئے کیونکہ ان مسائل پر اظہار خیال سے پہلے شریعت کا علم ہونا ضروری ہے۔ حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے امیر غریب کی تخصیص کے بغیر معاشرے کی اصلاح کی اور سب کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نفاذ کیا۔ بے نظیر علماء سے اس لئے ناراض ہیں کہ وہ انہیں شریعت کا پابند بنانے کی بات کرتے ہیں۔ علماء و مشائخ نے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مطالبہ پاکستان کی تائید کرکے تحریک

پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کیا تھا اور اب اگر علماء سیاست چھوڑ دیں تو ملک میں ابلیسی سیاست رہ جائے گی۔

ہم دین اور سیاست کو الگ نہیں سمجھتے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی سیاست اس عنوان پر رکھی تھی کہ ہماری تہذیب وتمدن، معاشرت، بزرگوں کے تذکرے اور تمام اسماء وتکریم جدا ہیں۔ اس لئے یہ شریعت سے واقفیت رکھنے والے علماء ہی بتا سکتے ہیں۔ شریعت کے بارے میں اظہار خیال کے لئے شریعت سے واقفیت، علم اور تقویٰ ضروری ہے۔(479)

23/اگست 1994ء کو مسلم لیگ کے سربراہ میاں محمد نواز شریف نے آزاد کشمیر میں "یوم اعلان جہاد کشمیر" کے موقعہ پر ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے پاس ایٹم بم موجود ہے۔ بھارت، آزاد کشمیر اور پاکستان پر حملہ کرنے کا خیال دل سے نکال دے۔ بھارتی جارحیت کا پوری قوت سے جواب دیں گے۔(480)

نواز شریف کے اس بیان پر ایوان حکومت میں کھلبلی مچ گئی اور نواز شریف کے خلاف سخت بیانات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس پر مجاہد ملت نے فرمایا کہ امریکہ کو سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود حکمران اسے خوش کرنے کے لئے یہ راگ آلاپے چلے جارہے ہیں کہ ہمارے پاس ایٹم بم نہیں ہے۔ امریکی سینٹر لیری پریسلر اس کا کئی مرتبہ برملا اظہار بھی کرچکا ہے۔ نواز شریف نے تو یہ اعلان کر کے دشمن کو باقاعدہ وارننگ دی ہے کہ ہمیں نہتا نہ سمجھا جائے۔ نواز شریف کے اس بیان پر واویلا نہیں ہونا چاہئے اگر بے نظیر حکومت نے ایٹم بم نہیں بھی بنایا تو اسے بنانا چاہئے بلکہ نائٹروجن بم، غوری میزائل اور ابدالی میزائل بھی بنانے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت اور بدعہدی کا اندیشہ ہو تو ان کا عہد ان کے منہ پر دے مارو اور جہاد کی تیاری کرو اور دشمن کے مقابلے کے لئے قوت پیدا کرو اور میدان جہاد کے لئے گھوڑے پالو۔ اس حکم کی روشنی میں ہمیں ایٹم بم بنانا چاہئے۔

ایٹم بم کے بارے میں نکتہ چینی اس لحاظ سے بھی بے معنی ہے کہ اس وقت دنیا کے تقریباً ہر

بڑے ملک کے پاس ایٹم بم موجود ہیں۔ ایٹم بم باہمی تحفظ کی ضمانت ہے اور کوئی کسی کو اس کے حصول سے باز نہیں رکھ سکتا۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ امریکہ کو پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر عملدرآمد کرنے پر تو اعتراض ہے لیکن اسے بھارت کے ایٹمی قوت بننے پر کوئی اعتراض نہیں۔ اگر پاکستان نے ایٹم بم بنا لیا تو یہ خوشی کی بات ہے۔ بھارت کے وزیراعظم نے یوم آزادی بھارت کے موقع پر دھمکی دی تھی کہ پاکستان کے ایٹم بم بنانے کا اعلان سن کر ان کی دھوتی ڈھیلی پڑ گئی ہے۔(481)

تحریک نجات

میاں محمد نواز شریف صدر پاکستان مسلم لیگ نے پیپلز پارٹی کی حکومت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے وزیراعظم بے نظیر کے خلاف "تحریک نجات" کا پروگرام بنایا تو مجاہد ملت کی جماعت نے پرزور تائید کی اور بڑھ چڑھ کر ساتھ دیا۔ 11/ستمبر 1994 کو کراچی سے تحریک کا آغاز ہوا۔ مرزا قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ پر ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے میاں نواز شریف نے کہا کہ جب تک بے نظیر حکومت کی چھٹی نہیں ہوجاتی اور انہیں اقتدار کی کرسی سے اٹھا کر پھینک نہیں دیا جاتا وہ چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اس موقعہ پر مجاہد ملت کی جماعت "جمعیت علماء پاکستان" کی کراچی شاخ نے بھرپور تعاون کیا اور کندھے سے کندھا ملا کر تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔(482)

کراچی سے لاہور اور راولپنڈی تک ہر مقام پر جمعیت علماء پاکستان کے عہدیداروں اور کارکنوں نے اپنے قائد مجاہد ملت کے حکم پر تحریک نجات کو کامیاب وکامران بنایا۔ اس کے بعد 20/ستمبر کو اپوزیشن نے حکومت کے خلاف ہڑتال کی اپیل کی تو بھی مجاہد ملت کے کارکنوں نے اسے کامیاب بنانے کے لئے تمام مساعی بروئے کار لائیں مجاہد ملت نے اس ہڑتال کی کامیابی کے لئے علمائے کرام پر زور دیا کہ وہ 20 ستمبر کی ہڑتال میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں کیونکہ بے نظیر حکومت سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپوزیشن کی حمایت کرنا ضروری ہے۔(483)

ریڑھ کی ہڈی کی تکلیف بڑھ گئی

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ مجاہد ملت 2/دسمبر 1993ء کو ریڑھ کی ہڈی کی

تکلیف میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ تکلیف روز بروز بڑھتی گئی علاج کیا جاتا رہا مگر افاقہ نہ ہوا۔ اکتوبر 1994ء میں میڈیکل کمپلیکس اسلام آباد داخل ہو گئے ملک کی ممتاز شخصیات عیادت کے لئے حاضر ہوتی رہیں جن میں صدر پاکستان مسلم لیگ میاں محمد نواز شریف، سردار عبدالقیوم خان وزیراعظم آزاد کشمیر، مسلم لیگ کے نائب صدر اعجاز الحق، مجید نظامی ایڈیٹر "نوائے وقت" اور وسیم سجاد چیئرمین پاکستان سینٹ وغیرہ شامل تھے۔

24 اکتوبر 1994ء کو مولانا شاہ احمد نورانی نے گیارہ بجے صبح کمرہ نمبر دو ایم این اے ہاسٹل اسلام آباد میں مجاہد ملت کی عیادت کی۔ مجاہد ملت میڈیکل کمپلیکس سے فارغ ہو کر اپنے ہاسٹل میں تشریف فرما تھے۔ مجاہد ملت نے نورانی میاں کی سیبوں اور چائے سے تواضع کی۔ اس موقع پر نورانی میاں اور مجاہد ملت کے درمیان جمعیت علماء پاکستان کے دونوں دھڑوں کے اتحاد پر تفصیلی تبادلہ خیال ہوا۔(484)

فارمولا اتحاد جمعیت علماء پاکستان

19 نومبر 1944ء کو مجاہد ملت نے جمعیت علماء پاکستان کے دونوں دھڑوں میں اتحاد کے لئے تین نکات پیش کئے:

1۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور میں (مولانا عبدالستار خاں نیازی) دونوں صدارت کے عہدوں سے مستعفی ہو جائیں نیا صدر اور سیکرٹری جنرل مقرر کیا جائے۔

2۔ دونوں گروپوں کے عہدیداروں میں مخالفت ختم کرنے کے لئے قرآن پاک پر حلف لیا جائے اور انہیں پابند کیا جائے کہ آئندہ کے لئے عہدے باہمی اتفاق رائے اور تعاون سے تقسیم کئے جائیں گے۔

3۔ سنی علماء نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اس لئے اتحاد کے بعد مسلم لیگ کا ساتھ دیا جائے۔ تاہم مولانا شاہ احمد نورانی اتحاد سے پہلے مجھ پر نواز شریف سے ایک کروڑ روپے لینے کا الزام عائد کرنے پر عوامی اجتماع میں معافی مانگیں(485)۔ مگر افسوس کہ مولانا نورانی کی روپہلی مصلحتوں کی وجہ سے اتحاد نہ ہو سکا۔

لندن میں علاج

24 نومبر 1994ء کو مجاہد ملت علاج کے لئے لندن جانے کے لئے شام کو جدہ روانہ ہو

گئے۔ 25 نومبر کو مدینہ منورہ میں اپنے آقا و مولا حضور سید عالم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔ 26 نومبر کو عمرہ ادا کیا۔ 27 نومبر کو کرامویل ہسپتال لندن میں داخل ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے بھانجے ڈاکٹر محمد اقبال خاں نیازی اور خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ سرگودھا بھی گئے تا کہ دوران علاج خدمت کر سکیں۔

مدینہ منورہ میں حاضری کے دوران اپنے آقا و مولا حضور ﷺ کے حضور عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کئے۔ آنسوؤں کے نذرانے اور اشکوں کے ہار پیش کئے۔ خوب التجائیں کیں۔ کیا کہوں کہ آقا و مولا ﷺ نے کیا دیا اور مجاہد ملت نے کیا لیا۔ یہ ایک راز ہے۔ دینے والے جانے یا لینے والا۔

17 دسمبر 1994ء کو میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف نے لندن ہسپتال میں مجاہد ملت کی عیادت کی۔ ڈاکٹروں نے تشخیص کی کہ آپریشن کی ضرورت نہیں ہے، علاج سے ہی جلد صحت مند ہو جائیں گے مگر بعد میں آپریشن کرنا ضروری ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے فیصلہ کیا کہ 11 جنوری 1995ء کو آپریشن کرنا ہوگا۔(486)

لندن میں خطاب

5 جنوری 1995ء کو تحریک کشمیر برطانیہ کے زیر اہتمام لندن میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا، منتظمین نے حضرت مجاہد ملت کو بھی دعوت خطاب دی۔ آپ انتہائی تکلیف دہ علالت اور نقاہت کے باوجود کشمیریوں سے محبت کا عملی ثبوت دیتے ہوئے جلسہ میں تشریف لائے اور خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کشمیر میں مسلمان بہنیں اور بیٹیاں کسی محمد بن قاسم کی راہ دیکھ رہی ہیں لیکن ہمارے ہاں اقتدار کی کرسی پر محمد شاہ رنگیلے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وزارت خارجہ نے ایک منصوبے کے تحت مجاہدین کی حوصلہ شکنی کے لئے اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر پر قرارداد پیش کرنے اور پھر واپس لینے کا ڈھونگ رچایا ہے۔ قرارداد تو اقوام متحدہ میں پہلے سے موجود ہے اب صرف اس پر عملدرآمد کی ضرورت ہے۔ مسئلہ کشمیر کو کشمیری عوام کی مرضی کے مطابق حل نہ کیا گیا تو ایشیاء کا امن درہم برہم ہو جائے گا۔ کشمیر ایک متنازعہ خطہ ہے جس کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔ بھارت نے خود اقوام عالم کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ کشمیر ایک متنازعہ خطہ ہے جس کا فیصلہ ہونا باقی ہے، اہل کشمیر کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا موقع دیا جائے گا مگر گزشتہ نصف صدی سے کشمیریوں پر جو مظالم ڈھائے جا رہے

ہیں ان کی مثل انسانی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ اقوام متحدہ کی طرف سے آج تک مسئلہ کشمیر کو سنجیدگی سے سلجھانے کی کوشش نہیں کی گئی کیونکہ یہ ادارہ بڑی طاقتوں کا آلہ کار بن کر رہ گیا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس سلسلے میں ہمارے حکمرانوں نے غفلت کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ مسئلہ پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے اور عالم اسلام کو اس میں شریک ہونا چاہیئے۔ مسئلہ کشمیر پر ایران کے حالیہ رویئے پر بھی ہمیں از حد افسوس ہے۔

مجاہد ملت کے علاوہ تحریک کشمیر برطانیہ کے صدر سید منور حسین مشہدی، غلام نبی رفاعی، بیرسٹر یوسف صراف اور ملک سردار نے بھی اس جلسہ سے خطاب کیا۔(487)

ریڑھ کی ہڈی کا آپریشن

کراموَیل ہسپتال لندن میں آپریشن نہ ہو سکا تو کسی دوسرے ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ جہاں بفضل خدا کامیاب آپریشن ہوا اور ایک ہفتے بعد لاٹھی کے سہارے کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے اور پھر صحت یاب ہو کر 16 رفروری 1995ء کو واپس اسلام آباد پہنچ گئے اور انتہائی ضعیفی اور کمزوری کے باوجود سینٹ کے اجلاسوں اور جماعتوں کاموں میں مصروف و مشغول ہو گئے۔

تحفظ ناموس رسالت کیس

8 رفروری 1995ء کو ایڈیشنل سیشن جج لاہور محمد مجاہد حسین نے گوجرانوالہ کے توہین ناموس رسالت کیس میں سلامت مسیح اور رحمت مسیح پر گستاخی رسول (ﷺ) کا جرم ثابت ہونے پر سزائے موت اور پچیس پچیس ہزار روپے جرمانہ اور حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں توہین آمیز پرچیاں پھینکنے پر دو دو سال کی قید اور دس دس ہزار روپیہ جرمانے کی سزا کا حکم سنایا۔ مجرموں نے مئی 1993ء میں نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ کے ایک گاؤں کی مسجد میں توہین آمیز پرچیاں پھینکیں اور توہین رسالت کا بھی ارتکاب کیا۔ 11 رمئی 1993ء کو تھانہ نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ میں مقدمہ درج ہوا تھا۔ دونوں ملزموں کو حضور سید عالم ﷺ کی شان میں گستاخی پر ضابطہ فوجداری کی دفعہ 295 اور حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں توہین آمیز الفاظ سے متعلق پرچیاں تقسیم کرنے اور پھینکنے پر دفعہ 298 اے کے تحت سزائیں دی گئیں۔ ملزموں کی طرف سے عاصمہ جہانگیر ایڈووکیٹ (آزاد خیال خاتون)

استغاثہ کی طرف سے رشید مرتضیٰ ایڈووکیٹ اور سرکار کی طرف سے ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی رانا محمد یٰسین نے پیروی کی۔(488)

روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے اپنی اشاعت 12 رفروری 1995ء میں اس موضوع پر ''توہین رسالت ﷺ کے ملزموں کو سزا'' کے عنوان سے مندرجہ ذیل اداریہ لکھا:

''لاہور کے ایڈیشنل سیشن جج محمد مجاہد حسین نے گوجرانوالہ کے توہین رسالت ﷺ کے دو ملزموں سلامت مسیح اور رحمت مسیح کے لئے موت کی سزا کا فیصلہ دیا ہے۔ اسلام میں توہین رسالت ﷺ کی سزا موت مقرر کی گئی ہے، اگر قانون کی کوئی عدالت اس گستاخی کے مرتکب کسی ملزم کو سزا نہ بھی دے تو خود عاشقان رسول ﷺ اپنی جان پر کھیل کر بھی ملعون ملزم کا خاتمہ کر دیتے ہیں جیسا کہ انگریز کے دور میں غازی علم الدین شہید نے کارنامہ انجام دیا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد گوشہری حقوق میں ملکی اقلیتیں مساوی حیثیت کی حامل ہیں لیکن مذہبی طور پر کسی بھی دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی کی اجازت نہیں، قانون کی رو سے بھی ایسا فعل جرم کی ذیل میں آتا ہے۔ تاہم یہ افسوس ناک حقیقت ہے کہ بعض حلقے اپنی نام نہاد ترقی پسندی یا مخصوص مفادات کے تحت اقلیتوں کو گمراہ کر رہے ہیں جس کی وجہ سے اس فیصلے پر جذباتی ردعمل ظاہر کیا جا رہا ہے حالانکہ تمام اقلیتوں بالخصوص مسیحی بھائیوں کا فرض ہے کہ اسے اس سپرٹ میں لیں کہ کسی بھی مذہب میں دوسرے مذہب یا اس کے جلیل القدر بانی کے بارے میں توہین آمیز رویہ اختیار کرنا جائز نہیں اور جمہوریت نام ہی دوسرے کے جذبات اور عقائد کے احترام کا ہے۔ اسلام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا بھی قائل ہے اور دیگر انبیائے کرام کے احترام وتقدس کا درس دیتا ہے، خاص طور پر اہل کتاب ہونے کے ناطے مسیحی بھائیوں کو اسی رواداری اور برداشت کا ثبوت دینا چاہیئے جو مسلمان اپنے مسیحی بھائیوں کے اعتقادات کے سلسلے میں اپناتے ہیں۔

مسیحی بھائیوں اور دیگر اقلیتوں کو مذہبی رسومات کی مکمل آزادی ہے۔
پاکستانی اخبارات کرسمس کے موقعہ پر مسیحی بھائیوں کے مضامین اور پیغامات شائع کرتے ہیں اور ریڈیو ٹی وی پر بھی خصوصی پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ وفاقی وزیر جے سالک نے کہا ہے کہ مسیحی برادری جذباتی ہونے کے بجائے موجودہ قوانین میں بہتری کی کوشش کرے۔ جارج کلیمنٹ نے کہا کہ اگر سزاؤں پر عملدرآمد ہوا تو اس تاثر کو تقویت ملے گی کہ پاکستان میں اقلیتوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ پانچ مسیحی ارکان اسمبلی نے کہا ہے کہ فیصلے سے مسیحی عوام کو صدمہ ہوا ہے اور مسیحی انصاف کے لئے متحد ہو جائیں۔ دوسری طرف مسلمان علمائے کرام نے اس فیصلے کو سراہا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ توہین رسالت ﷺ کی سزا صرف موت ہے، اس فیصلے سے پاکستان کا وقار بلند ہوا ہے۔

بہرحال مسیحی برادری اور دیگر اقلیتوں کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کے جذبات کا خیال کرے کیونکہ تمام مسلمان مسیحیوں کے مذہب اور ان کے پیغمبر پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ اہل مغرب اس فیصلے کی بنیاد پر تو غلط ملط پروپیگنڈہ کرسکتے ہیں لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ خود لاہور کے ایک ہفت روزہ نے ایک اشتہار کے ذریعے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق مجروح ہورہے ہیں۔ یہ اشتہار نام نہاد دانشوری لبرل ازم کا نتیجہ ہے ورنہ پچھلی نصف صدی سے پاکستان میں مسلمان اور مسیحی بھائی اکٹھے زندگی بسر کررہے ہیں اور کبھی کوئی بڑی شکایت سامنے نہیں آئی۔ پاکستانی آئین اقلیتوں کے حقوق کا مکمل نگہبان ہے اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے ایک عیسائی چیف جسٹس اے آر کارنیلس تو تمام پاکستانی طبقات کے لئے آج بھی یکساں طور پر محترم ہیں۔ قادیانی حضرات شکوے شکایت کرتے ہیں لیکن اس طبقے سے تعلق رکھنے والے سر محمد ظفر اللہ ہمارے پہلے وزیر

خارجہ تھے اور ایک اور صاحب پاکستان ایئر فورس کے سربراہ رہے ہیں۔
سرکاری اور نجی شعبے میں مسلمان اور اقلیتیں مل جل کر کام کررہی ہیں اور کبھی کسی نے تفریق کا کوئی تاثر نہیں دیا۔ مسیحی بھائیوں کا فرض ہے کہ مسلمان تو سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین تک کو ملعون قرار دیتے ہیں اور ان کے لئے موت کی سزا کا مطالبہ کررہے ہیں۔ ظلم کی انتہا یہ ہے کہ امریکہ اور اہل یورپ کے لئے یہ دونوں ہستیاں لائق احترام ہیں اور انہیں ہیرو بنایا جارہا ہے اور امریکی سفارتی نمائندے بھی اس پھانسی کی سزا کے حوالے سے گمراہ کن رول ادا کررہے ہیں حالانکہ اس سزا کے خلاف ابھی اپیل باقی ہے۔ اسلام سے عیسائی دنیا کا بغض آج کے تہذیب وتمدن کے عروج کے زمانے میں سمجھ آنے والی بات نہیں۔ عیسائی بھائیوں کو صلیبی ادوار کی یادوں کو فراموش کرکے انسانیت کے ناطے مسلمانوں کے بنیادی حقوق کا احساس کرنا چاہئے خاص طور پر اس لئے بھی کہ کوئی مسلمان عیسائیت یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا خیال بھی ذہن میں نہیں لا سکتا۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ ہمارے پاکستانی مسیحی بھائی اس مسئلے کو ایکسپلائٹ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔" (489)

ملک بھر کے علماء اور مسلمان عوام نے عدالت کے فیصلہ کو سراہا لیکن دنیائے عیسائیت کی نیندیں اڑ گئیں۔ دونوں ملزموں سلامت مسیح اور رحمت مسیح نے لاہور ہائی کورٹ میں اپنی سزا کے خلاف 13 رفروری 1995ء کو اپیل دائر کردی۔ ادھر برطانوی دفتر خارجہ نے لندن میں پاکستانی ہائی کمشنر کو طلب کرکے توہین رسالت ﷺ کے جرم میں سزا پر احتجاج کیا اور تو اور خود وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو نے کہا کہ اس فیصلے پر انہیں حیرت بھی ہوئی ہے اور دکھ بھی اور ہم توہین رسالت ﷺ سے متعلقہ قوانین میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا فضل الرحمٰن سے بات ہوئی ہے۔ (490)

جمعیت علماء پاکستان (نیازی گروپ) کے قائم مقام صدر صاحبزادہ حاجی فضل کریم پارلیمانی لیڈر پنجاب اسمبلی نے اس صورت حال کے بارے میں ٹیلیفون پر لندن میں حضرت مجاہد ملت سے

بات چیت کی۔ مجاہد ملت نے فرمایا کہ ہم 16 رفروری کو اسلام آباد پہنچ رہے ہیں۔ آپ 20ر فروری کو لاہور میں اجلاس طلب کرلیں۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب نے ایک اخباری بیان جاری کیا کہ 17 رفروری 1995ء کو جمعۃ المبارک کے موقعہ پر پاکستان بھر کی مساجد میں "یوم احتجاج" منایا جائے گا اور 20 رفروری بروز پیر مرکزی دفتر جمعیت علماء پاکستان 7 سکندر روڈ عقب انٹر نیشنل ہوٹل مال روڈ لاہور میں گیارہ بجے دن "تحفظ ناموس رسالت" کا اجلاس ہوگا۔(491)

16 رفروری 1995ء کی شام کو حضرت مجاہد ملت لندن سے اسلام آباد پہنچے تو "نوائے وقت" سے بات چیت کرتے ہوئے توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب کرنے والوں کو دی جانے والی سزا پر وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے بیان پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے صدر پاکستان فاروق احمد لغاری سے مطالبہ کیا کہ وہ وزیر اعظم کو آئین کے آرٹیکل 6 کی خلاف ورزی کی پاداش میں فوری طور پر ڈسمس کر دیں۔ آپ نے ملک بھر کے علماء سے اپیل کی کہ وہ نماز جمعۃ المبارک کے اجتماعات میں قراردادیں منظور کرائیں اور توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب کرنے پر وزیر اعظم کا مواخذہ کریں۔ حضرت مجاہد ملت نے سلسلہ کا جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس بات پر حیرانگی ہوئی ہے کہ بے نظیر بھٹو کو توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب کرنے والوں کو سزا دیئے جانے پر تو دکھ ہوا لیکن ایسا کرنے والوں پر دکھ کیوں نہ ہوا حالانکہ گستاخان رسول ﷺ کو سزا دیئے جانے پر مسلمانوں کو خوشی ہوئی اور وزیر اعظم کی حیثیت سے ان کے لئے بھی یہ آئینی تقاضا تھا۔ پاکستان کے آئین میں کتاب وسنت کی بالا دستی کی ضمانت دی گئی ہے۔ توہین رسالت ﷺ آئین کو تہہ و بالا کرنے کے مترادف ہے۔ ایسا کرنے والا آئین کے آرٹیکل 6 تحت غداری کا مرتکب ہوتا ہے۔

حضرت مجاہد ملت نے مزید کہا کہ امریکہ، عیسائی اور کفار تو اسلام سے منحرف ہونے کی صورت میں خوش ہوں گے، عیسائی توہین رسالت ﷺ پر سزائے موت کے خلاف پروپیگنڈہ کررہے ہیں، انہیں بتانا چاہئے کہ یہ سزا آئین کی روح کے مطابق ہے۔(492)

23 رفروری 1995ء کو لاہور ہائیکورٹ کے مسٹر جسٹس عارف اقبال بھٹی اور مسٹر جسٹس چوہدری خورشید احمد پر مشتمل ڈویژن بنچ نے دونوں ملزموں رحمت مسیح اور سلامت مسیح کی اپیل کا فیصلہ سناتے ہوئے بری کر دیا۔ یہ فیصلہ سنتے ہی ہائیکورٹ کے مرکزی دروازہ کے باہر جمع دینی جماعتوں کے کارکن غصے سے بپھر گئے اور شاہراہ قائداعظم کو بلاک کر دیا۔ توڑ پھوڑ کا سلسلہ شروع کیا

ہی تھا کہ پنجاب اسمبلی میں جمعیت پاکستان (نیازی گروپ) کے پارلیمانی لیڈر صاحبزادہ فضل کریم و دیگر علماء ہائی کورٹ سے باہر آ گئے اور مظاہرین کو سمجھایا اور پتھراؤ کرنے سے روک دیا، صاحبزادہ صاحب نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج "دارالعلوم حزب الاحناف" سے نکلنے والا ہمارا جلوس پرامن ہوگا۔ لیکن اگر وزیر اعلیٰ یا گورنر پنجاب نے جلوس کو روکنے کی کوشش کی تو ہم ہر رکاوٹ سے ٹکرا جائیں گے، کسی قانون کی پرواہ نہیں کریں گے۔(493)

24 رفروری 1995ء کو دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے صاحبزادہ محمد فضل کریم، انجینئر محمد سلیم اللہ خاں اور پیر محمد افضل قادری کی زیر قیادت ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا۔ شرکاء جلوس نے ٹریفک جام کر دی، پیپلز پارٹی کے جھنڈوں کو نذر آتش کیا اور پولیس کی لاٹھیوں کے سامنے جم کر کھڑے ہو گئے۔ ہائی کورٹ کے باہر یہ جلوس پولیس سے دوبدو جنگ کی شکل اختیار کر گیا۔ شمع رسالت ﷺ کے پروانوں پر لاٹھیاں برسیں، آنسو گیس پھینکی گئی اور گرفتاریاں بھی ہوئیں۔(494)

26 رفروری 1995ء کو حکومت نے توہین رسالت ﷺ کے مرتکب دونوں مسیحی باشندوں رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو سخت حفاظتی انتظامات میں اسلام آباد سے امریکہ بھیج دیا تو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر میں صورت حال غور کرنے کے لئے "تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ" کا اجلاس ہوا۔ صدارت صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نے کی۔ اس اجلاس میں جمعیت علماء پاکستان، جماعت اہلسنت، سنی تحریک، تنظیم المدارس، انجمن طلباء اسلام واہلسنت کی دیگر تنظیموں نے شرکت کر کے طے کیا کہ یکم مارچ کو جمعیت کے دفتر میں ملک بھر کی دینی سیاسی جماعتوں کی آل پارٹیز کانفرنس منعقد کی جائے۔(495)

28 رفروری 1995ء کو مجاہد ملت، لاہور پہنچ گئے اور اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے حکومتی رویہ کی مذمت کی۔ یکم مارچ 1995ء کو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر 7 سکندر روڈ لاہور میں "آل پارٹیز کانفرنس" زیر صدارت مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی منعقد ہوئی۔ اجلاس میں مسلم لیگ کے سردار ذوالفقار احمد کھوسہ ایم پی اے، میاں عبدالستار ایم پی اے، انعام اللہ خاں نیازی ایم پی اے، اختر رسول ایم پی اے، خواجہ سعد رفیق، جمعیت علمائے اسلام (ف) کے مرکزی رہنما مولانا محمد اجمل قادری، جماعت اسلامی کے نائب امراء چوہدری

رحمت الٰہی، چوہدری محمد اسلم سلیمی، جمعیت اہل حدیث کے میاں فضل حق، جمعیت علماء پاکستان کے حاجی محمد فضل کریم، انجینئر محمد سلیم اللہ خاں، پاکستان سوشل جسٹس فرنٹ کے ظہیر احمد میر ایڈووکیٹ، خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ ودیگر حضرات نے شرکت کی۔

مجاہد ملت نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ توہین رسالت کے مسئلے پر حکومت جس کو خود مدعی ہونا چاہیے تھا، اس کے دور حکومت میں ناموس رسالت ﷺ کے ملزمان رہا کردیئے گئے ہیں۔ اجلاس میں حکومت کے خلاف مرحلہ وار تحریک چلانے اور مظاہرے کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور مذمت کی قراردادیں پیش کی گئیں۔(496)

تحریک تحفظ ناموس رسالت کا قیام

8/مارچ 1995ء کو جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام حضرت مجاہد ملت کی صدارت میں جمعیت کے مرکزی دفتر لاہور میں 35 سیاسی اور مذہبی جماعتوں کا ایک تاریخ ساز اجلاس منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل اہم نمائندوں نے شرکت کی۔ صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم ایم پی اے، سید عارف حسین بخاری ایم پی اے مولانا غلام محمد سیالوی، الحاج میاں مسعود احمد، میاں سعید احمد شرقپوری ایم پی اے، انجینئر محمد سلیم اللہ خاں، مولانا عبدالخالق صدیقی، خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ، قاری عبدالحمید قادری، حاجی غلام سرور خاں نیازی (جمعیت علماء پاکستان) محمد ارشد خاں لودھی، میاں عبدالستار ایم پی اے، خواجہ ریاض محمود ایم پی اے، حاجی عبدالرزاق ایم پی اے (مسلم لیگ نواز شریف گروپ) مولانا محمد اجمل خاں، مولانا محمد امجد خاں (جمعیت علمائے اسلام)، مولانا معین الدین لکھوی، پروفیسر ساجد میر، میاں فضل حق، سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، شکیل الرحمٰن (جمعیت اہل حدیث) چوہدری محمد اسلم سلیمی، مولانا عبدالمالک (جماعت اسلامی) مفتی عبدالقیوم ہزاروی (تنظیم المدارس پاکستان) صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی (اہل حدیث) ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی (جمعیت نعیمیہ پاکستان) ع غ کراروی، سید نوبہار شاہ (شیعہ) میجر رشید وڑائچ امیر تحریک حزب اللہ پاکستان، صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف رضوی، قاری محمد طفیل احمد (جماعت اہل سنت) محمد حنیف جالندھری (وفاق مدارس العربیہ پاکستان)، صاحبزادہ فیض القادری (مرکزی تنظیم المشائخ پاکستان) عبداللطیف چیمہ (مجلس احرار اسلام) ظہیر احمد میر ایڈووکیٹ (سوشل جسٹس فرنٹ) احمد میاں، مولانا اللہ وسایا (مجلس تحفظ ختم نبوت) قاری خالد

حسن (جامعہ اشرفیہ) خواجہ محمد جمیل اعظم (پاکستان سنی فورس) قاری سخی محمد سیالوی (جمعیت غوثیہ تبلیغ الاسلام) محمد احمد فاروقی (متحدہ علماء پاکستان) سید انیس المجتبیٰ سجادہ نشین، جمعیت چراغیہ پاکستان، محمد اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ، رشید مرتضیٰ ایڈووکیٹ، چوہدری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ، ریاض احمد خاں ایڈووکیٹ، سید محمد عثمان نوری، نوری فاؤنڈیشن پاکستان، میاں محمود احمد خاں سابق ایم این اے (جمعیت مشائخ پاکستان) پیر طارق ولی (مرکزی مجلس چشتیہ پاکستان) صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی (تحریک احیائے امت) مولانا محمد علی نقشبندی (سیالکوٹ) مفتی عبداللطیف قادری (ادارہ منہاج القرآن) وغیرہم۔

اجلاس میں حضرت مجاہد ملت کو صدر اور انجینئر سلیم اللہ خاں (جمعیت علماء پاکستان) کو سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا اور اتفاق رائے سے تنظیم کا نام "تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ" رکھا گیا۔ اس موقعہ پر مندرجہ ذیل مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا:۔

> "آل پارٹیز کانفرنس میں شریک 35 دینی سیاسی جماعتوں کا یہ عظیم الشان اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسلام دشمن پالیسیوں سے فوری دستبرداری، تحفظ ناموس رسالت اور نفاذ شریعت کی دینی وآئینی ذمہ داریوں کو عملاً پورا کرنے کا اعلان کرے۔ دس دن تک یہ مطالبات پورے نہ ہونے کی صورت میں 18/مارچ سے احتجاجی تحریک چلائی جائے گی اور اس سلسلے میں 28/مارچ کو ملک گیر ہڑتال کی جائے گی۔ تمام دینی وسیاسی جماعتیں اس نتیجہ پر پہنچی ہیں کہ توہین رسالت ﷺ کے حالیہ کیس میں حکومت اور خود وزیر اعظم توہین رسالت ﷺ کی حوصلہ افزائی کی پالیسی پر گامزن ہے۔ بین الاقوامی صیہونی، نصرانی اور امریکی اسلام دشمن دباؤ کے تحت پاکستان کی حکومت، انتظامیہ اور معیشت کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ حکومت نے توہین رسالت ﷺ کے قانون میں ترمیم کی تیاری کردی ہے، جبکہ اس قانون (295 سی) میں فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کے بعد پارلیمنٹ بھی ترمیم کی مجاز نہیں تو ایسی کسی

ترمیم کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ صوبہ سرحد میں ''تحریک نفاذ شریعت'' کے کارکنوں پر ریاستی تشدد حکومت کی اسلام دشمن پالیسی کا مظہر ہے۔ یہ اجلاس حکومت کے غیر شرعی اقدامات کی سخت مذمت کرتا ہے اور حکومت ذرائع ابلاغ میں اخلاق سوز، فحش اور خلاف شریعت پروگراموں کی پالیسی کو خلاف اسلام اقدامات تصور کرتا ہے۔''

مشترکہ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ان مطالبات کے حصول کے لئے تمام دینی و سیاسی جماعتیں ملک کی تمام مساجد میں جمعہ کے اجتماعات میں قراردادیں منظور کریں گی اور احتجاجی خطابات کئے جائیں گے۔

جمعیت علماء پاکستان (نورانی گروپ) نے اس کانفرنس کا بائیکاٹ کیا۔ اس کے نفس ناطقہ شبیر احمد ہاشمی نے 7/مارچ کو ایک بیان میں کہا کہ ''ان کی جمعیت مولانا عبدالستار نیازی کی طرف سے بلائی گئی آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت نہیں کرے گی کیونکہ مولانا نیازی نے اس میں نواز شریف کو دعوت دے کر اس مسئلے کو سیاسی تقسیم کی نذر کر دیا ہے۔'' میں اپنی طرف سے ہاشمی صاحب کے اس بیان پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ قارئین کرام خود فیصلہ کریں مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے ان کھوکھلے دعوے داروں کا کردار کیا ہے اور وہ ''تحفظ ناموس رسالت ﷺ'' کے مسئلہ میں کتنے مخلص ہیں۔

اس پر طرہ یہ کہ ہاشمی صاحب نے اس کانفرنس کو ''نواز شریف کے مریدوں کا عرس'' قرار دیا اور یوں وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کی خوشنودی حاصل کرنے کی مذموم کوشش کی۔ صاحبزادہ فضل کریم نے اس کانفرنس سے خطاب کے دوران فرمایا کہ اگر ''نبی پاک ﷺ کی شان کے حوالے سے کسی اجلاس کو عرس'' قرار دیا گیا ہے تو ہم اسے بھی اپنے لئے خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ مولانا غلام محمد سیالوی آف کراچی نے کہا کہ آج نواز شریف کے مریدوں کا عرس نہیں بلکہ بے نظیر کے جیالوں کا ''سوئم'' تھا۔ (497)

اس تاریخ ساز کانفرنس کے بارے میں روزنامہ ''خبریں'' نے اپنی 10/مارچ کی اشاعت میں ''آل پارٹیز کانفرنس کا فیصلہ'' کے زیر عنوان مندرجہ ذیل اداریہ لکھا:

''آل پارٹیز کانفرنس میں حکومت کو ''نفاذ شریعت'' پر مجبور کرنے اور

''تحفظ ناموس رسالت ﷺ'' کے لئے 35 سیاسی اور دینی جماعتوں کا ''عظیم اتحاد'' قائم کیا گیا ہے یہ اتحاد ''جمعیت علمائے پاکستان'' کی طلب کردہ کانفرنس میں قائم کیا گیا جو مولانا عبدالستار خاں نیازی کی صدارت میں بدھ کے روز لاہور میں ہوئی۔ اس کانفرنس میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کے علاوہ جماعت اسلامی جے یو آئی، پاکستان شیعہ پولیٹکل پارٹی اور دیگر جماعتیں شریک ہوئیں۔ کانفرنس کے مشترکہ اعلامیہ میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ حکومت اسلام دشمن پالیسیوں سے دستبرداری کا اعلان کرے، تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور نفاذ شریعت کی دینی اور آئینی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے عملی اقدامات کرے ورنہ 18/مارچ سے ملک گیر تحریک شروع کی جائے گی اور 28/مارچ کو عام ہڑتال کا اعلان کیا جائے گا۔

آل پارٹیز کانفرنس میں مختلف دینی اور سیاسی جماعتوں کی شرکت سے اسلامیان پاکستان کا یہ عزم واضح تر ہو گیا ہے کہ وہ اللہ کے نام پر حاصل کردہ اس ملک میں نفاذ اسلام کے متمنی ہیں اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا پختہ عزم رکھتے ہیں۔ کانفرنس نے حکومت کو دس دن کی مہلت دی گئی ہے کہ وہ کانفرنس کے مطالبات بارے میں، جو دراصل اسلامیان پاکستان کے مطالبات ہیں، اپنی پالیسیوں کا عملی اعلان کرے بصورت دیگر تحریک شروع کی جائے گی۔

موجودہ حکومت بھی گزشتہ تمام حکومتوں کی طرح اسلام کا نام لیتی ہے۔ اس کے اعلیٰ قائدین اسلامی شعائر پر عمل کا اقرار بھی کرتے ہیں، حج وعمرے بھی کرتے کراتے ہیں اور وزیر اعظم صاحبہ نے تو تسبیح ہاتھ میں رکھنا اپنا معمول بنا رکھا ہے لیکن یہ بات انتہائی افسوسناک ہے کہ اسلام کے اصولوں کا مذاق جتنا اس دور میں اڑایا گیا، اس کی سابقہ ادوار میں مثال نہیں ملتی۔ ٹی وی پروگراموں کے ذریعے بے حیائی اور فحاشی کو جو

فروغ محترمہ کے دور میں ملا ہے، قبل ازیں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ حد تو یہ ہے
کہ حجاب کے اسلامی اصولوں کے منافی وضع قطع کے لباس اور دوپٹہ سے
بے نیاز خواتین اور تارک سنت رسول ﷺ مرد، اسلام اور قرآن حکیم
کے حوالے سے پروگرام کرتے نظر آتے ہیں جس سے نوجوان نسل میں
اسلام اور قرآن حکیم کے اصولوں کا مذاق اڑانے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے۔

ہم آل پارٹیز کانفرنس کے فیصلوں کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہمیں
توقع ہے کہ کانفرنس میں توہین رسالت ﷺ کے قانون میں کسی بھی
نوع کی ناروا تبدیلی کی مزاحمت کا جو عزم کیا گیا ہے، پوری پاکستانی قوم
اس کی حمایت کرے گی اور اس کا خیر مقدم کرے گی۔ ہم حکومت سے بھی
گزارش کریں گے کہ وہ اسلامی اصولوں کا مذاق اڑانے اور مغرب کی نظر
میں آزاد خیال بلکہ ''سیکولر'' کہلائے جانے کے جنون سے تائب ہو کر
دینی شعائر اور اسلامی اصولوں کی پابندی کا نہ صرف اعلان کرے بلکہ
اپنے رویہ اور ذرائع ابلاغ میں عملی تبدیلی کے ذریعے اس کا اظہار بھی
کرے۔ کانفرنس نے تحریک چلانے کا جو فیصلہ کیا ہے، اسلامیان
پاکستان اس پر بھی عمل کریں گے لیکن حکومت کو چاہیے کہ وہ اس کی نوبت
ہی نہ آنے دے بلکہ اسلام کا نام لینے کے ساتھ اسلام سے وابستگی کا عملی
اظہار کرے تاکہ عوام مطمئن ہو سکیں۔'' (498)

خصوصی انٹرویو

10 / مارچ 1995ء کو لاہور میں روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور کو ایک خصوصی انٹرویو دیتے
ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا:

''صدر مملکت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک کے دفاع، جنگی قابلیت اور اہلیت کو موثر بنانے کے
لئے پوری جدوجہد کریں۔ دیکھتے ہی دیکھتے بھارت نے پرتھوی اور اگنی میزائل بنا لئے ہیں اور ہمیں
ہراساں کیا جا رہا ہے۔ صدر پاکستان کا فرض ہے کہ وہ قرآنی احکامات کے تحت ہر ممکن جنگی تیاری
کریں۔ پاکستان، پرتھوی میزائل کے مقابلے میں غوری میزائل اور اگنی کے مقابلے میں ابدالی

میزائل بنائے۔ مگر افسوس کہ پاکستان کے عوام جن کو محمد بن قاسم کی ضرورت تھی، ان کو محمد شاہ رنگیلا اور
واجد علی شاہ مل گئے ہیں۔ پاکستان اور بھارت کے معاملات اس شعر کے مصداق ہیں:

گونجتے تھے جن کچھاروں میں کبھی جنگل کے شیر
گیدڑ ان میں مارتے ہیں آج کل قلقاریاں

اسی طرح آج نرسیمارائو (بھارتی وزیراعظم) بھی قلقاریاں مار رہے ہیں۔

بدقسمتی سے گستاخان رسول ﷺ کی سزائے موت پر وزیراعظم (بے نظیر بھٹو) کو دکھ ہوتا
ہے۔ گستاخی کا افسوس نہیں ہوتا۔ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں ترمیم کے وزیراعظم
چرچے کر رہی ہیں۔ جے سالک کابینہ میں اس شرط پر شامل ہوئے تھے کہ تحفظ ناموس
رسالت ﷺ کے قانون کو واپس لے لیا جائے گا۔ 14 / اگست 1994ء کو اسلام آباد کے کلچرل
شو میں اسلامی کلچر کا مذاق اڑایا گیا۔ راول ڈیم میں عیش ونشاط کے جشن میں بدتمیزیاں سامنے آئی
ہیں۔ قاہرہ کی اخلاق باختہ کانفرنس جہاں بنگلہ دیش اور ترکی کی وزیراعظم شامل نہیں ہوئی، ہماری
وزیراعظم عوام کے احتجاج کے باوجود شامل ہوتی ہیں۔ ملک میں جیالے جج مقرر کر کے عدلیہ کا
مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ یہ اور اس نوع کے تمام امور صدر کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ اسلامیہ جمہوریہ
پاکستان کے آئینی تقاضوں یعنی اللہ کی حاکمیت مطلقہ، پاکستانیوں کو شریعت کا پابند بنانے، اسلام کو
پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کرانے، مسلمان کی تعریف میں ختم نبوت پر ایمان کو لازمی قرار
دینے، قانون سازی میں کتاب وسنت یعنی شریعت محمدی ﷺ کو مرکز تسلیم کرانے کے بعد تحفظ
ناموس رسالت ﷺ کے لئے کھلم کھلا جدوجہد کرنے اور آئین کے آرٹیکل 6 کے ماتحت اسلامی
دفعات کے انکار اور غلط توجیح پر بغاوت اور غداری کے ارتکاب کو سزائے موت کا مستحق قرار دیئے
جانے میں اپنا کردار ادا کرے۔ لیکن افسوس ہے کہ تیتروں کے شکار میں انہوں نے اپنی ذمہ
داریوں کا احساس نہیں کیا۔

کالا باغ ڈیم کا ذکر کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ کالا باغ ڈیم سیاسی نہیں تکنیکی مسئلہ
ہے۔ اس میں کسی فرد، جماعت یا صوبے کی دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے، اس سے نہ تو نوشہرہ کو
خطرہ ہے نہ ہی سندھ کو خطرہ ہے۔ بارش کے پانی کے جمع کر کے اس سے ہائیڈل پاور اور زمین کو
سیراب کرنے کا نظام بنایا جائے۔ جو پانی سمندر میں غرق ہو جائے اس کو روکنے میں کوئی قباحت

نہیں ہے۔ میری تجویز ہے کہ معترضین کو ٹیلی ویژن پر لا کر فنی ماہرین کے ساتھ ان کا مباحثہ کروایا جائے اور عوام کے سامنے ان کے متعصبانہ اور بد اندیشانہ تمام اعتراضات اور وسوسوں کو ختم کر دیا جائے اور جرأت و مردانگی کے ساتھ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا کام شروع کیا جائے۔

انٹرویو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ ایٹمی پروگرام کو کسی بھی قیمت پر کسی کی خاطر بھی ترک نہ کیا جائے۔ چکوال میں جو مرکز بنایا جا رہا ہے اس کو فی الفور روک دیا جائے۔ کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کشمیر کے مسئلے پر امریکی ریشہ دوانیاں اور بھارت پرستیاں ختم کی جائیں اور سیکیورٹی کونسل کے طے شدہ فیصلے ''استصواب رائے'' کے لئے فی الفور انتظام کیا جائے۔ اگر بھارت اس پر نہ مانے تو پھر اس کے خلاف اعلان جنگ کیا جائے۔ نہرو نے سیز فائر کے لئے درخواست کی تھی اور استصواب رائے کو قبول کیا تھا۔ اس کے لئے تین ایڈمنسٹریٹر مقرر ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود کشمیر میں قتل و غارت، نسل کشی، آبروریزی کا بازار گرم ہے۔ امریکہ اس کا تماشہ دیکھ رہا ہے اور بھارت کی حمایت کر رہا ہے۔ کیا جنگ آزادی میں امریکہ کو اسی قسم کے مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ کیا برصغیر میں جنگ آزادی میں انگریز نے وہی قہر سامانیاں کی تھیں جو بھارت، کشمیر میں کر رہا ہے۔ وہاں تو ہم جلیانوالہ باغ میں فائرنگ اور کلکتہ بلیک ہول کا چرچا کرتے تھے۔ کشمیر میں ہر قدم پر بلیک ہول اور جلیانوالہ باغ موجود ہے۔

ایک سوال کے جواب میں حضرت نے کہا کہ ہمارا مقصد محاذ آرائی نہیں، رہبری و رہنمائی ہے۔ ہم حکومت پر دباؤ ڈالیں گے کہ وہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں کوئی ترمیم نہ کرے۔ ناتجربہ کار جیالے ججوں سے عدلیہ کو پاک کرنے اور ریڈیو، ٹیلی ویژن میں اسلامی تہذیب و معاشرت کی بربادی کا انسداد کرے، سیکولرازم کی بجائے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا سامان کرے اور امریکہ کو خوش کرنے کے بجائے خدا اور رسول ﷺ کو خوش کرے۔ قیام پاکستان کے لئے جو ہم نے قربانیاں دی تھیں اس کا مقصد پاکستان کو دارالاسلام بنانا تھا۔ شریعت محمدی ﷺ کو نافذ کرنا تھا۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ، قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ، لیاقت علی خان اور خواجہ ناظم الدین نے بھی یہ تصور پیش کیا تھا۔(499)

سینٹ میں للکار

12 / مارچ 1995ء کو اسلام آباد میں سینٹ کے اجلاس میں کراچی کی بگڑتی ہوئی صورت حال

پر قواعد و ضوابط معطل کر کے بحث کا آغاز ہوا۔ ایم کیو ایم کی سینٹر نسرین جلیل نے اپنے خطاب میں کہا کہ کراچی کا ہر فرد سہما ہوا ہے۔ انہوں نے روتے ہوئے کہا کہ کوئی ہے جو میری فریاد سنے۔ یہ میری فریاد نہیں بلکہ ان کی ہے جو اللہ کو یاد کر رہے تھے اور انہیں دیوار سے لگا کر گولی مار دی گئی۔ یہ فریاد اس ماں کی ہے جس کے چار بیٹوں کو گولیوں سے بھون دیا گیا۔ میں اس بیٹے کی ماں ہوں جسے یہ معلوم نہیں کہ کل اس کے بیٹے کے ساتھ کیا ہوگا۔ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے سنگاپور میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ چند علاقوں میں گڑبڑ ہے۔ یہ حقائق سے چشم پوشی ہے۔ آپ بے شک آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی پالیسیوں کو مانتے رہیں جب تک ملک میں امن و امان قائم نہیں ہوگا ملک میں ترقی کیسے ہو گی۔ کراچی کی تباہی پورے ملک کی تباہی ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ صدر مملکت نے 14 / اکتوبر کے اپنے خطاب میں کراچی کے حالات کے بارے میں افسوس کے چند الفاظ نہیں کہے۔ ایم کیو ایم سے مذاکرات اس لئے ضروری ہیں کہ وہ ایک شہری جماعت ہے اور اس کے پاس عوام کا مینڈیٹ ہے۔ ہمارے صوبائی اسمبلی کے ممبران اور تین سینٹرز جیل اور نظر بندی کی حالت میں ہیں۔ ایسے حالات میں دوسرے ملکوں کے لوگ یہاں تخریب کاری کریں گے۔

نسرین جلیل نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی ایک قوم پرست سندھی جماعت ہے۔ وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ سندھ نے یہاں تک کہا ہے کہ مہاجر ہمارے غلام ہیں، ان کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کریں۔ دوران تقریر نسرین جلیل اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور کراچی کے عوام پر ہونے والے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر روتی رہیں۔ اس پر ایوان میں سناٹا چھا گیا، گھمبیر سنجیدگی کی فضا چھا گئی اور تمام سینٹرز سر جھکائے بیٹھے رہے۔

اس موقع پر حضرت مجاہد ملت تقریر کے لئے اٹھے اور ارشاد کیا کہ کراچی کے مسئلے کے حل کے لئے پارلیمنٹ کی کمیٹی قائم کی جائے اور وہاں امن و امان کی صورت حال کے لئے امن سکواڈ قائم کئے جائیں۔ کراچی میں وطن دشمن قوتیں دو گھنٹے تک روزنامہ ''نوائے وقت'' کو تاراج کرتی رہیں جس کا مقصد محب وطن عناصر کو خبردار کرنا تھا کہ وہ ہمارے راستے میں روڑے مت اٹکائیں۔ قائد حزب اختلاف محمد نواز شریف بھی امن و امان کی خاطر وزیر اعظم بے نظیر بھٹو سے تعاون کریں۔

مجاہد ملت نے نکتہ اعتراض پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میانوالی میں بنی افغاناں کی پچیس ہزار کی آبادی کی ناکہ بندی کی گئی ہے اور صدر کے بعض رشتہ دار (کالا باغ فیملی) اپنے مخالفین پر مظالم

ڈھارہے ہیں۔(500)

ملک گیر ہڑتال

27 مئی 1995ء کو "تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ" کے پلیٹ فارم سے حضرت مجاہد ملت نے ملک گیر ہڑتال کی اپیل کی۔ عوام نے اپنے محبوب رہنما کے لئے دیدہ ودل فرش راہ کیا۔ اس دن ٹرانسپورٹ، تمام کاروباری ادارے بندرہے۔ کاروبار زندگی معطل ہو کر رہ گیا۔ ملک بھر کے تعلیمی ادارے بھی بندرہے۔ اس طرح عوام نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں کی جانے والی مجوزہ ترمیم کو مسترد کر دیا اور ملک گیر پہیہ جام ہڑتال کر کے اپنے جذبہ ایمانی اور دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی کا عملی مظاہرہ کیا۔ اس موقعہ پر ملک کے بڑے بڑے شہروں میں تحریک ناموس رسالت ﷺ کی جانب سے بھی احتجاجی جلوس نکالے گئے اور مظاہرے کے گئے اور "تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ" کے سربراہ حضرت مجاہد ملت کی قیادت کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد و دیگر شہروں میں پولیس نے شمع رسالت ﷺ کے پروانوں پر لاٹھی چارج کیا۔ بہت سے پروانے زخمی ہو گئے اور بے شمار گرفتار ہوئے مگر ان کا ایک نعرہ تھا کہ ہم "تحفظ ناموس رسالت ﷺ" کے قانون میں ترمیم نہیں ہونے دیں گے۔ بی بی سی نے اس ملک گیر ہڑتال کو انتہائی کامیاب قرار دیا۔ ناچار وزیر داخلہ نصیر اللہ خاں بابر نے بیان دیا کہ حکومت توہین رسالت ﷺ کے موجودہ قانون میں کوئی تبدیلی نہیں لا رہی۔

حضرت مجاہد ملت نے اس کامیاب ہڑتال پر ملک بھر کے علماء، کارکنوں اور عوام کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ ملک گیر ہڑتال اور مظاہروں کے ذریعے شمع رسالت ﷺ کے پروانوں نے ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لئے جس عظیم الشان جذبے کا اظہار کیا ہے، اب کسی کو "توہین رسالت ﷺ" کی جرأت نہیں ہوگی۔(501)

دورۂ یورپ

5 اگست 1995ء کو حضرت مجاہد ملت ڈیڑھ ماہ کے تبلیغی دورے پر ناروے اور لندن کے دورہ پر روانہ ہو گئے۔ شام کو اوسلو (ناروے) پہنچ کر رات "میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس" سے

ایمان افروز خطاب فرمایا۔ پھر 6 اگست تا 20 اگست اوسلو یونیورسٹی، یوم آزادی پاکستان، نظریہ پاکستان کانفرنس، جامع مسجد پیر کرم شاہ، کارکنان مسلم لیگ، جامع مسجد اہلسنت پاکستان، خواتین کے اجتماع، ضیاء فاؤنڈیشن، کارکنان اہلسنت وغیرہ دس عظیم الشان جلسوں سے خطاب کیا۔ جس سے سامعین کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ 20 اگست کو اوسلو میں آخری خطاب کے بعد برطانیہ تشریف لے گئے۔

20 اگست 1995ء کو لندن پہنچ کر ڈاکٹر پیٹر ویب (جس نے جنوری 1995ء میں آپریشن کیا تھا) سے چیک اپ کرایا۔ اسے ایکسرے اور فزیوتھراپی کی رپورٹ دکھائی۔ اس نے مشورہ دیا کہ صحت پہلے سے بہت اچھی ہے۔ اب آپ "چلو، چلو اور چلو" پروگرام بنائیں۔ یعنی زیادہ سے زیادہ پیدل چلیں۔ اس کے بعد برطانیہ کے مختلف مقامات پر آپ کی مصروفیات کی تفصیل کچھ یوں ہے:

20 اگست 1995ء	لیوٹن: جامعہ اسلامیہ غوثیہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس سے خطاب۔
21 اگست 1995ء	لیوٹن: جمعیت علماء پاکستان کے کارکنوں سے خطاب۔
23 اگست 1995ء	لیوٹن: جامع الکرم میں خطاب۔
24 اگست 1995ء	لیوٹن: کارکنوں سے خطاب۔
25 اگست 1995ء	لندن: مسجد خواجہ بشیر احمد میں خطبہ جمعۃ المبارک۔
26 اگست 1995ء	بریڈفورڈ: پاکستان مسلم لیگ (ن)، راجہ حامد رشید کے زیر اہتمام یوم آزادی پاکستان کے جلسہ سے خطاب۔
27 اگست 1995ء	نوٹنگم: جامع مسجد سید زاہد حسین میں خطاب۔
28 اگست 1995ء	برمنگھم: مرکز حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ زیر اہتمام صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن سے خطاب۔
	برمنگھم: پاکستان مسلم لیگ (ن) برطانیہ، راجہ محمد اشتیاق احمد کے زیر اہتمام یوم آزادی پاکستان کی شاندار تقریب سے خطاب۔

کوونٹری: حضرت دیوان حضوری سنٹر کے زیر اہتمام اوڈین ہوٹل میں آئین مصطفیٰ ﷺ کانفرنس سے خطاب۔

برمنگھم: تحفظ پاکستان کونسل برطانیہ کے زیر اہتمام بعد نماز عصر الہ دین ہوٹل میں یوم آزادی پاکستان سے خطاب۔

29/اگست1995ء — لیوٹن: عشائیہ میں شرکت اور خطاب۔

30/اگست1995ء — لیوٹن: کارکنان اہلسنت سے خطاب۔

لیوٹن: تکافل (یو کے) لمیٹڈ کے ٹریننگ سیشن کے موقعہ پر سٹاف اور زیر تربیت نمائندوں سے خطاب۔

یکم ستمبر1995ء — مانچسٹر: جامع مسجد مولانا محمد قمر الزماں اعظمی میں خطبہ جمعۃ المبارک۔

2/ستمبر1995ء — برمنگھم: مسجد مفتی گل رحمان میں جلسہ سے خطاب۔

برمنگھم: ''تائید نفاذ شریعت کونسل برطانیہ'' کے زیر اہتمام الہجرہ اسلامک سکول میں ''سقوط ڈھاکہ'' کی مناسبت سے جلسہ عام سے خطاب۔

3/ستمبر1995ء — بریڈفورڈ: صاحبزادہ حبیب الرحمٰن آف ڈھانگری شریف (آزاد کشمیر) کے دادا کے عرس کی تقریبات سے خطاب

وٹ فورڈ: ختم نبوت کانفرنس زیر اہتمام خلیل احمد حقانی سے خطاب۔

4/ستمبر1995ء — لندن: جمعیت علماء پاکستان و جماعت اہلسنت کے کارکنوں سے خطاب۔

5/ستمبر1995ء — لیسٹر: ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے اسلامک سنٹر لیسٹر میں استقبالیہ زیر اہتمام مولانا شاہد رضا نعیمی اور چوہدری حاجی محمد حسین سے خطاب۔

6/ستمبر1995ء — لندن: خواجہ بشیر احمد کے زیر اہتمام ''غوث الاعظم کانفرنس'' سے خطاب۔

7/ستمبر1995ء — لندن: سید صابر حسین شاہ جیلانی کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب۔

8/ستمبر1995ء — برمنگھم: جامع مسجد گھمکولویہ بلک میں بانی مسجد صوفی محمد عبداللہ اور مفتی محمد اکبر زیرک کی جانب سے منعقدہ تقریب سے خطاب۔

9/ستمبر1995ء — مانچسٹر: جامعہ الکریمیہ کی افتتاحی تقریب بعد نماز ظہر زیر اہتمام علامہ ظفر محمود فراشوی مجددی سے خطاب۔

شام کو نذیر ناجی کے عشائیہ میں شرکت اور خصوصی خطاب

10/ستمبر1995ء — ہائی ویکمب: مولانا غلام جیلانی کے ہاں منعقدہ تقریب سے خطاب۔

لیوٹن: مسلم لیگ (ن) برطانیہ کے زیر اہتمام یوم آزادی کے جلسہ سے خطاب۔

11/ستمبر1995ء — ڈربی شائر: فضل احمد قادری کی زیر صدارت جامع مسجد میں خطاب۔

12/ستمبر1995ء — بریڈفورڈ: علماء ومشائخ کنونشن زیر اہتمام پیر معروف حسین عارف نوشاہی منعقدہ جامع مسجد تبلیغ اسلام وکٹر اسٹریٹ بریڈفورڈ نمبر9 کی صدارت وخصوصی خطاب۔

13/ستمبر1995ء — لندن: ''جنگ فورم'' سے خطاب۔ پینل اور سامعین کے سوالات کے جوابات۔ پینل کے اراکین میں نذیر ناجی، محمد یعقوب چشتی، مشتاق لاشاری اور افتخار قیصر شامل تھے۔

14/ستمبر1995ء — لندن: ممتاز احمد خاں کے عشائیہ میں شرکت۔

15 ستمبر 1995ء — الفورڈ: جامع مسجد البرٹ روڈ میں نماز جمعۃ المبارک سے خطاب۔ظہرانہ، محمد اسلم اور چائے راجہ عدالت کے ہاں۔

16 ستمبر 1995ء — لیوٹن: مختلف مصروفیات، شام کو جدہ۔

17 ستمبر 1995ء — جدہ: فاروق احمد نیازی، ڈاکٹر طاہر کے ہاں قیام، رات کو عمرہ کیا۔

18 ستمبر 1995ء — مدینہ منورہ: فاروق احمد نیازی اور ضیاء الحق جیلانی کے ساتھ مدینہ منورہ کی حاضری۔اسرار الحسن کے ہاں شب باشی

19 ستمبر 1995ء — مدینہ منورہ: حرم نبوی ﷺ میں حاضری۔صلوٰۃ وسلام، عصر اور مغرب کی نمازیں مسجد نبوی ﷺ میں ادا کیں اور صلوٰۃ وسلام پڑھا۔مولانا قمر ہاشمی کیئر ٹیکر پاکستان مدینہ منورہ اور مولانا فضل الرحمٰن مدنی سے ملاقاتیں۔ساڑھے آٹھ بجے شام جدہ واپسی اور سید ضیاء الحق جیلانی کے ہاں عشائیہ۔

20 ستمبر 1995ء — جدہ شریف: ڈاکٹر طاہر کے ہاں عشائیہ۔

21 ستمبر 1995ء — جدہ: صبح اسلام آباد کے لئے روانگی۔ڈیڑھ گھنٹہ ریاض (سعودی دارالخلافہ) میں قیام۔6 بجے شام اسلام آباد واپسی۔(502)

رحلت پیر دیول شریف

25 ستمبر 1995ء کو وطن عزیز کے نامور شیخ طریقت حضرت پیر محمد عبدالمجید قادری خضری المعروف پیر صاحب دیول شریف 75 برس کی عمر میں راولپنڈی میں انتقال کر گئے۔نماز جنازہ کے اجتماع عظیم سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے پیر صاحب کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ پیر صاحب دیول شریف نے طویل مدت تک رشد و ہدایت کی تعلیم دے کر اپنے عقیدت مندوں کی زندگی میں انقلاب برپا کیا، ان کی موثر گفتگو، ارشادات اور تلقین دلوں میں جاگزین ہو جاتی تھی۔(503)

27 ستمبر 1995ء کو جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی امیر صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی

نے مرکزی ناظم اعلیٰ پیر محمد افضل قادری کے مشورہ سے جماعت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اعلان کیا۔ جس میں حضرت مجاہد ملت کا اسم گرامی سرفہرست تھا۔حضرت مجاہد ملت کے مندرجہ ذیل ساتھیوں کو بھی شوریٰ کا رکن بنایا گیا۔علامہ سید محمود احمد رضوی (لاہور) مولانا غلام علی اوکاڑوی، خواجہ محمد حمید الدین سیالوی، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم (ایم پی اے) فیصل آباد، علامہ سید شاہ تراب الحق (سابق ایم این اے) کراچی، میاں سعید احمد شرقپوری (ایم پی اے) حاجی محمد حنیف طیب (سابق وفاقی وزیر) کراچی، سید محمد عرفان مشہدی (منڈی بہاء الدین)، مولانا عبدالعزیز چشتی گوجرانوالہ، سید ریاض حسین شاہ راولپنڈی، ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی لاہور، صاحبزادہ عبدالمالک آف میانوالی، مولانا منظور احمد شاہ ساہیوال، پیر سید عظمت علی شاہ کیلیانوالیہ شریف ضلع گوجرانوالہ، صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ (کندیاں)، سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی وغیرہم۔(504)

سنی کنونشن لاہور

30 اکتوبر 1995ء کو موچی دروازہ لاہور کی تاریخی گراؤنڈ میں جماعت اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام ایک تاریخ ساز ''مرکزی سنی کنونشن'' ہوا۔جس میں چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر سے ہزاروں علماء و مشائخ اور لاکھوں عوام اہلسنت نے شرکت کی۔اس عدیم النظیر کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا:

''صدر محترم، علماء و مشائخ عظام، عزیزان ملت! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قبل اس کے کہ میں اس دور میں اسلام کے خلاف کفر کی یلغار اور سازشوں کا ذکر کروں، میں نورانی صاحب اور اپنے متعلق ذکر کرتا چلوں۔ہمارا اگر چہ اختلاف تھا مگر ہم ورلڈ اسلامک مشن میں متحد تھے۔مولانا صاحب صدر اور میں سینئر نائب صدر ہوں، ملی یکجہتی کونسل کے وہ سربراہ اور ہم اس کے رکن ہیں۔ان کے سسر مولانا فضل الرحمٰن مدنی ہمارے مہربان مرشد ہیں۔ان کے والد صاحب (حضرت مولانا محمد ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) نے از راہ شفقت سلسلہ قادریہ میں مجھے بھی مجاز قرار دیا ہے۔مولانا فضل الرحمٰن مدنی نے کہا، نیازی صاحب! تم میرے بھائی ہو اور مولانا نورانی میرے داماد۔میں دونوں سے محبت کرتا ہوں۔مولانا نورانی کی والدہ ماجدہ نے مجھے کہا، نورانی تمہارا چھوٹا بھائی ہے۔جو اختلافات پہلے تھے وہ آج ختم ہو گئے ہیں اور یہ خبر کہ نورانی کو صدر بناؤ اور نیازی کو رہبر، بالکل غلط ہے۔خرافات ہے، بکواس ہے، عہدوں کی کوئی لڑائی نہیں ہے۔

ہمارے اختلافات اصولی تھے۔رہبر کا آئین میں کوئی تصور نہیں ہے۔اب ہم نے اتحاد کی باقاعدہ تفصیلات طے کرنی ہیں۔''جماعت اہلسنت'' کا جب اتحاد ہوا تو اس وقت باقاعدہ ایک کمیٹی بنائی گئی تھی۔دونوں گروپوں کے صدر و سیکرٹری استعفیٰ دیں۔ہم دونوں عہدوں کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتے۔ہماری ملاقاتیں ہو چکی ہیں۔جنرل اظہر صاحب اور پیر اعجاز ہاشمی صاحب مجھ سے ملے تھے، جو اختلافات تھے انہیں ان کے سامنے رکھ دیا گیا اور انشاءاللہ جو معمولی اختلافات ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گے اور ہم انشاء اللہ پھر دوبارہ مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے مل کر جدوجہد کریں گے کیونکہ اس وقت اسلام کے خلاف کفر کی ایک خوفناک یلغار ہے۔دوسرا فتنہ (Expliotation) سودی معیشت ایک لعنت ہے۔میں ایک مہینہ علاج کے لئے یورپ گیا جہاں میں نے دورہ کیا اور تیس جلسے کئے۔وہاں میں نے انگریز دانشوروں سے پوچھا کہ بتاؤ کہ چند سال پہلے تمہارے ملک میں مرد کی مرد سے بدکاری جرم تھا جس کی سات سال قید کی سزا تھی۔آج تمہاری پارلیمنٹ نے ہم جنس پرستی کی منظوری دے دی ہے۔امریکہ کا صدر کہہ رہا ہے کہ فوجی بھی ایک دوسرے سے بدکاری کر سکتے ہیں۔عورتیں، عورتوں سے اور مرد، مردوں سے نکاح کر رہے ہیں۔نس بندی اور اسقاط حمل کے فتنے چل رہے ہیں۔

عزیزان ملت! یہ فتنے اتنے خوفناک ہیں کہ اگر اہلسنت اس کے خلاف کھڑے نہ ہوئے تو کچھ نہ رہے گا۔آپ کو میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اہلسنت نے برصغیر میں ایک ہزار برس حکمرانی کی ہے۔بہادر شاہ ظفر، سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھا۔اس ہزار سال میں تمہارا نظام یہاں نافذ رہا۔اسی طرح ترکیہ میں، سوڈان میں، مصر میں تمہارا نظام نافذ رہا۔مرکزی اسمبلی کے اندر قانون رسالت ﷺ کا تصور موجود ہے۔کوئی شخص اگر حضور ﷺ کی شان کے متعلق اشارتاً، کنایتاً بکتا ہے یا لکھتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، جہنمی ہے۔اس قانون کی منظوری میں ہمارے ساتھ شیعہ اور دیوبندی پیش پیش تھے۔یہ آپ کی کامیابی اور فتح ہے، رسول ﷺ کی عظمت ہے:

محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمتوں سے منحرف ہو کر
یہ دعویٰ مسلمانی کبھی مانا نہ جائے گا

نواز شریف نے نفاذ شریعت کے لئے کچھ نہ کیا۔بہرحال میں نے اپنے دور وزارت میں تین رپورٹیں مرتب کیں۔ایک ''اتحاد بین المسلمین'' دوسری ''نفاذ شریعت'' اور تیسری ''فلاحی

اسلامی مملکت''۔میں نے نواز شریف کو واضح طور پر کہا کہ اگر اسے منظور نہ کرو گے تو ہمارا تمہارا ساتھ نہ رہے گا۔میاں نواز شریف میری تیمارداری کے لئے دو تین بار آئے تو میں نے انہیں کہا کہ قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کیا کہتے تھے، لیاقت علی خاں کیا کہتے تھے، کیا انہوں نے پاکستان اس لئے بنایا تھا، ناظم الدین کیا کہتے تھے۔اگر تم اسے اسلام کہتے ہو تو نرسیمارائے بھی یہی کہتا ہے۔27 مئی 1995ء کو ہم نے یکجہتی کونسل کی جانب سے ہڑتال کا اعلان کیا اور وہ ایسی کامیاب ہوئی کہ وائس آف امریکہ، بی بی سی اور وائس آف جرمنی جو بک بک کر رہے تھے ان کو بھی یہ پتہ چل گیا کہ مصطفیٰ کریم (ﷺ) کے دیوانے سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمدؐ اس سے بدن سے نکال دو

پروان ابلیس کی سازشیں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔قانون سازی کا محور ہمارے ملک میں نبی پاک ﷺ کی ذات ہونی چاہئے۔اگر ان کے متعلق کوئی بک بک کرتا ہے تو وہ گویا آئین کی مخالفت کرتا ہے اور آرٹیکل 6 کے تحت ایسا کرنے والا بغاوت اور غداری کا مرتکب ہوگا، جس کے لئے سزا، سزائے موت ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ ان حالات میں جبکہ ہر طرف سے مسلمانوں کو کچلا جا رہا ہے، بوسنیا، چیچنیا، صومالیہ اور کشمیر میں وہ جو کچھ کر رہے ہیں، اس سے ہمیں ڈرا رہے ہیں۔میں نے سینٹ میں کہا کہ اے لغاری (صدر پاکستان سردار فاروق احمد لغاری) تجھ میں کوئی فاروق (فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) کی نسبت اور صفت موجود ہے؟ بھارت نے پرتھوی میزائل بنایا تم نے غوری میزائل کیوں نہ بنایا، انہوں نے اگنی میزائل بنایا، تم نے ابدالی میزائل کیوں نہ بنایا:

گونجتے تھے جن کچھاروں میں کبھی جنگل کے شیر
گیدڑ ان میں مارتے ہیں آج کل قلقاریاں

قرآن نے کہا ہے کہ جنگی تیاریاں کرو، تم نے کچھ تیاریاں کی ہیں؟ انہوں نے بھارت کو ہمارے سر پر چڑھا دیا ہے۔ہمیں فنڈامینٹلسٹ (Fundamentlist) کا طعنہ دیا جا رہا ہے۔یہ عیسائیوں کا فرقہ تھا اور لکیر کا فقیر تھا، جنہوں نے انقلاب فرانس کی مخالفت کی وہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا۔میں نے کہا کہ بتاؤ! دہلی جو ہزار سال ہمارا مرکز رہا وہاں پھر کیوں نہ سب ہندو، مسلمان بنا دیئے گئے۔ایک انگریز نے ایک کتاب (The Preaches of Islam)

لکھی۔ میں اس کی ایمانداری پر حیران رہ گیا۔ اس نے لکھا کہ اسلام فقط اخلاق محمدیہ ﷺ سے
پھیلا ہے اور اس نے اسے احادیث اور قرآن سے ثابت کیا ہے۔ مصر، افغانستان، ملائیشیا، انڈونیشیا
میں اسلام اخلاق محمدیہ ﷺ سے پھیلایا۔ اہلسنت، حضور اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے راستے
پر چل رہے ہیں یہ ان کا اتباع کرتے ہیں۔ ہم توحید کے بھی قائل ہیں۔ میں ایک مارشل لاء
ایڈمنسٹریٹر سے ملا تو اس نے کہا کہ مولانا! ہم تو جاہل ہیں آپ بتائیں کہ علماء کا ایک گروہ جو ابھی اٹھ
کر گیا ہے مجھے توحید کی بار بار تلقین کر رہا تھا، ان کی توحید کیا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ ابلیسی توحید کے
قائل ہیں۔ ابلیس نے رسالت کا انکار کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہماری کوئی نجات کی صورت ہو سکتی
ہے تو ''اتباع مصطفیٰ ﷺ'' ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ (ملی) یکجہتی کونسل میں سب نے اس پر
سر تسلیم خم کیا۔ اللہ تعالیٰ کی منشاء سے ہر دور میں فتنوں کو ختم کرنے کے لئے لوگ آتے رہے، حضرت
مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں بہت کارنامے سر انجام
دیئے اور اس دور میں علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے تازہ خداؤں کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے۔ علامہ
اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے فرنگی تہذیب کے خلاف شعور دیا تھا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی

اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے ہماری راہبری و رہنمائی کی۔ انگریزوں نے یہاں دو سو سال حکمرانی
کی مگر ہم نے پگڑی، شلوار، قمیض نہ چھوڑی اور اپنی تہذیب کے ساتھ چمٹے رہے۔ میں سمجھتا ہوں
کہ اب بھی آپ کو اسی تعصب اور ملی غیرت کا ثبوت دینا ہوگا اور حکمرانوں کو بتانا ہوگا کہ نبی اکرم
ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی تم زندہ رہ سکتے ہو۔ نبی پاک علیہ التحیہ والثناء نے گندی
تہذیب کو ختم کیا اور گندے و ننگے لباس پر لعنت بھیجی۔ ہمیں اپنے گھروں میں نبی پاک صاحب
لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو فروغ دینا ہوگا۔ زندگی کے ایک ایک لمحے میں حضور
ﷺ کی تابعداری اختیار کرو۔ یہی اہلسنت کا وطیرہ ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر دم تک
مجھے توفیق دے کہ نبی پاک ﷺ کے دین کے لئے جدوجہد کرتا رہوں اور اسی میں میری جان ختم
ہو جائے۔ جزاک اللہ۔''

حضرت مجاہد ملت کا ایمان افروز اور باطل سوز خطاب تو آپ نے پڑھ لیا اور دلوں میں عشق

مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کی شمع بھی روشن کر لی تو لیجئے کونشن کی چند جھلکیاں بھی ملاحصہ فرمالیجئے تاکہ
آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ کے محبوب رہنما حضرت مجاہد ملت کی عقیدت و محبت سنی مسلمانوں کے
دلوں میں کس قدر جاگزین ہے۔

حضرت مجاہد ملت رات دس بج کر پچاس منٹ پر کونشن میں تشریف لائے آدھ گھنٹہ تک
کونشن کی کارروائی تعطل کا شکار رہی اور موچی دروازہ ''مرد حق مرد غازی، خان نیازی، خان
نیازی'' اور ''قوم کی عزت قوم کی شان، نیازی خان نیازی خان'' کے پرجوش نعروں سے گونجتا رہا
اور زبردست تالیاں بجا کر سنی عوام نے اپنے بزرگ رہنما کا فقید المثال استقبال کیا۔ حضرت مجاہد
ملت نے مولانا نورانی کو گلے لگایا جس پر سنی عوام نے بے پناہ جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے
فلک شگاف نعرے لگائے اور ''اتحاد اہلسنت'' پر مسرت و شادمانی کا اظہار کیا۔ مگر افسوس کہ حضرت
مجاہد ملت کی ہر کوشش مولانا نورانی کی ہٹ دھرمی اور روپہلی مصلحتوں کی بھینٹ چڑھ گئی اور
یوں ''اتحاد اہلسنت'' کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ (505)

نورانی میاں کا نیا قبلہ

10 رنومبر 1995ء کو جماعت اسلامی کا ''کل پاکستان اجتماع'' مینار پاکستان لاہور کے
وسیع و عریض سبزہ زار میں ہوا۔ جماعت اسلامی نے دوسری جماعتوں کے رہنماؤں کو بھی دعوت
نامے ارسال کئے مگر مسلم لیگ کے سربراہ میاں نواز شریف کو اپنی مخصوص سیاسی مصلحتوں کی وجہ
سے مدعو نہ کیا۔ حضرت مجاہد ملت نے اس اجتماع میں شرکت سے معذرت کی کہ ہم چونکہ مسلم لیگ
کے اتحادی ہیں لہٰذا مسلم لیگ کے بغیر شرکت نہیں کر سکتے مگر مولانا نورانی نے ہر اصول کو بالائے
طاق رکھ کر اجتماع میں نہ صرف شرکت کی بلکہ ایک عدد تقریر بھی فرمائی (506) لوگ انگشت بدندان
تھے کہ جماعت اسلامی کو ''امریکی ایجنٹ''، ''دہشت گرد'' اور ''مسماۃ جماعت اسلامی'' کے
خطابات و القابات سے نوازنے والا لیڈر آج ''جماعت اسلامی'' کے سٹیج پر خطاب کر رہا ہے۔ کیا
''جماعت اسلامی'' اب درست ہو گئی ہے یا پھر مولانا نورانی نے اپنا قبلہ تبدیل کر لیا ہے؟ قارئین
کرام اس مسئلہ پر غور فرمائیں، شاید کچھ سمجھ میں آسکے۔

یہ لوگ بھی غضب ہیں کہ دل پر یہ اختیار
شب موم کر لیا سحر آہن بنا لیا

قاضی حسین احمد کا غصہ

22 نومبر 1995ء کو ''حزب اختلاف'' کے سینٹرز واک آؤٹ کر کے سینٹ کی لابی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سینٹر اقبال حیدر (پی پی پی) بھی وہاں آ گئے۔ باتوں باتوں میں سینٹر اقبال حیدر نے حضرت مجاہد ملت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ واحد مذہبی لیڈر ہیں، جنہوں نے تحریک پاکستان کی حمایت کی تھی۔'' یہ سن کر قاضی حسین احمد غصے میں آ گئے اور آپے سے باہر ہو کر سینٹر اقبال حیدر سے کہا کہ: ''بکواس بند کرو۔'' مزید کہا کہ ''آپ کو یہ بات یہاں کہنے کی کیا ضرورت ہے۔'' اقبال حیدر نے کہا کہ ''میں تو ایک حقیقت بیان کر رہا ہوں۔'' اسی دوران قاضی حسین احمد اپنی نشست سے اٹھ گئے اور انتہائی غصے کے عالم میں اقبال حیدر کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ''اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے، اسے لے جاؤ۔'' اقبال حیدر بھی کھڑے ہو گئے اور جواب دیا کہ ''میرا دماغ خراب نہیں ہے۔ آپ لوگوں نے پاکستان کی مخالفت کی تھی۔'' اس پر قاضی حسین احمد ہاتھا پائی پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ ''بکواس بند کرو، ہر وقت بک بک کرتے رہتے ہو۔ تمہیں بات کرنے کی تمیز نہیں۔'' اس پر اقبال حیدر نے جواب دیا کہ بدتمیزی میں نہیں آپ کر رہے ہیں۔ وفاقی وزیر قانون پروفیسر این ڈی خاں نے دونوں کو بٹھایا اور قاضی صاحب سے کہا کہ وہ معاملے کو رفع دفع کریں اور ایوان میں چلیں۔ اس طرح قاضی حسین احمد، ہاتھا پائی پر اترتے اترتے رہ گئے۔ (507)

دراصل قاضی حسین احمد یہ حقیقت برداشت نہ کر سکے کہ حضرت مجاہد ملت تحریک پاکستان کے نامور رہنما، قائداعظم کے جانثار ساتھی اور مسلم لیگ کے دیوانے سپاہی تھے۔ انہیں جماعت اسلامی کی پاکستان دشمنی کا نقشہ سامنے دکھائی دیتا نظر آیا تو وہ بجائے خاموشی کے بوکھلا گئے اور وہ مظاہرہ کیا جس کی توقع کسی مذہبی جماعت کے لیڈر سے کرنا ممکن نہیں ہے۔ مشہور صحافی حامد میر نے اپنے کالم ''افکار معاصرین'' میں ''بکواس بند نہیں ہوگی'' کے زیر عنوان قاضی حسین احمد کی جو خبر لی، ملاحظہ ہو:

''جھوٹ، منافقت اور دوغلے پن کے اس دور میں سچ بولنے والے کو بدتمیز سمجھا جاتا ہے اور اگر یہ سچ طاقت کے نشے میں سرشار کسی جابر سلطان یا جابر قاضی کے روبرو کہہ دیا جائے تو وہ کہتا ہے ''بکواس بند کرو'' اگلے روز سینٹر اقبال حیدر کو بھی بکواس بند کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ قصہ کچھ یوں ہے کہ سینٹ کی لابی میں جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد اور جمعیت علماء پاکستان

کے سربراہ مولانا عبدالستار خاں نیازی سمیت متعدد مذہبی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے سینٹر حضرات بیٹھے ہوئے تھے۔ اس اثناء میں پیپلز پارٹی کے سینٹر اقبال حیدر وہاں آ گئے اور گپیں لگانے لگے۔ باتوں باتوں میں سینٹر اقبال حیدر نے مولانا عبدالستار خاں نیازی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہاں موجود یہ واحد مذہبی لیڈر ہیں جنہوں نے قیام پاکستان کی حمایت کی تھی۔ اقبال حیدر کے اس فقرے پر قاضی حسین احمد نے کہا کہ آپ کو یہ بات یہاں کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اقبال حیدر نے جواب میں کہا کہ میں تو ایک حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ اس دوران قاضی حسین احمد غصے میں آ کر اپنی نشست سے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اقبال حیدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے اسے لے جاؤ۔ دوسری طرف اقبال حیدر بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے قاضی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی جماعت نے پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ اس سے قبل کہ قاضی صاحب آگے بڑھ کر اقبال حیدر پر حملہ کرتے درمیان میں وزیر قانون نبی داد خان آ گئے اور انہوں نے قاضی صاحب کو اپنی باہوں میں لے لیا۔ اقبال حیدر کو بھی منظر سے ہٹا دیا گیا اور یوں ''کفر و اسلام'' کے درمیان ہاتھا پائی کا خطرہ ٹل گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قاضی حسین احمد بیٹھے بٹھائے اقبال حیدر کے ایک فقرے پر غصے میں کیوں آ گئے؟ وجہ صاف ظاہر ہے۔

جماعت اسلامی پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ مولانا مودودی نے اس الزام کی کبھی تردید نہ کی تھی لیکن جماعت اسلامی کی موجودہ قیادت اس الزام کی تردید کرتی ہے۔ یاد رہے کہ جمعیت علماء اسلام عوامی نیشنل پارٹی اور خاکسار تحریک کی موجودہ قیادت کے بزرگوں نے بھی قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی لیکن ان جماعتوں کی قیادت نے کبھی یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ان کے بزرگ پاکستان کے خلاف نہیں تھے بلکہ مولانا فضل الرحمٰن اور خان عبدالولی خاں تو آج بھی تحریک پاکستان کے متعلق اپنے بزرگوں کے سیاسی موقف کو اس زمانے کے حالات و واقعات کے پس منظر میں درست قرار دیتے ہیں لیکن جماعت اسلامی کی موجودہ قیادت تحریک پاکستان کے متعلق اپنے پرانے موقف کی تردید کر کے دراصل مولانا مودودی کے ساتھ زیادتی کرتی ہے۔ ہر پڑھا لکھا شخص مولانا مودودی کی علمی حیثیت کا اعتراف کرتا ہے البتہ ان کی سیاست سے اختلاف کرنے والے پہلے بھی موجود تھے اور آج بھی موجود ہیں

لیکن جب جماعت اسلامی اپنے بانی کے نظریات کی تردید پر زور دیتی ہے تو نہ صرف مولانا مودودی کی سیاسی بلکہ علمی ساکھ بھی متاثر ہوتی ہے۔ اقبال حیدر نے جو کہا اسے بکواس قرار دے کر جھٹلایا نہیں جا سکتا کیونکہ مولانا مودودی کی وہ تحریریں تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں جن میں انہوں نے ”قیام پاکستان“ کی مخالفت کی تھی۔

مولانا مودودی نے قیام پاکستان سے قبل ”مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش“ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کتاب میں مولانا مودودی نے تحریک پاکستان اور قائداعظم کی شدید مخالفت کی۔ اس کتاب کے صفحہ 133 پر انہوں نے یہاں تک لکھا کہ ”پاکستان میں جو بھی حکومت ہوگی وہ کافرانہ ہوگی“ یہی وجہ تھی کو مولانا مودودی نے جماعت اسلامی کو 1945ء کے انتخابات سے دور رہنے کا حکم دیا۔ ان انتخابات میں جن صوبوں میں مسلم اکثریت سامنے آتی ان کو پاکستان میں شامل ہونا تھا اور ہر مسلمان کا ووٹ قیمتی تھا لیکن مولانا مودودی نے جماعت اسلامی کے ترجمان اخبار ”کوثر“ کی 28/اکتوبر 1945ء کی اشاعت میں لکھا کہ ہم ووٹ اور الیکشن پر یقین ہی نہیں رکھتے۔ قیام پاکستان سے چند ماہ قبل 18/اپریل 1947ء کو ٹونک میں جماعت اسلامی کا ایک جلسہ ہوا جس میں مولانا مودودی نے کہا کہ اسلام کی لڑائی اور قومی لڑائی ایک ساتھ نہیں لڑی جا سکتی۔ مولانا نے کہا کہ مسلم لیگ اسلام کی نہیں بلکہ قومی لڑائی میں مصروف ہے۔ مولانا سے پوچھا گیا کہ کیا اسلام اور مسلمانوں کی لڑائی بیک وقت نہیں لڑی جا سکتی اور کیا بحیثیت قوم مسلمانوں کی لڑائی اسلام کی لڑائی نہیں ہے تو انہوں نے کوئی خاص جواب نہ دیا۔ جب پنجاب میں مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی کے درمیان کشمکش شروع ہوئی اور برقع پوش مسلمان عورتوں نے مسلم لیگ کی حمایت میں جلوس نکالے تو جماعت اسلامی کے اخبار ”کوثر“ نے لکھا کہ ”صحیح الخیال اور غیرت مند مسلمان اپنی عورتوں کے جلوس دیکھ کر سر شرم سے جھکا لینے پر مجبور ہیں۔“ 17/فروری 1947ء کے ”کوثر“ میں کہا گیا کہ ”مسلم لیگ کے جلسوں کی تقریروں اور نعروں میں ایک شے بھی ایسی نہیں ہے جس کا اسلامی اخلاق و شرافت کے ساتھ کوئی تعلق ہو۔“ ”کوثر“ نے ”پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ“ کے نعرے پر غور کرنے کی زحمت نہ کی جو پاکستان اور اسلام کے درمیان گہرے رشتے کا سب سے بڑا ثبوت تھا۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا مودودی نے کہا کہ نئی ریاست میں انگریزی قانون نافذ ہے لہٰذا مسلمان سرکاری ملازموں کو ریاست کے ساتھ وفاداری کا حلف نہیں اٹھانا چاہئے۔

بعد ازاں مولانا مودودی نے یہ فتویٰ بھی جاری کر دیا کہ پاکستان کی فوج میں بھرتی ہونا بھی غیر اسلامی ہے۔ مولانا مودودی کے اس رویئے پر صحافتی و سیاسی حلقوں نے شدید تنقید کی۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ نے 29/اکتوبر 1948ء کے اداریئے میں لکھا کہ ”افسوس صد افسوس کہ ہندوستان میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حفظ الرحمٰن اور مولانا احمد سعید وہاں کے مسلمانوں کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ حکومت ہند کے ساتھ دل و جان سے تعاون کریں مگر پاکستان میں اسلامی نظام کے داعیوں کا یہ طائفہ مسلمانوں کو یہ مشورہ دے رہا ہے کہ موجودہ حکومت غیر اسلامی اور موجودہ نظام کافرانہ ہے لہٰذا دین میں تحریف کئے بغیر اس سے تعاون ناممکن ہے۔ گویا اگر اس عدم تعاون کے نتیجے میں خدانخواستہ پاکستان ختم ہو جائے تو پھر اسلامی نظام رائج ہو جائے گا۔ جماعت اسلامی ہندوستان میں بھی ہے اور اس کے امیر بھی مودودی صاحب ہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ ان کے سارے فتوے پاکستان کے لئے ہی وقف ہیں؟ بندہ پرور! آپ غدار اور دشمن کے ایجنٹ نہیں ہوں گے مگر خود ہی انصاف فرمائیے کہ غدار اور دشمن کے ایجنٹ پاکستان کو اس سے زیادہ کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

17/اگست 1948ء کے ”کوثر“ میں مولانا مودودی نے لکھا کہ ”اہل پاکستان کے لئے کشمیر کی آزادی کے لئے جدوجہد میں حصہ لینا جائز نہیں ہے کیونکہ بھارت اور پاکستان کے درمیان معاہدانہ تعلقات ہیں لہٰذا حکومت پاکستان کو چاہئے کہ یہ تعلقات ختم کر کے بھارت کے خلاف اعلان جنگ کر دے گا۔“ کاش کہ مولانا مودودی قیام پاکستان سے قبل انگریزوں کی فوج میں مسلمانوں کی بھرتی کو بھی حرام قرار دیتے لیکن انہیں یہ باریک نکات قیام پاکستان کے بعد سوجھے۔ جب ان پر بہت زیادہ تنقید ہوئی تو انہوں نے جہاد کشمیر کے متعلق اپنا فتویٰ واپس لے لیا۔ پھر ووٹ اور الیکشن کے متعلق اور پھر پاکستان کے متعلق اپنے خیالات پر بھی انہوں نے نظر ثانی کر لی۔ لیکن ان میں اتنی جرأت تھی کہ وہ نظر ثانی سے پہلے کے خیالات کی تردید نہیں کرتے تھے۔ قاضی حسین احمد کو بھی مولانا مودودی جیسی جرأت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اگر وہ مولانا مودودی کے نقش قدم پر چلیں گے تو کوئی اقبال حیدر ان کے ساتھ ”بدتمیزی“ نہیں کرے گا۔ بصورت دیگر اس قسم کی ”بکواس“ جاری رہے گی اور کبھی بند نہیں ہوگی۔“(508)

پاکستان کے ممتاز دانشور، ماہر اقبالیات اور نظریہ پاکستان کے عظیم پرستار پروفیسر محمد منور مرزا

نے اغلباً اسی صورت حال کے پیش نظر ہی یہ نظم کہی ہے:

گریزاں ہے مرا زور بیان حرف تمنا سے
مضامیں دل کے روگرداں ہیں کلک انشا سے
مناظر ہیں برہنہ رقص فرما سامنے سب کے
کسی کو کیا گلہ ہو گا بھلا چشم تماشا سے
سبھی گفتار کے غازی، سبھی بہرے، معاذ اللہ
یہی بہتر، لپٹ کر روئیے دامان صحرا سے
شناور ہم دلاور ہیں مگر تن میں تواں کب تک
نیا درپیش ہے دریا، ابھی نکلے ہیں دریا سے
کوئی حامی مساوات و عدالت کا نہ پاؤ گے
فقط غوغائی ہی نکلیں گے شہرستان غوغا سے
جو غافل حق سے ہے دنیا کی خاطر وہ بھی مشرک ہے
ہے مشرک وہ بھی دل خائف ہے جس کا غیر مولا سے
کریں گمراہ، بیان خضر سے جو رہبری چاہئیں
ہیں قاصد موت کے جو زندگی مانگیں مسیحا سے
نگہدار اپنے گلشن کے، شجر ہیں کون سے بن کے
ہوا جاتا ہے کیا کچھ، کیا بتائیں، کس کے ایماء سے
''متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی''
ہیں کتنے بے نیاز اللہ والے خوف عقبیٰ سے!
طریق بت پرستی دین وحدت سے جدا یکسر!!
مزاحم ہر امید اپنی، برہمن کی تمنا سے!
یہ ملا جو وطن کی شان میں کرتا ہے گستاخی
یہ ملا سومناتی ''زمزمی'' بھرتا ہے گنگا سے
کسی دیوانہ دین رسول ﷺ اللہ میں ہمت ہو!!
تو احوال عرض اپنا کچھ کرے سرکار بطحاً سے (509)

اس کے علاوہ مشہور عالم کالم نگار نذیر ناجی نے ''قصہ جماعت اسلامی کا'' کی زیرعنوان تین اقساط میں روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور مورخہ 30,29/نومبر اور یکم دسمبر 1995ء میں ''جماعت اسلامی'' کی سیاست کی خوب قلعی کھولی۔ بخوف طوالت کالم درج نہیں کیے جارہے۔ روزنامہ ''خبریں'' لاہور مورخہ 3/دسمبر 1995ء میں محمد شکور نے اپنے کالم ''بحث ونظر'' میں ''قاضی حسین احمد اور جماعت اسلامی کی حکمت عملی'' کے زیرعنوان قاضی صاحب کی سیاسی پالیسیوں کو ہدف تنقید بنایا۔ معروف صحافی اور اہل قلم اسداللہ غالب نے روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور مورخہ 4/دسمبر 1995ء کو اپنے مستقل کالم ''انداز جہاں'' میں ''مذہبی سیاست کی ناکامی اور مسلم لیگ کی ذمہ داری'' کے عنوان کے تحت ''جماعت اسلامی اور قاضی حسین احمد'' کے فلسفہ سیاست کا بڑی مہارت سے رد کیا۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ 7/دسمبر 1995ء میں نذیر ناجی نے اپنے کالم ''سویرے سویرے'' میں بعنوان ''میں حاضر ہوں'' میں دوبارہ قاضی صاحب کے نظریات کو باطل کیا۔

35 جماعتوں کا اجلاس

4/دسمبر 1995ء کو جمعیت علماء پاکستان کے دفتر 7 سکندر روڈ عقب انٹرنیشنل ہوٹل مال روڈ لاہور میں ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' کا اجلاس حضرت مجاہد ملت کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں ملک بھر کی 35 دینی وسیاسی جماعتوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں ملی یکجہتی کونسل کی تحریک کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے 30/دسمبر کی ملک گیر ہڑتال کو ہر حالت میں کامیاب کرانے کا فیصلہ کیا گیا اور کہا گیا کہ موجودہ حالات میں تمام مذہبی وسیاسی جماعتوں کو متحد ہوکر موجودہ حکمرانوں اور بیرونی قوتوں کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ اجلاس میں شریعت ایکٹ کے عملاً نفاذ کے لئے جدوجہد کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ جن فوجیوں پر بغاوت کا مقدمہ بنایا گیا ہے حکومت کو چاہئے کہ فوری طور پر اوپن ٹرائل کرائے جائیں وگرنہ قوم میں شکوک وشبہات شدت اختیار کر جائیں گے۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ہڑتال کو کامیاب بنانے کے لئے دینی جماعتوں کے سربراہ، سرکردہ شخصیات پر مشتمل کمیٹیاں بنائی جائیں گی جو صوبائی، ضلعی، تحصیل اور حلقہ جاتی سطح پر موثر اقدامات کریں گی۔ مختلف مقررین نے کہا کہ موجودہ حکومت نے ملک کو آئی ایم ایف کے پاس گروی رکھ دیا ہے اور عوام بھوک، غربت، افلاس میں گھرے ہوئے ہیں۔ لہٰذا وقت کی

ضرورت ہے کہ دینی جماعتیں موجودہ حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کریں۔ حضرت مجاہد ملت نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ جب تک ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ نہیں ہوتا تب تک حالات درست نہیں ہو سکتے۔ میجر رشید وڑائچ نے کہا کہ اگر ملک میں شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں تو مولانا عبدالستار خاں نیازی کو مسلم لیگ (ن) کا سربراہ بنایا جائے۔ اجلاس میں جمعیت علماء پاکستان کے صاحبزادہ فضل کریم، انجینئر سلیم اللہ خاں، رانا محمد یعقوب، حاجی غلام سرور خاں نیازی، خاں شیر احمد خاں نیازی، جماعت اسلامی کے لیاقت بلوچ، جمعیت علماء اسلام کے میاں محمد اجمل قادری، صاحبزادہ امجد خاں، جمعیت اہلحدیث کے مولانا معین الدین لکھوی، میاں فضل حق، عارف سلیمان روپڑی، سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، میجر رشید وڑائچ امیر تحریک حزب اللہ پاکستان، صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی امیر تحریک احیائے امت پاکستان، صاحبزادہ فیض القادری امیر مرکزی تنظیم المشائخ پاکستان، سید محمد عثمان نوری چیئرمین نوری فاؤنڈیشن پاکستان، سید نور بہار شاہ (تحریک جعفریہ) سمیت دیگر جماعتوں نے شرکت کی اور ''تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ'' کے تمام فیصلوں کو قبول کرتے ہوئے عمل کی یقین دہانی کرائی۔(510)

سینٹ میں کلمہ حق

26 دسمبر 1995ء کو اسلام آباد میں سینٹ کے اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قوم یتیم ہو گئی ہے اور اس ملک کا کوئی وارث نہیں۔ یہاں کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہیں رہی، چرواہے خود بھیڑیئے بن چکے ہیں، حکومت کا شعور، نکتہ نظر اور ذہن ماؤف ہو چکا ہے۔ ہم اپنے دوستوں سے مسلسل محروم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ملک میں افراتفری بڑھ رہی ہے۔ عوام شدید بیزاری اور اکتاہٹ کی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ مہنگائی زوروں پر ہے، کارخانے بند ہیں اور پیداوار ختم ہو چکی ہے۔ چنانچہ ملی یکجہتی کونسل کی اپیل پر 30 دسمبر کو ملک بھر کے عوام ہڑتال اور پہیہ جام کر کے حکومت سے اپنی بیزاری کا اظہار کریں گے۔ ایوان کے اندر اب مباحثے بے فائدہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ لوگ گلیوں اور سڑکوں پر فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔(511)

مجاہد ملت کے اس پر درد اور باطل سوز خطاب سے ایوان میں سناٹا چھا گیا۔ اہل درد کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، حکومتی ارکان بھی سرد آہیں بھرنے لگے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے

درست فرمایا ہے:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

خواجہ رفیق کا یوم شہادت

28 دسمبر 1995ء کو فلیٹیز ہوٹل لاہور میں ''خواجہ محمد رفیق شہید فاؤنڈیشن'' کے زیر اہتمام خواجہ محمد رفیق شہید کا 23 واں ''یوم شہادت'' منایا گیا۔ مقررین میں مجاہد ملت کے علاوہ میاں نواز شریف صدر مسلم لیگ، الطاف گوہر، چوہدری پرویز الٰہی، خواجہ سعد رفیق وغیرہ شامل تھے جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور معروف ادیب خواجہ افتخار کے ادا کئے۔

مجاہد ملت نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ خواجہ رفیق نے تحریک پاکستان، استحکام پاکستان اور نفاذ شریعت کی جدوجہد میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔ آج ملکی صورت حال بدترین ہے۔ عدلیہ لونڈی بن چکی ہے۔ انتظامی مشینری کو غلام بنایا جا چکا ہے۔ حکمران قوم کو امریکہ کا غلام بنانے میں سرگرم عمل ہیں جو ہمیں بنیاد پرستی کی گالیاں دیتا ہے۔ مجاہد ملت نے بے نظیر کو اسلام کی دشمن قرار دیتے ہوئے کہا کہ صدر فاروق لغاری کو چاہئے کہ گونگا پن چھوڑیں اور فوراً بے نظیر کو ہٹا دیں، تاریخ میں ان کا نام زندہ رہے گا۔(512)

اسلام آباد سے لاہور پہنچنے سے پیشتر گجرات میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے مجاہد ملت نے کہا کہ موجودہ حکومت یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی ہے۔ ملک میں اہم عہدوں پر غیر مسلم تعینات ہیں۔ ہم نے قیام پاکستان کے فوراً بعد اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوششیں تیز کر دی تھیں اور اس جدوجہد کے صلے میں مجھے تختہ دار تک لے جایا گیا مگر میرے صبر و استقامت نے تمام مشکلات کو بہادری سے برداشت کیا۔

وزیر اعظم بے نظیر کے ایک ہاتھ میں تسبیح اور دوسرے میں چھری ہے۔ اس کی حکومت نے علماء کی کردار کشی میں اپنا ثانی نہیں چھوڑا جبکہ ظالم اور جابر حکومت کے خلاف علماء نے ہمیشہ کلمہ حق بلند کیا ہے۔ ملک بھر کے علماء نے امریکہ نواز حکومت کے خلاف اتحاد کر لیا ہے۔(513)

یوم صلاح الدین مدیر ''تکبیر''

یکم جنوری 1996ء کو راولپنڈی پریس کلب میں ''یوم صلاح الدین شہید'' کے سلسلہ میں منعقدہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ صلاح الدین کا شمار مولانا ظفر علی خاں جیسے صحافیوں میں ہوتا ہے۔ وہ راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ شہید نے جماعت اسلامی میں رہتے ہوئے بھی اس پر تنقید کی۔ صحافیوں کے لئے ان کی زندگی ایک نمونہ ہے۔

امن وامان کی صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ امن قائم کرنا حکومت کی پہلی ذمہ داری ہے جو حکومت امن قائم نہیں کرسکتی اسے برسراقتدار رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بھارت کے ساتھ سندھ کی سرحد بند کی جائے، قومی حکومت بنا کر ہی ملک کو بحران سے نکالا جاسکتا ہے۔ کراچی میں امن قائم کرنے کے لئے پوری قوم کو اٹھ کھڑی ہونا چاہئے اور سندھ میں دہشت گردوں کی پناہ گاہیں ختم کی جائیں۔(514)

ڈسکہ میں جمعیت علماء پاکستان کا ضلعی کنونشن

2 رجنوری 1996ء کو ڈسکہ میں جمعیت علماء پاکستان ضلع سیال کوٹ کا کنونشن منعقد ہوا۔ اپنے صدارتی خطاب میں حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ وہ ایسی جمہوریت پر لعنت بھیجتے ہیں جس میں غیر ملکی صیہونی طاقتیں پاکستان میں اسلام کا مذاق اڑانے کی کوشش کررہی ہوں اور موجود حکمران ان کے آلہ کار بن کر پاکستانی قوم کو ذلیل وخوار کررہے ہیں۔ جس قدر ممکن ہوسکے عوام کو بے نظیر حکومت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہئے۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان (نورانی+نیازی) کے دونوں دھڑوں کا عملاً اتحاد ہوچکا ہے۔ مسئلہ کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس کا حل صرف جہاد ہے جو اسلامی حکومت کے قیام کے بعد ہی ممکن ہے کیونکہ بے نظیر حکومت مسئلہ کشمیر کو کشمیریوں کی رائے کے مطابق حل کرانے کی بجائے اپنے امریکی آقاؤں کو خوش کررہی ہے۔ علماء ومشائخ پر زور دیتے ہوئے کہ وہ اپنا فرض پہچانیں اور موجودہ ظالم حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں کیونکہ پاکستانی آئین کی رو سے صرف علماء کرام کو ہی سیاست کرنے کا حق حاصل ہے، آئین میں کہا گیا ہے کہ کوئی بھی قانون یا ضابطہ قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جاسکتا، اس لئے علماء و

مشائخ کا اسمبلیوں میں پہنچنا ضروری ہے۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے مزید کہا کہ ہندوستان سے تجارت کرنا گناہ عظیم ہے۔ حکومت ہندوستان سے سفارتی تعلقات ختم کرلے، کشمیر کے مسلمانوں کی آزادی کے لئے جدوجہد کرے۔(515)

اس کامیاب کنونشن کی رپورٹ ڈسکہ سے ''نوائے وقت'' کے نمائندہ غلام ناصر مغل نے ''ڈسکہ کی ڈائری'' کے زیر عنوان یوں مرتب کی:۔

''سال نو کا دوسرا دن ڈسکہ شہر کے لئے ایک تاریخی اور یادگار دن قرار پایا کیونکہ ڈسکہ کی تاریخ میں پہلی بار یہاں ملک بھر کے نامور علماء دین کا اجتماع ہوا۔ جمعیت علماء پاکستان ضلع سیال کوٹ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے اس علماء کنونشن میں جمعیت کے مرکزی رہنماؤں سے لے کر پنجاب اور ضلع سیال کوٹ کے عہدیداروں اور ہزاروں کی تعداد میں کارکن اور ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد سمیت علماء کرام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اس کنونشن میں شرکت کے لئے کنونشن کے مرکزی منتظم علامہ قاری خالد محمود اور چیف آرگنائزر جمعیت علماء پاکستان ضلع سیال کوٹ چوہدری ذوالفقار احمد کی طرف سے نہایت خوبصورت دعوتی کارڈ ارسال کئے گئے تھے۔ یہ کنونشن ملن ہال میں منعقد ہوا۔ کنونشن کا آغاز صبح 10 بجے کے بعد تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ بعد میں حضور تاجدار کائنات ﷺ کی ذات اقدس پر درود وسلام اور نعت کے گلہائے عقیدت ومحبت نچھاور کئے گئے۔ کنونشن کی اس ابتدائی نشست کی صدارت تحصیل ڈسکہ کے جمعیت کے صدر پیر سید منیر حسین شاہ آف جاملکے چیمہ نے کی اور نقابت کے فرائض قاری خالد محمود نے سرانجام دیئے۔ جنہوں نے شروع ہی میں اس کنونشن کی غرض وغایت سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج ہم اس کنونشن میں ملک کی بگڑی ہوئی حالت اور قوم کو درپیش مسائل کے اسباب کا جائزہ لینے اور عالم اسلام پر طاغوتی حملوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے مشترکہ سوچ بچار کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ نیز ہم اپنے اندر پائی جانے والی بے اتفاقی کا جائزہ بھی لیں گے۔ اس کے بعد ضلع بھر سے آئے ہوئے نمائندہ علماء کرام، سیاسی، سماجی اور طالب علم رہنماؤں کی تقریروں کا سلسلہ شروع

ہوا۔ جس میں سب سے پہلے مولانا نعمت اللہ نے اپنے خطاب میں بدعات سے بچنے پر زور دیا اور نوجوانوں کو اعلیٰ کردار و اعمال پیدا کرنے کی تلقین کی۔ گوجرہ کے سید فضل حسین شاہ نے علماء اہلسنت پر زور دیا کہ وہ دور دراز علاقوں میں جا کر دین کی تعلیمات کو عام کریں کیونکہ مخالفین سادہ لوح عوام کی طرف زیادہ گرم جوشی سے اپنے اپنے مسالک کی ترویج کے لئے مصروف عمل ہیں۔

پیر سید منیر حسین شاہ صدر جمعیت علماء پاکستان تحصیل ڈسکہ نے اپنے خطاب میں موجودہ سیاست اور دورِ فاروقی کی سیاست کا موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک وہ وقت تھا جب حکمرانوں کے دلوں میں رعایا کا درد تھا، اب وہ دور ہے کہ موجودہ حکمرانوں کی ساری سیاست کمیشن وصول کرنے کے درد میں مبتلا ہے۔ عوام لٹ رہے ہیں، مر رہے ہیں، لاقانونیت ہے، بدامنی ہے، عریانی و فحاشی ہے، ظلم ہے ناانصافی ہے مگر کوئی پوچھنے والا نہیں۔ پیر منیر شاہ نے کہا کہ عالم دین ہزاروں مسئلے جاننے کے باوجود عورت کو پردہ نہیں کروا سکتا جب تک کہ وہ صاحب اقتدار نہ ہو۔ انہوں نے اس کی خوبصورت مثال پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر کسی کالج کی پرنسپل یہ حکم صادر فرما دے کہ کوئی لڑکی کالج میں ننگے سر داخل نہیں ہو سکتی تو ہر کوئی سر ڈھانپ کر کالج آئے گی۔

پیر منیر حسن شاہ کا خطاب جاری تھا کہ اس کنونشن کے صدر اور جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر سینیٹر مولانا عبدالستار خان نیازی ہال میں داخل ہوئے اور پورا ہال استقبالیہ نعروں سے گونج اٹھا، ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں اور انہیں کرسی صدارت تک پہنچایا گیا۔ اسی اثناء میں شیخ الحدیث حافظ محمد عالم سیالکوٹی سٹیج پر آئے اور کہا کہ اس وقت ہماری دگرگوں حالت خود ہماری اپنی پیدا کردہ ہے۔ انہوں نے جمعیت کے دونوں دھڑوں میں فوری طور پر اتفاق اور اتحاد پر زور دیا۔

تحصیل پسرور کے صدر علامہ عقیل احمد ظہیر نے اس موقع پر کہا کہ ایک وقت وہ تھا جب ہمارے اکابرین کی قیادت میں مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے پاکستان بنانے کی کامیاب جدوجہد کی تھی اور اب ہماری بداعمالیوں اور کوتاہیوں سے

وہ وقت آن پہنچا ہے کہ ہمیں پاکستان کو بچانے کی جنگ کرنا پڑ رہی ہے۔

سابق ممبر قومی اسمبلی صاحبزادہ پروفیسر محمد احمد آف ہیبت پور شریف نے کہا کہ وطن عزیز کو اس وقت اندرونی اور بیرونی خطرات نے گھیرا ہوا ہے۔ مغربی ثقافتی یلغار ہمیں مذہبی بے حسی اور بے چینی کی طرف لے جا رہی ہے۔

محمود احمد مرتضائی نے بڑی جذباتی تقریر کی اور کہا کہ ہم 1947ء کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے ملک کو بچانے اور نفاذ اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔

صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ سیکرٹری اطلاعات صوبہ پنجاب نے جمعیت کے دونوں دھڑوں میں پائی جانے والی کشیدگی اور اتحاد کے سلسلہ میں ہونے والی پیش رفت سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ انہوں نے قرارداد پیش کی کہ اس سال نیو ایئر نائٹ شو میں ہونے والی بے حیائی کو زور بازو سے روکنے پر ''انجمن طلباء اسلام'' کے سینکڑوں کارکنوں کو گرفتار کر کے بے بنیاد مقدمات میں ملوث کر دیا گیا ہے۔ انہیں فوری طور پر رہا کیا جائے اور مقدمات واپس لئے جائیں۔ اس قرارداد کی جملہ حاضرین نے بھرپور تائید کی۔

صوبہ پنجاب جمعیت کے سیکرٹری جنرل انجینئر سلیم اللہ خان، صدر قاری عبدالحمید قادری اور مقامی ایم این اے صاحبزادہ سید افتخار الحسن آف آلومہار شریف نے بھی اس موقع پر خطاب کیا اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کی دینی، سیاسی، ملکی اور ملی خدمات پر انہیں شاندار انداز اور الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ موجودہ فاسد اور غدار حکومت سے بہت جلد نجات حاصل ہونے والی ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل حاجی محمد حنیف طیب نے کہا کہ اب موجودہ حالات سے یہ بات عیاں ہے کہ پاکستان اور پیپلز پارٹی دونوں ایک ساتھ نہیں چل سکتے کیونکہ موجودہ حکومت کراچی کے مسئلہ پر قطعی طور پر ناکام ہو چکی ہے اور بے بنیاد پروپیگنڈہ پھیلا کر ملک میں افراتفری کی فضا پیدا کر کے اپنی حکومت کی مضبوطی کے خواب دیکھ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کراچی میں بھارت کی ایجنسی

''را'' دہشت گردی میں ملوث ہے۔ حکومت ان کو پکڑنے کی بجائے بھارت کے ساتھ تجارت کوفروغ دینے کی سوچ رہی ہے۔

صاحبزادہ حاجی فضل کریم نے ''علماء کنونشن'' سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی تشخص کا مذاق اڑانے والی حکومت کے دن گنے جا چکے ہیں۔ انہوں نے کہ کہ بے نظیر اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ علماء کرام سیاست چھوڑ دیں گے بلکہ وہ یاد رکھیں کہ بھٹو حکومت کو بھی انہی علماء کرام نے تہہ و بالا کیا تھا اور اب ہم نے موجودہ غدار اور اسلام دشمن حکومت کے خلاف بھی علم بغاوت بلند کر دیا ہے، نہ ہم تمہیں مانتے ہیں اور نہ تمہاری حکومت کو مانتے ہیں۔

صاحب صدر سینٹر مولانا محمد عبدالستار نیازی کے خطاب سے قبل کنونشن کے روح رواں چوہدری ذوالفقار احمد آف مندرانوالہ نے ضلع سیال کوٹ کے تمام کارکنان جمعیت اور کنونشن کو کامیاب بنانے والے اصحاب کا شکریہ ادا کیا اور قائدین جمعیت سمیت کنونشن میں شریک علماء کا بھی انہوں نے تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

حضرت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ اس وقت عالم اسلام پر کفر کا حملہ ہے جو نہیں چاہتا کہ دین اسلام پھلے اور پھولے۔ انہوں نے کہا کہ اہل کلیسا کی یہ سکیم ہے کہ سبز پگڑی والوں کو کچل دو یہ ہم سے ہمارا اقتدار چھین لیں گے۔ مولانا نیازی نے کہا کہ اس وقت ملک میں دوہرے کردار کے افراد اقتدار پر قابض ہیں جو امریکی آقاؤں اور فرنگی کے پیروکار ہیں اور ملک میں جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ جس جمہوریت میں قوم کا استحصال ہو، خود غرض ہو، کتاب وسنت سے بغاوت ہو ہم ایسی جمہوریت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میری قوم سوئی ہوئی ہے اس کو جگانے کی ضرورت ہے۔ ملک میں نوکریاں لاکھوں اور کروڑوں میں بک رہی ہیں مگر کوئی پوچھنے والا نہیں۔ مولانا نیازی نے کہا کہ آزادی کشمیر کا واحد حل جہاد ہے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ جمعیت کے دونوں دھڑوں میں اتحاد کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ اتحاد کا اصولی فیصلہ ہو چکا ہے۔ چند ضروری امور طے ہونا باقی ہیں۔ جونہی وہ طے ہوں

گے قوم دیکھے گی کہ ایک بار پھر نئے جوش وجذبہ اور عزم کے ساتھ جمعیت ایک ہی پلیٹ فارم سے دوبارہ ایک قوت بن کر ابھرے گی اور سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر کے سوئے منزل رواں دواں ہوگی۔

آخر میں مولانا عبدالستار خان نیازی نے ضلع سیال کوٹ جمعیت کے عہدیداروں اور کارکنوں کو کنونشن کے شاندار انتظامات اور بہترین استقبال کرنے پر دلی مبارکباد دی اور جمعیت کے لئے کامیابی وکامرانی اور ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے خصوصی دعا کی۔'' (516)

سرگودھا میں صحافیوں سے بات چیت

3 رجنوری 1996ء کو سرگودھا میں اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ جو حکومت آئین پاکستان کی خلاف ورزی کرے اس کو ایک پائی بھی ادا کرنا غیر آئینی اور غیر شرعی ہے۔ صدر فاروق لغاری، وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کا گماشتہ بننے کی بجائے اپنی آئینی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے غیر جمہوری اقدار کو فروغ دینے والی موجودہ حکومت کو فی الفور ختم کر کے آئین کا تقدس بحال کرے۔ موجودہ حکومت کتاب وسنت کے منافی قانون سازی میں مصروف ہے۔ مہنگائی، بے حیائی کا پرچار کر کے اسلامی شعار کا کھلم کھلا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ ملازمتوں کی لوٹ سیل لگا رکھی ہے۔ پوری قوم کو بھوک وافلاس کا شکار بنا رکھا ہے مگر وزیروں اور مشیروں کی فوج ظفر موج کے معاوضے اور وظائف میں اضافے کر رہی ہے۔

مجاہد ملت نے حکومت پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ملازمتوں کے کوٹہ اور کرپشن کو رواج دینے کے علاوہ دینی مدارس کے ناظمین اور علماء کے حق پر ڈاکہ ڈالتے ہوئے زکوٰۃ کونسلوں میں بھی اپنے آدمی تعینات کر دیئے ہیں۔ بھارت سے تجارتی تعلقات بحال کرنے کی سخت مخالفت کرتے ہوئے مجاہد ملت نے کہا کہ ہم بھارت کے ساتھ عملاً جنگ میں مصروف ہیں اور اس ملک سے تجارت قائم کرنا جس کے چھ لاکھ سے زائد فوجی ہزاروں کشمیریوں کو شہید کر چکے ہوں اور خواتین سے اجتماعی زیادتی کا ارتکاب اس لئے کر رہے ہوں کہ کشمیری پاکستان کے ساتھ الحاق چاہتے ہیں، سراسر زیادتی اور قوم سے غداری ہے۔ (517)

سینٹ سے خطاب

3 رجنوری 1996ء کو ہی اسلام آباد میں سینٹ کے رواں اجلاس کے آخری روز مجاہد ملت نے کشمیر کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حکومت کو اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی جواب طلبی کرنی چاہیئے وہ جہاں عراق کو اپنی قراردادوں کے مطابق تباہ کرا دیتی ہے وہاں وہ مسئلہ کشمیر پر اپنی ہی منظور کردہ قراردادوں پر عمل کیوں نہیں کراتی۔ ان سے پوچھا جانا چاہیئے کہ ظالمو! کشمیریوں کو ان کا حق کیوں نہیں دلواتے۔(518)

ساہیوال میں کارکنوں سے خطاب

5 رجنوری 1996ء کو حضرت مجاہد ملت نے مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ کی دعوت پر جامعہ فریدیہ ساہیوال کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت کے موقعہ پر خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد کر کے اسناد تقسیم کرنا تھیں لیکن راستے میں گاڑی خراب ہو جانے کی وجہ سے بروقت نہ پہنچ سکے پھر بعد نماز جمعہ ایک گھنٹہ تک خطاب فرمایا۔

بعد ازاں شیخ محمد اصغر (ف 2001ء) ضلعی صدر جمعیت علماء پاکستان (نیازی گروپ) کی رہائش گاہ پر کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ بے نظیر حکومت چلانے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے اس لئے فوری طور پر قومی حکومت تشکیل دی جائے۔ کراچی میں امن وامان قائم رکھنے کے لئے نوجوانوں پر مشتمل امن کمیٹیاں قائم کی جائیں اور سرحدوں کو فوری طور پر بند کیا جائے۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ مجھے لیبیا کے سربراہ کرنل قذافی نے کہا تھا کہ بے نظیر کو وزیراعظم بننے کے لئے ووٹ دے دو اور ملک کے صدر بن جاؤ۔ لیکن میں نے کہا کہ میں بے نظیر کو ووٹ نہیں دے سکتا۔ فرمایا کہ "سندھودیش" کا نعرہ لگانے والے ملک کے ہمدرد نہیں کیونکہ اس قسم کے نعرے تخریب کاری کے زمرے میں آتے ہیں جو ملک کے استحکام کے لئے خطرناک ہیں۔ اس وقت ملک میں غیر ممالک سے تخریب کار گھس آئے ہیں، ان کے خلاف سخت اقدام کی ضرورت ہے۔

اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے آپ نے ارشاد کیا کہ ایم کیو ایم کے سربراہ الطاف حسین نے لندن میں ہم سے ملاقات کے لئے اپنا نمائندہ بھیجا تو ہم نے ملاقات سے انکار کر دیا تھا

اور اسے ہدایت کی تھی کہ وہ مہاجرین کے نام پر سیاست کرنے کی بجائے پاکستان کا محب وطن شہری بن کر آئیں اور مقدمات کا سامنا کریں۔ کراچی کے مسئلہ پر ہماری تجویز یہ ہے کہ بے نظیر بھٹو کی حکومت ناکام ہو چکی ہے اس لئے قومی حکومت بنائی جائے، جس میں تمام جماعتیں شامل کی جائیں اور کراچی کے شہریوں کو ملک دشمنوں کے خلاف متحد کیا جائے۔ سندھودیش کی حامی تنظیموں کی نگرانی کی جائے اور تمام غیر ملکیوں کو نکال دیا جائے۔(519)

حلالہ کے خلاف فیصلہ پر تنقید

سندھ ہائی کورٹ کے جسٹس شفیع محمدی نے حلالہ کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے کہا کہ حلالہ عریانی کے فروغ کا ذریعہ ہے۔ حضرت مجاہد ملت نے ان ریمارکس پر شدید احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ فاضل جج کی طرف سے حلالہ کو عریانی کے فروغ کا ذریعہ قرار دینا سراسر غلط اور گمراہ کن ہے۔ حلالہ کے متعلق قرآن شریف میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم اس سے متصادم کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ جسٹس شفیع محمدی مبینہ طور پر آئین کے آرٹیکل 227 کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں اس لئے ان کے خلاف بغاوت کا مقدمہ درج کیا جائے۔(520)

تحریک تحفظ ناموس رسالت کا اجلاس

7 رجنوری 1996ء کو "تحریک تحفظ ناموس رسالت" کی ایکشن کمیٹی کا اجلاس لاہور میں حضرت مجاہد ملت کی صدارت میں انعقاد پذیر ہوا۔ جس میں رمضان المبارک کے فوراً بعد نفاذ شریعت کے لئے تحریک چلانے کا فیصلہ کیا گیا جس میں ہر قسم کے سرکاری بلوں، ٹیکسوں اور دیگر حکومتی واجبات کی عدم ادائیگی، سودی بنکوں سے رقوم نکلوانے، بھارتی اور امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ اور قومی اثاثوں کی غیر ملکی کمپنیوں کو فروخت کی مزاحمت کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔ اجلاس کے بعد حضرت مجاہد ملت نے پریس کانفرنس میں اجلاس کے فیصلوں کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ حکومت (بے نظیر حکومت) کو اپنی داخلی و خارجی سیکولر پالیسیوں اور فسطائی اقدامات کی بناء پر مزید برسراقتدار رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ایسی حکومت کے خلاف شرعاً خروج لازم ہے تاکہ ملک میں ایسی حکومت کی راہ ہموار ہو جو یہاں نظام شریعت نافذ کرے۔

اجلاس تحریک کے سیکرٹری جنرل سلیم اللہ خاں، قاری عبدالحمید، سید عارف حسین شاہ بخاری ایم پی اے، صاحبزادہ نورالمصطفیٰ قادری، صاحبزادہ محمد صفدر شاہ، مولانا عبدالخالق صدیقی، میاں

مسعود احمد (جمعیت علماء پاکستان)، میاں فضل حق، میاں محمد جمیل (اہلحدیث) مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، حافظ حسین احمد اعوان (دیوبندی)، سید نوبہار شاہ (اہل تشیع) کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی شرکت کی۔(521)

میانوالی میں پریس کانفرنس

9رجنوری 1996ء کو میانوالی میں عبدالقدوس خانزادے خیل کی رہائش گاہ پر صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے مجاہد ملت نے کہا کہ گزشتہ انتخابات میں مذہبی قوتوں کا بیڑا غرق کرنے میں قاضی حسین احمد نے اہم کردار ادا کیا اور انتشار کا باعث بن کر لادینی قوتوں کو فائدہ پہنچایا۔ سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ''تحفظ ناموس رسالت'' کے قانون کی عیسائیوں کے سر پر لٹکتی تلوار کہنے والے معراج خالد میں اگر جرأت ہے تو اس شق کو ختم کرنے کی کوشش کر کے دیکھ لیں۔ اگر کوئی آٹھویں ترمیم میں سے صدر کے اختیارات کم کرنا چاہے تو ٹھیک ہے مگر اس ترمیم کی اسلامی دفعات میں ردوبدل کی کوشش کرنے والوں کے ہاتھ کاٹنا پڑے تو بھی ہم گریز نہیں کریں گے۔

شہریوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ حکومت وقت کی ذمہ داری ہوتی ہے مگر کراچی میں بالخصوص اور ملک بھر میں بالعموم حکومت یہ ذمہ داری نبھانے میں ناکام ہو چکی ہے۔ اب یہ صدر کا فرض ہے کہ وہ اس حکومت سے کہیں کہ آپ تشریف لے جائیں۔ ہم نواز شریف اور الطاف حسین کی طویل ملاقاتوں کے حق میں نہیں۔ الطاف جرأت سے کام لے کر پاکستان میں مقدمات کا سامنا کریں۔ کشمیر میں ہزاروں مسلمانوں کے قتل اور ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی آبروریزی کی ذمہ دار بھارتی حکومت ہے۔ خدا ایسے لوگوں سے جہاد کا حکم دیتا ہے مگر موجودہ حکومت ان سے تجارتی روابط بڑھا رہی ہے جو قوانین خداوندی سے بغاوت ہے۔(522)

امریکہ بزرگ شیطان ہے

10رجنوری 1996ء کو سرگودھا کا دورہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ پاکستان کے معاملات میں امریکہ کی کھلم کھلا مداخلت پوری قوم کے لئے چیلنج اور لمحہ فکریہ ہے۔ موجودہ نسوانی حکومت امریکی اشارے پر پوری قوم کو تباہی کے کنارے پر پہنچا رہی ہے۔ امریکی سفیر،

وائسرائے کی طرح ہمارے حکمرانوں کو ڈکٹیشن دے رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکمران زیادہ عرصہ برسر اقتدار رہے تو ملک کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی۔ امریکہ بزرگ شیطان ہے جو اپنے مکروہ عمل کے ذریعے عالم اسلام کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔(523)

ابدالی اور غوری میزائل بنائے جائیں

30رجنوری 1996ء کو مجاہد ملت نے راولپنڈی میں ایک بیان میں کہا کہ ہمیں بھارت کی دھمکیوں اور خطرات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے اور پرتھوی اور اگنی میزائلوں کے مقابلے میں ابدالی اور غوری میزائل تیار کر کے اپنی سرحد پر نصب کرنے چاہئیں اور پوری قوم کو جہاد کی تربیت دینی چاہئے۔ پاکستانی حکمران بھارت کے مقابلے میں نہ تو قوم کو تیار کر رہے ہیں نہ ہی بھارتی عزائم کا پوری قوت سے جواب دے رہے ہیں۔ ہمیں اپنے اسلاف کی تاریخ کو دہراتے ہوئے کفر کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔(524)

اقلیتوں کے دوہرے حق ووٹ پر گرفت

یکم رمارچ 1996ء کو مرکزی جامع مسجد طارق آباد لال کڑتی راولپنڈی میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے کہا کہ ''دوقومی نظریہ'' سے انحراف سے مشرقی پاکستان الگ ہوا اور اب پیپلز پارٹی کی حکومت اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کا حق دے کر نظریہ پاکستان کو داؤ پر لگا رہی ہے۔ قائداعظم نے متحدہ قومیت کے تصور کو مسترد کر کے جداگانہ انتخابات کا تصور پیش کیا۔ نہ صرف پاکستان بلکہ روئے زمین پر نبی پاک ﷺ کے غلام ایک الگ قوم ہیں اور حضور ﷺ کے منکر ایک الگ قوم۔ تاہم اسلام روئے زمین پر اقلیتوں کو سب سے زیادہ حقوق دیتا ہے۔(525)

ایوانِ وقت راولپنڈی میں اظہار خیال

5رمارچ 1996ء کو ''ایوانِ وقت راولپنڈی'' میں اظہار خیال کرتے ہوئے مجاہد ملت نے کہا کہ موجودہ حکومت (بے نظیر حکومت) کا ایک ایک لمحہ ملک بھر پر بھاری ہے۔ اس سے جتنی جلدی نجات حاصل کر لی جائے ملک کے لئے اتنا ہی بہتر ہے۔ اس کے خاتمہ کے لئے تحریک چلانا وقت کی ضرورت ہے۔ انتخابی اصلاحات کے نام پر ایک نیا فتنہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ جداگانہ

انتخابات کو ختم کرنے کی کوشش پاکستان کی نظریاتی اساس پر ایک حملہ ہے میں پارلیمنٹ کی کارکردگی سے مایوس ہوں۔حکومت نے ریاست کے اس اہم ادارے کو غیر مؤثر بنا دیا ہے۔امن وامان کی صورت حال خراب ہوگئی ہے۔ ملک کے بعض حصوں میں خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ موجودہ حالات میں صدر اپنا آئینی کردار ادا نہیں کر رہے ہیں بلکہ صدر مملکت وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کی حکومت بچانے کے لئے ڈھال بنے ہوئے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں آپ نے کہا کہ میں نے اپنی زندگی اعلیٰ مقاصد کے لئے وقف کی تھی ان میں سے بیشتر حاصل ہوگئے ہیں۔ آئین میں کتاب وسنت کی بالادستی کو تسلیم کر لیا گیا۔ختم نبوت کو آئینی تحفظ دیا گیا ہے۔شریعت ایکٹ کا نفاذ ہوا،تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لئے ماحول بنایا گیا۔ یہی کچھ میری جدوجہد کا حاصل ہے۔ اس لئے ہم نے اپنی زندگی کی تمام آسائشوں کو قربان کر دیا۔

ایک اور سوال کے جواب میں کہا کہ جمعیت علماء پاکستان کے دونوں گروپوں کے اتحاد کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنوں گا۔ میں کسی عہدے کے لئے اصرار نہیں کروں گا۔موچی دروازہ لاہور میں ہم نے جو اعلان کیا تھا اس پر قائم ہیں۔ اتحاد کے لئے کمیٹیوں کے اجلاس جاری ہیں۔ایک دوسرے سوال کے جواب میں کہا کہ جب ''تحریک ختم نبوت'' 1953ء کے سلسلہ میں مارشل کورٹ نے مجھے موت کی سزا دی تو میں نے دوستوں کے مشورے کے باوجود سزائے موت منسوخ کرنے کی اپیل پر دستخط کرنے سے انکار کیا اور اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا۔

آپ کی توجہ قادیانی فرقے کے پیشوا مرزا طاہر کے اس بیان کی طرف مبذول کرائی گئی جس میں اس نے دعویٰ کیا کہ قادیانیوں نے فوجی بغاوت کو ناکام بنا دیا ہے تو انہوں نے کہا کہ مرزا بکواس کرتا ہے وہ حکومت کو گمراہ کر رہا ہے وہ اسلامی ذہن رکھنے والے فوج کے افسروں کے خلاف گمراہ کن پروپیگنڈہ کر رہا ہے۔

آپ نے انکشاف کیا کہ 1942-41ء میں مولانا محمد ابراہیم علی چشتی، میاں محمد شفیع (م ش)،حکیم محمد انور بابری اور میں نے اس وقت تک شادی نہ کرنے کا عہد کیا تھا جب تک ملک میں اسلامی نظام نافذ نہیں ہو جاتا لیکن ابراہیم علی چشتی اور میں نے ہی اس عہد کا پاس کیا۔حمید نظامی، م ش، حکیم انور بابری، ابراہیم علی چشتی اور ہم نے مل کر تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔1936ء کی

بات ہے جب تحریک پاکستان کے مخالف طلباء نے قائداعظمؒ کا مؤاخذہ کرنے کے لئے بریڈلاء ہال لاہور میں جلسہ منعقد کیا تو حمید نظامی، عبدالسلام خورشید، م ش، جسٹس انوار الحق، ابراہیم علی چشتی کو اکٹھے کیا اور ہم سب نے اس جلسہ کی مخالفت کا فیصلہ کیا۔ جب قائداعظمؒ کے خلاف بات ہوئی تو میں سٹیج پر چڑھ گیا اور کہا کہ جو شخص قائداعظمؒ کے خلاف بات کرے گا میں اسے ماردوں گا۔ پھر یہ یکطرفہ مؤاخذہ مباحثہ میں تبدیل ہوگیا۔ہم سب علامہ اقبالؒ کے پاس آئے تو انہوں نے مخصوص پنجابی میں کہا: '' کی گل اے منڈیو کیوں آئے او۔'' ہم نے انہیں بتایا کہ آپ کی رہنمائی حاصل کرنے آئے ہیں۔ہم نے ان کے مشورہ کے بعد'' پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' بنائی۔ حمید نظامی، انوار الحق، م ش اس کے روح رواں تھے۔نسیم حجازی 1938ء میں اسلامیہ کالج آئے۔ میں نسیم حجازی اور حمید نظامی مختلف عمارات میں اکٹھے رہے۔ امیر علی بلڈنگ پھر وطن اسلامیہ ہائی سکول بلڈنگ میں رہے۔ جو تحریک پاکستان کے حوالے سے ہماری سرگرمیوں کا مرکز تھی۔عرف عام میں '' پاکستان ہاؤس'' یعنی باغیوں کا مرکز کہا جاتا تھا۔

میں 1939ء میں '' مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کا صدر منتخب ہوا۔ ایک بار خان عبدالقیوم خاں نے آل پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن تقسیم ہند کی مخالف تنظیم بنائی۔ جب اس کے جلسہ میں پاکستان کے خلاف بات ہوئی تو طلباء مشتعل ہوگئے۔ آپس میں تصادم کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ حمید نظامی نے اس سارے جلسے کی کارروائی پمفلٹ کی صورت میں شائع کر دی۔

1941ء میں '' قائداعظم ہاؤس دہلی'' جا کر انہیں اسلامیہ کالج گراؤنڈ کے جلسہ میں شرکت پر آمادہ کیا۔ جب اس وقت کے پنجاب کے وزیراعظم سردار سکندر حیات نے قیام پاکستان کے خلاف تقریر کی تو میں نے اس کی مذمت کی اور چیلنج کیا کہ تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو۔ قائداعظمؒ کے مقابلے میں تمہاری دو ٹکے کی حیثیت ہے۔ جب دوسری جنگ عظیم کے سلسلے میں '' وار کونسل'' بنائی گئی تو قائداعظم نے اس سے غیر مشروط طور پر تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ جب اس میں سکندر حیات (وزیراعظم پنجاب) مولوی فضل الحق (وزیراعظم بنگال) اور دیگر ارکان شامل کئے گئے تو ہم نے اس کی مخالفت کی اور جلسے جلوس کئے اور قائداعظمؒ کو متوجہ کیا۔

تحریک پاکستان میں حمید نظامی اور نسیم حجازی نے نظریہ پاکستان کے تحفظ اور استحکام پاکستان کے لئے جدوجہد کی۔قرارداد پاکستان منظور کرانے کے لئے حمید نظامی کی قابل قدر خدمات ہیں۔

حمید نظامی نے نسیم حجازی کو مشورہ دیا کہ وہ اسلامی اقدارِ حیات، تہذیب و تمدن و معاشرت کو اپنی تحریروں میں اجاگر کریں۔ اس طرح مسلمانوں کو دورِ زوال سے اٹھا کر جدوجہد کا سامان پیدا کیا۔ انہوں نے ناول نگاری میں خصوصی امتیاز حاصل کیا۔ ''آخری چٹان'' میں جس طرح جدوجہد کا جرأت سے تذکرہ کیا۔ یہ ان ہی کی صلاحیتوں کا مظہر ہے۔ ان سے زندگی بھر رابطہ رہا۔ مرحوم ''کوہستان'' کے ایڈیٹر تھے۔ ان سے بڑے دوستانہ تعلقات رہے۔ اب میری زندگی کی آخری خواہش ہے کہ پاکستان میں خلافت راشدہ کا نظام نافذ ہو۔(526)

تحفظ نظریہ پاکستان کنونشن

10 / مارچ کو جمعیت علماء پاکستان (نیازی) صوبہ پنجاب کے زیر اہتمام جمعیت کے مرکزی دفتر 7۔ سکندر روڈ عقب انٹرنیشنل ہوٹل لاہور میں ''تحفظ نظریہ پاکستان کانفرنس'' انعقاد پذیر ہوئی جس کی صدارت صوبائی صدر قاری عبدالحمید قادری نے کی۔ اس عظیم الشان کانفرنس سے جمعیت کے رہنماؤں صاحبزادہ فضل کریم سینئر مرکزی نائب صدر، حاجی محمد حنیف طیب سیکرٹری جنرل، صاحبزادہ سلطان ریاض الحسن قادری چیف آرگنائزر، مرکزی جائنٹ سیکرٹری خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ صوبائی سیکرٹری انجینئر سلیم اللہ خان، قاضی اسلم علی اوکاڑوی، مولانا عبدالعزیز چشتی، سید عارف حسین بخاری ایم پی اے، الحاج میاں مسعود احمد، صاحبزادہ امین الحسنات شاہ، جمعیت اہل حدیث کے رہنما حاجی عبدالرزاق ایم پی اے اور مسلم لیگ کے چوہدری پرویز الٰہی اور نیشنل عوامی پارٹی کے صدر سردار قیصر علی خاں نے خطاب کیا۔

چوہدری پرویز الٰہی نے اپنی تقریر میں حضرت مجاہد ملت کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ مسلم لیگ اور جمعیت علماء پاکستان کا تعلق بہت قدیم ہے، اس رشتے کا آغاز تحریک پاکستان سے ہوا اور قیام پاکستان کے بعد بھی یہاں ''تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ'' سمیت متعدد تحریکوں میں یہ دونوں جماعتیں شانہ بشانہ رہیں۔ یہ بات ہمارے لئے باعث فخر ہے کہ مولانا عبدالستار خان نیازی ''مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کے بانیوں میں شامل تھے۔(527)

سینٹ میں حق گوئی

10 / مارچ 1996ء کو سینٹ کے اجلاس میں مجاہد ملت نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

حکومتی ارکان لوک ورثے اور ثقافت کی آڑ میں عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ہمیں قرآن و سنت کی پابندی کرنی چاہئے بلکہ ملکی آئین میں بھی یہ بات درج ہے کہ اس ملک کے مسلمان شہریوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر قرآن و سنت کا پابند بنایا جائے۔ رقص و سرود، بے پردگی اور عریانی و فحاشی دور جاہلیت کی نشانیاں ہیں جنہیں نبی اکرم ﷺ نے ختم کیا۔ جس ثقافت کی بات حکومتی ارکان کرتے ہیں۔ ہم اسے مسترد کرتے ہیں۔(528)

چیچنیا میں روسی مظالم پر احتجاج

18 / اپریل کو موتمر عالم اسلامی اسلام آباد کی لائبریری میں راولپنڈی اور اسلام آباد کے علماء کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اقوام متحدہ، سلامتی کونسل اور یورپی ممالک چیچنیا میں روسی افواج کی طرف سے مسلمانوں کے قتل و غارت پر خاموش تماشائی کیوں بنی ہوئی ہیں اگر یہی مظالم کسی عیسائی ملک میں ہوتے تو یہ سب اٹھ کھڑے ہوتے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ او آئی سی کو چیچنیا میں روسی مظالم پر احتجاج کرنا چاہئے۔ پاکستان کی تمام سیاسی اور دینی جماعتوں اور علماء کو بھی چیچن مسلمانوں کے حق میں صدائے احتجاج بلند کرنی چاہئے۔(529)

نظام مصطفیٰ ﷺ کنونشن

25 / مئی کو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر لاہور میں ''نظام مصطفیٰ ﷺ کنونشن'' منعقد ہوا جس کی صدارت حضرت مجاہد ملت نے فرمائی۔ اس کنونشن میں ملک بھر سے علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی اور ہزاروں کی تعداد میں عوام اہلسنت اور جمعیت علماء پاکستان کے کارکنوں نے شرکت کی۔ اس کنونشن میں قائد حزب اختلاف میاں نواز شریف نے بھی شرکت کی اور خطاب بھی کیا۔ کنونشن میں اس امر کا اظہار کیا گیا کہ موجودہ حکومت تمام داخلی و خارجی اور زندگی کے تمام شعبوں میں ناکامی کے باوجود کرسی چھوڑنے کو تیار نہیں ہے لہٰذا اس حکومت سے نجات کے لئے منظم جدوجہد کا فوری آغاز کیا جائے تاکہ ملک نظام مصطفیٰ ﷺ کا گہوارہ بنے اور عوام کو سکھ کا سانس لینے کا موقعہ ملے۔

حافظ محمد تقی ایم این اے نے اعلامیہ پیش کیا جس میں کہا گیا کہ دیگر قومی مسائل کی طرح موجودہ حکومت کو مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں بھی عالمی اداروں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ پارلیمنٹ

کی کشمیر کمیٹی کے سربراہ سے کشمیر پالیسی پر کوئی مشورہ نہیں کیا جاتا جبکہ قومی اسمبلی کی امور خارجہ کمیٹی کا سربراہ ایک ایسے فرد کو بنا دیا گیا ہے جو امور خارجہ کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہے۔

پاکستان نظام مصطفیٰ ﷺ کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس لئے نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملاً نفاذ سے ہی ملکی مسائل کا حل ممکن ہے۔ اس سلسلہ میں مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے دور وزارت میں پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنانے کی سفارشات کو نافذ کیا جائے اور شریعت کو سپریم لاء قرار دیا جائے۔

اعلامیہ میں دینی مدارس کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا کہ ان مدارس نے عوام کو اسلامی تعلیمات سے باخبر رکھنے کے لئے پوری استقامت کے ساتھ اپنی جدوجہد کو جاری رکھا ہے۔ اعلامیہ میں اس روش کی بھی شدید مذمت کی گئی کہ حکومت ملکی صنعتوں کی حوصلہ شکنی کرکے بے روزگاری پھیلا رہی ہے۔ عدالتوں میں سیاسی تقرریاں کرکے عدالتوں کا وقار مجروح کیا جارہا ہے۔ بدعنوان اور شرابی ارکان اسمبلی کی رکنیت ختم کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ اعلامیہ میں انتخابی اصلاحات کے نام پر اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کا حق دینے اور الیکشن میں شناختی کارڈ کی پابندی ختم کرنے کی حکومتی سازش کی شدید مذمت کرتے ہوئے نئی اصلاحات کو مسترد کیا گیا اور کہا گیا کہ دوہرے ووٹ کا حق نظریۂ پاکستان کے منافی ہے۔

کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ ان کی جماعت نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملاً نفاذ کے لئے دوسری جماعتوں سے رابطہ کررہی ہے۔ آپ نے کہا کہ پاکستان کو بھارتی دھمکیوں کے پیش نظر دفاعی بجٹ میں اضافے اور جنگ کی تیاری کی اشد ضرورت ہے جبکہ پاکستان کی معاشی پالیسیاں ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے کنٹرول میں ہیں جو فوجی بجٹ میں کمی چاہتی ہیں۔ حکومت ملک کے وسیع تر مفاد کے لئے ان اداروں سے نجات حاصل کرے۔ موجودہ حکومت کی پالیسیاں درست نہیں ہیں۔ ملک پر 900 ارب روپے کا قرضہ ہے، جس کے لئے 200 ارب روپے صرف سود کی ادائیگی کے لئے درکار ہوتے ہیں اور حکومت کی حالت یہ ہے کہ سود کی ادائیگی کے لئے بھی قرضہ لینا پڑ رہا ہے۔

میں نے اپنی وزارت کے دور میں "اتحاد بین المسلمین" اور پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے رپورٹ تیار کرکے وزیراعظم نواز شریف کو پیش کی تھی مگر اس پر عمل

در آمد نہ ہوسکا۔ حکومت کو چاہئے کہ نفاذ اسلام کے لئے ان رپورٹوں پر عملدرآمد کروائے۔ میں نے یہ رپورٹیں موجودہ صدر اور وزیراعظم کو بھجوادی ہیں اور کہا ہے کہ شریعت ایکٹ تو پہلے ہی منظور ہو چکا ہے اور اب "نظام مصطفیٰ ﷺ" نافذ کرنے کے لئے حکومت ان رپورٹوں کو عملی جامہ پہنائے۔

میاں نواز شریف نے بھی کنونشن سے خطاب کیا اور مجاہد ملت کو بھرپور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مجھے فخر ہے کہ مولانا نیازی نے کبھی پیپلز پارٹی کا ساتھ نہیں دیا۔ میرے دور میں انہوں نے شریعت کے بارے سفارشات دی تھیں، میں اقتدار میں آیا تو ان کی سفارشات پر ضرور عمل کیا جائے گا۔ (یاد رہے کہ نواز شریف نے دوبارہ برسر اقتدار آکر نہ صرف وعدہ شکنی کی بلکہ مجاہد ملت کی جماعت کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور مجاہد ملت کے تمام احسانات کو یکسر فراموش کرکے اپنی ابن الوقتی اور مفاد پرستی کا بھرپور مظاہرہ کیا)۔

کنونشن کی جھلکیاں "نوائے وقت" کے رؤف طاہر اور طاہر ملک کی زبان وقلم سے ملاحظہ ہوں:۔

☆ نظام مصطفیٰ ﷺ کنونشن کا آغاز رات دس بجے ہوا۔ اس وقت تک بیس کنال سے زائد رقبے پر پھیلے ہوئے پنڈال کی بیشتر نشستیں بھر چکی تھیں اور دور دراز کے علاقوں سے قافلوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔

☆ قافلے مختلف نعرے لگاتے ہوئے پنڈال میں داخل ہوئے جن میں "سیدی مرشدی یا نبی ﷺ یا نبی ﷺ" اور "غلامی رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے" جیسے نعرے نمایاں تھے۔

☆ نشستیں بھر گئیں تو لوگ سٹیج کے سامنے قالینوں پر بیٹھ گئے۔

☆ کنونشن، جمعیت کی قیادت اور کارکنوں کی تنظیمی صلاحیتوں کا شاندار مظاہرہ تھا۔ پورا علاقہ فلڈ لائٹس میں ڈوبا ہوا تھا۔ جمعیت کے مرکزی دفتر پر آرائشی روشنیاں بھی خوشگوار منظر پیدا کررہی تھیں۔

☆ کنونشن میں ملک کے مختلف علاقوں کے بزرگ عمائدین بھی شریک ہوئے جو ایک عرصہ سے سیاسی سرگرمیوں سے عملاً لاتعلق تھے۔ مفتی محمد حسین نعیمی علالت کے باوجود کنونشن میں آئے۔

☆ کنونشن کے مہمان خصوصی میاں نواز شریف 11 بجے شب پنڈال میں پہنچے۔ شیخ رشید بھی ان کے ہمراہ تھے۔

☆ اس موقعہ پر ''نواز نیازی دوستی زندہ باد'' کے نعرے لگائے گئے۔

☆ صاحبزادہ فضل کریم نے ''خطبہ استقبالیہ'' میں کہا: آج موجود حکومت کے خلاف علماء اور مشائخ جہاد کا آغاز کر رہے ہیں۔ اس دوران ''بے نظیر کو ہٹاؤ۔ نظام مصطفیٰ ﷺ لاؤ'' کے نعرے گونجنے لگے۔(530)

افراط زر کی مذمت

یکم رجون کو مرکزی جامع مسجد طارق آباد راولپنڈی میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ موجودہ حکومت نے 34 ارب روپے کے کرنسی نوٹ چھاپ کر ملک میں افراطِ زر میں اضافہ کر دیا ہے جبکہ عوام پہلے ہی مہنگائی اور افراطِ زر کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی مظالم پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اب جبکہ امریکہ نے بھی مقبوضہ کشمیر میں نام نہاد انتخابات کو ڈھونگ قرار دے دیا ہے تو اسے سپر پاور کی حیثیت سے کشمیر میں استصواب رائے کرانے کے لئے اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا چاہئے۔ انہوں نے بھارتی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ بارہ کروڑ مسلمانوں کو آئینی حقوق دے اور ان کی تہذیب وثقافت کا تحفظ کرے۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ آئی ایم ایف پاکستان کی اقتصادی پالیسیوں میں دخل اندازی کر رہی ہے جو درست نہیں ہے۔ ہماری حکومت کو بھارت کی جنگی تیاریوں کے مقابلے میں بھرپور جنگی تیاریاں کرنی چاہئیں۔(531)

انجمن طلباء اسلام سے خطاب

14 رجون کو جامعہ محمدیہ غوثیہ چک شہزاد اسلام آباد میں انجمن طلباء اسلام پنجاب کے تین روزہ ریفریشر کورس کے موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''استحکام پاکستان'' کے لئے اسلامی نظام کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ لارڈ میکالے کے فرسودہ نظام تعلیم نے نوجوانوں کی صلاحیتوں کو زنگ آلود اور انہیں نظریہ پاکستان سے غافل کر دیا ہے۔ اس فرسودہ نظام تعلیم کے ذریعے علامہ اقبالؒ کے شاہین پیدا نہیں ہو سکتے۔ اس نظام سے تو گیدڑ ہی بنائے جا سکتے ہیں۔ موجودہ نظام تعلیم

قومی تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ اس نظام تعلیم سے صاحب کردار صالح نسل تیار نہیں ہو سکتی جبکہ دوسری طرف ابلیس کی ثقافت نے نوجوانوں کی سیرت و کردار کا جنازہ نکال دیا ہے۔ ایسے حکمران قابل معافی نہیں جنہوں نے فحاشی و عریانی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس تقریب سے انجمن طلباء اسلام پنجاب کے ناظم ملک نعیم شہباز، مصطفائی تحریک کے امیر ڈاکٹر ظفر اقبال نوری و دیگر طالب علم رہنماؤں نے بھی خطاب کیا۔(532)

جماعت اسلامی کے جلوس پر فائرنگ

9 رجولائی کو سینٹ میں راولپنڈی میں 24 رجون کو جماعت اسلامی کے جلوس پر فائرنگ کے سلسلے میں امیر جماعت اسلامی سینٹر قاضی حسین احمد کی جانب سے پیش کی جانے والی تحریک التواء پر بحث کا دوبارہ آغاز ہوا تو حضرت مجاہد ملت نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنی 60 سالہ سیاسی زندگی میں اتنا ظلم ہوتے نہیں دیکھا ہے۔ انگریز کے دور میں بھی احتجاجی مظاہرین کے سینوں پر گولیاں نہیں ماری جاتی تھیں۔ وزراء کہتے ہیں کہ ان احتجاجی مظاہرین کو شہید نہ کہو لیکن خود وہ اپنے پھانسی پانے والے لیڈر (ذوالفقار علی بھٹو) کو شہید کہتے ہیں۔ اگر حکمرانوں نے اپنی عیاشیاں ختم نہ کیں تو ہمارا موجودہ دفاعی بجٹ بھی بیرونی حکومتوں کا محتاج ہو جائے گا۔(533)

راولپنڈی میں ''نوائے وقت'' سے انٹرویو

11 رجولائی کو روزنامہ ''نوائے وقت'' راولپنڈی سے ایک انٹرویو میں حضرت مجاہد ملت نے کہا ہے کہ ملک وقوم ایک مصیبت اور ابتلاء کا شکار ہے۔ صدر مملکت کی خاموشی شکوک وشبہات پیدا کر رہی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ بے نظیر حکومت کو برطرف کر کے اپوزیشن کے مشورے سے عبوری حکومت بنائی جائے جس کی نگرانی میں منصفانہ عام انتخابات کرائے جائیں۔

چیچنیا میں روس کے نئے حملے پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یلسن کی طرف سے جنگ بندی اور فوجوں کی واپسی کے اعلان کے بعد نیا حملہ افسوس ناک اور قابل مذمت ہے۔ اقوام متحدہ اور او آئی سی کو روس کے خلاف فوری اقدامات کرنے چاہئیں۔ افسوس ہے کہ اس وقت ساری دنیا اس قتل و غارت کا تماشا دیکھ رہی ہے۔ اسلامی ممالک کو دینی غیرت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

اقوام متحدہ کو روس سے جواب طلبی کرنی چاہئے۔ پہلے امام شاملؒ جنگ لڑتے رہے لیکن کسی نے ان کی مدد نہیں کی۔

سلسلہ انٹرویو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ قرآن پاک کی بے حرمتی کے واقعات غیر مسلموں کی سازش کا نتیجہ ہیں حکومت کو چاہئے کہ مجرموں کو فوراً گرفتار کر کے کارروائی کرے۔ اگر امریکی صدر نکسن غلط بیانی پر مستعفی ہو سکتے ہیں تو موجودہ وزیر اعظم کے لئے سرے محل کا معاملہ ہی استعفیٰ دینے کے لئے کافی ہے۔ اگر وہ استعفیٰ نہ دیں تو صدر کو انہیں ڈسمس کرنا چاہئے۔ اس وقت ساری قوم تباہ حال اور پریشان ہے۔ خود پیپلز پارٹی والے بھی چیخ رہے ہیں۔ ملک وقوم کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لئے تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کا اتحاد ناگزیر ہے۔(534)

یورپ کا تبلیغی دورہ

13/جولائی 1996ء کو حضرت مجاہد ملت بیرونی ممالک کے دورہ کے لئے اسلام آباد سے عازم برطانیہ ہوئے۔ 14/جولائی سے ان کے خطابات کا سلسلہ شروع ہوا، جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:۔

(1) 14/جولائی 1996ء:۔ مرکزی جماعت اہلسنت برطانیہ کے زیر اہتمام برمنگھم میں ''عالمی تاجدار ختم نبوت کانفرنس'' سے خطاب۔

(2) 19/جولائی 1996ء:۔ خطاب جمعۃ المبارک الفورڈ (لندن) بہ اہتمام حافظ جمشید سعیدی

(3) 22/جولائی 1996ء:۔ خطاب بہ ''میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس''، برمنگھم بہ اہتمام حافظ محمد صادق ضیاء۔

(4) ایضاً:۔ خطاب بسلسلہ ''سیرت غوث الاعظمؒ'' مانچسٹر۔ بعد نماز عصر۔

(5) 23/جولائی 1996ء:۔ خطاب ''کمیٹی روم ہاؤس آف کامنز (دارالعوام) لندن۔''

(6) ایضاً:۔ تین ممبران پارلیمنٹ گیری والر، میکسن میڈن اور ہیری گرین وے سے مذاکرہ بعنوان ''مسئلہ کشمیر'' و ''قائداعظم''۔

(7) 26/جولائی 1996ء:۔ خطاب ''میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس'' گلاسکو (سکاٹ لینڈ) زیر اہتمام مولانا قاضی عبدالرزاق شاہد۔

(8) ایضاً:۔ خطاب ''میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس'' مدنی مسجد ہالیفیکس اور جلوس کی قیادت بعد نماز جمعۃ المبارک زیر اہتمام پروفیسر سید احمد

حسین ترمذی۔

(9) 27/جولائی 1996ء:۔ خطاب بہ ''میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس'' بریڈفورڈ زیر اہتمام صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی آف ڈھانگری شریف۔

(10) ایضاً:۔ خطاب در استقبالیہ منجانب راجہ حامد رشید صدر پاکستان مسلم لیگ بریڈفورڈ۔

(11) 28/جولائی 1996ء:۔ خطاب ''میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس''، جامع مسجد مہر الملت وڈلینڈ روڈ برمنگھم۔ زیر اہتمام مہر الملت صاحبزادہ سید منور حسین جماعتی علی پوری۔

(12) ایضاً:۔ خطاب ''نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس''، مسلم کمیونٹی سنٹر برمنگھم زیر اہتمام پروفیسر عبداللطیف نعیمی۔

(13) 29/جولائی 1996ء:۔ خطاب بہ ''آئین مصطفیٰ ﷺ کانفرنس''، حضرت دیوان حضوری سنٹر کونٹری زیر اہتمام صاحبزادہ دیدار علی شاہ۔

(14) 2/اگست 1996ء:۔ خطاب HAMEL HEMP STEAD بروز جمعۃ المبارک زیر اہتمام مولانا عبدالقادر صاحب۔

(15) 4/اگست 1996ء:۔ خطاب ''میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس'' جامعہ اسلامیہ غوثیہ لیوٹن زیر اہتمام قاضی عبدالعزیز چشتی سیکرٹری جنرل جماعت اہلسنت یو کے۔

(16) ایضاً:۔ برمنگھم میں جماعت اہلسنت برطانیہ کے سرپرست اعلیٰ مہر الملت سید منور حسین جماعتی علی پوری کی طرف سے الوداعی استقبالیہ۔

کامیاب دورۂ برطانیہ کے بعد حضرت اقدس 7/اگست 1996ء کو واپس اسلام آباد تشریف لے آئے۔(535)

رحمت عالم ﷺ کانفرنس لاہور

حضرت مجاہد ملت کی عدم موجودگی کے دوران مسلم لیگ (ج) علماء ونگ پنجاب کے زیر اہتمام مورخہ 27/جولائی 1996ء بروز ہفتہ ڈاکٹر بشارت الٰہی کی زیر صدارت لاہور میں ''رحمت

عالم ﷺ کانفرنس"، منعقد ہوئی۔ جن میں مہمان خصوصی وزیر اعلیٰ پنجاب سردار محمد عارف نکئی (1930-2000ء) تھے۔ کانفرنس میں صوبائی وزیر خوش اختر سبحانی، ایل ڈی اے کے وائس چیئرمین چوہدری محمد اسلم گل، حافظ زبیر احمد ظہیر (اہل حدیث) صدر علماء ونگ پنجاب، مولانا عبدالقادر آزاد، مولانا حسین احمد اعوان، علامہ مصطفیٰ حیدر ندوی (دیوبندی) علامہ محمد حسین اکبر (شیعہ) وغیرہ نے شرکت کی۔ "نوائے وقت" میں چھپنے والی تصویر کے مطابق وزیر اعلیٰ نکئی، ڈاکٹر بشارت الٰہی، اسلم گل، خوش اختر سبحانی وغیرہ ننگے سر بیٹھے ہوئے تھے جبکہ سب کے سب جوتوں سمیت سٹیج پر رونق افروز تھے۔ وزیر اعلیٰ نکئی سٹیج پر بیٹھ کر سگریٹ نوشی میں مصروف رہے۔ انہوں نے کانفرنس کے دوران تین سگریٹ سلگائے اور ذکر سیرت طیبہ کے دوران کش لگاتے رہے۔

افسوس کہ صدر علماء ونگ علامہ زبیر احمد ظہیر، مولانا عبدالقادر آزاد و دیگر علماء میں سے کسی کی بھی رگ غیرت وحمیت نہ پھڑکی کہ وہ نکئی کو سگریٹ نوشی سے منع کرتے اور اس کانفرنس کے تقدس و احترام کا خیال رکھتے۔(536)

ملی یکجہتی کونسل سے علیحدگی

7ستمبر 1996ء کو لاہور میں جمعیت علماء پاکستان (نیازی) کی مرکزی مجلس عاملہ کا ہنگامی اجلاس ہوا جس کی صدارت حضرت مجاہد ملت نے فرمائی۔ اجلاس کے بعد حضرت نے اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ "ملی یکجہتی کونسل" اپنے بنیادی مقصد، سپاہ صحابہ اور سپاہ محمد میں کشیدگی کے خاتمے میں ناکام ہوگئی ہے۔ اسی سال کم از کم نوے افراد فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ قاضی حسین احمد کو متعدد بار یاد دہانی کرائی گئی کہ وہ دونوں جماعتوں کو "ملی یکجہتی کونسل" میں دوبارہ لانے کی کوشش کریں لیکن ان (قاضی) کی تمام تر کوششیں کونسل کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنے پر لگی رہیں۔ وہ کبھی اسے "تیسری قوت" کے طور پر ابھارنے کی کوشش کرتے اور کبھی اس میں شامل بعض جماعتوں کا سیاسی وانتخابی اتحاد بنانے پر زور دیتے۔ سپاہ صحابہ اور سپاہ محمد کو قریب لانے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی کی کوششیں بھی ناکام رہیں اور یوں "ملی یکجہتی کونسل"، عملاً ختم ہوچکی ہے۔ کونسل میں شامل بعض جماعتوں کے سربراہوں کے دستخطوں سے جو ضابطہ اخلاق جاری کیا گیا تھا۔ اگلے ہی روز ایک جماعت نے اس سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا، جس سے فرقہ واریت کے سدباب کی بجائے الٹا اتحاد بین المسلمین کے کاز کو نقصان پہنچا۔

حکومت اتحاد بین المسلمین کا معاملہ وزارت مذہبی امور کے ذریعے اپنے ہاتھ میں لے کر تمام مکاتب فکر کے علماء کو پہلے سے جاری شدہ ضابطہ اخلاق کا پابند بنائے، اور ان (مولانا نیازی) کے دور وزارت میں اس سلسلے میں جو سفارشات مرتب کی گئی تھیں ان پر عمل کرے۔(537)

"نوائے وقت" سے ملاقات

11ستمبر 1996ء کو روزنامہ "نوائے وقت" لاہور کے رؤف طاہر سے ایک خصوصی ملاقات میں کہا کہ "پاکستان پارلیمنٹ" دارالاجتہاد ہے۔ اس کے ارکان کو آئین کے آرٹیکل 62 کے تقاضوں پر پورا اترنا چاہئے۔ طویل عرصے کے لئے غیر نمائندہ عبوری حکومت مسائل کو حل کرنے کی بجائے ان میں اضافے کا باعث بن جائے گی۔ "پاکستان بچاؤ تحریک" میں جماعت اسلامی کے سوا تمام جماعتوں کا طرز عمل اطمینان بخش اور قابل قدر ہے۔ اسلامی تقاضوں کے خلاف طرز حکمرانی آئین کے آرٹیکل 6 کی زد میں آتا ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں ناکام بے نظیر حکومت کی برطرفی صدر کی آئینی ذمہ داری ہے۔ "ملی یکجہتی کونسل" اپنے بنیادی مقصد میں ناکام ہو چکی ہے، اس سے چمٹے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ جے یو پی کے اتحاد کے لئے میں اس کی صدارت سے مستعفی ہونے کو تیار ہوں۔ نورانی میاں بھی یہی راستہ اختیار کریں۔ ملاقات کی تفصیل کچھ یوں ہے:۔

س:۔ آپ کے خیال میں پاکستان کا بنیادی مسئلہ کیا ہے؟

ج:۔ پاکستان سمیت عالم اسلام کے اکثر وبیشتر ممالک ایک ہی بنیادی مسئلے سے دوچار ہیں۔ یہ مغرب اور مغربی تہذیب سے مرعوب حکمرانوں کے تسلط کا مسئلہ ہے۔ پاکستان کا قیام اسلامی بنیادوں پر جدید جمہوری و فلاحی معاشرے کے قیام کے لئے عمل میں آیا تھا، جس سے انحراف کے نتیجے میں ہم نہ صرف آدھے سے زیادہ حصہ ملک سے محروم ہو گئے بلکہ بچا کھچا پاکستان بھی گوناگوں مسائل سے دوچار ہے۔ پروفیسر آرنلڈ ٹائن بی نے اپنی کتاب "دی سولائزیشن آن ٹرائل" میں موجود مسلمان معاشروں کو دو طبقات میں تقسیم کیا ہے:۔ (1) مذہبی جنونی، (2) دوغلی نسل۔ بدقسمتی سے پاکستان سمیت اکثر وبیشتر مسلمان ممالک پر یہی دوغلی نسل مسلط ہے۔ لیکن مغرب اس دور میں بھی اسلام کے حقیقی پوٹنشل سے آگاہ ہے۔ چنانچہ وہ مسلمان معاشروں سے سرگرم عمل اسلامی تحریکوں کو کچلنے کے لئے، ان پر انتہا پسندی اور بنیاد پرستی کا الزام لگاتا ہے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان

کی وزیراعظم، پاکستان کو بنیاد پرستی کے خلاف فرنٹ لائن سٹیٹ بنانے کا اعلان کرتی ہیں۔ یہ اینگلومحمڈن یا دوغلی نسل سے اپنے مسلمان بھائیوں کے متعلق غیر مسلموں سے زیادہ سنگدل اور بے حس ہے۔ پاکستان کا 1973ء کا آئین اپنے کردار و مزاج کے لحاظ سے بھی اور واضح اسلامی دفعات کی رو سے بھی ایک اسلامی آئین ہے اور جو حکومت بھی آئین کے اسلامی تقاضوں سے روگردانی کرتی ہے وہ دراصل آرٹیکل 6 کی زد میں آتی ہے۔ موجودہ حکومت کی کارگزاری و کارکردگی ڈھکی چھپی نہیں۔ ریڈیو، ٹی وی پر جس طرح اسلامی اقدار، اخلاق و شرافت یہاں تک کہ رہی سہی مشرقی روایات کو بھی پامال کیا جارہا ہے۔ اس پر ہر حساس پاکستانی مضطرب ہے۔ توہین رسالت کے قانون سے "نجات" کے لئے موجودہ حکومت نے جو جو حربے اختیار کئے وہ بھی سب پر واضح ہیں۔ یہ تو پاکستانی قوم کا جذبہ عشق رسالت تھا جو حکومت کے ان عزائم کی راہ میں حائل ہو گیا۔ زندگی کے باقی شعبوں میں بے نظیر حکومت کی کارکردگی بھی کسی تبصرے یا تجزیے کی محتاج نہیں۔ قومی وسائل کی لوٹ مار، میرٹ کی پامالی، اقرباء پروری اور جیالا نوازی اور خارجہ محاذ پر ناکامیاں بھی سب دنیا پر واضح ہیں۔ کیا یہ شرمناک معاملہ نہیں کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود گندم، چینی اور آلو تک درآمد کرنے پر مجبور ہے اور ہم اپنے روایتی دشمن ملک سے یہ اشیاء منگواتے ہوئے بھی کوئی حجاب محسوس نہیں کرتے۔ عوام کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ کسی بھی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے اور اب یہ سب کچھ سماج دشمن عناصر کے علاوہ خود امن و امان کی ذمہ دار سرکاری مشینری کے ہاتھوں پامال ہوتا رہتا ہے۔ ان حالات میں صدر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نااہل، ناکام اور بدعنوان حکومت کو برطرف کر کے عبوری حکومت قائم کریں جو آزادانہ و غیر جانبدارانہ انتخابات کا اہتمام کرے۔

س:۔ امیدواروں کے لئے آئین کے آرٹیکل 62 کی پابندی کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

ج:۔ اس بارے میں مجھے یا کسی اور کو کیا کہنا ہے۔ یہ کسی کی صوابدید، پسند یا ناپسند کا معاملہ نہیں، بلکہ لازمی آئینی تقاضا ہے۔ ہماری پارلیمنٹ (سینٹ اور قومی اسمبلی) دارالاجتہاد ہے۔ اس کے ارکان اعلیٰ درجے کے مجتہد نہ سہی، دین اسلام کی مبادیات سے واقفیت

اور امانت و دیانت، تقویٰ و طہارت کے معروف تصورات پر تو پورے اترتے ہوں۔

س:۔ بعض مخصوص حلقے لمبی مدت کی عبوری حکومت اور اس کے لئے لمبا چوڑا ایجنڈا بھی تجویز کرتے اس پر آپ کی رائے؟

ج:۔ آئین 90 دن کے اندر نئے انتخابات کا تقاضا کرتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آئین کے آرٹیکل 62 کی پابندی اور آزاد و بااختیار الیکشن کمشن کے ذریعے مقررہ مدت میں انتخابات کے انعقاد ہی میں سب کا بھلا ہے۔ ماضی میں متعدد بار غیر نمائندہ حکومتیں، احتساب سمیت بعض اعلیٰ مقاصد کے ساتھ برسراقتدار آئیں۔ لیکن وہ پہلے سے موجود مسائل کا حل تو درکنار، مزید گھمبیر مسائل پیدا کرنے کا باعث بن گئیں۔ ایسی حکومتوں کے ہاتھوں میں قومی مفادات کے تحفظ کی بھی حقیقی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ عوام کے مینڈیٹ سے محروم یہ حکومتیں اپنی بقاء کے لئے مخصوص داخلی و خارجی طاقتوں کی آلہ کار بن جاتی ہیں۔

س:۔ "پاکستان بچاؤ تحریک" کی اب تک کی کارکردگی پر آپ کا تبصرہ؟

ج:۔ میری دیانتدارانہ رائے ہے کہ جماعت اسلامی کے سوا تمام جماعتوں کا طرز عمل اطمینان بخش اور قابل قدر ہے۔ اعلیٰ تر مقاصد کے لئے سرگرم عمل اجتماعی تحریکوں میں ڈرائیونگ سیٹ کے لئے چھینا جھپٹی نہیں ہوتی، قیادت کے لئے جھگڑا نہیں ہوتا۔ جس جماعت کی سینٹ اور اسمبلیوں میں زیادہ نمائندگی ہوگی ایوان سے باہر تحریکوں میں بھی اس کا خصوصی کردار ہوگا۔ باقی جو پارٹی اور لیڈر جتنی قربانی دے گا وہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جائے گا اور فطری طور پر دوسروں سے سبقت لے جائے گا۔ اس کے لئے کسی کی ٹانگ کھینچنے یا کسی کو کہنی مارنے کی ضرورت نہیں۔ عوام قربانی و ایثار کی قدر کرتے ہیں۔ خود غرضی اور اپنی ناک سے آگے نہ دیکھنے کا طرز عمل لوگوں میں عزت و وقار میں کمی کا باعث بنتا ہے۔

س:۔ جماعت اسلامی کا کہنا ہے کہ قاضی صاحب سینٹ سے مستعفی ہو کر "پاکستان بچاؤ تحریک" کے باقی قائدین پر سبقت لے گئے ہیں؟

ج:۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مارچ میں ان کی رکنیت ختم ہو رہی تھی۔ وہ ساڑھے گیارہ سال

سینٹ کے رکن رہے، جب ان کی رکنیت کے صرف چھ ماہ باقی تھے انہیں پارلیمنٹ کو غلاظت کا ڈھیر قرار دیتے ہوئے احتیاط کرنی چاہئے۔ پھر یہ کہ سینٹ ایک مستقل آئینی ادارہ ہے جس کی اپنی مدت اور اپنا طریق انتخاب ہے۔ حزب اختلاف سینٹ کے خاتمے اور اس کے نئے انتخاب کا مطالبہ تو نہیں کر رہی ہے۔ چنانچہ "پاکستان بچاؤ تحریک" کے ایجنڈے پر سینٹ سے استعفوں کا نکتہ موجود ہی نہیں۔ اس وقت سینٹ میں اپوزیشن کی اکثریت ہے۔ اگر موجودہ اسمبلیاں برقرار رہیں تو مارچ میں ہونے والے سینٹ کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کو اکثریت حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ پیپلز پارٹی کی ہر ممکن کوشش ہے کہ عام انتخابات بہرحال مارچ 1997ء کے بعد ہوں تاکہ وہ موجودہ اسمبلیوں کے ذریعے سینٹ میں اپنی اکثریت بنا لے۔ چنانچہ اس وقت سینٹ سے استعفوں کا مطلب، پارلیمنٹ کے ایوان بالا میں کم از کم آئندہ تین سال کے لئے پیپلز پارٹی کی اکثریت کی راہ ہموار کرنے کے سوا اور کیا ہوگا۔ اس صورت میں وہ اپنا چیئرمین بھی منتخب کرا لے گی جو صدر کی عدم موجودگی میں اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔

س:- لیکن اسمبلیوں سے استعفے؟

ج:- وہ تو میاں نواز شریف کے پاس موجود ہیں۔ حزب اختلاف کی سٹینڈنگ کمیٹی کے ایجنڈے پر یہ نکتہ موجود ہے۔ اس میں باقی چودہ، پندرہ جماعتوں کی نمائندگی بھی ہے۔ کمیٹی جب بھی فیصلہ کرے گی قائد حزب اختلاف یہ استعفے پیش کر دیں گے۔

س:- کہا جاتا ہے کہ میاں نواز شریف اپنے حلیفوں کو ضروری اہمیت نہیں دیتے۔ ڈکٹیشن دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے اس پر عمل کریں؟

ج:- ہم میاں صاحب کے وکیل نہیں، لیکن ان کے حلیف ہونے کی حیثیت سے اپنی پوزیشن واضح کرنا ضروری ہے۔ ہمارا تجربہ تو یہی ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کی قدر و منزلت کرتے ہیں، ان کی رائے کو اہمیت دیتے ہیں، مشاورت کے ساتھ فیصلے ہوتے ہیں۔ آپ ہی سوچیں کہ کیا ملک میں صرف ایک ہی جماعت یا ایک ہی لیڈر ہے جو عزت نفس اور خودداری کا حامل ہے اور باقی لوگ ان اوصاف سے محروم ہیں۔ آئی جے آئی کے دنوں میں قاضی صاحب اور میاں صاحب میں پہلا اختلاف وزارتوں کے

انتخاب پر ہوا تھا۔ نواز شریف جماعت کو وزارتیں دے رہے تھے لیکن قاضی صاحب اپنی پسندیدہ وزارتیں چاہتے تھے۔ نواز شریف کی اپنی مجبوریاں تھیں، انہیں بہرحال دوسروں کو ساتھ لے کر چلنا تھا۔

س:- ملی یکجہتی کونسل؟

ج:- ہم نے یہ باب بند کر دیا ہے کونسل فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے فروغ اور سپاہ صحابہ و سپاہ محمد میں مفاہمت کے لئے وجود میں آئی تھی لیکن قاضی صاحب نے ابتداء ہی میں اسے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اسے "تیسری طاقت" بنانے کی کوشش کی گئی اور یوں اصل مقصد نظر انداز ہوتا رہا۔ سپاہ محمد اور سپاہ صحابہ میں قربت کے لئے مولانا نورانی کی کوششیں بھی ناکام رہیں اور اسی سال میں کم از کم 90 افراد فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ چنانچہ ہم نے یہ سوچ کر کہ "ملی یکجہتی کونسل" عملاً ختم ہو چکی ہے، اس سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا۔

س:- اور جے یو پی کے اتحاد کا معاملہ؟

ج:- اتحاد کی خواہش دونوں طرف موجود ہے۔ مذاکراتی ٹیمیں اپنا کام کر رہی ہیں۔ دونوں گروپوں کا اصرار ہے کہ اتحاد کی صورت میں لیڈر شپ اس کے ہاتھ میں رہے۔ لیکن ایک تیسری صورت بھی ہے کہ "میں اور نورانی صاحب" دونوں دستبردار ہو جائیں۔ ہم "سپریم کمانڈر" بن جائیں اور جنرل کونسل اور ورکنگ کمیٹی مل کر صدر سمیت باقی عہدیداروں کا انتخاب کر لیں۔ ویسے بھی ہماری صحت اور عمر کا تقاضا ہے کہ ہم صرف فکری راہبری پر اکتفا کریں، عملی قیادت کے لئے دوسروں کو آگے لائیں۔(538)

12/ستمبر 1996ء کو اسلام آباد میں سپاہ محمد کے سربراہ مرید عباس یزدانی کو قتل کر دیا گیا تو مجاہد ملت نے 13/ستمبر کو لاہور میں "نوائے وقت" سے گفتگو کرتے ہوئے اس قتل پر گہرے رنج اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ علامہ یزدانی کے قاتلوں کا جلد از جلد سراغ لگا کر انہیں عبرتناک سزا دی جائے۔ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور یکجہتی کی فضا پیدا کرنے کے لئے اقدامات کرے۔ ہم نے یکجہتی کونسل سے علیحدگی اختیار کر لی ہے

ہم اپنی جماعت میں رہتے ہوئے اتحاد اور یکجہتی کے لئے کام کریں گے۔ ہمارے دورِ وزارت میں بنائے گئے 20 نکاتی، ضابطہ اخلاق پر عمل کرنے سے اتحاد بین المسلمین کی فضا پیدا کی سکتی ہے اس طرح ''ہسٹاریکل ریسرچ بورڈ'' کے ذریعے ''تاریخ اسلام'' میں فرقہ وارانہ اختلافات کو دور کیا جائے۔ قتل وغارت کی بجائے علمی اور تحقیقی انداز میں اپنا اپنا نکتہ نگاہ پیش کیا جائے۔(539)

20 ستمبر 1996ء کو کراچی میں سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو (1928-1979ء) کے بڑے صاحبزادے اور وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے بھائی میر مرتضیٰ بھٹو پولیس کی فائرنگ سے جاں بحق ہو گئے تو 22 ستمبر کو حضرت مجاہد ملت نے اپنے ایک بیان میں فرمایا کہ اگر پولیس مرتضیٰ بھٹو کو گرفتار کرنا چاہتی تھی تو تصادم کی کیا ضرورت تھی۔ جب پولیس خود قتل وغارت پر اتر آئے تو پھر ملک میں قانون کا احترام کون کرے گا۔

آپ نے پولیس فائرنگ سے میر مرتضیٰ بھٹو کے قتل پر گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مرتضیٰ بھٹو کے پولیس کے ہاتھوں قتل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں امن وامان کی صورتحال کس حد تک خراب ہو چکی ہے۔ اس واقعہ سے عوام میں عدم تحفظ کا احساس بڑھ گیا ہے۔ حضرت اقدس نے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو، بیگم نصرت بھٹو اور مرتضیٰ بھٹو کے اہل خانہ سے تعزیت کا اظہار کیا۔(540)

پاکستان بچاؤ ریلی

7 اکتوبر 1996ء کو ''پاکستان بچاؤ تحریک'' کے زیر اہتمام ''پاکستان بچاؤ بے نظیر ہٹاؤ ریلی'' کے سلسلے میں لاہور میں لاکھوں لوگوں نے شاہراہ قائد اعظم پر نیلا گنبد سے اسمبلی ہال چوک تک احتجاجی مارچ کیا۔ شاہراہ قائد اعظم اور اس کی ملحقہ سڑکوں پر اس دوران عوام ہی عوام نظر آ رہے تھے۔ بچے، بوڑھے، جوان اور خواتین حکومت کے خاتمے کے نعرے لگا رہے تھے۔ حکومت کے خلاف اپوزیشن جماعتوں کا یہ تاریخی مارچ تھا۔ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ''بدکار حکومت الوداع، بے نظیر حکومت الوداع'' کے نعرے لگا رہا تھا۔ احتجاجی ریلی کی قیادت 14 جماعتی اتحاد کے رہنماؤں نے کی جن میں جمعیت علمائے پاکستان (نیازی) کے صدر مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی، جمعیت علمائے پاکستان (نورانی) کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی، مسلم لیگ کے صدر میاں محمد نواز شریف، جماعت اسلامی کے سید منور حسن، عوامی نیشنل پارٹی کے اجمل

خٹک، جمعیت اہل حدیث کے پروفیسر ساجد میر، تحریک جعفریہ پاکستان کے سید ذوالفقار نقوی، جمہوری وطن پارٹی کے میر عبدالجبار، مہاجر قومی موومنٹ کے قاضی خالد ایڈووکیٹ، قومی محاذ آزادی کے معراج محمد خاں، پاکستان نیشنل پارٹی کے میر حاصل بزنجو، مسلم لیگ (جمالی) کے میر ظفر اللہ خان جمالی، جماعت اہلحدیث کے عبدالقادر روپڑی اور پاکستان سرائیکی پارٹی کے تاج محمد خان لنگاہ شامل تھے۔ ریلی میں شمولیت کے لئے لوگوں کی بہت بڑی تعداد دوپہر دو بجے سے ہی شاہراہ قائد اعظم پر جمع ہونا شروع ہو گئی تھی۔ تمام جماعتوں کے مرکزی رہنما 5 بجے نیلا گنبد پہنچے۔ ریلی کا آغاز ہوا تو لوگوں کا ایک جم غفیر اور سمندر اسمبلی ہال چوک کی طرف رواں دواں تھا۔ بڑی تعداد میں لوگ جو راستے میں اور بڑی بڑی عمارتوں پر کھڑے تھے، ریلی کے قائدین کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے امڈے چلے آ رہے تھے۔ حضرت مجاہد ملت کا طرۂ ہر ایک کی توجہ کا مرکز تھا۔ عوام کا جوش وخروش دیدنی تھا جو حکومت کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ بعض جگہوں پر لوگوں نے آتش بازی بھی کی، قائدین کا ٹرک جہاں جہاں سے گزرا، لوگوں نے ان پر گل پاشی کی جبکہ قائدین عوام کی جانب دیکھ کر "V" کا نشان بنا رہے تھے۔

اس ریلی کو کامیاب بنانے کے لئے جمعیت علماء پاکستان (نیازی) کے پنجاب بھر سے دو سو سے زائد مقامات سے جلوس صبح سے ہی لاہور پہنچ گئے تھے۔ جن کے لئے دارالعلوم حزب الاحناف داتا گنج بخش روڈ کو ہیڈ کوارٹر بنایا گیا تھا۔ جہاں سے ایک بہت بڑے جلوس نے اپنے قائد حضرت مجاہد ملت کی زیر قیادت ریلی میں شرکت کی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ریلی کی کامیابی کا سب سے زیادہ سہرا جمعیت علماء پاکستان (نیازی) کے سر پر ہی بندھتا ہے۔(541)

سنی کانفرنس لاہور

30 اکتوبر 1996ء بروز بدھ مینار پاکستان لاہور کے تاریخی سبزہ زار میں ''کل پاکستان سنی کانفرنس''، منعقد ہوئی جس میں ملک بھر سے ہزاروں علماء ومشائخ اور لاکھوں سنی عوام نے شرکت کر کے عشق رسول ﷺ کا عملی ثبوت دیا۔ اس مقدس اجتماع کی رات کی نشست سے امام اہلسنت مجدد سیاست بطل حریت مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے شدید علالت کے باوجود نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ ولولہ انگیز خطاب بھی فرمایا۔ شاید ان کی زندگی کا یہ مختصر ترین خطاب ہے، کیونکہ نقاہت نے مختصر خطاب پر مجبور کر دیا تھا۔ لیجئے اب آپ کا خطاب پڑھئے

اور اپنے قلب وجگر کو جلا بخشئے:۔

صدر محترم، علماء ومشائخ عظام، عزیزان ملت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ

''میری سنت کی اتباع تم پر فرض ہے اور میرے خلفائے راشدین کی سنت تم پر فرض ہے۔''

یہ بھی حضور ﷺ کا ارشاد ہے:۔

بہترین میرا دور ہے اور میرے بعد صحابہ کا، تابعین کا۔''

آج سنی کانفرنس کے اس تاریخی اجتماع میں، میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں ساڑھے گیارہ سو سال اہلسنت کی حکومت رہی ہے۔ یہاں پر حکومت بنانے والے تمام سلاطین اور مغل بادشاہ سنی تھے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید سلطان شمس الدین التمش کا واقعہ سنتے چلیں۔ خواجہ صاحب نے وصیت کی کہ میرا جنازہ وہ پڑھائے جس کی عصر کی سنتیں کبھی قضا نہ ہوئی ہوں۔ آپ کی نماز جنازہ کے وقت آپ کے تمام مریدین اور خلفاء موجود تھے لیکن کوئی بھی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے نہ بڑھا اور التمش یہ کہتے ہوئے نماز جنازہ پڑھانے مصلیٰ پر کھڑا ہو گیا کہ میرے پیر نے میرا پردہ فاش کیا۔

اہلسنت ہی پاکستان کے حقیقی وارث ہیں کیونکہ انہوں نے پاکستان بنایا۔ ''بنارس سنی کانفرنس'' میں پانچ ہزار علماء ومشائخ اور سات لاکھ عوام اہلسنت نے پاکستان کی تائید وحمایت کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ اگر قائداعظم کسی وقت پاکستان کے قیام کی جدوجہد مؤخر کر دیں تو ہم پاکستان بنا کر دم لیں گے۔

حضرات! پاکستان تو بن گیا لیکن اس میں مصطفیٰ کریم ﷺ کا نظام آج تک نافذ نہیں ہو سکا جبکہ ہمارا آئین یہ کہتا ہے کہ پاکستان میں قانون سازی کتاب وسنت کے مطابق ہوگی اور پاکستان میں کوئی قانون ایسا نہیں بن سکے گا جو کتاب وسنت کے خلاف ہوگا۔ پاکستان کے تمام قوانین کو شریعت کے مطابق ڈھالنا آئینی تقاضا ہے جس سے انحراف کیا جا رہا ہے۔

برادرانِ ملت! میں آپ سے اپیل کروں گا کہ آئندہ انتخابات میں آئین کی شق 62 اور 63 کے مطابق اس شخص کو منتخب کریں جو امین ہو، دیانتدار ہو، شریعت سے واقف ہو اور جو لوگ

بدعنوان ہیں، جنہوں نے ملک کو لوٹا ہے ان کو مسترد کر دیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اہلسنت متحد ہو گئے تو انشاء اللہ تعالیٰ وطنِ عزیز میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا سورج ضرور طلوع ہوگا۔ پہلے ہمارے نورانی صاحب سے اختلافات تھے۔ لیکن وہ بھی پیپلز پارٹی کے خلاف ڈٹ گئے ہیں اور مسلم لیگ کے ساتھ اتحاد پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میری پارٹی کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ نیازی صدر ہو وہ کہتے ہیں نورانی صدر ہو۔ تیسری تجویز یہ ہے کہ دونوں بزرگ سپریم کمانڈر بن جائیں اور جمعیت کی رہبری کریں جبکہ صدر اور سیکرٹری کسی اور کو بنالیں۔

حضرات! میں اس تجویز سے متفق ہوں۔ میں کسی عہدے پر نہیں رہنا چاہتا۔ متحدہ جے یو پی کے لئے نورانی صاحب اپنی طرف سے صدر نامزد کر دیں اور میں سیکرٹری جنرل نامزد کر دیتا ہوں۔ انشاء اللہ اب اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ آپ بھی دعا کریں اور ہر سطح پر ہر شہر کے گلی کوچوں میں اتحاد کے جذبوں کو فروغ دیں۔ (542)

بے نظیر حکومت کا خاتمہ

4 نومبر 1996ء کو صدر سردار فاروق احمد خان لغاری نے ''آرٹیکل 58 2.B'' کے تحت قومی اسمبلی توڑ کر بے نظیر حکومت کو برطرف کر کے ملک معراج خالد کو نگران وزیراعظم مقرر کر دیا تو پورے ملک میں اس کا خیر مقدم کیا گیا اور اسے جمہوریت کے لئے نیک شگون قرار دیا۔ حضرت مجاہد ملت نے بحیثیت صدر جمعیت علمائے پاکستان اس فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ اس طرح عوامی بدبختی کا ایک اور سیاہ باب تمام ہوا۔ صدر مملکت کا یہ دلیرانہ اور قلندرانہ اقدام بروقت، بجا اور برمحل ہے۔ صدر نے بے نظیر کی حکومت کو برطرف کر کے قوم کو ایک اذیت ناک درد سے نجات دلا دی ہے۔ بے نظیر نے نہ صرف چھوٹی موٹی بدعنوانیاں کیں بلکہ ملک کو برباد کرنے کے لئے یہودی اور امریکی عالمی بنک اور آئی ایم ایف کی پاکستان دشمن پالیسیوں پر عملدرآمد کیا۔ جس کے تحت دفاعی بجٹ کو کم کر کے ملکی سلامتی کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ بے نظیر کا یہ جرم آئین سے غداری کے مترادف ہے۔ مزید ارشاد کیا کہ آئندہ انتخابات میں امیدواروں کے معیار اہلیت واستحقاق آئین کی دفعہ 62 اور 63 کے تحت یقینی بنایا جائے۔ (543)

نگران وزیراعظم سے ملاقات

12 ر اکتوبر کو مجاہد ملت نے اسلام آباد میں نگران وزیراعظم ملک معراج خالد سے طویل ملاقات کی اور انہیں عام انتخابات اور احتساب کے حوالے سے اپنی تجاویز سے آگاہ کیا۔(544)

مسلم لیگی وفد کی حاضری

26 رنومبر 1996ء کو شہباز شریف کی زیرقیادت مسلم لیگی وفد جمعیت علماء پاکستان کے دفتر 7 رسکندر روڈ حضرت مجاہد ملت سے ملاقات کے لئے آیا۔ وفد میں سردار ذوالفقار علی کھوسہ اور انعام اللہ خان نیازی شامل تھے۔ حضرت مجاہد ملت نے مطالبہ کیا کہ قومی اسمبلی کی 20 اور صوبائی اسمبلی کی 40 نشستیں جمعیت علماء پاکستان کو دی جائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان سیٹوں پر جمعیت علماء پاکستان کو سو فیصدی کامیابی ہوگی۔

مذاکرات کے بعد شہباز شریف نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان نے مولانا عبدالستار خان نیازی کی قیادت میں جو مثالی کردار ادا کیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ مسلم لیگ اور جمعیت علماء پاکستان کا اتحاد فطری ہے۔ ہمارے اکابرین نے ہی پاکستان بنایا، ہم کل بھی ساتھ تھے، آج بھی ہیں اور کل بھی ساتھ رہیں گے۔ انتخابات محض ذریعہ ہیں ہماری منزل ''نظام مصطفیٰ ﷺ'' ہے، ہم اس ملک کو ''خلافت راشدہ'' کی طرز پر چلانا چاہتے ہیں۔(545)

''نوائے وقت ملی فورم'' میں مذاکرہ

27 رنومبر کو ''نوائے وقت ملی فورم لاہور'' میں ایک مذاکرہ بعنوان ''اتحاد عالم اسلام کی راہ میں رکاوٹیں'' انعقاد پذیر ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ ''یہود و نصاریٰ کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے: ''تم سے یہود و نصاریٰ اسی صورت میں راضی ہوں گے جب آپ ان کا عقیدہ قبول کرلیں''، یعنی وہ تمہارے اسلام پر کاربند رہنے سے راضی نہیں۔ ان کے بارے میں قرآن پاک کا یہ بھی ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! اپنے علاوہ کسی کو دلی رازدار نہ بناؤ۔'' دشمنان اسلام تمہارے لئے نقصان رسانی میں کوئی کمی نہیں کرتے تمہیں تکلیف پہنچے تو خوش ہوتے ہیں۔ وہ تمہارے خلاف دشمنی، عداوت، نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور جو تمہارے خلاف ان کے دلوں کے اندر غیظ و غضب اور نفرت و حقارت کے جذبات ہیں اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ یہ

لوگ اسلام پر اور نبی آخرالزمان ﷺ پر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات لگاتے ہیں۔

صلیبی جنگوں میں تمام یورپ کے یہود و نصاریٰ بیت المقدس پر قابض ہونے کے لئے چڑھ دوڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ''صلاح الدین ایوبی'' کو ہمت عطا کی جس نے یورپ کی چودہ ملکوں کی افواج کو شکست فاش دی۔ عصر حاضر میں عیسائیوں نے یہود کے ساتھ صلح کرلی ہے۔ ان کو اسرائیل کے نام سے سلطنت بنا دی ہے اور بیت المقدس پر یہود کا قبضہ کرادیا ہے۔ سابق صدر امریکہ نکلسن نے روس کو بھی بھڑکایا ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں، انتہا پسند ہیں، بنیاد پرست ہیں۔ یہ ہمارے اور تمہارے دونوں کے لئے خطرہ ہیں۔ ہمیں مل کر ان کی طاقت کو کچل دینا چاہئے۔

جارج بش نے ''نیو ورلڈ آرڈر'' لکھ کر مسلمانوں کے خلاف خوفناک پروگرام مرتب کیا اور اس وقت بھارت کو ہمارے مقابلے میں ہر قسم کی جنگی تیاری کا سامان فراہم کیا ہے اور اسرائیل کو عربوں کے سر پر بٹھا دیا ہے۔ کھلم کھلا دشمنوں کے علاوہ خود مسلمانوں میں بھی فرنگی ذہن سے مرعوب مسلمانوں نے ملت اسلامیہ کے اندر موجود دین دار طبقے کو تباہ کرنے کا سامان کر رکھا ہے۔

پروفیسر ٹائن بی نے اپنی کتاب CIVILIZATION ON TRIAL (تہذیب امتحان گاہ میں) میں ایک باب ''اسلامی تہذیب'' کا لکھا ہے جس میں وہ مسلمانوں کو دو طبقوں میں تقسیم کرتا ہے:-

اول، ZEALOT (مذہبی جنونی) اور دوسرے، HERODIANS (دوغلے)۔

''مذہبی جنونی'' کے متعلق اختراع ہے کہ یہ اپنے دین کی حفاظت کے لئے سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار ہیں لیکن ماڈرن تکنیک سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

دوسرے ''دوغلے'' جو ہماری تہذیب و تمدن اور افکار و نظریات سے مرعوب ہیں اس لئے بجائے مخالفت کرنے کے ہمارے آلہ کار ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کافروں سے زیادہ سنگدل اور ظالم ہیں۔ یہی ''دوغلے'' عالم اسلام میں ہر جگہ نفاذ شریعت میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اسلام دشمن قوتیں جارج بش کے پھیلائے ہوئے گمراہ کن تصورات کا شکار بن کر پابند شریعت مسلمانوں کو بنیاد پرست، انتہا پسند اور دہشت گرد قرار دے رہے ہیں اور ان پر ظلم کر رہے ہیں۔ وہ توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان کو بنیاد پرستی قرار دیتے ہیں اور ہمارے ہاں بھی اس عقیدے کے خاتمے کے لئے ''دوغلی'' نسل کو تیار کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

ہماری سابقہ وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے امریکہ کو یقین دلایا تھا کہ میں بنیاد پرستوں کو ختم کرنے کے لئے فرنٹ لائن میں آپ سے تعاون کروں گی۔ اسلام کے کھلم کھلا اعداء ومعاندین کے مقابلے میں یہ دوغلے منافقین ہمارے لئے زیادہ خطرناک ہیں۔ علامہ محمد اقبالؒ نے اس فتنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے:۔

فریاد زافرنگ ودلآویزیٔ افرنگ   فریاد زشیرینی وپرویزیٔ افرنگ
عالم ہمہ ویرانہ زچنگیزیٔ افرنگ   معمار حرم! باز بہ تعمیر جہاں خیز
از خواب گراں، خواب گراں خواب گراں خیز
از خواب گراں خیز!

بنابریں یہود ونصاریٰ ومشرکین کے ساتھ ہمارے اینگلو محمڈن (انگریز گزیدہ) امریکہ محمڈن (امریکہ گزیدہ) فرنکو محمڈن (فرانس گزیدہ) اور رشین محمڈن (روس گزیدہ) بھی ہماری تباہی وبربادی کا باعث ہیں۔(546)

مجلس مذاکرہ

11 ردسمبر 1996ء کو ''نوائے وقت ملی فورم'' لاہور کے زیراہتمام ''اسلام میں حکمرانوں کا احتساب'' کے زیرعنوان ایک مجلس مذاکرہ سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ:۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد جو پہلا خطبہ دیا، اس میں حکمرانوں بلکہ تمام لوگوں کے احتساب کا واضح تصور پیش کیا گیا ہے۔ خطبہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

''اے لوگو! میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں۔ مجھے تم پر کوئی قانونی ترجیح حاصل نہیں ہے۔ اگر میں قرآن وسنت کے مطابق حکم دوں تو میری اتباع کرو۔ اگر میں غلط راہ پر چلوں تو مجھے سیدھا کر دو یعنی تم مجھے سزا دے سکتے ہو، ہٹا سکتے ہو۔ یہ بھی سن لو تم میں جو قوی تر ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے۔ میں اس سے حقدار کا حق لوں گا اور اس کا محاسبہ کروں گا۔ علیٰ ہذا القیاس جو تم میں ضعیف تر اور کمزور ہے وہ طاقتور ہے کیونکہ اسے میری طرف سے اختیار حاصل ہے۔ راست بازی امانت ہے اور

دروغ گوئی خیانت ہے۔''

ظفر الملت والدین حضرت مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے اس احتسابی تصور کو مختصراً یوں بیان کیا ہے:۔

ضعیف اگر نظر پڑے، رسول ﷺ کا جمال بن
قوی اگر ہو سامنے تو قہر ذوالجلال بن
خدا کے آگے سر جھکا، کہ سرکشوں کا سر جھکے
قضا ستم گروں کی ہو، ستم زدوں کی ڈھال بن
وطن کے ساتھ دین بھی، اگر عزیز ہے تجھے
جو بن گیا ہے پہلوی، تو ساتھ ہی بلالؓ بن

ہمارے نقطہ نگاہ سے حکومت نیابت ہے اور دولت امانت۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ آخری ''خلیفۃ اللہ'' کہلاتے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد ''خلافت علیٰ منہاج نبوت'' کا دور شروع ہوتا ہے۔ ''خلافت الٰہی'' اور ''خلافت نبوی'' کا فرق واضح کرنے کے لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے:۔

ایک شخص نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا: ''یا خلیفۃ اللہ''۔ تو انہوں نے جواب دیا: ''میں خلیفۃ اللہ نہیں ہوں بلکہ خلیفۃ الرسول ہوں۔''

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتخاب کے بعد فرمایا کہ ''انا خلیفۃ، خلیفۃ الرسول''۔ یعنی ''میں رسول اللہ ﷺ کے نائب کا نائب ہوں۔'' بعد میں اس نیابت کو ''امیر المؤمنین'' کے لقب سے موسوم کیا گیا۔

حکمرانوں کے احتساب کے سلسلہ میں اُمت مسلمہ، اسلامی حکومت اور احتسابی نظام کو قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

''تم اقوام وملل عالم میں بہترین اُمت بنائے گئے ہو۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اسلامی حکومت کے بارے میں قرآن پاک میں یوں ارشاد ہے:

"جن کو ہم روئے زمین پر تمکن اور غلبہ حاصل کرتے ہیں وہ نظام صلوٰۃ قائم کرتے ہیں، نظام زکوٰۃ قائم کرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔"

اور پھر احتسابی ادارے کے لئے یہ ارشاد ہے کہ:

"تم میں سے ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہئے جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

قرآن پاک میں ان تینوں عنوانات کی مزید وضاحت ارشاد نبوت میں یوں کی گئی ہے:

"جب تمہارے حکمران نیک ہوں گے، دولت مند سخی ہوں گے اور امور سلطنت باہم مشورے سے طے پائیں گے تو روئے زمین کی سلطنت تمہاری ہوگی، لیکن جب تمہارے حکمران شریر النفس اور بدباطن ہو جائیں گے، دولت مند بخیل اور خسیس ہو جائیں گے۔ امور سلطنت میں بیگمات دخیل ہو جائیں گے تو تمہارے لئے روئے زمین پر حکومت کی بجائے قبر بہتر ہوگی۔"

ان ارشادات نبوت کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں حکمرانوں، دولت مندوں اور مجلس شوریٰ کو اسی معیار پر لانا ہوگا جو سرور کائنات ﷺ نے مقرر فرمایا ہے۔

ایک دفعہ حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا: "**ایان تقوم الساعة یا رسول اللّٰہ**"۔ یعنی "یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟" (قیامتیں تین ہیں: قیامت صغریٰ، قیامت وسطیٰ اور قیامت کبریٰ۔ ایک فرد کی موت قیامت صغریٰ ہے۔ قوموں کے زوال اور تباہی کو قیامت وسطیٰ قرار دیا گیا ہے اور کل کائنات کی تباہی اور خاتمے کو قیامت کبریٰ کہتے ہیں) سوال کرنے والا قیامت وسطیٰ کی بابت پوچھ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے جواب دیا:

"جب امانت ضائع ہونے لگے اور ذمہ داریوں کے کام نااہلوں کے سپرد ہو جائیں گے تب تباہی کی گھڑی کا انتظار کرو۔" اس سے بھی یہی سبق ملتا ہے کہ امانت کا ضیاع اور نااہل لوگوں کا اعتلاء احتساب کا تقاضا کرتا ہے۔

علاوہ ازیں حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ:۔

"تم میں سے کوئی شخص اگر ناواجب، ناروا اور خلاف شریعت کام ہوتا

دیکھے تو اسے طاقت سے روکے، اس کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکے اور اگر زبان سے نہیں روک سکتا تو دل سے اسے برا جانے مگر یہ کمزور ایمان کی بات ہے۔"

اسلام میں حکمرانوں کا احتساب کیوں اور کیسے ہو؟ اس کے لئے حضور ﷺ کا یہ ارشاد حتمی حیثیت رکھتا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے فرمایا:

"اگر کوئی گورنر یا حکومت کا بااختیار کارکن خلاف شریعت کام پر ظلم وتعدی کا اقدام کرے گا تو میں اسے زمین پر لٹا کر اس کے رخسار پر پاؤں رکھ دوں گا اور اسے قتال کروں گا۔"

ان کے دور خلافت میں گھڑ دوڑ کی مسابقت میں ایک قبطی (غیر مسلم مصری) نے گورنر کے بیٹے کو شکست دی تو اس نے قبطی کو کوڑے لگائے۔ قبطی نے دربار خلافت میں آ کر اس کی شکایت کی۔ امیر المؤمنین نے گورنر اور اس کے بیٹے کو طلب کر لیا اور لوگوں کے سامنے قبطی کو کہا کہ گورنر کے بیٹے کو کوڑے لگاؤ اور گورنر کو بھی تنبیہہ کی کہ تیرے بیٹے کا دماغ خراب ہو گیا ہے اس کو سزا ملنی چاہئے تھی۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ:

"تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام بنا لیا، حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔"

خلافت راشدہ میں احتساب کے لئے کھلم کھلا اجازت تھی اور اس اجازت پر ایک عام آدمی نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد پر کہ "لوگو میری بات سنو اور مانو" پر کھڑے ہو کر کہا: "ہم نہیں سنتے اور نہیں مانتے۔ پہلے تم بتاؤ جب ہر ایک شخص کو ایک چادر ملی تھی جس سے کرتا نہیں بن سکتا تھا تم نے اپنا یہ کرتا کیسے بنا لیا۔ اس کا جواب دو۔" اس پر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کیاء جو کھڑا ہو گیا اور کہا: "تمہارا اعتراض ٹھیک ہے۔ میں نے اپنے حصہ کی چادر اپنے والد ماجد کو دے دی۔ جنہوں نے دو چادروں سے اپنا کرتا بنایا ہے۔" اس جواب پر معترض پھر کھڑا ہو گیا اور کہا: "اب ہم آپ کا حکم سنیں گے اور مانیں گے۔"

دوسرا واقعہ یہ کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ طاقت سے بڑھ کر ''حق مہر'' باندھنے پر تنقید کر رہے تھے تو مجمع سے ایک بوڑھی عورت نے تڑپ کر کہا کہ اے عمرؓ! خدا سے ڈر کہ خدا فرماتا ہے کہ اپنی بیویوں کو سونے کے ڈھیر بھی دے دو تو واپس نہ لو۔ تم پابندیاں کیوں لگا رہے ہو؟ اس پر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اگرچہ میں طاقت واستعداد سے بڑھ کر حق مہر باندھنے پر تنقید کر رہا تھا۔ تاہم میں اقرار کرتا ہوں کہ مدینہ طیبہ میں بوڑھی عورتیں بھی مجھ سے قرآن زیادہ جانتی ہیں۔''

المختصر یہ کہ اسلامی نظام حکومت میں ہر لحہ احتساب کا راستہ کھلا ہے اور ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ حکمرانوں کی جواب طلبی کر سکے جو محاسبہ نہ کرے وہ گناہ گار اور خطا کار ہوگا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیصر روم سے بات ہو رہی تھی کہ انہوں نے اسلامی حکومت کا نقشہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ہمارا امیر ہماری طرح کا ایک شخص ہے۔ اگر کتاب وسنت کے مطابق عمل کرے گا تو ہم اسے اپنا امیر رہنے دیں گے۔ اگر ان کے خلاف چلے گا تو ہم اسے معزول کر دیں گے۔ چوری کرے گا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے، بدکاری کرے گا تو اسے کوڑے لگائیں گے۔ اسے ہم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔''

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین خود تقاضا کرتا ہے کہ قانون سازی شریعت کے مطابق ہو بلکہ ملک میں مروجہ تمام قوانین کو شریعت کے مطابق ڈھالا جائے۔ جو شخص ہمارے آئین کی کسی دفعہ کی غلط توجیہہ کرے، غلط معنی پہنائے یا اسے مسخ کرے تو وہ آئین پاکستان کی دفعہ 6 کے ماتحت بغاوت اور غداری کا مرتکب ہوگا اور اسے موت کی سزا دی جائے گی۔

مقام مسرت ہے کہ پاکستان میں احتساب پر عمل شروع ہوگیا ہے۔ خدا ان حکمرانوں کو توفیق دے کہ وہ ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک ہر ایک کا احتساب کریں اور مجرموں، غاصبوں، لٹیروں اور بدکاروں کو عبرت ناک سزا دیں۔(547)

قائداعظم قومی کانفرنس لاہور

10رجنوری 1997ء کو ''گولڈن جوبلی تقریبات کمیٹی'' کے زیر اہتمام ایوان کارکنان پاکستان لاہور میں ''قائداعظم قومی کانفرنس'' کی دوسری نشست سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مساوات محمدی کے ذریعے ہی تمام مسائل اور مشکلات سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔ پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنایا جائے اور تمام فرقہ وارانہ تعصّبات کا خاتمہ کیا جائے۔ قائداعظمؒ نے 1943ء میں ہی کہہ دیا تھا کہ ایسا پاکستان جس میں غریب کے دکھ درد دور نہ ہوں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس تقریب سے نگران وزیراعظم ملک معراج خالد، سینٹر سرتاج عزیز، زیڈ اے سلہری، مجید نظامی، ڈاکٹر رفیق احمد خان، ملک غلام نبی اور مزدور رہنما خورشید احمد نے خطاب کیا جبکہ نظامت کے فرائض خواجہ افتخار احمد نے ادا کئے۔(548)

قادیانی غیر مسلم ہیں

11رجنوری 1997ء کو لاہور میں ''نوائے وقت'' سے بات چیت کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے موجودہ حکومت کی جانب سے قادیانیوں کو احمدی قرار دیتے ہوئے غیر مسلم کے دائرے سے نکالنے کے اقدام کو آئین سے بغاوت قرار دیا اور فرمایا کہ ان کا کوئی ایسا اختیار نہیں انہیں چاہئے کہ وہ آئین کی پابندی کریں۔ آئین کی دفعہ 2 الف میں مسلمان کی تعریف کے ساتھ غلام احمد قادیانی کے ماننے والے مرزائیوں، قادیانیوں یا لاہوری دونوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے لیکن وزارت داخلہ نے انہیں احمدی لکھ کر وطن عزیز کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کئے ہیں اور یہ تاثر عام ہو رہا ہے کہ ایک خاص مقصد کے تحت ملک کا نظریاتی تشخص مجروح کیا جا رہا ہے۔ طے شدہ معاملات کو چھیڑ کر عوام کے اندر بے چینی کی کیفیت پیدا کی جا رہی ہے۔

سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جو ختم نبوت کا باغی ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ عوام نگران حکومت کی جانب سے آئے روز قیمتوں میں اضافہ اور امن وامان کی ناگفتہ بہ صورتحال سے تنگ آچکے ہیں اور ان کا پیمانہ صبر لبریز ہوتا جا رہا ہے اور اب ختم نبوت کے مسئلہ پر مسلسل دل آزاری پر مبنی اقدامات سے ملک میں احتجاج کی فضا پیدا ہوسکتی ہے

جس پر قابو پانا کمزور نگران حکومت کے لئے ناممکن ہوگا۔ یہ مسلمانوں کے ایمان کا مسئلہ ہے لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہوئے غیر مسلم ہی لکھا جائے کوئی اور لفظ نہ لکھا جائے۔(549)

12 رجنوری 1997ء کو حضرت مجاہد ملت کی قیادت میں ملک کی 13 سے زائد دینی وسیاسی جماعتوں نے غیر مسلم'' قادیانی اقلیت'' کو پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور دیگر سرکاری دستاویزات میں'' احمدی'' لکھے جانے کے بارے میں حکومت کی تمام وضاحتوں کو مسترد کر دیا اور کہا کہ دنیا کے 36 ممالک میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے لیکن حکومت پاکستان ان کو چور دروازے سے امت مسلمہ میں شامل ہونے کا موقعہ فراہم کر رہی ہے جو پاکستان کے آئین سے کھلم کھلا بغاوت ہے جس کو کسی بھی صورت قبول نہیں کیا جائے گا اور ملک کی دینی وسیاسی جماعتیں حکومت کے اس اقدام کے خلاف مرحلہ وار تحریک چلائیں گی۔ یہ تحریک'' مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کے پلیٹ فارم سے چلائی جائے گی۔

13 جماعتوں کی اس مشترکہ پریس کانفرنس میں اعلان کیا گیا کہ 17 رجنوری کو ملک بھر میں یوم احتجاج منایا جائے گا۔ خطباء اور آئمہ حضرات عوام کو حکومت کی سازش سے آگاہ کریں گے۔ اس مسئلے پر دینی جماعتوں کا نمائندہ وفد صدر اور وزیر اعظم سے ملاقات کرے گا اور ان کو امت مسلمہ کے جذبات سے آگاہ کرے گا۔ 18 رجنوری کو دوپہر ڈیڑھ بجے مسجد شہداء کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا جائے گا جس میں تمام دینی جماعتیں بھرپور شرکت کریں گی۔ پریس کانفرنس کرنے والوں میں حضرت مجاہد ملت کے علاوہ منہاج القرآن تحریک کے قائد پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، جماعت اسلامی کے لیاقت بلوچ، جمعیت علماء اسلام کے مولانا امیر حسین گیلانی اور دیگر رہنما شامل تھے۔

پریس کانفرنس میں جمعیت علماء پاکستان، ادارہ منہاج القرآن، جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام، تحریک جعفریہ پاکستان، مرکزی جمعیت اہلحدیث، پاکستان عوامی تحریک، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، تنظیم اسلامی پاکستان اور حزب اللہ کے رہنماؤں کے وفود نے شرکت کی۔ ایک سوال کے جواب میں حضرت مجاہد ملت نے بتایا کہ اجلاس میں کہا گیا ہے کہ سینٹ میں تمام دینی جماعتوں کے سینٹرز حکومت کے اس اقدام کے خلاف مؤثر آواز بلند کریں گے۔ حکومت کے عزائم کی مزاحمت کی

جائے گی۔ ختم نبوت امت مسلمہ کے ایمان کی اساس ہے۔ قادیانی اور احمدی گروہ امت مسلمہ کے خلاف مسلسل سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ متذکرہ جماعتوں کی مشترکہ تحریک اس وقت تک جاری رہے گی جب تک حکومت اپنا وہ نوٹیفکیشن واپس نہیں لیتی جس کے تحت قادیانیوں کو احمدی لکھا جائے گا۔ ایک اور سوال کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ دیگر اقلیتیں مذہب کی آڑ میں دھوکہ نہیں دیتیں جب کہ قادیانیوں نے ابھی تک خود کو غیر مسلم تسلیم نہیں کیا۔(550)

حضرت مجاہد ملت کی شبانہ روز کاوشوں کی بدولت 25 رجنوری 1997ء کو حکومت نے پاسپورٹ فارم میں قادیانیوں کو احمدی لکھنے کا حکم نامہ واپس لے لیا۔ گورنر ہاؤس لاہور میں ایک اعلیٰ سطح کا اجلاس گورنر پنجاب خواجہ احمد طارق رحیم کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ڈائریکٹر جنرل امیگریشن پاسپورٹ کا 7 رنومبر 1996ء کا حکم نامہ واپس لیا جاتا ہے اور اب پہلے کی طرح پاسپورٹ فارموں پر قادیانیوں کے لئے غیر مسلم ہی لکھا جائے گا۔(551)

21 رفروری 1997ء کو مرکزی جامع مسجد طارق آباد لال کڑتی راولپنڈی میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرقہ وارانہ اختلافات کی موجودہ صورت حال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے اتحاد بین المسلمین کمیٹی کی سفارشات میں فرقہ وارانہ اختلافات کا متفقہ حل تجویز کیا ہے۔ ان سفارشات سے استفادہ کرنا چاہئے۔ توقع ہے کہ وزیر اعظم نواز شریف وعدے کے مطابق میرے دور وزارت میں'' وزارت مذہبی امور'' کے زیر اہتمام تین کمیٹیوں کی تیار کردہ رپورٹوں پر عمل درآمد کریں گے۔

انہوں نے کہا کہ معاشی طور پر تباہ حال، اخلاقی طور پر آبرو باختہ اور سیاسی طور پر بے اصول حکومت سے نجات کے بعد اللہ تعالیٰ نے نواز شریف کی قیادت میں بھاری اکثریت کے ساتھ حکومت کے قیام کے ذریعے پاکستان کے استحکام کا سامان کر دیا ہے۔ نومنتخب وزیر اعظم نے ملک و قوم کو مہنگائی، بے روزگاری اور اقتصادی بدحالی سے نجات دلانے کے ساتھ ساتھ کشکول گدائی توڑ کر پاکستان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کا خوش آئند اعلان کیا ہے۔ اگر نواز شریف قیام پاکستان کے بنیادی مقاصد کے حصول کے لئے خلافت راشدہ کو اپنے لئے نصب العین اور رہبر و راہنما قرار دیں اور پاکستان میں مساوات محمدی اور اخوت بشری کا سامان پیدا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان ایشیاء کا ٹائیگر بن جائے گا۔(552)

بیرونی سرپرستی و مداخلت ختم کیجئے

11 / مارچ 1997ء کو ایم این اے ہاسٹل اسلام آباد میں ''نوائے وقت'' سے ایک انٹرویو میں حضرت مجاہد ملت نے کہا کہ بیرونی سرپرستی اور مداخلت کو ختم کرنے سے ملک میں فرقہ وارانہ تشدد اور تصادم کا سدباب ہوسکتا ہے جبکہ بیرونی انٹیلی جنس ایجنسیوں کی مداخلت کی روک تھام کے لئے بھی ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اقدامات کئے جانے چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ لاء اینڈ آرڈر کے نکتہ نگاہ سے ہر حکومت کا طرز عمل مؤثر نہیں رہا۔ فرقہ وارانہ دہشت گردی اور تخریب کاری سے لے کر عمومی واقعات تک ''خفیہ ہاتھ'' کے ملوث ہونے کے دعوے کئے جاتے ہیں لیکن یہ دعویٰ کرنے والے اس خفیہ ہاتھ کو پکڑنے اور بے نقاب کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔

نواز شریف کی پہلی وزارت عظمیٰ میں، میں نے وزیر مذہبی امور کی حیثیت سے کہا تھا کہ ''اتحاد بین المسلمین'' اور دوسری کمیٹیوں کی سفارشات پر عمل کرنے سے فرقہ وارانہ تشدد اور منافرت کی خطرناک فضا کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ ان رپورٹوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مختلف مذہبی جماعتوں اور فرقوں کے سربراہوں کو پابند بنایا جائے تاکہ وہ اپنے اپنے فرقے میں انتشار اور فساد کو روکنے کے لئے ذمہ داری قبول کریں۔ نواز شریف نے 25 / مئی 1994ء کو ''جمعیت علماء پاکستان'' کے ''آل پاکستان علماء و مشائخ کنونشن'' میں ان تینوں کمیٹیوں کی سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کا وعدہ کیا تھا، اب اللہ تعالیٰ نے انہیں بھرپور مینڈیٹ کے ساتھ اس وعدے کو پورا کرنے کا موقع دیا ہے۔ امید ہے کہ وہ اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے کردار ادا کریں گے۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ بے گناہ علماء کی پکڑ دھکڑ مسئلے کا حل نہیں ہے، ملی یکجہتی کونسل نے فرقہ وارانہ صورت حال کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کیا تھا مگر کچھ لوگوں نے اسے سیاسی رنگ دے دیا تھا اور سپاہ صحابہ اور سپاہ محمدؐ دونوں گروپ اس کونسل سے الگ ہوگئے جس کی وجہ سے کونسل مستقل بنیادوں پر مؤثر کردار ادا نہ کرسکی۔ اب دوبارہ ان گروپوں کو قریب لایا جانا چاہئے۔ مختلف فرقوں کے علماء اور قائدین کے علیحدہ اور مشترکہ اجلاس اس باقاعدگی سے ہونے چاہئیں اور گڑبڑ اور انتشار کو روکنے کی ذمہ داری ان پر ڈالی جائے، میرے دورِ وزارت کی تینوں کمیٹیوں کی رپورٹوں کو تمام فرقوں کے علماء اور قائدین نے قبول کیا اور مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ ان کمیٹیوں کے مزید اجلاس ہونے چاہئیں اور ان کمیٹیوں کو ضلعی سطح تک توسیع دے کر موجودہ

خطرناک فضا کو اعتدال میں لانے کے لئے اقدامات کئے جانے چاہئیں۔ میں نے اپنے دورِ وزارت میں ''اتحاد بین المسلمین'' کے لئے تمام مالک اور مکاتب فکر کے علماء، ممبران قومی و صوبائی اسمبلی، سابق سفیر اور بعض وزراء پر مشتمل ''اتحاد بین المسلمین کمیٹی'' بنائی۔ جس نے ساری صورت حال کا جائزہ لے کر جو سفارشات مرتب کیں ان کو تمام مسالک اور مکاتب فکر نے پسند کیا اور اب بھی ان کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔ ان اختلافات کی نوعیت اقتصادی، تاریخی اور سیاسی ہے اور کمیٹی نے ان تینوں پہلوؤں پر غور کرکے حل پیش کیا ہے اور تکفیر کا الزام لگانے میں احتیاط اور دوراندیشی سے کام لینے کا مشورہ دیا اور اس سلسلے میں متعلقہ فرد یا فرقے کو صفائی کا موقعہ دینے کا فیصلہ کیا اور یہ طے پایا کہ مذہبی اختلافات کو ایجی ٹیشن کا رنگ نہ دیا جائے بلکہ ان کا علمی اور تحقیقی انداز میں جائزہ لیا جائے۔ کمیٹی نے فرقہ وارانہ منافرت پر مبنی لٹریچر کا محاسبہ کرنے کے لئے جب مختلف فرقوں کی طرف سے فراہم کی جانے والی کتابوں کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان پر فرضی مصنفین کے نام درج کئے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں تمام فرقوں کے علماء سے کہا گیا کہ وہ قابل اعتراض کتابیں وزارت مذہبی امور کو فراہم کردیں تاکہ فرضی اور خود ساختہ مواد پر مبنی مرتب کی گئی کتابیں ضبط کی جائیں۔ ہم یہ کام کررہے تھے کہ ہماری وزارت اور حکومت ختم ہوگئی تھی۔

کتاب و سنت کی بالادستی، اطاعت و عشق رسول ﷺ ہر فرقے کے اقتصادات میں شامل ہے۔ تاریخ اسلام میں متفق علیہ روایات اور موافقات کو ابھارا جائے اور اختلافات کی معقول توجیح کی جائے۔ اختلافی اجتہادات میں کتاب و سنت کو فیصل، جج اور حکم قرار دیا جائے اور سیاسی نکتہ نگاہ سے اجماع امت کو مرکز قرار دیا جائے۔ ماضی میں ہم نے دیکھا کہ اگر امت میں اتفاق ہو تو اختلافات میں صبر و تحمل اور اعتدال کی شکل پیدا ہوجاتی ہے۔ تحریک پاکستان، تحریک تحفظ ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں تمام مکاتب فکر متحد تھے اور فرقہ وارانہ بحث و نظر کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ اب 1997ء کے انتخابات میں ملت کی اکثریت مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع ہوگئی تو کہیں بھی فرقہ واریت اور تضاد نظر نہیں آیا ہے۔

اپریل 1946ء میں بنارس سنی کانفرنس میں 5 ہزار علماء و مشائخ اور سات لاکھ عوام اہل سنت نے فیصلہ کیا تھا کہ تحریک پاکستان کو وحدت اسلامیہ کا رنگ دیا جائے گا اور آج پھر ایک بھرپور مینڈیٹ سامنے آنے پر فرقہ وارانہ تضاد، عناد اور تصادم کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ (553)

گجرال سے بچیں

24 / اپریل 1997ء کو اسلام آباد سے ٹیلی فون پر بات کرتے ہوئے مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ گجرال کے بھارت کے وزیر اعظم بننے پر پاکستان کو خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ بھارت نے تقسیم کے معاہدے کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے حیدرآباد، جونا گڑھ، منادر اور کشمیر پر فوج کشی کر کے قبضہ کر لیا......اور مشرقی پاکستان پر لشکر کشی کر کے پاکستان کو دولخت کیا اور کشمیر کے مسئلہ پر اقوام متحدہ میں استصواب رائے کا معاہدہ کر کے اس سے مسلسل مکر رہا ہے۔ جو ملک گزشتہ کئی بین الاقوامی معاہدوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے اس سے نئے معاہدوں کے معاملہ میں جذباتی امیدیں لگانا خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں۔ جب تک گجرال کشمیر سے فوجیں واپس بلا کر کشمیر میں مظالم بند نہیں کراتے اس سے کسی بھی معاملہ میں انصاف پسندی کی امید رکھنا کشمیریوں کی آزادی اور مجاہدین کے خون کا سودا کرنے کے مترادف ہوگا۔ بھارت نے بات چیت کی آڑ میں ہمیشہ پاکستان کو دھوکہ دیا ہے۔ 1965ء کی جیتی ہوئی جنگ فیلڈ مارشل ایوب خان نے لال بہادر شاستری سے تاشقند کے مذاکرات میں ہار دی۔ اس طرح وہ دریاؤں کے پانی کی تقسیم کے معاملہ میں دریائے راوی، بیاس اور ستلج کے پانی بھارت کو پلیٹ میں رکھ کر مفت دے بیٹھے۔ اب کہیں گوہر ایوب خان (وزیر خارجہ) گجرال کی ٹریک چالوں میں آ کر ظاہری تجارت کے چکر میں کشمیر کی آزادی کے معاملہ میں دھوکہ نہ کھا جائیں۔ کشمیر کے حل کو اولیت دی جائے اور اس کی روشنی میں پھر دوسرے مسائل پر بات چیت کی جائے۔ (554)

حاجی محمد حنیف طیّب کا اخراج

8 / جون 1997ء کو حضرت مجاہد ملت نے اپنی جماعت کے سیکرٹری جنرل حاجی محمد حنیف طیب کو پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی پر ان کے عہدے سے برطرف کر کے بنیادی رکنیت بھی ختم کر دی۔ حاجی محمد حنیف طیب علماء میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ جمعیت کے دستور اور منشور سے انحراف کے مرتکب ہو رہے تھے جس پر ان کے خلاف کارروائی کرنا پڑی۔ (555)

شہباز شریف سے ملاقات سے انکار

11 / جون 1997ء کو وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے فون پر ملاقات کی خواہش کا

اظہار کیا مگر مجاہد ملت نے اس ملاقات کو بے مقصد قرار دے کر انکار کر دیا۔ مجاہد ملت نے وزیر اعلیٰ کے سامنے اپنی جماعت کی طرف سے بعض شرائط رکھیں اور فرمایا کہ ملاقات سے قبل یہ مسئلہ طے کرنا ضروری ہے کہ وزیر اعظم نواز شریف کے ساتھ جمعیت علمائے پاکستان کے منشور اور مسلم لیگ کے ساتھ اتحاد کے بنیادی نکات، نفاذ شریعت اور قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانا ہے مگر تا حال بلا سودی معیشت کے نفاذ جس میں مجاہد ملت کی تیار کردہ تینوں رپورٹوں جن پر عملدرآمد نہیں ہوا شامل ہیں۔ مجاہد ملت نے وزیر اعلیٰ پر واضح کیا کہ جب تک ان کی جماعت کے مطالبات پر عملدرآمد کا اعلان نہیں کیا جاتا اس وقت تک وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کے ساتھ کسی ملاقات کا فائدہ نہیں۔ (556)

صاحبزادہ فضل کریم جمعیت سے فارغ

15 / جون کو حضرت مجاہد ملت کی اجازت کے بغیر اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے صاحبزادہ فضل کریم سینئر مرکزی نائب صدر نے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کی شہ پر جمعیت علماء پاکستان کی نام نہاد اور فرضی مجلس عاملہ کا اجلاس جامعہ نعیمیہ لاہور میں بلایا۔ جس میں انجینئر محمد سلیم اللہ خان، میاں مسعود احمد، حاجی غلام سرور خان نیازی اور قاری عبدالحمید قادری کو جمعیت سے نکال دیا گیا۔

اس پر حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ جمعیت علماء پاکستان (نیازی) کے نام پر بعض افراد کی طرف سے بلایا گیا اجلاس بوگس اور غیر دستوری ہے۔ خارج شدہ سیکرٹری جنرل حنیف طیب کا مجلس عاملہ کے نام پر چند افراد اور اوقاف کے مولوی صاحبان کو جمع کرنے کا جمعیت سے کوئی تعلق نہیں۔ لاہور میں میری موجودگی کے باوجود نائب صدر صاحبزادہ فضل کریم کا خود کو قائم مقام صدر اور سینئر نائب صدر ظاہر کرنا اور اس نام نہاد اجلاس کی صدارت کرنا دستور کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ مذکورہ اجلاس میں عاملہ کے صرف چھ ارکان شریک ہوئے ہیں جبکہ پنجاب جمعیت کے 19 ارکان مجلس عاملہ میں سے صرف ایک خود صاحبزادہ فضل کریم نے شرکت کی۔ جو چھ ارکان شریک ہوئے ہیں ان میں سے بھی اکثر نادہندہ ہیں جنہوں نے جمعیت کے سالانہ واجبات کئی سال سے ادا نہیں کئے اور کئی اجلاسوں میں شرکت نہیں کی۔ اس طرح دستور کے مطابق یہ افراد بھی جمعیت کی رکنیت کے نااہل ہو چکے ہیں۔ اس طرح اس نام نہاد اجلاس کے فیصلے بھی غیر دستوری،

بوگس اور غیر مؤثر ہیں۔

اس صورت حال کے پیش نظر 16 ؍جون کو مجاہد ملت نے صاحبزادہ فضل کریم کو بھی جمعیت سے نکال باہر کیا اور بنیادی رکنیت بھی ختم کر دی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کو مطلع کر دیا کہ صاحبزادہ صاحب کی وزارت (وزارت اوقاف) ہمارے کوٹہ میں متصور نہیں ہوگی۔(557)

بغاوت ہی بغاوت

19 ؍جون 1997ء کو ''پنجاب اسمبلی چیمبرز'' میں واقع اپنے دفتر میں صاحبزادہ فضل کریم نے بحیثیت صوبائی وزیر اوقاف اور حاجی حنیف طیب نے کسی مقتدر اشارے پر ایک پریس کانفرنس کے ذریعے ''مرکزی جمعیت علماء پاکستان'' کے نام سے سرکاری درباری جماعت کی بنیاد رکھ دی اور مجاہد ملت پر نہ صرف بے سروپا الزامات لگائے بلکہ توہین کے بھی مرتکب ہوئے اور پھر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی کارگزاری پر نہ صرف داد چاہی بلکہ وزارت کی بھیک بھی مانگی۔ اس پر وزیر اعلیٰ نے کہا کہ وہ صاحبزادہ فضل کریم کو جمعیت اور علماء و مشائخ کا نمائندہ سمجھتے ہیں، وہ اب بھی ان کی کابینہ میں وزیر ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔(558)

قارئین کرام! اب یہ راز، راز نہیں رہا کہ جمعیت علماء پاکستان کی تقسیم کے پیچھے کون سا ہاتھ تھا اور محراب و منبر کے یہ دعوے دار کس بازار میں فروخت ہوئے اور کتنی قیمت وصول کی۔ خفیہ ہاتھ کا مطلب یہ تھا کہ جمعیت علماء پاکستان کمزور ہوگی تو حضرت مجاہد ملت کی آواز بھی کمزور ہوگی مگر یہ ان کی کج فہمی تھی۔ حضرت کی آوازِ حق کو کوئی بھی نہ دبا سکا۔ 21 ؍جون کو حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ 18 ؍جون کو شہباز شریف ملاقات کے لئے آیا تھا۔ جھوٹا آدمی ہے، جھوٹی قسمیں کھاتا ہے۔

اس بغاوت کے بعد صاحبزادہ فضل کریم، حاجی محمد حنیف طیب اور ان کے ساتھیوں نے بدتمیزی، الزام تراشی اور ناعاقبت اندیشی کی انتہا کر دی۔ حاجی حنیف طیب نے کہا کہ ''مولانا نیازی کی مت ماری گئی ہے اور بڑھاپے نے ان سے قوت فیصلہ چھین لی ہے۔'' صاحبزادہ فضل کریم نے کہا کہ ''نواز شریف نفاذ شریعت کا اعلان کرنے والے تھے مگر مولانا نیازی نے روک دیا۔'' وغیرہ وغیرہ۔

اس پر مسلم لیگ پنجاب کے سیکرٹری اطلاعات پیر محمد بنیامین رضوی نے پنجاب اسمبلی میں

اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ مولانا نیازی نے تحریک پاکستان سے لے کر تحریک ختم نبوت تک اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کے بارے میں یہ بیان بازی قابل افسوس اور قابل مذمت ہے۔(559)

25 ؍جون 1997ء کو صاحبزادہ فضل کریم اور ان کے حواریوں نے حکومتی شہ پر دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں ''علماء و مشائخ'' کا ایک نام نہاد کنونشن بلایا جس کی کل حاضری چار صد کے قریب تھی۔ ان میں بھی اکثریت انجمن طلباء اسلام کے لڑکوں کی تھی جن کو دھوکے سے لے جایا گیا کہ وہاں انجمن کا اہم اجلاس ہے۔ کچھ لوگ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک سے ادھر آ گئے اور یوں یہ نام نہاد کنونشن منعقد ہوا۔ صدر کے لئے کوئی آدمی نہ مل سکا تو صاحبزادہ فضل کریم خود ہی قائم مقام صدر بن گئے اور حاجی حنیف طیب کو سیکرٹری جنرل نامزد کر دیا گیا۔(560)

اسامہ بن لادن

8 ؍جولائی 1997ء کو ایم این اے ہاسٹل اسلام آباد میں ''نوائے وقت'' سے بات چیت کرتے ہوئے مجاہد ملت نے کہا کہ اسامہ بن لادن کی گرفتاری کے لئے امریکی ایجنسیوں کو پاکستان کی سرزمین استعمال کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور اس بات کی بھی اجازت نہ دی جائے کہ وہ پاکستان کے راستے سے افغانستان میں اسامہ بن لادن کو گرفتار کرنے کے لئے آپریشن کریں۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ کراچی اور پنجاب میں دہشت گردی ختم کرنے کے لئے کل جماعتی امن و اتحاد کمیٹیاں بنائی جائیں اور مسئلہ کشمیر کے بغیر انڈیا سے مذاکرات نہ کئے جائیں۔ کراچی میں موجود بھارتی اور امریکی باشندوں کی نگرانی کی جائے۔ سندھ بارڈر کو سیل کر دیا جائے اور اندرون سندھ ''را'' کے ایجنٹوں کی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے۔ ملی یکجہتی کونسل کو دوبارہ فعال بنایا جائے۔ کونسل کو مکمل طور پر غیر سیاسی رکھا جائے۔ نیز میرے دورِ وزارت کی ''اتحاد بین المسلمین کمیٹی'' کی سفارشات اور ضابطہ اخلاق کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ افغان مسئلے کو حل کرنے کے لئے لسانی قبائلی تعصبات کو ختم کر کے اسلامی اخوت و محبت اور اعتماد کو اجاگر کیا جائے۔ افغانستان میں بیرونی مداخلت ختم کی جائے۔

آپ نے کہا کہ اقوام متحدہ کو اپنے منشور کی دفعہ 26 کے تحت اسرائیل کی طرف سے نبی پاک ﷺ کی گستاخی کے پروپیگنڈہ کا نوٹس لینا چاہئے۔ او آئی سی کا فوری اجلاس بلا کر اسرائیل

کی اسلام دشمن کارروائیوں کے خلاف متحدہ محاذ بنا کر اعلان جہاد کرنا چاہئے اور پاکستان کو "تحفظ ناموس رسالت" کے پیش نظر فوری اقدام کرنا چاہئے۔ قبلہ اول کی آزادی اور تحفظ صلاح الدین ایوبی کی طرح ساری امت محمدیہ کی ذمہ داری ہے۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پاکستان کو قرآنی احکام کی رو سے مکمل جنگی تیاری کرنی چاہئے۔ پرتھوی، اگنی میزائلوں کے مقابلے میں غوری اور ابدالی میزائل اور ترشول کے مقابلے میں غزنوی میزائل بنانا چاہئے۔(561)

تاحیات صدارت

10/جولائی 1997ء کو جمعیت علمائے پاکستان پنجاب کی مجلس عاملہ نے حضرت مجاہد ملت کو ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے تاحیات صدر منتخب کر لیا اور حال ہی میں جمعیت سے بے وفائی کر کے سرکاری درباری جمعیت بننے والوں کی جگہ پر نئے عہدیداروں کا انتخاب کیا تاکہ جماعتی امور میں کوئی رکاوٹ نہ رہے اور کام بدستور ہوتا رہے۔ اجلاس میں مرکزی اور صوبائی عہدیداروں کی بھرپور تعداد نے شرکت کی۔(562)

بہاولپور میں سیرت کانفرنس

18/جولائی 1997ء بمطابق 12/ربیع الاول 1418ھ بروز جمعۃ المبارک رشیدیہ آڈیٹوریم ماڈل ٹاؤن بہاولپور میں ملک کی مشہور ادیبہ، شاعرہ، مقررہ سابق ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب، بشریٰ رحمٰن صدر پاکستان مسلم لیگ شعبہ خواتین پنجاب کے زیر اہتمام ایک شاندار اور تاریخ ساز "سیرت کانفرنس" منعقد ہوئی جس میں حضرت مجاہد ملت خصوصی طور پر مدعو تھے۔ اس کانفرنس سے صاحبزادہ محمد فیاض احمد اویسی، علامہ سراج احمد منیر اور پروفیسر عبدالرشید شعبہ اسلامیات بہاولپور یونیورسٹی نے بھی خطاب کیا۔

اس کانفرنس کو ناکام بنانے کے لئے صاحبزادہ فضل کریم صوبائی وزیر اوقاف پنجاب نے سرکاری ذرائع استعمال کر کے خوب رسوائی حاصل کی۔ اتنی جرأت تو شاید کوئی غیر مسلم وزیر بھی نہ کرتا جتنی صاحبزادہ صاحب نے کی مگر ناکامی و نامرادی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں توہین کا مرتکب ہونے کی صاحبزادہ صاحب نے جو سزا بھگتنی ہے وہ تو وقت بتائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ مجاہد ملت سے عداوت رکھنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ "سیرت کانفرنس" ہی

نہ ہونے دی جائے۔ بہرحال یہ کانفرنس ہوئی اور خوب ہوئی۔

داعیٔ کانفرنس بشریٰ رحمٰن صاحبہ اس کانفرنس کے بارے میں اپنے گرامی نامہ محررہ مورخہ 29/اگست 1997ء میں یوں روشنی ڈالتی ہیں:۔

"یہ جلسہ 18/جولائی بمطابق 12/ربیع الاول، "رشیدیہ آڈیٹوریم" ماڈل ٹاؤن بہاولپور میں چار بجے شام ہوا تھا۔

اطلاعاً عرض ہے کہ "رشیدیہ آڈیٹوریم" جدید طرز کا ایک ہال ہے جو میں نے اپنے سیاسی دور میں اپنے والد ماجد حکیم عبدالرشید صاحبؒ کے نام پر بنوایا تھا۔

اس کے ساتھ ایک جامع مسجد بھی زیر تعمیر ہے جسے ابا جی اپنی زندگی میں مکمل نہیں کر سکے تھے۔ اس کے مینار کا افتتاح مولانا عبدالستار نیازی سے اسی شام کروایا تھا اور دعا بھی کروائی تھی۔ یہ مینار انشاءاللہ 120 فٹ بلند ہوگا (آپ میرے لئے دعا کرتے رہا کریں کہ میں اس مسجد کی تکمیل کا فریضہ انجام دے سکوں۔ آمین)

آپ کے صاحبزادہ صاحب (فضل کریم) نے تو اس حد تک مخالفت کی کہ کمشنر اور ڈپٹی کمشنر کو بھی جلسہ میں آنے سے منع کر دیا اور ایک روز پہلے میرے نام سے مجاہد ملت کو تار بھیج دی کہ سیرت کانفرنس ملتوی ہوگئی ہے............ یہ ہیں آپ کے لیڈران کرام............؟

مگر کچھ پارساؤں کو نہ تم سمجھے نہ ہم سمجھے"۔

صاحبزادہ فضل کریم کی کانفرنس دشمنی کے بارے میں بشریٰ رحمٰن نے اپنے مشہور زمانہ کالم "چادر، چار دیواری اور چاندنی" مطبوعہ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور مورخہ 29/جولائی 1997ء میں بھی یوں تفصیل لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

"صبح اخبار کھولا...... پہلی نظر تو تصویروں پر ہی جاتی ہے۔ تصویر اپنی ہو تو پھر نظر کہاں جائے گی...... تصویر خوبرو کی ہو تو نظر وہیں اٹکی رہ جائے گی...... تصویر اہل اقتدار کی ہو تو حاشیہ پڑھنے کی حاجت ضرور محسوس ہوگی اور سنا ہے اہل اقتدار جس دن اخبار میں اپنی تصویر نہیں دیکھتے سارا دن انہیں کھٹے ڈکار آتے ہیں...... ہاں جی تو...... یکایک جس تصویر نے ہماری نظر کو پابند کیا وہ صوبائی وزیر اوقاف صاحبزادہ فضل

کریم کی تصویر تھی۔ علماء کے گھیرے میں صدارت افروز ہیں اور نیچے لکھا ہے ''اتحاد بین المسلمین'' کی تلقین فرما رہے ہیں...... اس سے ہمیں ایک واقعہ عرض کرنے کی جرأت ہوئی۔ گزشتہ ہفتے یعنی 18 / جولائی بمطابق 12 / ربیع الاول، میں نے بہاولپور میں ایک ''صوبائی سیرت کانفرنس'' کا اہتمام کیا تھا۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی صاحب کو اس مقدس محفل کی صدارت کرنے کے لئے خط لکھا۔ انہوں نے صدارت منظور فرمائی اور شدید تپتے ہوئے موسم میں، برستی لو میں، اس ضعیفی اور بیماری کے باوجود اسلام آباد سے بہاولپور تشریف لائے۔ اہالیانِ بہاولپور کے لئے یہ بڑا اعزاز تھا۔ مجھے حضرت کی طرف سے حکم ملا کہ میں بہاولپور میں جے یو پی کے ڈویژنل صدر (حاجی ذکی احمد قریشی) اور دیگر عہدیداروں سے رابطہ کروں۔ میرا اپنا یہ خیال تھا کہ مولانا کی جماعت کے عہدیدار اور کارکن اپنے لیڈر کی آمد پر میرے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔ ان کی حاضری جشن کا سا سماں پیدا کر دے گی وغیرہ وغیرہ۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وزیر اوقاف پنجاب صاحبزادہ فضل کریم صاحب جمعیت علماء پاکستان کی مسند پر الگ منڈلی سجائے بیٹھے ہیں اور ان کے ایماء پر جماعت کے کارکنوں نے ''سیرت کانفرنس'' میں شرکت نہیں کی۔ جلوس کو بھی دو حصوں میں بانٹا گیا۔ چلئے پارٹی کی حد تک کسی بھی رکن کا مولانا کے ساتھ کوئی اختلاف یا رنجش سہی، مگر یہ بھی تو دیکھئے کہ جناب مجاہد ملت صرف ایک جماعت کے لیڈر ہی نہیں ہیں۔ تحریک پاکستان کے ہراول دستہ میں سے ہیں۔ قائداعظمؒ کے قریبی ساتھیوں میں سے ہیں۔ تخلیق پاکستان کی کوششوں میں ان کا پسینہ بھی شامل ہے۔ ان کی پوری زندگی جدوجہد، اسلام پسندی اور عشق الٰہی و عشق حبیب مصطفیٰ ﷺ سے عبارت ہے۔ اس وقت وہ ہمارے پاس اسلاف کی ایک عظیم نشانی کے طور پر موجود ہیں۔ پوری قوم پر واجب ہے کہ ہر اس محسن کا احترام کرے جس نے جہد پاکستان میں حصہ لیا۔ ایسی محبتیں تو جماعتی وابستگیوں سے بالا ہونی چاہئیں۔ بہاولپور میں تو صاحبزادہ فضل کریم نے ''اتحاد بین المسلمین'' کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا۔ لاکھ اختلافات سہی سوچ لیتے کہ کس کے نام

نامی سے یہ محفل سجائی جا رہی ہے۔ احتراماً ہی چلے جائیں۔ عہدیدار ایسے سچے مسلمان کہ دن کو مولانا کے پاس سرکٹ ہاؤس میں ہوتے اور رات کو صاحبزادہ صاحب کے قدموں میں حاضری دیتے۔ واہ واہ سبحان اللہ...... گھر میں نفاق اور منافقت اور قوم کے لئے ''اتحاد بین المسلمین'' کا درس۔ 12 / ربیع الاول کا دن تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کے لئے اپنی زندگی کی ہر مصروفیت سے بڑھ کر ہے۔ کوئی نہ بھی بلائے تو اپنی محبتوں کے نذرانے لے کر پلکوں کے بل آؤ...... اے محبت کا درس دینے والو! تمہیں محبت کے معانی آتے ہیں۔ یہ وزارتیں کاغذ کی ہوتی ہیں، بوند گرے تو بھیگ جاتی ہیں، آنچ لگے تو جل جاتی ہیں۔ اے دستار پہننے والو! کچھ تو دستار کا بھرم رکھو...... اپنے قول و فعل میں اتنا تضاد نہ رکھو کہ تم کسی کی دلآزاری کا موجب بن جاؤ۔ تاہم میں مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی کی عظمتوں کو سلام پیش کرتی ہوں۔'' (563)

پاکستان گولڈن جوبلی تقریبات

23 / جولائی 1997ء کو الحمراء ہال لاہور میں ''پاکستان گولڈن جوبلی تقریبات'' کے سلسلے میں منعقدہ ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے ولی خان کے ان ریمارکس پر سخت تنقید کی کہ مسلم لیگ، انگریز کی پٹھو تھی اور کہا کہ انگریز تو آخر وقت تک مسلم لیگ اور اس کے مطالبہ پاکستان کی مخالفت کرتا رہا۔ ریڈکلف ایوارڈ میں بددیانتی اور گورداسپور سمیت بعض علاقوں سے پاکستان کی محرومی اس کا واضح ثبوت تھا۔ لارڈ مونٹ بیٹن کے دل و دماغ میں قائداعظم کے خلاف نفرت بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔

''قوم وطن سے بنتی ہے''، اسلام کا تصور نہیں۔ اس حوالے سے علامہ اقبالؒ نے مولانا حسین احمد مدنی پر بھی سخت تنقید کی۔ کانگریس نے قائداعظمؒ کو متحدہ ہندوستان کی صدارت کی پیشکش کی لیکن انہوں نے اپنی صدارت کے لئے قوم فروشی سے انکار کر دیا۔ ریفرنڈم اور بعد میں ڈاکٹر خان کی کانگرسی حکومت کی برطرفی کے فیصلے پر ولی خان کی تنقید کا جواب دیتے ہوئے مجاہد ملت نے کہا کہ ریفرنڈم اس لئے کرایا گیا کہ صوبے میں عظیم اکثریت مسلمانوں کی تھی، لیکن یہاں حکومت کانگرس کی تھی۔ ریفرنڈم میں مسلم لیگ کی کامیابی دیوار پر لکھی ہوئی حقیقت تھی جس سے بوکھلا کر

سرخپوشوں نے ''تھرڈ آپشن'' کو بھی شامل کرنے کا مطالبہ کر دیا جس کا کوئی جواز نہیں تھا اور پھر اس بہانے ریفرنڈم کا بائیکاٹ کر دیا۔ ریفرنڈم میں ناکامی کے بعد ڈاکٹر خان کی کانگرسی حکومت کی بقا کا کوئی جواز نہیں رہا تھا۔ پھر وہ حکومت کیسے رہتی جس نے پاکستان کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔ پاکستان کے جھنڈے کو سلامی دینے سے انکار کر دیا تھا۔

سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ فنی ماہرین کالا باغ ڈیم کے حوالے سے ولی خاں کے تمام اعتراضات کا جواب دے چکے ہیں۔ یہ بات بھی ثابت کی جا چکی ہے کہ اس سے سرحد، سندھ اور بلوچستان کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ ہم نے کہا کہ کالا باغ ڈیم کے مخالفین کو ٹی وی پر لاؤ اور مباحثہ کرواؤ لیکن نواز شریف نے نرمی دکھائی۔ اس بات میں کوئی صداقت نہیں کہ پاکستان کا قیام معاشیات کی بنیاد پر عمل میں آیا۔ اگر معاشی فوائد ہی مطلوب تھے تو 30 لاکھ افراد کی شہادت، ایک کروڑ کی ہجرت اور اربوں کی جائیداد چھوڑ آنے کا کیا جواز تھا۔

مجاہد ملت نے اس موقعہ پر قائد اعظمؒ کی قیام پاکستان کے بعد کی بھی کئی تقاریر کا حوالہ دیا اور کہا کہ پاکستان کا قیام اسلامی ریاست کی تشکیل کے لئے عمل میں آیا تھا۔ قائد اعظمؒ کی زندگی اور ان کے فرمودات آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ نوجوانوں کو تحریک پاکستان کے جذبوں سے سرشار ہو کر پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لئے سرگرم کردار ادا کرنا چاہئے۔(564)

صاحبزادہ فضل کریم

24 رجولائی 1997ء کو حضرت مجاہد ملت نے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کو ان کے مشیر ڈاکٹر اسد اشرف کی معرفت ایک پیغام پہنچایا کہ صاحبزادہ فضل کریم کو وزارت سے ہٹانے کے مسئلے پر اگر جمعیت علماء پاکستان، مسلم لیگ سے اتحاد توڑتی ہے تو اس کی ذمہ داری میاں شہباز شریف پر عائد ہوگی کیونکہ صاحبزادہ فضل کریم اب جے یو پی کے نمائندے نہیں رہے، انہیں جے یو پی سے خارج کر دیا گیا ہے ہمارے نمائندے پیر سید عارف حسین شاہ بخاری ہیں، اوقاف کا وزیر انہیں بنا دیا جائے۔(565)

صحافت کے 50 سال

8 راگست 1997ء کو ''نوائے وقت'' اور ''دی نیشن'' کے زیر اہتمام ''صحافت کے 50 سال'' کے عنوان سے لاہور میں ایک سیمینار منعقد ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت

نے فرمایا کہ صحافت قوم کی امامت کرے اور اسے صحیح راہ پر ڈالے۔ اجتماعی قومی نظریئے کی حمایت کے لئے اخبارات اپنا کردار ادا کریں۔ صحافت اسلامی نقطہ نظر سے قول حق کا اعلان ہے۔ سچائی امانت اور جھوٹ خیانت ہے۔ ''نوائے وقت'' کا کردار ہر دور میں بہت مضبوط رہا ہے۔ حمید نظامی نے ''نوائے وقت'' نکالنے کا پروگرام بنایا تو میں ان کے ساتھ م ش (میاں محمد شفیع) کو لے کر مولانا ظفر علی کے پاس گیا تو اخبار نکالنے کے لئے انہوں نے بہت زیادہ رہنمائی کی۔ حمید نظامی نے ماضی میں اور اب ''نوائے وقت'' اور ''نیشن'' کے چیف ایڈیٹر مجید نظامی نے ہمیشہ حق کی بات کی ہے۔(566)

ایک اہم انٹرویو

14 راگست 1997ء کو ''قیام پاکستان کی گولڈن جوبلی اور مقاصد'' کے حوالے سے حضرت مجاہد ملت کا ایک تفصیلی انٹرویو سلطان سکندر کی کاوش سے شائع ہوا جو انتہائی فکر خیز اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ من و عن نذر قارئین ہیں:۔

☆......س:۔ پچاس سال میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟

O......ج:۔ ہم نے قائد اعظمؒ کی ولولہ انگیز قیادت میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان حاصل کی اور اپنوں کی غلطیوں اور کوتاہیوں اور غیروں کی سازشوں سے اسے دولخت کر دیا۔ اگر خدانخواستہ پاکستان نہ بنتا تو کانگرس کی طرف سے اقلیتوں کی جان و مال، عزت و آبرو، تہذیب و تمدن اور ثقافت کی حفاظت کے اعلانات کے باوجود ہماری حالت بھارت کے مسلمانوں سے مختلف نہ ہوتی، ہمیں کوئی مذہبی اور سیاسی حقوق حاصل نہ ہوتے بلکہ ہمارے تہذیب و تمدن کو مسخ کر دیا جاتا اور ہماری حالت اچھوتوں سے بدتر ہوتی۔

☆......س:۔ پاکستان کیوں دولخت ہوا؟

O......ج:۔ مشرقی پاکستان کے مسئلے کا سیاسی حل موجود تھا۔ شیخ مجیب الرحمٰن کے پانچ نکات تو بھٹو نے مان لئے تھے آدھا نکتہ باعث نزاع بنایا گیا۔ ملک کے اکثریتی عوام کی رائے کا احترام نہ کئے جانے کی وجہ سے ملک ٹوٹا۔ بھٹو آئین ساز اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے ڈھاکہ چلے جاتے اور مسائل کو افہام و تفہیم سے حل کرتے

تو صورت حال مختلف ہوتی، پاکستان قائم ودائم رہنے کے لئے بنا ہے۔ ہم نے انڈیا سے تین جنگیں لڑی ہیں ہمیں اب آگے کی طرف دیکھنا چاہئے اور مقبوضہ کشمیر اور قبلۂ اول کی آزادی کے لئے انڈیا اور اسرائیل کا مقابلہ کرنا چاہئے، عالم اسلام متحد ہو کر مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔ ہمیں دشمن کی سازشوں کو غیر مؤثر بنایا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بھرپور جنگی تیاریاں کرنی چاہئیں۔ پرتھوی اور اگنی میزائل کے مقابلے میں غوری اور ابدالی میزائل بنانے چاہئیں اور ترشول کیمقابلے میں غزنوی میزائل بنانا چاہئے۔

☆......س:۔ قیام پاکستان کا بنیادی مقصد کیا تھا؟

O......ج:۔ قائداعظمؒ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس ملک میں اسلامی شریعت نافذ کریں گے۔ اس مقصد کے لئے باضابطہ طور پر ’’قرارداد مقاصد‘‘ منظور کی گئی۔ قائداعظمؒ پاکستان کو دنیا کے لئے ایک تجربہ گاہ بنانا چاہتے تھے جہاں اسلامی اقدار حیات کے مطابق پوری زندگی گزاری جائے۔

☆......س:۔ پچاس سال میں مذہبی جماعتوں کا کیا کردار رہا؟

O......ج:۔ قیام پاکستان سے پہلے تحریک پاکستان میں علماء ومشائخ نے تاریخی کردار ادا کیا، نیشنلسٹ علماء قیام پاکستان کے مخالف تھے لیکن علماء ومشائخ اہلسنت نے بنارس سنی کانفرنس کے ذریعے قائداعظمؒ کی بھرپور تائید وحمایت کی۔ یہ کانفرنس 27,26، 28/اپریل 1946ء کو بنارس (اب انڈیا) کے مقام پر منعقد ہوئی جس میں برصغیر کے پانچ ہزار علماء ومشائخ اور سات لاکھ عوام اہلسنت نے اکابرین ملت بالخصوص امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کی سربراہی میں مطالبۂ پاکستان کی تائید وحمایت کا فیصلہ کیا اور پاکستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے 13 رکنی کمیٹی بنائی جس میں اکابرین اہلسنت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا محمد امجد علی اعظمی، مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی، پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈوی، پیر صاحب مانکی شریف، مولانا ابوالحسنات قادری لاہوری، محدث اعظم کچھوچھوی، مولانا عبدالحامد بدایونی، دیوان آل رسول علی خان اجمیری، بخشی مصطفیٰ علی خاں

جماعتی میسوری ثم مدنیؒ، سید ابوالبرکات لاہوری، مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں بریلوی اور خواجہ قمرالدین سیالوی شامل تھے۔ اس کمیٹی نے پروگرام مرتب کیا اور یہ انقلابی اعلان کیا کہ:

’’اگر خدانخواستہ قائداعظم محمد علی جناح نے کسی مصلحت کی بناء پر مطالبہ پاکستان کو ملتوی یا مؤخر کیا تو ہم ایسا نہیں کریں گے۔‘‘

قیام پاکستان کے بعد علماء نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ تمام مکاتب فکر کے 33 نمائندہ علماء کرام نے 22 نکات منظور کئے۔ پھر ’’قرارداد مقاصد‘‘ آئین کا حصہ بنی، 1953ء اور 1974ء میں ’’عقیدۂ ختم نبوت‘‘ کے تحفظ کے لئے تحریکیں چلائیں جس کے نتیجے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ مذہبی جماعتوں نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے جدوجہد کی۔ ملی یکجہتی کونسل قائم کی گئی۔ میرے دور وزارت کی رپورٹوں اور ملی یکجہتی کونسل کے ضابطہ اخلاق پر عمل کر کے فرقہ واریت پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

☆......س:۔ تحریک پاکستان میں کون سے چیلنج درپیش تھے؟

O......ج:۔ انڈیا ایکٹ 1935ء میں صوبائی خودمختاری کے ساتھ فیڈریشن کا بھی فیصلہ کیا گیا تھا۔ قائداعظمؒ نے اپنی غیر مؤثر اقلیت کے پیش نظر فیڈریشن کو قبول نہیں کیا۔ کانگرس دباؤ ڈالتی رہی کہ ہندوستان کی وحدت اور قومیت کو بحال رکھنے کے لئے فیڈریشن کی ضرورت ہے۔ یہ متحدہ ہندوستان کی تجویز تھی لیکن قائداعظمؒ نے دس کروڑ مسلمانوں کو قربان نہیں کیا۔ 1938ء میں نہرو نے اخباری بیان میں کہا کہ ہندوستان میں دو طاقتیں ہیں، ایک انگریز حکومت اور دوسری کانگریس۔ اس کے جواب میں قائداعظمؒ نے بیان دیا کہ نہرو غلط کہتا ہے۔ ہندوستان میں ایک تیسری طاقت مسلم لیگ بھی موجود ہے اس کے بغیر کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ جب 1940ء میں لاہور میں ’’قرارداد پاکستان‘‘ منظور ہوئی تو کانگریس نے اس کے خلاف واویلا کیا، گاندھی نے کہا یہ تقسیم برصغیر ماتا کو دو ٹکڑے کرنے کے مترادف ہے لیکن قائداعظمؒ کی حکیمانہ قیادت اور سوچ نے ناممکن کو ممکن بنا دیا۔

قائداعظمؒ نے پاکستان کا مقصد واضح کرتے ہوئے 1944ء میں گاندھی کے نام خط میں کہا:

''ہماری تہذیب وتمدن، ثقافت و روایت، دینی، قانونی کیلنڈر، تذکرہ مشاہیر، اقدار حیات اور نظریہ جدا ہے۔ ہم اس نظریہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے علیحدہ ملک چاہتے ہیں۔''

قائداعظمؒ نے اس نظریئے کو مستقل حیثیت دی۔

☆......س:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مطالبۂ پاکستان کی وجوہ معاشی تھیں؟

O......ج:۔ اگر قیام پاکستان کی وجوہ معاشی ہوتیں تو ایک کروڑ مسلمان اپنے گھربار، املاک، جائیدادیں، بزرگان دین کے مزارات، دینی مراکز چھوڑ کر جلاوطن نہ ہوتے، ہجرت نہ کرتے بلکہ کانگرس نے قائداعظمؒ کو پیشکش کی تھی وہ تقسیم ہند پر زور نہ دیں اور وہ انہیں متحدہ ہندوستان کا صدر تسلیم کرے گی لیکن قائداعظمؒ نے جواب دیا:

''میں ساری قوم کو ہندو کی غلامی میں ڈال کر صدارت قبول کرنے پر تیار نہیں ہوں۔''

☆......س:۔ گروپنگ سکیم میں کیا مقاصد کارفرما تھے؟

O......ج:۔ جب انگریز نے گروپنگ سکیم پیش کی تو قائداعظمؒ نے اس مسئلے پر جون 1946ء میں دہلی میں آل انڈیا مسلم لیجسلیٹرز اور مسلم لیگ کونسل کا مشترکہ اجلاس بلایا۔ میں نے اس سکیم کی مخالفت کی۔ سکیم کے تین نکات تھے:۔

1۔ دس سال تک اے بی سی تین گروپ قائم کئے جائیں۔ اے گروپ ہندو اکثریتی صوبوں پر مشتمل ہوگا، بی گروپ میں مسلم اکثریتی علاقے پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان شامل ہوں گے اور سی میں بنگال اور آسام شامل ہوں گے۔ دس سال تک یہ گروپ قائم رہیں گے اور ان کی ایک مرکزی حکومت ''انڈین یونین'' کہلائے گی۔ جس کے پاس دفاع، امور خارجہ، مواصلات اور مرکزی فنانس سے متعلق امور ہوں گے۔ دس سال تک کوئی صوبہ الگ نہیں ہوسکے گا۔

2۔ کوئی ایسا مسئلہ جو خالص ہندو یا مسلمان سے متعلق ہو وہ ان قوموں کی اکثریت طے کرے گی۔

3۔ عبوری عرصے کے لئے جو پارٹی گروپنگ سکیم کو قبول کرے گی اسے اقتدار منتقل کردیا جائے گا۔

میں نے دہلی کے اجلاس میں اس سکیم کی مخالفت کی اور یہ موقف اختیار کیا کہ ''اس وقت جو جذبہ پاکستان کے حق میں پایا جاتا ہے وہ دس سال کے بعد نہیں رہے گا۔ بی گروپ بھی مسلمان 68 فیصد اور سی میں 54 فیصد ہیں۔ کانگرس ہمارے آدمیوں کو ورغلا کر خرید کر اپنے ساتھ ملا لے گی۔ اس طرح بی اور سی گروپوں میں بھی ہم مؤثر طاقت نہیں ہوں گے اور کانگرس ویٹو کا اختیار استعمال کرسکے گی۔ اس طرح انگریز دھوکا دے رہا ہے۔ وہ عبوری دور کے لئے اقتدار منتقل نہیں کرے گا۔ یہ سکیم پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے۔ جسے ہم قبول نہیں کریں گے۔''

جب اس سکیم پر ووٹنگ ہوئی تو 650 کے ہاؤس میں مجھے 19 ووٹ ملے باقی سب نے سکیم کے حق میں ووٹ دیئے۔ کچھ ممبران نے قائداعظمؒ سے الگ بات کی کہ عبدالستار نیازی کے اعتراضات میں بڑا وزن ہے۔ قائداعظمؒ نے جواب دیا: میں بھی ان کی اہمیت اور وزن کو محسوس کرتا ہوں لیکن یہ میری ڈپلومیسی اور سیاسی حکمت عملی ہے، میں یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا کہ میں ہر بات کا مخالف ہوں، میں انگریز حکومت اور ہندو کانگرس کو بے نقاب کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ قائداعظمؒ نے وائسرائے سے فون پر بات کی کہ ہمیں سکیم قبول ہے۔ آپ ہمیں اقتدار منتقل کریں۔ اس پر وائسرائے لارڈ مونٹ بیٹن نے جواب دیا کہ آپ نہرو سے رابطہ کریں۔ یہ سن کر قائداعظمؒ نے جذباتی انداز میں کہا: ''کون ہے پنڈت نہرو، تم پابند ہو، تم نے اعلان کیا تھا۔'' اس پر وائسرائے نے کوئی جواب نہ دیا۔ قائداعظمؒ نے 16ر جولائی کو یہ سکیم مسترد کردی اور ''راست اقدام''، ''ڈائریکٹ ایکشن'' کا اعلان کردیا۔

گروپنگ سکیم کی مخالفت کرکے میرا یہ بتانا مقصود تھا کہ ''بنارس سنی کانفرنس''

میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ علماء ومشائخ مطالبہ پاکستان کو ملتوی نہیں ہونے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے اس قرارداد کی تائید کا سامان کیا۔

☆......س:۔ تحریک پاکستان کا کوئی ناقابل فراموش واقعہ بیان کیجئے؟

O......ج:۔ قائداعظمؒ نے اپریل 1946ء میں عربیک کالج دہلی میں ایک اجلاس طلب کیا جس میں سارے ہندوستان سے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے مسلم ارکان اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ممبران نے شرکت کی۔ قائداعظمؒ کے دولت کدے 10۔اورنگ زیب روڈ میں ہلکے مشروب کی پارٹی ہوئی جس میں تمام ارکان نے ایک میثاق پر دستخط کئے، ہر ایک کے سامنے پرچہ لایا جاتا جو اپنے نام کے سامنے دستخط کر دیتا۔ متین یہ تھا......

7/اپریل 1946ء　　حلف نامہ

بسم تعالیٰ......

ترجمہ:۔ "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو اور تفرقوں میں نہ پڑو۔"

ترجمہ:۔ "اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرما دیجئے، بے شک میری نماز اور قربانیاں، میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو دونوں جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔"

"میں...... رکن مسلم لیگ اسمبلی پارٹی صوبائی لیجسلیٹو اسمبلی، کونسل، صوبہ اپنے اس پختہ عقیدے کا اعلان کرتا ہوں کہ یہ "کوچک ہند" میں بسنے والی مسلم قوم کی نجات، اس کی سلامتی، اس کا تحفظ، اس کا مستقبل حصول پاکستان میں مضمر ہے۔ اور پاکستان ہی اس وسیع تر "برکوچک" کے پیچیدہ دستوری مسائل کا باوقار اور معقول حل ہے اور اس کے ذریعے یہاں بسنے والی تمام قوموں اور فرقوں کو امن، آزادی اور خوش حالی نصیب ہو سکتی ہے۔

میں بصمیم قلب اقرار کرتا ہوں کہ اس مقصد عظیم یعنی پاکستان کو

حاصل کرنے کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے جو تحریک بھی روبہ عمل لائی جائے گی اور اس سلسلہ میں جو ہدایات اور احکامات جاری کئے جائیں گے، میں بلا پس وپیش اس امر کا کامل یقین رکھتے ہوئے کہ میرا مدعا ومقصد حق وانصاف پر مبنی ہے، عہد کرتا ہوں کہ اس راہ میں جو خطرات اور آزمائشیں پیش آئیں گی اور جن قربانیوں کا مطالبہ ہوگا، انہیں برداشت کروں گا۔

میں اس حلف نامے پر دستخط کر کے سیدھا قائداعظمؒ کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ کیا آپ نے بھی یہ فارم پر کیا ہے۔ اس پر قائداعظمؒ نے جواب دیا:

"میں کسی ایسے کام کے لئے اپنے ارکان سے مطالبہ نہیں کرتا جس پر خود عمل نہ کرلوں۔ اس لئے میں نے سب سے پہلے اس فارم پر دستخط کئے ہیں۔"

اس حلف نامے کے آخر میں یہ دعا درج تھی:۔

ترجمہ:۔ "اے رب ہمارے، ہم پر ہر چیز کے دہانے کھول دے اور ہمیں (لڑائی میں) ثابت قدم رکھ اور (لشکر) کفار پر فتح یاب کر۔"

یہ بڑا روح پرور منظر تھا۔ کچھ آیت کریمہ کا تاثر، پھر ماحول کی کیفیت اور آخر میں دعا نے ایک وجد آفرین سماں باندھ دیا۔ صاف نظر آرہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کی دعاؤں کو ضرور شرف قبولیت بخشے گا۔(567)

ملک قاسم کی برسی

28/ستمبر 1997ء کو لاہور میں مسلم لیگ (قاسم گروپ) کی جانب سے ملک محمد قاسم کی پہلی برسی کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ حکومت کے کسی فرد کی جانب سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کی تجویز انتہائی نامعقول ہے جو خرافات کے سوا اور کچھ نہیں۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں وزیراعظم میاں نواز شریف کی اس تجویز کو بھی سخت تنقید کا نشانہ بنایا کہ وہ بھارت کے ساتھ عدم جارحیت کا معاہدہ کرنے کو تیار ہیں۔ آپ نے کہا کہ یہ تجویز پچاس ہزار کشمیریوں کی جانوں کی قربانی کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ وزیراعظم کو بھارت سے عدم جارحیت کے

معاہدے کی بجائے قوم کو جہاد کے لئے تیار کرنا چاہئے کیونکہ کشمیر کا مسئلہ جہاد ہی سے حل ہوگا۔ اگر چہ ہم حکومت کے حلیف ہیں مگر انہیں صحیح مشورہ نہ دینا بھی زیادتی ہوگی۔آپ نے وزیراعظم پر زور دیا کہ ملک میں نظام شریعت نافذ کیا جائے۔آخر میں آپ نے ملک محمد قاسم کی روح کو ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی بھی کرائی۔(568)

استحکام پاکستان سیمینار

12/اگست 1998ء کو اسلام آباد میں ''استحکام پاکستان سیمینار'' سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ ہم ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے باغی ہیں اور ''مصطفائی ورلڈ آرڈر'' ماننے والے ہیں۔اگر وزیراعظم نواز شریف نے شریعت کو سپریم لاء بنانے اور سود کی معیشت کو ختم کرنے کا وعدہ پورا نہ کیا تو ان کا اقتدار برقرار نہیں رہ سکے گا۔انہوں نے کہا کہ قائد اعظم محمد علی جناح نے غفار خان کے نظریات کو مسترد کر دیا تھا، ہم اس کے بیٹے ولی خاں کی بھارت نواز پالیسی کو پاؤں کی ٹھوکر پر رکھتے ہیں۔اگر وہ کالا باغ ڈیم کی مخالفت اور وطن دشمنی سے باز نہ آیا تو عاشقان پاکستان اس کے وجود سے ملک عزیز کو پاک کر دیں گے۔(569)

تحریک تحفظ ناموس رسالت کا ہنگامی اجلاس

27/اگست 1998ء کو پارلیمنٹ لاجز اسلام آباد میں حضرت مجاہد ملت کی صدارت میں ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' کا ایک ہنگامی اجلاس انعقاد پذیر ہوا جس میں تمام دینی جماعتوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔اجلاس میں حکومت سے قومی اسمبلی کے رواں اجلاس میں قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کی آئینی ترمیم کا بل فوری طور پر منظور کرنے اور اس کی بنیادی اہمیت اور نظام کی انقلابی تبدیلی کی حامل ترمیم کو سینٹ کے رواں اجلاس میں منظوری کے لئے پیش کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے الٹی میٹم دیا گیا کہ اگر یہ مطالبہ منظور نہ کیا گیا تو تحریک حکومت سے کوئی مذاکرات نہیں کرے گی اور تحریک میں شامل تمام دینی، سیاسی اور سماجی جماعتیں ملک بھر میں مشترکہ طور پر نفاذ شریعت کی تحریک چلائیں گی۔اس سلسلے میں 7/ستمبر کو لاہور میں ایک ملک گیر نفاذ شریعت کنونشن طلب کر لیا گیا ہے۔تحریک کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ اگر حکومت نے یہ ترمیم کی تو تحریک اس کے ساتھ بھرپور تعاون کرے گی۔

اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے سی ٹی بی ٹی کو مسترد کرتے ہوئے کہا گیا کہ پاکستان کے ایٹمی طاقت بننے کے بعد چند ڈالروں کے سودی قرضے کی خاطر اپنی ایٹمی تنصیبات کو دشمنان اسلام کی انسپکشن اور کنٹرول میں دینا ملکی تحفظ اور سلامتی کا سودا کرنے کے مترادف ہوگا۔اجلاس میں امریکہ کی طرف سے افغانستان، سوڈان اور پاکستان پر میزائلوں کے حملے اور بے قصور افغانیوں، سوڈانیوں اور پاکستانیوں کو شہید کرنے کی شدید مذمت کرتے ہوئے غم و غصہ کا اظہار کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ او آئی سی کا اجلاس بلا کر اس مسئلہ پر متفقہ فیصلہ کیا جائے اور مسلم ممالک کی اقوام متحدہ اور کامن مارکیٹ قائم کی جائے اور ظالمانہ نیو ورلڈ آرڈر سے چھٹکارا حاصل کر کے مسلم ورلڈ آرڈر اپنایا جائے۔اجلاس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کی آئینی ترمیم مسلمانوں کا دینی، ایمانی، دنیاوی اور فلاحی فریضہ ہے۔اپوزیشن اس مسئلے کو سیاسی رنگ نہ دے اور اس ترمیم کے حق میں ووٹ دے کر اسے دونوں ایوانوں میں متفقہ طور پر منظور کیا جائے۔(570)

شریعت بل

حضرت مجاہد ملت کی شبانہ روز کاوشیں رنگ لائیں۔مورخہ 28/اگست 1998ء کو وفاقی حکومت نے ملک میں قرآن و سنت کی بالا دستی قائم کرنے کے لئے آئین میں 15 ویں ترمیم قومی اسمبلی میں پیش کر دی۔وفاقی وزیر پارلیمانی امور میاں محمد یٰسین وٹو نے آئینی ترمیم پیش کی۔اس کا عنوان اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں مزید ترمیم کرنے کا بل ہوگا۔اس ترمیم کی منظوری سے ''قرآن پاک'' اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ''سنت'' پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون ہوگا۔کسی مسلمان فرقے کے پرسنل لاء پر اس شق کے اطلاق میں قرآن و سنت کا مفہوم وہی ہوگا جو اس فرقے کی طرف سے توضیح شدہ قرآن اور سنت کا ہے۔وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ شریعت نافذ کرنے کے لئے اقدامات کرے۔صلوٰۃ قائم کرے اور زکوٰۃ کا اہتمام کرے۔آئین میں ترمیم کے لئے بل کی قومی اسمبلی سے منظوری کے بعد یہ بل سینٹ میں پیش ہوگا۔اس بل کا متن درج ذیل ہے:۔

''چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس نے پاکستان کی ریاست کو اس کے جمہور کے توسط سے ان کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق دیا ہے وہ ایک مقدس امانت

ہے اور چونکہ قرارداد مقاصد کو دستور کا اساسی حصہ بنا دیا گیا ہے اور چونکہ اسلام پاکستان کا ریاستی مذہب ہے اور یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنائے کہ وہ اپنی زندگی کو اسلام کے بنیادی اصولوں اور نظریات کے مطابق جس طرح قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے ترتیب دے سکیں۔"

چونکہ اسلام سماجی نظام کے قیام کا حکم دیتا ہے جو اسلامی اقدار پر مبنی ہو۔ یہ تعین کرتے ہوئے کہ کیا صحیح ہے اور اسے روکنا جو غلط ہے (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) اور چونکہ مذکورہ بالا مقصد اور ہدف کو پورا کرنے کی غرض سے یہ قرین مصلحت ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں مزید ترمیم کی جائے۔ لہٰذا اب بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے:۔

(1)۔ مختصر عنوان اور آغاز نفاذ (1) یہ ایکٹ دستور (پندرہویں ترمیم) کا ایکٹ 1998ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

(2)۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

دستور میں نئے آرٹیکل 2.B کا اضافہ۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں، جس کا حوالہ بعد ازیں مذکورہ دستور کے طور پر دیا گیا ہے، آرٹیکل 2 الف کے بعد حسب ذیل نیا آرٹیکل شامل کر دیا جائے گا، یعنی 2 ب۔ قرآن اور سنت کی برتری (1) قرآن پاک اور پیغمبر پاک (ﷺ) کی سنت پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون ہوگا۔ تشریح! کسی مسلمان فرقے کے پرسنل لاء پر اس شق کے اطلاق میں "قرآن وسنت" کی عبارت کا مفہوم وہی ہوگا جو اس فرقے کی طرف سے توضیح شدہ قرآن وسنت کا ہے۔

(2)۔ وفاقی حکومت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ شریعت کے نفاذ کے لئے اقدام کرے، صلوٰۃ قائم کرے، زکوٰۃ کا اہتمام کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یہ تعین کرنا کہ کیا صحیح ہے اور اسے روکنا جو غلط ہے) کو فروغ دے، ہر سطح پر بدعنوانی کا خاتمہ کرے اور اسلام کے اصولوں کی مطابقت میں جیسا کہ قرآن وسنت میں موجود ہے حقیقی سماجی معاشی انصاف فراہم کرے۔

(3)۔ وفاقی حکومت شقات (1) اور (2) میں دیئے گئے احکام کے نفاذ کے لئے ہدایات جاری کر سکے گی اور مذکورہ ہدایات پر عمل پیرا نہ ہونے پر کسی بھی سرکاری عہدیدار کے خلاف ضروری کارروائی کر سکے گی۔

(4)۔ اس آرٹیکل میں شامل کوئی امر شخصی قانون، مذہبی آزادی، غیر مسلموں کی روایات، رسم و رواج اور بطور شہریوں کے ان کی حیثیت کو متاثر نہیں کرے گا۔

(5)۔ اس آرٹیکل کے احکام دستور میں شامل کسی امر کے باوجود کسی قانون یا عدالت کے کسی فیصلے پر مؤثر ہوں گے۔

(3)۔ دستور کے آرٹیکل 239 کی ترمیم۔ دستور میں آرٹیکل 239 میں شق (3) کے بعد حسب ذیل نئی شقیں شامل کر دی جائیں گی یعنی:

(3 الف)۔ شق (1) تا (3) میں شامل کسی امر کے باوجود شریعت سے متعلقہ کسی امر کے نفاذ میں رکاوٹ دور کرنے اور اسلام کے امتناعی احکام کی تعمیل کے لئے قانون وضع کرنے کی غرض سے دستور میں ترمیم کرنے کا بل دونوں ایوانوں میں پیش کیا جائے گا۔ اگر وہ اس ایوان کے ارکان کثرت آراء سے منظور ہو جاتا ہے جس میں وہ پیش کیا گیا تھا تو وہ دوسرے ایوان منتقل کر دیا جائے گا اور اگر بل بغیر کسی ترمیم دوسرے ایوان کے ارکان کی کثرت آراء سے بھی منظور ہو جاتا ہے تو اسے منظوری کے لئے صدر کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

(3 ب)۔ اگر شق (3 الف) کے تحت کسی ایوان کو منتقل کیا گیا بل مسترد ہو جائے یا وصولی کے 90 دن کے اندر منظور نہ ہو یا ترمیم کے ساتھ منظور ہو تو اس پر مشترکہ اجلاس میں غور کیا جائے گا۔

(3 ج)۔ اگر بل ترمیم کے ساتھ یا بغیر ترمیم کے مشترکہ اجلاس میں ارکان کی کثرت آراء سے منظور ہو جاتا ہے تو وہ منظوری کے لئے صدر کو پیش کیا جائے گا۔

(3 د) صدر شق (3 الف) یا شق (3 ج) کے تحت پیش کردہ بل کی، بل پیش کرنے کے سات دن کے اندر منظوری دے گا۔

اس حقیقت کے پیش نظر کہ "قرارداد مقاصد" اب دستور کا حصہ ہے یہ ضروری ہے کہ قرآن اور سنت کو پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون قرار دیا جائے گا اور حکومت کو شریعت نافذ کرنے کے لئے ضروری اقدامات کرنے کا اختیار ہو۔ آرٹیکل 239 کے تحت دستور میں ترمیم کرنے کا بل ہر ایک ایوان کی دو تہائی اکثریت سے لیکن جداگانہ طور پر منظور ہو جاتا ہے۔ نفاذ شریعت کو باسہولت بنانے کے لئے یہ غور کیا گیا ہے کہ زیادہ مناسب ہوگا کہ شریعت سے متعلقہ کسی امر کے نفاذ میں کسی رکاوٹ کو دور کرنے اور اسلام کے امتناعی احکام پر عملدرآمد کے لئے قانون وضع کرنے کا بل

پارلیمنٹ میں اسی طرح سے منظور کیا جائے جیسے کوئی بھی قانون منظور ہوتا ہے۔ اس بل کے ذریعے مذکورہ بالا مقاصد حاصل کرنے کے لئے دستور میں ترمیم کرنا ہے۔"

وزیراعظم محمد نواز شریف نے قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن وسنت کو ملک کا سپریم لاء بنایا جارہا ہے جس کے لئے دستور میں پندرہویں ترمیم کا بل پیش کیا جارہا ہے۔ ہم نے عزم کررکھا ہے کہ پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنائیں گے۔

اس بل کے پیش ہونے پر حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ قرآن وسنت کو سپریم لاء بنانے کی آئینی ترمیم کا بل اسمبلی میں پیش کرکے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے پاکستان کی تاریخ کا ایک انقلابی اور جرأت مندانہ اقدام اٹھایا ہے جس سے ملک میں رائج استحصالی فرعونیت، حرص و دولت کی قارونیت، اینگلو سیکسن ڈھانچہ ختم ہوجائے گا اور امریکو محمڈن، اینگلو محمڈن اور روسو محمڈن قسم کے دوغلے عناصر کا قوم کی لوٹ کھسوٹ اور ظلم واستبداد کا پچاس سالہ دور ختم ہوجائے گا۔ اس پر ساری قوم کو ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اراکین اس ایمانی آئینی ترمیم کو متفقہ طور پر منظور کریں۔

ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے شریعت بل کا خیر مقدم کیا۔ جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی امیر صاحبزادہ مظہر سعید کاظمی، مسلم لیگ کے سینئر نائب صدر اعجاز الحق، جمعیت علماء پاکستان کے جنرل کے ایم اظہر، سابق چیف جسٹس آف پاکستان ڈاکٹر نسیم حسن شاہ، تحریک اسلامی کے امیر مولانا مختار گل، ایوان تجارت وصنعت کراچی کے صدر محمد حنیف چاند، ممتاز قانون دان محمد اسمٰعیل قریشی، اہل حدیث رہنما حافظ محمد سعید، چیئرمین پاکستان بیت المال مولانا غلام محمد سیالوی، سینٹر عبدالرحمٰن، اہل تشیع کے ممتاز رہنما مولانا ساجد نقوی وغیرہم نے اپنے اپنے انداز میں اس بل کے پیش ہونے پر اظہار مسرت کیا۔

جمعیت علمائے پاکستان (نیازی گروپ) کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات صاحبزادہ فیض القادری نے کہا کہ وزیراعظم نواز شریف نے عالم کفر کے بتوں کو پاش پاش کرکے نفاذ شریعت کا جو تاریخ ساز اعلان کیا ہے یہ خدا اور رسول ﷺ کی سب سے عمدہ ترین اطاعت کا شاہکار ہے۔ اسی جماعت کے مولانا عبدالخالق صدیقی نے کہا کہ علماء ومشائخ نے مولانا عبدالستار نیازی کی قیادت میں کفن بردوش ہوکر جہد مسلسل کی ہے جس کا آج شیریں ثمر ملا ہے۔(571)

سابق وزیراعظم بےنظیر بھٹو کو شریعت بل ایک آنکھ نہ بھایا اور اس کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کردیا۔ پیپلز پارٹی نے اس بل کو مسترد کرکے اپنی دین دشمنی اور ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیا اور تو اور پروفیسر محمد طاہر القادری اور سپاہ صحابہ کے مولانا اعظم طارق، قاضی حسین احمد اور جمعیت علماء اسلام نے بھی شریعت بل کی شدید مخالفت کی۔ اس پر حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ قرآن وسنت کو سپریم لاء بنانا آئینی تقاضا ہے محض سیاسی عناد کی بنا پر قرآن وسنت کی بالادستی کو اہمیت نہ دینے والے آئین سے بغاوت کررہے ہیں۔ آئین کے آرٹیکل 6 کی رو سے جو شخص آئین کی دفعات پر اعتراض کرے، انکار یا تحریف کرے یا غلط معنی پہنائے وہ بغاوت اور غداری کا مرتکب ہوگا۔ انہوں نے انتباہ کیا کہ قرآن وسنت کی بالادستی کی مخالفت کرنے والے ایسا کرکے اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔ جن لوگوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی اور بعد میں راہ حق پر آگئے اور نظریہ پاکستان کو قبول کرلیا ہے۔ اب ان کی طرف سے سیاسی اختلافات کی بنیاد پر ان مسلمہ اعتقادی اور نظریاتی اصولوں کی مخالفت افسوسناک ہے۔ یہ عناصر ریفرنڈم میں شکست کھانے کے باوجود اب پھر پختون خواہ کے نعرے لگارہے ہیں اور کالا باغ ڈیم کے مسئلے پر صوبائی منافرت اور تعصب کو ہوا دے رہے ہیں۔ کالا باغ ڈیم ٹیکنیکل مسئلہ ہے جسے سیاسی بنایا جارہا ہے۔ آئین کے آرٹیکل 2 میں اعلان کیا گیا ہے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا اور پاکستان میں کوئی قانون ایسا نہیں بن سکتا جو قرآن وسنت کے خلاف ہو۔ قرارداد مقاصد میں بھی قرآن وسنت کی بالادستی کا اعلان کیا گیا ہے۔ تحریک پاکستان میں علامہ اقبال، قائداعظم، لیاقت علی خاں، خواجہ ناظم الدین، سردار عبدالرب نشتر اور دیگر اکابرین نے نفاذ شریعت کا اعلان کیا بلکہ قائداعظم نے کراچی بارایسوسی ایشن میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ نبی پاک ﷺ کی شریعت اسی طرح تروتازہ ہے جیسی حضور اکرم ﷺ کے وقت میں تھی میں اس کے نفاذ کے لئے کھڑا ہوں۔

قائداعظم نے سٹیٹ بنک کے افتتاح کے موقع پر فرنگی سودی معیشت کو مسترد کردیا اور اسلامی معیشت کی بالادستی کا اعلان کیا تھا۔ پشاور میں سرحدی گاندھی کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ آپ غلط کہتے ہیں کہ ہم شریعت نہیں لائیں گے، جس آئین ساز اسمبلی میں ہماری بھاری اکثریت ہے وہاں شریعت نہیں آئے گی تو اور کیا آئے گا۔

دریں اثناء مجلس احرار اسلام پاکستان کے رہنماؤں سید عطاء المعین بخاری، مولانا محمد اسحاق

سلیمی، سید محمد کفیل بخاری وغیرہ نے شریعت بل کو مستحسن قدم قرار دیا۔(572)

یکم ستمبر 1998ء کو حضرت مجاہد ملت نے مطالبہ کیا کہ حکومت قرآن وسنت کو سپریم لاء بنانے والی 15 ویں ترمیم میں سے آئین کے طریقہ کار کی دفعہ 239 میں ترمیم کی شق حذف کر دے کیونکہ قرآن وسنت کو سپریم لاء بنانے کے لئے یہ شق غیر ضروری ہے اور نہ ہی ہماری نفاذ شریعت ورکنگ گروپ کی متفقہ سفارشات میں یہ شق شامل ہے اور نہ ہی صدر اور وزیر اعظم کے ساتھ مذاکرات میں یہ شامل تھی۔ اس شق کی مجوزہ شمول سے مخالفین شریعت کو قرآن وسنت کے سپریم لاء بنانے کی مخالفت کا بہانہ مل گیا ہے۔(573)

9/اکتوبر 1998ء کو قومی اسمبلی نے شریعت بل منظور کر لیا۔ 151 ارکان نے حق اور 16 نے مخالفت میں ووٹ دیئے، ایم کیو ایم ایوان سے غائب، 5 اقلیتی ارکان نے بھی حمایت کی، 5 غیر جانبدار رہے۔(574)

11/اکتوبر 1998ء کو جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی دفتر لاہور میں مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس کے بعد اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ شریعت بل کی مخالفت میں ووٹ ڈالنے والے مسلمان ارکان اسمبلی ظالم، بدکار اور کفر کے مرتکب ہیں۔ ان ارکان کے مرتد ہونے کے فتوے جاری کئے جائیں گے اور ان کے جنازے نہیں پڑھے جائیں گے، انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا جائے گا۔ ان ارکان کے لئے تاہم توبہ کا موقعہ ہے وہ فوری طور پر شریعت کی مخالفت سے تائب ہو جائیں اور راہِ راست پر آ جائیں۔ شریعت بل کی مخالفت کرنے والے 16 ارکان قومی اسمبلی نے اسلام اور آئین سے غداری کی ہے۔ ہم ان ارکان کو توبہ کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ سیاست کو اپنے ایمان پر ترجیح دے کر عاقبت برباد نہ کریں۔ وہ آئین سے غداری کا مرتکب ہونے پر آرٹیکل 6 کے تحت سزائے موت کے مستوجب ہیں کیونکہ شرعی طور پر مرتد کی سزا موت ہے۔ حاکم وقت بھی قرآن وسنت کی مخالفت نہیں کر سکتا، شریعت کا قانون نواز شریف سمیت سب پر لاگو ہے۔ اگر نواز شریف مخلص نہیں تو قوم انہیں بھی مسترد کر دے گی مگر بعض لوگ نواز شریف کی مخالفت میں قرآن وسنت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ شریعت بل کی مخالف جماعتیں گمراہی کے راستے پر گامزن ہیں۔ جو دینی جماعتیں شریعت بل کی مخالفت کر رہی ہیں وہ گمراہی کے راستے پر ہیں، قوم ان کا محاسبہ کرے گی۔ خوشی کی یہ بات

ہے کہ تمام فرقوں نے شریعت بل کی حمایت کی ہے۔ شریعت کے مطابق اقلیتوں اور خواتین کو مکمل تحفظ حاصل ہوگا۔ اسلام نے عورتوں کو بڑے حقوق دے رکھے ہیں۔ ایک بدکردار عورت صدر کلنٹن کو بدنام کر کے آزاد پھر رہی ہے لیکن ہمارے یہاں ایسی کوئی بدکردار عورت الزام لگانے کے بعد سزا سے نہیں بچ سکتی۔

اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ حضرت مجاہد ملت کی قیادت میں جمعیت علماء پاکستان کا وفد شریعت بل کی حمایت کرنے والے ارکان قومی اسمبلی کو مبارکباد جبکہ مخالفت کرنے والے ارکان کو توبہ کی دعوت دے گا۔ جمعیت علماء پاکستان ان ارکان کے خلاف چیف الیکشن کمشنر کے روبرو نااہلی کے ریفرنس دائر کرے گا۔(575)

12/اکتوبر 1998ء کو "تحریک تحفظ ناموس رسالت" کا اجلاس لاہور میں حضرت مجاہد ملت کی صدارت میں ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ سینٹ کے اراکین قرآن وسنت کو سپریم لاء بنانے والی آئینی ترمیم متفقہ طور پر منظور کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حقدار بن جائیں اور تاریخ اسلام میں اپنا مقام بنالیں، آئین پاکستان اور اپنے حلف کی پاسداری کریں اور اپنا دینی ایمانی فریضہ ادا کرتے ہوئے سرخرو ہوں۔

15 ویں آئینی ترمیم میں قرآن وسنت کو سپریم لاء بنانا آئینی تقاضا ہے، اس کے خلاف ووٹ دینا آئین سے بغاوت ہے، اس سے پہلو تہی کرنا اپنے دینی اور ایمانی فریضہ سے غفلت ہے۔ حضرت مجاہد ملت کے علاوہ مولانا فتح محمد (جماعت اسلامی) صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی (ممتاز دانشور) مولانا خلیل الرحمٰن حقانی (جمعیت علماء اسلام)، سلیم اللہ خان، صاحبزادہ فیض القادری اور قاری عبدالحمید قادری (جمعیت علماء پاکستان) نے بھی خطاب کیا۔

قاری عبدالحمید قادری نے اپنے خطاب میں کہا کہ فاتح تختہ دار مولانا نیازی کی قیادت میں ہم نے تحریک ختم نبوت سے لے کر اب نفاذ شریعت تک جدوجہد کی ہے۔ اجلاس نے حضرت مجاہد ملت کی قیادت میں "تحریک تحفظ ناموس رسالت" کے وفد کا اراکین سینٹ سے ملاقاتوں کا فیصلہ کیا تاکہ وہ قرآن وسنت کو سپریم لاء بنانے والی ترمیم کے حق میں ووٹ دیں۔ ایک قرارداد میں تمام جماعتوں سے اپیل کی گئی کہ حکومت کے ساتھ سیاسی اختلافات رکھنا تو ان کا حق ہے لیکن ان اختلافات کی وجہ سے اپنے ایمان وعقیدہ کے برعکس قرآن وسنت کی مخالفت نہ کریں۔(576)

13/اکتوبر 1998ء کو لاہور میں اپنے ایک بیان میں حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ نواز شریف اگر امیر المؤمنین بننا چاہتے ہیں تو ان کو عام آدمی کی سطح پر آ جانا چاہئے۔ شریعت بل کی منظوری اور نفاذ کے بعد جو بھی امیر المومنین اور مجلس شوریٰ کا رکن بننا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام فاضل اثاثے قومی بیت المال میں جمع کرا دے تاکہ ملک میں خلفائے راشدین کے عہد کی طرز کا صحیح اسلامی نظام رائج ہو سکے۔

ہماری جماعت جمعیت علماء پاکستان ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدوجہد اس کے قیام کے وقت سے کر رہی ہے اور قومی اسمبلی سے شریعت بل کی منظوری ان کی جمعیت کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ 1990ء میں نواز شریف حکومت نے نفاذ شریعت کے لئے جو تین کمیٹیاں تشکیل دی تھیں انہوں نے اپنی سفارشات اس وقت کی وفاقی حکومت کو پیش کر دی تھیں۔ ان میں عدلیہ، معیشت، سماجی اور انتظامی سطح پر اصلاحات کے لئے سفارشات شامل تھیں۔ اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی وفاقی اور صوبائی قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کے لئے اپنی سفارشات مرتب کر کے دے دی تھیں، ان پر عملدرآمد کیا جانا چاہئے۔

پوری قوم شریعت بل کی قومی اسمبلی سے منظوری پر خوش ہے لیکن بے نظیر بھٹو، شریعت بل کی اس لئے مخالف ہے کیونکہ شریعت کے نفاذ سے ان کا سیاست کا باب ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گا۔ ہم بے نظیر، آصف زرداری اور دیگر اپوزیشن لیڈروں کو خود پیغام بھیجیں گے کہ وہ سینٹ میں شریعت بل کی منظوری کے لئے متفقہ ماحول بنائیں۔(577)

3/نومبر 1998ء کو اپوزیشن کی ریکوزیشن پر بلائے گئے سینٹ کے اجلاس میں اپوزیشن کی طرف سے حضرت مجاہد ملت کی شریعت بل کی منظوری کے بارے میں سرفروشانہ جدوجہد سے گھبرا کر تحریک استحقاق پیش کی گئی۔ اپوزیشن کے سینٹر رضا ربانی نے حضرت مجاہد ملت کا پورا نام نہ لیا تو ایوان میں سخت کشیدگی پیدا ہو گئی۔ حضرت مجاہد ملت نے کہا کہ تمام مجتہدین کا فتویٰ ہے کہ جو لوگ قرآن وسنت کی بالادستی کا انکار کرتے ہیں وہ کافر ہیں۔ جو شخص پاکستان کے آئین کی دفعہ کو منسوخ کرتا ہے اس کی سزا موت ہے۔ پاکستان کا مذہب اسلام ہے، میں نے متفقہ فتویٰ کا ذکر کیا، کسی ایم این اے کا سینٹر کا ذاتی طور پر ذکر نہیں کیا۔ چیئر مین وسیم سجاد نے حضرت مجاہد ملت کی وضاحت کے بعد تحریک استحقاق نمٹا دی۔(578)

16/نومبر 1998ء کو سرگودھا میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے کہا کہ شریعت کا نفاذ پاکستان کا مقدر بن چکا ہے۔ شریعت بل کو شرارت بل کہنے والے مسلمان نہیں۔ کوئی مسلمان اگر شریعت کی مخالفت کرے گا تو وہ مرتد اور کافر ہوگا۔ اگر تین یوم کے اندر وہ توبہ تائب نہ ہوگا تو اسے پھانسی پر لٹکا دینا چاہئے۔

سلسلہ خطاب جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا کہ سینٹ کو توڑنا، بچوں کا کھیل نہیں اور نہ ہی شریعت کے سلسلہ میں ریفرنڈم کرایا جائے گا کیونکہ اس کی کوئی آئینی حیثیت نہیں ہے۔ سینٹ میں بل کی منظوری کے لئے حکومت کو 58 ممبران چاہئیں۔ اس وقت آٹھ دس کی کمی ہے، سینٹروں سے رابطے جاری ہیں، ان کو قائل کیا جا رہا ہے لہٰذا عوام کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے اپنے علاقے کے ممبران پر دباؤ ڈالیں۔(579)

کولہے کی ہڈی کا ٹوٹنا

17/نومبر 1998ء کو حضرت مجاہد ملت اسلام آباد میں اپنی رہائشگاہ پر گر کر زخمی ہو گئے اور ان کے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ انہیں پولی کلینک ہسپتال اسلام آباد میں داخل کروا دیا گیا۔ چیئر مین سینٹ وسیم سجاد نے ہسپتال کے عملے کو ہدایت کی کہ وہ مجاہد ملت کی دیکھ بھال ٹھیک ٹھاک طریقے سے کریں۔(580)

20/نومبر 1998ء کو "فیڈرل گورنمنٹ سروسز ہسپتال اسلام آباد" میں کولہے کا کامیاب آپریشن ہوا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ مولانا نیازی تین چار روز کے اندر چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ وفاقی وزیر اطلاعات سید مشاہد حسین، وزیر خوراک وزراعت عبدالستار لالیکا، وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین سمیت مختلف وزراء اور ارکان پارلیمنٹ نے ان کی عیادت کی اور ان کی جلد صحت یابی کے لئے دعا کی۔ وزیر اعظم محمد نواز شریف نے ٹیلی فون پر مجاہد ملت سے بات چیت کرتے ہوئے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اور سید مشاہد حسین کے ذریعے ہسپتال میں گلدستہ بھجوایا۔(581)

بے نظیر پر تنقید

22/جنوری 1999ء کو مجاہد ملت نے ٹورنٹو (کینیڈا) میں بے نظیر کے خطاب پر اپنے رد عمل

کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ بے نظیر بھٹو، نواز شریف دشمنی میں پاکستان کے آئین سے بغاوت اور الحاد و گمراہی کو قبول نہ کریں۔ یہ امر باعث حیرت ہے کہ بے نظیر بھٹو آئین پاکستان کی مستقل دفعات سے بغاوت کرتے ہوئے کس طرح پاکستان کی وفادار رہ سکتی ہیں جبکہ آئین میں واضح طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ پاکستان کو انفرادی اور اجتماعی طور پر شریعت کا پابند بنایا جائے گا۔ اس کے علاوہ قرارداد مقاصد میں کتاب وسنت کی بالادستی کو قبول کرنے کا اعلان کیا گیا ہے اور آئین کے آرٹیکل 227 میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ پاکستان میں کوئی قانون ایسا نہیں بن سکتا جو قرآن وسنت کے خلاف ہوگا اور تمام مروّجہ قوانین کو شریعت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ بے نظیر کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ آئین پاکستان کی کسی دفعہ کو مسترد کرنے، غلط معنی پہنانے یا منسوخ کرنے والا غداری اور بغاوت کا ارتکاب کرتا ہے۔ قائداعظمؒ نے اعلان کیا تھا کہ ہم پاکستان میں ایسی جمہوریت نافذ کرنا چاہتے ہیں جو اسلامی اصولوں کی پابند ہو اور اسلام کے عادلانہ نظام اور عمرانیات کی پابندی کرے۔(582)

کوٹہ سسٹم بل کی مخالفت

3/جون 1999ء کو سینٹ نے سرکاری ملازمتوں میں مزید 20 سال کے لئے کوٹہ کی بحالی سے متعلق 16 ویں آئینی ترمیمی بل کو بھاری اکثریت سے منظور کرلیا۔ بل کی حمایت میں 62 اور مخالفت میں صرف ایک ووٹ آیا جبکہ مجاہد ملت نے بل کے حق میں ووٹ نہیں ڈالا اور اپنی نشست پر بیٹھے رہے۔ سینٹر جمیل الدین عالی ووٹنگ سے قبل ہی ایوان سے واک آؤٹ کرگئے۔ اس بل پر 1994ء سے عملدرآمد ہوگا۔ گزشتہ شام ایوان میں وفاقی وزیر قانون وانصاف خالد انور نے آئین میں ترمیم کا بل پیش کیا جس کے تحت سرکاری ملازمتوں میں کوٹہ سسٹم مزید 20 سال کے لئے بحال ہوجائے گا۔ ایم کیو ایم کے پارلیمانی لیڈر آفتاب احمد شیخ اور سینٹر جمیل الدین عالی نے اس ترمیم کی مخالفت کی۔ آفتاب احمد شیخ نے کہا کہ کوٹہ سسٹم میں توسیع کا بل 26/اگست 98ء کو میں سینٹ میں پیش ہوا تھا۔ پھر یہ بل قومی اسمبلی میں بھی پیش ہوا۔ اس وقت حکومت کوٹہ سسٹم کی بحالی کا بل پیش کررہی ہے۔ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں ایک ہی بل متعارف نہیں ہوسکتا۔ کوٹہ سسٹم کی بحالی کا بل متعارف نہیں ہوسکتا۔ کوٹہ سسٹم کی بحالی میرٹ کا قتل ہے، ہم میرٹ کا مطالبہ کررہے

ہیں۔ میرٹ کے قتل کی مخالفت کریں گے۔

سینٹر جمیل الدین عالی نے کہا کہ کوٹہ سسٹم کی بحالی ''کالا بل'' ہے اس کی منظوری سے قومی یکجہتی کو نقصان پہنچے گا۔ حضرت مجاہد ملت نے کہا کہ یہ آئینی ترمیمی بل غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے۔(583)

اعلان جہاد

16/اگست 1999ء کو حضرت مجاہد ملت کی صدارت میں ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' کا اجلاس لاہور میں ہوا جس میں 36 جماعتوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ نفاذ شریعت، کشمیر کی آزادی اور سودی نظام کے خلاف جہاد کا اعلان کردیا گیا ہے۔ اجلاس کے بعد حضرت مجاہد ملت نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک کا ہر شخص جہاد کے لئے جان و مال کی قربانی دینے کے لئے تیار ہوجائے اور اپنی آمدنی کا 10 فیصد جہاد کے لئے وقف کردے۔ اتوار کے روز وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے مجھ سے گھر پر ملاقات کی تھی۔ میں نے اس پر واضح کردیا تھا کہ اب مصلحتیں چھوڑ دی جائیں اور جہاد کا راستہ اپنائیں لیکن اس نے میری اس بات کا واضح جواب نہیں دیا۔ پاک فوج جہاد کے لئے تیار ہے اب نواز شریف (وزیراعظم پاکستان) کی طرف سے جہاد کی تیاری کی ضرورت ہے۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آپ نے ارشاد کیا کہ ہم حکومت نہیں نظام بدلنے کے حق میں ہیں۔ ہم پتھر مار کر حکومت کو نہیں بدل سکتے اسے صرف آئینی طور پر تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ نواز شریف کی حکومت آئینی طور پر مضبوط لیکن عوامی طور پر کمزور ہے۔ اگر حکومت جہاد کے لئے تیار نہیں ہوگی تو پھر ہم عوام کے تعاون سے اس حکومت کو ہٹانے پر مجبور ہوں گے۔ تحریک جہاد کے سلسلے میں ہڑتالیں کرنے اور جلوس نکالنے کے پروگراموں پر بھی عمل کیا جائے گا، احتجاجی دھرنے دیئے جائیں گے اور اگلے ہفتے جمعیت، مشائخ اور جماعت اہل سنت کے کارکن فیصل چوک میں دھرنا دیں گے۔(584)

میانوالی میں عرس سے خطاب

15/ستمبر 1999ء کو میانوالی میں خواجہ محمد اکبر علی چشتی حیدری رحمۃ اللہ علیہ کے 42ویں سالانہ عرس مبارک اور جامعہ اکبریہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت کی تین روزہ تقریبات سے

خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ معیشت کی تباہی کی وجہ احکام خداوندی سے بغاوت ہے۔ موجودہ حکومت آئی ایم ایف کی وضع کردہ سودی پالیسی کی محافظ بنی ہوئی ہے اور اپنے آپ کو "اسلامیہ جمہوریہ پاکستان" بھی کہلواتی ہے۔ جب تک سودی نظام ختم نہیں کیا جاتا ملک فلاحی مملکت ہرگز نہیں بن سکتا۔(585)

نواز شریف حکومت ختم

12/اکتوبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف نے وزیراعظم نواز شریف کا تختہ الٹ کر حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اسمبلیاں اور آئین کو معطل کر دیا۔ پھر بلدیاتی ادارے معطل کر کے جملہ اکاؤنٹس منجمد کر دیئے۔(586)

جنوری 2000ء سے حضرت مجاہد ملت کی طبیعت ناساز رہی۔ بہت کم جلسوں سے خطاب کیا اور دورے بھی مختصر رہے۔ 12/مارچ کو میانوالی میں شدید علیل ہو گئے۔ نڈھال ہونے کی وجہ سے انہیں ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال میانوالی میں لے جایا گیا۔ ٹیسٹ رپورٹس سے معلوم ہوا کہ ان کا شوگر لیول ڈاؤن ہو کر صفر تک پہنچ گیا تھا۔(587)

انٹرنیشنل سنی کانفرنس ملتان

یکم تا 2/اپریل 2000ء کو قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں انٹرنیشنل سنی کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی جس میں لاکھوں سنی عوام اور ہزاروں کی تعداد میں علماء و مشائخ اہلسنت نے شرکت کی۔ شدید علالت کے باوجود حضرت مجاہد ملت نے اس کانفرنس میں نہ صرف شرکت کی بلکہ حاضرین کو اپنے نورانی، ایمانی اور وجدانی خطاب سے بھی فیض یاب کیا۔ آخری نشست سے آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "اب ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے سنی تحریک چل پڑی ہے۔ عوام اس تحریک کے ساتھ ہیں۔ ہمارا گروپ بھی اس کی مکمل حمایت کرے گا۔ غلامان رسول ﷺ کا یہ اجتماع اس بات کی دلیل ہے کہ سنی تحریک جاگ اٹھی ہے۔ میں نے سینٹ میں قرارداد پیش کی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار شریف کو گرائے جانے کے خلاف احتجاج حکومتی سطح پر کیا جائے۔ اب ہمیں مسلمانوں کے اتحاد اور ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام کے لئے اپنے اختلافات کو ختم کرنا ہوگا۔ اس سلسلہ میں مولانا شاہ احمد

نورانی سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی معاف کر دیں اور آج کی انٹرنیشنل سنی کانفرنس کے منتظمین سے بھی درخواست ہے کہ وہ بھی مولانا نورانی کو معاف کر دیں۔ میں مولانا شاہ احمد نورانی سمیت اپنے تمام مخالفین کو معاف کرتا ہوں۔"(588)

توہین رسالت قانون میں تبدیلی

21/اپریل 2000ء کو حکومت نے توہین رسالت کیس میں تبدیلی کر دی کہ اب "توہین رسالت کیس" ڈپٹی کمشنر کی اجازت سے درج ہوگا۔ ڈپٹی کمشنر توہین رسالت کی اطلاع پر چھان بین کرے گا، اس کی طرف سے الزامات کی تصدیق پر ہی مقدمہ درج ہوگا۔ اس پر ملک بھر کی دینی جماعتوں نے جلسے جلوسوں کے ذریعے احتجاج کیا اور 11/مئی 2000ء کو لاہور میں جماعت اہلسنت پاکستان، تنظیم اہلسنت پاکستان، جمعیت علمائے پاکستان اور دیگر دینی جماعتوں نے داتا دربار تا گورنر ہاؤس زبردست جلوس نکالنے کا اعلان کیا۔ لیکن براہو دنیاوی مصلحتوں، ضرورتوں اور مجبوریوں کا کہ جمعیت علماء پاکستان (نیازی گروپ) کے سیکرٹری جنرل نے اپنے صدر مجاہد ملت کی اجازت کے بغیر چوری چھپے گورنر پنجاب جنرل محمد صفدر سے ملاقات کر کے اپنی روپہلی خواہشات کی تکمیل کے بعد جلوس ختم کرنے کا اعلان کر دیا اور یوں سلیم اللہ خاں اور ان کے مندرجہ ذیل ساتھی بغاوت کے مرتکب ہوئے۔ صاحبزادہ مصطفیٰ اشرف رضوی، فواد رضوی، صاحبزادہ مختار اشرف رضوی، صاحبزادہ ندیم اشرف رضوی (حزب الاحناف) صاحبزادہ فیض القادری، قاری عبدالحمید قادری، صاحبزادہ محمد عثمان نوری ڈاکٹر امجد حسین چشتی (باغی گروپ)، صاحبزادہ سعید الرحمٰن (دیوبندی) مولانا عبدالقادر آزاد سابق خطیب بادشاہی مسجد لاہور اور مولانا عبدالخیر آزاد (دیوبندی) وغیرہ وغیرہ۔(589)

حسب پروگرام داتا دربار لاہور سے ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا۔ جب جلوس ناصر باغ پہنچا تو پولیس نے اس پر ہلہ بول دیا۔ مظاہرین نے جوابی پتھراؤ کر کے پولیس اہلکاروں کو بلدیہ عظمیٰ کے دفاتر کی طرف دھکیل دیا۔ پولیس اہلکار دفاتر میں چھپ گئے۔ پولیس کی ایک جیپ اور دو گاڑیاں دفتر کے اندر لے جا کر عمارتوں کے عقب میں کھڑی کر دی گئیں۔ جناح ہال کے دروازے کو تالا لگانے کا حکم دیا گیا مگر تالا ہی نہیں ملا جس پر ڈی ایس پی بلدیہ اصغر پال مانڈو پولیس اہلکاروں پر برستے رہے۔ مظاہرین نے بلدیہ کے دفتر پر پتھراؤ کیا مگر اندر داخل ہونے کی

بجائے شاہراہ قائداعظم پر آگے بڑھ گئے، جس پر بلدیہ کے دفتر میں پناہ حاصل کرنے والے اے
ایس پی اور پولیس اہلکاروں نے سکون کا سانس لیا۔

بعد ازاں جلوس کے پیچھے آنے والا پولیس کا دستہ جلوس کے تعاقب میں استنبول چوک پہنچا تو
انہوں نے بلدیہ کے دفتر میں پناہ گزین پولیس اہلکاروں کو آوازیں دے کر باہر بلایا اور پھر اکٹھے
جلوس کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ پولیس نے تنظیم اہلسنت کے مرکزی رہنماؤں اور علماء سمیت
175 مظاہرین کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار شدگان نے تپتی سڑک پر پنجاب یونیورسٹی اولڈ کیمپس کے
سامنے نماز عصر ادا کی۔ نماز کے بعد مظاہرین کو پولیس نے ٹرک پر بٹھانا شروع کر دیا اور مزاحمت
کرنے والوں پر ڈنڈے بھی برسائے۔(590)

سلیم اللہ خان اور ان کے ساتھیوں کے غلط اقدام پر مجاہد ملت نے انہیں جماعت سے نکال
دیا۔ کیونکہ ان کا روّیہ ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' کے مشن کی نفی تھا۔ اس پر سلیم اللہ خان نے اپنا
علیحدہ گروپ جمعیت علمائے پاکستان (نفاذ شریعت گروپ) بنالیا اور مستقل طور پر مجاہد ملت کے
خلاف علم بغاوت بلند کر دیا مگر حضرت مجاہد ملت اور ان کے کفن بردوش ساتھیوں نے اپنی جدوجہد
جاری رکھی تا آنکہ 16 رمئی 2000ء کو چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے ''ناموس رسالت
قانون'' میں مجوزہ تبدیلی واپس لینے کا اعلان کر دیا اور کہا کہ ایس ایچ او کے پاس ایف آئی آر درج
کرانے کا پرانا طریقہ بحال کر دیا گیا ہے۔(591)

حضرت مجاہد ملت نے سلیم اللہ خان کے اخراج کے بعد جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے
سیکرٹری جنرل میاں غلام شبیر قادری کو مرکزی سیکرٹری جنرل کا اضافی چارج دے دیا۔ میاں شبیر
قادری نے جمعیت کے عہدیداروں کے ایک ہنگامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انجینئر
سلیم اللہ خان نے ''تحفظ ناموس رسالت'' کے جلوس کو اخبارات اور ٹی وی پر ختم کرنے کے اعلان
کے بعد جو چلن اختیار کیا ہے وہ جماعت کے آئین اور دستور کے سراسر منافی ہے۔ آئین کی رو سے
جس کو مرکزی صدر جماعت سے خارج کر دے وہ شوریٰ یا عاملہ کا اجلاس نہیں بلا سکتا۔(592)

جمعیت کے انتخابات

24 رمئی 2000ء کو حضرت مجاہد ملت کی زیر صدارت لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کی مجلس
عاملہ کے اجلاس میں مرکزی اور صوبائی عہدیداروں کا انتخاب ہوا جس کی رو سے پیر سید عارف

حسین بخاری کو مرکزی سیکرٹری جنرل، نوابزادہ سید شمس حیدر اور صاحبزادہ میاں محمد ابوبکر شرقپوری
کو مرکزی نائب صدر، خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ کو ڈپٹی سیکرٹری جنرل، صاحبزادہ رب نواز
درانی کو مرکزی سیکرٹری اطلاعات، صاحبزادہ پروفیسر محمد احمد کو صدر صوبہ پنجاب، مولانا عبدالخالق
صدیقی کو نائب صدر صوبہ پنجاب، قاری غلام شبیر قادری کو سیکرٹری اطلاعات صوبہ پنجاب، الحاج
فائز کامران کو چیئرمین سوشل ویلفیئر پنجاب اور علامہ محمد نعیم نوری کو آرگنائزنگ سیکرٹری صوبہ
پنجاب منتخب کیا گیا۔

اسی روز مجاہد ملت نے جماعت اہلسنت کے زیر اہتمام مسلم مسجد لاہور میں منعقدہ ''مقام
مصطفیٰ ﷺ کانفرنس'' سے بھی خطاب کیا اور ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' کے دوران جیل
جانے اور پولیس کا تشدد برداشت کرنے والے علماء اور کارکنوں کو ''غازی علم الدین شہید ایوارڈ''
تقسیم کئے۔(539)

مجاہد ملت لبرٹی فورم میں

31 رمئی 2000ء کو ''خبریں'' لبرٹی فورم میں ڈپٹی ایڈیٹر ممتاز شفیع اور انچارج لبرٹی فورم
راشد حجازی پر مشتمل ''خبریں'' پینل کو انٹرویو دیتے ہوئے مجاہد ملّت نے کہا کہ نواز شریف اپنے
عہد اقتدار میں اگر شریعت نافذ کر دیتا تو اس مصیبت سے بچ جاتا جو اسے درپیش ہے۔ جنرل
پرویز مشرف کو بھی مشورہ ہے کہ اگر وہ تباہی و بربادی سے بچنا چاہتے ہیں تو پاکستان میں شریعت
نافذ کر دیں۔ نواز شریف نے ہم سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ ''خلافت راشدہ'' کا نظام نافذ کریں گے،
قرآن وسنت ملک کا سپریم لاء ہو گا اور سودی معیشت کا خاتمہ کیا جائے گا۔ نواز شریف اور صدر محمد
رفیق تارڑ نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ سود کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے خلاف وہ
اپیل میں نہیں جائیں گے لیکن نواز حکومت نے اس عہد کی خلاف ورزی کی۔

ہمارا ملک اس وقت قرضے اور سود کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے، جب تک پوری قوم اس مصیبت
سے نجات حاصل کرنے کے لئے قربانی نہیں دے گی کام نہیں چلے گا۔ قحط سالی اور پانی کی کمی کا
مستقل حل یہ ہے کہ کالا باغ ڈیم سمیت آبی وسائل کے ذخائر بنائے جائیں۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر
سے کسی صوبے کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ جنرل پرویز مشرف کو جرأت رندانہ سے کام لیتے

ہوئے کالاباغ ڈیم بنانے کا کام شروع کر دینا چاہئے۔اس کا نام ''پاکستان ڈیم'' رکھ دیں کیونکہ یہ پورے ملک کی معاشی خوشحالی کے لئے ضروری ہے۔ ہماری ''وزارت مذہبی امور'' کے دور میں نفاذ شریعت کمیٹی کی سفارشات پر تمام فرقے متفق تھے۔ سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ کے لیڈروں کا آج بھی یہ کہنا ہے کہ وہ مولانا نیازی کے مرتب کردہ ضابطہ اخلاق پر آج بھی قائم ہیں۔(594)

آل پارٹیز کانفرنس لاہور

3/اگست 2000ء کو لاہور شاہراہ قائداعظم پر واقع فائیو سٹار ہوٹل میں ''آل پارٹیز کانفرنس'' انعقاد پذیر ہوئی جس کی صدارت نوابزادہ نصراللہ خاں نے کی۔ اس کانفرنس میں مسلم لیگ، پیپلز پارٹی، جماعت اسلامی، ایم کیو ایم، جمعیت علماء پاکستان، پاکستان عوامی تحریک سمیت 42 چھوٹی بڑی جماعتوں نے شرکت کی۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ ظلم وتشدد کے خاتمے کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے قانون کو نافذ کیا جائے۔ آئین میں ترمیم منتخب پارلیمنٹ کو کرنی چاہئے۔ ہم اسمبلی کی بحالی کا نہیں بلکہ فوری الیکشن کا مطالبہ کرتے ہیں جبکہ نیا بلدیاتی نظام ناقابل عمل ہے۔ نیب کے قوانین ظالمانہ ہیں اور اگر احتساب میں ذرہ بھر بھی شک وشبہ کی گنجائش ہو تو دوسرے فریق کو ضرور رعایت ملنی چاہئے۔

کانفرنس میں جمہوریت کی فوری بحالی، الیکشن شیڈول کے اعلان، خود مختار الیکشن کمیشن کے قیام و دیگر امور کا مطالبہ کیا گیا۔(595)

سلیم اللہ خاں کی نامزدگی

5/اگست 2000ء کو چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے اسلامی نظریاتی کونسل کی خالی نشستوں پر 6 نامزدگیاں کرتے ہوئے انجینئر سلیم اللہ خاں کو بھی نامزد کر دیا۔ اس پر ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور نے مندرجہ ذیل باطل سوز ''اداریہ'' لکھا:-

''انجینئر سلیم اللہ پر حکومتی نوازش''

''اسلامی حکومتوں کے ابتدائی دور میں حق گوئی اور بے باکی سرمایہ ایمان سمجھی جاتی تھی۔ علمائے حق کسی حاکم کی پرواہ کئے بغیر ہر اقدام کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھتے تھے اور اس سلسلے میں حجاج بن یوسف جیسے سفاک اور ظالم حکمران کو بھی خاطر بھی نہ

لاتے تھے۔

اب کئی صدیاں بیت جانے کے باوجود اسلامی قدریں تو وہی ہیں مگر ان کی قدر کرنے والے وہ نہیں رہے۔ شریعت کو مصلحت کا تابع کر دیا گیا ہے۔ حق بات وہی ہوتی ہے جو حکمران کہیں یا چاہیں۔ نصف صدی قبل جب ہم نے اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے الگ ملک حاصل کر لیا تو یہاں اسلام سے جو مذاق حکمرانوں اور علماء نے کیا اس پر ہمارے سر شرم سے جھک جانے چاہئیں۔

جنرل محمد ضیاء الحق کے گیارہ سالہ دور میں جس طرح شرعی نظام نافذ ہوا وہ ایک کھلی حقیقت ہے۔ نئی فوجی حکومت نے گزشتہ سال اقتدار پر قبضہ کے بعد جو نرالے کام کئے ہیں ان میں تازہ اضافہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کے طور پر ہی سہی جمعیت علماء پاکستان کے مزید حصوں بخروں کے بعد ایک حصے کے مالک انجینئر سلیم اللہ کی نامزدگی ہے۔ موصوف پیشے کے انجینئر ہیں۔ مگر کئی سالوں سے مولانا نیازی کی مصاحبت میں جے یو پی کے عہدوں پر قابض تھے۔ جنرل مشرف نے جب ''توہین رسالت ایکٹ'' میں ترمیم کا فیصلہ کیا تو شمع رسالت ﷺ کے پروانے میدان میں آ گئے۔ اس موقع پر پنجاب حکومت نے ہمیشہ کے وفادار مولویوں سے رابطہ کیا تو علمائے سو کے زندہ کردار عبدالقادر آزاد اور ان کے ہم نوا دوڑے آئے۔

مجوزہ ترمیم کے خلاف جس صبح علماء کا احتجاجی جلوس نکلنا تھا، اس شام انجینئر سلیم اللہ نے جے یو پی (نیازی) کے سربراہ مولانا عبدالستار خان نیازی سے بغاوت کرتے ہوئے حکومت کی حمایت میں جلوس سے دستبرداری اختیار کر لی تھی، اس وفاداری کے صلے میں انہیں اب ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کا رکن نامزد کیا گیا ہے۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ جو شخص خود ہی نظریاتی نہیں اسے اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن بنا دیا گیا ہے۔ اس کونسل کا بنیادی فرض وقتاً فوقتاً بننے والے قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالنا ہوتا ہے۔ اب ایسے کردار کے مالک شخص سے جو اپنی جماعت میں دھڑے بندیوں کا ذمہ دار اور حکومتی آلہ کار ثابت ہو چکا ہو، کیا خاک امید کی جاسکتی ہے کہ وہ قوانین کو اسلام کا لبادہ اوڑھا سکے گا۔''(596)

سید انیس حیدر شاہ

مورخہ 7/اگست 2000ء کو سید انیس حیدر شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ جلال پور شریف ضلع جہلم نے حضرت مجاہد ملت کی ولولہ انگیز قیادت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لاہور پریس کلب میں اپنے ساتھیوں سابق سیشن جج حافظ خلیل احمد، بریگیڈیئر (ر) محمد اکرم، ڈاکٹر محمد اسلم اور عمر جاوید کے ساتھ جے یو پی میں شمولیت کا اعلان کیا۔(597)

خصوصی انٹرویو

8/اگست 2000ء کو ''ایوان وقت'' میں موجودہ سیاسی صورت حال پر خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا کہ قائداعظمؒ پاکستان میں کسی مذہبی طبقے کی حکمرانی کی بجائے اسلامی حکومت چاہتے تھے۔ ایئر مارشل اصغر خان اور بعض دیگر لوگ بالکل غلط پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ قائداعظم سیکولرازم کے حامی تھے۔ انہوں نے کہا کہ قائداعظمؒ کی 11/اگست 1947ء کی جس تقریر کا حوالہ دیا جاتا ہے اسے سیاق سباق کے ساتھ سمجھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں سب لوگوں کو مذہبی آزادی ہوگی، سیاست میں سب برابر ہوں گے مگر اس سے کہیں بھی یہ مطلب برآمد نہیں ہوتا کہ پاکستان میں اسلام کی بجائے سیکولرازم ہوگا۔ قیام پاکستان کے بعد قائداعظم نے سبی دربار سے خطاب کرتے ہوئے بھی کہا تھا کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ صرف مسجد کے مولوی نہیں تھے، آپ ﷺ نے خود مزدوری کی، کھیتوں میں ہل چلایا، جنگوں میں حصہ لیا، کفار سے مقابلہ کیا، حکومت بنائی اور منافقین کی سازشوں کو بے اثر بنایا۔ قیدیوں، غیر مسلموں کے ساتھ بہترین سلوک کا مظاہرہ کیا۔ جج کی حیثیت سے غیر جانبدارانہ انصاف کیا، تجارت کی اور مناسب منافع سے زائد نہ کمانے کی مثال قائم کی۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی ہمارے لئے بہترین اسوۂ حسنہ ہے۔ اس کے علاوہ قائداعظم نے پشاور میں خان عبدالغفار خان کے اس اعتراض کہ مسلم لیگ اسلامی شریعت نافذ کرنے میں منافقت کرے گی کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ غفار خان کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس اسمبلی میں 95 فیصد مسلمان نمائندے ہوں وہاں اسلامی شریعت کی بات نہیں ہوگی تو پھر کہاں ہوگی۔

سلسلہ انٹرویو جاری رکھتے ہوئے مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ مغرب میں مسلمانوں کے جذبہ

جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر کرنا غلط ہے۔ جب افغانستان، بوسنیا، کسووا، چیچنیا، فلسطین اور کشمیر میں مسلمانوں کو نشانہ ظلم و ستم بنایا جا رہا ہے، اس ظلم کو روکنے کے لئے مسلمان جہاد کرنے پر مجبور ہیں اہل مغرب کو یہ بات سمجھانی چاہئے۔ کشمیری مجاہدین نے بھارتی حکومت کو موقع دیا ہے کہ وہ پرامن ماحول میں کشمیر کے مستقبل کے بارے میں مذاکرات کریں۔ اگر بھارتی حکومت نے اس موقعہ سے فائدہ نہ اٹھایا تو شاید اسے ایسا موقع پھر نہ ملے۔

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف سے ملاقات کے بارے میں فرمایا کہ میں نے خود بیان دیا تھا کہ میں ان سے ملاقات کا خواہش مند نہیں البتہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ سپریم کورٹ کی طرف سے دیئے گئے اختیار کے تحت قرآن و سنت کی بالادستی کو آئینی ترمیم کے ذریعہ نافذ کر دیں اور سید ہونے کے ناطے وہ خلافت راشدہ کے نظام کو بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ اس موقعہ پر میاں غلام شبیر قادری سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان پنجاب، صاحبزادہ رب نواز درانی مرکزی سیکرٹری اطلاعات اور حافظ غلام شبیر قادری بھی ان کے ہمراہ تھے۔(598)

عالمی تنظیم اہلسنت کے وفد سے گفتگو

28/اگست 2000ء کو لاہور میں عالمی تنظیم اہلسنت کے وفد سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے قوم میں تحریک پاکستان جیسا جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک وحی ربانی کو سرچشمہ ہدایت تسلیم نہیں کیا جاتا ملکی مسائل حل نہیں ہوسکتے۔ امت مسلمہ کے تمام مسائل کا حل وحی ربانی اور نبی پاک ﷺ کی اتباع میں ہے۔ نواز شریف اگر شریعت نافذ کر دیتے تو مصیبت میں نہ پھنستے۔ پرویز مشرف نے بھی اگر شریعت نافذ نہ کی تو اس کا حشر بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح ہوگا۔ یہود و نصاریٰ اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن انہیں ناکامی ہوگی۔ اس موقعہ پر وفد کے قائد پیر محمد افضل قادری نے کہا کہ ہم مجاہد ملت مولانا نیازی کی قیادت اور سرپرستی میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے جدوجہد جاری رکھیں گے۔(599)

حزب الاحناف لاہور

یکم ستمبر 2000ء کو دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں سندھ کے وزیر اوقاف مولانا ولی

رازی دیوبندی کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا جس میں سلیم اللہ خاں گروپ کے عہدیداروں صاحبزادہ فیض القادری، صاحبزادہ مختار اشرف رضوی، سید مصطفیٰ اشرف رضوی، پیرزادہ محمد عثمان نوری، ڈاکٹر امجد حسین چشتی وغیرہ کے علاوہ دیوبندی مولویوں نے بھی شرکت کی۔ جس پر ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور ماہ اکتوبر 2000ء کا ''اداریہ'' ملاحظہ ہو:۔

ولی رازی کی حزب الاحناف آمد

حزب الاحناف کبھی اہلسنت کی ممتاز درسگاہ تھی جہاں علم کے متلاشی ملک کے گوشے گوشے سے آکر فیض یاب ہوتے تھے۔ حضرت ابوالبرکات سید احمد صاحب کا لگایا گیا یہ پودا تناور درخت کی شکل میں اہلسنت کے لئے شجر سایہ دار تھا مگر ہائے افسوس کہ علم وفضل کا یہ عظیم مرکز اب تجارتی مرکز میں تبدیل ہو چکا ہے۔ طالب علموں کی یہ بستی اجڑ چکی ہے۔ جہاں کبھی پورے پاکستان سے آکر لوگ دورۂ حدیث کیا کرتے تھے اب وہاں ویرانی کا عالم ہے۔

علامہ ابوالبرکات کے پوتوں نے اس عظیم علمی مرکز کو تجارتی مرکز میں تبدیل کر دیا ہے اور گزشتہ ماہ تو انہوں نے ان افراد کو حزب الاحناف میں جمع کر لیا جن سے ان کے دادا ہاتھ تک ملانا گوارا نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ لوگ آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے گستاخ ہیں مگر زمانے نے عجیب کروٹ کھائی کہ مختار اشرف رضوی اور مصطفیٰ اشرف رضوی نے دنیاوی مصلحتوں اور مالی منفعتوں کی خاطر سندھ کے وزیر مذہبی امور ولی رازی کی حزب الاحناف میں دعوت کی اور اخبارات کے مطابق ان کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

ہم مختار اشرف رضوی اور مصطفیٰ اشرف رضوی سے تمام باتوں سے قطع نظر صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے ولی رازی صاحب کو حزب الاحناف میں کیا دکھایا۔ کیا وہاں کوئی علمی سرگرمیاں یا طالب علم ہوتے ہیں جو دکھائے جاتے۔ اگر یہ سب کچھ نہیں ہے اور انہیں صرف حکومتی افراد کی خوشنودی ہی منظور تھی تو کیا ہی بہتر ہوتا کہ وہ یہ فنکشن اپنے دادا کی روح کو تکلیف پہنچانے کی بجائے کسی اور جگہ

منعقد کر لیتے۔(600)

مجاہد ملت کی خدمات کا اعتراف

8/ستمبر 2000ء کو جشن آزادی کی تقریبات کے سلسلے میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے زیر اہتمام کارکنانِ تحریک پاکستان کی ایک تقریب منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت ڈاکٹر سید نسیم حسن شاہ نے کی۔ ڈاکٹر خالد رانجھا صوبائی وزیر قانون مہمان خصوصی تھے۔ مقررین کو انجمن کی مطبوعہ اسلامی کتب پر مشتمل تحائف پیش کئے گئے۔ تقریب میں 1946ء کی پاکستان قانون ساز پنجاب اسمبلی کے تین اراکین چوہدری اکرم علی خان، مولانا محمد عبدالستار خان نیازی اور چوہدری محمد حسین چٹھہ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ مگر بوجہ علالت سوائے چوہدری اکرم علی خاں کے اجلاس میں کوئی بھی شریک نہ ہو سکا۔ مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کا انجمن کے لئے خراج تحسین پر مبنی پیغام بھی سامعین تک پہنچا دیا گیا۔(601)

پیر سید عارف حسین کی رحلت

24/ستمبر 2000ء کو جمعیت علمائے پاکستان (نیازی گروپ) کے سیکرٹری جنرل پیر سید عارف حسین شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ دوہٹہ شریف ضلع حافظ آباد جو معطل رکن پنجاب اسمبلی اور پارلیمانی سیکرٹری بھی تھے، اپنے آستانہ میں سانپ ڈسنے سے رحلت فرما گئے۔ نماز جنازہ حضرت مجاہد ملت نے پڑھائی۔ جنازے میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔(602)

موجودہ حکومت کا ایک سال

9/اکتوبر 2000ء کو روزنامہ ''نوائے وقت'' اور ''دی نیشن'' کے زیر اہتمام حمید نظامی میموریل ہال نوائے وقت بلڈنگ لاہور میں منعقدہ قومی سیمینار ''موجودہ حکومت کا ایک سال، کارکردگی اور اقدامات'' میں حضرت مجاہد ملت نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جنرل مشرف کا اقتدار پر قبضہ پچھلی حکومتوں کی حماقتوں کا نتیجہ ہے۔ یہ حکومت لوگوں کی نجات دہندہ بن کر غریبوں کے دکھ درد بانٹنے اور معاشرہ سے ظلم و جبر ختم کرنے آئی تھی لیکن دوسری طرف حالات یہ بن چکے ہیں کہ حکومت کا کوئی پروگرام بھی پورا نہیں ہو سکا اور نہ ہی غریبوں کے دکھ کم ہو سکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ چیف ایگزیکٹو جنرل مشرف نے چند باتیں اچھی بھی کی ہیں جن میں ان کی کشمیر پالیسی

بھی شامل ہے اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ان کا بیان قابل قدر ہے۔ اس لئے جنرل مشرف پوری قوم کو جہاد کے لئے تیار کریں کیونکہ صرف بیانات سے کچھ نہیں ہوگا اور جہاد دہشت گردی نہیں ہے۔ ہمیں ایک بار پھر محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور احمد شاہ ابدالی کا کردار ادا کرنا چاہئے۔ بھارت کے آئین میں مذہبی آزادی کے الفاظ موجود ہیں لیکن عملاً وہاں پر 15 کروڑ مسلمانوں کو آزادی اور انسانی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ اس لئے بھارت ان کو آزادی دے ورنہ ہم ایک اور ملک لیں گے۔

موجودہ حکومت کو سپریم کورٹ نے آئین میں ترمیم کا اختیار دیا ہے لہٰذا جنرل مشرف ان اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے قرآن وسنت کی بالادستی کے لئے آئین میں ترمیم کردیں اور سودی کاروبار پر پابندی لگادی جائے۔ نظریۂ پاکستان سے بے خبر کچھ بے وقوف (الطاف حسین) باہر بیٹھ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ نظریہ غلط تھا حالانکہ بھارت، کشمیر میں مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہا ہے وہ ان کو سب پتہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود پاکستان کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ لہٰذا حکومت کو ایسے پاکستان دشمن عناصر کو گرفتار کرلینا چاہئے۔(603)

مسئلہ کشمیر

18/ اکتوبر 2000ء کو حضرت مجاہد ملت نے اپنے ایک بیان میں اقوام متحدہ اور عالمی طاقتوں سے مطالبہ کیا کہ اہل کشمیر اور بھارتی مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھانے اور پاکستان میں مستقل طور پر دہشت گردی کرانے کی بناء پر بھارت کو دہشت گرد ملک قرار دیا جائے۔ اقوام عالم کو چاہئے کہ وہ جائزہ لیں کہ بھارتی حکومت جو اپنے آپ کو ہمیشہ سیکولر ظاہر کرتی ہے بدترین قسم کے ہندو جنون پرستوں پر مشتمل ہے۔ کشمیری مسلمانوں کی قتل و غارت کے ساتھ ساتھ پورے بھارت میں بسنے والے اٹھائیس کروڑ مسلمانوں عیسائیوں، چھوٹی ذات والے ہندوؤں اور سکھوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہے۔ بھارتی حکومت کے مذہبی تعصب کی وجہ سے بھارت کی گیارہ ریاستوں میں آزادی کی تحاریک چل رہی ہیں۔ بھارت میں ہندو اکثریت کی ڈکٹیٹر شپ قائم ہے۔ عالمی قوتیں بھارت کے عمل و کردار کا تفصیلی جائزہ لے کر اس کے بارے میں سخت تادیبی فیصلہ کریں۔

آپ نے فرمایا کہ مسئلہ کشمیر کے حل کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ دنیا بھر میں ایک سو سے

زیادہ مسلمان ممالک ہیں، انہیں سلامتی کونسل میں کوئی نمائندگی حاصل نہیں ہے۔ ہم جنرل پرویز مشرف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ دنیا کے مسلمان ممالک کی اس طرف توجہ دلائیں اور سلامتی کونسل میں ملنے والی سیٹ پر مسلمان ممالک کے حق نمائندگی کا مسئلہ اٹھائیں اور پورا زور لگائیں کہ یہ نشست بھارت کو نہ مل سکے۔ حکومت پاکستان اقوام متحدہ میں ڈٹ کر بھارت کی مخالفت کرے اور جب تک بھارت کشمیری مظلوم عوام کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق رائے دہی کا حق نہیں دے دیتا اس کے ساتھ مذاکرات کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ جنرل پرویز مشرف کو چاہئے کہ قوم کو جہاد کے لئے تیار کریں کیونکہ مسئلہ کشمیر حل کرنے کے لئے جہاد کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔

پیر عارف حسین شاہ کی یاد میں تعزیتی اجلاس

اسی تاریخ کو حافظ آباد میں سید عارف حسین شاہ مرحوم جنرل سیکرٹری جے یو پی کی یاد میں منعقدہ ایک بہت بڑے تعزیتی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ارشاد کیا کہ ہمارے دورِ وزارت میں جو ضابطہ اخلاق تیار کیا گیا تھا اس پر تمام مذہبی جماعتوں اور مکاتب فکر کے لوگ متفق ہیں۔ لیکن حکمرانوں کو اتنی فرصت ہی نہیں کہ وہ اس ضابطۂ اخلاق سے استفادہ کرکے ملک میں شریعت کا نفاذ کرسکیں۔ سُودی نظام معیشت اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف کھلم کھلا جنگ ہے۔ عدالت عظمیٰ کے سودی نظام کے خاتمہ کے سلسلہ میں واضح فیصلہ کے باوجود حکمران لیت و لعل سے کام لے رہے ہیں۔ اگر جنرل پرویز مشرف نے بھی اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے کام نہ کیا تو اس کا انجام بھی عبرت ناک ہوگا۔

آپ نے پیر سید عارف حسین شاہ کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور ان کے صاحبزادے سید مراتب علی شاہ سجادہ نشین دوہٹہ شریف کو جمعیت علماء پاکستان کا صوبائی نائب صدر مقرر کرنے کا اعلان فرمایا۔ قبل ازیں جے یو پی کے مقامی رہنماؤں نے آپ کا کستو کی بائی پاس پر شاندار استقبال کیا اور مقامی ہوٹل میں عصرانہ دیا۔(604)

22/ اکتوبر 2000ء کو الخاتم ٹرسٹ لاہور کے زیر اہتمام جامع خاتمیہ مدینۃ العلم میں "ختم نبوت کانفرنس" سے خطاب کرتے ہوئے اپنے صدارتی کلمات میں مجاہد ملت نے فرمایا کہ اسلامی تعلیمات کا لب لباب ختمیت احکام رسالت کا عقیدہ ہے۔ امت محمدیہ کا وجود، بقا، تحفظ اور سالمیت اسی عقیدے سے وابستہ ہے۔ مسلمان زندگی اور آخرت کے ہر مسئلہ میں حضور خاتم الانبیاء ﷺ

کی تعلیمات کو آخری، قطعی اور حتمی حجت قرار دیتے ہیں۔ عقیدۂ ختم نبوت سے انکار وانحراف اپنے قومی وجود سے انکار ہے اور پاکستان سے بغاوت ہے۔ افسوس ہے کہ یورپ اور امریکہ نے اپنے ہاں جہاد فی سبیل اللہ کے منکرین اور عقیدۂ ختم نبوت کے باغیوں کو وقار بخش رکھا ہے۔ حالانکہ مسلمان اس عقیدے کو حاصل زندگی سمجھتے ہیں اس لئے اس عقیدے کے باغی نہ صرف امت مسلمہ کے دشمن ہیں بلکہ پاکستان کے بھی باغی ہیں۔ ہمارا ان ملکوں سے مطالبہ ہے کہ وہ ہمارے مجرم ہمارے حوالے کریں بصورت دیگر اقوام متحدہ ان ممالک کو یو این او سے خارج کرے کیونکہ وہ صریحاً اقوام متحدہ کے منشور ونظریات کی مخالفت کررہے ہیں۔(605)

جے یو پی کا اتحاد

28/اکتوبر 2000ء کا سورج جمعیت علماء پاکستان کے اتحاد کی نوید لے کر طلوع ہوا۔ جمعیت علماء پاکستان کے دونوں گروپوں یعنی نیازی گروپ اور نورانی گروپ کا مشترکہ اجلاس دارالعلوم محمدیہ رضویہ فردوس مارکیٹ گلبرگ III لاہور میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں اتفاق رائے سے مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کو جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی صدر منتخب کرلیا گیا جبکہ مولانا نورانی کو سپریم کونسل کا چیئر مین نامزد کیا گیا۔ الیکشن کمیٹی کے چیئر مین مولانا جمیل احمد نعیمی نے عہدیداروں سے حلف لیا۔ اس موقعہ پر مجاہد ملت نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا اور مولانا نورانی کا رشتہ نہ ختم ہونے والا ہے۔ ہم دونوں بھائی ہیں۔ ان سے روحانی رشتہ بھی بڑا مضبوط ہے۔ صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ ہماری اولین ترجیح ''نظام مصطفیٰ ﷺ'' کے نفاذ کے لئے جدوجہد اور ''مقام مصطفیٰ ﷺ'' کا تحفظ ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کے اتحاد پر خوشی ومسرت کا اظہار کیا گیا اور دس من مٹھائی تقسیم کی گئی۔ ماہنامہ ''نور الحبیب''، بصیر پور ضلع اوکاڑہ نے اپنی اشاعت نومبر 2000ء میں ادارتی کالم میں اس اتحاد پر یوں اظہار مسرت کیا:۔

''جمعیت علماء پاکستان کا اتحاد''

''کاپیاں پریس جارہی تھیں کہ جمعیت علماء پاکستان کے دو دھڑوں میں اتحاد کی خبر موصول ہوئی...... تفصیل کے مطابق نورانی میاں سپریم کونسل کے چیئر مین اور

نیازی صاحب تین سال کے لئے صدر نامزد ہوئے ہیں......

یہ خبر اہل سنت و جماعت کے لئے نہایت مسرت انگیز اور شادمانی بخش ہے...... اتحاد اہلسنت، مسلک کا درد رکھنے والے ہر سنی کی دلی خواہش ہے، خدا کرے دونوں ''بابوں'' کا یہ اتحاد بابرکت ثابت ہو......

اگر اخلاص، خوئے دلنوازی، وسعت ظرفی اور جہد مسلسل سے کام لیا گیا اور اہل سنت کی مقتدر شخصیات اور کاروان سے بچھڑے یا نکالے ہوئے ارکان سے محبت اور خلوص بھرا رابطہ کرکے انہیں منانے کی کوشش کی گئی تو پرانی یادیں پھر سے تازہ اور جمعیت علماء پاکستان کا وقار بلند ہوسکے گا......ہم اس اتحاد پر جملہ اہل سنت، خصوصاً قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کو صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ وہ اہلسنت کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرکے ان کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے میں کردار ادا کرسکیں......

آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحبہٖ اجمعین۔

بصیر پور شریف — (صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

28/اکتوبر 2000ء — مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''نور الحبیب''(606)

مجلس عاملہ سے خطاب

17/نومبر 2000ء کو مجاہد ملت نے بحیثیت نومنتخب مرکزی صدر جمعیت علماء پاکستان مجلس عاملہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ اس وقت دنیا میں 55 اسلامی ممالک ہیں۔ میں ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ متحد ہوکر اسلامی بلاک اور متحدہ فوج بنائیں اور اپنے فیصلے خود کریں۔ بتوں کی پوجا چھوڑ دیں اور نبی کریم ﷺ کی غلامی کا راستہ اپنائیں۔ اسلامی ممالک کے پاس تجارتی منڈی کے علاوہ الیکٹرانک میڈیا بھی اپنا ہونا چاہئے۔ تمام اسلامی ممالک ایک دوسرے کی سرحدوں، مفادات اور حقوق کا تحفظ کریں اور اکٹھے ہوکر شیطانی قوتوں کا مقابلہ کریں اور ظالم کا ہاتھ روکیں۔ مسئلہ کشمیر ہو یا فلسطین، عراق کویت تنازعہ ہو یا کسووا کا مسئلہ، اقوام متحدہ نے ہمیشہ اسلام دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔ کشمیر میں بھارتی فوج ظلم کے پہاڑ توڑ رہی ہے۔ ماؤں بہنوں کی عزتیں لوٹی جارہی ہیں۔ نہتے کشمیریوں پر ظلم کی انتہا ہورہی ہے مگر اس طرف کوئی دھیان نہیں دیتا۔

یواین او حق کو باطل اور باطل کو حق کے طور پر پیش کرتا ہے۔ ہم اس کے فیصلوں کو نہیں مانتے۔

سلسلۂ خطاب جاری رکھتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ میری 86 برس عمر ہے لیکن میں اپنے آپ کو شریعت محمدی کے نفاذ کے لئے 20 برس کا جوان سمجھتا ہوں اور آخری دم تک اس مقصد کے لئے لڑوں گا۔ نواز شریف اور صدر رفیق تارڑ نے مجھے کہا کہ میں سودی نظام کے خلاف سپریم کورٹ میں اپنی رٹ واپس لے لوں مگر میں نے کہا کہ مر سکتا ہوں ایسا نہیں کر سکتا...... نواز شریف کو اپنے کئے کی سزا مل رہی ہے۔ بہت سی جماعتیں اور لوگ ہیں جو حکومتی سرپرستی میں کام کر رہے ہیں مگر ان کے ساتھ عوام کی طاقت نہیں ہے۔ کارکن مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں کارکنوں سے محبت کرتا ہوں اور اس کی وجہ سے جمعیت ایک بار پھر مضبوط جماعت بن کر ابھر رہی ہے۔ طاہر القادری میرے دوست کا بیٹا ہے۔ اس لئے میں اس کی مخالفت نہیں کرتا مگر وہ اس وقت ہواؤں میں گھوڑے دوڑا رہے ہیں ان کی باتوں پر ہنسی آتی ہے۔ عمران خان سے ہمارا بلدیاتی الیکشن کے لئے اتحاد ہوا ہے۔ دیگر ہم خیال اور مذہبی جماعتوں کے ساتھ اتحاد بنا کر اسلام پسند گروپ اپنے امیدوار کھڑے کرے گا۔(607)

سپریم کونسل کے عہدیداروں کا اعلان

22/نومبر 2000ء کو حضرت مجاہد ملت نے جمعیت علماء پاکستان کے نئے شعبہ ''سپریم کونسل'' کے عہدیداروں اور ممبران کے ناموں کا اعلان کیا۔ سپریم کونسل باہم مشورے سے فیصلے کرے گی، اختلاف کی صورت میں جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر (مجاہد ملت) اور چیئرمین سپریم کونسل کا فیصلہ حتمی ہوگا۔ اس ادارے کے لئے آئین میں ترمیم کی حتمی منظوری دونوں گروپوں کی مشترکہ مجلس عاملہ وشوریٰ سے لی جائے گی۔ عاملہ اور شوریٰ کے ارکان دونوں گروپوں سے برابر برابر ہوں گے۔ اعلان کے مطابق سپریم کونسل کے چیئرمین مولانا شاہ احمد نورانی اور ناظم/سیکرٹری نوابزادہ سید شمس حیدر ہوں گے۔ جبکہ ممبران میں پیر سید انیس حیدر شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ جلالپور شریف ضلع جہلم، صاحبزادہ حافظ میاں محمد ابوبکر سجادہ نشین شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ، میاں غلام شبیر قادری، حاجی غلام سرور خان نیازی، صاحبزادہ رب نواز درانی (نیازی گروپ) اور جنرل (ر) کے ایم اظہر سابق گورنر صوبہ سرحد، پیر اعجاز احمد ہاشمی، صاحبزادہ محمد اکرم شاہ، مولانا جمیل احمد نعیمی، سردار محمد خان لغاری (نورانی گروپ)۔ مرکزی وصوبائی عہدیداروں کی

تفصیل جلد جاری کردی جائے گی۔(608)

استقبال رمضان المبارک

25/نومبر 2000ء کو روزنامہ ''نوائے وقت'' اور ''دی نیشن'' کے زیر اہتمام ''حمید نظامی ہال'' لاہور میں استقبال رمضان المبارک کی تقریب حضرت مجاہد ملت کی صدارت میں انعقاد پذیر ہوئی جس سے ہر مکتبہ فکر کے علماء نے خطاب کیا۔ مجاہد ملت نے اپنے صدارتی خطبہ میں ارشاد کیا کہ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ہمیں قرآن وسنت پر عمل کرنے کا درس دیتا ہے۔ آئین پاکستان کے تحت پاکستان میں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بن سکتا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی قرآن کا عملی نمونہ تھی۔ ہمیں بھی قرآن کے نظام کو سامنے رکھ کر اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ کے منشور کو سامنے رکھ کر پاکستانی مسلمانوں کو شریعت کا پابند کیا جائے۔ قرآن وسنت پر عمل ہی ہمارے مسائل کا حل ہے۔ 1945ء میں حضرت قائداعظمؒ نے پشاور میں ایک شخص کے سوال پر جواب دیا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے، پاکستان کا آئین وقانون قرآن ہوگا۔ قرآن، اللہ کا پیغام ہے لیکن اللہ کے پیغام کو ہم اپنی عملی زندگی میں پیش نہیں کر رہے۔ قرآن کو سمجھ کر پڑھیں کہ اللہ ہمیں کیا حکم دے رہا ہے۔ تراویح تیزی اور جلدی میں پڑھنے کی بجائے اس طرح پڑھیں کہ دوسروں کو سمجھ آجائے۔ قرآن نظام کائنات ہے اور ہم اسے اپنے لئے منشور ودستور سمجھتے ہیں۔ رمضان المبارک میں غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی خدمت کا پیغام بھی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے وہ منافق ہو جاتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ عبادت کریں۔ چھوٹے بڑے تاجروں کو چاہئے کہ وہ رمضان میں سپلائی وافر رکھیں۔ ذخیرہ اندوزی نہ کریں، ناجائز منافع خوری سے بچیں۔ ہندوستانی وزیراعظم واجپائی کا رمضان المبارک میں جنگ بندی کی پیشکش کا اعلان محض ڈھونگ اور دھوکہ ہے جسے مجاہدین نے مسترد کر دیا ہے۔ مجاہدین نے عزم کیا ہے کہ جنگِ بدر کی نسبت سے فضائے بدر پیدا کریں گے۔(609)

جمعیت کے عہدیداروں کا اعلان

7/دسمبر 2000ء کو حضرت مجاہد ملت نے جمعیت علماء پاکستان، نیازی اور نورانی گروپوں

کے اتحاد کے بعد مشترکہ عہدیداران کا اعلان کیا کہ سید انیس حیدر شاہ، حاجی غلام سرور خان نیازی، جنرل (ر) کے ایم اظہر، پیر اعجاز احمد ہاشمی، علامہ محمد احمد صدیقی، حافظ شیر خان نیازی، صاحبزادہ عبدالرؤف قیومی اور سید امیر شاہ گیلانی مرکزی نائب صدور ہوں گے جبکہ صاحبزادہ رب نواز درانی مرکزی سیکرٹری اطلاعات، چوہدری محمد یعقوب سیکرٹری مالیات، خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ ڈپٹی سیکرٹری جنرل، سید زوار حسین شاہ بخاری، شبیر احمد ہاشمی، صاحبزادہ محمد اکرم شاہ، صوفی محمد ایاز خان نیازی، شیخ محمد اصغر مرکزی جوائنٹ سیکرٹری، سردار محمد خان لغاری مرکزی آرگنائزنگ سیکرٹری، مولانا عبدالشکور رضوری چیئرمین تعلیم وتربیت، سید محفوظ مشہدی کو چیئرمین سوشل ویلفیئر مقرر کر دیا ہے۔ صوبہ پنجاب کے لئے حافظ میاں محمد ابوبکر شرقپوری صدر اور میاں غلام شبیر قادری کو صوبائی جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا ہے۔ صوبہ پنجاب کے نائب صدور مولانا عبدالخالق صدیقی اور قاری زوار بہادر مقرر کئے ہیں۔ صوبہ سندھ کے لئے ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر صوبائی صدر اور محمد شریف سرکی کو سیکرٹری جنرل مقرر کیا ہے۔ صوبہ بلوچستان اور صوبہ سرحد کے عہدیداران کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔(610)

نواز شریف کی جلاوطنی

9/دسمبر 2000ء کو چیف ایگزیکٹو پاکستان جنرل مشرف نے نواز شریف کو خاندان سمیت سعودی عرب جلاوطن کر دیا۔ سعودی عرب کی مداخلت پر نواز شریف کی سزا معاف کرتے ہوئے انہیں اور ان کے اہل خانہ کو جلاوطنی کی زندگی گزارنے کی اجازت دے دی۔ ان کی املاک قرق اور نااہلی برقرار رکھی گئی۔ نواز شریف اور ان کے اہل خانہ چند ماہ سے صدر اور چیف ایگزیکٹو سے رحم کی اپیل کر رہے تھے۔ چیف ایگزیکٹو کی ایڈوائس پر صدر نے سزا معاف کر دی۔(611)

نواز شریف کی جلاوطنی پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ حکومت کا احتساب کا عمل بے کار ثابت ہوا کیونکہ مشرف حکومت نے نواز شریف کو معافی دے کر کرپٹ مافیا کے خلاف کارروائی کو خود ہی روند ڈالا۔ نواز شریف کو معافی دینے کے اقدام سے 12/ اکتوبر 1999ء کا اقدام غیر مؤثر ہو گیا۔ یو این او کے پلیٹ فارم پر خطاب کے دوران جنرل پرویز مشرف نے اعلان کیا تھا کہ مغربی ممالک پاکستانی لٹیروں کو ہمارے حوالے کریں، اب مشرف سے میرا سوال ہے کہ نواز شریف کو رہائی دے کر جلاوطن کرنے کی کارروائی کا کیا جواز ہے۔(612)

یوم سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطاب

20/دسمبر 2000ء کو جامع مسجد جمالِ مصطفیٰ ﷺ غازی روڈ لاہور میں ''یوم سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کی تقریب سعید سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات اور دورِ خلافت سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی۔ ان کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ کی تعلیمات پر صدق دل سے عمل کیا جائے۔ آپ ''بابِ مدینۃ العلم'' اور ''شیر خدا'' کے القابات سے جانے جاتے تھے۔ خالی پیٹ رہنے اور صرف نانِ جویں پر گزارہ کرنے والے اس چوتھے خلیفہ راشد کی جرأت کا یہ عالم تھا کہ ''بابِ خیبر'' جو کسی سے نہ ٹوٹ سکا تھا، آپ کی ضرب حیدری سے پاش پاش ہو گیا۔ کشمیر، فلسطین اور چیچنیا کی آزادی کی خاطر اسی جذبہ حیدری سے کام لینا ہوگا۔(613)

عید ملن پارٹی

31/دسمبر 2000ء کو لاہور میں جمعیت علمائے پاکستان کے زیر اہتمام عید ملن پارٹی سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حکومت، ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے اشاروں پر چلنے کی بجائے اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی معاشی پالیسیاں بنائے اسی میں ملک وقوم اور حکمرانوں کی فلاح ہے۔ آئی ایم ایف والوں نے پاکستانی معیشت کو مفلوج بنا کر رکھ دیا ہے۔ حکومت سودی نظام معیشت کو ختم کرے یہی تمام معاشی برائیوں کی جڑ ہے۔

جنرل پرویز مشرف پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنانے کے لئے آئین میں ترمیم کر کے قرآن وسنت کو ملک کا سپریم لاء بنانے کا اعلان کریں تا کہ نفاذ شریعت کا راستہ ہموار ہو سکے۔ حکومت بلا تاخیر جمہوریت کے قیام کا اہتمام کر کے فوج کو واپس بیرکوں میں بھیج دے۔ افسوس ہے کہ حکومت نے لوگوں کو بے روزگاری، مہنگائی سے نجات دینے کی بجائے تیل کی قیمتوں میں اضافہ کر کے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔(614)

علماء کانفرنس اسلام آباد

13/جنوری 2001ء کو وزارت داخلہ نے اسلام آباد میں علماء کانفرنس بلائی جس سے

خطاب کرتے ہوئے وزیر داخلہ معین الدین حیدر نے کہا کہ مولانا عبدالستار خان نیازی کی رپورٹ (اتحاد بین المسلمین رپورٹ) اور علمائے کرام کے 22 نکاتی فارمولے پر سب کا اتفاق ہے حکومت اس سے استفادہ کرے گی۔

حضرت مجاہد ملت اس تقریب سے دیر سے پہنچے، تب تک پروگرام ختم ہو چکا تھا بدیں وجہ خطاب نہ کر سکے۔ وزیر داخلہ خود چل کر آپ کی سیٹ پر آئے اور بڑے ادب واحترام سے گفتگو کی اور وعدہ کیا کہ نیازی رپورٹ پر عمل کیا جائے گا۔(615)

اسلام آباد میں استقبالیہ

14ر جنوری 2001ء کو مرکز آئی نائن اسلام آباد میں ''سنی مجاہدین تنظیم'' کے سربراہ سردار امین شائر کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ اقوام متحدہ، امریکی لونڈی کا کردار ادا کر رہی ہے۔ اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی پر مسلم ممالک کے خلاف کارروائی جبکہ بھارت اور اسرائیل کو خلاف ورزی کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ امریکہ، اسامہ کے خلاف کوئی ثبوت پیش کرنے میں ناکام ہو جانے کے باوجود اب روس کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے افغانستان کو مزید تباہ و برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔

حکومت کو ''نفاذ شریعت'' اور ''اتحاد بین المسلمین'' کے سلسلے میں میرے دورِ وزارت کے دوران مرتب کی گئی رپورٹوں پر عملدرآمد کرنا چاہئے۔ حکومت پاکستان کو کشمیر کے بارے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے جنگ کی تیاریاں کرنی چاہئیں۔ مسئلہ کشمیر پر باوقار اور غیرت مند پالیسی اختیار کرنی چاہئے۔ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ کشمیریوں کو خود اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔(616)

دفاع افغانستان کونسل کا اجلاس لاہور

20ر جنوری 2001ء کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں ''دفاع افغانستان کونسل'' کا اجلاس انعقاد پذیر ہوا۔ جس سے جنرل حمید گل، لیاقت بلوچ، مولانا سمیع الحق وغیرہ نے خطاب کیا۔ حضرت مجاہد ملت نے اپنے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب میں فرمایا کہ امریکہ نے یہ پابندیاں طالبان پر نہیں بلکہ اسلامی نظام حکومت کے خلاف لگائی ہیں۔ ان پابندیوں کے خلاف جدوجہد ہمارا مذہبی

فریضہ ہے۔ ہمیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ یہودیوں اور کافروں کی تمام سازشیں بھی اسلام کا راستہ نہیں روک سکتیں۔ ان پابندیوں کیخلاف خاموشی کفر کی حمایت کے مترادف ہے۔(617)

انٹرنیشنل خلافت کانفرنس لاہور

28ر جنوری 2001ء کو ''انٹرنیشنل خلافت کانفرنس'' منعقدہ لاہور سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ نفاذ شریعت سے ہی نظام خلافت کا عمل ممکن ہے لہٰذا ہمیں حکومت کو نفاذ شریعت پر مجبور کرنا چاہئے تاکہ ملک میں قرآن وسنت کی بالادستی اور سود کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔ جب تک پاکستان میں شریعت کا نفاذ اور خلافت قائم نہیں ہوتی تحریک پاکستان کے مقاصد مکمل طور پر حاصل نہیں ہو سکتے۔ طالبان پر عالمی ڈاکوؤں نے پابندیاں لگائی ہیں لیکن ہم ان پابندیوں کو مسترد کرتے ہیں۔

کانفرنس سے داعی کانفرنس ڈاکٹر اسرار احمد، ایڈمرل افتخار احمد سروہی، جنرل (ر) حمید گل، جماعت اسلامی کے سید منور حسن، میجر جنرل (ر) ظہیر الاسلام عباسی، بنگلہ دیش کے معروف سکالر احمد اللہ اشرف و دیگر حضرات نے بھی خطاب کیا۔(618)

چوہدری محمد حسین چٹھہ کی یاد میں تعزیتی ریفرنس

31ر جنوری 2001ء کو ''ایوانِ کارکنانِ تحریک پاکستان'' لاہور میں تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما چوہدری محمد حسین چٹھہ (وفات 18ر جنوری 2001ء) کی یاد میں ''نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن'' کے زیر اہتمام تعزیتی ریفرنس سے منعقد ہوا۔ جس سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ محمد حسین چٹھہ نے مسلم لیگ کو پنجاب بھر میں منظم کیا۔ قیام پاکستان کے بعد ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' اور مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کے لئے الیکشن کے لئے بھی متحرک رہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے نعیم چٹھہ کو مارشل لاء دور میں کابینہ میں شامل ہونے سے اس لئے منع کیا کہ وہ اسلامی جمہوریت کے حامی تھے۔

سلسلۂ خطاب جاری رکھتے ہوئے آپ نے مزید فرمایا کہ محمد حسین چٹھہ نے قائداعظم کو اپنا لیڈر مانا اور تمام زندگی قائداعظم کے بیان کردہ اصولوں اور ارشادات کے مطابق جدوجہد کی۔ ان کی پوری زندگی نصب العین کے لئے تھی۔ آج بھی اگر مسلم لیگ کو متحد کرنا چاہتے ہیں تو قائداعظم محمد علی جناح اور حکیم الامت علامہ اقبال کو نمونہ بنائیں۔

تقریب کے بعد صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ اقوام متحدہ نے افغانستان پر جو پابندیاں عائد کی ہیں وہ خود یو این او کے منشور کے خلاف ہیں۔ یہ پابندیاں اسامہ بن لادن کی وجہ سے لگائی گئیں، لیکن اسامہ کے خلاف کوئی چیز ثابت نہیں کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ جتنا امن افغانستان میں ہے کہیں اور نہیں ہے۔ افغانستان پر عائد پابندیاں ختم ہونی چاہئیں، پاکستان پابندیاں عائد نہ کرے۔ اسرائیل کے خلاف اقوام متحدہ کی قراردادیں موجود ہیں، فلسطین اور کشمیر کے لئے اقوام متحدہ کی قراردادیں ہیں لیکن ان پر عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ جس طرح عراق کے خلاف ایکشن لیا گیا تھا اسی طرح بھارت کے خلاف بھی ایکشن لیا جائے اور اسے کشمیر سے نکالا جائے۔ مسلم ممالک اپنی الگ مارکیٹ بنائیں۔ میڈیا اور علیحدہ ڈیفنس بنایا جائے۔ جنرل مشرف کو چاہئے کہ وہ بحالیٔ جمہوریت کے لئے فوری اقدام کریں اور آئین میں ترمیم کر کے قرآن وسنت کی بالادستی قائم کی جائے۔

آپ کے علاوہ سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ ڈاکٹر نسیم حسن شاہ، سینئر صحافی رفیق ڈوگر، پروفیسر غلام رسول آزاد، ڈاکٹر رفیق احمد، نعیم حسین چٹھہ، میاں غلام شبیر قادری اور سابق آئی جی پولیس پنجاب سردار محمد چوہدری نے بھی خطاب کیا۔ نیز اس موقعہ پر چوہدری سردار محمد نے اپنی تازہ کتاب ''قائداعظم''، حضرت مجاہد ملت کی خدمت میں پیش کی۔(619)

لاہور میں پریس کانفرنس

2رفروری 2001ء کو لاہور میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ کالا باغ ڈیم کو صوبائی عصبیت کی نذر نہیں ہونا چاہئے۔ حکومت کالا باغ ڈیم کے منصوبے پر فوراً کام شروع کر دے اور نئے ڈیم بھی بنائے جائیں۔ کالا باغ ڈیم پر فنی ماہرین کی رائے کو اولیت دی جائے کیونکہ مخالفین کے دلائل غلط اور بے بنیاد ہیں۔

انجینئر سلیم اللہ خاں کو جماعت سے اس لئے نکال دیا تھا کہ انہوں نے ناموس رسالت کے سلسلے میں جلوس کا اعلان کر کے صرف ڈپٹی کمشنر کے کہنے پر واپس لے لیا تھا۔ جنرل پرویز مشرف کو سپریم کورٹ نے آئین میں ترمیم کا اختیار دیا ہوا ہے وہ اس کو بروئے کار لا کر قومی اسمبلی سے پاس شدہ قرآن وسنت کی بالادستی کا بل آئین کا حصہ بنا دیں۔ جمہوریت کو بحال کرنے کے لئے 3 ماہ کے اندر آئین کی دفعہ 62 اور 63 کے مطابق قومی وصوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرائے

جائیں۔ افغانستان پر عائد پابندیاں انسانیت کی توہین ہیں۔ احمد شاہ مسعود اسلام دشمن قوتوں کا آلہ کار ہے۔ مسلم ممالک کو افغانستان کا مکمل ساتھ دینا چاہئے۔ ظلم وجبر کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمان ممالک اقوام متحدہ جیسا اپنا الگ ادارہ بنائیں۔ بھارت مذاکرات سے انکار کر کے ایٹمی جنگ چاہتا ہے جبکہ پاکستان مذاکرات شروع کر کے انسانیت کو تباہی سے بچانا چاہتا ہے۔ غربت کے خاتمہ کے لئے صدر مملکت، چیف ایگزیکٹو، وزراء، اعلیٰ افران، بیوروکریٹوں، فوجی افسران کو سادہ زندگی اختیار کرنا ہوگی تاکہ عام آدمی ان کی پیروی کرے۔(620)

تحریک تحفظ ناموس رسالت کا اجلاس

4رفروری 2001ء کو جامعہ نعیمیہ لاہور میں ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' کے زیر اہتمام ملک کی 36 دینی ومذہبی جماعتوں کا اجلاس تحریک کے سربراہ حضرت مجاہد ملت کی زیر صدارت میں انعقاد پذیر ہوا۔ اس میں 6 نکاتی فارمولا پیش کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ فوری طور پر ملک میں قرآن وسنت کو سپریم لاء قرار دے کر ''نظام مصطفیٰ ﷺ'' نافذ کیا جائے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں بلاسود معاشی نظام کی سفارشات کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ قرآن پاک کا ترجمہ نصاب تعلیم میں دوبارہ شامل کیا جائے۔ افغانستان اور عراق پر عالمی پابندیوں کو مسترد کر دیا جائے۔ توہین رسالت کے مرتکب افراد کے خلاف مقدمات درج کر کے کڑی سے کڑی سزا دی جائے۔ آزادیٔ کشمیر کا مثبت حل تلاش کیا جائے اور اس سلسلے میں کوئی سودے بازی نہ کی جائے۔

اجلاس کے بعد حضرت مجاہد ملت صدر جمعیت علماء پاکستان نے ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' کے سربراہ کی حیثیت سے پریس بریفنگ میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ دینی جماعتوں نے قیام پاکستان اور اس کے بعد ملک کی سالمیت کے تحفظ اور ''ناموس رسالت'' کے لئے بے پناہ قربانیاں دی ہیں، ان پر دہشت گردی، قتل وغارت اور ملکی حالات خراب کرنے کا الزام سراسر بے بنیاد اور غلط ہے بلکہ حالات کی خرابی کی اصل وجہ ''نظام مصطفیٰ ﷺ'' کا نہ ہونا ہے۔

ملک کی تمام دینی جماعتوں نے متفقہ طور پر اپنے 6 نکاتی فارمولے کی منظوری کو ہی ملک کی بقاء اور سلامتی سے مشروط کیا ہے۔ ہم حکمرانوں پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مطالبات کو عملی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر ملک میں شریعت کا نفاذ نہ ہوا تو دینی جماعتیں حکومت کے

خلاف بھرپور تحریک چلائیں گی۔

اجلاس میں جمعیت علماء پاکستان، متحدہ علمائے اہلسنت، تحریک وحدت اسلامی، جماعت اسلامی، تنظیم الاخوان، تحریک المرکز اسلامی، جماعت اہلسنت پاکستان، تحریک فروغ عشق مصطفیٰ ﷺ، تنظیم فیض گنج بخش پاکستان، سپاہ محمد، جمعیت علماء اسلام، تحریک جعفریہ، سپاہ صحابہ سمیت دیگر جماعتوں کے رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔(621)

قصور میں عرس پر خطاب

9رفروری 2001ء دارالعلوم جامعہ حنیفہ نزد لاری اڈا قصور میں شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ حکومت فوری طور پر ملک میں خلافت راشدہ کا نظام نافذ کرے۔ جنرل پرویز مشرف نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اسلامی نظام کا نفاذ ہو کر رہے گا۔ اگر حکومت سے ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ نہ ہو سکا تو مذہبی جماعتیں تحریک چلانے پر مجبور ہو جائیں گی۔ آپ نے مزید کہا کہ افغانستان پر پابندیاں لگا کر یو این او نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ تقریب سے جمعیت علماء پاکستان کے صوبائی جنرل سیکرٹری میاں غلام شبیر قادری نے بھی خطاب کیا۔(622)

جے یو پی کی اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی کا اجلاس

11رفروری 2001ء کو لاہور کے ایک ہوٹل میں جمعیت علماء پاکستان کی اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی کا ایک اجلاس حضرت مجاہد ملت کی صدارت میں منعقد ہوا۔ آپ نے اپنے صدارتی خطاب میں ارشاد کیا کہ میں عہدوں کی جنگ پر یقین نہیں رکھتا۔ جمعیت کا ہر کارکن میرا ساتھی ہے۔ نیازی گروپ اور نورانی گروپ ختم ہو چکے، اب جمعیت متحد ہے۔ اس لئے جو شخص اختلاف کی بات کرتا ہے وہ ملت کا وفادار نہیں ہے میں سب کو ساتھ لے کر چلوں گا۔

پاکستانی صرف وہ ہے جو ختم نبوت پر یقین رکھتا ہے کیونکہ پاکستان کے دستور میں یہ بات شامل ہے کہ اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہے اور اسلام کی تعریف یہ ہے کہ ختم نبوت پر یقین رکھا جائے۔ دستور کی دفعہ نمبر 6 میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ جو دستور پر یقین نہیں رکھتا اس کی سزا موت ہے، اس لئے جمعیت علماء پاکستان کا یہ طے شدہ مؤقف ہے کہ قادیانی، اسلام کے دشمن، استعماری

ایجنٹ اور برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہے۔ ہم نے اس کی چیر پھاڑ کا ہر دور میں فرض ادا کیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج قادیانی چھپنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جہاں تک دینی جماعتوں کا تعلق ہے میرے دورِ وزارت میں کچھ مذہبی رہنماؤں سے ملاقاتیں ہوئیں جنہوں نے اعتراف کیا کہ ان مذہبی رہنماؤں سے بعض جگہ غلطی ہوئی ہے جس سے سرکار دو عالم ﷺ کی بے ادبی کے پہلو نکلتے ہیں مگر اب وہ فوت ہو چکے ہیں۔ ہمیں آئندہ کے پروگرام کو اتفاق و اتحاد سے آگے چلانا چاہئے تو میں نے انہیں اس وقت بھی کہا، خاتمیت رسالت پر، محبت مصطفیٰ ﷺ پر کوئی سودے بازی نہیں ہو سکتی۔

آپ نے تلقین کی کہ تمام اختلافات کو مٹا کر جمعیت کو متحد کیا جائے اور نظام مصطفیٰ ﷺ کی تحریک کو وہی جلال و جذبہ دیا جائے جو ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔(623)

انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس اسلام آباد

18رفروری 2001ء کو "جامع مسجد ذوالنورین" اسلام آباد میں جمعیت علماء پاکستان اسلام آباد کے زیر اہتمام "انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس" منعقد ہوئی جس کی صدارت صدر جمعیت علماء پاکستان حضرت مجاہد ملت نے فرمائی۔ اپنے صدارتی خطبہ میں آپ نے ارشاد کیا کہ "مسئلہ ختم نبوت" سیاسی سطح پر سب سے پہلے مفکر اسلام علامہ محمد اقبالؒ نے اٹھایا تھا۔ انہوں نے نہرو سے خط و کتابت میں موقف اختیار کیا تھا کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں، ان کو مسلمانوں میں شمار نہ کیا جائے کیونکہ ان کے نظریات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امام احمد رضا بریلویؒ، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ اور دیگر اکابر نے قادیانی فتنہ کا آپریشن مکمل کر دیا تھا۔ 1953ء کی "تحریک ختم نبوت" میں علماء اہلسنت نے نمایاں کردار ادا کیا۔ جمعیت علماء پاکستان اب بھی یہ سمجھتی ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کے غداروں کو کیفر کردار تک نہ پہنچایا جائے اور ان کو فوج سے نہ نکالا جائے اس وقت تک امن ممکن نہیں۔(624)

حمید نظامی کی 39 ویں برسی

23رفروری 2001ء کو "پریس کلب آڈیٹوریم" اسلام آباد میں حمید نظامی بانی "نوائے وقت" کی 39 ویں برسی سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ "حمید نظامی مرحوم" میرے ہم جماعت تھے، ہم زمانۂ طالب علمی میں اکٹھے رہے۔ قیام پاکستان سے قبل محمد علی

جناح کے مؤاخذہ کی نشست برپا کرنے کی کوشش کی گئی۔ حمید نظامی اور میں نے اس نشست کو چیلنج کیا اور پھر دونوں نے مل کر تحریک پاکستان میں نوجوانوں کو منظم کیا۔ ہم نے تحریک پاکستان سے قبل انگریزوں کی طرف سے عبوری مدت کے لئے حکومت کی مخالفت کی اور کہا کہ گروپنگ سے تحریک پاکستان کو نقصان پہنچے گا۔ قائداعظمؒ نے ہماری رائے سے اتفاق کیا۔ حمید نظامی نے خود تحریک پاکستان کو اجاگر کرنے کے لئے ''نوائے وقت'' کا اجراء کیا۔ حمید نظامی کو مارشل لاء کے نفاذ کا صدمہ تھا۔ جس کی وجہ سے وہ وفات پا گئے۔ مجید نظامی، حمید نظامی کے مشن کی تکمیل کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔

سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے ارشاد کیا کہ میاں نواز شریف شریعت نافذ کر دیتے تو آج ان کی حکومت ختم نہ ہوتی۔ جنرل پرویز مشرف بھی شریعت نافذ نہیں کریں گے تو اس میں ان کے لئے نقصان ہی ہوگا۔ سود حرام ہے، ہمیں سودی معیشت کو ختم کرنا ہوگا۔ ملک میں فی الفور انتخابات کرانے چاہئیں، فوج اپنے آپ کو دیگر کاموں میں نہ الجھائے۔(625)

نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام خصوصی نشست

24رفروری 2001ء کو ''نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن'' کے زیر اہتمام سال قائداعظمؒ کی تقریبات کے سلسلہ میں ایک خصوصی نشست بعنوان ''1946ء کے فیصلہ کن انتخابات'' حضرت مجاہد ملت کی صدارت میں لاہور میں انعقاد پذیر ہوئی۔ اس تقریب سعید سے 1946ء کی پنجاب اسمبلی کے سب سے کم عمر ممبر چوہدری اکرم علی خان، محمد ارشد چوہدری، پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد خان، میاں عزیز الحق قریشی اور پروفیسر ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا نے خطاب کیا۔

حضرت مجاہد ملت نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ 1946ء کے انتخابات تحریک پاکستان کے لئے فیصلہ کن سنگ میل ثابت ہوئے۔ 1940ء کی تاریخی قرارداد کی منظوری کے بعد ہندو اپنی شاطرانہ چالوں کے ساتھ برصغیر کے مسلمانوں کی آزادی اور جداگانہ تشخص کے خلاف ڈٹ گئے۔ انگریز حکمرانوں نے بھی در پردہ ان کی سرپرستی کی۔ تصور پاکستان کے بارے میں ایک منظم طریقے سے جو شکوک وشبہات پیدا کئے گئے ان میں سرفہرست یہ سوال تھا کہ آیا مسلمانوں کی اکثریت ''قرارداد لاہور'' کی تائید کرتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا فیصلہ 1946ء کے ملک گیر مرکزی اور صوبائی انتخابات نے کر دیا۔ مسلم لیگ نے مرکزی انتخابات تو سو فیصد جیتے اور صوبائی

انتخابات میں صوبہ سرحد کو چھوڑ کر ہر جگہ غالب اکثریت حاصل کر لی۔ مطالبۂ پاکستان مسلمانان برصغیر کا پرجوش جمہوری مطالبہ بن گیا اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت قرار پائی۔

علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ میں نے کسی میں قائداعظم جتنی دین کی حمیت نہیں دیکھی۔ ان کا کہنا تھا کہ قائداعظم دس کروڑ مسلمانوں میں واحد شخصیت ہیں جو مسلمانوں کو منزل مراد تک پہنچا سکتے ہیں۔ برصغیر کے مسلمانوں نے نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ کے لئے، حصول پاکستان کے لئے جدوجہد کی۔ قائداعظم دل وجان سے شریعت کا نفاذ چاہتے تھے۔ وفات سے چند ماہ قبل کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے ان سے سوال کیا گیا کہ پاکستان کا آئین وقانون کیا ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں آئین و قانون دینے والا کون ہوتا ہوں؟ ہمارے پاس پیغمبر اسلام ﷺ کا دیا ہوا آئین وقانون موجود ہے۔ خان عبدالغفار خان نے اعتراض کیا تھا کہ مسلم لیگ شریعت نافذ نہیں کرے گی جس کے جواب میں قائداعظمؒ نے کہا تھا کہ جس اسمبلی میں 95% مسلمان ہوں گے وہاں شریعت کیسے نافذ نہیں ہوگی۔

آج مغرب والے کہہ رہے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے خواتین کو جو عزت ووقار دیا وہ مغرب والے نہیں دے سکتے۔ آج مغرب کی غلاظت اور گندگی کو اسلام صاف کر رہا ہے۔ مسلمانوں سے خائف ہو کر ناجائز پابندیاں لگائی جا رہی ہیں، وہ اسامہ جیسے مجاہد کو بغیر کسی الزام کے پکڑنے کے لئے کوشاں ہیں۔ آج بھی ہماری نئی نسل میں پیغمبر اسلام ﷺ کی محبت اور جذبۂ دین موجود ہے۔(626)

لاہور میں یوم حمید نظامی

25رفروری 2001ء کو الحمراء ہال لاہور میں ''یوم حمید نظامی'' کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے فرمایا کہ تحریک پاکستان اور استحکام پاکستان میں مرحوم حمید نظامی اور ''نوائے وقت'' کا کردار قابل تحسین ہے۔ حمید نظامی کو میں نے ایک دوست کی حیثیت سے دیکھا کہ کس طرح اس شخص نے پاکستان کے قیام کو یقینی بنانے کے لئے سرگرمیوں کو منظم کیا اور ایم ایس ایف کے پلیٹ فارم سے تاریخ ساز جدوجہد کی۔

مسلم لیگ نے شریعت بل قومی اسمبلی سے پاس کروالیا۔ آج اسے چاہئے کہ وہ اس شریعت بل نفاذ کا اعلان کرے۔ میں جمہوریت اسے سمجھتا ہوں جو رسول پاک ﷺ کے نقش قدم پر

چلے۔ سٹیج پر موجود چوہدری شجاعت حسین اور مخدوم جاوید ہاشمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میری ان سے اپیل ہے کہ یہ نبی پاک ﷺ کے نام پر اکٹھے ہو جائیں۔(627)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سیمینار لاہور

مورخہ 4/اپریل 2001ء کو قرآن اکیڈمی گلبرگ لاہور میں شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ میں ایک سیمینار منعقد ہوا۔ جس میں خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت نے کہا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت کی عظیم مثال قائم کی ہے، جس سے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو جینے کا سلیقہ ملا ہے کہ ظالم و جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا اور سر جھکانے کی بجائے سر کٹانے کا درس دیا۔(628)

جہاد کشمیر کانفرنس

29/اپریل 2001ء کو جمعیت علماء جموں و کشمیر کے زیر اہتمام ''جہاد کشمیر کانفرنس'' میر پور، آزاد کشمیر میں انعقاد پذیر ہوئی جس میں سردار عبدالقیوم خان سابق صدر آزاد کشمیر، سردار سکندر حیات خان سابق وزیر اعظم آزاد کشمیر، کل جماعتی حریت کانفرنس کے رہنما سید یوسف نسیم سمیت چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر سے آئے ہوئے سینکڑوں علماء و مشائخ اور ہزاروں افراد نے مجاہدین کشمیر کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ تمام جہادی تنظیمیں باہم مربوط ہو کر جہادی عمل کو تیز کریں۔

حضرت مجاہد ملت نے اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ پشاور میں علماء دیوبند کا اجتماع تحریک پاکستان کی مخالفت پر مبنی تھا جس میں کشمیر کو نظر انداز کیا گیا۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ تحریک پاکستان کے جذبے سے کام لے کر تحریک آزادیٔ کشمیر کو کامیابی سے ہمکنار کیا جائے۔ ہم امن، سلامتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی چاہتے ہیں اور ناموس رسالت کے تحفظ، کشمیر کی آزادی اور استحکام پاکستان کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔(629)

حضرت مجاہد ملت کی زندگی کی یہ آخری تقریر تھی۔ اس کے بعد برسوں کی علالت اور نقاہت غالب آ گئی۔ یاد رہے کہ آپ دو تین ماہ سے اپنے بنا کردہ ''مجاہد ملت کمپلیکس روکھڑی موڑ میانوالی''، میں فروکش تھے۔

وفات حسرت آیات

یکم/مئی 2001ء کو گیارہ بجے دن شوگر اور بلڈ پریشر کا عارضہ شدت اختیار کر گیا تو آپ کو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میانوالی میں داخل کروا دیا گیا۔ ڈاکٹر طارق مسعود نیازی اور ڈاکٹر رب نواز راجہ نے آپ کو چیک کیا اور وی آئی پی روم میں شفٹ کر دیا جہاں آپ بڑے ہشاش بشاش لگ رہے تھے۔ اگلے روز 7/صفر المظفر 1422ھ مطابق 2/مئی 2001ء بروز بدھ آپ نے نماز فجر ادا کی۔ اس کے بعد ذکر و اذکار میں مشغول تھے کہ 5 بجکر 5 منٹ پر حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ

آپ کی رحلت کی خبر پورے ملک میں بجلی کی سی سرعت کے ساتھ پھیل گئی۔ میانوالی شہر میں کہرام برپا ہو گیا۔ بازار بند ہو گئے۔ پاکستان بھر سے قافلے نماز جنازہ میں شرکت کے لئے عازم میانوالی ہو گئے۔ 6 بجے شام ہاکی اسٹیڈیم میانوالی میں حضرت پیر محمد صدیق سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھور شریف ضلع میانوالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ میانوالی کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا جنازہ تھا۔ لوگ دھاڑیں مار کر رو رہے تھے۔ نماز جنازہ میں ملک بھر سے سیاسی، مذہبی، سماجی رہنماؤں کے علاوہ ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔

تدفین

آپ کی وصیت کے مطابق مجاہد ملت کمپلیکس روکھڑی موڑ میانوالی میں آپ کی بنا کردہ ''مجاہد ملت مسجد'' کی بائیں جانب آخری آرامگاہ بنائی گئی۔ جہاں انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی ہے اور اکناف و اطراف سے عقیدت مند حاضر ہو کر فیوض و برکات کی دولت لوٹ لوٹ کر لے جا رہے ہیں۔(630)

ختم قل

4/مئی 2001ء بروز جمعۃ المبارک ختم قل شریف پڑھا گیا جس میں ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل پروفیسر شاہ فرید الحق نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ زندگی میں بھی چاند کی طرح چمکتے رہے اور انتقال کے

بعد بھی ان کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ ان کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح تھی، آزادیٔ پاکستان کی تحریک سے تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ تک وہ نہایت استقامت کے ساتھ اپنے مشن اور اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔ مولانا کی ذات ایک کاروان، ایک مشن اور ایک پورا نظام تھی۔

آپ کے وفادار اور مخلص ساتھی سید انیس حیدر شاہ سجادہ نشین جلالپور شریف ضلع جہلم نے کہا کہ مولانا نیازی پاکستان میں دینی قوتوں کے لئے یقین وثبات کا نشان اور ایک مرد آہن تھے۔ وہ ایک سچے اور کھرے انسان تھے۔ ان کی دبنگ شخصیت باطل کے مقابلہ میں مضبوط چٹان کی حیثیت رکھتی تھی۔ وہ ہمیشہ استحصالی اور صیہونی قوتوں کے خلاف سینہ سپر رہے۔

دیگر مقررین نے کہا کہ مولانا نیازی حق اور سچ کی نشانی تھے۔ کٹھن ترین مرحلوں اور نازک ترین حالات میں بھی ان کے پاؤں میں کبھی لغزش نہ آئی۔ وہ بہادری اور جرأت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ اللہ اپنے چاہنے والوں کو خود عزت، مرتبہ اور مقام دیتا ہے۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے، نیک عمل کرتے رہے اس کا اور اس کے رسول ﷺ کا پیغام پھیلاتے رہے، جنت ان کی تلاش میں ہے۔ مولانا نیازی میر کارواں تھے اور یہ کارواں اپنی منزل کی تلاش کرکے رہے گا اور انشاء اللہ ہر طرف ''اسم محمد ﷺ'' سے اجالا ہوگا۔ مولانا نیازی ہم سے نازک موڑ پر بچھڑے ہیں جس سے تحریک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ یہ خلا کوئی پورا نہیں کرسکتا۔ مولانا نیازی کا طُرۂ ہمیشہ دعوتِ عمل دیتا رہا اور ان کی چھڑی باطل قوتوں کا راستہ روکتی رہی۔

اس موقعہ پر میانوالی کے ہزاروں عوام نے ہاتھ بلند کرکے عہد کیا کہ وہ مولانا نیازی کا مشن جاری رکھ کر ان کا نام روشن کریں گے۔ مسلم لیگ کے چیئرمین راجہ ظفر الحق نے زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ میں زمانۂ طالب علمی سے مولانا نیازی کا معتقد ہوں۔ مولانا نیازی پاکستان اور قائداعظمؒ کے خلاف ایک لفظ برداشت نہیں کرتے تھے۔ جب کوئی بات ان کے مزاج کے خلاف ہوتی تو وہ فوری طور پر ردعمل کا اظہار کرتے۔ سابق وفاقی وزیر خزانہ سرتاج عزیز نے کہا کہ مولانا نیازی سود کے سخت خلاف تھے، وہ عمر بھر سودی معیشت کے خاتمہ کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ جب میں وزیر خزانہ تھا تو وہ مجھے سود کے خلاف ریفرنس بھجواتے رہے۔ مولانا نیازی میرے استاد تھے وہ میری رہنمائی کرتے تھے۔ مخدوم جاوید ہاشمی قائم مقام صدر مسلم لیگ (نواز شریف گروپ) نے بھی بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔

تقریب رسم قل کے بعد تمام مذہبی سیاسی سماجی رہنماؤں نے آپ کے مزار مقدس پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔ بعد ازاں اعلان کیا گیا کہ بین الاقوامی مذہبی وسیاسی رہنما مولانا نیازی جو بارہا قومی وصوبائی اسمبلیوں اور سینٹ کے ممبر رہے ہیں، ان کا اثاثہ 4 جوڑے کپڑے، 3 اچکن، 4 کلاہ اور ایک عصا ہے۔ انہوں نے کبھی بھی بنک بیلنس یا جائیداد بنانے پر توجہ نہیں دی۔ انہوں نے پوری زندگی اسلام کی سربلندی اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ان کے پاس جتنی رقم ہوتی وہ اس میں سے اپنی ضرورت کی رقم رکھ کر باقی مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ غریبوں کی مدد اس طرح کرتے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔(631)

اخبارات کے اداریئے

حضرت مجاہد ملت کی رحلت پر ملک بھر کے روزناموں، ہفت روزوں اور ماہناموں نے خراج عقیدت پیش کیا۔ چند ایک اداریئے نقل کئے جاتے ہیں۔

روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے اپنی اشاعت 3 مئی 2001ء میں یوں لکھا:۔

مجاہد ملت کی رحلت

''تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما اور جمعیت علماء پاکستان کے صدر مولانا محمد عبدالستار خان نیازی طویل علالت کے بعد گزشتہ روز صبح پانچ بجے میانوالی کے ہسپتال میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا موصوف نے تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، مختلف جمہوری تحریکوں اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 86 سال کے قریب تھی اور انہوں نے شادی نہ کرکے مجرد اور پاکیزہ زندگی گزاری۔ وہ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے بانیوں میں سے تھے اور قائداعظمؒ کے وفادار نوجوان ساتھی کی حیثیت سے انہوں نے تحریک پاکستان کو عوام میں مقبول بنانے کے لئے ملک بھر کے وسیع دورے کئے۔

وہ ''نوائے وقت'' کے بانی حمید نظامی مرحوم کے ساتھی اور علامہ اقبالؒ کے پرجوش عقیدت مند تھے۔ وہ زندگی بھر عشق رسول ﷺ کے فروغ، نظریۂ پاکستان کی ترویج واشاعت اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لئے جدوجہد کرتے

رہے۔ پاکستان میں نظام خلافت کا نفاذ ان کی زندگی بھر مطمح نظر رہا۔ وہ پنجاب اسمبلی، قومی اسمبلی اور سینٹ کے رکن بھی رہے۔ نواز شریف دور حکومت میں وہ بلدیات کے علاوہ مذہبی امور کے وفاقی وزیر بھی رہے۔ تحریک ختم نبوت کے دوران انہیں سزائے موت کا حکم سنایا گیا جو بعد میں عمر قید میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ ایوب خان، ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل ضیاء الحق کے ادوار میں انہوں نے اپوزیشن میں رہ کر اہم کردار ادا کیا۔ ایوب خان کے مقابلے میں وہ مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کا ساتھ دیتے رہے اور نواب آف کالا باغ امیر محمد خان کو ان کے اپنے علاقے میانوالی میں چیلنج کر کے ان کے رعب و دبدبے کو خاک میں ملا دیا۔ وہ ایک زبردست مقرر تھے اور اپنی پاٹ دار آواز میں گھن گرج کے ساتھ مجمع کو مٹھی میں لے لیتے تھے۔ مولانا نیازی جہاد کشمیر کے پرجوش حامی اور تسخیر کشمیر بنوک شمشیر کا پرچار کیا کرتے تھے۔ انہی خوبیوں کی بنا پر انہیں ''مجاہد ملت'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حق گوئی اور بے باکی ان کی سیاست اور خطابت کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ جمعیت علماء پاکستان کے صدر ہونے کے باوصف ''اتحاد بین المسلمین'' کے زبردست حامی اور پرچارک تھے۔ انہوں نے افریقہ اور یورپ کے متعدد تبلیغی دورے کئے۔ ادارۂ ''نوائے وقت'' ان کی رحلت پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ بخشے اور ان کے پسماندگان اور متوسلین و معتقدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔''

روزنامہ ''جنگ'' لاہور نے 3 رمئی 2001ء کو اداریہ اس طرح لکھا:

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

''تحریک پاکستان کے عظیم رہنما اور جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا عبدالستار خان نیازی 86 سال کی عمر تک انتہائی سرگرم اور پرجوش زندگی گزارنے کے بعد اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ ان کی طویل زندگی گوناگوں اور ولولہ آفرین سرگرمیوں سے عبارت تھی۔ نوجوانی میں ہی تحریک پاکستان میں وہ قائداعظمؒ کے انتہائی معتمد اور بے خوف سپاہی تھے۔ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ،

تحریک ختم نبوت اور تحریک نفاذ شریعت میں بھی انہوں نے روح رواں کا کردار انجام دیا۔ انہوں نے اپنی بوقلموں سیاسی، مذہبی اور سماجی مصروفیات کے باعث تجرد کی زندگی گزاری اور مرتے دم تک روزمرہ کے معمولات کو قائم رکھا حتیٰ کہ اپنی وفات کے دن بھی انہوں نے نماز فجر ادا کرنے کے بعد بستر پر لیٹے لیٹے اخبار کا مطالعہ شروع کیا ہی تھا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

مولانا نیازی کو زمانۂ طالب علمی سے دم واپسیں تک بھرپور اور مسلسل جدوجہد کے حوالے سے تاریخ پاکستان میں یادگار مقام حاصل ہے۔ انہوں نے جہاں بانی پاکستان اور شاعر مشرق کی قیادت میں ایک جری نوجوان رہنما کا کردار ادا کیا وہاں قیام پاکستان سے عین قبل 1946ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر پنجاب اسمبلی کی رکنیت حاصل کرنے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ 1988ء اور 1990ء کے انتخابات میں بھی انہیں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔ 93-1994ء میں وہ سینٹ آف پاکستان کے رکن منتخب ہوئے اور وفاقی سطح پر وزیر بلدیات اور وزیر مذہبی امور کی حیثیت سے بھی نمایاں خدمات بجالائے اور ملک میں عوامی سطح پر اٹھنے والی ہر جمہوری اور دینی تحریک کی صف اول میں شامل رہے۔ ان کی پوری فعال زندگی ایثار و قربانی اور بے نفسی کے یادگار کارناموں سے عبارت رہی۔ انہوں نے عمر کا بڑا حصہ اپنی جرأت مندانہ سرگرمیوں کے باعث جیل میں گزارا۔ انہیں خطابت پر بھی غیر معمولی ملکہ حاصل تھا۔ ان کی رحلت پر ملک کے سبھی حلقے حد درجہ سوگوار ہیں۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا''

روزنامہ ''ڈان'' لاہور نے 4 رمئی 2001ء کے اداریئے میں جو خراج عقیدت پیش کیا وہ کچھ یوں ہے:۔

مولانا عبدالستار خان نیازی کی رحلت

''ملت اسلامیہ کے بطل جلیل اور تحریک پاکستان کے بے خوف سپاہی، جمعیت علمائے پاکستان نیازی گروپ کے سربراہ مولانا عبدالستار خان نیازی، میانوالی میں دنیائے فانی سے وداع ہو گئے۔ ان کی عمر 86 برس تھی۔ ان کی صحت اگرچہ قابل

رشک رہی پھر بھی عمر رسیدگی کے اثرات تو ہوتے ہی ہیں۔ پھر بھی وہ آخری وقت تک سیاسی طور پر فعال رہے۔ ایک دن پہلے طبیعت ناساز ہونے پر انہیں ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال لایا گیا تھا جہاں ان کی حالت سنبھل گئی تھی۔ بدھ کی صبح انہوں نے نماز فجر ادا کی۔ اس کے بعد اچانک دل کا دورہ پڑا اور حرکت قلب بند ہونے سے وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا نیازی نے زمانہ طالب علمی میں ہی تحریک آزادی میں شمولیت اختیار کر لی۔ وہ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے بانیوں میں سے تھے اور اس کے پہلے سیکرٹری جنرل چنے گئے۔ پنجاب میں اس وقت یونینسٹ پارٹی جو صوبے کے زمینداروں اور جاگیرداروں کی جماعت تھی کا مکمل کنٹرول تھا۔ پنجاب کے دیہی علاقوں میں اس پارٹی کا زور توڑنے اور پنجاب کے مسلم عوام کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کرنے میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اراکین نے حمید نظامی اور مولانا نیازی کی قیادت میں بے خوفی سے مہم چلائی۔ وہ صوبے کے دور دراز دیہات میں پہنچے اور عوام کے دلوں سے جاگیرداروں کا خوف دور کیا اور انہیں پاکستان کے قیام کے لئے ووٹ دینے پر آمادہ کیا۔ اس کے نتیجے میں پنجاب میں مسلم لیگ نے تقریباً نوے فیصد مسلم نشستوں پر کامیابی حاصل کی جبکہ اس سے پہلے صوبائی انتخابات میں مسلم لیگ کو صرف دو نشستوں پر کامیابی ہوئی تھی، ان میں بھی صرف ایک نشست رہ گئی تھی کیونکہ دوسرا مسلم لیگی رکن بھی یونینسٹ پارٹی میں شامل ہو گیا تھا۔

مولانا نے بھرپور اور بامقصد زندگی گزاری، ساری زندگی انہوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے جدوجہد کی۔ اس کے لئے انہوں نے شادی بھی نہیں کی تاکہ گھریلو ذمہ داریوں میں الجھ کر نہ رہ جائیں اور یوں ان کی سیاسی یکسوئی میں خلل نہ پڑے۔ انہوں نے مجرد اور پاکیزہ زندگی گزاری، سیاسی لیڈروں کے لئے ان کی زندگی اس لئے نمونہ ہے کہ گزشتہ ساٹھ سال کی بھرپور سیاسی زندگی گزارنے کے بعد بھی جس میں وہ دو مرتبہ وفاقی وزیر بھی رہے دنیا سے خالی ہاتھ رخصت ہوئے۔ انہوں نے اپنے پیچھے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی۔ جو آبائی زمین تھی

وہ بھی مسجد اور مدرسے کے لئے وقف کر دی تھی۔ سیاستدان اور سیاسی کارکن اگر ان کی زندگی سے سبق حاصل کر لیں تو قوم کا بھلا ہوگا۔''

روزنامہ ''پاکستان'' لاہور نے 4رمئی 2001ء کو یہ اداریہ تحریر کیا:۔

مردِ قلندر کی رحلت

مولانا عبدالستار خان نیازی بدھ کی صبح انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم نے عمر عزیز کے 86 برس ایسی کامل یکسوئی، استقامت اور مجاہدانہ شان کے ساتھ بسر کئے کہ ان کی زندگی کا ہر آنے والا دن گزرے ہوئے کل سے بہتر ہوتا چلا گیا۔ جوانی میں قدم رکھتے ہی انہوں نے اپنی زندگی اور اپنے شب و روز غلبۂ اسلام کے لئے وقف کر دینے کا عزم کر لیا تھا۔ پھر عمر بھر مڑ کر نہیں دیکھا، اسی راہ پر قدم بڑھاتے چلے گئے۔ اس وادئ پرخار کے سفر میں ان کے پاؤں لہولہان بھی ہوئے۔ موت نے بھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھور کر دیکھا، لیکن اللہ کی رحمت سے وہ راہِ حق پر ثابت قدمی سے قائم رہے۔ سزائے موت کا عفریت بھی ان کے قدم ڈگمگا نہ سکا۔

مولانا عبدالستار نیازی مرحوم کا شمار تحریک پاکستان کے نوجوان رہنماؤں میں کیا جاتا ہے۔ وہ پنجاب کے ان طلبہ رہنماؤں میں شامل تھے، جنہوں نے مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کے تصور پر ''مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کی بنیاد رکھی اور پھر اسے اتنی بارسوخ اور مستحکم تنظیم میں بدل دیا کہ اسے تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کے ہراول دستہ کا مقام حاصل ہو گیا۔ اپنے طالب علم ساتھیوں میں مولانا محمد ابراہیم علی چشتی کی طرح انہیں یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ جدید علوم کے ساتھ ساتھ قرآن، حدیث، سیرت النبی ﷺ اور تاریخ اسلام پر گہری نظر رکھتے تھے۔ جدید تعلیمی اداروں میں حصول تعلیم کے باوجود انہیں ثقہ عالم دین تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات سے اس گہرے تعلق کا فیضان تھا کہ وہ اور ان کے دوستوں کا قریبی حلقہ پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کے بارے میں واضح تصورات رکھتا تھا، جسے انہوں نے ''خلافتِ پاکستان سکیم'' کے نام سے تحریری صورت میں بھی پیش

کیا۔ 1943ء میں مسلم لیگ کی کانفرنس میں انہوں نے جو قرارداد پیش کی اس کا مرکزی خیال یہ تھا کہ پاکستان بن جانے کے بعد اس کا نظام اسلامی ہوگا۔

قائداعظمؒ، مولانا نیازی مرحوم کی شخصیت اور کارکردگی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، چنانچہ 1946ء میں میانوالی کے بڑے جاگیردار اور مسلم لیگیوں کی مخالفت کے باوجود قائداعظمؒ نے انہیں مسلم لیگ کا ٹکٹ دیا اور وہ بھاری اکثریت کے ساتھ یونینسٹ پارٹی کے امیدوار کو شکست دے کر پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔

قیام پاکستان سے قبل رائے دہندگان کی تعداد محدود ہونے کے باوجود جاگیرداروں اور برطانوی راج کے ٹوڈیوں کے مقابلے میں نچلے متوسط طبقے کے ایک نوجوان کی کامیابی سیاسی حالات میں ایک نمایاں تبدیلی کا مظہر تھی۔ انہوں نے میانوالی جیسے پسماندہ علاقے کے لوگوں میں یہ حوصلہ پیدا کیا کہ وہ نوابوں اور جاگیرداروں کے جبر کے خلاف کھڑے ہوسکیں۔ بدقسمتی سے پاکستان میں فوجی طالع آزماؤں کی سیاسی مہم جوئی نے سیاسی ارتقاء کا یہ دروازہ بند کردیا اور اپنا اقتدار مسلط رکھنے کے لئے وڈیروں اور جاگیرداروں سے گٹھ جوڑ کرلیا۔ اس طرز عمل نے وہ امکانات معدوم کردیئے، جو سیاسی کارکنوں کو قیادت میں لاسکتے تھے۔

مولانا نیازی مرحوم جمہوری اقدار و تصورات سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ مسلم لیگ سے ان کا اختلاف بھی تنظیم نو کے مسئلے پر ہوا اور انہوں نے سید حسین شہید سہروردی کے ساتھ مل کر عوامی مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ ایوب خاں کے خلاف جمہوری تحریک میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور محترمہ فاطمہ جناح کی انتخابی مہم میں ان کا ساتھ دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو اور ضیاء الحق کے دور میں بھی انہوں نے حزب اختلاف میں کردار ادا کیا اور پاکستان میں دستور کی حکمرانی کے لئے جدوجہد کی۔

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں انہیں اور مولانا مودودی کو فوجی عدالت نے بغاوت کے الزام میں سزائے موت کا حکم سنایا۔ ہماری تاریخ کا یہ واقعہ نوآبادیاتی دور کی اس غلامانہ ذہنیت کی یاد دلاتا ہے، جس کے تحت حکمران تحریک آزادی کے رہنما سیاستدانوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ روایت کی جاتی ہے کہ جب

مولانا مرحوم کی فائل مارشل لاء عدالت میں پیش کی گئی تو فوجی افسر نے کہا: ''آپ تو 1947ء سے پہلے بھی خطرناک ایجی ٹیٹر رہے ہیں۔'' مولانا جو بڑے دبنگ اور نڈر انسان تھے گویا ہوئے: ہم نے اگر انگریز کے خلاف ایجی ٹیشن کا جرم نہ کیا ہوتا تو آج تم اس کرسی پر نہ بیٹھے ہوتے۔ میں اس وقت بھی یونیفارم میں تھا، جب برخوردار تم ابھی لیکویڈ فارم میں تھے۔ اندازہ کیجئے کہ ایک فوجی ملازم تحریک آزادی کے سپاہی سے کیا کہہ رہا ہے۔ یہی وہ غلامانہ طرز فکر تھا جس نے پاکستان میں مولانا نیازی جیسے تحریک پاکستان کے رہنماؤں کو پس منظر میں دھکیل دیا اور زمامِ کار ان لوگوں کے ہاتھ میں آگئی جو شریک سفر نہ تھے۔ تحریک پاکستان میں شامل رہنما اور کارکن نئے معاشرے کی تشکیل کرسکے اور نہ انہیں سیاسی و اجتماعی روایات قائم کرنے کا موقع ملا۔ پاکستان کو قومی جذبوں سے سرشار بے غرض رہنماؤں کی خدمات سے محروم کردیا گیا۔

مولانا عبدالستار نیازی مرحوم ایسے جلیل القدر رہنماؤں میں شامل ہیں جن کے لئے سیاست ایمان کا درجہ رکھتی تھی اور جو سیاست و اقتدار کو حصول زر کا ذریعہ بنانا گناہ کبیرہ سمجھتے تھے۔ وہ اسمبلی کے منتخب رکن ہونے کے علاوہ وزیر بھی رہے، لیکن قلندروں جیسی زندگی بسر کی۔ مرتے وقت انہوں نے کوئی اثاثہ نہیں چھوڑا۔

ہم اخلاقی زوال کے اس مقام سے گزر رہے ہیں جس میں کمیشن بٹورنا، زمینیں، پلاٹ سمیٹنا اور بڑے بڑے عہدے حاصل کرنا سب کا مطمعِ نظر بن چکا ہے۔ سیاستدان ہوں کہ اعلیٰ افسر کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ ہوس زر میں سب ایک دوسرے کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ سب اس حمام میں ننگے ہیں۔ قوم کو ذلت کی اس حالت سے نکالنے کے لئے سیاستدانوں اور تمام شعبوں کے سربراہوں اور سرکردہ افراد کو چاہئے کہ وہ اپنا محاسبہ کریں، طرز عمل بدلیں اور مولانا نیازی مرحوم کی روشن مثال سے سبق حاصل کریں۔ ان کی مثال سے یہ حقیقت ایک بار پھر واضح ہوجاتی ہے کہ حقیقی عظمت اور عزت و احترام اعلیٰ کردار ہی سے حاصل ہوتے ہیں، شہرت و اقتدار سے نہیں۔ سیاسی اور غیر سیاسی اعلیٰ مناصب اور عہدوں پر مسلط رہنے والے

کتنے ہی افراد ایسے ہیں، جن کا ذکر آج نفرت سے کیا جاتا ہے۔ چند روزہ زندگی میں انہوں نے دولت و اقتدار کے خوب مزے لوٹے، لیکن ہمیشہ کی رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔

مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے، لیکن اس تعلق کے حوالے سے انہیں ہرگز امت میں افتراق گوارا نہیں تھا۔ وہ فرقہ پرستی کے سخت مخالف تھے۔ وہ ہمیشہ ایسی تدابیر کی تلاش میں رہتے، جن کی مدد سے مختلف مکاتب فکر کے درمیان نزاعی مسائل پر رواداری اور مفاہمت کا رویہ پیدا کیا جا سکے۔ تعبیر دین میں علمی اختلافات کے باوجود وہ دوسرے مکاتب فکر کے علماء کے قدر شناس تھے۔ ان کی ذات علماء دین کے لئے رواداری اور علمی وفقہی اختلافات کے علی الرغم، باہمی احترام اور قدر شناسی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے۔ اگر مکتب فکر کو فرقہ نہ بنالیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک مکتب سے تعلق رکھنے والے دوسرے مکتب کے اہل اللہ کی قدر کرنے سے محروم رہ جائیں۔

مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم سچے عاشق رسول (ﷺ) تھے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت کے ساتھ پاکیزہ زندگی بسر کی۔ لوگوں کی ان سے والہانہ عقیدت اس امر کا بین ثبوت ہے کہ آج بھی عامۃ المسلمین کے دل ایسی ہستیوں کے احترام میں جھک جاتے ہیں، جن کی زندگیاں اسوۂ رسول (ﷺ) کی پیروی سے عبارت ہیں اور جو صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے جیتے ہیں۔ یہ مال و دولت اور جاہ و منصب سب عارضی و وقتی چیزیں ہیں، حقیقی کامیابی صرف ایمان و کردار سے وابستہ ہے۔

نقطہ پرکار حق مرد خدا کا یقیں
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کے لئے ان کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، انہیں اپنے جوار رحمت میں مقام عطا فرمائے اور اپنے برگزیدہ بندوں سے اس خلا کو پر فرمائے جو روز بروز بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔''

نیازی چوک

22رمئی 2001ء کو بلدیہ لاہور نے ''شاہدرہ چوک'' کا نام حضرت مجاہد ملتؒ کے نام سے منسوب کرتے ہوئے ''مولانا عبدالستار خان نیازی چوک'' کی منظوری دے دی کہ حضرت اقدس ممتاز عالم دین، سیاستدان اور تحریک پاکستان کے ممتاز کارکن تھے، وہ قائداعظمؒ کے معتمد ساتھی تھے۔ بلدیہ کی طرف سے چوک میں بورڈ لگوا دیا گیا۔(632)

چہلم شریف

27رمئی، 7رجون اور 9رجون 2001ء کے قومی اخبارات میں خبریں شائع ہوئیں کہ حضرت مجاہد ملت کا چہلم شریف 9رجون کو ہوگا اور اس میں مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر طاہر القادری و دیگر اکابرین شرکت کریں گے۔ مگر افسوس کہ نورانی میاں، پروفیسر طاہر القادری، جماعت اہلسنت کے مرکزی امیر سید مظہر سعید کاظمی، مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ وغیرہ کسی نے بھی شرکت نہ کی۔ نورانی میاں، طاہر القادری اور سید ریاض حسین شاہ چہلم سے چند روز پیشتر عازم یورپ ہو گئے اور صاحبزادہ مظہر سعید کاظمی نے لاہور کے قاری غلام شبیر قادری سے فون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اس شدید گرمی میں کون اتنا طویل سفر کرے۔ میں ان رہنماؤں کے طرز عمل پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا، قارئین کرام خود ہی رائے قائم کر لیں۔ چہلم شریف پر ان لوگوں کی بے حسی، بے وفائی اور بے رُخی پر حاضرین و سامعین نے جو رائے قائم کی وہ مستقبل بتائے گا۔

9رجون 2001ء کو بعد نماز عصر چہلم شریف کی تقریب قرآن خوانی سے شروع ہوئی۔ جس میں ہزاروں عقیدت مندوں کے علاوہ جمعیت علماء پاکستان کے عہدیداروں اور کارکنوں نے بھی بھاری تعداد میں شرکت کی۔ نماز مغرب سے قبل صاحبزادہ روح الحسنین پیر آف دیول شریف نے ''فلسفہ موت'' پر خطاب کرتے ہوئے حضرت مجاہد ملت کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ آپ نے اپنی فصیح و بلیغ تقریر میں فرمایا:۔

''آج کی محفل غم کی محفل ہے، درد کی محفل ہے، کرب کی محفل ہے، اندوہ کی محفل ہے، ایک متاع عظیم کے کھو جانے کی محفل ہے، ایصال ثواب کی محفل ہے، ختم چہلم

کی محفل ہے:

رفتہ رفتہ ماہی بے آب ہوتے جائیں گے   دن سنہرے زندگی کے خواب ہوتے جائیں گے
انجمن سجتی ہے کیا مستور ہونے کے لئے   پھول کھلتے ہیں چمن سے دور ہونے کے لئے

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد پیر صاحب دیول شریف خواجہ عبدالمجید خضری کا جنازہ ان کی وصیت کے مطابق مولانا نیازی نے پڑھایا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں مجاہد ملت کو خراج تحسین پیش کروں:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس کے بعد قاری محمد جاوید نے ختم شریف پڑھا اور پھر نماز مغرب کے لئے تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ نماز عشاء کے بعد سلسلۂ تقاریر شروع ہوا۔ متعدد علماء کرام اور سیاسی کارکنوں نے اپنے اپنے خطاب میں عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کئے جن میں سید محمد عرفان مشہدی، صاحبزادہ مولانا محمد حمید جان سیفی، عمران خان اور کلیم اللہ ملک سیکرٹری جنرل انجمن تاجران میانوالی کی تقاریر خاصے کی چیز تھیں۔ سید عرفان مشہدی نے اس انداز سے خراج تحسین پیش کیا کہ مجمع کو گرما دیا۔ فرمایا:۔

"حضرت مولانا نیازی نے بھرپور زندگی گزاری ہے۔ ان کی ساری زندگی نیکیاں ہی نیکیاں ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مرنے والے کی نیکیاں بیان کرو۔ ہم سنی ممنون ہیں کہ اکیلے مولانا نیازی نے پوری جماعت کا کام کیا۔ ہمارے والد کی رحلت ہوئی تو مولانا نیازی سب سے پہلے پہنچے، ہماری والدہ کی وفات ہوئی تو آپ سب سے پہلے ہمارے ہاں پہنچے۔ سوم پر اور چہلم پر بھی آئے۔ ہمارے محسن تھے۔ آج ان کی یاد آتی ہے تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ آج کے قائد بھی ایسے کردار کو اپنائیں۔

ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے، آپ کے بعد آپ کے مشن کو کون جاری رکھے گا؟ فرمانے لگے کہ کیا آپ اور دوسرے علماء میری روحانی اولاد نہیں ہیں؟ لہٰذا میں مولانا نیازی کی قبر کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آپ کے

فکری اور روحانی فرزند گستاخان رسول ﷺ کے آگے جھکیں گے نہیں، آپ کے مشن کو جاری و ساری رکھیں گے۔"

صاحبزادہ محمد حمید جان سیفی نے فارسی میں تقریر کرتے ہوئے زبردست خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے مجاہد ملت کو جرأت عطا فرمائی تھی۔ وہ عالم تھے۔ جس میں خشیت نہیں وہ عالم نہیں۔ انہوں نے روس کے خلاف افغانستان میں فتویٰ جہاد لکھ کر ارسال کیا تھا جو چھپ کر تقسیم ہوا۔ اللہ نے انہیں ہمت، جرأت، شجاعت، استقامت مرحمت فرمائی تھی۔ انہوں نے نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام کے لئے زبردست کام کیا۔"

ایک بجے رات حضرت مجاہد ملت کے خادم خاص حاجی محمد اسلم روکھڑی کی اختتامی تقریر ہوئی۔ اور پھر ڈیڑھ بجے شب صلوٰۃ و سلام اور دعا پر یہ مبارک تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ (633)

پوری دنیا میں حضرت مجاہد ملت کا ختم چہلم شریف بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ ہوا۔ جانشین امیر ملت قدس سرہ، حضرت مہر الملت پیر سید منور حسین شاہ جماعتی علی پوری دامت برکاتہم عالیہ نے برمنگھم (برطانیہ) میں چہلم شریف کی تقریب بڑے اہتمام سے منعقد کی جس میں کثیر التعداد علماء کرام اور عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ (مکتوب گرامی حضرت مہر الملت بنام محمد صادق قصوری از برمنگھم محررہ 20 راگست 2001ء)۔

قطعاتِ تاریخ وفات

حضرت مجاہد ملت کی رحلت پر ملک بھر کے اخبارات ورسائل، ادباء وشعراء نے اپنے اپنے انداز میں ان کی مذہبی، ملی، سیاسی، سماجی اور روحانی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ میرے حلقہ احباب میں سے جن شعراء کرام نے "قطعات تاریخ وفات" لکھے وہ درج ذیل ہیں:۔

(1) (پروفیسر ڈاکٹر قریشی احمد حسین قلعہ داری.......... گجرات)، (پنجاب)

دردودریغ و حسرت و فریاد آہ آہ   رفت از جہاں صاحب عالی وقار وجاہ
تاریخ وصل ہاتف غیبی بما بگفت   از ہر دو مصرعہ حال وصفاتش براو گواہ
"عبدالستار خان نیازی سعید عصر"

............2001ء............

''بگذشت''، ''یار غار''سنش نیزاو''خیر خواہ''

1422ھ، 1422ھ، 1422ھ

ایضاً

مجاہد حق شناس آں مردِ غازی　　فدائے شیوہ و طرز حجازی
بہ سرِ دین حق آں عبدستار　　وصالش ''حرف غمہاء نیازی''

1422ھ

(2) (حضرت صاحبزادہ محمد فیض الامین فاروقی سیالوی، مونیاں ٹھیکریاں ضلع گجرات) (پنجاب)

''نادرِ زمانہ علامہ عبدالستار خان نیازیؒ''

2001ء

چشم گریاں قلب من آمد فگار　　کز جہاں شُد مولانا عبدالستارؒ
قوم و ملت را زعیم بے ہمال　　قائد اسلامیانِ حق شعار
مرد حر دانائے رمز لَا اِلٰہ　　ہمتش مضبوط مثل کوہسار
چہرہ اش تاباں چوں بر آسماں　　سینہ اش روشن زحب کردگار
''اُدۡخِلُو فِیۡ السِّلۡمِ کَآفَّۃَ'' نعرہ اش　　دعوتش جہد و عمل لیل و نہار
خضرِ راہ بود اندریں قحط الرجال　　ماحی بدعات و جہل روزگار
حبذا بہر نظام مصطفیٰ ﷺ　　وقف کردہ بد حیات مستعار
عمر او بگذشت چوں ہشتاد وشش　　شد بجنّت از جہان نابکار
داد مارا داغ فرقت دائمی　　ہفتم از ماہ صفر شنبہ چہار
موت عالم موت عالم حق بداں　　جملہ عالم از فراقش سوگوار
یا اِلٰہ العالمیں بر مرقدش　　تاقیامت ابر صد رحمت ببار

سال ترحیلش بگو فیض الامیں
''مردِ کامل حسرتا عالی وقار''

1422ھ

دیگر

داغ فرقت داد آں مرد مجاہد ذی وقار　　آفتاب عزم و ہمت عبقریٔ روزگار
مصرع تاریخ رحلت گفتہ ام فیض الامیں　　''شدز دنیا خاں نیازی مولانا عبدالستارؒ''

2001ء

(3) (حضرت صابر براری............کراچی)

''اعلان تاریخ رحلت''

2001ء

''آہ رہنمائے دیں مولانا عبدالستار خاں نیازی''

2001ء

''شعلہ بیاں صدر جمعیت العلمائے پاکستان''

2001ء

ہوئے آج رخصت وہ بزم جہاں سے　　تھے جو نامور عالم اہل سنت
گھٹا غم کی چاروں طرف چھا گئی ہے　　ہے ہر اک کے رخ سے عیاں درد فرقت
تھے وہ دین و ملت کے اعلیٰ مجاہد　　رقم ہو گئی تاریخ میں ان کی خدمت
مقرر بھی بے شک وہ شعلہ بیاں تھے　　تھی اہل جہاں میں بڑی ان کی عزت
جمعیت کے تھے آپ صدر حقیقی　　تھے حامی تحریک ختم نبوت
ہو یارب عطا ان کو فردوس اعلیٰ　　سدا ان کی تربت پہ ہو ابر رحمت

کہو ان کی تاریخ رحلت یہ صابر
''جناب نیازی سخن فہم جنت''

1422ھ

(4) (حضرت شمیم صبائی متھراوی............اسلام آباد)

''قبر پاک مزاج مولانا عبدالستار خان نیازی''

2001ء

ستار نیازی بھی رخصت ہوئے دنیا سے　　اس واسطے شیون کی کثرت ہے بتا دینا

تاریخ جدائی کی جب چاہو شمیم ان کی
"ستار نیازی کی رحلت ہے" بتا دینا

(5) حضرت فدا حسین فدا مدیر "مہر و ماہ"..............لاہور) 1422ھ

"فیلسوف جہاں معدن وفا عبدالستار نیازی"

1422ھ

مجاہد وہ ملت کا خان نیازی
چلا ناگہاں آہ! سوئے عدم ہے

جہاں میں کسے ہے ثبات وقرار
رہے گا جہاں میں کوئی تابہ کے

کسی کو کہاں یاں، مدام ودوام
نہیں دہر میں ایسی کوئی بھی شے

رہا دین و ملت کا وہ پاسدار
کہیں اس کا دنیا میں ثانی نہیں ہے

رہا متبع وہ حبیبؐ خدا کا
رہی اس پہ رحمت پے بہ پے

عطا تھا اسے حق سے یہ بھی کمال
تکلم میں سوزاں تھی دل دوز لے

فدا عبد ستار کا سال وصل
"مجیب زماں داخل خلد" ہے

1422ھ

(5) (حضرت مولانا محمد حفیظ نقشبندی..............کراچی)

مانا کہ اٹھ گیا ہے مردِ جری جہاں سے
طاری دلوں پہ اب بھی ہے ہیبتِ نیازی

اپنے تو معترف تھے اب غیر بھی ہیں قائل
رہبر و رہنما ہے وہ سیرتِ نیازی

حق گوئی تھی مسلم اس کی جہان بھر میں
جب تو دلوں میں اب بھی ہے عظمت نیازی

اقبال کا مجاہد رخصت ہوا جہاں سے
بھولیں گے کسطرح ہم یہ فرقتِ نیازی

قائد تھا سنیوں کا قائد کا تھا سپاہی
اسلام سے محبت تھی دولتِ نیازی

اسلام کی نشانی اس دور پرفتن میں
آنکھوں سے ہم نے دیکھی ہے صورتِ نیازی

کہہ دو حفیظ ان کا سال وصال یہ ہے
"فخر زمانہ اب بھی ہے شہرت نیازی"

2001ء

(7) (حضرت مختار اجمیری..............کراچی)

"آہ مرد جمہور مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی"

2001ء

"آہِ صفر مولانا عبدالستار خان نیازی"

2001ء

"مہر تمثال مولانا نیازی"

1422ھ

خبر آئی میانوالی سے سنئے
نظام مصطفیٰ ﷺ، ختم نبوت
رہے مختار آنکھوں میں جو ہر دم
"سخن اکمل تھے مولانا نیازی"

1422ھ

"اہل ظرف مولانا نیازی"

1422ھ

وہ مولانا نیازی چل بسے ہیں
کی تحریکوں میں جو ہر دم سجے ہیں
وہ اب فردوس میں جا کر بسے ہیں
اسی مصرع سے ہجری میں رچے ہیں

(8) (حضرت طارق سلطانپوری..............حسن ابدال ضلع اٹک) (پنجاب)

مجاہد عصر حاضر

1422ھ

افتخار و وقارِ ملت تھا
جس کا عبدالستار خان تھا نام

شیفتۂ محمدؐ عربی
جاں نثارِ پیمبر اسلام

اہل بیت و صحابہ کا مخلص
وہ ولادارِ اولیائے کرام

پیکر استقامت و ایثار
خوگرِ سعی و حرکت و اقدام

آسمانِ عمل کا مہر منیر
اَوجِ صدق و صفا کا ماہِ تمام

منزلِ حق کے قافلے کا امیر
سرفروشوں، بہادروں کا امام

اک حقیقت ہے اس کی بے نفسی
اس کے اخلاص میں نہیں ہے کلام

وہ ہمارا سپاہی تھا بے تیغ
دین کا خادمِ بلند مقام

باغیانِ نبیؐ سے ٹکرایا
اس کے بے مثل حوصلے کو سلام

تھا نہ دارو رسن کا خوف اسے
تھا وہ دلدادۂ رسولِ انام

حب اقبالؒ سے تھا باا قبال پیروِ قائد عظیم مقام
اِس خداداد پاک کشور کے بانیوں میں ہے اُس کا شامل نام
اس کی عظمت کو کر سکیں گے نہ کم انقلاباتِ گردشِ ایام
عاشقانِ نبیؐ نہیں مرتے اہل حق کو عطا ہوا ہے دوام

اس کا سال وصال ہے طارق
''بیش قیمت اثاثہ اسلام''
2001ء

(9) (محمد صادق قصوری بانی صدر مجاہد ملت فاؤنڈیشن، برج کلاں ضلع قصور)

صد حیف شمع رشد ہدایت چلے گئے
وہ ماہتاب چرخ ولایت چلے گئے
ان کی حیات باعث عزّ وقار تھی
سر سے ہمائے شوکت وعظمت چلے گئے
ان کی نظر پہ منکشف اسرارِ معرفت
حق کی تھی جن پہ خاص عنایت چلے گئے
لرزاں تھے جن کے نام سے فرعون دہر کے
وہ آبروئے حق و صداقت چلے گئے
وہ مونس و غمخوار، وہ رہبر و راہنما
وہ آفتاب عشق و حکایت چلے گئے
جانے سے ان کے صبر کا دامن ہے تار تار
دل کا سکون، فقر و قناعت چلے گئے
ان کے مزار پاک پہ رحمت کا ہو نزول
کرکے ادا جو حق اطاعت چلے گئے
ملت کے جو تھے مشفق و محسن جہان میں
کرنے کو حشر میں بھی شفاعت چلے گئے

یا رب مقام ان کا ہو فردوس میں بلند
کرتے جو دین حق کی حمایت چلے گئے
صادق رہی نہ فکر تاریخ وصال کی
فرما کے خود ''اعلان تاریخ رحلت'' چلے گئے
2001ء

(10) (حکیم سید اکرام حسین شاہ سیکری، حیدر آباد، سندھ)

''پاک دہن مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم''
2001ء

بیعت وخلافت

جیسا کہ کتاب کے شروع میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ حضرت مجاہد ملت نے بچپن ہی میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت فقیر قادر بخش (1934-1955ء) سجادہ نشین آستانہ عالیہ میبل شریف ضلع بھکر (پنجاب) کے دست اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس کے بعد یہ نسبت بڑھتی بڑھتی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک جا پہنچی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ہیں۔ پھر یہ نسبت مزید ترقی کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تک جا پہنچی اور آخر کار حضور سید عالم ﷺ تک یہ نسبت پہنچ کر ''فنافی الرسول'' کا درجہ حاصل کر گئی۔

اپریل 1975ء میں قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنیؒ (1877-1981ء) نے آپ کو تمام سلاسل میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔ مگر آپ نے اپنے اوراد و وظائف سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے ہی جاری وساری رکھے اور اسی کا پرچار کرتے رہے۔ (634)

خلفاء

حضرت مجاہد ملت نے پوری دنیا میں صرف ایک ادنیٰ خادم راقم الحروف محمد صادق قصوری کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ راقم آثم اس قابل نہ تھا مگر یہ ان کی شفقت، نوازش اور نظر کرم تھی کہ اس اعزاز سے سرفراز فرمایا۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

راقم آثم محمد صادق قصوری بن میاں شہاب الدین بن مہر جیون بخش بن مہر امیر علی ولد مہر

قطب الدین بن مہر مراد علی کی ولادت 3 رجمادی الاول 1361ھ /19 رمئی 1942ء بروز منگل مقام وڈاک خانہ برج کلاں تحصیل وضلع قصور کے ایک علم دوست، دیندار اور سنی العقیدہ آرائیں گھرانے میں ہوئی۔ (سکول میں نجانے کس طرح ولادت 5 رفروری 1943ء درج کرا دی گئی)۔ 1960ء میں ڈی سی ہائی سکول گنڈا سنگھ والا سے میٹرک کا امتحان سکینڈ ڈویژن میں پاس کیا۔ 62-1963ء میں ایگریکلچرل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ سرگودھا سے فیلڈ اسسٹنٹ محکمہ زراعت کا ایک سالہ کورس کا ڈپلوما حاصل کیا۔ 27 رجولائی 1963ء کو بطور فیلڈ اسسٹنٹ محکمہ زراعت پنجاب میں ملازمت کا آغاز کیا۔ 1967ء میں بطور پرائیویٹ امیدوار انٹرمیڈیٹ کا امتحان لاہور بورڈ سے سکینڈ ڈویژن میں پاس کیا۔ 22 راپریل 1989ء کو زراعت انسپکٹر کے عہدہ پر ترقی ملی اور بفضل خدا تاحال اسی عہدہ پر کام کر رہا ہے۔

راقم نے قرآن مجید ناظرہ جامع مسجد امیر ملت برج کلاں کے امام مولانا محمد اشرف جماعتی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا تھا۔ اوائل اپریل 1956ء میں اپنے گاؤں کی مذکورہ مسجد میں بعد نماز ظہر سراج الملت والدین حضرت پیر سید محمد حسین شاہ (1878-1961ء) رحمۃ اللہ علیہ خلف اکبرو سجادہ نشین اول سنوسئی ہند امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (1841-1951ء) رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں ضلع سیال کوٹ (حال ضلع نارووال) کے دست مبارک پر سعادت بیعت حاصل کی۔ 1960ء میں مختلف اخبار و رسائل میں مذہبی مضامین لکھنے شروع کئے۔ 1971ء میں باقاعدہ تصنیف وتالیف کا کام شروع کیا۔ 1972ء میں حکیم ملت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (1927-1999ء) کی شاگردی اختیار کی اور ان کے قدموں میں بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا سلیقہ حاصل کیا۔ سب سے پہلی کتاب ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اول 1976ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ 10 رجون 1974ء کو پہلی دفعہ حضرت مجاہد ملتؒ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور پھر رشتہ عقیدت ومحبت ایسا استوار ہوا کہ حد بیاں سے باہر ہے۔ 18 رستمبر 1999ء کو حضرت مجاہد ملت نے اسلام آباد سے اپنے ذاتی لیٹر پیڈ پر ازراہ لطف وکرم یوں ''اجازت وخلافت'' سے نوازا:-

عزیز محترم میاں محمد صادق صاحب قصوری سکنہ برج کلاں ضلع قصور، اللہ کے فضل وکرم سے علوم اسلامیہ پر کماحقہ، دسترس رکھتے ہیں اور سلاسل حقہ تصوف

چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے اسرار ورموز سے بھی روحانی رابطہ کے حامل ہیں۔ انہوں نے ان سلاسل حقہ کے قائدین اولیاء کرام کی سیرت پر جامع تصانیف بھی مرتب کی ہیں۔

ان کی زندگی دین اسلام کے احکام کی پابند ہے۔ کتاب وسنت کی فضیلت، فوقیت اور علو کو قانون سازی کی بنیاد مانتے ہوئے انہوں نے اپنی زندگی اس کے لئے ڈھال لی ہے اور عشق واطاعت رسول ﷺ کے لئے فدائیت کا رتبہ رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں تحریک پاکستان کے زبردست حامی بلکہ مبلغ ہیں۔ کتاب وسنت اور تصوف پر ان کی تصانیف رہبر وراہنما کا درجہ رکھتی ہیں۔ خاکسار راقم کی جدوجہد سے واقف ہیں اور اس پر قابل قدر کتب بھی لکھی ہیں۔ خاص طور پر ''تحریک پاکستان'' اور ''تحریک خلافت پاکستان'' میں میری خدمات سے آگاہ ہیں اور ان کے معترف ہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ قصوری صاحب میرے پروگرام اور نصب العین کے علمبردار ہیں۔ مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے جدوجہد جاری رکھیں گے۔ ان صفات وخصوصیات کے پیش نظر اپنے مشن کی تکمیل کے لئے ان کو اپنا خلیفہ نامزد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی وناصر ہو۔

فقط والسلام محمد عبدالستار خان نیازی

(18 رستمبر 1999ء۔ اسلام آباد)

اس کے بعد لاہور قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا تو فرمایا کہ ''اوراد ووظائف'' وہی رکھو جو تم کو اپنے پیر خانہ کی طرف سے بتائے گئے ہیں۔ پھر ازراہ عنایت وظائف کی کتاب ''حزب الاعظم'' کی خصوصی تاکید وہدایت کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد کیا کہ ہمارا اس کتاب پر 1953ء سے عمل ہے، بہت فیوض وبرکات والی کتاب ہے۔ اس پر سختی سے کاربند ہو جاؤ اور ہر روز ایک منزل پڑھا کرو۔

بعد ازاں 16 رجون 2000ء کو حضرت امیر ملت قدس سرہ، کے پوتے اور سیدی ومرشدی حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے وخلیفہ حضرت پیر سید نذر حسین شاہ صاحب مدظلہ، علی

پورسیداں ضلع نارووال نے بھی کمال شفقت فرماتے ہوئے ''اجازت وخلافت'' سے سرفراز فرمایا جس کی تفصیل کسی دوسری کتاب میں دی جائے گی۔

اس وقت تک راقم آثم کی تیس (30) سے زائد کتب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہیں۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:۔ (1) اکابر تحریک پاکستان 2 جلد، (2) حضرت امیر ملت اور ان کے خلفاء، (3) تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، (4) تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت بریلوی، (5) رباعیات خواجہ نقشبندؒ، (6) کلیات راقب قصوری، (7) حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان، (8) مکاتیب مجاہد ملت، (9) مجاہد ملت (حیات و خدمات مجاہد ملتؒ) 2 جلد، (10) نگارشات مجاہد ملت، (11) خطبات مجاہد ملت، (12) ''مجاہد ملت اور قائداعظمؒ''، (13) ملفوظات نقشبندیہ، (14) تذکرہ اولیاء علی پورسیداں، (15) تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، (16) تحریک پاکستان اور علماء کرام۔ بہت سی کتابیں منتظر طبع اور زیر قلم ہیں۔

راقم آثم نے سیدی و مرشدی حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات کے فروغ کے لئے ایک ادارہ ''مجاہد ملت فاؤنڈیشن'' قائم کر رکھا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے پلیٹ فارم سے ان کے مشن کی تکمیل کے لئے مقدور بھر کوششیں جاری و ساری رہیں گی۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

تصانیف

حضرت مجاہد ملت نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن تک رسائی ہو سکی ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:۔

نمبر شمار	نام تصانیف	جائے طباعت	سن طباعت	تعداد صفحات	کیفیت
1	نقاب الٹ جانے کے بعد	لاہور	1936ء	40	
2	پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا	لاہور	1945ء	172	
3	خطبہ استقبالیہ آل پاکستان مسلم لیگ ورکرز کنونشن	لاہور	1950ء	14	
4	آل پاکستان مسلم ورکرز کنونشن کے فیصلے	لاہور	1950ء	36	
5	تحریک ختم نبوت 1953ء	لاہور	1957ء	56	
6	نظریہ پاکستان اور ہم	لاہور	1957ء	24	
7	پاکستان کو بچانے کیلئے تحریک کی ضرورت	لاہور	1957ء	32	
8	سوشلزم	لاہور	1970ء		
9	اسلام یا سوشلزم	ملتان	1970ء	8	
10	خلافت پاکستان	لاہور	1970ء	52	
11	مسودہ آئین خلافت پاکستان	لاہور	1971ء	40	
12	نعرۂ حق	گجرات	1976ء	48	
13	شہریت اور ملت (مسلمان کی تعریف)	لاہور			
14	DEVINE VALUES OF ISLAM	لاہور	1976ء	24	
15	پیغمبر اسلام (مقام رسول عقل کی روشنی میں)	لاہور	1977ء	40	متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں، اس سے پیشتر بھی ایک ایڈیشن چھپا تھا۔
16	اتحاد بین المسلمین	لاہور	1984ء	136	
17	= = =	=	1985ء	160	
18	= = =	=	1986ء	160	
19	= = =	=	1988ء	200	
20	کنز الایمان کے خلاف ایک سازش اور اس کا مثبت جواب	لاہور	1983ء	40	
21	تحریک پاکستان کی اہم دستاویز	لاہور	1986ء	40	

22 فلسفہ شہادت حسینؓ لاہور 1988ء 150

23 ہوتا ہے جادہ پیما (خودنوشت سوانح عمری) - - - منتظرِ طبع

ارشاداتِ قدسیہ

1۔ حاکمیت مطلقہ اور ملکیت مطلقہ کی سزاوار ذات صمدیت واحدیث خالق کائنات جل جلالہ کی ہے: ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بتانِ آذری

2۔ تسوید تخلیق وتقدیر وہدایت ابتدا ہے اور رحمت اللعالمینی اس کی انتہا یعنی ذروۂ کمال ہے۔

3۔ حضور ﷺ کی مکمل محبت واطاعت ہی نظام مصطفیٰ ﷺ کی کامیابی کی ضمانت ہے کیونکہ جس دل میں محبت نہیں وہ منافق ہے۔

4۔ قرآن کا ازلی، ابدی اور سرمدی قانون اپنی جگہ پر مکمل اور کامل موجود ہے اور ہر دور کے لئے اپنے ہدایت کا سامان رکھتا ہے۔ یہی فرمایا حضرت علامہ اقبالؒ نے: ؎

صد جہاں باقیست در قرآں ہنوز
اندر آیاتش یکے خود رابسوز

5۔ امت کا فرض منصبی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چل کر عصرِ حاضر کی غلط تہذیب کے رجحانات کا مقابلہ کرے۔

6۔ مال و دولت کا غلط استعمال ''قارونیت''، قوت و طاقت کا غلط استعمال ''فرعونیت'' اور شریعت و مذہب کا غلط استعمال ''یزیدیت'' ہے۔

7۔ ''عقیدۂ ختم نبوت'' سے انکار وانحراف اپنے قومی وجود سے انکار ہے اور پاکستان سے بغاوت۔

8۔ ہم ایسی جمہوریت پر لعنت بھیجتے ہیں جس میں غیر ملکی صیہونی طاقتیں پاکستان میں اسلام کا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہی ہوں۔

9۔ مسئلہ کشمیر کا واحد حل جہاد ہے، اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

10۔ ہمیں اپنے اسلاف کی تاریخ کو دہراتے ہوئے کفر کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔

11۔ نہ صرف پاکستان بلکہ روئے زمین پر نبی پاک ﷺ کے غلام ایک الگ قوم ہیں اور حضور ﷺ کے منکر ایک الگ قوم۔

12۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کا تقاضا ہے کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ ہو کیونکہ جس نظام کی تقدیس نہیں ہے اس کی اہمیت نہیں ہے۔

13۔ حضور ﷺ کی ذات اقدس ہمارے لئے نمونہ کامل ہے۔

14۔ حضور ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ اطاعت اور عشق کے دونوں تعلق ہونے چاہئیں۔ جہاں اطاعت ہے اور محبت نہیں وہ منافقت ہے۔

15۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر خربوزہ نہیں کھایا کیونکہ آپ کو معلوم نہ تھا کہ حضور ﷺ نے خربوزہ کس طرح چیرا تھا۔

16۔ کوئی شخص اگر حضور ﷺ کی شان کے متعلق اشارتاً، کنایتاً بکتا ہے یا لکھتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، جہنمی ہے: ؎

محمد مصطفیٰ ؐ کی عظمتوں سے منحرف ہو کر
یہ دعویٰ مسلمانی کبھی مانا نہ جائے گا

17۔ ہماری نجات اتباع مصطفیٰ ﷺ میں ہے۔

18۔ ہمارے ملک میں قانون سازی کا مرکز ومحور نبی پاک ﷺ کی ذات گرامی ہونی چاہئے، اگر کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے تو آرٹیکل 6 کے تحت ایسا کرنے والا بغاوت اور غداری کا مرتکب ہوگا، جس کے لئے سزا، سزائے موت ہے۔

19۔ مردانِ کارخارہ شگافی، خارہ گدازی کی مشکل پسندی کو اختیار کرتے ہیں، قلم کی گلکاری سے صفحہ قرطاس کی زیبائش کو روا نہیں رکھتے۔

20۔ اقبالؒ نے کہا ہے: ؎

تپیدم، آفریدم، آرمیدم

''آرمیدم''، نفس مطمئنہ کی کیفیت کا نام ہے

21۔ مسلمان کا دین اس کی دنیا سے جدا نہیں، مسلمان کی سیاست اس کی عبادت سے منقطع نہیں۔

22۔ ختم نبوت اک نئی دینی اور دنیاوی زندگی کا پیغام ہے۔

23۔ آپ اکثر اقبالؒ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے: ؎

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

24۔ بزرگانِ دین، صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور خود رسول اللہ ﷺ کے مقدس ذکر کی محافل منعقد کرنا، سالانہ تقاریب کا اہتمام کرنا، جلسوں اور جلوسوں کے لئے اجتماعات منعقد کرنا، اہل اسلام کی سعادت مندی اور روحانی ترقی کی ضمانت ہے۔

25۔ حضور ﷺ کے کروڑہا اُمتی ایک وقت میں حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو حضور ﷺ ہر ایک کو فرداً فرداً جواب میں رحمتیں بھیجتے ہیں۔

26۔ ہم ارتقاء کے قائل ہیں۔ ہمارا ارتقاء یوں ہے۔ پہلے جبلت پھر حواس پھر عقل اور اس کے بعد ارتقاء (نشوونما)۔

27۔ صحافت اسلامی نقطہ نظر سے قولِ حق کا اعلان ہے۔

28۔ اُمت مسلمہ کے تمام مسائل کا حل وحی ربانی اور نبی پاک ﷺ کی اتباع میں ہے۔

29۔ مسلمان کی زندگی اور آخرت کے ہر مسئلہ میں حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی تعلیمات آخری، قطعی اور حتمی حجت کا درجہ رکھتی ہیں۔

30۔ اسلامی تعلیمات کا لب لباب ختمیت احکام رسالت کا عقیدہ ہے۔ اُمت محمدیہ کا وجود، بقاء، تحفظ اور سالمیت اسی عقیدے سے وابستہ ہے۔

31۔ جہاں عقل کی حد ختم ہوتی ہے وہاں نبوت کی حد شروع ہوتی ہے۔

32۔ حضور ﷺ کی کاملیت کا تصور نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے ضروری ہے۔

33۔ جب تک ہمارے دلوں میں عشق رسول ﷺ پیدا نہیں ہوتا، بات نہیں بنے گی۔

34۔ اقبالؒ کا یہ شعر اکثر و بیشتر پڑھتے: ؎

وہی جہاں ہے تیرا جسے تو خود پیدا کرے
یہ سنگ و خشت نہیں جو تیری نگاہ میں ہے

35۔ جو کام نیک ارادے اور خلوص سے شروع کیا جائے اس کا انجام بھی درست ہوتا ہے۔

36۔ مومن اگر مومن ہے تو اس کا باطل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

37۔ جو ختم نبوت کا باغی ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

38۔ عوام کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ کسی بھی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

39۔ لارڈ میکالے کے فرسودہ نظام تعلیم نے نوجوانوں کی صلاحیتوں کو زنگ آلود اور نظریہ پاکستان سے غافل کر دیا ہے۔

40۔ میری زندگی کی آخری خواہش یہ ہے کہ پاکستان میں خلافتِ راشدہ کا نظام نافذ ہو۔

اختتامیہ

الحمدللہ کہ کتاب ''مجاہد ملت'' اختتام کو پہنچی۔ اقبالؒ کے مردِ مومن، بے مثل سیاستدان، قائد اعظمؒ کے مخلص ساتھی، امیر ملتؒ کے جانباز سپاہی، درویش کامل، عاشق رسول ﷺ، اہلسنت کے قائد، ملت اسلامیہ پاکستان کے شیر دل رہنما، جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر، دنیائے اسلام کے کروڑوں سنیوں کے امام، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ کامل مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے شایانِ شان تو یہ کتاب نہیں لکھی جا سکی تاہم جو کچھ ہو سکا ہے حاضر ہے: ؎

تیری رحمت سے یا رب پائیں رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لئے

دراصل یہ کتاب حضرت مجاہد ملت قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ میں دو جلدوں میں چھپی تھی پھر حضرت صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب کے ارشاد پر دونوں جلدوں کو ایک جلد میں سمو کر چھاپنے کا اہتمام کیا گیا۔ شومئ قسمت کہ طباعت سے قبل ہی حضرت مجاہد ملّت اپنے کروڑوں عقیدت مندوں کو داغ مفارقت دے کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ چنانچہ کتاب کی طباعت کو مؤخر کر کے اب رحلت کی تفصیل و دیگر مواد بھی شامل کر دیا گیا ہے تاکہ تشنگی باقی نہ رہے۔ تاہم یہ دعویٰ نہیں ہے کہ کتاب ہر لحاظ سے مکمل ہے لیکن کچھ نہ کچھ تو ضرور ہے۔ اس کے بعد انشاءاللہ تعالیٰ مکاتیب مجاہد ملت، خطبات مجاہد ملت، نگارشات مجاہد ملت، مقالات مجاہد ملت اور دیگر کتابیں بھی پیش کی جائیں گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

محمد صادق قصوری
بانی صدر مجاہد ملت فاؤنڈیشن پاکستان
بُرج کلاں ضلع قصور۔ 55051
19/اگست 2001ء، بروز اتوار

حواشی

1- سرفراز حسین مرزا، ''دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن''، لاہور 1978ء ص 414۔ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور دسمبر 1974ء ص 85۔ ہفت روزہ ''حرمت'' اسلام آباد، 22/ستمبر 1988ء ص 8۔

2- اشرف تنویر، ''میں مولانا عبدالستار خاں نیازی''، لاہور 1991ء ص 7,8۔

3- ماہنامہ ''رضائے حبیب'' گجرات جنوری 1971ء ص 18۔ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور، اپریل 1973ء ص 20۔ ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور، 13/اکتوبر 1969ء ص 21۔

4- ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، ''رو میں ہے رخش عمر''، لاہور 1986ء ص 80۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 12/ جنوری 1973ء ص 4۔ 6/اگست 1973ء ص 4۔ 25/ دسمبر 1973ء ص 4۔ 3/مارچ 1974ء ص 4۔ 4/مارچ 1974ء ص 4۔ سرفراز حسین مرزا، ''تحریک پاکستان میں مسلم طلباء کا کردار''، مجلّہ ''محور'' پنجاب یونیورسٹی لاہور صد سالہ نمبر 1882.1982ء ص 537۔

5- پروفیسر منظور الحق صدیقی، ''ماثر الاجداد''، لاہور 1964ء ص 401 تا 403۔ مجلّہ ''محور'' ص 540۔ ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور ۲۰/نومبر 1972ء ص 13۔ ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور، مجاہد ملت ایڈیشن، 28/مئی 1987ء ص 54,55۔

6- ''رو میں ہے رخش عمر'' ص 115 تا 119۔ ہفت روزہ ''استقلال'' لاہور 14 تا 20/ اگست 1982ء ص 9۔

7- ''میں مولانا عبدالستار خاں نیازی'' ص 11۔ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور اپریل 1973ء ص 20۔ ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور، ''مجاہد ملت ایڈیشن'' ص 55۔

8- خواجہ محمد طفیل، ''تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار''، سیالکوٹ 1987ء ص 42،41............

9- ''میں مولانا عبدالستار خاں نیازی'' ص 12،13۔ بیدار ملک ''یاران مکتب'' جلد اول، لاہور

1986ء ص 280............ چوہدری حبیب احمد، ''تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء'' لاہور 1966ء ص 130۔ ''الہام'' بہاولپور، ''مجاہد ملت ایڈیشن'' ص 55,56۔

10- ''الہام'' بہاولپور، ''مجاہد ملت ایڈیشن'' ص 9,10۔

11- ''میں مولانا عبدالستار خاں نیازی'' ص 13۔

11- الف۔ ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر ''قرارداد پاکستان صحافتی محاذ پر'' کوئٹہ 1990ء ص 389،390۔

12- ''میں مولانا عبدالستار خان نیازی ص 13۔ ''الہام'' بہاولپور، مجاہد ملت ایڈیشن'' ص 57۔

13- ''یاران مکتب'' ص 284 تا 286۔ ولی مظہر ایڈووکیٹ، ''عظیم قائد عظیم تحریک جلد اول، ملتان 1983ء ص 301۔ ''الہام'' مجاہد ملت ایڈیشن'' ص 58 تا 60۔

14- ''ماثر الاجداد'' ص 401، 402۔ پروفیسر منظور الحق صدیقی، ''حکایت صادق''، لاہور 1990 ص 38,39۔ ''الہام بہاولپور، مجاہد ملت ایڈیشن'' ص 57,58۔

14- الف۔ ایضاً۔

15- ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور، 13/اکتوبر 1969ء ص 21۔

16- ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، ''ہماری قومی جدوجہد'' جلد سوم، لاہور 1975ء ص 84 تا 87۔ ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور 20/نومبر 1972ء ص 13۔ ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور، مجاہد ملت ایڈیشن ص 61, 60۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 4/نومبر 1983ء ص 8۔

17- ''میں مولانا عبدالستار خاں نیازی'' ص 16 تا 18۔ ''الہام'' بہاولپور، مجاہد ملت ایڈیشن ص 62۔ ہفت روزہ ''حرمت'' اسلام آباد 22/ستمبر 1988ء ص 12۔

18- انٹرویو، مولانا نیازی صاحب مورخہ 6/اپریل 1980ء۔

19- اتحاد بین المسلمین جلد دوم از مولانا نیازی، لاہور، 1988ء ص 106 تا 107۔

20- ''الہام'' بہاولپور، ''مجاہد ملت ایڈیشن'' ص 62 تا 63۔

21- روزنامہ ''انقلاب'' لاہور، 12/نومبر 1942ء ص 4۔

22- ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، ''قائداعظم اور لائل پور (فیصل آباد)''، لاہور، 1977ء ص 202۔

23- ''میں مولانا عبدالستار خاں نیازی'' ص 19۔

24- ''تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار'' ص 129،289۔

24- الف۔ قائداعظم اور راولپنڈی، پروفیسر منظور الحق صدیقی، اسلام آباد 1983ء ص 75۔

25- پروفیسر احمد سعید، ''انجمن اسلامیہ امرتسر'' لاہور 1986ء ص 151۔

26- ''الہام'' بہاولپور، ''مجاہد ملت ایڈیشن'' ص 63۔

27- ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور، اپریل 1973ء ص 21۔

28- ایضاً۔

29- محمد صدیق ہزاروی، ''دو نامور مجاہد''، لاہور 1978ء ص 51۔

30- نواب صدیق علی خاں، ''بے تیغ سپاہی''، کراچی 1971ء ص 205۔ چوہدری خلیق الزمان، ''شاہراہ پاکستان''، کراچی، 1967ء ص 897۔

30-الف۔ محمد صادق قصوری، ''حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان''، لاہور 1994ء ص 56، 57.......... ''تحریک پاکستان اور مشائخ عظام''، لاہور 1997ء ص 61..... ''تحریک پاکستان اور علماء کرام'' لاہور، 1999ء ص 451,478,479۔

31- حکیم آفتاب احمد قرشی، ''کاروان شوق''، لاہور 1984ء ص 371۔ ''میں عبدالستار خاں نیازی'' ص 19,20۔ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور، اپریل 1973ء ص 21۔

32- ''عظیم قائد عظیم تحریک جلد اول'' ص 414۔ رفیق ڈوگر، ''چالیس چہرے''، لاہور 1977ء ص 57۔

33- سردار عبدالرب نشتر، ''آزادی کی کہانی، میری زبانی''، کراچی 1979ء ص 84۔ رئیس احمد جعفری، ''آزادی ہند''، لاہور 1973ء ص 257,258۔ ''قائداعظم اور ان کا عہد''، لاہور 1966ء ص 765، 695,696۔ مولوی محمد سعید، ''آہنگ بازگشت''، لاہور 1979ء ص 220۔

34- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 14/ جنوری، 4/ مارچ 1974ء ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور اپریل 1973ء ص 21۔

35- ''میں مولانا عبدالستار نیازی'' ص 20۔ ''الہام''، مجاہد ملت ایڈیشن ص 63,64۔

36- ایضاً ص 20,21.......... ایضاً ص 64۔

37- ''دو نامور مجاہد'' ص 52۔ ''الہام'' بہاولپور، مجاہد ملت ایڈیشن ص 64,65۔ ''میں مولانا نیازی'' ص 21,23۔

38- ''میں مولانا.......... نیازی'' ص 23۔ ''الہام'' مجاہد ملت ایڈیشن ص 65۔

39- ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور، اپریل 1973ء ص 22...... میں مولانا...... ص 23۔

40- ہفت روزہ ''حرمت'' اسلام آباد، 22/ ستمبر 1988ء ص 14.......... ''میں مولانا نیازی'' ص 24,25۔

41- ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور 20/ نومبر 1972ء ص 13۔ ہفت روزہ ''حرمت'' اسلام آباد، 22/ ستمبر 1988ء ص 14۔ ''میں مولانا نیازی'' ص 25,26۔

42- سلطان ظہور اختر، ''حسن آفاقی''، راولپنڈی 1985ء ص 87۔

43- ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور 20/ نومبر 1972ء ص 13۔ ''فیضان امیر ملت'' از مرزا ذوالفقار علی بیگ، حیدرآباد دکن ص 85۔ میں مولانا نیازی ص 26,27۔

44- کل پاکستان موتمر تعلیمات اسلامیہ عربیہ از داعی الی الحق، لاہور 1952ء ص 2 تا 3۔

45- ''دو نامور مجاہد'' ص 52۔

46- ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور 20/ نومبر 1972ء ص 13۔ میں مولانا نیازی ص 26,27۔

47- ''مسودہ آئین خلافت پاکستان'' از مولانا نیازی، لاہور 1971ء۔ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور، ''تحریک ختم نبوت نمبر'' دسمبر 1974ء ص 86۔

48- ''تاریخ پاک و ہند'' از مولانا قاری احمد، کراچی 1974ء ص 192۔ ''کاروان شوق'' از حکیم آفتاب احمد قرشی، لاہور 1984ء ص 374۔ ''مشکلات لا الہ'' از شیخ محمد سعید، جھنگ 1981ء ص 73۔ ''سیاسی اتار چڑھاؤ'' از منیر احمد منیر، لاہور 1985ء ص 300۔ دو نامور مجاہد'' ص 52۔ ''ماہنامہ ترجمان اہلسنت'' کراچی ختم نبوت نمبر، اگست ستمبر 1972ء ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور ختم نبوت نمبر دسمبر 1974ء۔ ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ دسمبر 1972ء ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت 1953ء'' متعدد صفحات۔ روزنامہ ''امروز'' لاہور 25/ جولائی 1955ء۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 20/ جنوری 1985ء۔

49- ''دو نامور مجاہد'' ص 53۔ ''میں مولانا عبدالستار خاں نیازی'' ص 42۔

50- ''اسلامی کالوکیم کے بارے میں مجلس تحفظ اسلام کا موقف'' از مولانا نیازی''، لاہور 1957ء ص 1 تا 8۔

51- ''مجلس تحفظ اسلام لاہور کی قرار دادیں'' مرتبہ مولانا نیازی، لاہور 1958ء ص 2 تا 12۔

مسودہ آئین خلافت پاکستان از مولانا نیازی، لاہور 1971ء ص4۔

52۔ ہفت روزہ ''رفاقت'' سرگودھا (''زندگی'' لاہور) 20/نومبر 1972ء ص 14۔ ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور 13/اکتوبر 1969ء۔ ''دو نامور مجاہد'' ص53۔ ''مولانا عبدالستار خاں نیازی کا انتخابی منشور'' ص6 تا 8۔ ''مولانا نیازی کا خط اپنے ووٹروں کے نام'' 1 تا 4۔ ''میں مولانا نیازی'' ص44۔

53۔ ہفت روزہ ''تعمیر وطن'' لاہور 24/فروری 1973ء ص6۔ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور، اپریل 1973ء ص24۔ ہفت روزہ ''افق'' کراچی، 2/اپریل 1978ء ص5 ''دو نامور مجاہد'' ص67۔ ''میں مولانا نیازی'' ص47 تا 49۔

54۔ ''دو نامور مجاہد'' ص 67 ''میں مولانا نیازی'' ص49۔

55۔ ''تاریخ سرحد'' از پروفیسر محمد شفیع صابر، پشاور 1986ء ص1115۔ ''میں مولانا نیازی'' ص44،45۔

56۔ ''میں مولانا نیازی'' ص45۔

57۔ ''میں مولانا نیازی'' ص46,47۔

58۔ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور اپریل 1973ء ص 24۔ ''دو نامور مجاہد'' ص 54 ''الہام'' بہاولپور، مجاہد ملت ایڈیشن ص 107۔ ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور 20/نومبر 1972ء ص 14۔ ''میں مولانا نیازی'' ص49,50۔

59۔ ہفت روزہ ''حرمت'' اسلام آباد، 22/ستمبر 1988ء ص10۔

60۔ ''میں مولانا نیازی'' ص51۔

61۔ ''تبصرہ وتجاویز بر مرکزی حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی کی تجاویز'' از مولانا نیازی، لاہور 1969ء ص1 تا 23۔

62۔ روزنامہ ''جنگ'' کراچی، انتخابات ایڈیشن 1970ء۔ ''میں مولانا نیازی'' ص51,52۔

63۔ روزنامہ ''جاوداں'' لاہور 25/اکتوبر 1971ء ص2۔

64۔ روزنامہ ''جنگ'' کراچی 29/مارچ 1972ء ص1۔ روزنامہ ''مشرق'' لاہور 28/مارچ 1972ء ص آخر۔

65۔ ''م ش کی ڈائری''، روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 10/نومبر 1972ء ص2۔

66۔ ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ دسمبر 1972ء ص21,22۔

67۔ ہفت روزہ ''حرمت'' اسلام آباد 22/ستمبر 1988ء ص10۔

68۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 28/مئی 1973ء۔ ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ جون 1973ء ص23۔

69۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 10/جون 1974ء ص1، آخر۔

70۔ ہفت روزہ ''حرمت'' اسلام آباد بابت 22 تا 28/ستمبر 1988ء ص11۔

71۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 28,22,17,15,10,5,4/جون 9/جولائی، 9،27/اگست، یکم تا 8 ستمبر 1974ء۔

72۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 14,16/اپریل 1975ء، روزنامہ ''جنگ'' کراچی 15/اپریل 1975ء۔

73۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''مشرق''، ''مساوات'' لاہور بابت 26/مئی 1975ء۔

74۔ روزنامہ ''سعادت'' لاہور بابت 6/جون 1975ء۔

75۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور۔ 12,13/جون 1975ء۔

76۔ ''میں مولانا نیازی'' ص55۔

77۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''مشرق'' لاہور 14/جون 1975ء۔

78۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، 15,16/جون 1975ء۔

79۔ ''خطبہ استقبالیہ کل پاکستان قومی کنونشن لاہور'' از مولانا نیازی، لاہور 1975ء ص2 تا 8۔

80۔ روزنامہ ''مساوات'' لاہور 15/جون 1975ء۔

81۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''مشرق''، ''امروز'' لاہور 5,6/اگست 1975ء۔

82۔ روزنامہ ''وفاق'' لاہور 8/اگست 1975ء۔

83۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 28,29/نومبر 1975ء، روزنامہ ''وفاق'' لاہور 29/نومبر 1975ء۔

84۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 29/نومبر 1975ء۔

85۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 30/نومبر 9،18/دسمبر 1975ء۔

86۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور (اداریہ) 19/دسمبر 1975ء۔

87۔ ہفت روزہ "طاہر" لاہور 5 تا 11/فروری 1976ء ص 13,14۔

88۔ روزنامہ "نوائے وقت"، "مشرق" لاہور 10/فروری 1976ء۔

89۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 11/فروری 1976ء۔

90۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 18/اپریل 1976ء۔ "دو نامور مجاہد" طبع دوم ص 69۔ انٹرویو مولانا نیازی صاحب مورخہ 25/نومبر 1988ء۔

91۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 19/اپریل 1976ء۔

92۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، 20/اپریل 1976ء۔

93۔ ہفت روزہ "الحدیث"، 30/اپریل 1976ء۔

94۔ روزنامہ "نوائے وقت"، 21/اپریل 1976ء۔

95۔ روزنامہ "نوائے وقت"، لاہور 11/مئی 1976ء۔

96۔ "ملتان کی ڈائری"، روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 4/نومبر 1977ء۔

97۔ "ملتان کی ڈائری"، روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 4/نومبر 1977ء۔

98۔ ہفت روزہ "افق" کراچی 30/جولائی 1978ء ص 7

99۔ میں مولانا نیازی ص 60۔

100۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 19، 20/مارچ 1977ء، 11، 20/جون 1977ء۔

101۔ ہفت روزہ "الہام" بہاولپور 7/جولائی 1977ء۔ (اداریہ)

102۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 15/جولائی 1977ء۔

103۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 25/جولائی 27/اگست 1977ء۔

104۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 5,11,17,19/ دسمبر 1977ء۔ ماہنامہ "فیضان" فیصل آباد جنوری 1978ء۔ ص 13 تا 16۔

105۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 30، 31/ دسمبر 1977ء، 7/ جولائی، 24/ اگست 1978ء۔

106۔ "بھٹو اور پاکستان" از نعمت علی چوہدری مطبوعہ لاہور سن ندارد ص 113,114۔

107۔ "میں مولانا عبدالستار خاں نیازی" ص 61۔

108۔ روزنامہ "نوائے وقت"، "امروز"، "سنگ میل"، "آفتاب" ملتان بابت 18/ اکتوبر

1978ء۔ ہفت روزہ "افق" کراچی بابت 27/نومبر 1978ء۔ "کل پاکستان سنی کانفرنس" از سید عالم، کراچی 1979ء ص 218 تا 226۔

109۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت 2/فروری 1979ء۔

110۔ روزنامہ "نوائے وقت"، "امروز"، "مشرق" لاہور، بابت 27/مارچ 1979ء۔ ہفت روزہ "افق" کراچی بابت 7/مئی 1979ء۔

111۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت 8/اپریل 1979ء۔

112۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 17/جولائی 1979ء۔

113۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 31/جولائی 1979ء۔

114۔ روزنامہ "نوائے وقت"، "مشرق" لاہور بابت 4/اگست 1979ء۔

115۔ روزنامہ "نوائے وقت"، "مشرق" لاہور 7/اکتوبر 1979ء۔

116۔ روزنامہ "نوائے وقت" یکم مارچ، 4/مارچ، 7/مارچ 1980ء۔

117۔ "میں مولانا نیازی" ص 61۔

118۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 28/مئی 1980ء۔

119۔ ہفت روزہ "افق" کراچی 16/جولائی 1980ء ص 9۔

120۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 22/جولائی 1980ء ہفت روزہ "افق" کراچی 27/اگست 1980ء ص 19، 20۔

121۔ ہفت روزہ "افق" کراچی 24/ستمبر 1980ء ص 17، 18۔

122۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 15/فروری 1981ء۔

123۔ "ایک اہم اعلامیہ" از مولانا نیازی، کراچی 1981ء ص 1 تا 2۔

124۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 28/فروری 1981ء۔

125۔ روزنامہ "نوائے وقت"، یکم، 2,4,8,25/مارچ 1981ء۔

126۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 7/مارچ 1981ء۔

127۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 9/مارچ 1981ء۔

128۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 30/مارچ 1981ء۔

129۔ روزنامہ "نوائے وقت" 31/مارچ 1981ء۔

130۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 31/مارچ 1981ء (اداریہ)

131۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 2/اپریل 1981ء۔

132۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 31/مارچ 1981ء (اداریہ)

133۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 3/اپریل 1981ء (اداریہ)

134۔ روزنامہ ”مشرق“ لاہور 5/اپریل 1981ء۔

135۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 7/اپریل 1981ء۔

136۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 23/اپریل 1981ء۔

137۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 20/جون 1981ء۔

138۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور یکم جولائی 1981ء۔

139۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور یکم جولائی 1981ء۔

140۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 7/جولائی 1981ء۔

141۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 17/اگست 1981ء۔

142۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 23/اگست 1981ء۔

143۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 13،25/ستمبر 1981ء۔

144۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 7/اکتوبر 1981ء۔

145۔ روزنامہ ”مشرق“ لاہور 12/اکتوبر 1981ء۔

146۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 26/نومبر 1981ء۔

147۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 6,7/دسمبر 1981ء۔

148۔ روزنامہ ”جنگ“ لاہور 26/دسمبر 1981ء۔

149۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 21/جنوری 1982ء۔

150۔ روزنامہ ”جنگ“ لاہور 22/جنوری 1982ء۔ ”نوائے وقت“ لاہور 25/جنوری 1982ء۔

151۔ روزنامہ ”جنگ“ لاہور 30/جنوری 1982ء۔

152۔ روزنامہ ”نوائے وقت“، ”جنگ“ لاہور 18/فروری 1982ء۔

153۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 22/فروری 1982ء۔

154۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 22/مارچ 1982ء۔

155۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 31/مارچ 1982۔

156۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 10/اپریل 1982ء۔

157۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 23/اپریل 1982ء۔

158۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور ”جنگ“ لاہور 24/اپریل 1982ء۔

159۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 25/اپریل 1982ء۔

160۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 13/مئی 1982ء۔

161۔ روزنامہ ”جنگ“ لاہور 25/جولائی 1982ء۔

162۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور یکم اکتوبر 1982ء۔

163۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 28,25,22/دسمبر 1982ء۔

164۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 28,25,22/دسمبر 1982ء۔

165۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 31/دسمبر 1982ء۔

166۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 20,7,4/فروری 1983ء۔

167۔ روزنامہ ”جنگ“ لاہور 2/فروری 1983ء۔

168۔ روزنامہ ”جنگ“ لاہور 25/جنوری 1983ء۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 31/جنوری یکم,11,6/فروری 1983ء۔

169۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 21,7/مئی 1983ء۔ روزنامہ ”جنگ“ لاہور 21/مئی 1983ء۔

170۔ روزنامہ ”نوائے وقت“، ”جنگ“ لاہور 23,24/اگست 1983ء۔

171۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 27,22/ستمبر 1983ء۔

172۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 30/ستمبر 1983ء۔

173۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 2/اکتوبر 1983ء۔

174۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 3/اکتوبر 1983ء۔

175۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 12,11/اکتوبر 1983ء

176۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 4/نومبر 1983ء۔ ہفت روزہ ”استقلال“ لاہور 16/

نومبر 1983ء ص 21,24۔

177- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور۔ ”جنگ“ لاہور 16,17/نومبر 1983ء۔ ”نوائے وقت“ لاہور 18/جنوری 1984ء۔

178- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 13/اپریل 1984۔ ہفت روزہ ”استقلال“ لاہور 18/اپریل 1984ء ص 43۔

179- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 29/نومبر 1984ء

180- روزنامہ ”جنگ“ لاہور 4/دسمبر 1984ء۔

181- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 2/دسمبر 1984ء

182- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 4/دسمبر 1984ء۔

183- روزنامہ ”نوائے وقت“، ”جنگ“ لاہور 18,19/دسمبر 1984ء۔

184- روزنامہ ”نوائے وقت“، ”جنگ“ لاہور 18,19/دسمبر 1984ء۔

185- روزنامہ ”جنگ“، ”نوائے وقت“، ”مشرق“ لاہور 19/مارچ 1985ء۔

186- روزنامہ ”جنگ“ لاہور 19/مئی 1985ء۔

187- پندرہ روزہ ”المصطفیٰ“ گوجرانوالہ 8/اگست 1985ء ص 7۔

188- روزنامہ ”نوائے وقت“، ”جنگ“ لاہور 15/نومبر 1985ء۔ پندرہ روزہ ”المصطفیٰ“ گوجرانوالہ 7/دسمبر 1985ء ص 9۔

189- روزنامہ ”جنگ“ لاہور 16/نومبر 1985ء

190- روزنامہ ”جنگ“ لاہور 30/نومبر 1985ء۔

191- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور یکم دسمبر 1985ء۔

192- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور یکم دسمبر 1985ء۔

193- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور 3/دسمبر 1985ء۔

194- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 25/جنوری 1986ء

195- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 28/جنوری 1986ء

196- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 29/جنوری 1986ء

197- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 29/جنوری 1986ء

198- روزنامہ ”جنگ“ لاہور بابت 7/فروری 1986ء

199- روزنامہ ”نوائے وقت، جنگ“ لاہور بابت 24/فروری 1986ء ہفت روزہ استقلال“ لاہور بابت 9/مارچ 1986ء ص 43۔

200- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 26/فروری 1986ء

201- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 27/فروری 1986ء

202- روزنامہ ”نوائے وقت، جنگ“ لاہور بابت یکم مارچ 1986ء

203- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 7/مارچ 1986ء

204- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 11/مارچ 1986ء

205- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 23,15/مارچ 1986ء

206- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 16/مارچ 1986ء

207- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 17/مارچ 1986ء

208- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 20/مارچ 1986ء

209- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 5/مارچ 1986ء

210- روزنامہ ”نوائے وقت، جنگ، مشرق، امروز“ لاہور بابت 11/اپریل 1986ء

211- روزنامہ ”جنگ“ لاہور بابت 12/اپریل 1986ء

212- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 12/اپریل 1986ء

213- روزنامہ ”نوائے وقت، جنگ“ لاہور بابت 12/اپریل 1986ء

214- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 13/اپریل 1986ء

215- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 13/اپریل 1986ء

216- روزنامہ ”نوائے وقت، جنگ“ لاہور بابت 15/اپریل 1986ء

217- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 19/اپریل 1986ء

218- روزنامہ ”نوائے وقت، جنگ“ لاہور بابت 26/اپریل 1986ء

219- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 22/مئی 1986ء

220- روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور بابت 9/جولائی 1986ء

221۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/جون 1986ء

222۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 22/جون 1986ء

223۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 5/جولائی 1986ء

224۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28/جولائی 1986ء

225۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/اگست 1986ء

226۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4/ستمبر 1986ء

227۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16/ستمبر 1986ء

228۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16/ستمبر 1986ء

229۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 3/اکتوبر 1986ء

230۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4/اکتوبر 1986ء

231۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 10/اکتوبر 1986ء

232۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 10/اکتوبر 1986ء

233۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/اکتوبر 1986ء

234۔ ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور بابت 14/اکتوبر 1986ء

235۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 15/اکتوبر 1986ء

236۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 17/اکتوبر 1986ء

237۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 5/نومبر 1986ء، 14,15/دسمبر 1986ء

238۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16/دسمبر 1986ء

239۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25/دسمبر 1986ء

240۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28/دسمبر 1986ء

241۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت یکم جنوری 1987ء

242۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 3/جنوری 1987ء

243۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13/جنوری 1987ء

244۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 18/جنوری 1987ء

245۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 19/جنوری 1987ء

246۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14/جنوری 1987ء

247۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 22/فروری 1987ء

248۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 11/مارچ 1987ء

249۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/مارچ 1987ء ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور بابت 14/امارچ 1987ء

250۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 30/اپریل 1987ء

251۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4/مئی 1987ء

252۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 8/مئی 1987ء

253۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 10/مئی 1987ء

254۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 2/جون 1987ء

255۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 24,9/جون 1987ء

256۔ مکتوب گرامی مولانا نیازی بنام محمد صادق قصوری محررہ یکم اگست 1987ء، ہفت روزہ ''اخبار جہاں'' کراچی بابت 27/جولائی 1987ء

257۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16/اگست 1987ء

258۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16,17/اگست 1987ء

259۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 19/ستمبر 1987ء

260۔ روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ'' لاہور بابت 20/ستمبر 1987ء

261۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26/ستمبر 1987ء

262۔ مکتوب گرامی مولانا نیازی بنام مولف، روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14/اکتوبر 1987ء روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت 15/نومبر 1987ء

263۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/دسمبر 1987ء

264۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13/دسمبر 1987ء

265۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14/دسمبر 1987ء

266۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت یکم جنوری 1988ء

267۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 5/فروری 1988ء ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور

بابت 7رفروری 1988ء

268۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 7رفروری 1988ء

269۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 15رفروری 1988ء

270۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25رمارچ 1988ء

271۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26رمارچ 1988ء

272۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 8 راپریل 1988ء

273۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 22راپریل 1988ء

274۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26راپریل 1988ء

275۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 27راپریل 1988ء

276۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23رمئی 1988ء

277۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 3رمئی 1988ء

278۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16رمئی 1988ء

279۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 17رجون 1988ء

280۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 22رجون 1988ء

281۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23رجون 1988ء

282۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14رجولائی 1988ء ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' لاہور بابت 22رجولائی 1988ء

283۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 22,28رجولائی 1988ء

284۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 2راگست 1988ء

285۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4راگست 1988ء روزنامہ ''جنگ'' لاہور 3راگست 1988ء

286۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12راگست 1988ء

287۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25راگست 1988ء

288۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت یکم ستمبر 1988ء

289۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 21رنومبر 1988ء

290۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23رنومبر 1988ء

291۔ روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت 24رنومبر 1988ء

292۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23,24,25رنومبر 1988ء

293۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25رنومبر 1988ء

294۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 24,26رنومبر 1988ء

295۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13ردسمبر 1988ء

296۔ روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ'' لاہور بابت 16.17ردسمبر 1988ء

297۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 17ردسمبر 1988ء

298۔ ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ بابت جنوری 1988ء ص 12

299۔ روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ'' لاہور بابت 24ردسمبر 1988ء

300۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25ردسمبر 1988ء

301۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 27ردسمبر 1988ء

302۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' 27,28ردسمبر 1988ء ہفت روزہ ''استقلال'' لاہور بابت 12رجنوری 1989ء ص 8

303۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 31ردسمبر 1988ء

304۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 31ردسمبر 1988ء

305۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت یکم جنوری 1989ء

306۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16رجنوری 1989ء

307۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4رفروری 1989ء

308۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4رفروری 1989ء

309۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13رفروری 1989ء ہفت روزہ ''حرمت'' اسلام آباد بابت 26رفروری 1989ء ص 7 تا 16

310۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14رفروری 1989ء

311۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28رفروری 1989ء

312۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13رمارچ 1989ء

313- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23/ مارچ 1989ء

314- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 24/مارچ 1989ء جمعہ میگزین ص 18

315- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25/مارچ 1989ء

316- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26/مارچ 1989ء

317- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 27/مارچ 1989ء

318- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28/مارچ 1989ء

319- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28/مارچ 1989ء

320- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 3/اپریل 1989ء

321- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 11/اپریل 1989ء

322- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 27,26,22/ اپریل 1989ء روزنامہ جنگ لاہور بابت 26/اپریل 1989ء

323- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/مئی 1989ء

324- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 15/مئی 1989ء

325- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/جون 1989ء

326- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4/جولائی 1989ء

327- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 5/جولائی 1989ء

328- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 6/جولائی 1989ء

329- روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ'' لاہور بابت 7/جولائی 1989ء

330- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 7/ جولائی 1989ء ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور بابت 21/جولائی 1989ء

331- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 18/ جولائی 1989ء

332- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 18/ جولائی 1989ء

333- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 17/ جولائی 1989ء

334- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 9/ جولائی 1989ء

335- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 9/ستمبر 1989ء روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت

21/اگست 1989ء

336- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4/ستمبر 1989ء، 6/اکتوبر 1989ء

337- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13/ستمبر 1989ء، روزنامہ ''مشرق'' لاہور بابت 12/ستمبر 1989ء

338- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23/اکتوبر 1989ء

339- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 24/اکتوبر 1989ء تا 2/نومبر 1989ء

340- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 10/نومبر 1989ء

341- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 20/نومبر 1989ء

342- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 2/دسمبر 1989ء

343- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16/دسمبر 1989ء

344- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23/دسمبر 1989ء

345- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 29,27/دسمبر 1989ء

346- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 30/دسمبر 1989ء

347- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 31/دسمبر 1989ء

348- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 11-10/جنوری 1990ء

349- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/جنوری 1990ء

350- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 29,28/جنوری 1990ء، روزنامہ ''جنگ'' 29/جنوری 1990ء روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 8/فروری 1990ء

351- روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت 12/فروری 1990ء

352- روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ'' لاہور بابت 25/فروری 1990ء

353- روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت کیم مارچ 1990ء

354- روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ'' لاہور بابت کیم مارچ 1990ء، روزنامہ ''جنگ، مشرق'' لاہور بابت 2/مارچ 1990ء

355- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 3/مارچ 1990ء

356- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/مارچ 1990ء

357۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 13 / مارچ 1990ء، کالم ’’سویرے سویرے‘‘

358۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 16 / مارچ 1990ء

359۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 23 / مارچ 1990ء، پندرہ روزہ ’’استقامت‘‘ لاہور بابت 15 تا 13 / اگست 1990ء، ’’وزیراعظم بے نظیر بھٹو، نامزدگی سے برطرفی تک‘‘ از پروفیسر غفور احمد، لاہور 1995ء طبع دوم ص 474

360۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 24 / مارچ 1990ء

361۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 24 / مارچ 1990ء

362۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 23 / مئی 1990ء

363۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 27 / مئی 1990ء

364۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 16 / جون 1990ء

365۔ روزنامہ ’’جنگ‘‘ لاہور بابت 18 / جون 1990ء

366۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 30 / جولائی 1990ء

367۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 31 / جولائی 1990ء

368۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 7 / اگست 1990ء

369۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 10 / اگست 1990ء

370۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 2 / اکتوبر 1990ء

371۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 9 / اکتوبر 1990ء

372۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 26 / اکتوبر 1990ء، ہفت روزہ ’’اخبار جہاں‘‘ کراچی بابت 29 / اکتوبر 1990ء ص 8

373۔ روزنامہ ’’جنگ‘‘ لاہور بابت 29 / اکتوبر 1990ء

374۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 8 / نومبر 1990ء

375۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 11 / نومبر 1990ء

376۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 11 / نومبر 1990ء

377۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 12 / نومبر 1990ء

378۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 13 / نومبر 1990ء

379۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 17 / نومبر 1990ء

380۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 24 / نومبر 1990ء

381۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 25 / نومبر 1990ء

382۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 26 / نومبر 1990ء

383۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 2 / دسمبر 1990ء

384۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 5 / دسمبر 1990ء

385۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 6 / دسمبر 1990ء

386۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 7 / دسمبر 1990ء

387۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 10 / دسمبر 1990ء

388۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 13 / دسمبر 1990ء

389۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 22 / دسمبر 1990ء

390۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 28 / دسمبر 1990ء

391۔ روزنامہ ’’جنگ‘‘ لاہور بابت 28 / دسمبر 1990ء

392۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 29 / دسمبر 1990ء

393۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 30 / دسمبر 1990ء

394۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ، پاکستان، مشرق‘‘ لاہور بابت 18 / جنوری 1991ء

395۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 19 / جنوری 1991ء

396۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 21 / جنوری 1991ء

397۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 28 / جنوری 1991ء

398۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 28 / فروری 1991ء

399۔ روزنامہ ’’جنگ‘‘ لاہور بابت 2 / مارچ 1991ء

400۔ روزنامہ ’’نوائے وقت، جنگ‘‘ لاہور بابت 5 / مارچ 1991ء

401۔ روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 6 / مارچ 1991ء

402۔ ہفت روزہ ’’زندگی‘‘ لاہور بابت 9 / مارچ 1991ء

403۔ روزنامہ ’’پاکستان‘‘ لاہور بابت 11 / مارچ 1991ء

404- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13 / مارچ 1991ء

405- ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور بابت اپریل 1991ء ص 8 تا 7

406- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 8 / مارچ 1991ء

407- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14 / مارچ 1991ء

408- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 15 / مارچ 1991ء

409- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 17 / مارچ 1991ء

410- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 21 / مارچ 1991ء

411- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26 / مارچ 1991ء

412- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 30 / مارچ 1991ء

413- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 31 / مارچ 1991ء

414- روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ'' لاہور بابت 2 / اپریل 1991ء

415- روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ'' لاہور بابت 6 / اپریل 1991ء

416- روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ'' لاہور بابت 7 / اپریل 1991ء

417- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 9-8 / اپریل 1991ء، روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت 9 / اپریل 1991ء

418- روزنامہ ''نوائے وقت، پاکستان'' لاہور بابت 11 / اپریل 1991ء

419- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14 / اپریل 1991ء

420- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 15 / اپریل 1991ء

421- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 19 / اپریل 1991ء

422- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 19 / اپریل 1991ء

423- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23 / اپریل 1991ء

424- روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ'' لاہور بابت 24 / اپریل 1991ء

425- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 30 / اپریل 1991ء

426- روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت 3 / مئی 1991ء

427- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 5 / مئی 1991ء

428- روزنامہ ''نوائے وقت، پاکستان'' لاہور بابت 8 / مئی 1991ء

429- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 9 / مئی 1991ء

430- روزنامہ ''نوائے وقت، پاکستان'' لاہور بابت 17 / مئی 1991ء

431- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 20 / مئی 1991ء

432- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25 / مئی 1991ء

433- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 29 / مئی 1991ء

434- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 10 / جون 1991ء

435- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 27,11,7 / جون 1991ء، یکم جولائی 1991ء

436- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14,9 / جولائی 1991ء

437- روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ'' لاہور بابت 16 / اگست 1991ء

438- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 18,17 / اگست 1991ء

439- روزنامہ ''نوائے وقت، پاکستان'' لاہور بابت 13,11 / ستمبر 1991ء

440- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14 / ستمبر 1991ء

441- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 20 / ستمبر 1991ء

442- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 24 / ستمبر 1991ء

443- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 21 / نومبر 1991ء

444- روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت 9 / فروری 1992ء

445- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 22 / اپریل 1992ء

446- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 9 / جولائی 1992ء

447- روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ'' لاہور بابت 14 / اکتوبر 1992ء

448- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 3 / نومبر 1992ء

449- روزنامہ ''نوائے وقت، پاکستان'' لاہور بابت 4 / نومبر 1992ء

450- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13 / نومبر 1992ء

451- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14 / نومبر 1992ء

452- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14 / نومبر 1992ء

453- روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ، خبریں'' لاہور بابت 16/نومبر 1992ء

454- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26/نومبر 1992ء

455- روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ، خبریں'' لاہور بابت 28/نومبر 1992ء

456- روزنامہ ''نوائے وقت، جنگ، خبریں'' لاہور بابت 27/دسمبر 1992ء

457- روزنامہ ''نوائے وقت، خبریں'' لاہور بابت 4/جنوری 1993ء

458- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 6/مارچ 1993ء

459- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 19/اپریل 1993ء

460- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4/مئی 1993ء

461- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 18/مئی 1993ء

462- روزنامہ ''نوائے وقت، خبریں'' لاہور بابت 4/جولائی 1993ء

463- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/جولائی 1993ء

464- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28/ستمبر 7,6 اکتوبر 1993ء

465- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 9/اکتوبر 1993ء

466- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 19/اکتوبر 1993ء

467- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4/نومبر 1993ء

468- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 18/نومبر 1993ء

469- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 22/دسمبر 1993ء

470- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 2/جنوری 1994ء

471- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 6/فروری 1994ء

472- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/فروری 1994ء

473- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 18/فروری 1994ء

474- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 3,13/مارچ 1994ء

475- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25/مارچ 1994ء

476- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26/مارچ 1994ء

477- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 8/جون 1994ء

478- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 17/جولائی 1994ء

479- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 18/جولائی 1994ء

480- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 24/اگست 1994ء

481- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 27-30/اگست 1994ء

482- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/ستمبر 1994ء

483- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13 تا 20/ستمبر 1994ء

484- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25/اکتوبر 1994ء

485- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 20/نومبر 1994ء

486- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25/نومبر تا 18/دسمبر 1994ء

487- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 6/جنوری 1995ء

488- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 9/فروری 1995ء

489- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/فروری 1995ء (اداریہ)

490- روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت 14/فروری 1995ء

491- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16/فروری 1995ء

492- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 17/فروری 1995ء

493- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 24/فروری 1995ء

494- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25/فروری 1995ء

495- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 27/فروری 1995ء

496- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 2/مارچ 1995ء

497- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 9,8/مارچ 1995ء، روزنامہ ''خبریں'' لاہور بابت 9/مارچ 1995ء

498- روزنامہ ''خبریں'' لاہور بابت 10/مارچ 1995ء (اداریہ)

499- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 11/مارچ 1995ء

500- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13/مارچ 1995ء

501- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28/مئی 1995ء۔

502۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 27/جولائی 1995ء، روزنامہ ''جنگ'' لندن بابت 21/اگست تا 15/ستمبر 1995ء۔ حضرت مجاہد ملت سے راقم الحروف کی ملاقات مورخہ 3/اپریل 1996ء بمقام لاہور۔

503۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26/ستمبر 1995ء۔

504۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28/ستمبر 1995ء۔

505۔ روزنامہ ''نوائے وقت، صداقت، خبریں، جنگ، پاکستان'' لاہور بابت 31/اکتوبر 1995ء، ماہنامہ ''اخبار اہلسنت'' لاہور بابت فروری 1996ء ص 11-12-13۔ ماہنامہ ''الاشرف'' کراچی بابت دسمبر 1995ء ص 48-49۔

506۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 7-8-10/نومبر 1995ء۔

507۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23-24/نومبر 1995ء۔

508۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25/نومبر 1995ء۔

509۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 29/نومبر 1995ء۔

510۔ روزنامہ ''نوائے وقت، خبریں'' لاہور بابت 5/دسمبر 1995ء۔

511۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 27/دسمبر 1995ء۔

512۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 29/دسمبر 1995ء۔

513۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 29/دسمبر 1995ء۔

514۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' وروزنامہ ''پاکستان'' لاہور بابت 2/جنوری 1996ء

515۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' و ''جنگ'' لاہور مورخہ 3/جنوری 1996ء۔

516۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت مورخہ 11/جنوری 1996ء۔

517۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4/جنوری 1996ء۔

518۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4/جنوری 1996ء۔

519۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 6/جنوری 1996ء۔

520۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 6/جنوری 1996ء۔

521۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 8/جنوری 1996ء۔

522۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 10/جنوری 1996ء۔

523۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 11/جنوری 1996ء۔

524۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 31/جنوری 1996ء۔

525۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 2/مارچ 1996ء۔

526۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 6/مارچ 1996ء۔

527۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 11/مارچ 1996ء۔

528۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 11/مارچ 1996ء۔

529۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 18/مارچ 1996ء۔

530۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''جنگ''، ''خبریں''، ''پاکستان'' لاہور بابت 26/مئی 1996ء۔

531۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 2/جون 1996ء۔

532۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 15/جون 1996ء۔

533۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 10/جولائی 1996ء۔

534۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/جولائی 1996ء۔

535۔ روزنامہ ''جنگ'' لندن بابت 16/جولائی تا 11/اگست 1996ء۔ ہفت روزہ ''دی نیشن'' لندن 19/جولائی تا 22/اگست 1996ء متعدد شمارے۔

536۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28/جولائی 1996ء۔

537۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 8/ستمبر 1996ء۔

538۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/ستمبر 1996ء۔

539۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13-14/ستمبر 1996ء۔

540۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 21-23/ستمبر 1996ء۔

541۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 7-8/اکتوبر 1996ء۔

542۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''پاکستان''، ''جرأت''، ''خبریں''، ''جنگ''، ''صداقت''، ''وفاق'' لاہور بابت 31/اکتوبر 1996ء۔ ماہنامہ ''اخبار اہلسنت'' لاہور بابت اپریل 1997ء ص 15۔ ''خطبات مجاہد ملت'' از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1998ء ص 182 تا 183۔

543۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 5-6-18/نومبر 1996ء۔

544- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13/نومبر 1996ء۔

545- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 27/نومبر 1996ء۔

546- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28/نومبر 1996ء۔

547- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/دسمبر 1996ء۔

548- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 10/جنوری 1997ء۔

549- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/جنوری 1997ء۔

550- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13/جنوری 1997ء۔

551- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26/جنوری 1997ء۔

552- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 22/فروری 1997ء۔

553- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/مارچ 1997ء۔

554- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25/اپریل 1997ء۔

555- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 9/جون 1997ء۔

556- روزنامہ ''نوائے وقت''، ''پاکستان'' لاہور بابت 2/جون 1997ء۔

557- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16/فروری 1997ء۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' و ''جنگ'' لاہور بابت 17/جون 1997ء۔

558- روزنامہ ''نوائے وقت''، ''جنگ'' لاہور بابت 20/جون 1997ء۔

559- روزنامہ ''نوائے وقت''، ''جنگ''، ''پاکستان'' لاہور بابت 8-24-25/جون 1997ء۔

560- روزنامہ ''نوائے وقت''، ''پاکستان'' لاہور بابت 26/جون 1997ء۔

561- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 9/جولائی 1997ء۔

562- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 11/جولائی 1997ء۔

563- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 22-29/جولائی 1997ء۔ مکتوب گرامی بشریٰ رحمٰن بنام محمد صادق قصوری محررہ از لاہور مورخہ 29/اگست 1997ء۔

564- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 24/جولائی 1997ء۔

565- روزنامہ ''نوائے وقت''، روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت 25/جولائی 1997ء

566- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 9/اگست 1997ء۔

567- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14/اگست 1997ء۔

568- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 29/ستمبر 1997ء۔

569- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13/اگست 1998ء۔

570- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28/اگست 1998ء۔

571- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 29-30/اگست 1998ء۔

572- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 31/اگست، یکم/ستمبر 1998ء۔

573- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 2/ستمبر 1998ء۔

574- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 10/اکتوبر 1998ء۔

575- روزنامہ ''نوائے وقت''، ''خبریں'' لاہور بابت 12/اکتوبر 1998ء۔

576- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13/اکتوبر 1998ء۔

577- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14/اکتوبر 1998ء۔

578- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4/نومبر 1998ء۔

579- روزنامہ ''نوائے وقت''، ''جنگ'' لاہور بابت 17/نومبر 1998ء۔

580- روزنامہ ''نوائے وقت''، ''خبریں'' لاہور بابت 18-19/نومبر 1998ء۔

581- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 21-26/نومبر 1998ء۔

582- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23/جنوری 1999ء۔

583- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4/جون 1999ء۔

584- روزنامہ ''نوائے وقت''، ''جنگ''، ''خبریں'' لاہور بابت 17/اگست 1999ء۔

585- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16/ستمبر 1999ء۔

586- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13-15/اکتوبر 1999ء۔

587- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13/مارچ 2000ء۔

588- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، روزنامہ ''جرأت'' لاہور بابت 3/اپریل 2000ء۔ ماہنامہ ''آستانہ'' کراچی بابت مئی 2000ء ص 42 تا 46۔ ماہنامہ ''الاشرف'' کراچی بابت مئی 2000ء ص 19 تا 26۔

589۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 22/اپریل تا 11/مئی، روزنامہ ''خبریں'' لاہور 11/مئی 2000ء۔

590۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/مئی 2000ء۔

591۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''جنگ'' لاہور بابت 15/مئی 2000ء، 17/مئی 2000ء۔

592۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 18-20/مئی 2000ء۔

593۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25/مئی 2000ء۔

594۔ روزنامہ ''خبریں'' لاہور بابت یکم/جون 2000ء۔

595۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 4-5-7/جون 2000ء۔

596۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 6/جون 2000ء، ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور بابت اکتوبر 2000ء ص 4-6۔ روزنامہ ''جنگ'' لاہور 17/اکتوبر، روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 19/اکتوبر 2000ء۔

597۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 8/اگست 2000ء

598۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 9/اگست 2000ء

599۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 29/اگست 2000ء

600۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 2-3/ستمبر 2000ء۔ ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور بابت اکتوبر 2000ء ص 4۔

601۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 9/ستمبر 2000ء

602۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''جنگ'' لاہور بابت 25/ستمبر 2000ء

603۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 10/اکتوبر 2000ء

604۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 19/اکتوبر 2000ء

605۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23/اکتوبر 2000ء

606۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 29/اکتوبر 2000ء۔ ماہنامہ ''نورالحبیب'' بصیر پور شریف ضلع اوکاڑہ بابت ماہ نومبر 2000ء ص 7۔ روزنامہ ''جنگ''، روزنامہ ''دن'' لاہور بابت 29/اکتوبر 2000ء

607۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 18/نومبر 2000ء

608۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23/نومبر 2000ء

609۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26/نومبر 2000ء

610۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 8/دسمبر 2000ء

611۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''پاکستان'' لاہور بابت 10/دسمبر 2000ء

612۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13/دسمبر 2000ء

613۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 21/دسمبر 2000ء

614۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت یکم/جنوری 2001ء

615۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہوز بابت 14/جنوری 2001ء، انٹرویو حضرت مجاہد ملت۔

616۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 15/جنوری 2001ء

617۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 21/جنوری 2001ء

618۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''پاکستان'' لاہور بابت 29/جنوری 2001ء

619۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت یکم/فروری 2001ء

620۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 3/فروری 2001ء

621۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 5/فروری 2001ء

622۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 10/فروری 2001ء۔

623۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12/فروری 2001ء۔ ماہنامہ ''ندائے اہلسنت'' لاہور بابت مارچ 2001ء ص 13-14۔

624۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 19/فروری 2001ء۔ ماہنامہ ''ندائے اہلسنت'' لاہور بابت مارچ 2001ء ص 29۔

625۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 24/فروری 2001ء۔

626۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 25/فروری 2001ء۔

627۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26/فروری 2001ء۔

628۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''جنگ'' لاہور بابت 5/اپریل 2001ء۔

629۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 30/اپریل 2001ء۔

630۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ''جنگ''، ''خبریں''، ''پاکستان''، ''سعادت''، ''آواز''، ''دی

نیوز‘‘،’’اساس‘(وغیرہ)لاہور بابت3رمئی2001ء۔

631۔ روزنامہ’’نوائے وقت‘‘،’’جنگ‘‘لاہور بابت5رمئی2001ء۔

632۔ روزنامہ’’نوائے وقت‘‘لاہور بابت23رمئی2001ء۔

633۔ روزنامہ’’نوائے وقت‘‘ لاہور بابت 10رجون 2001ء۔ذاتی یادداشتیں محمد صادق قصوری۔

634۔ ’’مجاہد ملت‘‘ جلد اول از محمد صادق قصوری، لاہور 1996ء ص 17، ’’انوار قطب مدینہ‘‘ از خلیل احمد رانا، لاہور 1987ء ص 243، ’’اکابر تحریک پاکستان‘‘ جلد اول از محمد صادق قصوری گجرات 1976ء ص 140۔

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
1	القرآن الحکیم	ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلویؒ	کراچی	تاج کمپنی
2	اتحاد بین المسلمین جلد دوم	مولانا محمد عبدالستار خان نیازی	لاہور	1988ء
3	آزادیٔ ہند	مولانا ابوالکلام آزاد اور رئیس احمد جعفری	لاہور	1973ء
4	آزادی کی کہانی، میری زبانی	سردار عبدالرب نشتر	کراچی	1979ء
5	انجمن اسلامیہ امرتسر	پروفیسر احمد سعید	لاہور	1986ء
6	آہنگ بازگشت	مولوی محمد سعید	لاہور	1979ء
7	ایک اہم اعلامیہ	مولانا محمد عبدالستار خان نیازی	کراچی	1981ء
8	اسلامی کالوکیم کے بارے میں مجلس تحفظ اسلام کا موقف	....	لاہور	1957ء
9	بے تیغ سپاہی	نواب صدیق علی خاں	کراچی	1971ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
10	تاریخ پاک و ہند	مولانا قاری احمد پیلی بھیتی	کراچی	1974ء
11	تاریخ سرحد	پروفیسر محمد شفیع صابر	پشاور	1986ء
12	تبصرہ وتجاویز برمرکزی حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی کی تجاویز	مولانا عبدالستار خاں نیازی	لاہور	1969ء
13	تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار	خواجہ محمد طفیل	سیالکوٹ	1987ء
14	تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء	چوہدری حبیب احمد	لاہور	1966ء
15	چالیس چہرے	رفیق ڈوگر	لاہور	1977ء
16	حکایت صادق	پروفیسر منظور الحق صدیقی	لاہور	1990ء
17	حسن آفاقی	سلطان ظہور اختر	راولپنڈی	1985ء
18	خطبہ استقبالیہ کل پاکستان قومی کنونشن لاہور	مولانا محمد عبدالستار خان نیازی	لاہور	1975ء
19	دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن	سرفراز حسین مرزا	لاہور	1978ء
20	دو نامور مجاہد	محمد صدیق ہزاروی	لاہور	1978ء
21	بھٹو اور پاکستان	نعمت علی چوہدری	لاہور	طبع اول
22	رو میں ہے رخش عمر	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	لاہور	1986ء
23	رپورٹ تحقیقاتی عدالت 1953ء	لاہور ہائی کورٹ	لاہور	1953ء
24	شاہراہ پاکستان	چوہدری خلیق الزمان	کراچی	1967ء
25	سیاسی اتار چڑھاؤ	منیر احمد منیر	لاہور	1985ء
26	فیضان امیر ملت	مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی	حیدرآباد دکن	1959ء
27	قائداعظم اور ان کا عہد	رئیس احمد جعفری	لاہور	1966ء
28	قائداعظم اور راولپنڈی	پروفیسر منظور الحق صدیقی	اسلام آباد	1983ء
29	قائداعظم اور لائل پور	ڈاکٹر سید معین الرحمن	لاہور	1977ء

30	کاروان شوق	حکیم آفتاب احمد قرشی	لاہور	1984ء
31	کل پاکستان سنی کانفرنس	سید عالم	کراچی	1979ء
32	کل پاکستان مؤتمر تعلیمات اسلامیہ عربیہ	مرزا عبدالحمید داعی الحق	لاہور	1952ء
33	ماثر الاجداد	پروفیسر منظور الحق صدیقی	لاہور	1964ء
34	مسودہ آئین خلافت پاکستان	مولانا محمد عبدالستار خان نیازی	لاہور	1971ء
35	مشکلات لاالٰہ	شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ	جھنگ	1981ء
36	میں مولانا عبدالستار خاں نیازی	تنویر اشرف	لاہور	1991ء
37	عظیم قائد عظیم تحریک جلد اول	ولی مظہر ایڈووکیٹ	ملتان	1983ء
38	ہماری قومی جدوجہد جلد سوم	ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی	لاہور	1975ء
39	مولانا عبدالستار خاں نیازی کا انتخابی منشور	مولانا عبدالستار خاں نیازی	لاہور	1962ء
40	مولانا عبدالستار خاں نیازی کا خط اپنے ووٹروں کے نام	مولانا عبدالستار خاں نیازی	لاہور	1962ء
41	یاران مکتب جلد اول	بیدار ملک	لاہور	1986ء
42	ماہنامہ ''ضیائے حرم''	پیر محمد کرم شاہ	لاہور	اپریل 1973ء، دسمبر 1974ء
43	ماہنامہ ''ترجمان اہلسنت''	احمد میاں برکاتی	کراچی	اگست، ستمبر 1972ء
44	ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ''	محمد حفیظ نیازی	گوجرانوالہ	دسمبر 1972ء جون 1973ء
45	ماہنامہ ''رضائے حبیب''	....	گجرات	جنوری 1971ء
46	ماہنامہ ''فیضان''	قاری عطاء اللہ	فیصل آباد	جنوری 1978ء
47	پندرہ روزہ ''المصطفیٰ''	احمد حسن نوری	گوجرانوالہ	7، 8 اگست، دسمبر 1985ء

48	ہفت روزہ ''چٹان''	شورش کاشمیری	لاہور	13/اکتوبر 1969ء
49	ہفت روزہ ''زندگی''	الطاف حسن قریشی	لاہور	20 نومبر 1972ء
50	ہفت روزہ ''الہام''	شہاب دہلوی	بہاولپور	7/جولائی 1975ء، 28 مئی 7
51	ہفت روزہ ''استقلال''	ظہور عالم شہید	لاہور	متعدد شمارے
52	ہفت روزہ ''افق''	ظہور الحسن بھوپالی	کراچی	متعدد شمارے
53	ہفت روزہ ''تعمیر وطن''	ایم ایس ناز	لاہور	24/فروری 1973ء
54	ہفت روزہ ''طاہر''	مجیب الرحمٰن شامی	لاہور	5/فروری 1976ء
55	ہفت روزہ ''اہلحدیث''	محمد ابراہیم کمیرپوری	لاہور	30/اپریل 1976ء
56	ہفت روزہ ''حرمت''	زاہد ملک	اسلام آباد	22/ستمبر 1988ء
57	ہفت روزہ ''نوائے وقت''	مجید نظامی	لاہور	متعدد شمارے
58	ہفت روزہ ''امروز''	....	لاہور، ملتان	متعدد شمارے
59	روزنامہ ''جنگ''	میر خلیل الرحمٰن	کراچی	متعدد شمارے
60	روزنامہ ''مشرق''	....	لاہور	متعدد شمارے
61	روزنامہ ''جسارت''	صلاح الدین احمد	کراچی	12/نومبر 1972ء
62	روزنامہ ''جاوداں''	ظہور عالم شہید	لاہور	25/اکتوبر 1971ء
63	روزنامہ ''مساوات''	....	لاہور	متعدد شمارے

64	روزنامہ "سعادت"	ناسخ سیفی	لاہور	6رجون 1975ء
65	روزنامہ "وفاق"	مصطفیٰ صادق	لاہور	8راگست 1975ء
66	روزنامہ "سنگ میل"	....	ملتان	18راکتوبر 1978ء
67	روزنامہ "آفتاب"	....	ملتان	18راکتوبر 1978ء
68	مجلہ "محور" پنجاب یونیورسٹی لاہور "صد سالہ نمبر" 1882.1982ء	....	لاہور	1982ء
69	مجلہ "مرغزار" گورنمنٹ کالج شیخوپورہ "قائداعظم نمبر"	پروفیسر احمد عقیل روبی	شیخوپورہ	1976ء
70	قرارداد پاکستان صحافتی محاذ پر	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	1990ء
71	حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان	محمد صادق قصوری	لاہور	1994ء
72	تحریک پاکستان اور مشائخ عظام	محمد صادق قصوری	لاہور	1997ء
73	تحریک پاکستان اور علماء کرام	محمد صادق قصوری	لاہور	1999ء
74	خطبات مجاہد ملت	محمد صادق قصوری	لاہور	1998ء
75	انوار قطب مدینہ	خلیل احمد رانا	لاہور	1987ء
76	متعدد ماہنامے، ہفت روزے اور روزنامے۔			

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی

یادگار تصانیف

۵ جلد

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

قصیدہ اطیب النغم

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز
اور دلآویز شرح

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479
فیکس 7238010
۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 7225085-7247350
۱۴۔ انفال سنٹر اردو بازار کراچی 2210212-2212011
2630411